



”عمر آ رہا ہے پرسوں۔“ لہجہ پر نانو نے اچانک اس سے کہا تھا۔ وہ ٹھاننا کھانا بھول گئی تھی۔

”پرسوں آ رہا ہے؟ آپ کو کس نے جاپا؟“ اس نے بے تانی سے نانو سے پوچھا تھا۔

”تم اس وقت سو رہی تھیں۔ وہ ابھی تم سے بات کرنا چاہ رہا تھا مگر جب میں نے یہ بتایا کہ تم سو رہی ہو تو پھر اس نے بگڑنے سے منع کر دیا۔“ نانو نے تفصیل بتائی تھی۔ علیزہ کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

”چٹھیاں گزارنے آ رہا ہے؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”ہاں یہی سمجھ لو۔ فاران سروس چھوڑ رہا ہے۔ کہہ رہا تھا چند ہفتے تک پولیس سروس جوائن کر لے گا۔“ علیزہ کو حیرت کا بڑا ڈنکا لگا تھا۔

”عمر اور پولیس سروس مجھے یقین نہیں آ رہا نانو! وہ اتنی اچھی پوسٹ چھوڑ کر آخر وہ کرے گا کیا یہاں۔“ انکل

نے اس سے ہٹ نہیں کیا۔ ”اسے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔“

”جہاں تک اس کا کوئی جھگڑا ہو گیا ہے اس نے مجھے تفصیل نہیں بتائی لیکن

They are not on talking terms now - a - days

”نانو! اس میں کون سی نئی بات ہے؟ یہ تو کچھ کئی سال سے ہو رہا ہے۔“ علیزہ کو واقعی کوئی حیرانی نہیں ہوئی تھی۔

”ہاں مگر ابھی پھر کوئی جھگڑا ہوا ہے دونوں میں۔ اب آئے گا تو پتا چلے گا کیا ہوا ہے۔“ نانو بھی زیادہ فکر مند نہیں لگ رہی تھیں۔

”یہیں رہے گا؟“ اس سے نانو سے پوچھا تھا۔

”ہاں کہہ رہا تھا کہ پوسٹنگ ملے تک یہیں رہے گا۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ اگر تمہارے یا اپنے لیے کسی چیز کی

ضرورت ہو تو اسے بتادیں وہ لے آئے گا۔ اپنے لیے تو میں نے کچھ نہیں کہا لیکن تمہارے لیے کچھ پرفیو مز لانے

کے لیے کہا تھا۔ میری بات رہنے لگا۔“ علیزہ کے ذہن میں بے اختیار ایک یاد ابھری تھی۔

”کہہ رہا تھا۔ یہ تو کوئی منگوانے والی چیز نہیں ہے جانتا ہوں علیزہ کے سامنے جاؤں گا تو ریفو مزر کے بغیر کیسے

جاؤں گا پھر میں نے اس سے کہا کہ کچھ اچھی کتابیں لے آئے تمہارے لیے خاص طور پر۔ پینٹنگ کے بارے میں

کوئی نئی کتاب۔“ نانو اسے بتاتی گئی تھیں۔

”آپ نے ایسے ہی اسے تکلیف دی نانو۔“

”ارے نہیں وہ خود اصرار کر رہا تھا۔ خیر تم ذرا اس کے لیے کمرہ سیٹ کرو اور نا اور انیکسی بھی ذرا ساف کروا

دینا۔ اس کا سارا سامان بھی آ رہا ہے ابھی فی الحال تو یہیں رکھو آئے گا پھر جب پوسٹنگ ملے گی تو لے جائے گا۔“ نانو

نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا تھا پھر وہ سچ کرنے کے بعد اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ وہ بہت دیر تک وہیں بیٹھے بہت

کچھ سوچتی رہی تھی۔ ذہن میں بہت کچھ تازہ ہوتا جا رہا تھا۔
 "تو میرا ظہیر آخر کار تم ایس جی رہے ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے سوچا تھا پھر کچھ ذہن میں آنے پر وہ اٹھ کر اس کمرے کی طرف آئی تھی جہاں وہ ہمیشہ ٹھہرتا تھا۔ دروازہ کھولتے ہوئے اسے بہت خوشگوار سا احساس ہوا تھا۔ وہ اکثر اس کمرے میں اگر کچھ وقت گزار کرتی تھی اور ہمیشہ ہی یہاں آکر اسے یوں لگتا تھا جیسے وہ وہیں کہیں موجود تھا۔

اس کی راکنگ چیئر اسے ساکت حالت میں بھی اسی طرح بھولتی ہوئی محسوس ہوتی تھی جس طرح وہ اسے بھٹایا کرتا تھا۔ ہر چیز پر جیسے اس کا لمس تھا۔ ہر طرف جیسے اس کی آواز گونجتی تھی، وہی دھیمہ گنگر اور ٹھہرا ہوا الجھ وئی پر سکون دل کے گیس اندر تک اتر جانے والی آواز اور پھر وہی کھٹکھٹاتے ہوئے بے اختیار قہقہے اس کمرے میں آکر سب کچھ جیسے زندہ ہو جاتا تھا۔ لائونگ روم میں اس کا آواز اور عکس حقیقت بن کر اس کے ارد گرد پھرنے لگتا تھا۔ کمرے میں وہی مخصوص خوشبو بھی ہوتی تھی۔ مگر اسے استعمال میں آنے والی بھولتی بھولتی اس کی طرح اپنی اپنی جگہ پر تھیں۔ جیسے انہیں کل ہی رکھا گیا تھا۔ اس نے یاد کرنے کی کوشش کی تھی۔ پہلی بار وہ جب آیا تھا۔ اسے ذہن پر زور دینا نہیں پڑا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا وہ کس سال اس تارن کس دن اور کس وقت آیا تھا۔ بعض باتیں آپ بھی بھولنا نہیں چاہتے اور وہ کب کیا تھا۔ اسے یہ بھی یاد تھا بعض باتیں آپ بھی یاد رکھنا نہیں چاہتے۔ علیحدہ کے لیے تب سے آج تک وہ ہمیں تھا اسی کمرے میں کم از کم اس کے لیے اسے اپنے پیچھے دروازہ کھلنے کی آواز آتی تھی۔ وہ بے اختیار ہنسنے لگی۔

"اچھا کیا تم ابھی کمرہ دیکھنے آگئیں۔ میں نے سوچا میں بھی ایک نظر ڈال ہی لوں۔" ٹائو اندر آئی تھیں۔ چند لمبے تنقیدی نظروں سے وہ کمرے کا جائزہ لیتی رہیں۔ پھر وہ پیسے مطمئن ہوئی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ کچھ ٹھیک ہی ہے پھر بھی تم ضرور ہر چیز اچھی طرح چیک کر لینا۔ میں نہیں چاہتی۔ اسے کوئی تکلیف ہو۔" ٹائو مڑ کر کمرے سے نکل گئی تھیں۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہاں جڑا ہوا ایک ریفریج اس نے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے ریفریج کا ڈھکن اتار کر خوشبو کو محسوس کرنے کی کوشش کی تھی۔ بے اختیار ایک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آئی تھی۔ ایک بار پھر ایک مہینے اس کے ذہن میں آ گیا تھا۔ اس نے ڈرائنگ روم کیل کے آئینے کو دیکھا تھا۔ وہاں ایک دم کوئی اور نظر آنے لگا وہیں اسی جگہ چند سال پہلے۔ وہ بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اسے اپنی گردن اور بالوں پر ایک پھوار سی بڑی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

* * *

وہ کار کا دروازہ کھول رہی تھی جب اس نے لائونگ کا دروازہ کھول کر ٹائو کو باہر آتے دیکھا۔ شاید وہ کار کا بارن سن کر باہر آئی تھیں۔ انہوں نے اسے دیکھ کر دور سے ہی بازو چھیل دیے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی ان کے پاس جا کر لپٹ گئی۔

"اس بار میں نے تمہیں بہت مس کیا۔" انہوں نے اس کے گال چومتے ہوئے کہا تھا۔

"میں نے بھی آپ لوگوں کو بہت مس کیا ٹائو۔" ان کے ساتھ اندر لائونگ کی طرف جاتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"میں جانتی ہوں۔" انہوں نے بڑے پیار سے ساتھ چلتے ہوئے اسے اپنے کندھے سے لگایا تھا۔

"کیسا رہا تمہارا قیام؟ انجوائے کیا؟" اس نے ان کا چہرہ دیکھا تھا۔

"ہاں بہت انجوائے کیا۔"

"ٹھیک کیسی ہے؟ پاکستان کب آ رہی ہے؟"

"مئی ٹھیک ہیں۔ ابھی پاکستان آنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے شاید اگلے سال آئیں۔" لائونگ میں آکر اپنا بیگ صوفے پر رکھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"چار سال ہو گئے ہیں اسے وہاں گئے ابھی بھی اس کا دل نہیں چاہ رہا واپس آنے کو۔" اس نے ٹائو کو بڑبڑاتے

سنا تھا۔ وہ کچھ دیر ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"وہ لوگ آسٹریلیا سے امریکا شفٹ ہونے کا سوچ رہے ہیں۔ انکل کا کلائنک ختم ہو رہا ہے اس سال۔ امریکا کی کسی کمپنی کی آفر پر غور کر رہے ہیں۔ مئی کمرہ رہی تھیں۔ اگر اگلے سال امریکا سیٹل ہونے کا ارادہ کر لیا تو پھر وہاں جانے سے پہلے پاکستان کا ایک چکر لگا کر جائیں گی۔"

اس نے جیسے ٹائو کو تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

"تمہارے باقی بہن بھائی کیسے ہیں؟" ٹائو نے جیسے اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

"بہت اچھے ہیں اب تو بہت بڑے ہو گئے ہیں۔ میں تصویریں لے کر آئی ہوں۔ آپ دیکھ لیں گے گا۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے جبکہ کراہنے جا کر زکھونے شروع کر دیے تھے۔ ٹائو خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی تھیں۔

"تم پہلے سے کمزور ہو گئی ہو۔"

"ہاں شاید میں کچھ دن بیمار رہی تھی وہاں پانی سوٹ نہیں کر رہا تھا۔" ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے ٹائو کو بتایا تھا۔

"تیار ہو گئی تھیں مگر تم نے مجھے تو نہیں بتایا۔" ٹھینے نے بھی فون پر ذکر نہیں کیا۔ "ٹائو اٹھ کر تشریف بھرے انداز میں اس کے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گئیں۔

"میں نے منع کر دیا تھا۔ آپ خواہ مخواہ پریشان ہو جائیں، ویسے بھی زیادہ سیریس بات نہیں تھی۔" اس نے لائونگ سے کہا تھا۔

"پھر بھی تمہیں بتانا تھا ہے تھا اس طرح۔"

"ٹائو پلیر میں ٹھیک ہوں۔ آپ خود دیکھ لیں، کیا اب بیمار لگ رہی ہو؟" اس نے بات ٹالنے کی کوشش کی تھی۔

"مگر میں کہاں ہے؟" اسے یک دم یاد آیا تھا۔

"سیڑھیوں کے نیچے سو رہی تھی۔ میں نے تم سے چائے کا بھی نہیں پوچھا۔ میں ذرا تمہارے کھانے کے لیے کچھ کمرہ کر آئی ہوں۔"

ٹائو اٹھ کر رجن کی طرف چلی گئی تھیں۔ اس نے کمرہ مانس لے کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لیا۔ ایک بار بعد واپس آکر اسے بہت سکون، بہت طراوت کا احساس ہو رہا تھا۔ یوں جیسے وہ گھر واپس آ گئی ہو۔ ہر چیز اسی طرح تھی۔

وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آئی تھی۔ مانی گھاس کاٹ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر تک بے مقصد اسے دیکھتی رہی پھر وہاں سے کوریڈور کی طرف آ گئی تھی۔ کوریڈور پر اس کرنے کے بعد اسے سیر پھیلان نظر آئی تھیں۔ بے اختیار ایک مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہوئی تھی۔

"کرشمی۔" اس نے بلند آواز میں پکارا تھا۔

میاؤں کی آواز کے ساتھ ایک بی سیڑھیوں کے نیچے نمودار ہوئی تھی اور تیزی سے اس کی طرف لپکی۔ وہ کھنڈن کے بل فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ ملی سیدھی اس کے پاس آئی تھی اس نے اسے گود میں بٹھالیا۔ چند منٹوں تک وہ اس کا سر اور جسم ہلاتی رہی پھر اس نے اسے ہاتھوں میں اٹھا کر اپنے چہرے کے پاس کیا تھا۔

"میں نے تمہیں بہت بہت مس کیا۔" اس نے اس کے پیچھے لی سے یوں کہا تھا جیسے وہ اس کی بات سمجھ رہی ہو۔

"تم نے مجھے یاد کیا؟" ملی نے میاؤں کی آواز کے ساتھ جیسے اس کی بات کا جواب دینے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں میں جانتی ہوں تم نے بھی مجھے بہت مس کیا ہو گا۔"

وہ ملی کو اٹھا کر دوبارہ لائونگ میں آ گئی تھی۔ صوفے پر بیٹھنے کے بعد اس نے ملی کو بھی اپنی گود میں بٹھالیا اور بہت نرمی اور محبت سے اس کا جسم سہلانے لگی۔

"تو کچھ بھی تمہارے پاس؟" نانوا اسی وقت کہیں سے آئی تھیں۔ وہ ان کی بات پر مسکرائی۔
 "نہیں اس کو تو کچھ بھی نہیں چلا۔ میں خود لے کر آئی ہوں۔ ٹانگا کہاں ہیں نانوا؟" اسے بات کرتے کرتے اچانک یاد آیا تھا۔

"وہ گھر پر ہی تھے تمہارا انتظار کر رہے تھے پھر اچانک جبر خاں سے فون آیا وہاں کوئی کام تھا۔ مجھ سے کہہ کر گئے تھے کہ تین چار گھنٹوں تک آجائیں گے۔ اب دیکھو ان کے تین چار گھنٹے تین چار رہے ہیں یا۔۔۔"

نانو نے اس کے پاس صوفہ پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔
 "السلام علیکم علیزوہ لی! ایسی ہیں آپ؟" اسی وقت خانساں چائے کی ٹرے لے کر آیا تھا اور اس نے آتے ہی علیزوہ کو مخاطب کیا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مرید بابا! آپ کیسے ہیں؟" اس نے جواباً ان کا حال پوچھا تھا۔
 "اللہ کا شکر ہے لی لی! اس بار تو آپ نے بہت دیر لگا دی واپس آتے آتے۔" مرید بابا نے چائے کی ٹرے اس کے سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں کچھ دن زیادہ لگ گئے مگر واپس تو آئی مرید بابا۔"
 وہ ایک بار پھر مسکرائی تھی۔ خانساں چائے رکھ کر واپس کچن کی طرف چلا گیا تھا۔ نانو نے اس کے لیے چائے بنائی شروع کی۔

"ارے ہاں میں نے تو تمہیں بتایا ہی نہیں۔ عمر آیا ہوا ہے۔" چائے کا پائے چھاتے ہوئے نانو نے اسے اچانک پر ہوش آواز میں بتایا تھا۔

"عمر۔۔۔ کون ہے؟" وہ نانو کی بات پر حیران ہو گئی۔
 "بچے ہفتے کا آیا ہوا ہے۔"

"ہاں اکیلا ہی آیا ہے۔ سی ایس ایس کے پیر زدینے آیا ہے۔ ابھی بیس رہے گا ایک دو ماہ۔"

"سی ایس ایس؟ عمر تو جواب کر رہا تھا لندن میں پیر ہے۔۔۔" وہ بچہ اچھٹکی لگی تھی۔
 "جواب چھوڑ دو یہ ہے اس نے۔ کہہ رہا تھا وہ اپنے آپ کو سیٹ نہیں کر پا رہا تھا۔ وہاں بہت تکلیف دہ روٹین ہو گئی تھی۔ عمر میرا خیال ہے جہاں تکیرنے اسے اس طرف آنے پر مجبور کیا ہے۔"

نہیں کہانی ہے وہ شروع سے ہی اس پر دباؤ ڈال رہا تھا۔ چینی دفعہ وہ جب آیا تھا تو عمر کے بارے میں کافی فکر مند تھا۔ وہ کچھ ہی کام میں مستقل مزاج نہیں ہے۔ ہر سال چھ ماہ بعد اس کی دلچسپیاں بدل جاتی ہیں اور ظاہر ہے پھر تو آگے بڑھنے کے لیے ننگ کر

کام کرنا بہت ضروری ہے۔ تب بھی وہ عمر کو مجبور کر رہا تھا کہ وہ فارن سروس میں آجائے۔ ابھی اچھی پوسٹ پر ہے۔

بہا تکیر وہ چاہتا ہے بیٹا بھی فارن سروس میں آجائے تو اسے بھی اسٹیبلش کر دے گا۔ اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔ "نانو نے چائے پیتے ہوئے اسے تفصیل سے بتایا تھا۔

وہ چائے پیتے ہوئے ایک ہاتھ سے کرسی کے سر کو مسلاتے ہوئے ان کی باتیں سنتی رہی۔
 "اس وقت کہاں ہے؟" ان کے بات ختم کرنے پر اس نے پوچھا تھا۔

"سو رہا ہے ابھی سونے کی روٹین تبدیل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ انگلینڈ اور یہاں کے وقت میں بہت فرق ہے اور اسے یہاں انکر مونی کے اوقات میں کافی تبدیلی کرنی پڑ رہی ہے۔ اوپر سے آج کل کرنسی بھی بہت ہے۔

کل باہر گیا تھا مارکٹ کچھ چیزیں لانے کے لیے اور واپس آیا تو حالت خراب ہو رہی تھی۔ میں تو پہلے ڈر گئی کہ کہیں سن اسٹروک نہ ہو گیا ہو۔ مگر ڈاکٹر نے کہا سب کچھ ٹھیک ہے بس ابھی ذرا باہر جانے میں احتیاط کرے۔ شام کو کہیں جا کر اسے کچھ ہوش آیا۔ لیکن بہت زندہ دل ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ میں پورا انگریز ہوتا تو یقیناً "فوت

ہو جاتا۔" چھوڑا بیچ گیا ہوں تو یہاں کا ہونے کی وجہ سے لگتا ہے گری نے پہچان لیا ہے مجھے اب لگتا ہے دوبارہ کوئی گریڈ نہیں ہوگی۔ میں نے اس سے کہا کہ اتنا خوش ہونے کی بھی ضرورت نہیں بہتر ہے وہ ڈاکٹر کے مشورے کے

مطابق ابھی باہر جانے سے کچھ پرہیزی کرے۔ ضروری نہیں ایک بار سن اسٹروک سے بچ گیا تو دوسری بار بھی ضروری بچ جائے۔"

علیزوہ قدرے عدم دلچسپی سے ان کی باتیں سنتی جا رہی تھی۔ وہ مسلسل عمر کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔

"آج سے تمہاری تصویر دیکھ کر کیا کہہ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا علیزوہ! چھوچھو کی کاربن کاپی ہے۔ میں نے کہا نہیں کیسے ہوا کون سا ٹینٹ کو اتار دیتے رہے ہو یا علیزوہ کو اچھی طرح دیکھ چکے ہو۔ اس نے کہا کہ اس کے لیے کسی کو

ایک بار دیکھنا ہی کافی ہوتا ہے۔ اصل میں دو سال پہلے وہ بھی آسٹریلیا گیا ہوا تھا کچھ دوستوں کے ساتھ سیرو میو کرنے کے لیے وہاں ٹینٹ کے پاس بھی گیا تھا۔ بہت تعریف کر رہا تھا اس کی۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کیا تم بھی اپنی

ماں کی طرح باتوتی ہو۔ میں نے کہا جب ملو گے تو خود ہی دیکھ لینا کہ باتوتی ہے یا نہیں، ابھی کچھ دیر میں اچھے والا ہی ہو چکا تھا لیتا اس سے۔ اسے بھی بتا ہے کہ آج تم آ رہی ہو۔"

اسے ابھی بھی ٹانگو کی باتوں میں کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ کوئی جواب دے بغیر وہ خاموشی سے چائے پیتی رہی۔

میں نے آپ کے لیے کچھ گفٹس بھیجوائے ہیں ابھی نکل دیں یا پھر کل۔" اس نے ان کی باتوں کے جواب میں کہا تھا۔

"ابھی سامان بہت کھولا، تم تھکی ہوئی ہوگی آرام کرو۔ میں کل خود تمہارے ساتھ سامان کھلاؤں گی پھر دیکھ لوں گی۔" نانو نے اس سے کہا تھا۔ چائے پینے کے بعد نانو نے اسے آرام کرنے کے لیے کہا تھا۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی۔

کمرے میں آئی۔ کچھ دیر بیٹھ کر سوچا۔ کیسے بخیر رہی وہ پیر پریٹ کر رہی تھی۔

مگر جہاں تک اس کے لیے کافی تھا نام نہیں تھا۔ دو تین سال کے بعد اکثر پھٹیوں میں اسے باب اور فیلی کے ساتھ استراحت کیا کرتا تھا اور تب وہ وہاں چھٹا کر رہا تھا اور ایسا اچھے بہت سے سالوں سے ہو رہا تھا مگر اس بار وہ تقریباً پانچ

چھ ماہوں کے بعد آیا تھا۔ اور پہلی بار اس طرح آ گیا تھا۔ علیزوہ اور اس کے دو سہانہ رشتہ دار بھی آئے۔

اسے ہمیشہ ہی وہ بہت ریزرو لگا تھا۔ بچپن میں بھی وہ اس طرح کا بچہ نہیں تھا جو آسانی سے دوسرے بچوں کے ساتھ کھل مل جاسکے۔ خود علیزوہ بھی اسی طرح تھی اس لیے دونوں کے درمیان کبھی بے تکلفی نہیں ہوتی۔ پھر کئی بار

ایسا بھی ہوا تھا کہ وہ اپنے والد کے ساتھ پاکستان چھٹیایں گزارنے آتا اور خود علیزوہ اپنی مٹی کے پاس آسٹریلیا چھٹیایں گزارنے چلی جاتی تھی۔ اس لیے انہیں کبھی بھی ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کا موقع بھی نہیں

ملا تھا۔ اب بھی عمر جہاں تک اس کے لیے کسی خاص خوشی کا باعث نہیں بنی تھی۔

اسے اندازہ نہیں ہوا کہ کتنی دیر ہوئی رہی تھی۔ جب دوبارہ وہاں پہنچی تو کمرے میں اندھا جھپٹا ہوا تھا۔ اس نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھی ہوئی رستہ دیکھتے دیکھتے کی کوشش کی تھی۔ ریڈیو ڈائل کل سات بج رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر کمرے کی لائٹ آن کر دی۔ وارڈ روپ سے کپڑے نکال کر وہ اس روم میں چلی گئی تھی۔

جب وہ لائٹ میں آئی تھی تو سو اسات ہو رہے تھے۔
 "So the lady is here" (تو محترمہ یہاں ہیں) نانو نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے جا کر ان سے پٹ پٹ

"میں نے دو تین بار تمہارے کمرے میں جانے کی کوشش کی لیکن تمہاری نانو نے منع کر دیا کہ تم ڈسٹرب ہوگی۔"

نانو نے اس سے کہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس صوفہ پر بیٹھ گئی اور اسی وقت اس کی نظر دور کرنے میں

رہے ہوئے صوفے پر بیٹھنے ہوئے شخص پر پڑی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے متوجہ ہونے پر اس کی عمر گراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ ایک لمبے عرصے کے بعد دیکھنے کے باوجود علیزوہ کو اسے پہچاننے میں دیر نہیں لگی تھی۔ پانچ سال پہلے جب اس نے عمر کو دیکھا تھا تو وہ خاصا دبلا پتلا تھا مگر اس وقت وہ ایک لمبے

چوڑے وجہ سے لچکے گا لک تھا۔ وہ اس سے آٹھ سال بڑا تھا مگر اپنے قد و قامت کے اعتبار سے وہ ابھی عمر سے بڑا لگا

آ رہا تھا۔ وہ بے اختیار کچھ جھنجکی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیسے مخاطب کرے گا صاف کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"Hello, how are you" (ہلو کیسے ہیں آپ؟)

مگر نے سر کو ہلکے سے چپکایا تھا۔

"Oh, I am fine" (تمکب ہوں)

"It means you have recognized me" (یعنی آپ مجھے پہچان گئے ہیں)

"Am I right, Alceza" (اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ علیزہ ہیں)

اس نے اس طرح اس کی بات کا جواب دیا تھا جسے اس کا بہت گوارا نہ تھا۔

"Yes, Nano told me about you" (ہاں نانو نے آپ کے بارے میں بتایا تھا)

"She was..."

وہ غمت بات کر رہی تھی جب نانو نے اسے تواڑ دی تھی۔

"علیزہ! فطما کا فون سے بات کرو۔ اس نے چونک کر نانو کو دیکھا تھا۔ ان کے ہاتھ میں کارڈ لیس تھا۔

"ایکسی کیو ڈی" وہ اپنی بات اور دھوری چھوڑ کر نانو سے کارڈ لیس لے کر اس کی طرف چلی آئی تھی۔

اس کی دوست بھی اور وہ جانتی تھی کہ اب وہ چھوڑنے سے پہلے وہ فارسی نہیں ہو پائے گی۔ شہلا کو بھی کالز کی عادت تھی اور آج تو وہ بھی ایک ماہ کے بعد اس سے گفتگو کر رہی تھی۔ وہ کافی دیر تک فون پر اس سے باتیں کرتی رہی۔

اور جب فون بند کر کے والیس لافن میں آئی تو محمد ہاں نہیں تھا۔ وہ نانو اور نانو کے ساتھ باتیں کرتی رہی اور انہوں

سے اسے بتایا تھا کہ وہ کسی دن سب کے ساتھ گیا ہے۔ کہاں کہاں کے بعد وہ درحکاتانہ کے ساتھ نیچے دی گئی

پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی۔ محراب تک وہ اس کی نہیں آیا تھا۔

صبح دوپہر سے اٹھی تھی۔ جب وہ غسل خانے کے لیے آئی تو سارے دس بج رہے تھے۔ غنا سامان نے اسے جادیا تھا کہ

نانو پرانی ہوئی ہے۔ ۲۲ بج رہی اس وقت صبح میں ہوتے تھے۔ وہ بڑھ کر رہی تھی۔ وہ اس کی باتیں کرتے ہوئے

ہائے کے بعد وہ بڑی بے تکلفی سے اس کے ساتھ والی چیمبر میں چل کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ بھی نہیں بولتا کہ اسے

سنا تھا۔ ساتھ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی مصروفیات کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اس طرح اس کی سرگرمیوں

کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ علیزہ نے نوبت لیا تھا وہ پہلے کی بات سے تھک چکی تھی۔ اس نے مزاج بدھ کر دیا تھا۔

نہیں تھا۔ کافی دیر تک انکس میں دونوں کی گفتگو جاری رہی تھی پھر غنا سامان ہاں اس کے لیے دوسرے کمرے لے کر آیا تھا

اور غراہنے کی بار پڑی صاف اردو میں اس سے کہا تھا۔

"کچھ ایک چالے میں رہی ادیں فکر نہ کرو۔ کچھ لیس کہ کانا ہے اور کل میرے لیے پوری تائیں" غنا غرائی دست

کر رہی تھی۔ اس نے کہا کہ اس کو بدایا ہے وہی نہیں اور وہ اس سے کہا تھا۔

وہ بدھ رہی تھی مگر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اس کی چرائی پہنچ گیا تھا۔ اس کی جھلک پر ہنسنے لگا۔

"What happened" (کیا ہوا؟)

"آپ کو اردو بول سکتے ہیں۔" اس نے قدرے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"ہاں تو بول سکتا ہوں۔ اس میں حیرانی والی آیات ہے۔" اس نے پہلی بار اس کے چہلے کا جواب دیا تھا۔

وہ تھا۔

"میں سوچ رہی تھی کہ شاید آپ۔۔۔" وہ کچھ ہنس پائی ہوئی تھی۔

"کیسے کہیں سوچا تم نے پھر رہنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ بدھ کو اپنی زبان بھی نہیں آتی ہوگی۔"

"جیسے جیسے آپ کیا کرتے تھے تو مجھے بھی اردو بولتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔" اس نے اس کے لیے میں نے

سوچا تھا۔ اس نے وضاحت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر نے ہنسنے لگا۔ اس کی بات کالت دی۔

"پہلے تم سے کسی اتنی لمبی پوزی باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ویسے بھی مجھے اچھا ہے۔" اس نے سر کاچو

دیا تھا۔ وہ غنا سامان کو نظر آ رہا تھا۔

"چیلی ونڈ جب میں نے تمہیں دیکھا تھا تو تم بہت چھوٹی تھیں۔ میرا خیال ہے گیارہ بارہ سال کی تھیں اور

اب تو۔۔۔

"But I must admit you are much more pretty now." (پہلے سے بہت

زیادہ خوبصورت ہو)

علیزہ کے کال میں ہو گئے تھے۔ اس نے مرزا کا لیا تھا۔ غراہنے کے بہت عجب لگا تھا۔ اسے یہ سب مانتا

کچھ زیادہ پسند نہیں آتی تھی۔

میں دوبارہ کبھی اس کے پاس نہیں بیٹھوں گی۔" اس نے ٹیسٹ کھاتے ہوئے سوچا تھا۔ وہ جیسے غم

کرتے ہی اٹھ کر واپس اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ وہ کرنی کو لے کر لافن میں ہی بیٹھ گئی تھی۔

مغرب کا سورج گرہا تھا اور پھر چرخ نہیں گرتا تھا۔ شام کی چائے بھی وہ اپنے کمرے میں ہی پیتا تھا۔ البتہ رات

کا کھانا سب کے ساتھ ہی کھاتا تھا۔ اس دن کے بعد وہ اس سے بہت پہلے ہی ناشتہ کر لیا کرتی تھی۔ اسے آہستہ

آہستہ احساس ہونے لگا تھا کہ محمد جی کے کمرے میں آنے کے بعد سے بہت کچھ بدل چکا تھا۔ اس کے محبت کم گھر

والوں کے پاس موجود رہنے کے لیے وہ خود کمرے میں بہت کچھ اس کی مرضی اور پسند سے ہو رہا تھا۔ نانو اور نانو کی زیادہ تر

گفتگو اسی کے بارے میں ہوتی تھی۔ پہلے کی طرح وہ علیزہ کے بارے میں باتیں نہیں کرتے تھے۔ کھانے کی

پیشکش پر زیادہ تر ہنسنے اس کی مرضی اور پسند کے مطابق ہوتی تھیں۔ علیزہ سے کھانے کے بارے میں رائے لینے تاکہ

کر دیا گیا تھا۔ نانو ہر وقت اس کی صحت اور آرام کے بارے میں طر مند رہا کرتی تھیں۔ وہ دیکھ کر اسے ایک ثانوی

حسیت اختیار کر گئی تھی۔ سب کچھ اس کے لیے نیا نہیں تھا۔

پہلے سال جب بھی اس کے ماموں اور خالائیں میں سے کسی کی پہلی دہائی آتی تھی وہ اسی طرح اس دہشت چلی

جاتی تھی۔ تب نانو اور نانو کی مامی تو بچہ عرف اے والے کو دیکھ کر ہی مگر وہ بھی مگر اسے یہ سب اچھا نہیں

لگتا تھا۔ نیک وہ لوگ عرف چند بھتیجے ہی تھے۔ مگر عمر بڑھ کر ان کی بھی کافی عرصہ وہاں رہنا تھا اور اسے لگتا

تھا اس سے بڑے آرام سے اس کی پہلی لے لیا تھی۔

اس دن وہ پھر کو مگر اچھے کے بعد اس نے صبح تھوڑی سی کوڑھوٹا شروع کیا تھا۔ وہ بیڑھیوں کے بیچ

نہیں تھی۔ اس وقت وہ پھر لافن میں بھی نہیں ہونگے تھی۔ اس کی مخصوص بیڑھیوں پر اسے یہاں میں ناگوار رہنے

کے بعد اس نے گواڑیں دیگی شروع کر دی تھیں۔ کھوٹ میں آتی تھی۔

"نانو اگر کرنی کھاتی ہے؟" وہ نانو کے کمرے میں آئی تھی۔ وہ ابھی آرام کر رہی تھیں۔

"نعم کے کمرے میں چھوڑ دیا ہوگی۔" انہوں نے اسے بتایا تھا۔

"نعم کے کمرے میں سے طر کر گئی تو کبھی کسی کو مرے کچا نہیں چالی۔" اسے ان کی بات پر کچھ مبہم

ہوا تھا۔

"ہاں لیکن عمر کے ساتھ بہت آتی ہو گئی ہے۔ تمہارے بعد سارا دن ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ ابھی بھی دیکھ

ہوگی۔" نانو نے انکس سے کہتے ہوئے کہا تھا۔

وہ کچھ پہاڑ ان کے کمرے سے نکل آئی تھی۔ اسے ابھی بھی ان کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ کرنی اس

کے عاودہ کی اور نہ کچا سب بائیں سے عمر کے کمرے کے دروازے پر اس نے کچھ ناگوار ہوئے دیکھ دی تھی۔

"لیس تم ان۔" عمر سے فورا "اسی اس کی گواڑا بھری تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

"کرنی یہاں تو ہے۔" اس نے بات اور دھوری چھوڑ دی۔ وہ دیکھنے ہی راگنا۔ پھر پھر چھوڑ دیا تھا۔ اس کے

کرشی نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھی رہی تھی۔ علیزوہ صدمے اور باپ کی اسے دیکھتی رہی۔

"ہاں کرشی میرے پاس ہے جاؤ کرشی۔" اس نے کرشی کو گود سے اتار دیا تھا۔ کرشی بھاگتے ہوئے اس کی طرف آئے تھے۔ علیزوہ کو ان دونوں پر بے تحاشا غصہ آیا تھا۔

"Just go to hell" (دفع ہوجاؤ) اس نے بلند آواز میں کہا تھا اور زندگی میں پہلی دفعہ پوری قوت سے پرواز بند کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ پڑی۔ وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اور پھر شام تک کمرے سے باہر نہیں آئی تھی۔ شام تک اس کا غصہ تشویش میں بدل چکا تھا۔ وہ پریشان تھی کہ اگر علم نے ناؤ کو اس کی اس حرکت کے بارے میں بتا دیا تو وہ کیا سوچیں گی۔ اسے اپنی حرکت پر افسوس ہو رہا تھا۔ اسے خود بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اسے کس بات پر اتنا غصہ آیا تھا۔ کرشی کے کسی اور کے پاس جانے پر یا "عمر" کے پاس جانے پر اس کو دیکھنے پر بھی اس کے پاس نہ آئے۔ لیا پھر عمر کے کہنے پر اس کی طرف نے۔

وہ جب لاؤنج میں آئی تو کرشی وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔ علیزوہ کو دیکھتے ہی اس نے اس کے پاس آگئے کی کوشش کی تھی مگر علیزوہ نے اسے درختی سے دور بنا دیا تھا۔

عمرات کے کھانے کے لیے معمول کے مطابق اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ وہ جس بات سے خوفزدہ ہوئی تھی وہ بات تو بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر ہوش کی طرح سٹکرایا تھا اور پھر ویسے ہی کھانے کے دوران اسی طرح سب سے باتیں کرتا رہا تھا جیسے وہ بوٹ لیا کر رہا تھا۔ وہ ہر جگہ غلاموشی سے کھاتا تھا۔ کھانا کھاتا تھا۔ نہ بے پروا اور نہ کرانے کمرے میں چلا گیا تھا۔ علیزوہ نے سکون کا احساس لیا تھا۔

اگلے چند دن بھی اسی طرح گزر گئے تھے۔ عمر نے اس والہ کے بارے میں بتانا ناہو یا اس جگہ کوئی بات نہیں کی تھی لیکن علیزوہ نے سوچا کیا تھا کہ اس نے کرشی کو دوبارہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کرشی کے نظر آنے پر اگر اس کی طرف جانے کی کوشش کرتی بھی تو وہ اسے نظر انداز کر دیتا۔ اس کا مطلب تھا وہ اس کے اس دن کے غصے کی وجہ جان گیا تھا۔

"مرید بابا! آج رات کے کھانے پر مجھے لے تھوڑی بڑی باتیں۔" وہی دن کافی دنوں بعد علیزوہ نے رات کے کھانے کے لیے کوئی فرمائش کی تھی۔ علیزوہ نے کھانے کی ٹیبل پر اس نے بڑی لکڑی کے عالم میں ڈوٹ کاؤ مین اٹھایا تھا۔ ساتھ ہی اس کے چہرے کے اثرات بیان کیے تھے۔

"نانو! بڑی مہین چکن کیوں ڈالا ہے مرید بابا۔" اس نے بتا ہے میں ہمیشہ چکن کے بغیر کبھی کبھی کھاتی ہوں۔"

اس نے کچھ حیرانی کے عالم میں نانو سے کہا تھا۔

"میں نے کہا تھا چکن ڈالنے کے لیے میں عمر کو رات کے کھانے کے بارے میں بتا رہی تھی۔ اس نے کہا کہ "بڑی بن رہی ہے تو چکن دانی چاہیں" میں بھی تھوڑی کساواں گا۔" علیزوہ نے ڈوٹ کاؤ مین ہاتھ میں پکڑے ہوئے ٹیبل کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے عمر کو دیکھا۔ وہ اپنی بیٹھ میں چاروں اکل رہا تھا۔ ٹیبل پر بڑی ہونی سارا چکن کھا چکی تھی۔ عمر نے بیٹی کے پاس یا پھر نانو کو دیکھا۔ اس نے آسٹریلیا سے واپس آنے کے بعد کئی ہفتوں کے بعد کوئی فرمائش کی تھی اور۔۔۔ ایک دم اس کی ہولناک غائب ہوئی تھی۔

کچھ افسوس ہے اس نے دوبارہ ڈوٹ کاؤ مین پر دیکھا تھا۔ جب اس نے پیچ بھی رہا تھا تو نانو اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"کیوں کیا ہوا۔" بڑی انہیں نہیں لی۔"

وہ کرشی کی طرف دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔ عمر نے پہلی بار اسے پونک کر دیکھا تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

وہ کیا جانتی ہے، ابھی تم کھانا کھانے کے لیے بیٹھی تھیں، ابھی صبح تھوڑی ہو گئی۔ ہنہ جاؤ۔" نانو نے اسے کہا تھا۔

"میں دو دو بی بیوں کی۔" وہ چل پڑی تھی۔

"دوہ سے کیا ہو گا علیزوہ علیزوہ واپس آؤ۔" تھوڑا سا سی سی لیکن کھانا کھاؤ۔" نانو نے اسے واپس بلائے کی کوشش کی تھی۔ وہ پیچھے مڑے بغیر وہاں سے چلی گئی تھی۔ عمر حیرانی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

"اسے کیا ہوا؟ کیا ناراض ہو کر گئی ہے؟" اس نے ڈاؤنٹ سے اٹھتے ہوئے اپنے پیچھے عمر کی آواز سنی تھی۔ "نہیں علیزوہ ناراض نہیں ہوئی۔ اسے کبھی غصہ نہیں آتا۔ شاید ویسے ہی بھوک نہیں تھی اسے۔ میں ابھی پوچھوں گی جانکر۔" نانو نے اس کے جانے کے بعد پھر سے کہا تھا۔ وہ کچھ دیر سبزی کے ڈسٹے کو دیکھتا رہا پھر کھانا کھانے لگا تھا۔ اس کا ذہن الجھ چکا تھا۔

نانو کھانے سے فارغ ہو کر سیدھا اس کے کمرے میں آئی تھیں اور اسے ایک لمبا چوڑا لیٹر دیا تھا۔

"مجھے حیرانی ہو رہی ہے علیزوہ۔" عمر نے میری بات بھی نہیں سنی اور اس طرح الجھ کر باہر آ گئیں۔ یہ سچ یا ہو گا عمر کے عمائدی بد تیز لڑکی ہو۔" وہ کوئی خفا تھیں۔

"I am sorry" (مجھے افسوس ہے) وہ ہلکے سے مستثنائی تھی۔

اب اس کا لیفا کا دھڑکاں آواز سن کر کھانا کھانے کے بعد کبھی اس طرح الجھ کر نہیں آتے۔ وہ بھی اس وقت سب باتیں سب کھانا کھا رہے ہوں۔ تھوڑا دیر کھانا کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ تم سارا لے لیتیں یا سب کھانا لے لیتیں مگر نہیں چاہیں تو کھانا کھاتے ہو۔"

نانو اسے مہینہ بھر کی دھڑکی دیا تھا۔ وہ ہمیشہ کھانا کھاتی آئی تھیں۔ وہ غلاموشی سے کھاتی باتیں سنتی رہی۔ اس کی رعیت کی میں لڑاؤ ہو جا رہا تھا۔

"خود عمر نے ان سے کچھ بارے میں دیکھ کر کہا ہو گا۔" وہ ان کی باتوں پر اس سے اور بدگمان ہوتی جا رہی تھی۔

وہ جس نے مرید سے عمر دیا ہے وہ ابھی نہیں دوہ میں اوٹھیں ملا کر دے جائے گا۔ اب مجھے اوٹھیں پر کوئی اعتراض نہیں ملتا ہے۔"

نانو نے اٹھتے ہوئے اسے اطلاع دی تھی اور ساتھ ہی اس کے متوقع رد عمل پر خبردار کر دیا تھا۔ وہ کچھ کہتے کہتے چپ ہوئی۔ نانو مرید سے ٹکل نہ کی تھیں۔ وہ غلاموشی سے بے نیاز تھی۔ عمر کا تئیر آج اسے سب سے زیادہ برا لگ رہا تھا۔ جو واحد جموں کوئی چیزیں اس کی مرضی سے ہوئی تھیں اب ان میں بھی اس کا عمل دخل ختم ہو گیا تھا۔ مرید بابا نے کچھ دیر بعد اسے دیکھا لایا تھا۔ اس نے غلاموشی سے دوہ کا گلاس لے کر پی لیا پھر وہ سولے کے لیے لپٹ گئی تھی۔ عمر سونے کی کوشش میں اسے بہت دیر لگی تھی۔

اگلے کچھ دن میں اس میں یہ تبدیلی آئی تھی کہ اس نے عمر سے بات کرنا بند کر دیا تھا۔ وہ اس کی بات کے جواب میں وہ پٹے والی ہوں ہاں بھی کہیں کرتی تھی۔ جب تک وہ باقاعدہ اس کا نام لے کر بات نہ کرتا۔

اس دن وہ انہیں میں کارپٹ پر فلور کسٹنڈے سہارے بیٹھی ایک میگزین دیکھ رہی تھی۔ جب ہی اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔ اس نے اٹھ کر اسے ناؤ کا موبو دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بیدار تھی۔

"نانو! ایک بات پوچھوں؟" اس نے ہولے سے کہا تھا۔

"ہاں پوچھو۔" وہ اخبار میں مہین تھیں۔

"یہ عمر واپس کب جائے گا؟" اس نے کافی امتیاز سے لفظوں کا انتخاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بہت جلد، مائی ڈیر گرن، بہت جلد۔" سوال کا جواب کہیں اور سے ملا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر بالکل سناکت بیٹھی اپنے سوال کا کوئی بہانہ سوچنے لگی۔

اب وہ اس کی پشت سے ہو کر اس کے بالکل سامنے آکر نانو کے ساتھ صوف پر بیٹھ گیا تھا۔

"بلکہ آپ جب چاہیں مجھے نکال دیں۔" اس نے علیزوہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"مفتول باتیں مت کہو کوئی نہیں نکال رہا تمہیں یہاں سے تمہاری وجہ سے تو رونق ہو گئی ہے۔"

ہو سکتی آپ ریفرمز یا وہ استعمال تو نہیں کرتے؟ "علیہ نے ایک ریفرمز ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا تھا۔
 "وہ میں نہیں لگا تاہم اس کے خواب پر کچھ حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔ "سوائے
 سے پہلے۔" وہ اس کی حیرانی کی وجہ سے جیسے جان گیا تھا۔
 "کیوں؟" وہ کچھ اور بھی نہیں سمجھتا تھا۔

"وہ ان کے وقت آپ اتنے بہت سے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں کہ ریفرمز انجوائے نہیں کر سکتے۔ ہمارا
 دسمان دو سری چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔ ہاں رات کو آپ کسی بھی ریفرمز کی ملک کو بہت اچھی طرح انجوائے
 کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کسی بھی ملک کو بہت اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ اس وقت Senses بہت شارب
 ہوتی ہیں۔"

علیہ نے بہت توجہ سے اس کی "فلاسفی" سنی تھی۔ اب وہ اسے خود کچھ ریفرمز دیکھا رہا تھا پھر اس نے اپنے
 پھولی ی بول اٹھائی تھی۔ اس کی طرف وہ بول پرستاتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ "یہ Enigma ہے۔ اس میں
 پر سب سے قیمتی چیز Extracted Essence ہے۔ یہ اپنے گفٹ کیا تھا، ورنہ میں اسے اقدار نہیں کر سکتا۔
 بہت اعتدال سے میں اسے استعمال کرتا ہوں تاکہ یہ جلدی نہ ہو۔"

علیہ کی توجہ اس شیشی میں مرکوز تھی۔ اسے ہاتھ میں لے کر اس نے بائیں کھول کر خود شہو محسوس کرنے کی
 کوشش کی تھی۔ سانس اندر دیکھنے کی اس نے اپنے اندر ایک عجیب سی تازگی محسوس کی تھی۔
 "Exotic" علیہ نے بے اختیار کہا تھا۔ اس کے ہمارے کسی برعمری انجوائے کی ایک بڑھ گئی تھی۔

علیہ نے ایک بار سوجھنے کے بعد اس معمولی سی شیشی کو ہڈ کر ڈکی کو شش کی تھی۔ وہ نہیں جانتی کیا وہ
 تھا کمرے کی ایک دم اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں صرف وہ تھی۔ ایک ٹائیس میں
 شیشی ڈرنگ ٹیبل پر رکھی اور پھر وہاں سے اچھل کر اپنے کمرے پر گر پڑی۔ علیہ نے بے اختیار اسے پکڑنے کی
 کوشش کی تھی مگر اس کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ کمرے کی دروازہ کھلے ہوئے تھا۔ علیہ نے مایوسی
 سے شیشی اٹھائی تھی۔ اس میں اب صرف پندرہ قطرے باقی تھے۔ اس نے شیشی سے مگر کو سرائی کر دیکھا تھا۔
 "پتا نہیں کیسے۔" اس کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کتے کیسے عمل کر سکتے

وہ چند گنے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھا رہا تھا اور پھر اس نے سکون سے ہاتھ دھو کر اس سے شیشی اور بائیں
 لے لیا تھا۔ "اس آلہ کا غرض یہ ہے کہ شیشی میں باقی رہنے والے قطرے کو شش کی تھی۔
 علیہ اس کی بات پر ایک دم اضطراب کا شکار ہو گئی تھی۔

"آئی ایم سوری۔ مجھے ہی وجہ ہے۔" اس نے کچھ سے کی کوشش کی تھی مگر عمر کی حرکت سے اسے ہکا بکا کر دیا
 تھا۔ سر نے ڈرنگ ٹیبل پر ایک ریفرمز اٹھایا تھا اور پھر وہی حلاوت سے سانسے والی دیوار پر کھینچ رہا تھا۔ شیشی
 ٹوٹنے ہی کر وہ ایک بار پھر تیز نوٹ ہوئے۔

"جیس جیس ٹوٹنے کے لیے ہی ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ وہ جیس جیس ٹوٹنے میں عموماً ہے۔ یہ باعلیہ وہ تو ایک ایک ایک
 ریفرمز اور تو ہیں۔"
 اس نے بے سکون انداز میں کہتے ہوئے ڈرنگ ٹیبل پر ریفرمز اٹھا لے اور ایک اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ
 پتھر کر رہا تھا جیسے ہی تھی۔ اس کا ہر سر نہ ہوا تھا۔
 "آپ سے بہت کچھ ہے۔" اس نے کچھ بے یقینی ہو کر کہا تھا۔
 "اس کو شش کیا محسوس (compliment یا comment) (قرین) یا تبصرہ ہے۔"

عمر کا اطمینان پر قرار تھا۔ وہ ایک دم بہت الجھ گئی تھی۔ عمر نے "نوں" ریفرمز ایک بار پھر ڈرنگ ٹیبل پر رکھ دیے
 تھے اور پھر ایک اور ریفرمز اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ "Ecstasy" یہ جس وقت آگاہا ہوں بہت نوٹ کو بہت اچھا
 محسوس کرتا ہوں۔"

اس نے سلسلہ وہیں سے بولنے کی کوشش کی تھی جہاں سے ٹوٹا تھا۔ علیہ نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ وہ اب
 اس کے ہاتھ جھانک رہی تھی۔ وہ اس کی ساری دلچسپی ایک دم مختصر ہو گئی تھی۔
 "میں ریفرمز نہیں دیکھنا چاہتی؟" عمر نے بڑھتے ہوئے اسے اس کی پوچھا تھا۔ علیہ نے ٹی میں سر ہلا دیا۔ عمر نے
 اس کی آنکھوں میں اچھری ہوئی تھی کہ وہ کچھ لیا تھا اور کمالات سے نظر انداز بھی کر دیا تھا۔ Channel 5 کی
 بول اٹھا کر اس نے سکون آتا رہا اور پھر پڑے آرام سے علیہ کے ہاتھوں پر اس نے اس پرے کرنا شروع کر دیا تھا۔
 وہ بے اختیار ایک قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اسے اپنی گردن اور ہاتھوں کی عمر محسوس ہوئی تھی۔

"یہ ریفرمز دیکھنے کی سب سے اچھی اور (Proximate) (مکمل) انجوائے کے لیے ہوتا ہے اور علیہ میرا خیال ہے
 قرآن ان لوگوں میں شامل ہو۔"
 اس نے سانسوں کو بریس کرنا چھوڑ دیا تھا۔ سکون بہت کرتے ہوئے اس نے ایک بار پھر ریفرمز ڈرنگ ٹیبل پر
 رکھ دیے۔ علیہ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کس عمل کا اظہار کر رہی تھی۔ عمر بہت عجیب تھا۔ اس نے Channel 5
 اٹھا کر پھر دیکھا تھا۔

"اب تو میرا راض نہیں ہوتا؟" علیہ نے اپنے پیچھے عمر کی آواز سنی تھی۔ اس نے مڑ کر عمر کو دیکھا تھا۔ وہ وہیں
 ڈرنگ ٹیبل کے ساتھ کھڑا تھا۔
 علیہ نے ہاتھ سے کچھ بڑھائے صرف سر ہلا دیا تھا۔ عمر کی دلچسپی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"So Alceza! we are friends and true
 friends are friends forever."
 (وہ علیہ وہ دوست ہیں اور اپنے دوست دوست رہتے ہیں۔)

علیہ نے اسے کہتے سنا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی ایک مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔
 "یالہ آپ ٹھیک۔"

کمرہ دار وہ ایک دم بھول گیا تھا۔ وہ ایک دم بھول گئی تھی مگر وہ ایک بار پھر اس سے غالی ہو گیا تھا۔
 "علیہ وہی لی آجیہ دیکھنا ہے۔" نے دیکھا ہے وہ کمرہ دار ہی ہیں مگر اس کی سبک دہی ہے تو کچھ عجیب ہیں
 جس انکار اور حراہت کر دیں گے۔

ملازم نے اس کی سوجھنے کی کوششیں توڑ دیا تھا۔ وہ کچھ دیر غالی اللہ ہی کی کیفیت میں اسے دلچسپی رہی پھر پتھر
 اٹھ کر اس میں آئی تھی۔ اس نے ریفرمز ڈرنگ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ "ہاں میں کچھ چیزیں اور حراہت کرنا چاہتی
 ہوں مگر اسے تم اسٹور روم میں جا کر وہ ریفرمز لے کر آؤ۔ وہ کچھ ماہ تم نے یہاں سے انکار ہے۔" علیہ نے اسے
 ہدایات دینا شروع کر دیا تھا۔

"وہ ٹیبل والے ملازم نے علیہ سے پوچھا تھا۔
 "ہاں وہی والے اور وہی ریفرمز میں بھی لے کر آؤ۔"
 ملازم نے اس کی ہدایات کو سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اب اس کے ہاتھوں سے ایک بار پھر اسے دیکھا تھا۔
 "اچھا لیو ڈالیں آؤ تو مانتے ہو کہ وہی لے آئے۔ میں چاہتی ہوں کہ علیہ صاف ہو جائے۔" اس نے ملازم
 کو اسے پتھر دینا دیا تھا۔

"ملازم لکھتے سے باہر آئے۔ وہ ایک بار پھر کمرے کا جائزہ لیتے گئی تھی۔ کمرے میں بہت
 سے ان ڈرنگ ٹیبل رکھے ہوئے تھے اور یہ سب عمر کی جوانی تھے۔ اسے بہت دیکھنے والی تھی۔ عمر کی ان میں
 بالائی بھی تھی۔ وہ عجیب طرح وہاں رہا تھا۔ اس نے کچھ کو اپنی پسند کے ان ڈرنگ ٹیبل سے پھر دیکھا تھا۔ ہفتے میں ایک
 دن وہ ان سب ریفرمز کو لے کر کچھ جایا کرتا تھا۔ ان کی تلاش جراثیم کرنا ان میں کھانا ان پر وہ ان کا سیرے
 کرتا تھا۔ اپنے کمرے اور کچھ میں ان کی بیکسیں بھرتا رہتا۔ اس کے جانے کے بعد یہ کام علیہ نے نبھال لیا تھا۔

"ان پانچوں کو باہر لان میں لے آؤ۔" ملازم چپ پروے لے آیا تھا تو علیزہ نے اسے ایک نئی ذمہ داری سونپ دی تھی۔ وہ خود بھی کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ ملازم باری باری سارے پانچوں یا ہر لے آیا تھا۔ علیزہ نے پوچھ کر دیکھا شروع کر دیا۔ اس نے ان کی کتنی شروعات کر دی تھی۔ وہ منی پلانٹ کو دیکھ رہی تھی۔ اسے وہ کچھ بے ترتیب نظر آیا۔ چند چھوٹی شاخیں خشک ہو کر لٹک رہی تھیں۔ اس نے اسے چھانٹنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے ٹیل کی شاخوں اور پتوں کو کاٹ رہی تھی۔ صرف ایک لچہ کے لیے اس کا حسیان نہیں اور کیا تھا اور ایک خشک شاخ کے ساتھ ایک ہری بھری شاخ بھی کٹ کر گر پڑی تھی۔ وہ ایک دم ساکت ہو گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔ ایسا ہو جاتا ہے۔ تم دیکھنا۔ اب یہ بہت تیزی سے بڑھنے لگا اور پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو جائے گا۔ مجھ سے جب بھی کوئی پلانٹ اس طرح کھتا ہے پھر وہ پہلے سے بہت اچھا ہو جاتا ہے۔"

ایک بار پھر ایک آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی تھی۔ علیزہ نے اسے ایک بار پھر اسے سامنے کمرے پایا تھا۔

وہ پرفیوم اپنے کمرے میں رکھ کر لانچ میں آگئی تھی۔ وہ پہلے ہی نانو کے پاس موجود تھا۔ نانو اسے دیکھ کر مسکراتے لگی تھیں۔

"میرے کون سا گفٹ دیا ہے تمہیں؟" انہوں نے علیزہ کو دیکھتے ہی پوچھا تھا۔

وہ ہنسی مسکراہٹ کے ساتھ ان کے پاس صوف پر بیٹھ گئی۔ "انہوں نے آپ کو نہیں بتایا؟" اس نے عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ پچی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں وہ کہہ رہا تھا۔ یہ سیکرٹ ہے۔ مگر علیزہ چاہے تو بتا سکتی ہے۔"

نانو نے بتایا تھا۔ علیزہ نے ایک بار پھر اسے دیکھا تھا۔

"پرفیوم دیا ہے۔" اس نے آہستہ آواز میں بتایا تھا۔

"کون سا پرفیوم؟" نانو کو جیس ہوا تھا۔

"Channel 5"

"تمہارا فوٹ پر فیوم کیوں عمر! تمہیں کیسے پتا چلا کہ علیزہ کو یہ پرفیوم سب سے زیادہ پسند ہے؟" نانو نے عمر سے پوچھا تھا۔

عمر نے اسے دیکھا تھا وہ نظریں چراگئی تھی۔

"ہمیں ہر چیز کا پتا ہوتا ہے۔" اس نے ایک تیلے میں جواب دیا تھا۔ "اگلی بار میں علیزہ کو جو اسے روں گا اور اس کے بعد Eternity۔" چند لمحوں کے بعد اس نے اپنا پروگرام بتایا تھا۔

علیزہ نے اسے غور سے دیکھا تھا۔ وہ نانو کو دیکھ رہا تھا اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس نے اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی۔

"کیا یہ ہے۔" وہ آگے نہیں سوچ سکی تھی نانو نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"دیکھو علیزہ! عمر نے کتنی ہی پلانٹ کرائے ہیں۔ تمہیں بھی اسے کچھ دینا چاہیے۔"

وہ نانو کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"مجھے کیا دینا چاہیے؟" اس نے اچھے ہوئے انداز میں نانو سے پوچھا تھا۔

"بھئی یہ تو تمہیں سوچنا چاہیے۔" انہوں نے اپنا دامن چھڑا لیا تھا۔

"گفٹ بیش بہوں سے لیتے ہیں۔ چھوٹوں سے نہیں اور علیزہ مجھ سے چھوٹی ہے۔" عمر نے بڑی مہارت سے بات چلی تھی۔

"ہاں! اگر مجھے کوئی گفٹ دینا ہی چاہیے تو نانا! آپ دے دیں کیونکہ آپ مجھ سے بڑے ہیں۔"

"کیا گفٹ چاہیے؟" نانا کو بھی ایک مہات میں دلچسپی محسوس ہوئی تھی۔

"کوئی بھی اچھی چیز۔ Armani کا سوٹ، ڈینیم کی جینز، کرسچن ڈیوئل کی گھڑی، یا پھر Playboy اور Lomani کے ریو مز۔" اس نے ایک لمبی لسٹ سنوائی تھی۔

"اس سے بہتر نہیں کہ میں تمہیں چیک کاٹ کر دے دوں۔"

"ہاں یہ زیادہ بہتر آئیڈیا ہے۔ آپ بہت Innovative (جدت پسند) ہیں۔" عمر نے شرارتی انداز میں کہا تھا۔ علیزہ خاموشی سے ان کی نوک جھونک سنبھال رہی تھی۔

نانو بہت سنجیدہ مہمان تھیں۔ وہ بہت زیادہ نہیں بولتی تھیں مگر جب سے عمر آیا تھا سب کچھ بدل گیا تھا۔ اب وہ اکثر قہقہے لگاتے لگی تھیں۔ عمر بہت باتوں تھا۔ اس کی حس مزاح بہت اچھی تھی۔

وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور کر دیتا تھا جو نانو اور نانا کو قہقہے لگاتے رہا۔ مجبور کر دیتی تھی۔ نانو عام دنوں میں صرف ضرورت کے وقت ہی بولتی تھیں۔ لیکن جب ان کے بچوں میں سے کوئی ان کے پاس رہنے آتا تو پھر ان دنوں وہ بہت خوش خوش پھر اگرتی تھیں مگر عمر کی آمد نے تو جیسے اس خوشی کو دوبالا کر دیا تھا۔ کسی اور کے آنے پر نانو اور نانا میں اتنی تبدیلیاں بھی نہیں آتی تھیں۔ یعنی عمر کے آنے پر ان کی تھیں۔

اس وقت بھی علیزہ نانو کا سوہا ہی دیکھ رہی تھی۔ نانو اب عمر کی باتوں پر بے تحاشا ہنس رہی تھیں۔ وہ انہیں اپنے کسی دوست کا قہقہہ سناتا تھا۔ علیزہ کا حسیان نہیں اور تھا۔

"کیا میری کسی بات پر نانو بھی اس طرح ہنس سکتی ہیں؟"

اس نے سوچنے کی کوشش کی تھی اور مایوسی سے غیر محسوس انداز میں سر جھٹک دیا تھا۔

"نہیں میری کسی بات پر تو یہ بھی اس طرح نہیں ہنس سکتیں بلکہ یہ تو مجھ سے بہتی ہیں کہ میں بلند آواز میں بات فسون۔" اس نے سوچا تھا۔ "کیا میں بھی عمر کی طرح۔" ایک بار پھر اس نے سوچنے کی کوشش کی تھی۔

ایک بار پھر اس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔

"علیزہ! تمہارے کتنے فرینڈز ہیں؟" عمر نے اس سے پوچھا تھا۔

"کتنے؟" وہ اس کے سوال پر کچھ حیران ہوئی تھی۔ کچھ لمحے تک اس نے کچھ جواب نہیں دیا۔

"جلدی کہتی کرو اور مجھے بتاؤ۔" عمر نے اس کی خاموشی سے غور ہی نتیجہ اخذ کر لیا تھا۔

وہ کیا کہتی کروں؟ "وہ کچھ اور حیران ہوئی تھی۔

"بھئی فرینڈز اور کیا؟" عمر نے کہا تھا۔

"میری صرف ایک فرینڈ ہے۔"

"I can't believe it." (میں یقین نہیں کر سکتا۔) لڑکیوں کی کم از کم ایک دوست تو نہیں ہو سکتی۔ "عمر کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا تھا اور علیزہ اس کے چہرے کے تاثرات سے الجھتا لگی تھی۔

"کیوں عمر! لڑکیوں کی ایک فرینڈ کیوں نہیں ہو سکتی؟"

"یار لڑکیوں لڑکیوں سے زیادہ سوشل ہوتی ہیں اور ظاہر ہے پھر فرینڈز تو بنتا ہی ہوتے ہیں۔" عمر کو فوراً ہی اس کی عقلی کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے سنبھل کر ایک لالچک پیش کی۔

"میں بہت زیادہ سوشل نہیں ہوں۔" اس نے جیسے اسے بتایا تھا۔

"But you should be." (لیکن تمہیں ہونا چاہیے۔) کیوں؟ وہ اس میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟

عمر نے بات کرتے کرتے داؤ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ایک دم کچھ چپ سی ہو گئی تھیں۔

"نہیں عمر! لڑکیوں کے لیے زیادہ سوشل ہونا بھی ٹھیک نہیں۔ آج کل پتا نہیں ہوتا دوسرے لوگ کس طرح کے ہوں۔" نانو نے کچھ محتاط ہو کر توجہ پھیر کی تھی۔

"What do you mean?" (کیا مطلب ہے آپ کا؟) وہ کچھ حیران ہو گیا تھا۔

"کچھ نہیں، بس ویسے ہی۔۔۔ اصل میں علیزہ کو زیادہ لوگوں میں ملے اسے اپنا ہونا اچھا نہیں لگتا۔" نانو نے بات کچھ بدلنے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں مگر ایک دوست تو بہت کم ہے۔" وہ اب بھی حیران تھا۔ علیزہ کو اپنا آپ اس طرح زیر بحث لانا اچھا نہیں لگتا تھا۔

"ہر ایک کی اپنی چواغی ہوتی ہے۔ مجھے اچھا لگتا ہے کہ میری ایک ہی فریڈ ہو تو اس میں عجیب بات کون سی ہے؟"

اس بار علیزہ نے روکھے انداز میں عمر سے کہا تھا۔ وہ اس کی بات کے جواب میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ شاید وہ اس کے تاثرات سے اس کی اندرونی کیفیت کو سمجھ گیا تھا۔ علیزہ کو اچانک اپنے بچے کے کھو رہے پن کا احساس ہوا تھا۔ اسے کچھ ندامت ہوئی۔

"ابھی ابھی اس نے مجھے اتنا قیمتی رفیو دیا ہے اور میں پھر بھی اس کے ساتھ اس طرح کر رہی ہوں۔"

اس نے جیسے اپنے آپ کو یاد دہانی کرا نے کی کوشش کی تھی۔ "میری فریڈ بہت اچھی ہے۔ وہ اسکول سے میری فریڈ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی مجھے اچھا نہیں لگا پس اسی لیے میری صرف ایک فریڈ ہے۔"

اس نے جیسے عمر کو کی تشفی کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس بار اس کا بھی کمزور تھا۔

"کیا آپ کے سب سے فریڈ ز ہیں؟" اس نے صرف موضوع بدلنے کے لیے پوچھا تھا۔

"ہاں، میرے بہت سے فریڈ ز ہیں۔ مجھے فریڈ بنانا بہت اچھا لگتا ہے۔ جیسے ان میں نے تم کو اپنی فریڈ بنایا ہے۔"

عمر نے کچھ اگلے میں اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا تھا۔

"فریڈ ز زیادہ ہوں تو زیادہ مزہ آتا ہے۔"

"maybe (ممکن ہے کہ)" اس نے اختلاف کرنے کے بجائے مبہم انداز میں جواب دیا تھا۔

وہ ایک بار پھر خاموش ہوئی تھی۔ عمر نے اپنی گھڑی دیکھی تھی اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"مجھے اب جبری جانا ہے۔ میں دو تین گھنٹوں تک وہاں آ جاؤں گا۔"

اس نے نانو کو اطلاع دی تھی پھر وہ لاؤنج سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد وہ باہر لان میں نکل آئی تھی۔ لان کے ایک کونے میں بیٹھ کر وہ پتھر پر بیٹے کے واقعات کے بارے میں سوچنے لگی۔ وہ عمر کے بارے میں کوئی حتمی اندازہ نہیں لگا پا رہی تھی۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ عمداً فی اتنا خلص سے بچنا نظر آ رہا ہے یا پھر اس کے انداز سے ٹھیک ہیں۔ وہ عمر کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اس کی شخصیت علیزہ کو بہت عجیب لگتی تھی۔ اس کے موڈ گھڑی کی سوئیوں سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بدلتے تھے۔ جب بھی وہ اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آتا تو کمرے میں جیسے زندگی کی ایک لہر دوڑ جاتی تھی۔ نانو اور نانا سے لے کر ملازموں تک ہر کوئی اسے پسند کرتا تھا اور اس کی ہر بات کا خیال رکھتا تھا۔

اس کے پاس یقیناً "کوئی ایک گھنٹہ" تھی جس سے وہ دوسروں کو اپنا گروہ بنا لیتا تھا مگر علیزہ ابھی تک اس کے بارے میں بہت محتاط تھی۔ اسے آخر مجھے رفیو دینے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ سوچ رہی تھی۔

"اس کا خیال ہو گا کہ میں گفت لے کر خوش ہو جاؤں گی اور وہ باقی لوگوں کی طرح مجھ پر بھی قبضہ کر لے گا۔"

وہ اب الجھن میں گرفتار ہو گئی تھی کہ گفت کے بارے میں کیا سوچے۔

"کیا میں نے اس کا گفت لے کر ٹھیک کیا یا پھر میری عقلی تھی؟" وہ سوچوں میں گم تھی۔ بہت دیر تک سوچوں میں گم رہنے کے بعد اس نے کچھ فیصلہ کیا تھا۔

"نہیں، مجھے انفسد اپس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ پھر نانو خفا ہو سکتی ہیں۔"

اسے خیال آیا تھا۔ "مگر میں اب دوبارہ اس سے کوئی گفت نہیں لوں گی کیونکہ مجھے اس سے دوستی نہیں کرنا ہے۔" اس نے بالآخر طے کیا تھا۔

چند دنوں بعد جب عمر نے اسے ایک اور رفیو دیا تو وہ ایک بار پھر انکار نہیں کر سکی اور پھر ایک روٹین بن گئی

تھی۔ وہ جب بھی گھر سے باہر کسی کام کے لیے جاتا اس کے لیے کچھ نہ کچھ لاتا رہتا۔ بعض دفعہ یہ بڑی معمولی چیزیں ہوتی تھیں۔ مثلاً "اس کی کم کا ایک کپ" ایک بھٹہ، "تیرہ کپ کا ایک پکٹ" ایک چاکلیٹ، کوئی بال بلیٹ، کبھی لیسٹریڈ کوئی ناول۔ وہ ہر بار یہ طے کرتی کہ اگلی بار اس سے کچھ نہیں لے گی مگر اگلی بار وہ پھر خاموشی سے اس کا گفت لے گئی۔ وہ اسے ہر چیز گفت کہہ کر ہی دیتا تھا۔

"علیزہ! میں تمہارے لیے ایک گفت لایا ہوں۔ I can swear (میں قسم کھا سکتا ہوں) ایسا گفت تمہیں پہلے کبھی کسی نے نہیں دیا ہو گا بلکہ تمہیں کیا کسی کو بھی نہیں دیا ہو گا۔"

وہ بارے آئے پر ہستا اور وہ چاہتے ہوئے بھی جھجھکتی ہو جاتی۔

"اور یہ گفت ہے ایک بھٹہ بھٹہ۔" وہ گفت میں لپٹا ہوا ایک بھٹہ اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

"علیزہ! آج میں تمہارے لیے دنیا کی سب سے خاص چیز لے کر آیا ہوں اور یہ چیز بہت خاص لوگوں کو ہی دی جاتی ہے۔"

اگلی بار اس کے الفاظ کچھ اور ہوتے۔ علیزہ ایک بار پھر دلچسپی لینے پر مجبور ہو جاتی۔ وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتا اور گفت لے کر ایک بار اسے تمھارے۔

"آج میں تمہیں دنیا کی سب سے خطرناک اور مفرح چیز دوں گا۔"

علیزہ ایک بار پھر اندازے لگانے میں مصروف ہو جاتی۔ وہ تجلیں تھیں روپے کا ایک بال بلیٹ اسے ایک مسکراہٹ کے ساتھ پیش کر دیتا۔

"اس بار میں تمہیں ایسا ایک گفت دوں گا جو ساری عمر تمہارا ساتھ رہے گا۔ تم ساری عمر اس کو استعمال کرتی رہو گی۔"

علیزہ دیکھ کر ہنسنے میں ناگہم رہی اور اس کے سامنے ایک کتاب پیش کر دی جاتی۔

"اس بار میں ایک گفت سب سے unique (نادر) ہے۔ یہ تمہیں فٹ اور اسٹارٹ رکھے گا۔ تم کو بھی ڈانٹنا ہی کرنا نہیں پڑے گی۔"

چیز تو ایک پکٹ اس کے سامنے رکھ کر فرمایا جاتا تھا۔ "ہاں تم ہر بار بھوک لگنے پر اسے منہ میں ڈال لیتا۔"

وہ مزے سے کھنکھراتا جاتا۔ بعض دفعہ اسے ایسی تشنگانی بعض دفعہ وہ الجھ جاتی بعض دفعہ اسے غصہ آتا اور بعض دفعہ وہ عمر کے بارے میں سوچ میں پڑ جاتی۔

اس دن وہ مارکیٹ سے واپس آئے ساتھ کچھ پلاسٹک کے کپڑے لے کر آیا تھا۔

"دیکھو علیزہ! یہ پلاسٹک کیسے ہیں؟"

وہ ان پلاسٹک کو علیزہ کو دکھا رہا تھا۔ کچھ طرح وہ ہر بات میں علیزہ کی رائے لینا ضروری سمجھتا تھا۔

"میں فیڈائی اسٹینڈیم کے لباس سے گزیر رہا تھا وہیں سے خرید کر لایا ہوں۔"

اس نے پھیل بتائی تھی۔ وہ جانتی تھی اسے پلاسٹک اٹھنے کرنے کا شوق ہے۔ پاکستان کے وقت بھی وہ اپنے ساتھ لباس میں لٹکے ہوئے کچھ پیرے لے کر آیا تھا اور اس نے آتے ہی انہیں اپنے کمرے میں رکھ لیا تھا۔

"میں تین چار ماہ تک ان پلاسٹک کو دیکھے بغیر رہ سکا ہوں اور نہ ہی انہیں کسی دوسرے کی ذمہ داری پر چھوڑنے کا رسک لے سکا ہوں۔"

اس نے ان پلاسٹک کے بارے میں پوچھنے پر نانو کو بتایا تھا اور علیزہ کو یہ بات بڑی احمقانہ اور عجیب لگتی تھی مگر اب پلاسٹک کے بارے میں اسے عمر کے جنون کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ بڑے عرصے سے ان پلاسٹک کو اپنے پاس رکھے ہوئے تھا اور ان کے بارے میں خاصا جذبہ پاتی تھا۔

اس وقت بھی علیزہ کو نئے خریدے جانے والے پلاسٹک کے بارے میں بتاتے ہوئے وہ خاصا ایکسائیزڈ ہو رہا تھا۔

"اچھے ہیں۔" علیزہ نے ایک نظر ان پلاسٹک کو دیکھا تھا اور پھر بڑے عام سے انداز میں بیٹھ گیا تھا۔ وہ کچھ

ماہوس ہو گیا تھا۔
”صرف اچھے ہیں؟“ علیزہ نے کچھ الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”تو پھر مجھے کیا کہنا چاہیے؟“

”اچھی رائے دو۔ اچھے ہیں تو کیوں اچھے ہیں۔ برے ہیں تو کیوں برے ہیں۔“ عمر نے اسے سمجھایا۔
”میں پلاٹس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی اس لیے صحیح رائے دینا تو بہت مشکل ہے۔ آپ کو نانو سے پوچھنا چاہیے وہ آپ کو زیادہ بہتر طریقے سے جانتی ہیں کہ یہ پلاٹس کیسے ہیں۔“

اس نے عمر سے کہا تھا۔

”میں حیران ہوں کہ تمہیں گارڈننگ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہیں نیچر سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”نہیں ایسا نہیں ہے۔ مجھے نیچر اٹریکٹ کرتا ہے مگر گارڈننگ نہیں۔“ اس نے جیسے قطعی طور پر اسے بتایا تھا۔

”یہ پلاٹس کہاں سے لگائے ہو؟“ نانو اسی وقت لاؤنج میں آئی تھیں۔

”قدانی اسٹڈیم سے۔ آپ بتائیں کیسے ہیں؟“ اس نے فوراً نانو سے رائے لینے کی کوشش کی تھی۔

”اچھے ہیں بلکہ بہت اچھے ہیں مگر قیمت لپا ہے ان کی؟“ نانو نے فوراً ہی تعریف کی مگر ساتھ ہی سوال کر دیا تھا۔ ”مگر ان پلاٹوں پر پلاٹس کی قیمت بتائی گئی۔“

”تمہیں زیادہ منگے دے دیے ہیں ان لوگوں نے۔ ان کو پتا چل گیا ہو گا کہ تم بہت دیر بعد سے آئے ہو۔ اسی لیے انہوں نے تم سے دو گنی قیمت وصول کی ہے۔“ نانو نے قدرے افسوس سے کہا تھا۔

”یہ کون سی نئی بات۔“ نانو ادا ایسا چمکی دار نہیں ہوا۔ یہ اس کا عجیب سے رویہ تھا۔

”Make hay while the sun shines.“ اس نے بہت عجیب سے لہجے میں کہا تھا۔ علیزہ نے کچھ چونک کر اسے دیکھا تھا۔ وہ اب بھی بول رہا تھا۔

”یہاں سب کچھ بہت خراب ہے۔ جو سو روپے کی کرپشن کر سکتا ہے وہ سو روپے کی کرپشن کرتا ہے۔ جو دو روپے کی کرپشن کر سکتا ہے وہ دو روپے کی کرپشن کرتا ہے۔ لیکن ان سب چیزوں کے لیے بہت کچھ سمجھتے ہیں۔

ایک روپے کی چیزوں میں خرید کر کم از کم یہ تو پتا چل جاتا ہے کہ دوسرا اپنے فائدے کے لیے کس حد تک جاسکتا ہے۔“

وہ پکی بار اس طرح کی باتیں کر رہا تھا ورنہ پہلے علیزہ نے بیش اسے ٹوٹی سڑکوں اور ٹریفک جام کے بارے میں ہی بولتے سنا تھا۔

”تم جو اس کروگے نامزد سروس تو پھر تم پہنچ لانا ان چیزوں میں جن پر تمہیں اعتراض ہے۔“ نانو نے اس سے کہا تھا۔ وہ یک دم کھلکھلا کر ہنسنے لگا تھا۔

”آپ بھی بہت عجیب باتیں کرتی ہیں گرنی۔“ وہ جب زیادہ موڈ میں ہوا تو نانو کو گرنی کہنے لگتا تھا۔ ”آپ کا کیا خیال ہے کہ میں سول سروس یہ سب کچھ ٹھیک کرنے کے لیے جو ان کر رہا ہوں۔ مجھے سوشل ورکر کا کوئی شوق نہیں ہے اور ویسے بھی ایک آدمی کوئی تبدیلی نہیں لاسکتا۔ میں بدلتا چاہوں بھی تو نہیں بدل سکتا۔ یہاں ہر چیز اتنی

Rotten (خست) کچھ اور Rusted (پچھوند زدہ) ہے کہ جب تک آپ ایک چیز ٹھیک کریں گے پچھلے والی پھر اسی حالت میں آجائے گی۔ ویسے گرنی! آپ نے بھی اپنے بیٹوں کو اس کام کے لیے کیوں نہیں کہا۔ آپ کے تو سارے بیٹے سول سروس میں ہیں۔ میری جنریشن کے لیے ریفارم کرنا خاصا مشکل کام ہے مگر مجھ سے پہلے کی

جنریشن یہ کام کافی آسانی سے کر سکتی تھی۔ تب لوگ اتنے بڑے ہوئے نہیں تھے۔ انہیں کنٹرول کرنا بہت آسان تھا۔“

وہ اب بچیدہ ہو گیا تھا۔

”جب تمہارے پاپا اور انکلو نے سول سروس جوائن کی تھی تو میں نے انہیں بھی بہت سی نصیحتیں کی تھیں۔ صرف میں نے ہی نہیں بلکہ تمہارے دادا نے بھی۔ میں آج تک حیران ہوں کہ وہ چاروں وہ ساری نصیحتیں بھول سیسے گئے۔ مجھے نہیں پتا ان چاروں کو زندگی میں کیا چاہیے تھا۔ میں نے اور معاذ نے انہیں دنیا کی ہر چیز دی تھی۔ ہمارے پاس وہ سب کچھ تھا جو ایک خوشحال زندگی گزارنے کے لیے کافی تھا۔ میرا خیال تھا کہ ان چاروں کو ان چیزوں کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے مگر میرا خیال غلط تھا۔ ان چاروں کو زندگی میں ہر چیز ایک کی تعداد میں نہیں بلکہ درجنوں کی تعداد میں چاہیے تھی۔ جب ذہن میں یہ سب کچھ ہو تو پھر نصیحت الٹا اثر کرتی ہے۔ ان کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ میں نے جتنا انہیں سمجھانے کی کوشش کی وہ۔۔۔“

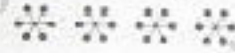
عمر نے ان کی بات سننے سختیات کافی تھی۔

”اس سے ایک بات تو ثابت ہو جاتی ہے کہ گرنی! آپ کی باتوں میں اثر نہیں تھا شاید آپ کے سمجھانے کا طریقہ غلط تھا۔ وجہ جو بھی ہو بہر حال اب تو سب کچھ جیسا ہو رہا ہے ہونے میں۔ چیزوں کو اب بدلتا ناممکن ہے اور ناممکن کام کرنے کے لیے جن لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ویسے لوگ ہماری قوم میں نہیں ہیں۔ میں تو فاران سروس جوائن کرنے کے بعد ڈیڑی کی طرح عیش کرنا چاہتا ہوں۔ ویسی زندگی گزارنا چاہتا ہوں جیسی وہ گزار رہے

ہیں۔ ذرا ہمیں بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ میں آپ سے پلاٹس کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔“

اس نے بات کا موضوع بدل دیا تھا۔ علیزہ بڑی بیزاری سے یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔

”میں ذرا ان پلاٹس کو لکھواؤں۔ دادا! آپ پلیز کی میرے ساتھ باہر لان میں۔“ اس نے دادو کو لکھوات کیا تھا۔



”نہیں۔ بیٹی! مجھے باہر نہیں جانا۔ کچھ کام کرنے ہیں مجھے۔ تم خود ہی جا کر مالی کے ساتھ یہ پلاٹس لکھواؤ۔“ نانو نے اس سے کہا تھا۔

”میں اس لیے آپ کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا کہ آپ لان میں جگہ سلیکٹ کر لیں ان پلاٹس کے لیے۔ بعد میں آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو کہ میں نے کسی غلط جگہ پر پلاٹس کیوں لکھوا دیے ہیں۔“ عمر نے وضاحت کی تھی۔

”نہیں مائی اچھا ہے۔ وہ تمہیں بتا دے گا کہ یہ پلاٹس کہاں ٹھیک لگ رہے ہیں اور کہاں نہیں۔“ اس بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی تم جہاں بھی پلاٹس لکھواؤ گے مجھے برائیس لگے گا کیونکہ وہ

ہمارے لکھوائے ہوئے پلاٹس ہوں گے۔“

عمر نے نانو کی بات پر مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔ علیزہ نے نانو کی آنکھوں کی چمک کو کچھ اور گہرا ہوتے دیکھا تھا۔ اسے ان دونوں کی مسکراہٹیں بری لگی تھیں۔

”پاپو علیزہ! ہم دونوں پلاٹس لکھواتے ہیں۔“ عمر نے کھڑے ہوتے ہوئے اسے آفری تھی۔

”میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے، مجھے گارڈننگ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے پھر آپ مجھے ساتھ لے جا کر کہا کریں گے۔“ علیزہ نے سنجیدگی سے اس سے کہا تھا۔

”تم آؤ تو۔ دلچسپی بھی پیدا ہو ہی جائے گی۔ میں اسی لیے تو تمہیں ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔“ عمر نے بڑے شائش باشاش لہجے میں کہا تھا۔

”نہیں۔ میں نے آپ سے کہا۔“ علیزہ نے ایک بار پھر کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر نانو نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

”کم آن علیزہ! جب وہ بار بار تم سے کہہ رہا ہے تو اتنا تحرو کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ چلی جاؤ اس کے ساتھ۔“

علیزہ نے نانو کے چہرے کو دیکھا تھا وہاں ناگواری کے آثار ثابت نمایاں تھے۔ وہ غامضی سے کھڑی ہو گئی۔ عمر

ملازم کو پوتے اٹھانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ وہ مجھے دل کے ساتھ باہر لان میں لگتی تھی۔ کچھ دیر بعد عمر بھی لان میں نکل آیا تھا۔ وہ بے مقصد لان میں چکر لگانے لگی۔

عمر بالی کے ساتھ مل کر لان میں پودے لگوا رہا تھا۔ گلاب۔ گلاب۔ وہ علیزہ سے بھی اس کی رائے لیتا۔ وہ ہوں ہاں میں جواب دے کر اس کے پاس سے ہٹ جاتی۔ وہ مانی سے پودے لگواتے ہوئے خاصے غور سے اس کے ان "چکروں" کو دیکھتا اور کچھ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا۔ تقریباً "ایک گھنٹہ میں بالی نے سارے پودے لگا دیے تھے۔ عمر نے واپس اندر جانے کے بجائے اپنے کمرے میں رکھے ہوئے ان ڈور پلائٹس بھی باہر منگوا لیے تھے۔ علیزہ نے بے زاری سے ملازم کو ان ڈور پلائٹس کو باہر لاتے دیکھا تھا۔

"ان پلائٹس کی کتنک وغیرہ کر دیتے ہیں پھر کل تک انہیں بیس لان میں ہی رہنے دوں گا تاکہ انہیں کچھ روشنی وغیرہ مل جائے۔" علیزہ نے ان پلائٹس کو Prune کرنا (تراشنا) شروع کر دیا۔ "کام جلد ہی ختم ہو جائے گا۔"

اس نے علیزہ کو پاس بلا کر ایک فینچی اسے تھما دی تھی۔ وہ بے دلی سے پودوں کی کتنک کرتے لگی۔ عمر بڑی دلی جمی اور مہارت سے پودوں کی تراش خراش کر رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ ہر پودے کے بارے میں اسے کچھ نہ کچھ بتا رہا تھا۔ وہ گارڈینیا کی کتنک کر رہی تھی۔ جب اس نے عمر کو کہتے سنا تھا۔

"میرا سب سے فوریٹ پلانٹ ہے۔"

وہ ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس پلانٹ کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے پتہ نہیں کہ میں بہت زیادہ چیزوں میں دلچسپی نہیں لے سکتا۔ جن چیزوں میں دلچسپی ہے۔ یہ سارے پلائٹس بھی ان ہی چیزوں میں سے ہیں۔ یہاں علیزہ ایہ پلائٹس بعض دفعہ مجھے بالکل اپنے فریڈ ز کی طرح لگتے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ میری آواز سن رہے ہیں۔ شاید وہ اب بھی دیتے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان ڈور پلائٹس لگانے کا شوق ہو گیا تھا۔ شاید سات یا آٹھ سال کا تھا جب پہلی بار میں نے اپنے ہاتھوں سے ایک پلانٹ لگایا تھا پھر تو جیسے عادت بنی ہو گئی۔ یہ کمرے میں ہوں تو مجھے لگتا ہے جیسے کمرے میں میرے علاوہ کئی کوئی اور زندہ چیز موجود ہے۔ جو سانس بھی لیتی ہے اور شاید میرے وجود کو بھی محسوس کر لیتی ہے۔"

علیزہ کو اس وقت یوں لگا تھا جیسے اس کا دماغ خراب ہے۔ اس نے کچھ دیر جیالی سے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

"تم سوچ رہی ہو گی۔ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" عمر نے اس کا ذہن پڑھ لیا تھا۔

وہ گڑبڑاتی تھی۔

"تم اگر ایسا سوچ رہی ہو تو غلط نہیں سوچ رہیں۔ ہو سکتا ہے میرا دماغ واقعی خراب ہو گیا ہو۔ جس کچھ جس سوسائٹی سے آیا ہوں وہاں سب کے دماغ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جب انسانوں سے آپ کی محبت ختم ہو جائے تو پھر چیزوں سے محبت شروع ہو جاتی ہے۔ اس لیے باہر لوگوں کو جانوروں سے محبت ہوتی ہے پلائٹس سے محبت ہوتی ہے، پینٹنر اور مجسموں سے محبت ہوتی ہے، میوزیمز آرٹ گیلریز اور ٹھیکرے سے محبت ہوتی ہے۔ میں بھی اسی ماحول میں پیدا ہوا ہوں، وہیں بڑا ہوا ہوں۔ مجھے بھی انسانوں کے بجائے چیزوں سے زیادہ محبت ہے۔ ٹھیکرے ملک میں رہتے رہتے بعض دفعہ مجھے لگتا ہے میں بھی cold-blooded جانور بن گیا ہوں۔"

وہ بات کرتے کرتے اچانک وقفہ لگا کر بٹنے لگا تھا۔

"ہے نامزے کی تیموری۔ Cold-blooded animal"

اس نے علیزہ سے پوچھا تھا کہ علیزہ کو یوں محسوس ہوا ہے اسے اس کی رائے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خود ہی اپنے جیلے کو انجوائے کر رہا تھا۔ سنجیدہ گفتگو کرتے کرتے وہ اچانک مذاق کرنے لگا تھا۔ وہ کچھ دیر اسے غور سے دیکھتی رہی تھی۔ یوں جیسے اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو اور عمر جہاں تک یہ بات چھی نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ کچھ بولتے بولتے بات بدل گیا تھا۔ بڑی مہارت کے ساتھ اس نے سب کچھ کیونکر فنانج کر لیا تھا اور یہ کام کرنے میں کوئی اس سے زیادہ مہتر نہیں ہو سکتا تھا۔

"وائٹ کلر مجھ پر بہت اچھا لگتا ہے" علیزہ نے اس کے ایک دم سراٹھا کر علیزہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی بے خوفی اور بے تکلفی سے پوچھا تھا۔

"اور خاص طور پر versace کی شرتس۔" علیزہ اس کے سوال سے زیادہ مسکراہٹ سے گڑبڑاتی تھی۔

"ایسے سوال کی کیا تک ہوتی ہے؟" اس نے عمر جہاں تک اس کے چہرے سے نظر پڑتا ہے ہوئے کچھ جینٹ کر کہا تھا۔

"مجھے کیا پتا؟" کون سا کلر اچھا لگتا ہے۔" وہ ہاتھ سے سامنے رکھے ہوئے پلائٹس کو سنوارنے لگی تھی۔

"اور۔" میں نے سوچا شاید یہ کلر مجھے بہت سوٹ کر رہا ہے۔ اس لیے تم اتنی دیر سے اور اتنے غور سے میرا چہرہ دیکھ رہی ہو۔"

علیزہ نے عمر کے چہرے کو دیکھا تھا جس پر مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ اسے ان تاثرات کے اصلی یا نقلی ہونے کو شناخت کرنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ وہ اب پھر اطمینان کے ساتھ پلائٹس کے ساتھ مصروف تھا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں آپ کو "نور" سے دیکھوں۔ میں آپ کو صرف "دیکھ" رہی تھی۔" اس نے صریح ہوتے ہوئے چہرے کے ساتھ وضاحت کی تھی۔

"اور کافی دیر سے بھی تو دیکھ رہی تھیں؟"

"دیر سے اس لیے دیکھ رہی تھی کہ تک۔ آپ بات کر رہے تھے۔" اس نے جیسے احتیاطاً کہا تھا۔

"اچھا سو رہی تھیں ایسے ہی غلط فہمی ہو گئی۔ اصل میں یہ (اسد) ہوں نا اس لیے ایسی غلط فہمیاں مجھے اکثر ہوتی رہتی ہیں۔"

اس نے بڑے دوستانہ انداز میں معذرت کرتے ہوئے وضاحت کی تھی مگر اس بار علیزہ نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ناگواری کے ساتھ اپنے سامنے بڑے ہوئے پلائٹس کو دیکھتی رہی تھی۔ وہ خاموش ہو گیا تھا۔ علیزہ نے پتہ چنی اٹھا کر کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ کدال کے ساتھ مٹی کو نرم کر رہا تھا۔

علیزہ نے پکیا پتے ہاتھوں کے ساتھ اپنے سامنے بڑے ہوئے پلائٹ کی ایک بڑی شاخ کاٹ دی تھی۔

اتھا کر اس نے ایک بار پھر عمر کی طرف دیکھا تھا اور جھک سے رہ گئی تھی۔ وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔ بہت غور سے اسے دیکھتے ہوئے اس کا اپنا چہرہ بالکل بے تاثر تھا۔ وہ اندازہ نہیں کر پائی۔ وہ کس وقت اس کی طرف متوجہ ہوا تھا اور کیا اس نے دیکھ لیا تھا۔

"سو رہی۔" پتا نہیں یہ کیسے کہتی تھی۔ میں تو بڑی احتیاط سے انہیں کاٹ رہی تھی۔"

اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا تھا۔ اپنی بات کے جواب میں اس نے عمر جہاں تک اس کے چہرے پر ایک خوبصورت مسکراہٹ ابھرتے دیکھی تھی۔

"کوئی بات نہیں" ایسا ہو جاتا ہے۔ تم دیکھنا اب یہ بہت تیزی سے بڑھے گا اور پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو جائے گا۔ مجھ سے جب بھی کوئی پلائٹ اس طرح لگتا ہے تو پھر وہ پہلے سے بہت اچھا ہو جاتا ہے۔"

اس نے عجیب سی منطقی پیش کی تھی۔ وہ اس کی ان حرکت سے جیسے بالکل متاثر نہیں ہوا تھا۔ وہ دم سادے ہونٹ پیچھے چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی۔ وہ ایک بار پھر پلائٹس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا پھر ایک دم وہ اٹھ کر کے بغیر اندر بھاگتی چلی گئی تھی۔

عمر جہاں تک اس سکون انداز میں سراٹھا کر اسے بھاگتے ہوئے اندر جاتے دیکھا تھا پھر اس نے پلائٹ کی کٹی ہوئی شاخ کو اٹھا لیا تھا۔ لاؤج کے اندر داخل ہونے سے پہلے اس نے مرکز ایک بار جیسے دیکھا تھا۔

پلائٹ کی اس کٹی ہوئی شاخ کو اٹھا رہا تھا۔ وہ غیر ارادی طور پر دروازے میں رک گئی۔ وہ کچھ دیر تک اس شاخ ہاتھ پھیرتا رہا تھا۔ وہ دور سے اس کے تاثرات نہیں دیکھ پائی تھی مگر دلچسپی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے عمر کو اس شاخ کو پلائٹ کے پات میں گاڑتے دیکھا تھا۔ وہ کچھ حیران ہوئی۔ کوئی اندر آئی تھی۔

"علیہ علی ابیہ یوے اندر لے جاؤں؟"
 ملازم نے ایک ہار پیراس کی سوچ پ کاٹ لیا تھا۔ علیہ نے چمک کر اوجھڑا ہوا دیکھا تھا۔ سب کچھ ایک بار پھر غائب ہو گیا تھا۔ ہاں صرف وہ تھی اور سامنے پڑے ہوئے پوے۔

"علیہ علی ابیہ پوے اندر لے جاؤں؟"
 ملازم ایک ہار پیراس سے بوجھ رہا تھا۔ علیہ نے ایک کمر اسٹین لیا تھا۔
 "ہاں؟ نہیں اندر لے جاؤں؟"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ملازم پوے اٹھا کر اندر لے جانے لگا تھا۔ ایک دم ہی ان پودوں میں اس کی دلچسپی ختم ہو گئی تھی۔
 "مالی کا والیہ کچھ پائٹس روکے ہیں۔ آپ انہیں دیکھ لیں۔"

کچھ دور لان میں کام کرتے ہوئے علی کو اس نے آواز دے کر بلایا تھا اور پھر خود بھی اندر آ گئی تھی۔
 "نانو اور ہوں۔ آپ کچھ بچہ کی فلائٹ سے آئے گا؟"

اندر آتے ہی وہ ایک خیال آنے پر تین کی طرف اٹھ گئی تھی۔ جہاں نانو خانہ سال کو کچھ پڑا ہوا اپنے میں مصروف تھیں۔
 "نہ سوں راستہ پہنچے کی فلائٹ سے آئے گا۔" نانو نے اسے بتایا تھا۔

"وہ بچے کی فلائٹ سے؟" وہ کچھ باؤس ہو گئی تھی۔
 "بچہ تو ہم لوگ اسے رہیو کرنے نہیں جاسکتے۔ ڈرائیو کو ہی بھیجا پڑے گا۔" نانو نے کہا تھا۔
 "وہ تو کہہ رہا تھا۔ میں ڈرائیو کو بھی نہ قبول ہوں۔ وہ خود ہی آجائے گا۔ کٹکٹس نے زبردستی اس سے کہا کہ وہ ڈرائیو کے ساتھ آئے۔"

نانو خانہ سال کو بتایا۔ دینے کے دوران اس سے بھی گفتگو کرتی جا رہی تھیں۔
 "نانو اگر ہم دونوں اسے رہیو کر نہ پہنچ جاسکتے ہیں تو؟"

اس نے کچھ دور خاموش رہنے کے بعد کچھ متعین انداز میں نانو سے کہا تھا۔
 "جواب میں یہ کہیں، ہمارے رات کے وہ بچے، ہم دونوں اسے رہیو کرنے میں مدد کریں۔ آج کل ایسے حالات نہیں ہیں۔ علیہ وہ کہ اس طرح کچھ سے اٹھا رہا ہے۔" نانو نے کہا تھا۔

"اچھا نانو! پھر آپ کچھ ڈرائیو کے ساتھ بھیج دیں۔"
 "نہمارا مانع تو نہیں ہے۔ علیہ وہاں اس سے کئی بڑی حفاظت کروں کہ وہ ان ہوائی لڑکی کو اس طرح دیکھ ڈرائیو کے ساتھ رات کے وہ بچے اپنا پورٹ بھیج دیں۔"

"نانو! کچھ نہیں ہو نا پلین۔"
 "کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں بالکل بھی کیا نہیں بھیج سکتی اور ہمیں آخر اتنی سہ پہن کیوں ہو رہی ہے۔ اسے آخر ہمیں اٹھانے کا بھی رہیو کرنے سے کیا ہو گا۔" نانو نے اسے ڈانٹا تھا۔

"نانو! دیکھیں۔ اسے برا نہیں کہے گا۔ وہ اچھے سالوں کے بعد آ رہا ہے اور کوئی اسے رہیو کرنے تک نہیں آیا۔" علیہ نے کچھ سہمیل کر کہا تھا۔
 "نہیں۔ اسے برا نہیں کہے گا۔ وہ کوئی احمق نہیں ہے۔ چنانچہ یہ کہ ہم دونوں یہاں آ گئے ہیں اور اس طرح رات کو اسے رہیو کرنے کے لیے آنا ہمارے لیے مشکل ہے۔ ہمیں میں نے بتایا ہے تاکہ وہ ڈرائیو بھیجے۔"

پھر منہ کر رہا تھا۔ میں نے ہی ضد کی۔
 "نانو پلین۔"
 "علیہ! بچوں کی طرح ضد مت کیا کرو۔ بس کہہ دیا ہے تاکہ ڈرائیو ہی اسے رہیو کرنے جائے گا۔"

نانو نے قطعاً کچھ نہیں کہتے، اسے یہ بات ہی سن کر لڑی تھی۔ وہ کچھ بولی ہو کر کہیں سے باہر آ گئی تھی۔
 شام ہو رہی تھی۔ اپنے کمرے میں آکر اس نے لائٹس آن کر دی تھیں۔ کچھ درنگ کمرے کے کچھ میں کھڑی ہو کر تکی پر لی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ہر کام ٹھنڈا کی ہو چکے ہو۔ کرنے کے لیے کچھ اور رہائی نہ ہو۔ کچھ سوچ کر وہ اپنی اسٹیج ٹاک نکال کر پڑھ رہی تھی۔ غار کے وقت وہ اسی طرح نوازا کر گئی تھی۔ پہلے سے ہوئے مختلف اسٹیج۔ کوئلے کے ساتھ کچھ مزید شیڈز کی روش پھر نکالی تھی۔ نکال کر ایک لایا اسٹیج پر لگے۔ اسٹیجنگ کر کے کہتے تھے اسے پڑھتی نہیں تھا۔ کس وقت وہ چہ اسے شام لگنے لگا تھا۔ اس نے ہاتھ روک لیا اور چہ کو بچا پائے کی کوشش کرنے لگی۔ اسے سرجے دور نہیں لگی۔ وہ اس چہ کو بچا ہاں بچھ گئی تھی۔ ایک بار پھر سے اس کا ہاتھ روائی سے اسٹیج کچھ چلنے لگا۔

"There are simply fantastic."

نانو نے نانو خانہ میں ٹیلی فون اپنی اسٹیج بلے کر مٹی کا اسٹیج بنا رہی تھی۔ سب سے پہلے اس کام میں مصروف رہنے کے بعد وہ اسٹیج کی اسٹیجنگ کچھ صوفہ پر رہنے کے بعد وہ کچھ درنگ کر گئی۔ کچھ سالوں کی رہی پھر اسے لے کر کھانے کی کوئی چیز لینے کہیں میں میں گئی۔ وہاں سے واپس آئے میں اسے جس پورے منہ لگ گئے تھے۔ وہ دوبارہ نانو خانہ میں داخل ہوئی تو نہ صرف مردہاں و زور تھا بلکہ وہ صوفہ پر زور زخمیل برائی فائیلں رکھے ایک ہاتھ میں ہاتھ کاٹک لے کر وہ سب سے پہلے اس کی اسٹیجنگ دیکھنے میں مصروف تھا۔ قہقہوں کی آہٹ اس نے ہوا اٹھایا تھا اور علیہ کو کچھ کر مسکرایا اور اس کے اسٹیج پر پھر کیا تھا۔ علیہ کو اس ۱۵ اس طرح بھرے اجازت اپنی اسٹیجنگ ایک انٹرا اور کھانا انہیں انکا فائنل خاموش رہی تھی۔

کچھ ٹھنڈے والے واقعہ کے بعد آج کوئی بارہوا اس سے بات کر رہا تھا۔ وہ چپ چاپ دوسرے صوفہ پر بیٹھ کر دیکھنے لگی تھی۔
 "علیہ! وہ ٹیکو میں دلچسپی ہے؟" اس نے متعین انداز میں شروع کیا تھا۔ علیہ نے ایک آنکھ اس کے چہ سے پڑائی۔

"اگر اسٹیج پر کچھ ہو جائے تو کچھ ہے۔ چنانچہ میں بھی دیکھ رہی ہوں۔"
 وہ دوبارہ بولی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ مگر فوراً اس کے آنکھوں سے لگا رہا تھا۔

"گوئی کی فلاں میں؟" نانو نے کہا تھا۔
 "نہ لہو نہ۔" وہ اب استعجابی منہ تھا۔
 "کچھ کچھ نہ سنے ۱۵ ارادہ ہے؟"

"چاہیے۔"
 "کیوں؟" وہ دوبارہ میں کچھ نہیں بولی تھی۔
 "فائنل آرٹس میں کچھ کرنا۔"

"کچھ بھی کرنا اس سے متعلق ہو۔"
 "کیوں؟"

"کیونکہ تم بہت اچھی آرٹسٹ بن چکی ہو۔"
 "آپ مجھے مشورہ دے رہے ہیں۔ خود آرٹسٹ کیوں نہیں بنے۔"
 "نکو! ڈرو! آپ کیا تھا۔ مگر جانتے ہیں بے اختیار مسکرایا علیہ کو ناچو دیا تھا۔ وہ جلد سے اسے دیکھتا رہا۔
 "آرٹسٹ بننے نہیں ہیں بنے بنائے ہوتے ہیں۔ آپ ڈاکٹریں کرتے ہیں۔ انجینئریں کرتے ہیں مگر آرٹسٹ بننا"

بڑا مشکل ہوتا ہے تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ تم میں یہ defect ہے۔ تم کہہ کر سختی ہو اس فیلڈ میں۔
اس سے بات کر رہے ہوئے تم نے اس کیجے بک بند کر کے علیحدہ کی طرف ہر سادی۔
”مجھے آرٹ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ چاہے وہ کیسا بھی آرٹ کیوں نہ ہو، وہ اسی میں آرٹ میں کہہ کرنا چاہوں
ہوں۔ مجھے سیمسن میں دلچسپی ہے اور میں وہی پڑھوں گی۔“
اس نے اس کیجے بک پکڑتے ہوئے دو نوک انداز میں عمر سے کہا تھا۔
”ٹھیک ہے، سیمسن ہی پڑھ لو، لیکن یہ ایک ایسا کتبہ تھا جسے سلیقہ نہ ہو۔ کیوں علیحدہ نام نہ لے کر اس کیجے بناؤ گی؟“
”میں صرف ان ای کاموں کے اس کیجے بناتی ہوں جن کے جوتے مجھے اچھے لگتے ہیں۔“
وہ ایک بار پھر لی دی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔
”اس کا مطلب ہے میرا چہرہ تمہیں اچھا نہیں لگا؟“
عمر نے اس سے پوچھا تھا۔ وہ خاموشی سے لی دی دیکھتی رہی۔
”میرا خیال تھا۔ میرا چہرہ خاصا اچھا ہے، ویسے علیحدہ عمر کے چہرے میں کیا defect (نقص) ہے۔ تم یہ

عمر جیسے اس کے ساتھ منتقلی کو انجوائے کر رہا تھا۔
 ”مجھے کیا بات ہے؟ مجھے آپ کا چہرہ اچھپکھپک کے لیے پسند نہیں ہے۔“
 ”اور اگر کہنی کا چہرہ پسند ہے؟“
 علیزہ نے پیچھے ہٹ کر اٹھنے کی کوشش کی اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ چائے کا کپ تھیل پر رکھ کر اٹھ کر رہا تھا۔
 ”مجھے کوئی بھی چہرہ کرکٹی سے زیادہ اچھا نہیں لگتا اور آپ اس طرح کرکٹی کی بات مت کریں۔“ اس نے پکڑ کر اس سے کہا تھا۔
 ”سوری!“ علیزہ نے اس کی محذرت پر کٹی، طہیان نے بے بغیر دوبارہ اپنی توجہ نیوی کی طرف مبذول کیلی تھی۔
 کچھ دیر خاموشی کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا رہا بعد وہاں سے نکل گیا۔

علیہ نے اپنی مکمل عمر جمائیر کے ایجنے کو ایجنے تک سے نکالنے کے بعد وہ ایک بار پھر اپنے گھر کے کمرے میں اپنی کمرہ لائٹ آن کرنے کے بعد وہ ایجنے کی طرف گئی اور وہاں پہنچے رہنے کے بعد اس نے بیچ اسٹاپس کے اوپر دیکھا وہ وہاں پہنچی تھی مگر جمائیر کے لیے یہ ایک خوشگوار سربراہ ہو گا۔ یہ پہلا ایجنے نہیں تھا اس نے جمائیر کے لیے تیار کیا تھا۔ پہلے ہی سالوں میں اسے اپنی اسلیم مر اس نے بنا رکھے تھے۔ اس کا یہ وہ ان ہندو عورتوں میں سے تھا جو کسی بھی گھر میں سے غائب نہیں ہوتے تھے۔ بعض دفعہ جب وہ گھر کا کوئی بہت اچھا ایجنے بنا گئی تو اسے پوسٹ کر دیتی۔ جواب میں اسے خوشی و غصہ کے طور پر کالوں بھیجتا تھا۔ مگر ان کیلئے علیہ کے لیے اتنا ہی کافی نہ تھا۔ اگر وہ وہاں کام نہ بھی کرتا تو بھی شاید اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ جمائیر وہاں کبھی ایجنے کو دیکھتی رہی پھر اس نے جمائیر کے ایجنے کے لیے ایک کونے میں پتھر لگا دیا تھا۔ یہ وہی وہ کروہی گھرانی تھی اور اس نے اسے ان کو دوبارہ دیکھنے سے روک دیا تھا۔

عمر آج تک بہت بڑا رہا ہو گیا تھا۔ باقی سب کی طرح یہ بڑی بلی علیحدہ سے مٹی ٹوٹ کی تھی۔ وہ زیادہ تر اپنے گھر کے باہر ہی رہتا اور جب کھانا کھانے کے لیے باہر آتا مٹی تو زیادہ تر خاشاوش ہی رہتا۔ تانوا اور ناتا کے ساتھ اسے کی طرح مٹی مذاق نہیں کرتا تھا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو پہلے کی طرح ہی ہوں۔ بس ذرا اٹھنے کی وجہ سے زیادہ مصروف ہو گیا ہوں۔“

اس دن رات کے کھانے پر نانوں نے اس سے کہہ دی کیا تھا وہ اب میں اس نے اپنی ٹھوس مسکراہٹ کے ساتھ وضاحت کر دی تھی۔
 "خاموشی تو یہ صوفت میں کرتی تھی۔" "ننانا رسوں و پوش لیتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا تھا۔"
 "اچھا تو بھر کیا ہوٹ کر رہا ہے؟" عمر نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا تھا۔
 "مہربانی اچھی لگتی ہو۔" جیسے یہ کہتے ہوئے ہنسنے لگا تھا "شور مچاتے ہوئے۔"
 بانو نے کہا تھا۔
 "رہتے ہیں کہ کئی امیں اب جو بیس سال کا ہوں۔ آپ میری جواب دہی بیان کر رہی ہیں۔ اس سے تو میں چہ ساں
 کاچہ لگتا ہوں؟" عمر نے ایک شرمندہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔ "اب سناؤ کیا رہا تھا۔"
 "آج لوگوں کے لئے تم کہیں بھی جو بیس سال کے نہیں ہو گئے، ہمیشہ یہ حال کے ہی رہو گے اور ہم لوگ چاہیں
 گے کہ تم کہیں خود کو چہ سال کافی سمجھو۔"
 علیحدہ ہونے پر ہی سنجیدگی سے نظریں اٹھا کر بانو کو دیکھا تھا وہ اپنے ساتھ کرسی پر بیٹھ کر جو عمر کا کال چوتھے
 ہوئے کہہ رہی تھیں۔ عمر نے بانو کی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔ صرف خاموشی سے مسکرا کر سنا کر لکھا تھا
 رہا تھا۔

”مختلف لوگوں کے لیے نانو اور نانو کے ذیل اسٹینڈرڈ ہیں۔ مجھے وہ کسی اور طرح سے فریٹ کرتے ہیں۔ عمر کو کسی اور طرح سے۔ مجھے وہ کچھ اور طرح کا رکھنا چاہتے ہیں۔ عمر کو کسی اور طرح سے اور پھر کسی نانو کسی جس ائی کے لیے سب ایک جیسے ہیں۔ وہ سب سے ایک پتہ یا رکھتی ہیں۔ حالانکہ ایسا تو نہیں ہے۔ اب اپنا عمر سے وہ میرے جتنا بڑا کرتی ہیں۔ بالکل بھی نہیں۔ میں ان کے پاس اتنے سالوں سے رہ رہی ہوں اور عمر۔ عمر کو آگے ہونے تو چند تھوڑے عرصے ہیں اور..... اور نانو نے کئی آسانی سے اسے میری جگہ دے دی ہے۔ حالانکہ عمر کو اب اس جگہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس نانو کا نانا کی محبت کی کہنا رہا ہو سکتی ہے۔ اس کے پاس تو ایسے ہی سب کچھ ہے۔“

علیہ کو نانو کے ساتھ یہ ہونے لگی تھی اور نانو سے ایسی ہی محبت تھی کہ انہیں اسے اپنی رشتہ جیسی اور وہ بھی جیسی ان کا اظہار نہیں کرتی تھی۔ صرف اس کے دل میں ایک اور کمر کا اضافہ ہو جاتا تھا۔

اس دن وہ صبح سے کچھ عرصہ کوئی کوئی نانو ہی تھی۔ جب نانو نے ملازم کے ذریعے اسے لایا تو میں لگا ہوا تھا۔

”علیہ! تمہارا سببا نانو نے مجھے وہ تم سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔“

میں نے لیکن ہی نانو کے درخون پر بات کر رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف بڑھنا ہی تھا۔

وہ بے اختیار خوش ہوئی تھی۔

”یہ کیا قانون ہے؟“ اس نے کچھ بے یقینی سے کہا تھا۔ عام طور پر وہ دوستوں یا باپ بھائیوں سے مل کر کرتے تھے اور وہ بھی رات کے نو بج کر اس بار بار اڑھ ماہ کے بعد ہی انہوں نے دوبارہ اسے کال کر لی تھی۔

”یہ ایک عجیب و غریب قانون ہے۔“ تو نے اس کی آواز سے ہی اس کے کیا بے کیا تھا۔

”میں تم کو بلا رہا ہوں۔ آج صبح میں نے تم کو بلا دیا۔“ اس نے جواب دیا۔

”میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم بلا رہے ہو؟“ اس نے کہا۔

”جی ہاں! ایک بارہ کر رہی ہوں۔“ اس نے کہا تھا۔

”تو کب تک نہیں جوں وہاں؟“

”بابا! یہ کیا ہے؟“
”انجوائے آیا بابل؟“
”ہاں بس تھوڑا بہت۔“
”کتنی تھیں یہ رہ گئی ہیں باقی؟“ ”نہیں۔“ نے پوچھا۔

"بس ایک ہفتہ۔"

"اچھا تو پھر ایسا کرو کہ ایک ہفتہ کے لیے میرے پاس آ جاؤ۔"

"آج کل میں مہنگا ہوں۔ انہوں نے کہا۔"

"میرے مہنگے نہیں کراہی۔ میں یہاں آ جاؤ اور اس۔"

"یا کہ میں آئے ہوئے ہوں۔ تب آئے۔ تو یہ؟" انہوں نے انکار فرمایا۔

"کافی دن ہو گئے ہیں۔ میرا دل چاہا ہے کہ میں آئے ہوں۔"

"میرا دل بھی آپ کو لینے کو چاہ رہا ہے۔"

"تو بس ایک ہے۔ تم کل کراہی آ جاؤ۔" انہوں نے جتنی انداز میں کہا تھا۔

"آج کے دن آئے ہوں۔" انہوں نے کہا۔ "میرے پاس آئے ہیں۔"

"ہاں میں نے انہیں بتا دیا ہے۔ ایریا روت سے فون کر رہا تھا۔ میں نے اسے بتا دیا کہ وہ میرے پاس آئے۔"

"تو کیا؟"

"اور وہ اس کا؟"

"وہ بھی ہے۔"

"بس ٹھیک۔ سب اب کل تم سے کراہی میں ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ۔"

"انہوں نے یہ بات تم کو کہنے کے لیے کہا تھا۔"

"ہاں! اس نے بڑی تیزی سے کہا تھا۔ وہ فون پر کہتے کہتے کہہ گیا۔"

"کیا یہ؟" انہوں نے پوچھا تھا۔ "میرے پاس آ جاؤ۔"

"ہاں! میں آ جاؤ۔ میں آ جاؤ۔" انہوں نے کہا۔ "میرے پاس آ جاؤ۔"

"میں بھی نہیں آ جاؤ۔ میں آ جاؤ۔" انہوں نے کہا۔ "میرے پاس آ جاؤ۔"

"پھر تم جاری ہو؟" فون پر سیوار کاٹوں سے جانتے ہی جانتے اس سے پوچھا تھا۔

"ہاں ناؤ۔"

"میں تمہاری سیٹ بک کروا رہی ہوں۔ جتنے دن رہو گی وہاں؟" ناؤ نے اس سے پوچھا تھا۔

"تم آ جاؤ۔ ایک ہفتہ اور زیادہ سے زیادہ کا کوئی بات نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن ایک ہفتہ کے بعد تمہارا کالج بھی تو مکمل رہا ہے۔" ناؤ نے جیسے اسے یاد دلایا تھا۔

"ہاں مجھے پتا ہے لیکن ناؤ! کچھ نہیں ہوتا اگر میں کل سے پتہ چنیاں بھی لے لوں۔ آپ کو پتا ہے میں کتنی

دیر بعد یہاں سے مل رہی ہوں۔"

"لیکن تمہاری اسٹور کا منہ ہو گا۔"

"کچھ نہیں ہو گا ناؤ! میں وہاں آئے کے بعد سب کچھ کور کر لوں گی۔ آپ جانتی ہیں مجھے یہ کرنے میں براہ کرم

نہیں ہو گا۔" اس نے اصرار کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ تم شہلا کو فون پر کالج میں اپنی پیشکش دینے کے لیے کہہ دیا۔"

"ناؤ اسے بدلتے ہی ہوئی انہیں پھینک دی گئی۔"

"اس رات وہ پہلے عاشقا خوش تھی اور خوش تھی۔ جتنی کہ عمر سے بھی۔ رات

کے کھانے پر ناؤ نے ناؤ کو اس کے کراہی جانے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ کمرے اس وقت غور سے اس کا چہرہ دیکھا

تھا۔ وہ آج کو اپنی یاد کھانے کی میز پر کھانا مکمل منکرار رہی تھی۔ ناؤ پتہ دیا کہ اس سے اس کے بیٹا کا حال و احوال اور

کراہی کے سفر کے بارے میں پوچھنے پر ہنس رہی تھی۔ وہ کمرے کے بارے میں بتاتی رہی۔

رات کو وہ اپنا سامان یکا کر رہی تھی جب ناؤ اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

"داخلی میں لو بیٹے کی یاد رہا۔" یہ تم آ جاؤ بیٹے شک تیار ہو جانا۔ میں نے مگر کو کہہ دیا ہے۔ وہ کتنی اچھی لڑکی

ہو رہی ہے۔"

"انہوں نے اسے اطلاع دینے کے لیے کہا تھا۔"

"میرا دل کرتے کہ۔ کمرے میں ناؤ کو یاد رہا۔" وہ کچھ شگفتگی سے

کہہ رہا تھا۔ "میرا دل کرتے کہ۔ کمرے میں ناؤ کو یاد رہا۔" وہ کچھ شگفتگی سے

کہہ رہا تھا۔ "میرا دل کرتے کہ۔ کمرے میں ناؤ کو یاد رہا۔" وہ کچھ شگفتگی سے

کہہ رہا تھا۔ "میرا دل کرتے کہ۔ کمرے میں ناؤ کو یاد رہا۔" وہ کچھ شگفتگی سے

"آج کے دن آئے ہوں۔" انہوں نے کہا۔ "میرے پاس آئے ہیں۔"

"ہاں میں نے انہیں بتا دیا ہے۔ ایریا روت سے فون کر رہا تھا۔ میں نے اسے بتا دیا کہ وہ میرے پاس آئے۔"

"تو کیا؟"

"اور وہ اس کا؟"

"وہ بھی ہے۔"

"بس ٹھیک۔ سب اب کل تم سے کراہی میں ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ۔"

"انہوں نے یہ بات تم کو کہنے کے لیے کہا تھا۔"

"ہاں! اس نے بڑی تیزی سے کہا تھا۔ وہ فون پر کہتے کہتے کہہ گیا۔"

"کیا یہ؟" انہوں نے پوچھا تھا۔ "میرے پاس آ جاؤ۔"

"ہاں! میں آ جاؤ۔ میں آ جاؤ۔" انہوں نے کہا۔ "میرے پاس آ جاؤ۔"

"میں بھی نہیں آ جاؤ۔ میں آ جاؤ۔" انہوں نے کہا۔ "میرے پاس آ جاؤ۔"

"پھر تم جاری ہو؟" فون پر سیوار کاٹوں سے جانتے ہی جانتے اس سے پوچھا تھا۔

"ہاں ناؤ۔"

"میں تمہاری سیٹ بک کروا رہی ہوں۔ جتنے دن رہو گی وہاں؟" ناؤ نے اس سے پوچھا تھا۔

"تم آ جاؤ۔ ایک ہفتہ اور زیادہ سے زیادہ کا کوئی بات نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن ایک ہفتہ کے بعد تمہارا کالج بھی تو مکمل رہا ہے۔" ناؤ نے جیسے اسے یاد دلایا تھا۔

"ہاں مجھے پتا ہے لیکن ناؤ! کچھ نہیں ہوتا اگر میں کل سے پتہ چنیاں بھی لے لوں۔ آپ کو پتا ہے میں کتنی

دیر بعد یہاں سے مل رہی ہوں۔"

"لیکن تمہاری اسٹور کا منہ ہو گا۔"

"کچھ نہیں ہو گا ناؤ! میں وہاں آئے کے بعد سب کچھ کور کر لوں گی۔ آپ جانتی ہیں مجھے یہ کرنے میں براہ کرم

نہیں ہو گا۔" اس نے اصرار کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ تم شہلا کو فون پر کالج میں اپنی پیشکش دینے کے لیے کہہ دیا۔"

"ناؤ اسے بدلتے ہی ہوئی انہیں پھینک دی گئی۔"

"اس رات وہ پہلے عاشقا خوش تھی اور خوش تھی۔ جتنی کہ عمر سے بھی۔ رات

کے کھانے پر ناؤ نے ناؤ کو اس کے کراہی جانے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ کمرے اس وقت غور سے اس کا چہرہ دیکھا

تھا۔ وہ آج کو اپنی یاد کھانے کی میز پر کھانا مکمل منکرار رہی تھی۔ ناؤ پتہ دیا کہ اس سے اس کے بیٹا کا حال و احوال اور

کراہی کے سفر کے بارے میں پوچھنے پر ہنس رہی تھی۔ وہ کمرے کے بارے میں بتاتی رہی۔

رات کو وہ اپنا سامان یکا کر رہی تھی جب ناؤ اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

بچے تیار ہو کر کچے آتا تھا۔ میں نے سوچا چند روزہ منٹ میں وہ بریک فاسٹ کرے گی۔ میں آٹھ بجے دس منٹ کا الارم لگا کر بھانپا اور پانچ منٹ میں مٹا ہوں۔
اس نے انکھیں سے ہالوں میں کھنسی کرتے ہوئے کہا تھا۔ اس کی ہر چیز ہمیشہ کی طرح حساب کتاب سے تھی۔
نانو اس کی بات کے اختتام پر کچھ غریب انداز میں علیزہ کی طرف دیکھ کر مسکرائی تھیں۔ وہ کچھ کے بغیر نظریں چرائی تھیں۔

"چلیں علیزہ۔" عمر نے اس بار علیزہ سے پوچھا تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔

"تو میں تمہیں ہاں تک چھوڑ کر آتی ہوں۔" نانو نے علیزہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

عمران کے آگے چلتے ہوئے باہر آگیا۔ وہ گاڑی اشارت کر رہا تھا جب نانو نے اسے گلے لگا کر خدا حافظ کہا تھا۔

"وہاں جاتے ہی مجھے رنگ کر لیتا۔ مجھے تسلی ہو جائے گی۔" انہوں نے علیزہ سے کہا تھا۔

"اور کون بخش کرنا۔ جلدی آجائے۔" علیزہ نے مسکرا کر سر ہلادیا تھا۔

عمر نے فرسٹ ڈور کھول دیا تھا۔ علیزہ نے مزے کرنا ایک بار نانو کی طرف ہاتھ دایا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ نانو وہیں پورچ میں کھڑی ہاتھ داتی رہی تھیں۔

"بہت خوش ہو علیزہ؟" گاڑی سڑک پر لاتے ہی عمر نے اس سے پوچھا تھا۔

"ہاں۔" اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر مختصر جواب دیا تھا۔

"تمہارے پیانچا بہت خوش ہوں گے؟"

"ظاہر ہے وہ تو مجھ سے بھی زیادہ خوش ہوں گے۔" اس نے غریب انداز میں کہا تھا۔

"وہاں اپریلوٹ پر کون روک کرے گا تمہیں؟" عمر نے مرر ٹھیک کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"غبار سے تیار خود ہی رہیو کریں گے۔" اس نے بے اختیار جھوٹ بولا تھا۔

"تمہارے پیانچا کالی مہال بعد آئے ہیں پاکستان؟" اس نے پوچھا تھا۔

"ہاں۔" تین سال بعد۔

"تم تین سال بعد مل رہی ہو؟"

"چار سال بعد۔"

"پچھلے سال کیوں نہیں ہاتھیں؟"

"بس دیکھئے۔ پیانچا تو مجھے مسقط بلاتے رہتے ہیں مگر میرا دل ہی نہیں چاہتا وہاں جانے کو۔ میں مٹی کے پاس چلی جاتی ہوں چھٹیوں میں۔" اس لیے کہ مسقط میں بہت کڑی دھڑکی ہے۔ میں سوچتی ہوں شاید مجھے وہاں کام و محنت نہ کرے۔ مجھے اصل میں شہر میں زیادہ مزہ آتا ہے۔"

وہ کیے بعد دیکرے وضائیں کرتی جا رہی تھی۔ غرض نکمے کے گردان موڑ کر چند لمحوں کے بعد کہا تھا۔

"ہاں واقعی شہر میں رہنے میں زیادہ مزہ آتا ہے۔ میں بھی چند سال پہلے وہاں گیا تھا۔"

اس نے جیسے اس کے جھوٹ میں اس کی ہمدردی تھی۔

علیزہ نے گردان موڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ایک بار پھر وہاں اسکرین کی طرف متوجہ تھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر اور پرسکون تھا۔ وہ کچھ سہمکن ہو گئی تھی۔

"ہاں! شہر میں زیادہ مزہ آتا ہے اس لیے میں وہیں جاتی ہوں۔"

اس نے ایک بار پھر اپنی بات اہرائی تھی۔ گاڑی میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ رستے میں ایک فلاور شاپ پر اس نے گاڑی روک دی تھی۔ کچھ لمبے بغیر وہ گاڑی سے اتر گیا تھا۔ چند منٹوں بعد جب اس کی واپسی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں سفید لٹمی کا ایک بکے تھا۔ اس نے گاڑی میں بیٹھے ہی اسے علیزہ کی گود میں رکھ دیا۔ وہ حیران ہو گئی۔

"تیرا ہمارے لیے ہے۔" اس نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔
"مگر کس لیے؟"

"بہول دینے کے لیے کسی وجہ کی ضرورت تو نہیں ہوتی۔ مگر کسی وجہ کے بھی تو یہ بے جا کہتے ہیں۔ میں تو ایسے بھی نہیں بہت سے گھٹس دیتا رہتا ہوں۔ تم انہیں بھی گھٹ بھجھو۔"

اس نے گاڑی اشارت کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"تھنک یو۔" کچھ دیر بعد اس نے کہا تھا۔

"وہیکر۔" اس نے اسی پرسکون انداز میں کہا تھا۔

اپریلوٹ پر گاڑی پارک کرنے کے بعد اس نے علیزہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ علیزہ نے اس سے ہیک لیا تھا۔

"اس کل رائٹ علیزہ! میں تمہیں اندر چھوڑ آتا ہوں۔" اس نے ہیک نہیں دیا تھا۔ علیزہ نے دوبارہ اشارہ نہیں کیا تھا۔

"تمہارا پس کب آوے گی؟" اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"ظہر یا۔" ایک ہفتے کے بعد یا شاید کچھ دن زیادہ لگ جائیں گے۔" اس نے بتایا تھا۔

"واپسی پر تمہیں ایک اور خوش خبری ملے گی۔"

اس نے سر جھکی سے انداز میں کہا تھا۔ علیزہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ وہ تاثر مل انداز میں مسکرایا تھا۔

"کیسی خوش خبری؟"

"یہ تو تمہیں واپسی پر ہی پتا چلے گی۔"

"پھر بھی آپ بتائیں تو سہی؟" اس نے اصرار کیا تھا۔

"اس۔" تو تمہیں واپس آنے کے بعد ہی پتا چلے گا۔" اس سے مس نہیں ہوا۔

علیزہ نے اس کی طرف دیکھ کر کندھے پر کاہیے۔

بیک اسے جھمکتے ہوئے اس نے علیزہ کو خدا حافظ کہا تھا۔ وہ اندر جانے کے لیے مڑ گئی تھی۔

"علیزہ!" اس نے اپنے پیچھے اس کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔

"میں تمہیں مٹاؤں گا۔" اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ اس نے انگلیں میں کہا تھا۔ وہ کچھ حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے واپس مڑ گئی۔

اس نے دیکھتے ہوئے واپس مڑ گئی۔

اگلے دن پوری رات میں اس کا دل میں کچھ واپس آتے ہی وہ سیدھا کچن میں گئی تھی۔

"نانو! رات کے لیے کیا پکوا رہی ہیں؟"

"وہی خاص چیز کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔"

نانو نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نہیں! میں اپنے لیے نہیں۔ عمر کے لیے پوچھ رہی ہوں۔" اس کے لیے کیا پکوا رہی ہیں۔"

نانو کرسی پر بیٹھی ملازم سے فریور صاف کروا رہی تھیں۔ انہوں نے کچھ حیرانی سے علیزہ کو دیکھا تھا۔

"عمر کے لیے تو کچھ بھی نہیں پکوا رہی؟"

"کیوں نانو؟" وہ کچھ حیران رہ گئی تھی۔ "آپ کو یاد ہے۔ رات کو آپ کچھ؟"

"ہاں! مجھے یاد ہے عمر وہ بچے کی فلائنگ سے آئے گا۔ یہاں پہنچتے پہنچتے ایک قہقہہ بجا دیں گے۔ ظاہر ہے اس وقت تو وہ کھانا نہیں کھائے گا۔ سیدھا سونے کے لیے چلا جائے گا۔"

"پھر بھی نانو! فرم کریں اس نے کھانا نہ کھایا ہوا تو؟"

"یہ فرم کر کے والی بات ہے ای نہیں۔ وہ یقیناً رات کا کھانا فلائنگ میں ہی کھائے گا۔ قہقہہ بجا کر ہو گا۔"

اس نے فرم کر کے والی بات ہے ای نہیں۔ وہ یقیناً رات کا کھانا فلائنگ میں ہی کھائے گا۔ قہقہہ بجا کر ہو گا۔"

حاصل میں وہ کتاب قاعدہ ہے۔
 "پھر بھی ٹانوا بھوک کا کیا ہے وہ کسی بھی وقت لگ سکتی ہے۔ اگر اس نے کچھ کھانے کے لیے مانگ لیا۔"
 "بھائی! تم سادہ سادگی کی حد کو دیتی ہو علیحدہ دہلیز اس طرف ہاتھ کر رہی ہو جیسے گھر میں کھانے کے لیے کچھ مونی
 ہے۔ تمہیں بتا رہے ہیں وقت فریج میں دو تین بارش ضرور ہوتی ہیں۔ بھوکا نہیں مرنے کا وہ۔"
 علیحدہ دہلیز طرف منہ ہی ہو گئی تھی۔

"اگر یہ کل کے لیے میں کافی دھڑ بھڑا رہی ہوں۔ تمہارے لیے لپٹا ہوا کچھ دہلیز بھی خانہ ماں سے کہہ دیتا مگر کوئی خاص چیز
 وہ بھول جائے تو۔"

وہ اب دوبارہ ملازم کی طرف متوجہ ہو چکی تھیں۔
 "نہیں دیکھ لائی کی۔ آپ فکر مند ہوں۔"

وہ کچن سے باہر آئی تھی۔ لاؤنج کی گھڑی تھیں۔ مجاہد تھی۔
 "دو روزہ رات کے تھیں جبکہ گھر پہنچے گا۔ ابھی پورے بارہ گھنٹے باقی ہیں اور مجھے ان بارہ گھنٹوں میں کیا کرنا
 چاہیے؟"

اس نے موبائی کی کوشش کی تھی۔
 "آج صبح میں جا کر رات کو پہنچنے کے لیے اس نے کچھ دیکھنے شروع کر دیے تھے پھر ایک لباس اس
 کو پہنے کر لیا تھا۔ ایک خیال آئے پر وہ واپس پکچن میں آئی تھی۔"

"ٹانوا! مڈرا نیور کو پہچانے کا کیسے یہ ذرا پیچیدہ ہے اور ذرا نیور بھی تم کو نہیں پہچانتا۔"
 "میں نے ڈانچا کر کے تم کو پہچان دیا تھا۔ مگر یہ احتیاط کے طور پر میں نے اسے کارڈ پر مٹا کر لکھ دیا ہے۔"

مگر کارڈ اس کے پاس دیکھ کر خود ہی اس کے پاس آجائے گا۔
 "ہاں یہ ٹھیک ہے۔ وہ مطمئن ہو کر واپس اپنے کمرے میں آگئی تھی۔"

رات کا کھانا اس نے ٹانوا کے ساتھ ساتھ کھا رہی تھی۔ پہلی بار کھانا کھا کر دیکھتے ہوئے اسے احساس ہوا تھا
 کہ وقت کو بوجھ پر نہیں لگتے بلکہ بعض دفعہ وقت رک جاتی ہے۔ اس کی تیز رفتاری ہی سبب آڑا نہیں ہوتی۔ بعض
 دفعہ رات رات بھی تکلیف دہ ہوتی ہے۔

"ٹانوا! آپ ذرا نیور کو کتنے بے فہم کی؟" کھانے سے فارغ ہو کر علیحدہ دہلیز پر پہنچا تھا۔
 "ایک۔ بے فہم۔"

"آج صبح انتظار کرو گی؟"
 "ظاہر ہے مجھے تو تو۔" یہ بھی رات کو نیند نہیں آتی مگر تم چاہو تو سو جاؤ۔"

"نہیں ٹانوا! میں بھی انتظار کروں گی۔"
 "تمہیں صبح سویرے نیند نہ آتی ہے؟"

اس نے ان کی یاد دہانی کو سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا تھا۔
 "کھانے سے فارغ ہو کر وہ ٹانوا کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھ گئی تھی۔ بی بی وی پر پروگرام دیکھتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ عمر
 کے بارے میں باتیں بھی کرتی جا رہی تھیں۔ ایک بچہ انہوں نے باہر گاڑی کے احاطہ کو کر جانے کی آواز سنی
 تھی۔ گھڑی کی سوئیاں دست سبب رفتار سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ ڈھائی۔ تھیں۔

ساتھ ہی بچے انہوں نے دیکھ کر بارن کی آواز سنی تھی۔
 "مگر کیا ہے۔" بے اختیار علیحدہ دہلیز سے اٹھا تھا۔ وہ ٹانوا کے ساتھ لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر آگئی تھی۔
 گاڑی پورچ میں داخل ہو رہی تھی۔

علیحدہ دہلیز پر پہنچا تھا۔ گاڑی میں کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے پھر ان کی طرف دیکھا۔
 "ٹانوا! گاڑی میں عمر نہیں ہے۔"

"جائیں کیا بات ہے؟" ٹانوا نے زانیہ تھیں۔ ذرا نیور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا تھا۔
 "ٹانوا! وہاں عمر کہاں ہے؟" ٹانوا نے اس سے پوچھا تھا۔

"دو تین گھنٹے پہلے ہو گئی ہو سکتی ہے۔"
 "کیا فلائٹ کے کیسٹل ہو گئی۔ مجھے تو عمر نے کوئی اطلاع نہیں دی۔ اگر ایسا کچھ ہو گا تو وہ مجھے سنا دیتا۔ تمہیں
 کوئی اطلاع نہیں ہو گئی ہے۔" ٹانوا نے فکر مند رہی سے کہا تھا۔

"نہیں بی بی! میں نے تو انہیں گاڑی کا نوٹر سے پتا کر لیا ہے۔ آج بے شک خود فون کر کے پتا کر لیں۔ میں نے تو کچھ
 ڈیجیٹل سے بھی پوچھا تھا۔ انہوں نے بھی کی کہا ہے۔" ٹانوا کو ابھی بھی بے یقینی تھی۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا اس نے بتایا کیوں نہیں۔"
 "وہ سو سکتا ہے۔ مگر وہاں گیا ہو۔" علیحدہ دہلیز نے ہاتھ دایو سے کہا تھا۔

"نہیں! عمر اتنا لاچار والو نہیں ہے۔"
 "دیکھ صاحب! اب میں کیا کروں؟" ذرا نیور نے پوچھا تھا۔

"بھئی! بے شک جا کر سو جاؤ۔" علیحدہ دہلیز نے ٹانوا کے ساتھ اندر جاتے ہوئے کہا تھا۔
 "مگر تو اطلاع دینی چاہیے تھی۔" ٹانوا نے فکر مند تھیں۔

"وہ سو سکتا ہے۔ ابھی کچھ دہلیز کے اس کا فون آجائے گا۔ فون کر دے۔" علیحدہ دہلیز نے ٹانوا کو تسلی دی تھی۔
 "ہاں ہو سکتا ہے۔"

"آج آپ سو جائیں جانو۔"
 "ہاں میں سو جاؤں گی۔" یہ بھی جا کر سو پاؤں۔"

وہ سو رہا کر وہاں سے ہٹ گئی۔ وہ بے دلی کے عالم میں اپنے کمرے میں آئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے فیرہ عمل
 طور پر نقاب ہو چکی تھی۔ وہ اب سمجھ رہی تھی۔

"کیا قاعدہ ہو اس شخص کی طرف انتظار کرنے کا؟ ٹانوا ٹھیک تھی ہیں بعض دفعہ میں واقعی ہی حد کو دیتی
 ہوں سادہ سادگی۔"

اس کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی آنکھیں تھیں۔
 "مگر کوئی آئے ہر اطلاع تو دینی چاہیے تھی۔ اسے سوچنا چاہیے تھا۔ سب لوگ انتظار کر رہے ہوں۔"

وہ اپنے کمرے میں جا کر ٹھیک گئی تھی۔ یہ انتظار اس کے قدم کمرے کے لیے طے پا چکے تھے۔ کمرے کی
 لائٹ چلا کر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تھی۔ اسے کچھ بیکرم بہت اس لگا تھا۔ کچھ دیر پہلے مکمل نظر آنے
 والی چیز بیکرم مکمل نظر آنے لگی تھی۔ وہ کچھ اور دل گرفتہ ہو گئی تھی۔ کمرے میں رہی ہوئی گاڑی پھولوں کی
 اور سجائے ہوئے۔ کمرے کے بیچ بیچ بیچ گئی تھی اور اس نے انہیں دیکھا تو تھپ تھپ دینا شروع کر دیا تھا۔ پند منٹوں بعد یہ
 مصروفیت بھی ختم ہو گئی تھی۔ اس نے انہیں نئی جگہوں پر لکھا تھا۔ اس نے مدھم آواز میں حیرت من کر دیا تھا۔
 "ہی کمرے کی صفائی کروا دیتے ہوئے بی بی کی کپڑے من رہی تھی۔"

"Everything I do it for you."
 برائے موزوں کی خواہش اور ت آواز کمرے میں لہرائے گئی تھی۔

"اگر وہ آجائے گا تو اس وقت۔" کمرہ اتنا اس اور اکیلا کہیں نہ ہوتا۔
 وہ لاشعوری طور پر ایک بار پھر اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

ریک۔ میں پڑا ہوا ایک ٹاول اٹھا کر ہینڈ پر آگئی۔
 35

تھی۔ وہ جیسے ٹھہرے کی تھالی اور اور اسی کو دہر کر خکی کو خشش کر رہی تھی۔ عمر کی کی پوری کرنا چاہ رہی تھی۔
 ٹال پڑھتے ہوئے اس نے سوچنے کی کو خشش کی تھی کہ وہ اس وقت کہاں رہ چکا اور کیا کر رہا ہو گا۔
 ”وہ جہاں بھی ہو گا سو رہا ہو گا۔“ ”تورا“ اس کے دل میں ابھرا تھا۔ ”اور یہاں رہ لوگ۔ اس کے انتقال میں جاگ
 رہے ہیں۔“

”ہاں! عمر آگیا ہے؟“ مانو نے اپنی مسکراہٹ پھیلانی تھی۔
 ”نہیں! تم سے جس نے کہا؟“ انہوں نے اٹھانے سے روک کر کہا تھا۔
 ”علی نے ان کی مسکراہٹ دیکھ لی تھی۔“ مانو بڑے جوش و خروش سے کہتا تھا۔ ”میرا کیا ہے؟“
 ”کران کے پاس بیٹھ آئی تھی۔“

"He is always handsome." (ہمیشہ سے ہنڈ سم ہے)

نانو نے فخریہ انداز میں کہا تھا۔

"نانو! میں اس لیے پوچھ رہی تھی کہ وہ پہلے سے کچھ بدلا ہوا ہے یا نہیں۔"

"علیہ! اگلی الجھ جائے گا تو دیکھ لینا کہ بدلا ہے یا نہیں۔" نانو نے منکرانہ ہونے کہا تھا۔



امریکوریٹ برڈرائیو اس کے نام کا کارڈ لیے ہوئے تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی۔ امریکوریٹ سے گھر تک کا راستہ بھی اسی خاموشی سے طے ہوا تھا۔ ڈرائیو کا ڈی ڈرائیو تیار ہوا اور وہ سڑک پر نظر آنے والی ٹریفک سے بچتی رہی تھی۔ دونوں گھر قریب آ جا رہا تھا اس کے دل کی دھڑکن بھی تیز ہوئی بیاد رہی تھی۔ وہ مسئلہ حل اپنے باپ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

"وہ یقیناً" مجھے دیکھ کر حیران ہوں گے کیونکہ اب میں بہت بڑی ہو گئی ہوں۔ جو سہ ماہیہ میں ان کے برابر آ گیا ہوں۔" اس نے منکرانہ ہونے سوچا تھا۔ "پاپا یقیناً" مجھے بہت مس کر رہے ہوں گے۔ اسی لیے تو انہوں نے یہاں آتے ہی مجھے ہالیا ہے۔"

اسے کچھ فکر کا احساس ہوا تھا۔

گاڑی اب اس کے دو حوالی گھر پہنچ گئی تھی۔ ڈرائیو نے کہا کہ باپ کو گھر پر کھینچ رہا تھا۔ سامنے پورچ نکالی نظر کر رہا تھا۔

"اسی باپ کو سننے پر باپ باہر آجائیں گے۔" اس نے کچھ مسرور ہو کر سوچا تھا۔

گاڑی اب پورچ میں پہنچ گئی تھی۔

وہ دروازہ کھول کر پہنچے اور آئی تھی۔ پورچ ابھی بھی خالی تھا۔ ڈرائیو اب ڈکی سے اس کا سامان نکال رہا تھا۔ وہ ابھی اندر سے لایا گیا کسی اور کے آنے کی منتظر تھی۔ ڈرائیو نے ڈکی سے سامان نکالنے کے بعد اس سے کہا تھا۔

"علیہ! بی بی! اندر آجائیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ پیچھے دیکھ کر بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔ اسے ایک دم مایوسی ہوئی تھی۔

"پاپا یقیناً" لاؤنگ میں ہوں گے اور میرے اندر آنے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

اس نے فوراً "خود کو تسلی دی تھی۔ ڈرائیو کے پیچھے وہ بھی گھر کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ لاؤنگ خالی تھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ ڈرائیو نے ایک کونے میں اس کا بیگ رکھ دیا تھا۔

"اب بیٹھ جائیں میں اندر تیار کرتا ہوں۔" ڈرائیو اس سے کہتا ہوا اندر چلا گیا تھا۔

علیہ کو وہ خود سے زیادہ اس گھر کا ایک فرد لگا تھا۔ کسی مہمان کی طرح وہ ایک صوف پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی مایوسی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا۔ گھر میں اتنی خاموشی تھی جیسے وہاں ملازموں کے علاوہ کوئی تھا ہی نہیں۔ اس گھر میں ہمیشہ اتنی ہی خاموشی رہتی تھی۔ بچپن سے لے کر اب تک وہ جتنی بار وہاں آئی تھی ہمیشہ اسی خاموشی نے اس کا استقبال کیا تھا۔ ہاں پہلے فرق یہ تھا کہ اب اسے دروازے پر ملا کرتے تھے اور اس خاموشی کو وہ بعد میں محسوس کیا کرتی تھی۔ آج خاموشی کو اس نے پہلے محسوس کیا تھا اور یہاں سے وہ ابھی نہیں ملی تھی۔

چونکہ باپ بہت دیر سے آئی تھی تو ادا کے علاوہ بچی اور ان کے دو بچوں سے بھی اس کی ملاقات ہوئی تھی اس گھر کے کیموں کی تعداد صرف اتنی ہی تھی۔

"اب بی بی! اور ان کی چٹلی۔" اس کی سونوں کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔ کمرے میں اب ڈرائیو کے ساتھ ایک عورت داخل ہوئی تھی۔ علیہ نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ خانہ سال کی بیوی تھی۔ پہلے نئی سال۔ وہ دونوں وہیں کام کر رہے تھے۔ اس عورت نے آتے ہی بڑی گرم جوشی اور انکسار سے علیہ سے ہاتھ ملا کر اس کا سال احوال پوچھا تھا۔

"اب بی بی! اور ان کی چٹلی۔" اس کی سونوں کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔ کمرے میں اب ڈرائیو کے ساتھ ایک عورت داخل ہوئی تھی۔ علیہ نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ خانہ سال کی بیوی تھی۔ پہلے نئی سال۔ وہ دونوں وہیں کام کر رہے تھے۔ اس عورت نے آتے ہی بڑی گرم جوشی اور انکسار سے علیہ سے ہاتھ ملا کر اس کا سال احوال پوچھا تھا۔

"اب بی بی! اور ان کی چٹلی۔" اس کی سونوں کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔ کمرے میں اب ڈرائیو کے ساتھ ایک عورت داخل ہوئی تھی۔ علیہ نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ خانہ سال کی بیوی تھی۔ پہلے نئی سال۔ وہ دونوں وہیں کام کر رہے تھے۔ اس عورت نے آتے ہی بڑی گرم جوشی اور انکسار سے علیہ سے ہاتھ ملا کر اس کا سال احوال پوچھا تھا۔

"اب بی بی! اور ان کی چٹلی۔" اس کی سونوں کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔ کمرے میں اب ڈرائیو کے ساتھ ایک عورت داخل ہوئی تھی۔ علیہ نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ خانہ سال کی بیوی تھی۔ پہلے نئی سال۔ وہ دونوں وہیں کام کر رہے تھے۔ اس عورت نے آتے ہی بڑی گرم جوشی اور انکسار سے علیہ سے ہاتھ ملا کر اس کا سال احوال پوچھا تھا۔

"اب بی بی! اور ان کی چٹلی۔" اس کی سونوں کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔ کمرے میں اب ڈرائیو کے ساتھ ایک عورت داخل ہوئی تھی۔ علیہ نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ خانہ سال کی بیوی تھی۔ پہلے نئی سال۔ وہ دونوں وہیں کام کر رہے تھے۔ اس عورت نے آتے ہی بڑی گرم جوشی اور انکسار سے علیہ سے ہاتھ ملا کر اس کا سال احوال پوچھا تھا۔

"اب بی بی! اور ان کی چٹلی۔" اس کی سونوں کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔ کمرے میں اب ڈرائیو کے ساتھ ایک عورت داخل ہوئی تھی۔ علیہ نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ خانہ سال کی بیوی تھی۔ پہلے نئی سال۔ وہ دونوں وہیں کام کر رہے تھے۔ اس عورت نے آتے ہی بڑی گرم جوشی اور انکسار سے علیہ سے ہاتھ ملا کر اس کا سال احوال پوچھا تھا۔

"سب لوگ تو ابھی سو رہے ہیں" آدھ گھنٹہ تک انہر جانیں گئے صاحب نے آپ کے آنے کے بارے میں رات کو بتایا تھا اور کہا تھا کہ آپ سب آئیں تو آپ کو کمرے میں پٹیاؤں اور آرام کرنے کے لیے کہیں۔"

زیرینہ نے اسے آگاہ کیا تھا۔ علیہ کو نیسے ایک اور بڑا کانا تھا۔

"پاپا سو رہے ہیں؟" اس نے پوچھا تھا۔

"پاپا سب لوگ دیر سے ہی اٹھتے ہیں۔ آدھ گھنٹہ تک انہر جانیں گئے آپ میرے ساتھ آجائیں میں آپ کو کمرہ کھا دیتی ہوں۔ آپ چائیں تو پھر دیر آرام کر لیں۔"

زیرینہ نے اس کا بیگ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ اب وہ اس کے آگے چل رہی تھی۔ علیہ کا ساں دوش و خروش سمجھو وہ پکا تھا۔ وہ خاموشی سے زیرینہ کے پیچھے چلتی گئی تھی۔ زیرینہ نے ایک کمرے کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا تھا۔ وہ اس کمرے تک علیہ کی رہائش گاہ تھی۔ ابھی علیہ کو وہ کمرہ اچھی طرح یاد تھا۔ ہمیشہ یہاں اسے وہی مایوسی محسوس ہوتی تھی۔ گھر کی غرا سیم اور بڑوں اور کارکنان کا رنگ بدلا جا چکا تھا۔ گھر میں شک و شبہ کی لہر دوڑنے لگی تھی۔ ایک کونے میں اس کا بیگ رکھ دیا تھا۔ علیہ و شامہ کی باتیں پریا کر بیٹھ گئی تھی۔

"اب کے لیے چائے لاؤں؟" ملازمہ نے اس سے پوچھا تھا۔

"نہیں، مجھے پانی کی ضرورت نہیں۔ میں پھر دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

کچھ لمحے ہوئے پانی کے ساتھ اس نے زیرینہ سے کہا تھا۔ وہ سہانگی ہوئی کمرے سے نکلی گئی۔ وہ پچھلے بیٹھ گیا تھا۔ اس نے کہا کہ کمرے کی کوشش کی تھی کہ آدھ گھنٹہ میں اس وقت نانو کیا کر رہی ہوں گی۔ وہ یقیناً "وہ پھر نانو کا تیار کر رہی ہوں گی۔" اس کی سانس بہت تیز ہو گئی تھی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔

کوشش کی تھی۔

یہ سیدھی پہلی روز بہت دیر تک لے۔ تصدیق کر رہی تھی۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ تب وہ غور کیے عالم میں تھی تو اس نے دروازے پر دستک سنی تھی۔ افسوس اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ تنہا ایک بار پھر ہوئی تھی۔ وہ ابھر کر بیٹھ گئی۔

"نہیں کم ان" اپنے ذہن پر پھالی ہوئی غور کی تو اس نے مختلف کردار کر کے کی کوشش کی تھی۔ دروازہ کھول کر خانہ سال کی بیوی سے مل گئی تھی۔

"علیہ! بی بی! آج دروازہ صاف ہوا ہے۔" اس نے کہا۔

اس نے اندر آتے ہی اطلاع دی تھی۔ علیہ بے اختیار اپنے بیٹے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ایک اور بار کھڑے کی مایوسی کا دم غائب ہو گئی تھی۔

"اب کیا ہیں؟" اس نے زیرینہ سے پوچھا تھا۔

"وہی کرنے کے لیے ڈانٹک روم میں گئے ہیں۔" زیرینہ نے اسے بتایا تھا۔

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی تھی۔

"ڈانٹک روم میں صرف وہ آئیں ہیں؟" اس نے پوچھا۔ وہاں میں ان کے زیرینہ سے پوچھا تھا۔

"نہیں سب لوگ وہیں ہیں۔ بڑے صاحب "شامہ بی بی اور علیہ" اس نے علیہ کے دادا بچی اور ان کے بیٹے کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"انگل عباس کہاں ہیں؟" اس نے اپنے چچا کے بارے میں پوچھا تھا۔

"مجھ سے صاحب تو کیسے ہی گئے ہوتے ہیں اور نامہ بی بی ابھی اسکول سے واپس نہیں آئیں۔"

زیرینہ نے گھر کے باقی دو افراد کے بارے میں بھی اطلاع دے دی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی رہی۔

”تھوڑے لمبے کچھ پیڑوں کے کر آیا ہوں۔ کچھ پیڑیں تھوڑی سی اونچائی کے بھی تھوڑے لمبے ہونے لگی ہیں۔ شام کو جب وہ آگے کی تو ٹوٹو دی گئیں۔“ اس نے اسے اطلاع دی تھی۔
 ”مجھے ایک بھوری کام سے ہار رہا تھا۔ تم آرام کرو یا پھر اپنی آئی دو۔“ شام کو کم سے دو بار ملاقات ہوئی۔
 انہوں نے سوئے ڈھنڈھ کرنے کے بعد نھیل سے کھڑے ہوئے کہا تھا۔ وہ بھی خاموشی سے ان کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔

”کیا میں اس طرح ان کے ساتھ ایک ہفتہ گزاروں گی؟“ اپنے کمرے میں جانے کے بعد اس نے کچھ دیر گراہی سے سوچا تھا۔ ”کیا کو پتا ہو تا چاہیے کہ میں چار سال کے بعد ان سے مل رہی ہوں کیا ان کے پاس میرے لیے تھوڑا ملاقات بھی نہیں ہے۔“ وہ ایک بار گراہی پر لے گئی۔

وہ تین سال کی تھی جب اس کے والدین کے درمیان طلاق ہو گئی تھی۔ طلاق کی دہائی پر دونوں میں سے کسی نے بھی روٹھی ڈانپ نہ لیں کیا تھا اس کے دو نہیں جانتی تھی کہ اس کے والدین کے درمیان کون سے اختلافات تھے۔ ان دونوں سے یہ سوال پوچھنے کی بات نہ تھی۔ وہ کبھی نہیں کر سکی مگر انہوں نے اس نے نہ ایک بار یہ سوال پوچھا تھا اور کھٹے والا جواب اس کی تسلی نہیں کر سکا تھا۔ وہ یوں بھی کہہ دیتی تھیں کہ ان دونوں کے درمیان انہرے ساتھ نہ تھیں ہو گئی۔

طلاق کے بعد علیزہ اپنی ماں کی کھٹولی میں رہتی تھی۔ ساتھ رہنے اس سلسلے میں پر تعاون کیا تھا۔ طلاق کے ایک سال کے اندر علیزہ کی مائی کی دوسری شادی ہو گئی تھی اور تب یہ ملے پایا تھا کہ علیزہ اپنے مائی کی مائے کے پاس رہے گی۔

سکندر نے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ وہ نہ بھی دوسری شادی کرنا چاہتے تھے اور علیزہ کی آمد ڈاڑھی اٹھانے سے کچھ گریزاں تھے مگر اس نے اپنے کمرے میں ایسا کوئی نہیں تھا۔ علیزہ کو بال مکنا اور وہ اسے اتنی بھولی مگر میں اپنے ساتھ ساتھ ہی نہیں لے جا سکتے تھے اور نہ ہی وہ لے جانا چاہتے تھے کیونکہ یہ ایک بہت بڑی آمد داری تھی۔ اس لیے انہوں نے علیزہ کو انتقال بلور پر اس کے نصاب کے موافق کر دیا تھا ہر ماہ وہ اس کے اخراجات کے لیے ایک اچھی خاصی رقم اس کے چیک اکاؤنٹ میں جمع کروا دیتے تھے اور ان کی یہ روٹین اب تک جاری تھی۔

طلاق کے دو سال بعد انہوں نے بھی اپنی پسند سے دوسری شادی کر لی تھی اور وہ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ ساتھ لے گئے تھے۔ علیزہ سے چند ماہ کے وقفے سے وہ فون پر باتیں کیا کرتے۔ تھوڑے اور پاکستان آنے پر چند دن کے لیے ان کو اپنے پاس بلوایا کرتے تھے۔ ان کے خیال میں ان کی زندگی دوسری شادی پر بہتر ہو جاتی تھی۔ علیزہ کی مائی اپنے شوہر کے ساتھ آسٹریلیا میں تعلیم تھیں اور علیزہ کے ساتھ ان کا سلوک بھی سکندر سے زیادہ مختلف نہیں تھا۔ وہ چینیوں میں علیزہ کو اپنے پاس آسٹریلیا بلوایا کرتی تھیں۔ چینیوں گزارنے کے بعد علیزہ واپس پاکستان آجایا کرتی تھی۔ پچھلے کئی سالوں سے کمرے کی چینیوں میں اس کا یہی معمول تھا۔

اس کی مائی اور پاپا بہت پر سکون اور مطمئن زندگی گزار رہے تھے شاید ان میں سے کسی کو بھی اپنی سابقہ زندگی کا خیال بھی نہیں آتا تھا۔ وہ ہر چار دن سے ملنے کے بعد سوچا کرتی تھی کہ اس کے بغیر بھی وہ دونوں بہت خوش تھے۔ شاید ان دونوں کو کبھی اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی ہوگی اور وہ صرف فرض نبھانے کے لیے اسے اپنے پاس بلاتے ہوں گے۔ ماں باپ سے ملنے کے لیے وہ جتنی بے تاب رہی تھی۔ اس سے ملنے کے بعد اس کی بے چینی اور مایوسی بھی اتنی ہی بڑھ جاتی۔



وہ تین وقت دو بار دوپہر اور دوپہر تھی۔ اس وقت شام ہو رہی تھی۔ اپنا چیک کھول کر اس نے کپڑے لگائے تھے اور نمائندگی کے لیے باغیچہ میں لپٹی تھی۔
 آدھ گھنٹہ بعد وہ تیار ہو کر لاؤنڈ میں آئی تھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ کچھ سوچ کر وہ ہال میں لپٹی۔ لان میں آئی۔ شاہ۔ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ دوڑ رہے تھے۔ علیزہ مائیکل چلا رہا تھا اور آئی۔ شاہ تانے کے ساتھ تھیں ہوئی تھیں۔

وہ آج سہاگن آنے کے بعد تانے سے نمیں ملی تھی۔ پچھلے بار چار سال پہلے جب وہ وہاں آئی تھی تو آئی۔ شاہ۔ سال کی تھی۔ وہ کھاتی ہوئی ان کے پاس آئی۔ آئی۔ شاہ۔ نے تانے سے اس کا تعارف کروایا تھا۔ علیزہ نے اپنا ہاتھ پڑھایا تھا اور آئی۔ شاہ۔ نے کچھ شربت پوئے اس سے ہاتھ ملا دیا تھا۔ وہ گری صبحی گراں کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک انہوں خاموش رہے۔ علیزہ نے پوچھا تھا۔

”اکھل عباس ابھی واپس نہیں آئے۔“

”نہیں۔ وہ لو بجے کے قریب آتے ہیں۔“

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ علیزہ کی طرح شاہ۔ آئی۔ شاہ۔ بھی اتنی الجھن میں گرفتار تھیں کہ اس سے کہا جاسکتا تھا کہ ایک بار پھر علیزہ نے ہی پائل کی تھی۔

”کیا اب تک تم نہیں گئے؟“

”وہ تمہاری آئی کو کہتے گئے ہوئے ہیں میرا خیال ہے۔ تھوڑی دیر تک آجائیں گے۔“ انہوں نے جواب دیا تھا۔

”واو اب کہاں ہیں؟“

”پاپا کالاف کھینچنے گئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی آئے والے ہی ہیں گے۔“

علیزہ ایک بار پھر اگلے سوال کی علامت میں سرگرواں تھی مگر اس بار آئی۔ شاہ۔ نے اس کی مشکل حل کر دی تھی۔

”کراچی آکر لگاؤ؟“

فوری طور پر ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا جواب دے۔ صبح ایئر پورٹ سے گھر تک دینے جانے والے کراچی کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔

”آجائے۔“ اس نے کچھ جواب دیا تھا۔

”لے آجایا کرو۔ کبھی کبھی تم صرف یہ ہی آتی ہو۔ سب تمہارے پاس آتے ہیں۔“

انہوں نے شکوہ کیا تھا یا دعوت دی تھی۔ اسے اندازہ نہیں ہو سکا۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ لگنے میں کبھی بھی صبر نہ

نہیں رہی تھی۔ وہ ان سے کہہ نہیں سکتی کہ اسے ضرر پہنچا۔ کہ لپٹی ہوا یا جانا تھا وہ خاموش رہی تھی۔

”پاپا مئی۔“ علیزہ نے پوچھا تھا۔

علیزہ نے انہیں دیکھا۔ وہ بہت مجسم نظر آ رہی تھیں۔

”ہاں۔ مئی کے پاس جاتی رہتی ہوں۔ ہر سال چھٹیاں وہیں ان کے پاس آسٹریلیا میں گزارتی ہوں۔ وہ چاہتی ہیں کہ میں ان کے پاس وہیں رہوں لیکن مجھے یہ بہت مشکل لگتا ہے۔ میں ناؤ اور بیٹا ہیں۔ میرے بغیر وہ بالکل اپنے ہو جاتے ہیں۔ ان کے بغیر میرا نہیں اور دل نہیں لگتا۔ اس لیے میں ہر بار مئی کو ناراض کر کے واپس آجاتی ہوں۔“

اس نے ایک بار پھر جھوٹ کا جال بٹنا شروع کر دیا تھا۔ آئی۔ شاہ۔ نے جواب دیا۔ ”کچھ نہیں کہا تھا۔“

”کتنے دن کے لیے یہاں آئی ہو؟“ کچھ دیر بعد انہوں نے چانک پوچھا تھا۔

”یہ تو باریک بینی سے دیکھا کہ وہ چاہ رہے تھے کہ وہ جب تک یہاں ہیں ان کے پاس رہوں۔“ اس نے جال کو ایک اور کڑھائی تھی۔

ابھی وہ بیٹوں کے لیے ۲۰۰ روپے کی رقم لے کر آیا تھا۔
 عظیم کو کہہ دیا کہ اس بار صرف وہ بیٹوں کے لیے آئے ہیں۔
 "میں نے تم پر بھالی کو پاکستان آئے یہ جو تھا میرے لیے۔ اب تو وہ بیٹے بعد وہ اس کا اندازہ ہے۔"
 "اسی شام اس کا چہرہ بدلتا ہے۔ سب سے پہلے اس کا ہاتھ لگا دیتا تھا۔ گریٹنگ م کی تھی۔ عظیم کو چمکا لیا تھا۔
 "پیارے ماں سے کیا رہا ہے؟" بیٹی میرے آتش پکڑا ہوا کہہ رہی تھی۔ "تو پاکستان آئے تھے اور تپ فون پر
 بات کرنے کے لیے یاد دہانیوں کے لیے بھیج دیا تھا۔ انہیں میرا خیال اس وقت آیا کہ وہ اب بار بار ہیں۔"

وہ کچھ بول نہیں سکی۔
 "یہ کیا کوئی نکل بھی ضرور ہے۔" عظیم نے کہی۔ "اس نے سوچا تھا کہ
 "مگر کل انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ کبھی مجھ سے ملنے نہیں آتے ہیں۔ وہ الجھن کی تھی۔
 "میں بیٹا کی افواہی جی ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پچاس سال کے عرصے میں نہ ملے ہوں تو کتنا۔ وہ درحقیقت مسرور
 ہوں۔"

اس نے ایک بار پھر عظیم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی۔ "اسی شام اس سے کہہ کر رہی تھیں۔ وہ افواہی کہاں کی
 ہے؟" عظیم نے کہی۔
 "خاندان پرانی اگلے سال یا انہیں شہادت دے دوں۔" اس کے لیے یہ خبر بھی میرا انہیں تھی۔

"یہاں نے مجھ سے کیا۔" اس نے کہا تھا۔
 "اگلے سال؟" اس نے آئی شام سے پوچھا تھا۔
 "ہاں اگلے سال۔ تب تا۔ ان کا کھر مکمل ہو جائے گا۔" "میں شاید اس کے لیے میرا کھانا کھاؤں تھا۔
 "یہاں کو خوار ہے ہیں؟"

"ہاں کچھ تو انہوں نے خاندان پرانی سال ہونا شروع کر دیا تھا۔ اب تو کافی مدد تھی۔ مکمل ہو گیا ہے۔ اگلے سال تک
 فراہم بھی ہو جائے گی اور پھر وہ مستقل طور پر پاکستان شفٹ ہو جائیں گے۔"

وہ گرمی آئی شام کی بات سنتی رہی۔ سکندر نے اس سے اس بات کا ذکر بھی نہیں کیا تھا۔
 "یہ سنا ہے ان کے ذہن سے نکل گیا ہو۔ ابھی ان سے میری تفصیلی بات کہاں ہوئی ہے۔ شاید وہ مجھے
 بتائیں۔" عظیم کی طرح ایک بار پھر اس نے خود کو خوش فہمیوں میں مبتلا کرنا شروع کر دیا تھا۔
 "مگر چھپتے چھپتے عظیمی بار پیا سے بات ہوئی جب انہوں نے ایک بار بھی سے کھر کا ذکر نہیں کیا۔ ہی اس
 بات کا کہ وہ پاکستان شفٹ ہونا چاہ رہے ہیں۔"

وہ چاہنے کے باوجود مطمئن نہیں ہو سکی تھی۔
 "کیٹ پر بارن کی آواز سنائی دی تھی۔" لکنا سے ہمارے سامنے آگے ہیں۔"

شام آئی نے کیٹ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا کہ وہ بھی کیٹ کی جانب متوجہ ہو گئی جہاں کھلے کیٹ سے ایک
 گاڑی اندر داخل ہو رہی تھی۔ گاڑی پورق میں جا کر روکی تھی۔ پھر اس نے گاڑی میں سے اپنے بیٹا اور ان کی بیوی
 کو اترنے کو کہا تھا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے پیچھے دو بول بھائی گاڑی سے اتر رہے تھے۔
 بیٹا نے اپنی بیوی سے کوئی بات کی تھی اور وہ لاں کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں پھر عظیم نے بیٹا کے ساتھ انہیں
 اپنی جانب آتے دیکھا۔ ان کے قریب آئے پھر عظیم نے اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
 پچھلی کئی بار کی طرح اس بار بھی انہوں نے اسے گلے لگا کر اس کا گلہ دیا تھا اور ہمیشہ کی طرح اس بار بھی عظیم
 کو ان کے اندر میں کوئی گرم جوشی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ سب کچھ بالکل عادی تھا۔

"حسن اور احسن اور حواہ بیٹی۔ عظیم نے کہا۔
 اس کی وہ سری بھی اب اپنے بیٹوں کو آواز دے کر مل رہی تھیں۔ وہ دونوں قریب آگے تھے اور ان کے پیچھے

دو دو دو۔ عظیم کو جہاں لگا تھا۔ حسن اور احسن سب اس کے عظیم سے باہر مارتے تھے مگر اس کی نظر
 اس کی دیکھ کر مرکوز رہی تھیں۔ اس نے اپنا بیٹا کو اس کی ساری ساری تھیں۔ بیٹی کو اٹھاتے اور پھر اس کا گلہ
 پڑھتے لکھا تھا۔

"عظیم! میں عظیم سے تمہاری بیوی کی بہن اور عظیم کی تمہاری بیٹی ہیں۔"
 بیٹا نے اس سے کہا تھا۔ وہ دم سارے عظیم کے بچاؤ کے لیے لکھ رہی تھی۔ ساری خالی تھیں اس کے وجود
 کے بغیر ہی پر گئی تھیں۔

"شباب اسی لیے بیٹا نے مجھے مس کیا ہو گا۔ اب صرف میں ہی نہیں ان کی یاد اور بیٹی بھی عظیم کے وقت
 ان کے پاس ان۔ کہ ماں سے دقتی ہے اور بہن کو وہ شہادت لکھا ہے۔ اس کا چہرہ بھی بدلتا ہے۔
 وہ کوشش کے باوجود چہرے پر کوئی شہادت نہیں لکھی۔ صرف خاموشی سے بیٹا اور عظیم کو دیکھتی رہی ہوا ایک
 دو تین کے ساتھ بہت خوش نظر آ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے۔ اب یہ انداز بدلنا چاہیے۔" عظیم نے کہا۔ "یہاں نے کہا تھا۔
 "ہاں شک ہے۔ اندر چلتے ہیں۔" "شباب اسی لیے لکھ رہی ہے۔" بیٹا نے کہا تھا۔
 وہ خاموشی سے اس کی بیوی کہنے لگی تھی۔

"بیٹا کو اب بھی میری ضرورت ہے۔" کیٹ نے ہی میں یاد آؤں کی کہ۔ عظیم اس کی فیملی عمل ہو گئی۔
 بیٹا نے اس کے پاس بھی کوئی شک نہیں ہے اور اس سے تو شاید عظیم کی آواز کے ساتھ ہی "میں ہو گئی تھی۔ وہ ایک
 مکمل آگے سے عظیم کے لیے بھی ہے۔"

"میں نے آگے لکھتے ہو سنا۔" عظیم نے کہی۔ "حسن اور عظیم کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔
 "میں تو ان کے لیے ایک ایسا شہادت لکھ رہی ہوں اور بیٹا نے مجھے عظیم کے بارے میں بتانا ضروری نہیں سمجھا۔
 لوگوں سے خود ہی مجھے اپنی زندگی سے خارج کر دیا ہے۔" عظیم نے بیٹا سے اور شاید شاید ناٹا اور ناٹو نے بھی۔ "اس
 کی افروشی میں پچھتاوا اضافہ ہو گیا تھا۔

"میرے یہاں آ کر۔" عظیم نے کہی۔ "کوئی فرق نہیں رہا۔ سب اپنے اپنی کام میں مصروف ہیں پھر مجھے
 یہاں بلائے کی کیا ضرورت تھی؟" عظیم نے کافی نہیں تھا کہ وہ فون پر ہی مجھے جلا کر سے پہلے خدا حافظ کہہ دیتے۔
 اب رنجیدہ ہو رہی تھی۔

"میں رات وہ بہت دیر تک جاگتی رہی تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ اگلے دن وہ بہت دیر سے اٹھی تھی لیکن اس
 کے پاؤں دردناک تھے۔ وہ اپنے کمرے سے باہر آئی تھی تو ابھی تک کوئی بھی بیدار نہیں ہوا تھا۔ وہ لاؤنج میں لی وی آن کر
 کے بیٹھ گئی تھی۔

"یہ سہ کو ج کرتے ہوئے سامنے اس سے کہا تھا۔
 "عظیم! آج ہر شام کو عظیم سیر کروانے کے لیے لے جائیں گے۔ تم کل سے گھر پر ہی ہو۔ آج عظیم ایک
 دو سبوں پر لے کر جائیں گے۔ تم کہاں جانا چاہتی ہو؟"

انہوں نے بات کرنے کرتے کرتے اچانک اس سے پوچھا تھا۔
 "میں بھی۔" اس نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"نیک ہے۔ ہر شام کو تیار رہنا۔ ہم سب باہر چلیں گے۔" انہوں نے کہا تھا۔
 اس کا دل چاہا کہ وہ ان سے کہے کہ وہ۔۔۔ کے ساتھ کہیں صرف ایک ان کے ساتھ جانا چاہتی ہے ان کے ساتھ
 ہاتھ کرنا چاہتی ہے ان سے بہت سے سوال پوچھنا چاہتی ہے۔ مگر اس نے خاموشی سے مر جھٹکا دیا تھا۔

شام کو بیٹا غزالہ آئی "حسن اور عظیم کے ساتھ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی وہ بے حد تامل تھیں۔
 "ایسا کرتے ہیں۔ پہلے کشن چلتے ہیں اور پھر کسی ریل ٹورٹ میں ڈال کر گریں گے۔ اس کے بعد جہاں عظیم

چاہے بی بی جاں کے۔
 پیانے گاڑی ڈرامو کرتے ہوئے پروگرام طے کیا تھا۔
 ”یہاں! آپ جہاں مرضی لے جائیں۔“ اس نے پھر ان کی مرضی پر بات چھوڑ دی تھی۔
 ”یہاں! ایسا کرتے ہیں کہ ڈنر کے بعد آپ کو اپنا گھر دکھانے چلیں گے۔ آپ ہمارا گھر دیکھ کر حیران ہو جائیں گے۔“

”آپ کا بندہ روم؟“ وہ اس کی بات پر حیران ہوا تھا۔ ”مگر آپ تو ہمارے ساتھ نہیں رہتیں۔“ اس نے علیزہ سے کہا تھا۔
 ”اس گھر میں تو بس اتنے ہی بندے روم ہیں۔“ علیزہ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ ”بس اتنے ہی بندے روم ہیں؟“ اس نے کچھ بے یقینی سے کہا تھا۔

”ہاں بس اتنے ہی بندے روم ہیں۔ آپ کو ہمارا گھر اچھا لگا؟“ اس نے بات کرتے کرتے علیزہ سے پوچھا۔
 ”ہاں۔“ اس نے ہونٹ پیچتے ہوئے کہا تھا۔
 وہ ان دونوں کے ساتھ ایک بار پھر نیچے لاؤنج میں آگئی تھی۔
 ”یہاں! آپ کو چھوڑ رہی تھیں۔ میرا بندہ روم کہاں ہے؟“ حسن نے نیچے آتے ہی بیبا کو اطلاع دی تھی۔
 علیزہ کی نظریں ٹھنڈے مٹی تھیں۔ وہ بڑی مہارت سے نظر چھپا رہی تھی۔
 ”کیسٹ روم ہے۔“ علیزہ نے جواب دیا۔ ”وہاں رہ سکتی ہو۔“ سکندر نے کمال فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا تھا۔

”میرا خیال ہے“ اب چلنا چاہیے۔“ وہ کہہ کر غزالہ کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ وہ بھی حسن اور احسن کے ساتھ دروازے کی طرف جانے لگی تھی۔
 ”تمہارا کالج کب کھلے گا؟“ سڑک پر گاڑی دوڑاتے ہوئے سکندر نے اس سے پوچھا تھا۔
 ”اس سیشن ڈے کو۔“ اس نے باہر سڑک کو کھورتے ہوئے کہا تھا۔
 ”ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ جمعرات کو تمہاری سیٹ بک کروا دینی چاہیے کیونکہ جمعہ کو جم ریسٹ کر سکوگی واپس جا کر اور پھر سب سے تم کو کالج ڈوائن کرنا ہو گا۔“

”جی چاہا۔ ان کی سیٹ بک کرنا ہوگی۔“ وہ چپ چاپ ان کی سیٹ بک کرنا ہوگئی تھی۔
 ”تو یہاں! ہم مری کب جائیں گے؟“ اس نے تو کہا تھا کہ ہم بدھ کو اسلام آباد چلے جائیں گے۔“ حسن نے سکندر کو یاد دلانی کروائی تھی۔
 ”ہاں مینا! وہ پروگرام پہلے تھا۔ اب تمہاری آپلی آئی ہوئی ہیں تو ظاہر ہے انہیں اکیلے چھوڑ کر تو نہیں جاسکتے۔“ سکندر نے انہیں سے کہا تھا۔

”تو ہم علیزہ آپلی کو بھی ساتھ ہی مری لے جاتے ہیں پھر کوئی پر اہم نہیں ہو گا۔“ حسن نے ایک سینکڑ میں مل پیش کر دیا تھا۔
 ”نہیں! تمہاری آپلی کی چھٹیاں ختم ہو رہی ہیں۔ انہیں کالج جانا ہے اور ہمیں تو مری میں کچھ دن لگ جائیں گے۔“ غزالہ نے فوراً اپنے بیٹے کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا۔
 ”ایسا کرتے ہیں سکندر کہ آپ ہم لوگوں کو اسلام آباد بھیجو اور پھر آپ بعد میں آجائیں۔“

”ہاں یہ ہو سکتا ہے۔“ ٹھیک ہے میں تم لوگوں کی بھی سبٹس بک کروا دیتا ہوں۔“ سکندر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا۔
 ”یہاں! آپ جمعرات کے بجائے میری کل کی سیٹ بک کروا دیں۔“ اس نے مدھم آواز میں سکندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

”اور یہ سائنس والا کمرہ کیسٹ روم ہے۔“ وہ اب اسے ایک اور کمرہ دکھا رہا تھا۔
 ”اب آئیں اور چلتے ہیں میں آپ کو اپنا بندہ روم دکھاتا ہوں۔“ وہ ایک دم پر جوش نظر آنے لگا تھا۔
 ”اور میرا بندہ روم نہیں دکھاؤ گے؟“ حسن منمنایا تھا۔
 ”ہاں تمہارا بھی دکھاؤں گا۔“ اس نے علیزہ کے ہمراہ بیڑیاں چڑھتے ہوئے حسن کو پرکارا تھا۔

اوپر آنے کے بعد احسن نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تھا۔ ”اور یہ اس گھر کا سب سے خوب صورت بندہ روم ہے۔“ میرا بندہ روم۔“
 علیزہ سرسری طور پر کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے صرف بے دلی سے مسکرائی تھی۔

”اور یہ میرا بندہ روم ہے۔“ حسن اتنی دیر میں ایک اور کمرے کا دروازہ کھول چکا تھا۔ وہ اس کے کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔
 ”بس اب بیٹے چلتے ہیں۔“ حسن نے اس کے پیچھے آکر کہا تھا۔ اسے ایک ہنسا لگا تھا۔
 ”احسن! میرا بندہ روم کہاں ہے؟“ اس نے احسن کے کمرے سے نکلے ہوئے کچھ اشتیاق سے احسن سے پوچھا تھا۔

”آپ کا بندہ روم؟“ وہ اس کی بات پر حیران ہوا تھا۔ ”مگر آپ تو ہمارے ساتھ نہیں رہتیں۔“ اس نے علیزہ سے کہا تھا۔
 ”اس گھر میں تو بس اتنے ہی بندے روم ہیں۔“ علیزہ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ ”بس اتنے ہی بندے روم ہیں؟“ اس نے کچھ بے یقینی سے کہا تھا۔

”ہاں بس اتنے ہی بندے روم ہیں۔ آپ کو ہمارا گھر اچھا لگا؟“ اس نے بات کرتے کرتے علیزہ سے پوچھا۔
 ”ہاں۔“ اس نے ہونٹ پیچتے ہوئے کہا تھا۔
 وہ ان دونوں کے ساتھ ایک بار پھر نیچے لاؤنج میں آگئی تھی۔
 ”یہاں! آپ کو چھوڑ رہی تھیں۔ میرا بندہ روم کہاں ہے؟“ حسن نے نیچے آتے ہی بیبا کو اطلاع دی تھی۔
 علیزہ کی نظریں ٹھنڈے مٹی تھیں۔ وہ بڑی مہارت سے نظر چھپا رہی تھی۔
 ”کیسٹ روم ہے۔“ علیزہ نے جواب دیا۔ ”وہاں رہ سکتی ہو۔“ سکندر نے کمال فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا تھا۔

”میرا خیال ہے“ اب چلنا چاہیے۔“ وہ کہہ کر غزالہ کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ وہ بھی حسن اور احسن کے ساتھ دروازے کی طرف جانے لگی تھی۔
 ”تمہارا کالج کب کھلے گا؟“ سڑک پر گاڑی دوڑاتے ہوئے سکندر نے اس سے پوچھا تھا۔
 ”اس سیشن ڈے کو۔“ اس نے باہر سڑک کو کھورتے ہوئے کہا تھا۔
 ”ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ جمعرات کو تمہاری سیٹ بک کروا دینی چاہیے کیونکہ جمعہ کو جم ریسٹ کر سکوگی واپس جا کر اور پھر سب سے تم کو کالج ڈوائن کرنا ہو گا۔“

”جی چاہا۔ ان کی سیٹ بک کرنا ہوگی۔“ وہ چپ چاپ ان کی سیٹ بک کرنا ہوگئی تھی۔
 ”تو یہاں! ہم مری کب جائیں گے؟“ اس نے تو کہا تھا کہ ہم بدھ کو اسلام آباد چلے جائیں گے۔“ حسن نے سکندر کو یاد دلانی کروائی تھی۔
 ”ہاں مینا! وہ پروگرام پہلے تھا۔ اب تمہاری آپلی آئی ہوئی ہیں تو ظاہر ہے انہیں اکیلے چھوڑ کر تو نہیں جاسکتے۔“ سکندر نے انہیں سے کہا تھا۔

”تو ہم علیزہ آپلی کو بھی ساتھ ہی مری لے جاتے ہیں پھر کوئی پر اہم نہیں ہو گا۔“ حسن نے ایک سینکڑ میں مل پیش کر دیا تھا۔
 ”نہیں! تمہاری آپلی کی چھٹیاں ختم ہو رہی ہیں۔ انہیں کالج جانا ہے اور ہمیں تو مری میں کچھ دن لگ جائیں گے۔“ غزالہ نے فوراً اپنے بیٹے کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا۔
 ”ایسا کرتے ہیں سکندر کہ آپ ہم لوگوں کو اسلام آباد بھیجو اور پھر آپ بعد میں آجائیں۔“

”ہاں یہ ہو سکتا ہے۔“ ٹھیک ہے میں تم لوگوں کی بھی سبٹس بک کروا دیتا ہوں۔“ سکندر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا۔
 ”یہاں! آپ جمعرات کے بجائے میری کل کی سیٹ بک کروا دیں۔“ اس نے مدھم آواز میں سکندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

”اور یہ سائنس والا کمرہ کیسٹ روم ہے۔“ وہ اب اسے ایک اور کمرہ دکھا رہا تھا۔
 ”اب آئیں اور چلتے ہیں میں آپ کو اپنا بندہ روم دکھاتا ہوں۔“ وہ ایک دم پر جوش نظر آنے لگا تھا۔
 ”اور میرا بندہ روم نہیں دکھاؤ گے؟“ حسن منمنایا تھا۔
 ”ہاں تمہارا بھی دکھاؤں گا۔“ اس نے علیزہ کے ہمراہ بیڑیاں چڑھتے ہوئے حسن کو پرکارا تھا۔

اوپر آنے کے بعد احسن نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تھا۔ ”اور یہ اس گھر کا سب سے خوب صورت بندہ روم ہے۔“ میرا بندہ روم۔“
 علیزہ سرسری طور پر کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے صرف بے دلی سے مسکرائی تھی۔

کیوں کل کی سیٹ کیوں؟" اسکندر نے جواباً پوچھا تھا۔
 "ایسا میں دیکھ رہی تھی کہ وہاں پر پوری چھٹیاں میں کچھ نہیں کر سکی۔ اب دو تین دن میں
 کتبوں کو پرستے کی کوشش کروں گی۔"
 "نہیں علیحدہ اقامت ہی تو آئی ہو، اتنی جلدی جلی جاو گی؟" غزالہ نے بہت پیار بھرے انداز میں اس سے
 کہا تھا۔

"نانو اور نانا بھی مجھے بہت سے مہینے ہوں گے۔ اس بار چھٹوں میں ان کے ساتھ بھی زیادہ ٹائم نہیں گزار
 سکی۔" اس نے ایک اور وجہ دی تھی۔
 "تھک گئے ہو تو میری صاحبہ جتنی ہو تو ان کے لیے ہیں۔"
 اس کے پاس کہتے نانا، انہوں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس نے آٹھ گھنٹہ میں اترے والی نمی
 کو ہونٹ سے صحت کر رہا تھا۔

"پھر کل شام کی سیٹ تک کروا دیتا ہوں۔"
 اگلی شام میری رات کے لیے روانہ ہوتے ہوئے اس کے پاس ایک ایک اے تھا تھا تھا۔ "اس میں تمہارے
 لیے کچھ چیزیں ہیں۔ میں نے اور تمہاری آغوش میں خریدی تھیں۔"
 اس نے بچہ دل سے بیک تمام کیا تھا۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ ان سے کہے۔ "مجھے صرف چیزوں کی ضرورت نہیں
 ہے۔" اور پھر پتہ ہی مجھے فون کر دیتا۔ "اس نے زیادہ لوگ ساتھ لے کر آکر ہونے کی طرح اسے گلے
 سے لگا کر دیا تھا۔

"نیکہ گریہ۔" انہوں نے اس سے ملکہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔ وہ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔
 ایرپورٹ پر پہنچ کر اس نے نانو کو فون کیا تھا اور اپنے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے ڈرائیور کو جینے کے لیے کہا
 تھا۔ نانو کے کسی سوال سے بچنے کے لیے اس نے جلدی سے فون بند کر دیا تھا۔

* * *

"جہاں تو ابھی بہت دن وہاں رہنا تھا پھر دو روز بعد ہی آگئیں؟"
 نانو نے اس کا استقبال کرتے ہی پسوال کیا تھا۔ وہ کچھ حیران ہوئی۔ نانو نے ہمیشہ کی طرح کہتے ہی اسے گلے
 نہیں لگایا تھا۔

"نانا! میں میرا دل نہیں لگا رہا، پایا تو بہت اصرار کر رہا ہے۔ مجھے کہ میں ابھی واپس نہ جاؤں۔ وہ تو مجھے پچھ دن
 کے لیے مری لے جانا چاہ رہے تھے۔ مریں وہاں پر ہوئی۔"
 اس نے جال میں ایک بار پھر گریں لگائی شہدائے گریں تھیں۔

"اگر تمہارے پایا اتنا اصرار کر رہے تھے تو تمہیں وہاں رک جانا چاہیے تھا۔ اس طرح اتنا نہیں چاہیے تھا۔"
 اسے نانو کا دل بہت عجیب سا لگا تھا۔

"نانو! میں جانا چاہتی ہوں۔ تھک گئی ہوں۔ میرے مریں بھی درد ہو رہا ہے۔" اس نے ایک دم بٹانا بنایا تھا۔
 وہ ان کے اور سوالوں کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ کم از کم اس وقت تو نہیں۔

"نیکہ ہے سو جاؤ۔" نانو ایک دم اٹھ کر تلی گئی تھیں۔ وہ کچھ اور الجھ گئی تھی۔ نانو نے اس سے کہنے کا پوچھا
 تھا۔ نہ ہی نانا سے ملنے کے لیے کہا تھا بلکہ صرف ایک جملہ کہہ کر اٹھ گئی تھیں۔

وہ اٹھتے ہوئے ذہن کے ساتھ اپنے پیڑروم میں آئی تھی۔ کپڑے بدلنے کے بعد وہ بیڈ پر اتر گئی تھی۔ اس
 وقت وہ واقعی سونا چاہتی تھی۔

* * *

اگلے دن صبح جس وقت وہ کچن میں آئی تھی اس وقت وہ سو رہے تھے۔ نانو اس وقت خانہ سالن کو کچھ ہدایات
 دے رہی تھیں۔

"السلام علیکم نانو۔" اس نے کچن میں داخل ہوئے ہی انہیں مخاطب کیا تھا۔
 "السلام علیکم السلام۔" انہوں نے اسے دیکھے بغیر اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

"نانو! تمہاں میں نانو! رات کو تو میں ان سے مل ہی نہیں سکی۔" اس نے پوچھا تھا۔ "اگلی صبح سے باہر گئے ہوئے
 ہیں؟"

"جہاں نہیں۔" اس نے ان کی آواز کا ایک بار پھر بہت ترش محسوس ہوئی تھی۔
 "نانو! مجھے بریک فاسٹ کرنا ہے۔" اس نے کہا تھا۔

"میں صبر سے گھر دیتی ہوں وہ تیار کر دیتا ہے۔"
 انہوں نے خانہ سالن کا نام لیتے ہوئے کہا تھا۔ وہ کچن میں پڑی ہوئی ڈانٹنگ نیل کی کرسی سمجھ کر بیٹھ گئی۔

"تیار کر دو ڈانٹنگ روم میں بیٹھو۔"
 نانو نے اچانک پھر آواز میں اسے جھڑکتے ہوئے کہا تھا۔ اس کے لیے ان کا یہ رد عمل غیر متوقع تھا۔ پتہ لگوس
 تک وہ نہ سمجھنے والے انداز میں ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"تم نے نانا سے میں نے کیا کہا ہے؟"
 اس بار ان کی آواز پتہ سے بھی زیادہ گرج رہی تھی۔ علیحدہ کچن میں وہ چپ چاپ کھانے سے نکل کر
 ڈانٹنگ روم میں آئی تھی۔ نانو کی ڈانٹ اس کے لیے کوئی نئی چیز نہیں تھی مگر اسے ڈانٹ ڈانڈواؤں کی تھی۔

خانہ سالن نے ڈانٹنگ نیل پر اس کے لیے ناشتا کا شام شروع کر دیا تھا۔ اس کی بسوک انہیں تھی۔ پتہ لگوس
 کے ساتھ خانہ سالن کو ناشتا لگاتے ہوئے دیکھتی رہی پھر گڈی ہو گئی۔

"مریہ! یاد! مجھے ناشتا نہیں کرنا۔"
 "کیا یہ علیحدہ جلی! کیا ہوا؟" خانہ سالن نے کچھ حیران ہو کر پوچھا تھا۔

"میں مجھے بسوک نہیں ہے۔"
 "بی بی! اب ناشتا کر لیں۔ آج کل بڑی بیگم صاحبہ بہت فخر میں ہیں۔ آپ اس طرح اٹھ کر کھلی جائیں گی تو وہ
 آپ سے بھی بہت ناراض ہوں گی۔" خانہ سالن نے دلی ہوئی آواز میں اس سے کہا تھا۔

"نانو! کوئی ہوا ہے؟" اس نے خانہ سالن سے پوچھا تھا۔
 "جہاں تو نہیں لیکن یہ ہے میرا صاحبہ۔"

اس کی بات اور عورتی رہ گئی تھی۔ نانو آتی وقت ڈانٹنگ روم میں داخل ہوئی تھیں۔ خانہ سالن جلدی سے
 ڈانٹنگ سے نکل گیا تھا۔

"مرنے ضرور میرے بارے میں کوئی نہ کوئی بات کی ہوگی۔" ایک دم طیش آ گیا تھا۔ "وہ نانو اور نانا کو بھی بچھ
 سے چھین لینا چاہتا ہے اور مجھ سے وہ سنی کے دعوے کرتا ہے۔"

"ناشتا کیوں نہیں کر رہیں؟" نانو نے اندر داخل ہوتے ہی اسے کھڑے دیکھ کر کہا تھا۔ ایک بار پھر ان کا لہجہ
 بہت گہرا تھا تھا۔

"نانو! آپ مجھ سے ناراض ہیں؟" اس نے بالآخر ان سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
 "میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ میں ہر ایک سے ناراض ہوں پھر تو۔" تم بیٹھ کر ناشتا کرو۔" ان کے
 جملے نے اسے اور ہرٹ کیا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا۔"
 "نیکہ ہے، نہیں کھانا تو مت کھاؤ۔ میں اب تمہاری فحش تو نہیں کر سکتی۔ مریہ! مریہ! ڈانٹنگ نیل پر سے

نہیں تھا۔
 انہوں نے بلند آواز میں خاتونوں کو بلایا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھتی رہی تھیں۔ "کانو نے بھی میرے ساتھ آئے۔ نہیں کیا پھر اب اپنی کون سی بات ہوگی کہ میری سہیلی کی غیر حاضری تھا ایسا کیا ہو گیا۔ کہ وہ میرے ساتھ اس طرح کوٹنے لگی ہیں۔" وہ مارت لکڑی سے جھگڑ رہی تھی۔
 "تم سے مجھے کچھ باتیں کہنی ہیں۔ صبر سے بیٹروم میں آجاؤ۔" کانو نے مزید کہا اس کے بعد ایک باہر جرات سے طلب کرتے ہوئے کہا تھا۔

وہ بھی معمول کی طرح اندر کے پیچھے اپنی ڈانٹک روٹ سے نکل گئی تھی۔ کانو کے پیچھے ان کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس قانون حاصل یہ انداز لگانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ ان کی نگاہیں کسی کی نہ کہاں ملتی تھیں اور کیا اب اپنے بندہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں یا نہ؟

وہ نہیں تھیں۔ وہ اس بات پر غور نہیں کرتی تھی کہ اس نے کہا تھا کہ اس کے ہاں کمرہ کال کیا تھا۔
 "بولو شملہ! میں علیحدہ ہوں۔" اس نے رابطہ قائم ہوتا ہی کہا تھا۔
 "ہاں علیحدہ! تم ابھی خواب دیکھ رہی ہو؟" خجیہ کیوں نہیں آتیں؟
 "نہیں! آج میں یاد دہشتی نہیں آئی۔"

"کیوں بھی کیا ہوا؟" علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس دیر سے جاگتی ہوں اور دیر سے جاگتی ہوں۔" کانو نے کہا تھا۔
 "اے! یہ سچ ہے؟"

"نہیں! یاد دہشتی کہاں رہی ہوں۔" نہیں بلایا تھا تھا۔ اس نے کہا تھا۔
 "اچھا! کیا ہے وہ؟"
 "ہاں بہت لٹ گیا تھا۔"
 "کیا حال ہے اس کا؟"

"آج بھی تو میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں تو انتظار کرتے کرتے سو گئی۔ وہ میرے سونے کے بعد ہی آیا اور ابھی میں جاگتی ہوں تو وہ سو رہا ہے۔" کانو نے کہا تھا۔
 "لے کل کیا تھا؟" کانو نے کہا تھا۔
 "کل تو بیوروٹی تو کوئی تھا؟" اس نے کہا تھا۔
 "ہاں! کل تو ضرور نہیں کی۔ اس کے بعد اس کا۔"

"خدا حافظ۔" شملہ نے دو سواری طرف سے مداخلت کر دیا تھا۔ شملہ کو فون کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی اور اس نے وہ دن پہلے ملنے والی ایک اساتذہ سے بہ کلام کا شروع کر دیا تھا۔
 "جانب میں آیا تھا۔" کسی نے کسی طرح بارہ بجے تک وہاں اساتذہ کو لکھتی رہی تھی اور پھر ایک بار پھر پلن میں آگئی۔

ناہ خانی کہاں کے لیے بنایا جانے والا سالہا چھک کر رہی تھیں۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "خوش و غموں کے ساتھ چلن میں کام کرتے دیکھا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی باہر لان میں آگئی تھی۔ کچھ پھول اور شاخیں کٹنے کے بعد وہ ڈانٹک۔ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں اور وہاں اس نے انہیں ڈانٹک پھول پر سے ہونے والی دان میں ارجح کرنا شروع کر دیا تھا۔
 "وہ تھیں! کچھ پھول کھینچ رہی تھیں اور شملہ سے فالتو پھول اور شاخیں انہیں کر رہی تھیں۔ جب اس نے ڈانٹک دم بند سیٹیں دیکھیں تو اس نے کہا تھا۔

وہ کمرہ سیکر تو تم انہی میں انٹرکٹ تھیں۔ ایک دم وہ شیاوی تھیں۔ "وہ بہت سنجیدگی سے چہرہ رہا تھا۔
 "نہیں! ایک این جی او کے ساتھ کام کرنا چاہتی ہوں۔" وہ شیاوی تھیں۔
 "اس نے وہی آواز میں وضاحت کی تھی۔

"میرا علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "ڈانٹک کھیل کے دو سواری طرف سے ایک کرسی کی بیٹھ کر وہ اپنا کوٹ لٹا رہا تھا۔ وہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "اب کھیل کرنا چاہتا ہوں اور میں کچھ سیکر رہا تھا۔ کمرے کے چاروں طرف اس میں کچھ تبدیلیاں کر رہی تھیں۔ اس کا ڈانٹک کھیل بدل گیا تھا۔
 "میں سروٹس والے مخصوص بیٹھنے والے سو رہا تھا۔
 "وہ انٹرنیٹ کے ساتھ کھیل کھانی لگائے۔ وہ بہت فائرل کیٹ اب میں تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "کانو کی بات کو بھیجیں کہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنا کھیل تبدیل کر رہا تھا۔
 "نہیں! یہ تم؟" وہ کانو کے پار بھراس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں لکھتا ہوں۔" اس کے پیچھے "علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا۔
 "وہ اپنا ایک ہار کھینچ کر لیا تھا۔

"Perfectly alright" (بالکل ٹھیک) کہہ کر وہ کہاں گئی؟
 "اس نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہی پوچھا تھا۔
 "وہ دن میں اس سے۔"
 "وہ کچھ سے بغیر کھیل کی طرف چلا گیا تھا۔
 "اب اس کے ساتھ کھیل کی بات کر لی تھی؟" علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں سے اس کی آواز تو میری تھی۔ وہ شام میں اور پھر اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔
 "وہ وہاں ڈانٹک روٹ میں آگئی تھی۔ ڈانٹک کھیل پر وہ شام میں پھر وہاں آئے۔
 "اس کی طرف متوجہ نہیں۔ وہ اس کے پیچھے رہی تھی۔
 "وہ ان کے ساتھ کھیل کھانی لگائے۔ وہ بہت فائرل کیٹ اب میں تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "کانو کی بات کو بھیجیں کہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنا کھیل تبدیل کر رہا تھا۔
 "نہیں! یہ تم؟" وہ کانو کے پار بھراس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں لکھتا ہوں۔" اس کے پیچھے "علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا۔
 "وہ اپنا ایک ہار کھینچ کر لیا تھا۔

"Perfectly alright" (بالکل ٹھیک) کہہ کر وہ کہاں گئی؟
 "اس نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہی پوچھا تھا۔
 "وہ دن میں اس سے۔"
 "وہ کچھ سے بغیر کھیل کی طرف چلا گیا تھا۔
 "اب اس کے ساتھ کھیل کی بات کر لی تھی؟" علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں سے اس کی آواز تو میری تھی۔ وہ شام میں اور پھر اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔
 "وہ وہاں ڈانٹک روٹ میں آگئی تھی۔ ڈانٹک کھیل پر وہ شام میں پھر وہاں آئے۔
 "اس کی طرف متوجہ نہیں۔ وہ اس کے پیچھے رہی تھی۔
 "وہ ان کے ساتھ کھیل کھانی لگائے۔ وہ بہت فائرل کیٹ اب میں تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "کانو کی بات کو بھیجیں کہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنا کھیل تبدیل کر رہا تھا۔
 "نہیں! یہ تم؟" وہ کانو کے پار بھراس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں لکھتا ہوں۔" اس کے پیچھے "علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا۔
 "وہ اپنا ایک ہار کھینچ کر لیا تھا۔

"Perfectly alright" (بالکل ٹھیک) کہہ کر وہ کہاں گئی؟
 "اس نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہی پوچھا تھا۔
 "وہ دن میں اس سے۔"
 "وہ کچھ سے بغیر کھیل کی طرف چلا گیا تھا۔
 "اب اس کے ساتھ کھیل کی بات کر لی تھی؟" علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں سے اس کی آواز تو میری تھی۔ وہ شام میں اور پھر اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔
 "وہ وہاں ڈانٹک روٹ میں آگئی تھی۔ ڈانٹک کھیل پر وہ شام میں پھر وہاں آئے۔
 "اس کی طرف متوجہ نہیں۔ وہ اس کے پیچھے رہی تھی۔
 "وہ ان کے ساتھ کھیل کھانی لگائے۔ وہ بہت فائرل کیٹ اب میں تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "کانو کی بات کو بھیجیں کہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنا کھیل تبدیل کر رہا تھا۔
 "نہیں! یہ تم؟" وہ کانو کے پار بھراس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں لکھتا ہوں۔" اس کے پیچھے "علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا۔
 "وہ اپنا ایک ہار کھینچ کر لیا تھا۔

"Perfectly alright" (بالکل ٹھیک) کہہ کر وہ کہاں گئی؟
 "اس نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہی پوچھا تھا۔
 "وہ دن میں اس سے۔"
 "وہ کچھ سے بغیر کھیل کی طرف چلا گیا تھا۔
 "اب اس کے ساتھ کھیل کی بات کر لی تھی؟" علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں سے اس کی آواز تو میری تھی۔ وہ شام میں اور پھر اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔
 "وہ وہاں ڈانٹک روٹ میں آگئی تھی۔ ڈانٹک کھیل پر وہ شام میں پھر وہاں آئے۔
 "اس کی طرف متوجہ نہیں۔ وہ اس کے پیچھے رہی تھی۔
 "وہ ان کے ساتھ کھیل کھانی لگائے۔ وہ بہت فائرل کیٹ اب میں تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "کانو کی بات کو بھیجیں کہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنا کھیل تبدیل کر رہا تھا۔
 "نہیں! یہ تم؟" وہ کانو کے پار بھراس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں لکھتا ہوں۔" اس کے پیچھے "علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا۔
 "وہ اپنا ایک ہار کھینچ کر لیا تھا۔

"Perfectly alright" (بالکل ٹھیک) کہہ کر وہ کہاں گئی؟
 "اس نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہی پوچھا تھا۔
 "وہ دن میں اس سے۔"
 "وہ کچھ سے بغیر کھیل کی طرف چلا گیا تھا۔
 "اب اس کے ساتھ کھیل کی بات کر لی تھی؟" علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں سے اس کی آواز تو میری تھی۔ وہ شام میں اور پھر اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔
 "وہ وہاں ڈانٹک روٹ میں آگئی تھی۔ ڈانٹک کھیل پر وہ شام میں پھر وہاں آئے۔
 "اس کی طرف متوجہ نہیں۔ وہ اس کے پیچھے رہی تھی۔
 "وہ ان کے ساتھ کھیل کھانی لگائے۔ وہ بہت فائرل کیٹ اب میں تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "کانو کی بات کو بھیجیں کہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنا کھیل تبدیل کر رہا تھا۔
 "نہیں! یہ تم؟" وہ کانو کے پار بھراس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں لکھتا ہوں۔" اس کے پیچھے "علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا۔
 "وہ اپنا ایک ہار کھینچ کر لیا تھا۔

"Perfectly alright" (بالکل ٹھیک) کہہ کر وہ کہاں گئی؟
 "اس نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہی پوچھا تھا۔
 "وہ دن میں اس سے۔"
 "وہ کچھ سے بغیر کھیل کی طرف چلا گیا تھا۔
 "اب اس کے ساتھ کھیل کی بات کر لی تھی؟" علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں سے اس کی آواز تو میری تھی۔ وہ شام میں اور پھر اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔
 "وہ وہاں ڈانٹک روٹ میں آگئی تھی۔ ڈانٹک کھیل پر وہ شام میں پھر وہاں آئے۔
 "اس کی طرف متوجہ نہیں۔ وہ اس کے پیچھے رہی تھی۔
 "وہ ان کے ساتھ کھیل کھانی لگائے۔ وہ بہت فائرل کیٹ اب میں تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "کانو کی بات کو بھیجیں کہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنا کھیل تبدیل کر رہا تھا۔
 "نہیں! یہ تم؟" وہ کانو کے پار بھراس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں لکھتا ہوں۔" اس کے پیچھے "علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا۔
 "وہ اپنا ایک ہار کھینچ کر لیا تھا۔

"Perfectly alright" (بالکل ٹھیک) کہہ کر وہ کہاں گئی؟
 "اس نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہی پوچھا تھا۔
 "وہ دن میں اس سے۔"
 "وہ کچھ سے بغیر کھیل کی طرف چلا گیا تھا۔
 "اب اس کے ساتھ کھیل کی بات کر لی تھی؟" علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں سے اس کی آواز تو میری تھی۔ وہ شام میں اور پھر اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔
 "وہ وہاں ڈانٹک روٹ میں آگئی تھی۔ ڈانٹک کھیل پر وہ شام میں پھر وہاں آئے۔
 "اس کی طرف متوجہ نہیں۔ وہ اس کے پیچھے رہی تھی۔
 "وہ ان کے ساتھ کھیل کھانی لگائے۔ وہ بہت فائرل کیٹ اب میں تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "کانو کی بات کو بھیجیں کہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنا کھیل تبدیل کر رہا تھا۔
 "نہیں! یہ تم؟" وہ کانو کے پار بھراس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں لکھتا ہوں۔" اس کے پیچھے "علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا۔
 "وہ اپنا ایک ہار کھینچ کر لیا تھا۔

"Perfectly alright" (بالکل ٹھیک) کہہ کر وہ کہاں گئی؟
 "اس نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہی پوچھا تھا۔
 "وہ دن میں اس سے۔"
 "وہ کچھ سے بغیر کھیل کی طرف چلا گیا تھا۔
 "اب اس کے ساتھ کھیل کی بات کر لی تھی؟" علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں سے اس کی آواز تو میری تھی۔ وہ شام میں اور پھر اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔
 "وہ وہاں ڈانٹک روٹ میں آگئی تھی۔ ڈانٹک کھیل پر وہ شام میں پھر وہاں آئے۔
 "اس کی طرف متوجہ نہیں۔ وہ اس کے پیچھے رہی تھی۔
 "وہ ان کے ساتھ کھیل کھانی لگائے۔ وہ بہت فائرل کیٹ اب میں تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "کانو کی بات کو بھیجیں کہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنا کھیل تبدیل کر رہا تھا۔
 "نہیں! یہ تم؟" وہ کانو کے پار بھراس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔
 "میں لکھتا ہوں۔" اس کے پیچھے "علیحدہ دم بند سیٹیں دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا۔
 "وہ اپنا ایک ہار کھینچ کر لیا تھا۔

۱۱) منجھ کے محل پر اب کھانا لگا یا جا رہا تھا۔

”اوپر یعنی میں علیحدہ وگھڑے ودفعلی ورک میں انٹرنیٹ میں اس کی اوپر کے ساتھ کام کرنا چاہتی ہیں۔ نیکیات والے کام پر جو میسر میں تصور میں لگائے گئے لیے حوصلہ ورک کے مختلف مقاصد کے لیے نکتہ خریدے بغیر Charity walks میں شرکت، غریب لڑکیوں کے جینز کے لیے ہزاروں روپیہ روٹہ فروغ کرنا، اداوں سے دس دس روپے کے ٹکٹس کے ذریعہ فضا الیحا کرنا۔ ان مختلف ذورا ایک چیز ہے، وہ ہے نکتہ خرید، چاہے خرید یا نہ۔ مختلف مقاصد کے لیے نکتہ ڈاکٹس کرنے کے لیے علی علیحدہ اور حدیث کیلانی کے ساتھ گھس گھس کرنا اور وہاں اپنی پوری فیملی کے ساتھ نکتہ کے بغیر سوہو سوہو۔ تو آپ بھی دیکھ اس قسم کے حوصلہ ورک میں انوالو ہونا چاہیے۔ رہی ہیں“

وہ ایک گلاس میں پانی ڈال رہا تھا۔ علیہ و آلہ و سلم بول نہیں سکی۔ اسے عمر بڑھانے کے لیے تجربے کی توقع نہیں تھی۔

”عمر ایسی باتیں تو کہی نہیں کرتا تھا اور مجھ سے۔ مجھ سے تو کہی بھی نہیں۔“ وہ ایک شاک کے عالم میں سوچ رہی تھی۔ وہ اس بات پر یقین رہا تھا۔

”علیہ وہ تو اس قسم کے کام نہیں کر سکتی۔ تمہارا انہیں فارن سروس چھوڑنے کی کیا سوچا بھی ہے؟“

مگر نے پانی پی کر کھاس سنبھل رہا تھا۔ ایک بار بچہ روزہ علیحدگی کی طرف متوجہ تھا۔
 "اؤں! کبھی تو اور اپنی جگہ اواز کے بارے میں سوچ رہی ہو؟" سہمی نظروں سے گزرتی رہی ہیں۔ یہ سب وہ
 فیس اور ریاست دانوں کی نیکیاں کے اٹھ کھڑے اور وقت گزار رہی ہوتی ہے۔ علیحدگی کا نام تو کسی روز کوٹ اور
 ست دان کی پانی پینے سے چار برس پہلے تم اسی آگے بڑھ رہی تھیں۔ یہاں اسٹریٹ پر جہاں وہ رہا۔
 اس بار اس کا سچا پہلے سے نرم تر اغاظ دیتے ہی کیلئے تھے۔ وہ ٹیلیفون جھیکا نے بغیر اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔
 یہ کالو کے ساتھ بات کر رہا تھا۔

میں اسلام آباد چار ہوا لیا۔ وہاں سے شاہ کلہوڑا لپسی ہو۔

یہی اسلام آباد میں کوئی سی مہسوفہ تیار کی ہے۔“

اسلام آباد بھی کافی پتھر لگانے میں لگے۔ فائین آفس میں پتھر کا کام بنانے میں پتھر کا ٹھکانہ بھی ایک

اس نے تم سے پوچھا تھا کہ فاران سزوی کیوں مجھے لڑی تھیں؟^{۱۱} ”نانا کو اس کا قصہ سنا تو آیا تھا۔

اس میز پر ان کے پاس تھے۔ "اس کے ملاپ کے لیے میں نے کہا تھا۔"

اس میں ہمیں جانا ہے۔" ظالم نے اس سے کہا: "نہاں۔"

میں نے کہا کہ اس میں اتنی سزا کی ہے۔ "علیٰ نے اس کے بعد پھر سے کہا کہ وہ کئی تھی۔ اس نے عمر

مردم سے کہیں میں کام نہ کرے گا لیاں بڑی ہیں اور کام کر کے زیادہ لیاں۔

اے جھڑکتے ہوئے گناہ!

ایا بات سب وہ جاب بھرنی کرتے ہیں۔ وہ تو پیش کرتے ہیں۔ میں تو جاب کرنے والوں کی بات کر رہا ہوں کے لئے میں طنز تھا۔

52

خانہ کے اس غور سے نہ کھتا تھا۔ وہ کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ ”تمہارے اور جہانگیر کے درمیان اب کس بات پر جھگڑا ہوا ہے؟“

انہوں نے قہر سے کہی تو اڑ میں اچھا تھا۔

عمر کھانا کھانے میں مشغول رہا تھا۔

میں نے تم سے پہلے پڑھنا شروع کیا تھا۔

”میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ رہوں۔“

”میں بھی ہے“ اس نے کہا اور پھر رہا وہ ایک۔

”میں نے بتائی۔ میں نے
الکھڑے تھے، یہاں تک کہ

”آپ نے تمہاری ہر طور پر بھی خود بخالی کی۔“ ”میں نے فخریہ انداز میں کہا تھا۔“ اور جب تک میری زبان

اس کا مطلب ہے مجھے اپنے انکار مانتا ہو رہا ہے۔ ورنہ یہاں سے جاتے ہوئے میں کسی

”تم نے مجھے بتایا کہ تم سارے اور جماعتیہ کے درمیان کس بات پر جھگڑا ہوا ہے؟“ ان کو اپنا سوال نہیں جوابی

خلیجوں سے ایک بار پھر اس کے حیرت انگیز برتاؤ دکھایا تھا۔

مقام نے خود فوج رکھا تھا کہ قہار راہِ جفا کے ساتھ بھڑا ہو گات اور اب قہار کے مرید آ کر آج بھڑا ہو رہے ہیں۔

"میرے دل میں آگے اور مٹات، بھلائے کوئی نہ ہو۔ میری عمر گزرتا ہے جیسا کہ ہر انسان کی عمر گزرتا ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ وہ جس طرح میری باتیں سن رہی تھیں، وہی اُن کی اُن کے لیے تھی۔

ایسا ہوا ہے۔

خارجی طور سے نموداروں کے درمیان تقابلیہ کرانے کی کوشش

”تم ان کریں! اب کھانچا اب کھواتے کی کوشش کریں گی اور آپ کو اس

”کیوں انوار، وہ جس کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر تو دونوں کے ساتھ یہاں ہم کیا ہے؟“

”ہم، لوہے کے ساتھ ملا کر رہے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ غلوں میں باہر دیا گیا ہے اور ہونے کے بجائے باب آواز ہے۔“ تھا اور ان میں میرا بنا ہوا ایک تھا پھر ہر بات میں Amicably

صحاح اور کماحقہ ایک قسم کا کام ہے جسے کسی مسافر کو کرنا چاہنا پڑتا ہے۔

”باب ہے بار بار، ٹھکرا کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔“

”میں اسی لیے تو کہتا ہوں کہ بھنگوڑے کی دیر جاؤ تاکہ میں جان سکوں کہ غلطی کون کی ہے۔“

□□

"مگر کرنی آپ اس کا فائدہ نہیں ہے۔ میں نے اسی لیے فارن سروس چھوڑ دی ہے کہ ان سے کبھی میرا تعلق نہ رہے۔"

"تم نے فارن سروس چھوڑ دیا ہے۔ یہ جو عکس کی یاد ہے جو چھوڑ دی ہے؟"

"ہاں۔"

"آپ سے بھگت کر تم فارن سروس چھوڑ کر آگئے۔ عجیب ہے وہ خوف و ترس۔ بھگت جیوان نظر آتی تھیں۔"

"مگر کرنی آپ اس وقت مجھے کمانا کھاتے تھے۔ اس وقت میں اپنا سواغرا نہیں کرنا نہیں چاہتا۔ میں بعد میں واپس آکر آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔"

علیہ دے کر عمر کو بڑے خشک لہجہ میں کہتے: "نا تھا۔ جانو اس کی بات پر بالکل خاموش ہو گئی تھیں۔ وہ اپنی بات سنانے کے بعد دوبارہ یہ سب دہرائی اور کہا: "میں نے اپنی بات سنانے کو چھوڑ دیا ہے۔"

"نہیں کرنی! اپنی بات سنانے کو چھوڑ دیا ہے۔ اگرچہ میں اس کا فی الحال توجہ نہیں دیتا تھا۔"

وہ اب یہ سب دہرائی نکال رہا تھا۔ "جانو کے اصرار کے باوجود اس نے کوئی رد عمل نہیں کیا تھا۔"

"تو رات کو کمرہ میں نہ بیٹھے اس پر رش چھوڑ آئے اور کرنی آپ نے اس کی صاف کروادی ہے؟ میرا سامان کل پر مول تک آجائے گا۔" اس نے کھینچ کر دیا۔ "پوچھتے ہوئے کہا تھا۔"

"ہاں! آپ کی بالکل صاف ہے۔ تم اس کی کمرہ میں کر۔ کل کس وقت آئے؟"

"رات تک آؤں گا۔" علیہ نے جواب دیا۔ "وہ شیل سے کمرہ چلا گیا تھا۔"

"جانو نے ملازم کو آواز دے کر گاڑی نکلائے۔ اس نے کہا تھا ملازم نے چند لمحوں بعد آکر گاڑی چلا دی۔"

"اطمینان دہی تھی۔ عمر نے اپنا کمرہ اتار کر میں لیا تھا اور فرش پر بڑا ہوا ایریلٹ لیس ملازم کو تھما دیا تھا۔"

"اچھا کرنی! اندام فائدہ۔"

وہ علیہ کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ "جانو بھی اس کے پیچھے ہی چلے گئے تھے۔"

وہ دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ دو خشک شیل سے آگے نکلی تھی۔ عمر کا دیدار اس کے لیے شاک تھا۔ اس نے کبھی بھی اسے اس طرح نظر انداز نہیں کیا تھا جس طرح اس نے کیا تھا۔ اس کے پہلے وہ اس کے لیے کچھ اور متکرا نہیں لکھا تھا۔

تم ہو چکی تھیں۔ اب وہ صرف رہا "اور ضرور نا" متکرا آ رہا تھا۔ "جانو اب واپس انہی پر آچکی تھیں۔ علیہ وہ سالماں کو جس وقت جانے کا کہہ کر واپس آئی تو وہ ملازم میں فون پر کسی سے باتیں کر رہی تھیں۔"

"وہ وہی تھی جو وہ پہلے کیا ہے۔" وہ فون پر کہہ رہی تھیں۔ وہ جان گئی تھی کہ موضوع گفتگو عمر ہے۔"

"اسلام آباد کو کیا ہے۔"

"وہابی کل ہو گئی۔"

"کل رات کو۔"

"ہاں! میرا خیال ہے کہ کچھ ہی ہے۔"

"اچھا تم آ رہے ہو؟"

"کل۔ کل کس وقت؟"

"نیک ہے۔ اکیلے آئے۔"

"اچھا۔ میں اسے نہیں بتاؤں گی کیونکہ میرا خیال ہے۔ وہ مجھے فون نہیں کرے گا۔"

"نیک ہے۔"

"اچھا خدا حافظ۔"

جانو نے فون بند کر دیا تھا۔ علیہ نے ان کے چہرے پر تشویش دیکھی تھی۔

"کیا بات ہے جانو! اس قانون کا کیا مطلب ہے؟"

"میرا نظریہ قانون تھا۔ یہ کل آ رہا ہے۔" اس نے کچھ متکرا دیا (میں نے کہا تھا۔)

"اگرچہ اس کا نظریہ؟" علیہ نے کسی نیرانہ دلی تھی۔

"جیسا کہ میں ان کے درمیان کیا بھگتا۔" وہ بھی بہت شیس لگ رہا تھا۔ عمر کے بارے میں بہت غصے سے بات کر رہا تھا۔ "جانو چلو۔ کمرہ میں متکرا آ رہی تھیں۔"



وہ جانو کے پیچھے ان کے کمرہ میں داخل ہو گئی تھی۔

"بیٹھو۔" جانو نے اندر داخل ہوتے ہی اس سے کہا تھا۔ وہ خاموشی سے صوفہ پر بیٹھ گئی تھی۔ "جانو، اس کے بارے میں کچھ کہنا۔"

"میں نے عمر سے کیا کہا تھا؟" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد انہوں نے اسی کمرے کے کونے میں اس سے پوچھا تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ وہ اڑا دیا تھا۔" سب کچھ عمر کی نگاہ سے تھا۔ "اس نے جانو کے سوال پر جواب دیا تھا۔"

"میں بھی نہیں مانوں۔"

"میں نے اتنا مشکل سوال تو نہیں پوچھا۔ صرف یہی پوچھا ہے کہ تم نے عمر کو کہا کیا ہے؟"

"جانو! اس بارے میں؟"

"اس کمرے سے چلے جانے کے بارے میں۔" علیہ نے بالکل سادہ دہی تھی۔

"اچھا! کیا کہہ رہی ہیں جانو! میں نے اس سے کیا کہا ہے؟"

"تم ساری وجہ سے وہ کمرہ چھوڑ کر چلا گیا ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ میں نے اس سے کیا کہا ہے۔" اس بار جانو کا لہجہ پہلے سے ہی زیادہ سخت تھا۔

وہ حیرانی سے ان کا لہجہ دیکھتی رہی۔

"جانو! میں نے اس سے کچھ چھوڑنے کے لیے نہیں کہا۔" اس نے کہا تھا۔ "میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔" وہ دہرائی ہو گئی تھی۔

"تو مجھ کو کسی وجہ کے بغیر ہی کمرہ چھوڑ گیا ہے؟" اس بار جانو کا لہجہ طعنے تھا۔

"مجھے نہیں پتا کہ وہ کیوں کمرہ چھوڑ گیا ہے۔" علیہ نے جانو! میں نے اس سے کچھ چھوڑنے کے لیے نہیں کہا۔

میں آخر اس سے ایسی بات کیوں کہتی۔ "وہ اپنی صفائی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"تم نے اس سے کچھ چھوڑنے کے لیے نہیں کہا مگر تم نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ وہ یہاں نہیں رہے۔"

وہ جانو کے الزام پر بھٹکا رہ گئی تھی۔

"جانو! میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

"میں نے بھی یہ نہیں سنا تھا۔ علیہ کہ تم اس طرح کی باتیں کر رہی ہو۔ تم نے میری ساری عمری محنتیں برباد کر دی ہیں۔"

"جانو! بائیر! آپ اس طرح مت کہیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس کی وجہ سے عمر کمرہ چھوڑ کر چلا گیا ہو۔"

"علیہ! میں نے اس سے بات کی۔ مگر یہ تمہارا کیا مطلب ہے؟ میں نے اسے ایسے ہی پالے دیا ہو گا۔ اسی نے مجھے بتایا تھا کہ میں اس کا یہاں رہنا پسند نہیں کرتا۔ وہ کہتا تھا وہ کی ٹیڈن کڑی نہیں کرنا چاہتا۔ اور میں یہی جانتا تھا کہ میں اس کے یہاں رہنے پر کیا اعتراض ہے؟"

جانو نے حیرت آواز میں بات کرتے ہوئے کہا تھا۔ علیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"جانو! وہ بھوت بولتا ہے۔"

"وہ جھوٹا ہے اور تم؟"

"ہاں! اس نے آپ سے ایک بات کہہ دی اور آپ نے سوچے سمجھے بغیر اس کی بات پر یقین کر لیا۔ اب میں جب ایک سہولت بخش دے رہی ہوں تو آپ میری بات سننے پر بھی تیار نہیں۔" وہ بالکل روہاکی ہو رہی تھی۔ "آپ کو عمر کی ہر جھوٹی بات پر یقین آجاتا ہے مگر میری بات پر یقین نہیں ہے۔"

"عمر جھوٹ نہیں بولتا۔" نانو کے چہلے نے اس کی رنجیدگی میں اضافہ کر دیا تھا۔

"اور میں۔۔۔ آپ سمجھتی ہیں۔ میں جھوٹ بولتی ہوں۔"

"مجھے تم سے فضول بحث نہیں کرنی۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تمہیں عمر کا یہاں رہنا پسند کیوں نہیں ہے؟"

"نانو! میں نے آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ مجھے اس کے یہاں رہنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اسے ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہاں تو بہت لوگ آتے اور رہتے ہیں۔ کیا میں نے پہلے بھی کسی کے رہنے پر اعتراض کیا ہے پھر اب عمر کے رہنے پر اعتراض کیوں کروں گی۔؟"

اس نے ایک کے بعد ایک وضاحت دیتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ اسے دوبارہ واپس بلا لیں۔"

نانو کچھ دیر اسے دیکھتی رہی تھیں۔

"وہ اب یہاں واپس نہیں آئے گا۔ یہ بات وہ صاف صاف کہہ کر گیا ہے۔ کم از کم یہاں رہنے کے لیے تو وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔"

"آپ بتائیں نانو! اس میں میرا کیا قصور ہے۔ وہ اپنی مرضی سے یہاں آیا۔ اپنی مرضی سے یہاں سے چلا گیا۔ اس میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔"

"اگر تم اس کے ساتھ وہ سلوک نہ کرتیں جو تم نے کیا تو شاید وہ اس طرح یہاں سے نہ جاتا۔" نانو ابھی بھی اپنی بات پر جمی ہوئی تھیں۔

"میں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ نانو! میں نے تو اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا۔"

"علیحدہ! تم نے مجھے بہت مایوس کیا۔ مجھے کم از کم تم سے اس طرح کے رویے کی توقع نکلتی تھی۔ اتنے سالوں سے میں اتنی محبت سے تمہاری پرورش کرتی رہی ہوں اور تم نے چند بیٹھے میں اس ساری محبت چھپائی پھیر دیا۔ کیا سوچتا ہو گا عمر کہ میں نے تمہیں اس طرح کی تربیت دی ہے اور جب وہ جا کر اپنے باپ سے اس بات کا ذکر کرے گا تو جتنا تمہیں میرے اور تمہارے بارے میں کیا سوچے گا۔ یہ کھر صرف تمہارا نہیں ان سب کا بھی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ یہاں بہت کم آکر رہتے ہیں مگر نہ رہنے سے اس گھر پر ان کا حق تو ختم نہیں ہو جاتا۔ عمر ہو یا تمہارا کوئی اور گزن، تمہیں کوئی اختیار حاصل نہیں کہ تم ان کے یہاں رہنے پر کوئی اعتراض کرو یا اپنی ناپسندیدگی کا اظہار اپنے رویے سے کرو۔"

وہ چپ چاپ نانو کی باتیں سنتی جا رہی تھی۔ نانو بہت دفعہ اسے ڈانٹ دیا کرتی تھیں مگر آج ان کا رویہ بہت زیادہ سخت تھا۔ جس طرح ان کو اس سے بات کر رہی تھیں۔ اس طرح انہوں نے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔

"عمر کے ساتھ تو خیر جو کچھ تم نے کیا سو کیا مگر آئندہ یہ حرکت پھر کبھی مت کرنا۔ تم اب بچی نہیں ہو بیٹے۔ ساری باتیں سمجھانا پڑیں۔ بڑی ہو چکی ہو ہر چیز سمجھ سکتی ہو۔ بہتر ہے کہ اپنے رویے کو ٹھیک کرو۔ اب جاؤ یہاں سے۔ مجھے کچھ کام ہے۔"

انہوں نے لمبے چوڑے وعظ کے بعد بات ختم کر دی تھی۔ وہ شاک کی حالت میں ان کے بیدروم سے نکل کر آئی تھی۔

"سارا قصور صرف میرا ہے اور کسی کا نہیں۔ عمر کا بھی نہیں۔ اس کے یہاں سے چلے جانے کی وجہ سے میری

ہر خوبی خامی میں تبدیل ہو گئی ہے۔ نانو کو میں بد تمیز لگنے لگی ہوں۔ عمر کی نانو کو پروا ہے میری نہیں۔" وہ اپنے بیدروم کی طرف جاتے ہوئے کچھ اور دل گرفتہ ہو گئی تھی۔

"میری کسی کو ضرورت نہیں ہے۔ ممی کو نہیں، بابا کو نہیں، نانو کو بھی نہیں۔ ضرورت تو عمر جیسے بندے کی ہوتی ہے۔ جس کی دنیا میں کوئی ویلیو ہو۔" اس کی رنجیدگی میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ "کس قدر فراڈ انسان ہے۔ مجھ سے اور طرح کی باتیں کرتا تھا اور میرے جاتے ہی یہاں پتھر چلانے شروع کر دیتے۔ مجھے اپنا دوست کہہ کر اس نے میرے ساتھ ایسے کیا۔"

"عمر جا تمہارے لیے اس کی ناپسندیدگی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا۔

وہ سہر کو مرید کے بلانے پر بھی روچ کرنے کے لیے نہیں آئی۔ اس کا خیال تھا کہ نانو اسے اگر خود بچ کے لیے کہیں گی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ نانو نے اسے دوبارہ بچ کے لیے نہیں کہا۔ علیحدہ بھی اپنے کمرے سے نہیں نکلی۔

شام کو سو کر اٹھنے کے بعد وہ نہانے کے لیے ہاتھ روہ میں چلی گئی۔ اس وقت اسے واقعی بھوک لگ رہی تھی۔ نہانے کے بعد نیم دلی سے وہ اپنے کمرے سے نکل آئی تھی۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی کانوں میں پڑنے والی آواز سے اس کا خون کھولنے لگا تھا۔ وہ عمر کی آواز تھی۔ اگر وہ لاؤنج میں داخل نہ ہوئی ہوتی اور عمر اور نانو نے اسے نہ دیکھا ہو تا تو وہ وہیں سے واپس اپنے کمرے میں چلی جاتی۔ اس وقت وہ کسی صورت بھی عمر کی شکل دیکھنا نہیں چاہتی تھی مگر اس کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی عمر کی نظر اس پر پڑ گئی تھی۔ نہ صرف اس نے علیحدہ کو دیکھ لیا تھا بلکہ فوراً ہی اسے مخاطب بھی کیا تھا۔

"ہیلو علیحدہ! اتنی جلدی دلاؤ؟"

اس نے کچھ حیرانی سے علیحدہ سے پوچھا تھا۔ علیحدہ نے ایک نظر اٹھوئے پر بیٹھے ہوئے عمر پر ڈالی اور پھر نانو کی ساری باتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کوئی جواب دے بغیر کچن میں چلی گئی۔ اپنے پیچھے اس نے ایک بار پھر عمر کو اپنا کام یاد کرتے سنا تھا۔ مگر اس وقت وہ دیر کا آخری شخص تھا جس سے وہ بات کرنا چاہتی تھی۔

"اگر یہ یہاں سے چلا گیا ہے تو اب یہاں کیا لینے آیا ہے؟"

اس نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کتنی سے سوچا تھا۔

"اور اسے اس بات سے کیا کہ میں اتنی جلدی واپس کیوں آئی ہوں۔"

اس وقت اس کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

"مرید بابا! مجھے کچھ کھانے کے لیے دے دیں۔"

اس نے کچن میں داخل ہوتے ہی خانساں سے کہا تھا۔

"علیحدہ! بابا! آپ کچھ دیر انتظار کر لیں۔ میں ابھی کھانا لگانے ہی والا ہوں پھر آپ سب کے ساتھ ہی کھانا کھا لیجیے گا۔" خانساں نے اس سے کہا تھا۔

"میں مجھے ابھی کچھ کھانا ہے۔ مجھے ان سب کے ساتھ بیٹھ کر کچھ نہیں کھانا۔" اس نے ضد کی تھی۔ خانساں نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔ علیحدہ نے کبھی ضد نہیں کی تھی اور پھر اس طرح کی ضد۔ اس نے کچھ کہنے کے بجائے کھانے کی کچھ چیزیں کچن کی ٹیبل پر رکھتی شروع کر دی تھیں۔ اسی وقت علیحدہ نے لاؤنج میں نانا کی آواز سنی تھی۔ وہ اس کا نام پکار رہے تھے۔ وہ بے اختیار کچن سے باہر نکل آئی تھی۔

"علیحدہ! تم رات کو مجھ سے ملیں، ابی نہیں۔ آتے ہی سو لیں۔" انہوں نے اسے دیکھتے ہی شکوہ کیا تھا۔ "کراچی سے اتنی جلدی کیسے واپس آ لیں؟" انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"بس میرا دل نہیں لگا وہاں، حالانکہ بابا تو بہت کہہ رہے تھے اور ناراض بھی ہوئے میرے اس طرح جلدی چلے آنے پر مگر میں آپ لوگوں کو مرس کر رہی تھی۔" اس نے ایک بار پھر جھوٹ بولنا شروع کر دیا تھا۔

"بہت اچھا کیا اتنی جلدی واپس آکر۔"

نانا نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا۔ وہ کچھ مطمئن ہو گئی تھی۔ کم از کم نانا اس سے ناراض نہیں تھے۔

اس نے سوجھا۔ عمرانو کے ساتھ صوفے پر بیٹھا ہوا غاموشی سے اس کی بات کے ساتھ ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ اس بار اس نے جلیقہ کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
 "میرے کو دکھانا کہہنا۔" کانائے نانو سے کہا تھا۔
 "اگر یہاں اس نے دکھانا نہیں کہا توں گا۔" عمرانو کھڑا ہوا تھا۔
 "کیوں آپ نہیں کیا ہوا ہے؟"

"آپ بھی نہیں۔ بس مجھے اچھی تھوڑی دیر میں واک پر جانا ہے اور اب میں نے کہا واک سے واپسی پر کھانا شروع کروا ہے۔"

"یہ ایک انتہائی احتمال حرکت ہے واک سے واپسی پر کھانا۔" کانائے اسے جھڑکتے ہوئے کہا تھا۔
 "میں اپنی پانچ اور چرس لینے آیا تھا۔ تو اس گرمی کے چوکو کر بیٹھا تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
 "جو چرس نہیں لیتی اس 'سٹور' کو لیکن کھانا کھانے بغیر تمہاراں سے نہیں جاسکتے۔ سمجھے تم؟" کانائے اسے دانتے ہوئے کہا تھا۔

اس نے کچھ اور کہنے کی کوشش کی تھی مگر کانائے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ علیحدہ کو اپنا آپ ایک بار پھر نیک کرادیں نہیں جانا ہوا محسوس ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہاں صرف عمرانو کا نانو ہی تھا۔ کوئی چہ تھا محسوس نہیں۔ کسی چہ جو شخص کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ نانا کی پوری توجہ اب میرے مرکوز تھی۔ وہ جلیل ہونے لگی تھی۔

خانہ سالانے کھانا لگا دیا تھا اور علیحدہ بے بڑی غاموشی کے ساتھ سب کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ عمر کے ساتھ نہیں رہ اس کی بارود کوئی بات نہیں ہوتی تھی نہ ہی وہ اس کی طرف متوجہ تھا۔ وہ نانا سے باتوں میں مشغول تھا۔ کھانا کھانے کے بعد نانا کچھ تہہ دل کرنے اپنے پیلے روم میں چلے گئے تھے۔ نانو کافی ہلانے کے لیے کچھ دیر میں کئی شخص اور ان کے ہاتھ کے بعد عمر بھی اندر کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ علیحدہ ڈانٹک مچل رہا تھا۔ اچلی تیلی رہ گئی تھی۔ بڑی بے دلی کے ساتھ وہ اپنی پلٹ میں سوچو کھانا کھاتی رہی مگر نیکارم پلٹ چھوڑ کر آخر کھڑی ہوئی تھی۔

عمر کے کمرے کے دروازے پر دستک دینے سے پہلے وہ کچھ ہلچلی تھی پھر اس نے دروازے پر دستک دی۔
 "میں تم ان۔" اندر سے عمر کی آواز ابھری تھی۔ وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ عمر فارغہ پر ایک ایک کھولے کچھ چیزیں اس میں رہنے میں مصروف تھا۔ علیحدہ کو کچھ کرود کچھ میراں ہوا تھا مگر پھر اس نے پھر سے ایک مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"آؤ علیحدہ۔" وہ بدستور اپنے کالم میں مصروف تھا۔ "بیکار باؤ۔" ایک بار پھر اس نے علیحدہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"میں بیٹھنے کے لیے نہیں آئی۔" اس نے ہلکی سی کہہ دیا تھا۔
 وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا اور پھر ہونے سے ہٹا تھا۔ "اچھا۔"
 وہ ایک بار پھر اپنے کالم میں مصروف ہو گیا تھا۔
 "آپ نے نانو سے میرے بارے میں کیا کہا؟" اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔
 "کچھ بھی نہیں۔"

"آپ بھوت بول رہے ہیں۔ آپ نے نانو سے کہا کہ میں نے آپ کو اس گھر سے جانے کے لیے کہا ہے۔"
 "کم آن علیحدہ! میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔" وہ اب کچھ عجیبہ ہو گیا تھا۔
 "نہیں! آپ نے ایسا کہا ہے۔" اس نے اصرار کیا تھا۔
 "علیحدہ! میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

اس بار اس نے ایک بار کمرے پر سکون اور فطرت سے بولے ہوئے میں کہا تھا۔

"آپ نے نانو سے کہا کہ میں یہاں آپ کا رہنا پسند نہیں کرتی۔"
 "یہاں میں نے یہ کہا تھا۔" اس نالچہ آپ بھی پرسکون تھا۔
 "آپ نے نانو سے کیا کہا؟" وہ تیز آواز میں بولی تھی۔
 "کیا میں نے غلط کہا؟" اس نے بہت سیر دھانچا سوال کیا تھا۔

وہ نہ کہنے اس کا یہ وہ دیکھتی رہی۔ وہ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ایک بار پھر اپنے کالم میں مصروف ہو گیا تھا۔

"آپ نے نانو کو میرے خلاف کر دیا ہے۔"

وہ کتابوں کے شیفت کی طرف جاتے جاتے مڑا تھا۔ "میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔"
 "آپ نے کیا ہے؟"

"میں نے جو بھی کیا ہے وہ صرف تمہاری خوشی اور convenience (سہولت) کے لیے کیا ہے اور اس میں تمہاری کو حقارے خلاف کرنے کی اس قیادت نہ شامل نہیں ہے۔" وہ اب کتابیں شیفت پر سے اٹھا رہا تھا۔
 "آپ کی وجہ سے نانو مجھ سے ٹھیک سے بات نہیں کر رہا ہے۔" اس بار وہ دھانچا سوال کر رہی تھی۔

اس نے مڑ کر علیحدہ کو دیکھا تھا اور پھر بڑی نرمی سے کہا تھا۔ "وہ اگر ایسا کر رہی ہیں تو غلط کر رہی ہیں۔ میں ان سے بات کروں گا۔"

"آپ کو اب ان سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کو بہت اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔"
 "You are a crook"

اس بار اس کے ریمارکس پر پہلی بار عمر کے ہاتھ پر کچھ مل آئے تھے مگر اس نے کچھ کہا نہیں تھا۔ صرف غاموشی سے دیکھتا رہا۔

"آپ صرف نانو کو یہ بتائیں کہ میں نے آپ سے یہاں رہنے کے لیے کہا ہے۔ میں نے آپ کے یہاں رہنے پر کوئی اجازت نہیں لیا ہے۔"

وہ اب بھی غاموش تھا۔

"آپ نانو کو جان کر نہیں کہ میں نے آپ کے یہاں رہنے پر تیار نہ ہوئی تھی۔ انکار نہیں کیا۔"

"بالکل۔ تم میرے یہاں رہنے کو مانگتے ہو۔"

"میں نے آپ سے ایسا کہا۔"

"تم نے کہا نہیں مگر پھر بھی تم میرا یہاں رہنا پسند نہیں کرتیں۔"

"آپ غلط کہہ رہے ہیں۔" وہ اس بار چٹائی تھی۔

"علیحدہ! میں کوئی بات نہیں ہوں۔ ٹھیک غلط میں بہت کچھ تم سے زیادہ اچھے طریقے سے سمجھ لیتا ہوں۔ میں یاد ہے اس دن جب میں تمہیں پر فیومز لگا رہا تھا اور میں نے اپنا فیورٹ پرفیوم تمہیں دکھایا تو تم نے اسے گرا دیا۔"

علیحدہ کا رنگ اڑ گیا تھا۔ "میں نے جان بوجھ کر فیوم نہیں کرایا تھا۔ میرے ہاتھ۔"

"علیحدہ! میں بے وقوف نہیں ہوں۔ نہ ہی تم مجھے بے وقوف سمجھو۔" وہ بات کرتے ہوئے بے حد پرسکون تھا۔
 "اسی طرح اس دن پائتس کی کلنگ کرتے ہوئے میں نے تم سے کہا کہ یہ سیراٹورٹ پلانٹ ہے اور تم نے اس کی سب سے خوبصورت شاخ کاٹ دی۔"

اس بار وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔ عمر واقعی بے وقوف نہیں تھا۔

"میں نے بہت پہلے تمہیں بتا دیا تھا کہ میں یہاں تمہاری جگہ لینے نہیں آیا۔ تھوڑے عرصے کے لیے آیا ہوں۔ پھر واپس چلا جاؤں گا۔ مگر اس کے باوجود مجھے محسوس ہوا کہ تم میری طرف سے اپنا دل صاف نہیں کر پائے۔"

تعداد سے دل میں مہری طرف سے کچھ شدت ثابت تھی اور میں کو خوش کے ہاؤ جو اس میں شکر نہیں کیا ہا۔ اس لیے میں نے اس کی سمجھا کہ میں یہ کچھ چھوڑوں۔ اس اتنی سی بات تھی اور میں نے کرنی سے بھی ان سے بہانوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے میرے جانے کے بعد کے بارے میں جب سے اسرار کو نہیں لے ان سے صرف اچانک کہا کہ تم میرے یہاں رہنے کو نہ نہیں کرتیں۔ اس نے زیادہ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ وہ بہت سیدھے کے اسے بتا جا رہا تھا وہ ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ وہ سننے پر میرے کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔ وہ اب اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"پلیز آپ واپس آجائیں۔"

عمر کے ایک مہری ساتھی نے کہا تھا۔ "آئی ایم سوری۔"

"علیہ و آہیں یہاں سے ناراض ہو کر نہیں گیا۔ اپنی خوشی سے گیا ہوں اور آکر آ جا جا رہا ہوں گا۔" اس نے اس بار نرمی سے کہا تھا۔

"پلیز آپ واپس آجائیں۔ جب تک آپ واپس نہیں آئیں گے مانو کا سوا کچھ نہیں ہو گا۔ آپ سمجھتے نہیں ہیں۔"

عمر نے کچھ انہی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ بے حد پریشان نظر آ رہی تھی۔

"میں دوبارہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گی جس سے آپ کو شکایت ہو۔" وہ اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

"علیہ و آہیں واپس نہیں آسکتا۔"

اس نے باور سے عمر کو دیکھا تھا۔

"جہاں تک کرنی کی بات ہے تو وہ تم سے بہت محبت کرتی ہیں۔ وہ تم سے ناراض نہیں ہو سکتیں۔"

"ہاں وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں عمر پر بھی۔ کمر میرا نہیں ہے۔ میرا تو اب کوئی کمر نہیں ہے۔"

عمر نے اسے اپنے وہ دل ہاتھ آٹھواں بار دیکھا۔ جیسے تھا اور وہ جان گیا تھا کہ وہ کیا پسینے کی کوشش کر رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ حیران پریشان اسے آنکھوں پر ہاتھ رکھے۔ نکلیں بھرتے ہوئے رہا پھر وہ اس کے قریب آ گیا تھا۔

"علیہ و آہیں اس نے ان کی کیا بات ہے؟"

اس نے چھوٹی کی طرح اسے سے بھارتے ہوئے اس کے پیرے سے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی تھی عمر جب ہونے کے بجائے وہ نیچے مچھوٹ پھوٹ کر روئے لگی تھی۔ وہ مانتا تھا اسے دیکھا رہا تھا پھر اس نے کندھوں سے پلو کر اسے پلو کر دھکا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں واپس آتا ہوں انہیں قہر تو نبھ کر دو۔"

علیہ و آہیں اسے لیتے۔ ساتھ ساتھ کمرہ خود سمجھ نہیں پارتی تھی کہ وہ اپنے آسٹوڈیو پر قابو کیوں نہیں پارتی۔ اسے جس کی بارہ تھی در روئی رہی تھی۔ اس نے دوبارہ عمر کی آواز نہیں سنی تھی۔ کافی دیر بعد جب اس نے آسٹوڈیو میں اس نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا۔ اس کے بالکل سامنے کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر عمر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ اس وقت اس کا چہرہ کیسا منظر پیش کر رہا ہو گا۔ سوئی ہوئی آنکھیں گیلیا چہرہ سرخ ناک اور ناک سے بہتا ہوا پانی۔

اس سے زیادہ پری وہ اور کسی حالت میں نہیں لگ سکتی تھی۔ اس نے مریچے جھکا کر کرنی شرٹ کی آستینوں سے چہرہ صاف کرنے کی کوشش کی پھر پانچوس انداز میں کرنی شرٹ کے کونے سے ناک سے بہتا ہوا پانی صاف کرنا چاہتا تھا اور اسی وقت نشو کا ڈبہ اس کے سامنے آ گیا تھا۔ کچھ جھجک کر اس نے وہ نشو نکال لیے تھے۔

"پانی چاہیے؟" بہت نرم آواز میں اس سے پوچھا گیا تھا۔

اس کا سر اٹھاتے میں مل گیا۔ جب تک اس نے نشو سے اپنے چہرے کو دھو لکھا۔ وہ ایک گلاس میں پانی لے کر

آ گیا تھا۔ اس نے پانی پینے کے بعد اسی خاموشی سے گلاس واپس اسے تھا رہا تھا۔

"روا کس بات پر آیا تم کو؟" وہ اب اس کے پاس بیٹھ کر اس سے پوچھ رہا تھا۔

علیہ و آہیں کو اب شرمندگی تھی۔ اس نے لگی تھی۔ اسے رو تائیں چاہیے تھا۔ کم از کم عمر کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں۔

"اگر ایسی میں کوئی بات ہوئی ہے؟"

علیہ و آہیں نے خوف کے عالم میں سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ بالکل قافہ شاس تھا۔ وہ بڑے غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ علیہ و آہیں کا دل چاہا وہ اسے بتا دے کہ اس کے ہاتھ اس کے ساتھ کیا ہو گئے۔ طوٹ گیا مگر وہ ایک بار پھر رکت گئی۔ اس کی آنکھیں ایک بار پھر دھولانے لگی تھیں۔ اس بار عمر نے بڑی نرمی سے اپنی آنکھوں سے اس کے آنسو دھو لیے تھے۔

وہ نے کیا ہو گا علیہ و آہیں نے زندگی میں تو بہت کچھ نہیں کرنا پڑتا ہے۔ ہر بار آنسو براہم مل نہیں کرتے۔"

اس کا خیال تھا۔ عمر اس سے پوچھنے لگا کہ وہاں کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ اتنی دل گرفتہ تھی عمر نے مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اس کے بجائے نرم لہجہ میں اسے ایک نصیحت کی گئی تھی۔

"پلوں میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں۔ میرے پاس جب بھی کچھ ہو پائے گا میں تمہیں ایک گھر ضرور دے دوں گا۔"

علیہ و آہیں نے حیرانی سے عمر کو دیکھا تھا۔ "آئی ایم سیری۔" وہ علیہ و آہیں کی حیرانی کو بھانپ گیا تھا۔

"کچھ کمر نہیں چاہیے۔"

"تو پھر کیا چاہیے؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

وہ ابھی بھی اتنی ہی ملول نظر آ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔

"آپ پھر یہاں رہیں گے؟" اس نے اچانک سر اٹھا کر عمر سے پوچھا تھا۔

"ہاں رہوں گا۔" عمر کو اس کے چہرے پر کچھ اطمینان نظر آیا تھا۔

وہ اٹھ کر آگئی پھر لگی تھی۔

"بھگت چہرے واپس رہے ہیں۔" اس نے ایک کی طرف اشارہ کیا۔

علیہ و آہیں نے اسے دیکھا۔ وہ اس کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

وہ اٹھ کر دوبارہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ اب وہ کمرے میں سے پڑیں واپس نکلاں رہا تھا۔ علیہ و آہیں نے کچھ اطمینان اور کراہتے دیکھا تھا اور کمرے سے اٹھنے کے لیے مڑ گئی۔ وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی آنکھوں سے کمرے کے کونے میں پڑی ہوئی ایک چیز پر بڑی تھی اور وہ ٹھیک ٹھیک کر رہ گئی تھی۔

بہت جلد۔

"عمر کے بارے میں کیا بات لگ رہی ہے تھے؟" وہ بھی کچھ فکر مند ہو گئی تھی۔ بنو اب بہت ابھری ہوئی لگ رہی تھیں۔

"جی نہیں اب کیا براہم ہے؟" مانو بی بی دانی تھیں۔

"انکل جی انکل کل پاکستان آئیں گے؟" اس نے اس بار سوال بدل دیا تھا۔

"نہیں پاکستان تو دونوں پہلے ہی آچکا ہے۔"

"اسوں نے آپ کو پہلے انعام کیوں نہیں کیا؟"

"جی نہیں۔"

"لے بھی نہیں آئے؟"

"اب میں کیا کر سکتی ہوں۔ اس کی مرضی ہے۔"
 "پہلے تو سیدھا نہیں آیا کرتے تھے۔"
 "پہلے کی بات اور بھی۔ پہلے تو ہمارے بٹا کی وجہ سے وہ سیدھا نہیں آیا کرتا تھا۔ اب جب سے ان کی ذمہ داری ہو گئی ہے تب سے جہانگیر بہت لا پرواہ ہو گیا ہے۔"

"انکل لاہور میں ہی ہیں؟"
 "جی نہیں۔ یہ میں نے نہیں پوچھا۔ ہو سکتا ہے کہ لاہور میں ہی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابھی کراچی میں ہو۔"
 "کل کس وقت آ رہے ہیں؟"
 "کہہ رہا تھا کہ شام کو آئے گا۔"
 "آپ نے ان سے پوچھا کہ یہاں کتنے دن رہیں گے؟"
 "تم بے وقوف ہو علیہ! بھلا میں یہ کیسے پوچھ سکتی تھی۔ وہ سوچتا ہوں کہ پہلے ہی اس کی واپسی کی فکر پڑ گئی ہے۔"

علیہ کا چہرہ نفقت سے تھوڑا سرخ ہو گیا تھا۔
 "نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو اس لیے پوچھنا چاہ رہی تھی تاکہ ان کا عمر وہی طرح سیٹ کر سکوں۔
 رہیں گے تو ہمیں بتاؤ؟"
 "ہاں، عمر تو رہا ہے کہ ہمیں رہے گا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ عمر کو اس کی آمد کے بارے میں کچھ نہ بتاؤں۔ میں نے کہا کہ عمر تو یہاں ہے ہی نہیں۔ کہنے لگا پھر بھی اسے میرے آنے کی اطلاع نہیں ہونی چاہیے۔"
 "انکل جہانگیر نے ایسا کیوں کہا؟" علیہ کچھ حیران ہوئی تھی۔ "آخر عمر سے اپنی آمد وہ کیوں پوچھنا چاہ رہے ہیں؟"

"یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔"
 "جی نہیں انکل جہانگیر اور عمر کا اتنا جھگڑا کیوں ہوتا رہتا ہے؟"
 "دونوں غصہ ور ہیں۔ دونوں ہی اپنی منوائے والے ہیں پھر جھگڑا نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا۔ بہر حال تم جہانگیر کے لیے بھی کمرہ تیار کر دو۔"

"نانو! انکل اس لیے آ رہے ہیں؟"
 "ہاں، کیلا ہی آ رہا ہے۔" نانو اٹھ کر چن کی طرف چلی گئی تھیں۔
 علیہ کچھ دیر خاموشی سے وہاں بیٹھی کچھ سوچتی رہی پھر اٹھ کر عمر کے کمرے کی طرف آ گئی تھی۔ کمرے میں عمر کے کھلونے کی منک ابھی تک موجود تھی۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے اندری ٹیبل کی طرف کھڑی تھی۔ وہاں عمر کا وہاں سیکرے مرادو نہیں تھا جو اس نے کل وہاں رکھا تھا۔ اس کا سہلہ تھا کہ عمر وہاں سیکرے رکھ دیا تھا۔ اسے نامعلوم سی خوشی ہوئی تھی۔ وہ واپس مڑنے کو تھی جب اس کی نظر اسٹڈی ٹیبل کے پاس بڑی پیسٹ پیپر یا سٹیک پر پڑی تھی۔ اس میں صرف ایک مڑا کاغذ پڑا ہوا تھا اور وہ اس کاغذ کو ہاتھ لگائے بغیر بھی جانتی تھی کہ وہ کون سا کاغذ تھا۔

~~*

انکل جہانگیر دوسرے دن شام کو پہنچ گئے تھے۔ ان کا موڈ واقعی اس پار کچھ اور ہی طرح کا تھا۔ ہر پارہاں جب بھی وہ آتے تھے تو بہت خوشگوار موڈ میں ہوتے تھے۔ علیہ سے کافی کیرم ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ نانو کے ساتھ ان کے کمرے میں چلے گئے تھے۔ وہاں ان کے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں وہ نہیں جانتی تھی۔ نہ ہی اس نے جاننے کی کوشش کی تھی۔ اس نے بس ملازم کے ہاتھ جائے اور کھانے کی کچھ چیزیں اندر بھجوا دی تھیں۔

ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد انکل جہانگیر نانو کے ساتھ لاؤنج میں آ گئے تھے۔ علیہ نے نانو کے چہرے پر اس بار ٹینشن دیکھی تھی۔ سب عرصہ کے بعد وہ اس طرح پریشان نظر آ رہی تھیں۔ لاؤنج میں بیٹھنے کے تھوڑی دیر بعد عمر کا فون آیا تھا۔ وہ ایر پورٹ پر تھا اور ڈرائیور بیٹھنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ نانو نے اس کا فون ریسیو کیا تھا اور ڈرائیور کو بھجوا دیا تھا۔

ایک گھنٹہ کے بعد پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز سنائی دی تھی۔ علیہ نے انکل جہانگیر کے چہرے پر نظر دوڑائی تھی۔ وہاں تھوڑی سی اضافہ ہو گیا تھا۔ پچھلے ایک گھنٹہ سے وہ نانو اور انکل جہانگیر کی باتیں سن رہی تھی۔ اب وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے فیملی ممبرز کے بارے میں معمول کی گفتگو میں مصروف تھے مگر ان کی گفتگو میں کوئی گرم جوشی یا خوشی نہیں تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ صرف وقت گزارنے کے لیے باتیں کر رہے تھے۔
 علیہ نے ایک گھری سانس لی تھی۔ لاؤنج کا دروازہ کھلا تھا اور عمر اپنی ہی دوش اندر آیا تھا۔ یہاں قدم اندر رکھتے ہی وہ تھک کر رک گیا تھا۔ علیہ نے اس کے چہرے پر موجود ہلکی سی مسکراہٹ کو غائب ہونے دیکھا تھا۔ وہ انکل جہانگیر کو کچھ چکا تھا اور علیہ نے اس سے پہلے اس کے چہرے کو بھی اتار دیا تھا۔ اس نے انکل جہانگیر کو ایک نظر دیکھا تھا اور پھر اس نے گھری نظروں سے نانو کو دیکھا تھا اور اس وقت علیہ کو اس کی آنکھوں میں شگوا نظر آئی تھی۔

دروازہ بند کر کے اب وہ آگے بڑھ آیا تھا۔ السلام علیکم کے دو لفظ کہنے کے بعد وہ وہاں رکے یا کسی کو کچھ بغیر لاؤنج سے گزر گیا تھا۔ انکل جہانگیر نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ ان کے چہرے پر بہت عجیب تاثرات تھے۔

"علیہ! تم جاؤ۔ اس سے کہو کہ کمرے میں کرکھانے کے لیے آجائے کھانا تیار ہے۔"
 نانو نے اسی لمحے علیہ کو مخاطب کیا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے جھنجکی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

عمر کے بیدروم کے دروازے پر اسے دو تین بار دستک دینی پڑی تھی پھر وہ رک گئی۔ ہو سکتا ہے وہ پہلے ہی ڈرائنگ میں کپڑے تبدیل کر رہا ہو۔ اس نے سوچا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ وہاں دروازے کے باہر کھڑی انتظار کرتی رہی پھر اس نے ایک بار پھر دروازے پر دستک دی تھی۔ اس بار اسے انتظار میں کرنا پڑا تھا۔ فوراً ہی اسے عمر کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ عمر اب سفید شلوار قمیض میں بیٹوس تھا اور موبائل پر کوئی نہیں دیکھ کر اس نے اسے دیکھ کر رک گیا تھا۔

"نانو! تم رہی ہیں کہ آپ کھانا کھانے کے لیے آجائیں۔"
 علیہ نے نانو کا پیغام اسے دیا تھا۔

"کیا اب آئے ہیں؟" اس نے علیہ کی بات کے جواب میں سوال کیا تھا۔
 "انکل آج شام کو آئے ہیں۔"

"تم لوگوں کو پہلے سے پیا کے آنے کا پتا تھا؟" اس بار اس کا لہجہ بہت تنکھا تھا۔
 "کل انکل نے فون کر کے نانو کو اپنے آنے کے بارے میں بتایا تھا۔"

"صبح جب میں نے گریبی کو فون کیا تھا تو انہوں نے تو مجھ سے پیا کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔"
 "انکل نے نانو کو منع کر دیا تھا کہ ان کے آنے کے بارے میں اب کو کچھ نہ بتائیں۔"

وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا تھا۔ یوں جیسے اس کی بات کو جانچ رہا ہو۔
 "ٹھیک ہے۔ تم جانو، میں آ رہا ہوں۔" اس نے ایک بار پھر موبائل پر کال ملانی شروع کر دی تھی۔ وہ خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

لاؤنج میں آ کر اس نے نانو کو اس کے آنے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ ملازم نے چند منٹوں بعد انہیں کھانا لگنے کی اطلاع دی تھی اور وہ تینوں اٹھ کر ڈائنگ روم میں آ گئے تھے۔

ان کے ڈانگ ٹیبل پر بیٹھے ہی عمر بھی ڈانگ ٹیبل روم میں آگیا تھا۔ کچھ کے بغیر وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔ ملازم نے سوپ سرو کرنا شروع کر دیا تھا۔

"نہیں، مجھے سوپ نہیں چاہیے۔" اس نے سوپ کا پیالہ ایک طرف کرتے ہوئے چادروں کی ڈش اپنی طرف کھینچی تھی۔

سب نے کھانا شروع کر دیا تھا۔ نانو باری باری انکل جہانگیر اور عمر کو ڈشز سرو کرتی رہیں۔ عمر سر جھکائے ایک لفظ کے بغیر پوری سنجیدگی سے کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی انکل جہانگیر کی طرف دیکھنے یا انہیں مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دوسری طرف انکل جہانگیر بھی بڑی خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ علیحدہ کھانا کھاتے ہوئے باری باری انکل جہانگیر اور عمر پر نظر دوڑاتی رہی۔

عمر نے سوپ ڈش کھانے کے بعد پلیٹ پر لے کر کھڑا کر رکھی۔ اٹھالیا تھا اور وہ منہ پوچھ رہا تھا۔ جب نانو نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"عمر! تم اب میرے کمرے میں چلنا۔ مجھے اور جہانگیر کو تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

علیحدہ نے عمر کے چہرے پر یکدم متاؤد کھنکھارے۔

"مجھے اس وقت کسی سے کوئی بات نہیں کرنا ہے۔ میں بہت تھک چکا ہوں اور جو واحد چیز میں اس وقت چاہتا ہوں وہ نیند ہے۔ جہاں تک آپ کی بات سننے کا تعلق ہے تو وہ میں سو سو گھنٹے آپ کے علاوہ مجھے کسی دوسرے کی نہ تو کوئی بات سنتا ہے اور نہ ہی کسی سے کوئی بات کرنا ہے۔"

وہ کرسی چھوٹے کھڑکے پر اٹھ گیا تھا۔ علیحدہ جان لیتی تھی کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے۔ اس نے انکل جہانگیر کے ساتھ ریل پر بیٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔ انہوں نے اپنی اپنی پلیٹ پیچھے سرکادی تھی۔

"کیوں مجھ سے بات کرتے ہوئے تمہیں کیا تکلیف ہوئی ہے؟" علیحدہ نے انہیں تیز آواز میں کہتے سنا تھا۔ "مجھے آپ سے جتنی باتیں کرنا تھیں میں کر چکا ہوں۔ مزید باتوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

عمر نے پہلی بار ان کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

"مگر مجھے تم سے بہت سی باتیں ابھی کرنی ہیں۔ یہ تم اچھی طرح سن لو۔"

"تم اس طرح فرار نہیں حاصل کر سکتے۔" اس بار انکل جہانگیر نے تقریباً "چلاتے ہوئے" کہا تھا۔ نانو نے انکل جہانگیر کے کندھے کو ہاتھ مارا۔

"گناہ گویا سے جہانگیر؟ کیوں اس طرح چلا رہے ہو؟ آرام سے بات کرو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"نہیں گریبا! انہیں چلا دین۔ پچھلے تین سالوں میں انہوں نے چلانے کے علاوہ اور کیا ہی کیا ہے۔"

"عمر! تم بھی تیز سے بات کرو۔ وہ پاپ ہے تمہارا۔" اس بار نانو نے عمر کو جھڑکنا تھا۔

"پاپ نہیں لیا، تمہارا۔ ان کے نوٹیک ہر چیز بننے والی شے ہے۔ چاہے وہ دلیویڑوں یا پھر اولاد۔" اس نے انکل جہانگیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ سن رہی ہیں اس کی باتیں۔" انکل جہانگیر نے تڑشی سے نانو سے کہا تھا۔

"آپ نے ہی خواہش کی تھی باتیں سننے اور سنائے کی۔ یہ میری خواہش نہیں تھی۔"

"عمر! تم بیٹھ جاؤ۔" نانو نے عمر سے کہا تھا۔

"مجھے بیٹھنا نہیں ہے۔ جب مجھے کوئی بات ہی نہیں کرنا ہے تو پھر مجھے یہاں بیٹھ کر کیا کرنا ہے۔"

وہ لمبے لمبے ڈگ بھراؤں سے چلا گیا تھا۔ انکل جہانگیر ہونٹ پیچھتے ہوئے اسے جاتا دیکھتے رہے تھے۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ اس کا دل غراب ہو چکا ہے۔" انہوں نے اس کے جانتے ہی نانو سے کہا تھا۔

"اس وقت اسے سونے دو۔ وہ تھکا ہوا ہے۔ اس لیے زیادہ تر ہو گیا ہے۔ تم اس کا بارہ اس سے بات کر۔" ان کی کوشش کرنا اور کچھ نری سے بات کرنا وہ کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہے، جو ان ہے، انڈیپنڈنٹ ہے۔ اس طرح وہ کبھی

بھی بات نہیں سنے گا۔"

نانو انکل جہانگیر کو سمجھاری تھیں۔

"آپ کا کیا خیال ہے کہ میں نے اس سے نری سے بات نہیں کی۔ میں اس سے ہر طرح بات کر چکا ہوں مگر وہ اپنی بات پر جما ہوا ہے۔ اسے احساس ہی نہیں ہے کہ اس کی ضد میرے لیے کتنی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

وہ تیز آواز میں نانو سے بات کر رہے تھے، جو بڑی خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ فی الحال ابھی تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ سونے چلا گیا ہے۔ تم بھی جا کر سو جاؤ۔ صبح کھولیں گی کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔" نانو نے انکل جہانگیر کو دلاس دیتے ہوئے کہا تھا۔ نانو انکل جہانگیر کو لے کر ٹیبل سے اٹھ گئی تھیں۔

علیحدہ جب چاہ وہیں بیٹھی انکل جہانگیر کی گتیاں سلجھانے کی کوشش کرتی رہی۔ ملازم ٹیبل سے کسانے کے برتن اٹھائے آگیا تھا۔ وہ دیکھتی رہی کہ اس بار عمر اور انکل جہانگیر کے درمیان وجہ تنازعہ کیا ہو سکتی ہے۔

ان دونوں کے درمیان ہونے والا یہ سماجی معاملہ ٹھیک تھا۔ علیحدہ کو ایسے بہت سے مواقع یاد تھے، جب ان دونوں نے درمیان اختلافات ہوتے رہے تھے، مگر اس بار معاملہ یقیناً زیادہ سیریس تھا۔

اسی دن وہ یونیورسٹی چلی گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کی واپسی تک انکل جہانگیر اور عمر کے درمیان دو بات ہوئی ہوگی، ہو چکی ہوگی اور کچھ عرصہ تک اس کا تعلق ہوگا۔ مگر وہ سوچا کہ وہ ایسی بات بتا چکا تھا کہ عمر

تجربہ نہیں چاہتا تھا اور ابھی تک اسے اس نہیں آیا۔ انکل جہانگیر کا بارہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا اور نانو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

مگر شام کے وقت واپس آیا تھا اور اس بار انکل جہانگیر نے وقت ضائع کیے بغیر اس سے بات کرنی شروع کر دی تھی۔ وہ لاؤنچ میں بیٹھتے ہوئے تھے اور علیحدہ چند منٹ پہلے انہیں چائے کے کرائی تھی۔

"میں آپ کو کل بتا چکا ہوں کہ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" عمر نے لاؤنچ میں کھڑے کھڑے ہاتھ اٹھا کر کہا تھا۔

"عمر! اس طرح۔۔۔" عمر نے نانو کو بات مکمل نہیں کرنے دی تھی۔

"گریبا! میں یہاں اس لیے آیا ہوں تاکہ کچھ دن یہاں سکون سے گزار سکوں۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو پھر میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

وہ کچھ گراؤں پر سے اٹھ گیا تھا۔ نانو نے اسے آواز دی تھی مگر اس نے ان کی آواز کو نظر انداز کر دیا تھا۔

"علیحدہ! جاؤ اس سے باہر کہو کہ اگر چائے آتی ہے۔"

نانو نے علیحدہ سے کہا تھا۔ وہ انہی کمرے کی طرف آگئی تھی۔ دھنک کی آواز سننے ہی عمر نے اندر سے آواز دی تھی۔ علیحدہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی تھی۔ وہ اپنے کچے میں بندھی ہوئی ٹائی کھول رہا تھا۔ علیحدہ

نے نانو کا پیغام اسے پہنچا دیا تھا۔

"نہیں! مجھے چائے نہیں پینا۔" اس نے بڑی تڑشی سے کہا تھا۔

علیحدہ نے اس کے چہرے پر تمکین کے آثار دیکھے تھے۔ اس کی آنکھوں میں عرق تھی۔ شاید وہ رات کو دیر سے سویا تھا۔ علیحدہ کو بے اختیار اس پر ترس آیا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا۔ وہ انکل جہانگیر کو یہاں سے بھیج دے۔

"اگر وہ بات نہیں کرنا چاہتا تو نانو اور انکل اسے کیوں مجبور کر رہے ہیں؟" اس نے خود ہی جانب داری سے سوچا تھا۔

"میں چائے یہاں لے آؤں؟" علیحدہ نے ہمدردی سے اس سے پوچھا تھا۔

انہیں ضرورت نہیں ہے۔" اس نے رکھالی سے انکار کر دیا تھا۔ وہ اسی خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آئی۔

"وہ جانتے ہی نہیں چاہتا۔" اس نے اڑھائی میں آکر کہا تھا۔
 "وہ میرا سہارا کرنا نہیں چاہتا۔ اب دیکھ رہی ہیں۔ میرے ساتھ کیا کر رہا ہے۔" اس نے اٹھل جما لکیر کا پتہ
 صاف ہو جاتا ہے۔

"علیہ السلام اس سے جا کر کہہ کہ میں باری ہوں۔"
 نانوں نے اٹھل جما لکیر کی تیز آواز سنا لی وہ لگی۔ وہ ایک بار پھر بانو سے کچھ کہہ رہے تھے۔
 عمر اس بار اس کے پیچھے بھاگتا تھا۔

"میں ایک بار جانچا ہوں کہ مجھے جانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی مجھے باہر نکالے۔ تم جا کر گھر گئی تے کہہ
 دو اور وہ اب بار بار یہاں کوئی بیغام لے کر مٹ آتا ہے بار بجے غریب سے گرو۔"
 اس نے غصے سے علیہ سے کہا تھا۔ اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ عمر نے بھی اس طرح اپنے بھڑکاؤ۔ وہ
 ایک بار پھر لٹی لٹی کر اور جتنی ایک جھٹلے سے دروازہ کھول کر اٹھل جما لکیر اندر آگئے تھے۔
 "اب کو میرے کمرے میں اس طرح داخل ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

اس نے عمر کو تیز آواز میں کہتے ہوئے سنا تھا۔ علیہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ وہاں فحش سیاحی
 چاہتے۔

"اب کو میرے پاس کا ہے۔" اٹھل جما لکیر بول رہا تھا۔
 "خواب کا نہیں ہے۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔" عمر نے قہر سے ان سے کہا تھا۔
 "میں نے اپنی زندگی میں تم جیسا خود غرض کوئی نہ دیکھا اور میرے وار نہیں دیکھا۔"
 اٹھل جما لکیر نے اٹھل سے اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"ہاں میں خود غرض ہوں۔ نہ بدادور میرے دار ہوں۔" کہہ کر وہ اس کی طرف بھاگا۔
 عمر نے اس کی سب سے زیادہ کیا تھا۔ علیہ کو اٹھل جما لکیر کے پیچھے دروازے میں جانو نظر آتی تھیں۔
 "میں نے یہ سب آخری بار صاف صاف سنا ہے۔ کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے کوئی بات کہنی تھی کہ یہاں ہوں۔ اب اور کوئی بات کرنا نہیں چاہتا۔ میں تم کو یہ بھی اذکار کر رہا
 ہوں۔ اب بھی اذکار کرتا ہوں اور میرا جواب آمیزہ بھی لیتی ہو گا۔ آپ اب میرا پتہ چھوڑ دو۔ وہاں سے چلے
 جائیں۔"

"میرا نہیں کیا، کیا؟ اس طرح جلی، دو کیوں کر رہے ہو۔" اس نے بانو آگے آتی تھیں۔
 "میں بالکل ٹھیک سیل میں کر رہا ہوں۔ آپ نہیں جانتیں یہ میرے ساتھ کیا کرنا چاہو رہے ہیں۔"
 "میں باقی ہوں اور میرا خیال ہے ہمارا لکیر ہو کہہ رہا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔" بانو اس بار دہشت لکے میں
 بولی تھیں۔

عمر حرجان نظر آتا تھا۔
 "آپ جانتی ہیں اور پھر بھی آپ کو اس میں کوئی حرج نظر نہیں آ رہا۔"
 "میرا نہیں شادی تو کر رہا ہے یہ پھر ہمارا لکیر کی مرضی کے مطابق کرنے میں کیا حرج ہے۔"
 علیہ نے ایک شاک کے عالم میں بانو کو دیکھا تھا کہ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں۔
 "آپ کے بیٹے نے ساری زندگی دو سرے لوگوں کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کیا ہے اور کر رہی ہیں ان
 لوگوں کی کسٹ میں شامل ہونا نہیں چاہتا۔"

"وہ نہیں کیوں استعمال کرنے گا۔ تم اس کے بیٹے ہو۔ ہر باب اپنی ادا کی شادی کے بارے میں سوچتا ہے۔
 ہر باب اپنی اولاد کی خوشی چاہتا ہے۔"

"ہر باب نہیں مگر بی بی ہر باب نہیں۔ کچھ باب آپ کے بیٹے جیسے بھی ہوتے ہیں وہ صرف اپنا سوچتے ہیں۔
 صرف اپنی خوشی کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ جس سیاست دان کی بیٹی سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں میں اس سے
 شادی کرنا نہیں چاہتا۔ اگر بات خوشی کی ہے تو میں وہاں شادی کر کے خوش نہیں ہو سکتا۔ یہ میری خوشی کی خاطر
 مجھے مجبور کر رہی ہے مگر بی بی اب اس خوشی کی نہیں چاہتا۔ یہ میری شادی کے لیے نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کی
 یہ اس لیے نہیں چاہتا چاہتے ہیں۔"

"میرا غلط کہہ رہے ہو۔" بانو نے اس کی بات کے جواب میں کہا تھا۔
 "میں غلط کہہ رہا ہوں؟" وہ استغناء انداز میں بولتا تھا۔

"مگر بی بی میں غلط نہیں کہہ رہا۔ آپ اپنے بیٹے کو کچھ سے زیادہ نہیں جانتیں۔"
 "میرا نہیں کس چیز پر اعتراض ہے۔ ہمارا لکیر بتا رہا تھا۔ وہ لڑکی تو سب سے زیادہ ہے۔ یہ اس کا باب نہیں
 ہے اس ملک کے چند نامی گرامی خاندانوں میں سے ایک ہے۔ میں اور کیا چاہتا ہوں۔ اس لڑکی سے شادی کر کے
 تمہارا لکیر رہا جائے گا۔"

"مجھے کچھ نہیں بتانا ہے۔ مجھے کبھی نامی گرامی خاندان کا حصہ نہیں بننا ہے۔ مجھے صرف آزادی چاہیے۔
 تو وہی زندگی باب کے اشاروں پر چلتے ہوئے گزار دی۔ باقی کی زندگی وہی اور اس نے خاندان کے اہل و عیال پر
 چاہتے ہوئے نہیں گزار سکتا۔ جس لڑکی کی ذہنی و روحی اور تعلیمی کے بارے میں یہ آپ کو بتا رہے ہیں۔ میں اس کے
 بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اس کے لئے ہر اسے فریڈ زپر ہے۔ کچھ بات اور اس کا باب اسے مجھ سے
 بیان کرنا نہیں چاہتا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں۔"

"میرا افضل بابا میں مت کہہ۔ ہمارا کچھ ہمارے لیے کسی برے کیرکٹری لڑکی کا انتخاب کیوں کرے گا۔ تمہیں
 کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"جانتے تھے یہ آپ کے اس لڑکی کے بارے میں مجھ سے کہی نہا اور جانتے ہیں کہ آپ ان ہی سے
 بوجھ لگائے۔ مجھے تو آپ کو یقین نہیں ہے کہ ان سے بوجھ لگائے۔ وہ کبھی باکرار لڑکی ہے۔"

اس نے اپنے لئے کچھ نہیں سمجھتے ہوئے باب کی طرف اشارہ کیا تھا۔
 "تم تعجب کر رہا ہو؟" مجھ لکیر نے مزید کہا میں اس سے کہا تھا۔

"اگر تم اس لڑکی کے بارے میں سب کچھ جانتے ہو تو میں بھی تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔"
 "آپ مجھ سے یا کر رہا رہنے کے بارے میں سوال کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ تو یہ سوال کرنے کے قابل ہی نہیں
 ہیں۔ مجھ کو بار بار پوچھا نہیں ہے تو اپنے بارے میں کیا کہتے ہیں قاتل آفس کے اٹھل جما لکیر بھی آپ کا
 نام لیا ہے گا۔ تو وہ آپ کا لکیر مر قاتل ہے نہیں کرے گا۔" وہ اب آپ سے اٹھل جما لکیر کا تھا۔

"تم جس بار اس کے بیٹے ہو۔ تم میں بھی سب کچھ توقع کر سکتا ہوں۔" اٹھل جما لکیر بھی اٹھل سے
 "ماں کے بارے میں ایک لفظ نہیں... ایک لفظ نہیں۔ میں عورت سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے اس کے
 بارے میں بات کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے آپ۔ میں نے تین سال تک قانون سروس میں رہ کر آپ کے لیے
 دست کچھ کیا ہے۔ میں نے اپنے پیچھے کو مکمل طور پر سلا دیا۔ آپ نے مجھ کی طرح چاہا ہے۔ استعمال کیا۔ آپ کی ہر
 چیز میرا کیریر خراب ہوا۔ میرا سروس روکا اور براہ کرم میں نے وہی کہا ہو آپ نے چاہا کہ آپ نہیں۔

"میرا کیریر ایک حد ہوتی ہے۔ آپ کے نزدیک میری حیثیت ایک ریزاسنڈ ہے زیادہ نہیں ہے۔ میرے دو
 کو استعمال کر کے اب آپ اپنی مرضی کے فیصلے نہیں کر سکتے۔ میں اب وہ کروں گا وہ میں چاہوں گا۔ کچھ بھی آپ
 کی مرضی کے مطابق نہیں کروں گا۔"

"کیا کیا ہے تم نے میرے لیے؟"
 "کیا نہیں کیا میں نے آپ کے لیے۔ آپ نے مجھے تین سال تک استعمال کیا۔"

67

"تم نے میرے لیے کچھ کر کے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ تم جانتے ہو جس جگہ تمہاری پوسٹنگ ہوئی۔ وہاں تم جیسے جو شخص آفسر کی پوسٹنگ میری مدد کے بغیر کیسے ہو سکتی تھی۔ وہ اشارت میں نے تمہیں تمہاری سروس میں وہ مدت کم کو نوٹ کیا ہے مگر تمہیں میرا کوئی احسان یاد نہیں ہے۔"

"آپ نے میری پوسٹنگ اس لیے وہاں کروائی تاکہ آپ اس سیٹ کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکیں۔ آپ مجھے فارن سروس میں لے کر ہی اس لیے آئے تھے تاکہ مجھے استعمال کر کے آپ کچھ اور فائدے حاصل کر سکیں۔"

"تمہاری اس ضد کی وجہ سے جانتے ہو مجھے کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے؟" اس بار ان کا لہجہ قدرے نرم تھا۔

"میری بات ہے کہ آپ کو کیا نقصان پہنچتا ہے اور کتنا نقصان پہنچتا ہے۔ یہ آپ کے سوچنے کی باتیں ہیں میری نہیں۔ وہ اب بھی اتنی ہی تھیں۔"

"تم اس لڑکی سے شادی نہیں کرو گے؟"

"نہیں میں کسی بھی قیمت پر اس لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔"

"جانتے ہو اس لڑکی سے شادی کر کے تم کہاں پہنچ سکتے ہو؟"

"آپ میرا ہر دوپٹے کی کوشش مت کریں۔ میں اس لڑکی سے شادی کر کے کہیں نہیں پہنچوں گا۔ ہاں آپ کو سارے برائے عمل ہو جائیں گے سب میں آپ کو نو سال کی ایک سسٹنٹ مل جائے گی۔ آپ کے خلاف چلنے والی انوائڈز کی رپورٹس غائب ہو جائیں گی۔ ایجنسی کے فنڈز میں کیا جانے والا پلٹ کر مل جائے گا اور مستقبل کے لیے جو پرسنٹ اور نوٹے آپ کو چاہیں وہ بھی مل جائیں گے۔ ٹھیک ہے آپ کے لیے اب ہلکے چمک نہیں رہا۔"

"تم اس سب کے لیے رست پہنچاؤ گے۔"

"میں پہلے ہی رست پہنچاتا ہوں۔ اب اور نہیں پہنچتا ہوں گا۔"

"میں تمہیں آسمان پر لے جانا چاہتا ہوں اور تم ایک گھر کے کمرے بن کر زندگی گزارنا چاہتے ہو۔"

"ہاں آپ مجھے آسمان پر لے جانا چاہتے ہیں مگر میرے گھر میں پسند اڈال کر مجھے اوپر اٹھانا چاہتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ میرے خلاف یہ سب کچھ تمہارے دماغ میں ڈالنے والا کون ہے؟"

"میں اس عورت کو کچھ لوں گا۔"

"جہاں تک تمہارے ذہن کے لیے میں کما تھا۔"

"وہ عورت میری ماں ہے اور میں اس سے پچھلے چھ سال سے نہیں ملا۔ اور آپ کو جاننے کے لیے مجھے کسی سے کچھ سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بغیر ہی میں آپ کو بہت اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔"

"تمہیں یہ جو بولنا آئی ہے تو صرف میری وجہ سے۔ میرے نام میری مدد کے بغیر تم سے کوئی بات نہ ملنا بھی پسند نہیں کرتا۔"

"آپ کا نام میرے لیے کسی فخر کا باعث نہیں ہے۔ آپ اپنی ریپوٹیشن بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور ایسی ریپوٹیشن والے شخص کا حوالہ دینا ایک بہت بڑی حماقت ہے اور میں ایسی حماقت نہیں کرتا۔ مجھ کو جہاں تک میرے لائق کے بغیر بھی بہت لوگ جانتے ہیں اور وہ اس کے بغیر بھی زہرورہ کر سکتا ہے۔ اگر میرے نام کے ساتھ آپ کا نام ہے تو یہ میری جھوٹی ہے میری ضرورت نہیں۔ آپ نے فارن سروس میں لا کر میری جھوٹی لڑکی میں وہ لوگ دیکھا ہوں۔ اب نہ آپ میرے لیے کچھ کریں نہ میں آپ کے لیے کروں گا۔"

"تم میرے کسی احسان کو کوٹا نہیں سکتے۔ میں نے تمہارے لیے جو کچھ کیا ہے وہ بہت کم لوگ اپنی اولاد کے لیے کرتے ہیں اور جو کچھ تمہارے لیے میں میرے ساتھ کر رہا ہوں وہ بھی کوئی اولاد بہت لمبی کرتی ہے۔"

"آپ نے میرے لیے ایسا کچھ نہیں کیا جو نہ اسے الٹا دے۔"

"میں نے تمہیں تعلیم دلوائی۔ تمہارا کیریئر بنایا اور تمہارے لیے میں نے تمہارے لیے کچھ نہیں کیا۔"

"آپ نے مجھ پر یہ ساری انوسٹمنٹ اپنے فائدے کے لیے کی۔ مجھ پر سوچو اس لیے بنایا تاکہ بعد میں آپ میری اچھی قیمت وصول کر سکیں۔ جس طرح اب آپ وصول کرنا چاہ رہے ہیں۔ آپ نے کوئی چیز بھی میری خوشی کے لیے نہیں کی۔ اپنا فائدہ اور نقصان سوچ کر ہی۔ آپ وہ انسان ہیں جو اپنے علاوہ کسی دوسرے کے لیے کچھ سوچ ہی نہیں سکتا۔ آپ کی ہر سوچ "میں" سے شروع ہوتی ہے اور "میرے" کے ختم ہو جاتی ہے۔ آپ لوگوں سے اعلق تب تک رکھتے ہیں جب تک وہ آپ کے لیے فائدہ مند ہیں۔ جب ان کی افادیت ختم ہو جاتی ہے تو آپ کے لیے ان کی اہمیت بھی ختم ہو جاتی ہے اور ان لوگوں میں میں بھی شامل ہوں۔"

اس کی تلخی بڑھتی جا رہی تھی۔ جہاں تک اسے دیکھتے ہوئے کما تھا۔

"یہ مت بھولو کہ تم میری ہی تعلیم کا حصہ ہو۔"

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

"مگر آپ بھی نہ بھولیں کہ آپ بھی تعلیم میں نہیں، ہونگے۔ فیملی آپ کی سب سے آخری ترجیح ہے۔" اس نے ہر کوئی انکار کر دیا تھا۔

"میرے بارے میں فتوے دینے کی کوشش مت کرو۔ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم صرف اپنے بارے میں بات کرو۔"

"یوں بات نہ کی جائے آپ کے بارے میں؟"

"میں تم سے یہاں کوئی فٹنل بحث کر رہا ہوں۔ تم سے مجھے صرف ایک سوال کا جواب چاہیے اور وہ یہ کہ میں اس میں۔" ان کا لہجہ۔ بوجھ شگ اور سرد تھا۔

"اور میرا جواب؟" نہیں "میں ہے۔" وہ اتنی ہی خوف تھا۔

"میں نے تمہیں ساری انوسٹمنٹ اپنے فائدے کے لیے کی۔ مجھ پر سوچو اس لیے بنایا تاکہ بعد میں آپ میری اچھی قیمت وصول کر سکیں۔ جس طرح اب آپ وصول کرنا چاہ رہے ہیں۔ آپ نے کوئی چیز بھی میری خوشی کے لیے نہیں کی۔ اپنا فائدہ اور نقصان سوچ کر ہی۔ آپ وہ انسان ہیں جو اپنے علاوہ کسی دوسرے کے لیے کچھ سوچ ہی نہیں سکتا۔ آپ کی ہر سوچ "میں" سے شروع ہوتی ہے اور "میرے" کے ختم ہو جاتی ہے۔ آپ لوگوں سے اعلق تب تک رکھتے ہیں جب تک وہ آپ کے لیے فائدہ مند ہیں۔ جب ان کی افادیت ختم ہو جاتی ہے تو آپ کے لیے ان کی اہمیت بھی ختم ہو جاتی ہے اور ان لوگوں میں میں بھی شامل ہوں۔"

اس کی تلخی بڑھتی جا رہی تھی۔ جہاں تک اسے دیکھتے ہوئے کما تھا۔

"یہ مت بھولو کہ تم میری ہی تعلیم کا حصہ ہو۔"

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

"مگر آپ بھی نہ بھولیں کہ آپ بھی تعلیم میں نہیں، ہونگے۔ فیملی آپ کی سب سے آخری ترجیح ہے۔" اس نے ہر کوئی انکار کر دیا تھا۔

"میرے بارے میں فتوے دینے کی کوشش مت کرو۔ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم صرف اپنے بارے میں بات کرو۔"

"یوں بات نہ کی جائے آپ کے بارے میں؟"

"میں تم سے یہاں کوئی فٹنل بحث کر رہا ہوں۔ تم سے مجھے صرف ایک سوال کا جواب چاہیے اور وہ یہ کہ میں اس میں۔" ان کا لہجہ۔ بوجھ شگ اور سرد تھا۔

"اور میرا جواب؟" نہیں "میں ہے۔" وہ اتنی ہی خوف تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جہاں تک عمر کے چرے پر اضطراب دیکھا تھا۔

جس کی قیمت میں آپ کو چکاؤں؟
 "تم تو مجھے اپنا پاپ مانتے ہی نہیں، پھر کس حوالے سے ان ساری لکڑیوں کو اپنا حق سمجھتے ہو۔ تم میری بات نہیں مانو گے تو میں تمہیں سرک برے آؤں گا اور میں یہ بھول جاؤں گا کہ تم سے بھی پیرا کوئی رشتہ تھا۔"
 "میں بھر بھی آپ کی بات نہیں مانوں گا اور جائیداد میں جو حصہ میرا ہے میں وہ بھی لوں گا۔ جو راستے آپ استعمال کریں گے وہ راستے میرے لیے بھی انجان نہیں ہیں۔"

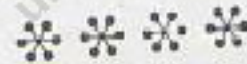
"میرے شادی نہیں کرتے تو وہ سارا رویہ لوٹاؤ جو میں نے تم پر خرچ کیا ہے۔ پاپا کی جائیداد میں سے ملنے والا تمہارا حصہ بھی ان ہی اخراجات میں آجاتا ہے جو میں نے تم پر کیے تھے اور اس کے علاوہ جتنی رقم تمہیں بے کرنی ہے وہ میرا وکیل بہت جلد تمہیں بتا دے گا۔ تم اگر اپنے حصے کے لیے کورٹ میں جانا چاہو تو شوق سے چلے جانا۔ میں بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ تم کتنے پانی میں ہو۔ جہاں تک تمہارے کیریئر کی بات ہے تو فائدہ ان سروس تو تم نے چھوڑ دی ہے اور تم یہ سوچ رہے ہو کہ تم نے مجھ سے کچھ چھڑا لیا ہے۔ تم پوئیس سروس جو ان کر رہے ہو بوائے کر لو۔ اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ مجھ سے کچھ چھڑانا اتنا آسان نہیں ہے۔ میری سچ جہاں تک سے تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جس شخص کی بیٹی سے تم شادی کرنے سے انکار کر رہے ہو وہ شخص میرے پیچھے چٹ چاہنے پر تمہیں زندہ گاڑ دے گا۔ کیریئر کی تو بات ہی نہ کرو۔ اس انکار کے بعد کم از کم اس ملک میں تمہارے لیے کوئی کیریئر ہے نہ کوئی فوچر۔ باہر تم رہنا نہیں چاہتے اندر میں تمہیں رہنے نہیں دوں گا۔ جاب کے چند ہزار روپے میں تم گزارہ نہیں کر سکتے۔ میری طرف سے تمہیں اب دوبارہ تمہیں کسی قسم کی مدد نہیں ملے گی۔ عمر اپنی جانب کے ذریعے پیسہ بنانے کی کوشش کرنا رویہ ہم ہونے نہیں دیں گے اور پھر ایک حال کے اندر اندر تم رہنے ہوئے میرے پاس معافی مانگنے آؤ گے تب تم میری ہر بات ماننے پر تیار ہو گے لیکن اس وقت میں تم پر تھوگوں گا بھی نہیں۔ اس کے بجائے میں تمہیں ملک مار دوں گا۔ یہ ہے تمہارا ایراسٹ فوچر جسے حاصل کرنے کے لیے تم فائدہ سروس چھوڑ کر کہاں آگئے ہو۔"

انگل جھانک کر کے لہجے میں بے حد زہر تھا۔ علیحدہ ساکت کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ نانو بے حد خاموش تھیں اور عمر کے چہرے پر اس وقت وہ وحشت کے علاوہ اور کچھ دیکھ نہیں رہی تھی۔ وہ خاموشی سے گرتے سانس لے رہا تھا مگر اس کی سرخ آنکھیں بے تاثر چہرہ اور جھنجھٹے ہوئے ہونٹ اسے پر سکون ظاہر نہیں کر رہے تھے۔
 "آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ ان بار آپ سے کچھ چھڑانے کے لیے میں کس حد تک جا سکتا ہوں۔" وہ غرایا تھا۔

"میں تمہارے لیے کوئی چائے فرار نہیں چھوڑوں گا۔"

بہا علیہ نے اتنے ہی سر دھبے میں کہا تھا۔

"آپ ہر راستہ بند نہیں کر سکتے۔ کوئی نہ کوئی راستہ تو ہر انسان کے پاس ہوتا ہے۔ میرے پاس بھی ہے۔"
 علیحدہ نے اسے اٹے قدموں پیچھے جاتے اور کہتے ہوئے سنا تھا۔ اس نے انگلیں جھماکیں گے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ دیکھی تھی اور پھر اس نے عمر جھانک کر بکلی کی سی تیزی سے بیڈ مائیڈ ٹیبل کی دروازہ کھولتے اور ایک ریوالتور نکالتے دیکھا تھا۔ انگلی لے کر اس نے اپنے ہاتھ کو خوف سے مہرہ ہوتے پایا تھا۔
 "عمر۔۔۔" اس کے حلق سے بے اختیار رچ نکلی تھی۔ وہ اس کی طرف متوجہ تھیں تھا۔ وہ ریوالتور کا سیٹھی بیچ بیٹا رہا تھا۔



سکمرے کے کونے میں ونی پلانٹ پڑا تھا جس کی ایک شاخ اس نے چند دن پہلے کاٹ دی تھی مگر تیرانی اسے اس پلانٹ کو وہاں دیکھ کر نہیں ہوتی بلکہ وہ پلانٹ کی اس کٹائی جانے والی شاخ کو دیکھ کر کوئی جو اس نے جان بوجھ

کر کاٹ دی تھی اور اس وقت وہ شاخ اس کٹے میں لگی ہوئی تھی۔ شاخ مر رہا تھی تھی مگر اسے کٹنے سے نکال کر پتہ کا نہیں گیا تھا۔ علیحدہ کی شرمندگی میں ایک دم وحیوں اضافہ ہو گیا۔ چند لمبے دروازے کے وینڈلز ہاتھ رکھے وہ اس شاخ کو دیکھتی رہی پھر اس نے عمر کو دیکھا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا بلکہ اپنے بک سے چیزیں نکال رہا تھا۔ علیحدہ کا لڑا لڑا کچھ اور بڑھ گیا۔

"پانسیں عمر کو اس پودے سے کتنی محبت تھی۔ مجھے ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔" اس نے ایک بار پھر شاخ کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

اسی لمحہ عمر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی نظروں کا تقابض کرتے ہوئے اس کی نظر بھی کمرے کے کونے تک گئی اور علیحدہ کو اس پلانٹ پر نظروں جمائے دیکھ کر وہ سب کچھ سمجھ گیا۔

"مجھے اپنی ہر چیز سے خاص قسم کی محبت ہوتی ہے اسی لیے میں انہیں ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ اسے بھی میں نے اسی لیے وہاں لگا دیا تھا۔"

علیحدہ اس کی آواز سوجھ گئی۔ وہ اسی کے مخاطب تھا۔

"نکریو تو خشک ہو رہی ہے۔"

"آپ پوری طرح خشک ہو جائے گی تب یہ تک وہاں گا۔"

اس نے بڑے ناول سے انداز میں علیحدہ سے کہا اور ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ علیحدہ ابھن بھری نظروں سے کچھ دیر اسے دیکھتی رہی اور پھر کمرے سے باہر نکل آئی۔

عمر کے واپس آجانے سے نانو کا رویہ یک دم بالکل ٹھیک ہو گیا تھا اور علیحدہ نے خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ عمر کے پیچھے شروع ہو گئے تھے اور ان دونوں کا سامنا بہت لمبی ہی ہوا تھا۔ خود علیحدہ بھی کالج جانا شروع کر چکی تھی اور اپنے شمسز کی تیاری میں مصروف تھی۔

اس رات وہ بچے کے قریب عمر سونے کی تیاری میں مصروف تھا جب پاس لگنے پر اس نے ریفریجریٹر میں بڑی ہوئی بوتل کو خالی پایا اور پھر پانی پینے کے لیے وہ بکلی کی طرف آیا تھا۔ لاؤنج میں سے گزرتے ہوئے وہ ہنسیک کر رک گیا۔ لاؤنج میں بھی دو کرسی کا بلب تن تھا اور اس روشنی میں اس نے کسی کو لاؤنج کا دروازہ کھولتے دیکھا۔ اسے پہچانتے میں دیر نہیں لگی وہ علیحدہ تھی۔

"عمر رات کے اس وقت لاؤنج کے دروازے پر وہ کیا کر رہی ہے؟" اس نے خیرانی سے سوچا اور آگے بڑھ کر لاؤنج آن کر دی۔ اس کا خیال تھا کہ علیحدہ واپس پاٹ کر دیکھ کر گریسا نہیں ہوا۔ واپس پٹنے وغیرہ دروازہ کھول کر لاؤنج سے نکل گئی تھی۔

"علیحدہ! عمر نے کچھ حیران ہو کر اسے آواز دی مگر وہ متوجہ نہیں ہوئی۔ عمر کچھ حیران ہو کر خود بھی اس کے پیچھے لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔ علیحدہ آہستہ آہستہ مین گیٹ کی طرف جاری تھی۔

"علیحدہ! عمر نے ایک بار پھر اسے آواز دی مگر وہ اب بھی نہیں پٹی۔ عمر کچھ اور حیران ہوا۔ وہ اب بھی گیٹ کی طرف چلتی جا رہی تھی۔ وہ کچھ پریشانی کے عالم میں اسے جانا دیکھا رہا۔ وہ اب گیٹ کے پاس پہنچ چکی تھی۔ عمر نے موجودہ پوزیشن پر کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس آگیا اور اس سے کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی اور اب کھینٹ کھینٹ لے کر کوشش کر رہی تھی۔ عمر نیز قدموں کے ساتھ گیٹ کی طرف بڑھ آیا۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا۔
 نظر آ رہا تھا۔

"جناب! علیحدہ جلیبی گٹ کھولنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔" جو کیدار نے عمر کے آتے ہی اس سے کہا۔
 عمر اس سے کچھ کہنے لگی علیحدہ کی طرف بڑھ گیا وہ گیٹ پر لگے ہوئے نالے کے ساتھ ابھی ہوئی تھی۔
 "علیحدہ! کیا بات ہے؟ کہاں جانا چاہتی ہو؟" اس نے علیحدہ سے پوچھا۔

اس نے رات کے پچھلے سیرگھر میں مدھم شور سنا۔ کچھ چونک کر اس نے خود سے شوری نوعیت سمجھنے کی کوشش کی۔ وہ جھولنے کی آواز تھی۔ وہ بنگلے کی سی تھری کے ساتھ اپنے کمرے سے نکل آیا۔ بیچوں کی تو آواز علیحدہ کی تھی اور اس کے کمرے سے آ رہی تھی۔ مگر یہ اختیار بھاگتا ہوا اس کے کمرے کی طرف گیا دروازہ لاکھ تھا اور اندر سے وہ کچھ گتے ہوئے زور زور سے جھج رہی تھی۔ کمرے کی پوری قوت سے دروازہ بجایا۔

"علیہ کیا بات ہے؟ کیا ہوا؟"

اس نے عمر کی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ اب بھی اسی طرح جھج رہی تھی۔ عمر کی مزاحیہ مٹی میں اضافہ ہو گیا۔ اس نے ایک بار پھر پوری قوت سے دروازے کو پیٹا۔

"علیہ! علیہ! دروازہ کھولو۔ دار کا ڈبرک۔ دروازہ کھولو۔ اندر کیا ہو رہا ہے۔ علیہ! علیہ!"

اس بار اندر ایک دم خاموشی چھا گئی تھی اور اس خاموشی نے عمر کے اضطراب میں اور اضافہ کیا تھا۔

"علیہ! علیہ! دروازہ کھولو۔ کیا ہوا ہے؟" اس نے ایک بار پھر بلند آواز میں گتے ہوئے دروازہ بجایا اور تب ہی اس نے نانا اور نانو کو حیرت فزانی سے آگے پیچھے آتے دیکھا۔

"گر بی! علیہ! ابھی کچھ دیر پہلے اندر جھج رہی تھی۔ پتا نہیں اسے کیا ہوا ہے؟"

عمر نے اضطراب کے عالم میں نانو سے کہا۔ ان کے چہرے پر بھی تشویش تھی مگر وہ عمر کی طرح حیرانی نہیں تھے۔

"ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا۔" انہوں نے دروازہ بجائے ہوئے کہا تھا۔

"کیا؟" عمر نے حیرانی سے ان کا چہرہ دیکھا۔ "دروازہ ڈر گئی؟ کس چیز سے ڈر گئی؟"

نانا نے اس کے کندھے پر ٹھیک دیتے ہوئے کہا۔ "نیشانہ مت ہو۔ وہ نیند میں ڈر جاتی ہے۔"

عمر اسات کھڑا ہوا۔ "وہ بھی اب نانو کے ساتھ مل کر دروازہ بجا رہے تھے۔"

"علیہ! الٹ جلاؤ۔ میری جان دروازہ کھولو۔ گھبراؤ مت۔"

نانو اب اسے ہدایت دے رہی تھیں۔ چند منٹوں بعد عمر نے دروازے کی جھری سے کمرے میں روشنی ہوتے دیکھی۔ پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

علیہ کا رنگ زرد تھا اور وہ کانپ رہی تھی۔ عمر نے اس کے چہرے کو پیچھے سے ہچکا ہوا دیکھا۔ نانو نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"کیا ہوا ابھی جان؟" وہ اسے ساتھ لپٹائے ہوئے رہی تھیں۔ نانا بھی کمرے کے اندر چلے گئے مگر عمر اندر داخل نہیں ہوا۔ وہ وہیں گھوم رہی تھی کچھ دیر اسے دیکھا رہا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

"تم زمین پر اس چیز کو سوار نہ کرو۔ اس کے ساتھ آیتا پٹلے بھی ہو تا رہا ہے۔ جب بھی وہ اپنے چہرے میں پانی نہ لگاتی۔ یہ تو پھر اسی طرح نیند میں ڈر جاتی ہے یا پھر نیند میں پٹلے لگتی ہے۔ تم اگر پہلے مجھے اس رات کے بارے میں بتا دیتے تو میں قتل ہو جاتی اور اسے سائیکائرسٹ کہاس لے جاتی۔"

اقلی شام عمر نانو کے ساتھ علیہ کا پر اہم ٹھیکس کر رہا تھا۔ اس نے انہیں اس رات علیہ کے باہر جانے کے بارے میں بھی بتا دیا تھا اور اس کے پوچھنے پر نانو نے اسے علیہ کے پر اہم کے بارے میں بتایا تھا۔

"سائیکائرسٹ کیا کہتا ہے؟"

"وہ کہتا ہے کہ inaccuracy (عدم قطعیت) کے احساس کی وجہ سے یہ محب ہوتا ہے۔ وہ لوگو کو مخلوق نہیں مانتی اور ہر شے کے لئے اسے بعد یہ احساس اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ پچھلے کئی سالوں سے یہی ہو رہا ہے۔ وہ چہرے میں لکھ کر آتی ہے۔ اس کے بعد اگلے دو تین ماہ اسی طرح ڈسٹرب رہتی ہے پھر آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جاتی ہے۔ سائیکائرسٹ کی ہدایت ہے کہ ہر شے کے پاس نہ جانے دیں۔ کم از کم ایک سال اسے ان کے پاس رہنے

میں لے نہ بھیجیں اور پھر ٹھیکس کر دے۔ وہ نیند میں ڈر کر رہی ہے۔ کمرے میں روک نہیں سکتی۔ وہاں بابا کے رابطے کرتے ہی ان کے پاس جانے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔"

"پھر کل رات تو وہ بہت بری طرح ڈر گئی تھی۔ اس نے اس کی حالت دیکھی۔ وہ تو۔۔۔"

"اب چند دن میں اس کے پاس سووں کی آواز نہ ٹھیک ہو جائے گی۔ کل دوبارہ سے سائیکائرسٹ کے پاس لے کر جاؤں گی۔" نانو نے اسے بتایا۔

"اگر بی! اب سائیکائرسٹ بدل دیں۔ اگر اتنے سالوں میں یہ سائیکائرسٹ اسے اس کا علاج نہیں کر دے گا تو کوئی دوسرا سائیکائرسٹ دیکھیں۔"

"سائیکائرسٹ بدلنے سے کیا ہو گا؟"

"ہو سکتا ہے کوئی دوسرا سائیکائرسٹ اسے زیادہ بہتر طریقے سے ڈسٹ کرے۔"

"میں نے تمہیں بتایا ہے نانا۔ یہ پراہم صرف سال میں چندا ہوتی ہیں۔ وہ بھی جب وہ اپنے چہرے میں لکھ کر آتی ہے پھر آہستہ آہستہ وہ ٹھیک ہو جاتی ہے۔"

"مگر بی! اب دو تین ماہ میں اسے کوئی نقصان بھی تو پہنچ سکتا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اس رات وہ باہر ٹھیک پڑ چکی تھی اور اسے بالکل پتا ہی نہیں تھا۔ اگر اسی طرح نیند کی حالت میں اس نے کچھ اور کر لیا تو؟" عمر واقعی فکر مند تھا۔

"نیرنی سمجھ میں ہے۔ میں نے آنا کہ اسے کس قسم کا مدد دینا ہے؟ کسی پروفیشنل چاہیے۔ میں نے اسے ہر چیز دے رکھی ہے۔ کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔"

"اگر بی! اجیز انہوں کی جگہ تمہیں لے سکتیں۔ وہ اپنے والدین کو مٹا کر رہتی ہے۔ آید والدین کی کمی تو پوری نہیں ہو سکتی۔" عمر نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اس کے والدین اس کے پاس نہیں ہیں مگر پھر بھی وہ وہاں جس طرح اس کا خیال رکھتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہی رکھتے ہوں گے۔ ہر سال نیند جیشوں میں اسے اپنے پاس بلواتی ہے۔ باپ سے بھی ہر سال نہ سنی مگر دو تین سال بعد باقی ہی رہتی ہے۔ دونوں باقاعدگی سے اسے فون کرتے رہتے ہیں۔ ہر آگے جانے والے کے ہاتھ اس کے لیے پھوٹے کچھ بھجواتے رہتے ہیں۔ ہر ماہ اس کے اخراجات کے لیے جو رقم بھجواتے ہیں وہ اگلی پھر میں ہوں۔ اس کے نانا ہیں۔ جتنی دیکھ بھال ہم لوگ کر رہے ہیں شاید ہی کوئی اور کرنا ہو گا۔ پھر بھی آگے میں کیا ہو گا۔ اس سے پھر بھی اسے مدد دینا چاہیے اور کیا دیا جاسکتا ہے؟ اس کے علاوہ بھی تو فیملی میں بہت سے بچوں کے ساتھ میں پر اہم سے بڑی انہوں نے تو اپنی چیز میں اپنے اندر کیا ہے نہیں کہیں۔ تم بھی تو ہو۔"

عمر اسے سمجھ رہی تھی کہ اسے والدین کی کمی ہو گئی تھی۔ ننانے سالوں سے اسی طرح گورننگ میں رہتے آ رہے ہیں۔ تم نے بھی تو سب کچھ سنبھالا ہے نا۔"

نانو نے اس کے سامنے اپنے ولی جذبات کا اظہار کیا۔

"نہ اتنا آسان نہیں ہے گر بی۔" عمر نے مدھم آواز میں کہا تھا۔ "یہ چیز بیشک تکلیف دہی ہے۔" نانو چند لمحے اس کو دیکھتی رہیں۔

"میں باقی ہوں یہ تکلیف دہ ہے مگر تم نے اس چیز کو اپنے اعصاب پر حوالہ نہیں کیا۔ میں چاہتی ہوں۔ وہ بھی اسے lightly لے لے۔ پناہ اور دوسروں کے لیے پراہم ٹھیک نہ کرے۔ میں نے ان کی پرورش بہت محنت سے کی ہے۔ تم تصور نہیں کر سکتے۔ میں نے اپنی اپنی مصروفیات اس کی خاطر ختم کر دیں۔ اب اس قسم کی باتیں مجھے کتنا فیس کہتی ہیں۔ اسے اندازہ ہی نہیں ہے۔" نانو بہت شکی نظر آ رہی تھیں۔

"مگر بی! وہ جان بوجھ کر ہر سب نہیں کرتی۔ اس کے اپنے ہاتھ میں نہیں ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ یہ جان بوجھ کر نہیں کرتی مگر وہ خوش رہنے کی کوشش کیوں نہیں کرتی۔ کیوں چیزیں کو اپنے

”تھیک ہے پھر تم میری بات مانو اور یہاں سے چلی جاؤ۔“ علیزہ کو اس کے مطالبے پر شاک لگا۔

”اس وقت مجھے صرف شمالی درکار ہے۔“

اس نے ایک بار پھر کہا۔ وہ چند لمحوں کے بعد اس کا چہرہ بکھرتی رہی جو اس کے جواب کا منتظر تھا۔ پھر اس نے

www.oneurdu.com

کہا۔ ”اگر آپ وعدہ کریں کہ آپ۔۔۔ آپ وہ نہیں کریں گے تو میں چلی جاتی ہوں۔“

”کیا نہیں کروں گا؟“ اس نے علیزہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

”جو کچھ دیر پہلے آپ۔۔۔“ علیزہ نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔ وہ خاموشی کے عالم میں اسے دیکھتا

رہا۔

”تپ نہیں کریں گے نا؟“ اس بار علیزہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر یقین دہانی حاصل کرنے کی کوشش کی۔

”نہیں کروں گا۔“ بہت دیر سے میں جیسے ہوتے ہوئے اس نے علیزہ سے آنکھیں اٹالی تھیں۔ اسے عمر کی

آنکھوں میں نمی کی ہلکی سی چمک نظر آئی۔ اگلے لمحے وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹا کر چہرہ دکھاتا تھا۔

وہ بوجھل دل سے اس کے قریب سے اٹھ گئی۔ عمر ایک بار پھر اپنا خون بند کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

بھاری قدموں کے ساتھ وہ کمرے سے نکل آئی اور پھر چند لمحوں بعد اس نے دروازہ لاک ہوئے کی آواز سنی۔ وہ

نہیں جانتی تھی وہ اب اندر کیا کر رہا تھا یا کیا کرنے والا تھا اور وہ وہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔ علیزہ وہیں دباؤ

کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ چند منٹوں پہلے جو کچھ ہوا تھا وہ اس کے لیے غیر متوقع تھا لیکن غیر متوقع ہونے

سے زیادہ ناقابل یقین تھا۔

انہی جمائیں اور عمر کے درمیان ہمیشہ سے اختلافات رہے تھے اور ان اختلافات نے کوئی بھی بے خبر نہیں تھا

لیکن یہ کسی کے لیے تشویش کا باعث بھی نہیں تھے۔ ایسے اختلافات صرف عمر اور جمائیں کے درمیان ہی نہیں

تھے بلکہ خاندان کے تمام لوگوں کے درمیان موجود تھے۔

~~*

معاذ حیدر انگریزوں کے زمانے میں انڈین سول سروس میں شامل ہوئے تھے۔ اس زمانے میں انڈین سول

سروس میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور جو تھے وہ سول سروس میں رہتے رہنے کے لیے بڑی جانفشانی سے

کام کرتے تھے۔ اپنے انگریز آفیسرز کے سامنے پرش گورنمنٹ سے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے بعض

اوقات انہیں آؤٹ آف داؤے جا کر کام کرنا پڑا لیکن ان کے ضمیر کے اطمینان کے لیے یہ بات کافی تھی کہ ان کے

آفیسرز ان سے خوش تھے۔ سول سروس اس زمانے میں بھی ان کی ضرورت نہیں شوق تھا۔ ان کا خاندان مالی طور

پر اتنا مستحکم تھا کہ نوکری کی ضرورت نہ تو کسی کو پیش آتی تھی اور نہ ہی اسے پسند کیا جاتا تھا مگر معاذ حیدر کے باپ

نے اس سربند کو توڑا اور اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کے بعد سول سروس میں لے آئے۔ بنیادی طور پر وہ ایک

جاگیردار خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے مزاج میں جاگیرداروں والی تمام چیزیں کوشش کے باوجود ختم نہیں

ہو سکی تھیں۔ سول سروس جوائن کرنے کے کچھ سالوں بعد ہندوستان تقسیم ہو گیا تھا۔ معاذ حیدر مغربی پنجاب

سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی فیملی کے ساتھ پاکستان ہجرت کی۔ جتنا عرصہ وہ سول سروس میں

رہے انہوں نے بڑی محنت سے کام کیا۔ جب انہوں نے ملازمت سے ریٹائرمنٹ لی تب تک ان کے چاروں

بیٹے تھوڑے تھوڑے عرصہ کے وقفہ سے سول سروس سے منسلک ہو چکے تھے۔

ان کا سب سے بڑا بیٹا ایاز حیدر بیرون ملک لاء کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس آکر فارن سروس جوائن

کر چکا تھا۔ دوسرے بیٹے سعد حیدر نے بھی بڑے بھائی کی پیروی کرتے ہوئے قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد

سول سروس جوائن کر لی لیکن بڑے بھائی کے برعکس انہوں نے ڈسٹرکٹ جینٹل گروپ کا انتخاب کیا تھا۔ عالمگیر

اور جمائیں نے بھی بڑے دونوں بھائیوں کی طرح بیرون ملک تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد فارن سروس جوائن

کر لی۔ سول سروس میں اپنی ساری اولاد بھیجنے والے معاذ حیدر واحد نہیں تھے ان کے بھائیوں نے بھی قیام پاکستان

کے بعد اپنی اولادوں کے لیے اسی شعبے کا انتخاب کیا تھا اور اس وقت ان کا تقریباً سارا خاندان سول سروس کے

مختلف شعبوں سے منسلک تھا۔

معاذ حیدر نے ملازمت صاف ہاتھوں سے چھوڑی تھی۔ چھوٹی موٹی چیزوں کو اگر ایک طرف رکھ دیں تو انہیں

اپنی پوری ملازمت کے دوران کسی اسکینڈل کا سامنا کرنا پڑا تھا نہ ہی انہیں کوئی ایسا کام کرنا پڑا تھا جس پر انہیں

شرمندگی ہو یا ان کا ضمیر خود کو مجرم تصور کرنا ہو۔ ورثے میں باپ سے انہیں ایک لمبی چوڑی جائیداد ملی تھی اور

انہوں نے اسی روپے سے اولاد کو بیرون ملک تعلیم کے لیے بھجوا دیا تھا۔ لیکن بیرون ملک قیام کے دوران ان کے

بیٹوں کی مکمل برین واشنگ ہو گئی تھی۔ وہ چاروں زندگی کو ایک نئی نظر سے دیکھنے لگے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ان

کے باپ نے اپنی سروس سے صرف اچھی ریوینش کمائی ہے اور یہ کمائی ان کی محنت کے مقابلے میں کچھ نہیں

تھی۔ ان چاروں نے سول سروس جوائن کرتے ہوئے اپنے ذہن میں کچھ اور مقاصد رکھے تھے اور پھر انہوں نے

جوش ان ہی مقاصد کے حصول کے لیے کام کیا تھا۔ چاروں نے اپنی سروس کے دوران ہر طرح کی کرپشن کی تھی مگر

اس کے باوجود وہ صرف اپنے میاں بیگ کرنا اور تعلقات کی وجہ سے ایسے اہم مہموں تک پہنچ گئے تھے جس کی

مثال صرف پاکستان میں ہی ملتی تھی۔

معاذ حیدر سے غلطی یہ ہوئی تھی کہ انہوں نے کبھی اپنی اولاد کے ذہنوں کو بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

انہوں نے خود کو ضرورت سے زیادہ بھل ظاہر کیا تھا۔ ان کی مصروفیات ہمیشہ ان کے اپنے بچوں کے ساتھ رابطوں

میں آگے آتی رہی تھیں۔ انہوں نے اس کی خاص راہنمائی کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ بچوں کی تعلیم کی

ترتیب کر رہے ہیں۔ انہوں نے انہیں دنیا کی ہر نعمت دے رکھی ہے۔ ان کے لیے وہ ہر لحاظ سے ایک مثالی باپ ہیں۔

بعد میں بھی بیٹوں کو کسی چیز سے منع کرنے کے بجائے انہوں نے اس چیز کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے انہیں

ہر کام کی اجازت دے دی تھی۔

جب ان کے بیٹوں کی کرپشن کا ذکر کھلے عام ہونے لگا تب بھی انہوں نے انہیں روکنے کے بجائے انہیں بچانے

کے لیے اپنے تعلقات کو بخوبی استعمال کیا۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے بیٹے جو کچھ کر رہے ہیں وہ عساری بیوروکریسی

کرتی ہے اور ان چیزوں کے بغیر ان کے بیٹے اپنا کیریئر نہیں بنا سکتے۔ کبھی اگر انہیں پچھتاوا ہوتا بھی تو وہ خود کو سو

دیلیوں سے سمجھاتے۔

ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کو انہوں نے اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی لیکن بیٹیوں کو کانونٹ میں

پڑھانے کے بعد انہوں نے بہت کم عمر میں ہی ان کی شادی کر دی تھی۔ ان کے بیٹے اور بیٹیاں مالی لحاظ سے جتنے

آسودہ تھے، بیٹی زندگی میں اتنے ہی مسائل کا شکار تھیں۔

ان کے سب سے بڑے بیٹے ایاز نے بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے کے دوران ہی ان کی مرضی کے خلاف اپنی

مرضی سے ایک یونانی لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ ایک دو تین سال یہ شادی کسی نہ کسی طرح چلتی رہی پھر دونوں میں

طلاق ہو گئی۔ پاکستان آگئے کے بعد انہوں نے سول سروس جوائن کرنے کے بعد ماں باپ کی پسند اور مرضی سے

دوسری شادی کی۔ یہ شادی کچھ عرصہ اچھی طرح چلتی رہی۔ ان کے تین بیٹے ہوئے پھر کچھ عرصہ کے بعد انہوں

نے چھپ کر ایک اور شادی کر لی۔

اس بار ان کی بیوی ایک ایرانی عورت تھی۔ اس شادی کا علم ہونے پر خاندان میں بہت ہنگامہ ہوا۔ کیونکہ ان

کی دوسری بیوی کا تعلق معاذ حیدر کے اپنے ہی خاندان سے تھا۔ خاندان کے بہت زیادہ دباؤ پر انہوں نے اس بیوی

کو طلاق دے دی اور اس کے بعد انہوں نے دوبارہ کوئی اور شادی کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ کسی نہ کسی طرح

اپنی دوسری شادی کو ہی بچاتے آ رہے تھے۔ ان کے بیٹوں بیٹے بھی اب سول سروس میں آچکے تھے۔

دوسرے بیٹے سعد نے بھائی کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے ماں باپ کی مرضی کے مطابق خاندان میں ہی

شادی کی کہ آمد سال تھا۔ شادی چلتی رہی پھر دونوں کے درمیان اختلافات طلاق تک جا پہنچے۔ بعد میں وہ ایک اور بیاہ کے اصرار کے باوجود شادی نہیں کی۔ ان کے دہن سے تھے اور وہ دونوں اپنے اپنی ماں کے پاس تھے۔

تیسرے بیٹے کو گھیرنے اپنی بہن سے شادی کی تھی اور ان کی شادی تمام تر اختلافات کے باوجود ابھی تک قائم تھی۔ ان کی دو بیٹیاں اور وہ بیٹے تھے۔

پہلے بیٹے کا تعلق نہ کی شادی اپنی بہن سے کی تھی۔ چند سال شادی قائم رہی پھر دونوں کے درمیان طلاق ہو گئی۔ بہن گھر سے اپنی بیوی کے اصرار کے باوجود گھر کو اپنی بیوی کے حوالے نہیں کیا۔ بلکہ اپنے پاس ہی رہا۔ طلاق کے دو ماہ بعد ہی انہوں نے دوسری شادی کر لی۔ اس بیوی سے ان کی دو بیٹیاں تھیں۔ کراچی کی ایک ماہولی سے بچہ مرے پہلے انہوں نے تیسری شادی کر لی تھی۔

الہ آباد کی بیٹی کا منہ اپنے باپ کی بہن کے بیٹے سے پر سکون لگتی تھی۔ کراچی کی بیوی سے اس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بچہ مرے سے چھوٹی بیٹی شادی کے بعد مرے کے اصرار کے باوجود شادی کرنے کے بعد وہ اسے اپنا ماں سمجھنے لگی۔ اس کی ماں نے اپنی تحریک میں لے لیا تھا۔ وہ پھر شادی کرنے کے بعد وہ اسے اپنا ماں سمجھنے لگی۔ اس کی ماں نے اپنی تحریک میں لے لیا تھا۔ وہ پھر شادی کرنے کے بعد وہ اسے اپنا ماں سمجھنے لگی۔

معاذ چھوڑ اور ان کی بیوی نے اپنے بچوں کی نئی زندگی کو نکالنا شروع کر دیا۔ وہ اپنے بچوں کو دیکھ کر روتی تھیں۔ بچہ مرے کی ماں نے ان کی زندگی میں ایک کون سی کمی رہی تھی۔ جس نے ان کی اولاد کو زندگی کے اہم فیصلے کرتے ہوئے بہت سے مسائل سے دوچار کیا تھا۔

پھر جاگیر اور اس کے باپ کی طرح معاویہ کے سارے بیٹے اپنی اولادوں کے ساتھ اپنے تعلقات نہیں رکھ پاتے تھے۔ یہی وہ بیٹی تھی کہ عین وہ وقت "نور" میں اور رہا تھا۔ کہ درمیان وہ لڑکھائوں کے ساتھ ساتھ۔ زندہ سر سے انکھڑ اور ان کی اولاد کے درمیان ہونے والے تعلقوں۔ یہ بھی ان کا وہی رشتہ تھا۔ اس نے بھی کسی جھگڑا کو اپنا شہید نہ کرتے تھے۔

"اور پھر میرا کیا عرصہ جب کر کتاب؟" اسے کمرے سے باہر آکر بھی لہجہ نہیں آ رہا تھا کہ عمر کے خود کوئی کی کوشش کی تھی۔ "کیا اتنی سمجھتی ہی بات پر عمر خود کوئی کی کوشش کر سکتا ہے؟ اور اگلے جاگیر کسے رب تھے کہ اس نے پہلے بھی دوبارہ سیدنگس بلے نہ تھا۔"

علاقہ نے کچھ بے چینی سے کمرے کے دروازے کو دیکھا تھا۔ "عمر ایسا نہیں تھا۔ ہر کبھی بھی اسے نہیں تھا۔ ہر ایک اب اسے کیا ہو گیا ہے۔"

اس نے دروازے اور فرش کے درمیان والی درز سے کمرے کی روشنی کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ "تیرے چار سال پہلے والا کمرہ کس سے ہے؟" وہ آگے بڑھ کر نہیں دیکھ سکتی تھی۔

نانو کے کمرے کا دروازہ علاوہ اٹھا اور وہاں سے بلند آوازیں اٹھ کر جاگیر کے بونے کی آواز آ رہی تھی۔

"میں کوئی انوکھا کام کرنا نہیں چاہتا۔ ہمارے خاندان میں وہ کوئی پہلا تو نہیں ہے جس کے لیے ایسا سوچا جا رہا ہے۔ کیا ایسا زلے اپنے بیٹے کی شادی خود کو بچانے کے لیے نہیں کی کسی اور اس کے بیٹے نے تو کوئی اعتراض نہیں کیا۔ آپ بتائیں کیا وہ خوش نہیں ہے۔ اس کی بیوی اسے کہاں سے کہاں لے گئی اس وقت وہ رات میں نیکر بڑھتا تھا۔

پہلے حاصل نہیں کیے۔ اگر میں بھی ایسا کرنا چاہتا ہوں تو کیا عطا ہے۔ خالی خونی انہی میں نہیں ہے۔ کہ کوئی نہیں ہوتا۔ یہ سب تک اور ہاتھ کاڑ کر بیٹے والا ہو۔ آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کا خیال ہے۔ اسے ابھی تک جو کچھ ملتا رہا ہے اس کی اپنی قابیلیت کی بنیاد پر ملتا رہا۔ جس میں اگر اس کے بیٹے نہ ہوتا تو اسے پتا چل جاتا کہ یہ کتنی قابل تھی۔"

انگل جاگیر کی آواز سے ان کے قصے کا غور کیا اور وہ رہا تھا۔ وہ چاہے ہوئے بھی ان کی باتیں سننے لگی۔

دقت جاگیر لہ کر یہ شادی کرنا نہیں چاہتا تو تم اسے مجبور مستحق کرو۔ میں مستحق رہی ہوں۔ اگر اسی طرح دیکھ کر بچا تھا۔"

نانو نے اپنا خوف ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اگلے جاگیر نے ان کی بات کاٹ دی۔

"تو کیا ہو گا۔ آپ کا کیا خیال۔" جب اس کی اس ایک بیٹلنگ کے لیے اس کے سامنے چند جملوں سے "ایسا بھی نہیں ہو گا۔"

"بہن گھر لہ کر تمہارا اکلوتا بیٹا ہے۔" انگل بڑا کھڑے ایک بار پھر اپنی بات کاٹ دی تھی۔

"اگر اکلوتا بیٹا ہے تو میں اس کا اکلوتا بیٹا نہیں ہوں۔ اسے اکلوتا بیٹے کی۔ میری طرف سے وہ بھلا ہے۔"

"بہن گھر لہ کر اس کے اکلوتا بیٹا ہے۔" انگل بڑا کھڑے ایک بار پھر اپنی بات کاٹ دی تھی۔

"کیوں نہیں۔ وہ تمہاری بات نہیں مانتا تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس طرح اس کے بیٹے بہت بڑے ہو گئے۔"

"میں نے سوچا کہ ان کی کوشش کی۔" اس نے بھی دہرایا تھا۔

"میں نے سوچا کہ ان کی کوشش کی۔" اس نے بھی دہرایا تھا۔

"آپ اسے مجھ سے بڑھ کر نہیں سمجھتیں۔ میں جانتا ہوں، مجھے اسے کس طرح پھنسل کرنا ہے اور میں لڑاؤں گا۔"

اس نے اس کی بات نہ سنیں۔ اس نے صرف جھمپس سمجھا رہی ہوں کہ یہ سب لڑکھٹ نہیں ہے۔ تم کسی تھکا سارے لڑکے کو پھنسل نہیں کر رہے۔ میں سارے مر کا سامنا نہیں کرتے۔ اسے بچھڑ کر کسی چیز کو اس پر ٹھونسے کی کوشش مت کرو۔"

"اس پر کسی چیز کو ٹھونسے کی کوشش نہ کرو۔ اس پر اور کچھ بڑھ کر لڑاؤ۔"

"اگر وہ نہ ہو تا تو پھر تمہاری بات سن کر کسی طرح خود کو مصیبت میں سے اٹھانے کا پتہ نہیں ہے۔"

"بچہ کر رہا۔"

"آپ کی بات اور ہوتی مگر آپ میں یہ سوچ کر نہیں چل رہا ہوں کہ وہ نہیں ہے۔ اب اگر وہ ہے تو پھر اسے میرے کام آتا ہو گا۔ مجھے میں بیٹھے اس کے کام آتا رہا ہوں۔"

"جدا گیا۔ تم اتنی ضد کیوں کر رہے ہو۔" انہیں یاد نہیں ہے۔ "تمہارے باپ نے ابھی تم چاروں کے ساتھ اس طرح ضد نہیں کی تھی۔ تم لوگوں نے جو کرنا چاہا، انہوں نے نہیں کر سکا۔ وہ اپنی مرضی سے شادی یا طلاق نہ کیا۔ اس کا فیصلہ ہی کیوں نہ تھا۔"

"مجھے ایلی کی مثال یاد ہے۔ تب حالات اور ختم اب صورت حال کچھ اور ہے۔" انگل جاگیر نے تیزی سے

کر لیا تھا۔ اس کے لئے جبران کو بابت تھی کہ عمر لائے جلتی پھوڑ کر سہا گیا تھا جس وقت اس نے اپنے اسے
 شاک لگا تھا۔ وہ بڑے سے کچھ فاصلے پر تھانی پر موجود تھوڑی بوٹیں اور ایک گاڑی جہاں وہ تھیں اس کے لیے تھی جس
 تھیں بہت دیر سے وہی بوٹیں باؤنڈ ہو کر اس کے لیے اسے پہنچا کر لائی تھی مگر وہ تھیں
 بے حد خالی تھیں۔ آواز کی بارہا ان بوٹوں کا اصلی مقصد یہ تھی کہ وہ بھی کمرے میں سے
 وہ کچھ دیر تک سناٹ کھڑی ان بوٹوں کو دیکھتی رہی تھی پھر وہیں سے پانی کی طرف بھاگے گئے۔ پانی
 کے قریب پہنچ کر اس نے جہاں کران بوٹوں کو دیکھا تھا۔ ایک بوٹ خالی تھی دھندلے پانی پر اور دوسری خالی تھی۔ مگر
 کے بڑے ساڈا میل پر رہتی ہوئی انش ٹرے سے گھر کے جلے ہوئے گڑاں سے بھری ہوئی تھی۔
 وہ اب جان بچھی تھی کہ راستہ کو گھروالاک کرنے کے بعد وہ کیا کرنا چاہا وہ گاؤں کا اور شاید شہر کی حالت میں بنی ہوئی
 بند کے بنا ہو گیا تھا۔ علیلہ ابھی بھی کچھ بے یقینی سے ان چیزوں کو دیکھ رہی تھی پھر وہیں سے گھر کو دیکھتی رہی۔
 "مگر تو یہ دونوں جیسے استعمال نہیں کرتا تھا پھر اب کیوں؟" اس نے باؤسی سے پوچھا۔ "تو یہ کونسی چیز ہے؟"
 مقدمہ کرکے دیکھتی رہی پھر کچھ باؤسی سے اسی طرح پوچھ رہی تھی کہ وہ اسے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ تاکہ کمرے
 میں چائی رہنے کے بعد وہ ایک بار پھر لاؤنڈری میں آئی تھی۔
 لاؤنڈری کے صوفے پر بیٹھ کر وہ ایک بار پھر راستہ کے واقعات کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔
 "کیا عمر لگے گی؟" وہ اچانک ناؤ کی آواز پر روکی تھی وہ بتا نہیں کہ کس وقت کون سے نکل کر لاؤنڈری میں آئی
 تھیں۔ علیلہ نے انہیں دیکھتے ہوئے مرنے میں ہلا دیا۔ تاکہ وہ کمرے میں نہ آسکیں۔
 "ابھی تک نہیں جاگا؟" اس نے اب دنگن کی کوشش کی "انہوں نے علیلہ سے پوچھا تھا۔
 "نہیں۔" اس نے ایک بار پھر نفی میں مہل لائے ہوئے کہا۔
 "کیوں نہیں دنگا؟" تیس دنگن کی کوشش کرنا چاہیے تھی۔ "وہ کچھ خفا ہو کر پوچھیں۔
 "آپ نے کیا تھا اسے سوئے ہو۔" علیلہ نے انہیں یاد دلایا تھا۔
 "ہاں میں نے کیا تھا مگر اب تو بہت دیر ہو گئی ہے۔" اسے غلو جا کر دیکھا چاہیے۔ "مانو نے بیٹھا ہے۔
 تھا۔ علیلہ خاموشی سے انہیں لاؤنڈری سے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔
 ناؤ کی بو ابھی بہت دیر سے تھی، وہی تھی وہ تقریباً "روس مفت کے بعد انہیں مٹی تھیں۔
 "آپ نے اسے اٹھا دیا؟" علیلہ نے ان کے چہرے پر سوہاوا طبعان دیکھ کر کہا تھا۔ "ہاں بہت دیر دروازہ بند
 رہا مگر آٹھ آیا۔" کہہ رہا ہے ابھی آتا ہوں۔" انہوں نے ایک بار پھر نفی میں جاتے ہوئے کہا تھا۔
 علیلہ نے اندازہ لگا لیا کہ کوشش کی تھی کہ کیا ناؤ کمرے کے اندر لگی تھیں یا کمرے کے دروازہ کھولے بغیر
 انہیں اندر سے ہی جواب دے دیا تھا۔
 "ناؤ آپ کمرے کے دروازے میں کی تھیں؟" علیلہ نے پوچھا۔ "میں نے اپنے باندہ آواز میں پوچھا تھا۔
 "نہیں۔ اندر نہیں تھی۔" کیوں پوچھ رہی ہو؟" ناؤ نے ان سے باہر آکر اپنے جواب دیا تھا۔
 "نہیں ایسے ہی۔" اس نے ایک بار پھر باندہ آواز میں کہا تھا۔
 اس کا مطلب یہ ناؤ نے وہ بو تھیں دیکھی ہیں۔ یہ اتنا ہی ہوا اور نہ ناؤ کو تکلیف پہنچی۔ انہوں نے بھی
 تو کبھی یہ نہیں سوچا ہو گا کہ عمر لگ کر، گاؤں پھریں ان کے کمرے ان کے سامنے۔ علیلہ نے کچھ طعنے جو
 کر سوجا تھا۔ مگر نہ ہی اسی لیے دروازہ کھولے بغیر ناؤ کو اسے دیا ہو گا۔ ناؤ اندر آکر کھڑی تھیں۔ مگر
 آخر عمر سے سب کچھ کیوں کر رہا ہے وہ تو ایسا نہیں تھا۔ وہ تو کبھی بھی ایسا نہیں تھا۔ اس کا اس ایک بار پھر لگ گیا
 تھا۔
 اسے نہیں بہت دور سے شور کی آواز خالی دے رہی تھی۔ لاشعور میں اٹھنے والا شور آہستہ آہستہ جیسے بلند ہوتا
 جا رہا تھا۔ یوں جیسے کوئی دروازہ سے یہ دھمکتا دے رہا ہو۔ شعور نے آہستہ آہستہ اس شور کو پہچان لیا تھا۔ عمر نے

اور سے پڑے آنکھیں کھولی تھیں۔ چہرے پر آنکھیں کھولنے میں بالکل کامیاب رہا مگر کچھ دیر بعد
 اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔ کمرے میں روشنی تھی کچھ دیر تک وہ اپنے ارد گرد کے ماحول کو پہچاننے کی
 کوشش کرتا رہا۔ پھر اس کا رخ پان دروازہ پر ہونے والی روشنی پر چلا گیا۔ کوئی بڑی مستقل مڑائی سے دروازہ
 کھلا تھا اور ساتھ اس کا نام بھی یاد رہا تھا۔
 عمر کا سر پھرا رہا تھا۔ وہ اپنے لیے کمرے کے آواز کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ آواز کو
 پہچاننے میں اسے کچھ وقت لگا تھا۔ مگر وہ آواز پہچان گیا تھا۔ وہ جانو کی آواز تھی اور وہ بار بار اس کا نام پکار رہی
 تھیں۔
 "کری پی ایس جاگ گیا ہوں۔ ابھی باہر آ جاؤں گا۔" اس نے بے اختیار بلند آواز میں ان کی آواز کے جواب میں
 کہا تھا۔
 اس وقت دروازہ پر ہونے والی دھمکتا اس کے اعصاب کو سمجھوڑ رہی تھی اور وہ اسے روکنا چاہتا تھا۔
 "تھک پ" عمر جلدی باہر آجاء۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔ میں کھانا لگا رہی ہوں۔" اس نے گرجنے کو کہتے جاتے۔
 وہ کچھ کچھ بغیر پچ چاہ سکتی تھیں پڑا ہوا۔ انکھوں کی بوڑھلی سے اس نے اپنی کپڑوں کو دبانے کی کوشش کی تھی مگر
 وہ عرصے ہوئے والی اس تکلیف سے نجات حاصل نہیں کر سکا تھا۔ اس کے لیے یہ ساری کوششیں تھیں
 تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ وہ بہت دیر سے کمرے کے *hangover* رہ رہا تھا۔
 کچھ دیر وہ اسی طرح لیٹا رہا۔ اسے اعصاب کو پر سکون کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر وہ جھڑکتے ہوئے بلند
 کیا۔ اس نے سر کو وہ تھیں یاد رکھتے تھے کہ وہ والے کھانک پر نظر دوڑانے کی کوشش کی تھی مگر
 وقت چلتے ہیں کا عیب نہیں ہو گا۔
 سامنے تھانی پر پڑی بوٹوں نے ایک بار پھر راستہ کے تمام مناظر کو اس کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ اس کے
 ہونٹوں پر ایک مگر امٹا بھری تھی۔ "اور اس کمرے کے باہر ایک بار پھر وہی شیطاں ہو گا۔
 ناؤ میں نہیں غائب ہو سکتی۔"
 اس نے لمبل لگا کر۔ جسکے سے دور پھرتے ہوئے جاتے تھا۔ بند سے کھڑا ہونے کی کوشش میں وہ لڑکھا گیا تھا۔
 اس کی دوری تھی۔
 چند لمحوں کے لیے وہ ایک بار پھر پڑ پڑ گیا۔ پھر رستہ کر کے چلیں ہاتھوں کی انکھوں سے کپڑوں کو جاتے
 ہوئے۔ وہ اندر لگا ہوا تھا۔ لاؤنڈری کے قدموں سے وہ رینگ روم کی طرف بھاگ چلا۔
 وہ ایک رینگ روم میں داخل ہو۔ نے کے بعد اس نے وارڈروپ میں بڑا ہوا بریف کس نکال لیا تھا وہ اب جلد از جلد
 اس *hangover* سے نجات حاصل کرنے کے لیے بریف کس میں پڑی ہوئی کو لیاں لے کر جاتا تھا۔
 مگر بریف کس کو لے کے بعد وہ بریف کس سے اپنی مطلوبہ کو لیاں تلاش نہیں کر پاتا تھا۔
 "اوہ۔" اس نے کس کو وہ بریف کس دیکھا۔ وہ وہ کہتے ہوئے سر کو وہوں ہاتھوں سے پکڑے
 ڈرنگ شیل کے اسٹول پر بیٹھا رہا تھا۔ پھر وہ اندر لڑکھا۔ قدموں سے واش روم کی طرف بھاگ گیا۔
 مل کو وہ دینی رفتار سے بھاگتے ہوئے وہ واش روم کے سامنے ٹھک کر اس میں ہاتھ کی انگلیاں اپنے حلق میں
 ڈالنے لگا۔ کوشش کا عیب رہی۔ اسے اپنا معدہ خالی ہونا ہوا محسوس ہوا تھا۔ مگر اس کے پتھر لگے ہوئے
 زیادہ لگاتے تھیں ہوا تھا۔
 پھر منٹوں بعد اس نے صابن سے ہاتھ دھونے کے بعد اپنے چہرے پر پانی کے چھینے مارنے شروع کر دیے
 تھے۔ مگر یہ شے بھی کچھ زیادہ فائدہ مند ثابت نہیں ہوئی۔ پھر وہ اسی طرح وہیں کھڑا رہا پھر کچھ بے چارگی
 کے عالم میں واش روم سے نکل آیا۔ اب یہی میں جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا۔ لیکن میں

اس وقت خاندان کے علاوہ گرنی ہوں گی اور شاید علیزہ بھی اور وہ اس حالت میں ان لوگوں کے سامنے نہیں رہا۔
چاہتا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی پارہ نہیں تھا۔
آست آست چلتے ہوئے وہ درنگ درنگ روم سے نکلا تھا اور پھر اپنے کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ دروازے کی بند پڑا تھا رکھتے ہوئے اس نے لاک کھولنے کی کوشش کی تھی اور ٹھٹھک گیا تھا۔ اسے بہت اچھی طرح یاد تھا کہ رات کو علیزہ کے کمرے سے نکلنے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام دروازے کو لاک کرنے کا کیا تھا مگر اس وقت لاک کھلا ہوا تھا۔ hangover کا شکار تھا مگر وہ رات ہو نہ والے تمام واقعات کو یاد کر سکتا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے دروازے کو لاک کیا تھا تاکہ علیزہ یا کوئی اور وہاں اس کے کمرے میں نہ آئے اور اس کے بعد وہ ڈرنک کر کے لگا تھا۔

"اور اب یہ دروازہ کھلا ہوا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی نہ کوئی رات کے کسی وقت یا پھر صبح میرے کمرے میں مجھے دیکھنے آیا ہے اور وہ کون ہو سکتا ہے؟" اس نے باپ پر ہاتھ رکھتے چند لمحوں کے بعد اٹھ کر سوچا تھا اور پھر جیسے اس کے ذہن میں آیا۔ "جھکا ہوا تھا وہ وہ خوں کو سمجھتے ہوئے اپنے کمرے سے نکل گیا تھا۔
لاؤں کے گزرو کروہ کی میں آگیا تھا۔
"اور عمر اٹھ گئے؟" گرنی نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ان کی طرف دیکھتے بغیر وہ فریخ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"نہیں پتہ چلا ہے؟" گرنی نے اسے فریخ کا دروازہ کھولتے دیکھ کر پوچھا تھا۔ اس نے اب بھی کوئی جواب دینے کے بجائے فریخ کے اندر بھاگتا ہوا سر کے کی بوتل تلاش کرنی شروع کر دی۔ گرنی اب پتہ لسنے کے بجائے خاموشی سے اس کی حرکات دیکھتی رہیں۔ وہ سر کے کی بوتل نکال کر پائن ٹی بی پر اسے پھینکی سی ڈانٹیک ٹیبل کی کر رہی تھی۔ گرنی اس پر دیکھ گیا تھا۔

"میرا بابا آیا؟" گلاس میں تھوڑا سا پانی پرے کر۔" اس نے سر کے کی بوتل کھولتے ہوئے کہا تھا۔
گرنی دم بخود اس کی کارروائی دیکھ رہی تھیں۔ میرا بابا نے خاموشی سے ایک گلاس میں تھوڑا سا پانی ڈال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ عمر نے سر کے کی بوتل میں سے کچھ سرکہ اس گلاس میں انڈلا اور گلاس ہاتھ میں لے کر اسے اپنے لگا چہرہ کھونٹ لینے کے بعد اس نے ایک دم خود کو کچھ بہتر محسوس کیا تھا۔ گلاس میں اس نے کچھ اور سرکہ انڈلا دیا اور پھر گلاس لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بار پائونے اس سے کچھ گنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ سب کچھ سمجھ چکی تھیں اور وہ اسے اس وقت شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھیں وہ گلاس لے کر جان کے دروازے سے اٹھا تھا اور اس کی نظر لاؤنچ کے سامنے والے صوفے پر پڑی تھی۔ لاؤنچ سے پہلے گزرتے ہوئے وہ علیزہ کی طرف پشت ہونے کی وجہ سے اسے دیکھ نہیں سکا مگر اب علیزہ اس کے بالکل سامنے تھی اور عمر ایک دم غصہ ناک ہو گیا تھا۔ اس نے بلند آواز میں علیزہ سے کہا تھا۔
"اوسروں کے معاملات سے اتنی دلچسپی کیوں ہے تمہیں؟"

علیزہ نے بے حد حیرانی کے عالم میں اسے دیکھا تھا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ہی اس کے سامنے سے گزر کر پچھان میں گیا تھا اور اب پچھان سے باہر نکل کر وہ ایک دم اس ٹون میں اس سے بات کرنے لگا تھا۔ اس کی آواز کی کڑختی اور چہرے پر موجود غصہ علیزہ کو خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ زور پھرے کے ساتھ اس کے جتنے کا قصہ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ کچھ آگے بڑھ آیا تھا اور علیزہ نے اس کے پیچھے ہٹنا کو بھی نہیں دیا۔
"کیا ہوا عمر؟" انہوں نے پوچھا۔
"میرا دل خراب ہو گیا ہے اس لیے شور کر رہا ہوں۔" وہ نالوں کی بات پر اور بگڑا تھا۔
"آخر ہوا کیا ہے؟" اس پر اسے تاراض ہو رہے ہوئے۔ "نالوں نے نرمی سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

تھا۔
"یہ سوال مجھ سے نہیں اٹھی سے پوچھیں۔" اس نے علیزہ کی طرف اشارہ کیا تھا جو بالکل بے حس و حرکت صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہاتھ کو جتنے حرکت کا ایک ہٹکا تھا۔
"علیزہ سے پوچھو؟" علیزہ نے کہا تھا۔
"اس نے نرمی سے۔" اوسروں کی زندگی تمہارا ہے جسے دیکھ کر انہو نے کرنا اس کا فرض بنتا ہے۔" نالوں کی بات بالکل نہیں سمجھی تھیں۔
"میرا مجھے ہانا؟" اس نے کہا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا ہے تاکہ مجھ سے کچھ بات پوچھیں اس سے پوچھیں۔"
"علیزہ تم نے کیا کیا ہے؟" اس بار نالوں نے اسے مخاطب کیا تھا۔
"نالوں میں نے۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ بے شکل ہوئی تھی۔
"جسوت۔ مست ہو لو۔ تم میرے کمرے میں مجھ سے پوچھنے لگے کیوں آئی تھیں؟" عمر اس کی بات پر ایک دم بھڑکا تھا۔ نالوں نے حیرت سے علیزہ کو دیکھا تھا جس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔
اس کے ہمہ گمان میں بھی نہیں تھا کہ عمر کمرے میں آئے کی بات جان جائے گا اور پھر اس پر اس طرح جہگہ۔
کھڑا کر دے گا۔

"ایسا حق پہنچتا ہے نہیں کہ تم لوگوں کی ذہنیات میں عقل اندازی کرو۔" انہو نے چہرے پر مسکراتے ہوئے کہا۔
"لاک کھول کر وہاں جاؤ۔" اس کی آواز اتنی بلند اور لہجہ اتنا زبردست تھا کہ علیزہ کے ہاتھ پر کاٹنے لگے تھے۔
"میں ہوتی ہوں ہو۔" سب کچھ کرسنے والی۔ یہ کچھ تمہارا یا تمہارے باپ کا نہیں ہے۔ کہ تم یہاں کے پرنسپل ہیں۔
"میں سمجھنے لگو۔" وہ اپنی اٹھا کر پچھو آواز میں اس سے کہہ رہا تھا۔ "جتنی حق تمہارا اس کھڑے ہے اتنا ہی میرا ہے اس لیے تمہیں اپنی حدود کا پتا ہونا چاہیے۔"
"کھڑا اسے غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ علیزہ کا کوئی قصور نہیں ہے میں نے ہی اسے تمہارے کمرے میں جانے کے لیے کہا تھا۔" نالوں نے بڑی نرمی سے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔ عمر کو یک دم وحشیہ کا لگا تھا۔

"آپ نے کہا تھا؟"
"ہاں میں نے کہا تھا۔" عمر نے اپنے بازو پر رکھا ہوا ان کا ہاتھ ایک جھٹکے سے ہٹا دیا۔
"آپ نے کیوں کہا تھا؟"

"تمہیں اتنی دیر ہو گئی تھی۔ اٹھ نہیں رہے تھے۔ میں پریشان ہو گئی تھی اس لیے میں نے علیزہ سے کہا کہ وہ لاک کھول کر اندر چائے اور دیکھے کہ تم ٹھیک ہو۔" نالوں نے بڑی مہارت سے بھوٹ بولتے ہوئے کہا تھا۔
"میں سب کچھ ہوں گا۔ انھوں کا۔ آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آپ ان طرح میرے کمرے میں جاوےں جیسیں؟" وہ اب نالوں کے پیچھے لگا تھا۔
"کیوں مجھے تمہارے پاس میں پریشان ہونے کا کوئی حق نہیں ہے؟" نالوں نے شکوہ کیا تھا۔
"نہیں۔ آپ کو میرے پاس میں پریشان ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کی ضرورت ہے۔ میں یہاں اس لیے نہیں آیا کہ اپنے بیدار روم میں بھی آواز سے نہ رہ سکوں۔"

"جسٹم میں جانتی ہوں کہ وہ لوگ جو مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ مجھے ضرورت نہیں ہے کسی کی محبت کی۔ نہ محبت کرنے والے لوگوں کی۔ میں تمہاں دیکھا ہوں اور تمہاں آگیا ہوں ان لغویات سے۔"
اس کے لیے میں اتنی بزدلی تھی کہ نالو چپ کی چپ رہ گئی تھیں۔

وہ جھٹلایا اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تھا۔ مگر جانے جاتے ہوئے ایک بار پھر برکت کیا اور اس نے اٹھ کر علیہ کے کمرے میں آکر بیٹھ گیا۔

”آخر وہ بھی اپنی کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔“ اس کے ہوا سلاوہ علیہ سے پہلے وہ لڑکچہ سے اٹھ گیا تھا۔ چنانچہ علیہ نے ایک دھماکے کے ساتھ اس کے کمرے پر دائرہ مار دیا۔ نالو ابھی بھی وہیں کھڑی تھی اور علیہ کے لیے ان کے نظریاتی مسئلے پر رسی تھی۔

وہ ایک دم اٹھ کر بھاگی ہوئی آواز سے نکل گئی تھی۔ اس نے اپنے منہ میں تانوی آواز نہی تھی مگر وہی نہیں تھی وہ ان کے سامنے رونا نہیں سہا کرتی تھی۔

”وہ مجھ سے اس طرح بات کیسے کر سکتا ہے؟“ اس نے اب بھی یقین نہیں کیا تھا کہ یہ سب اس نے عمر کے بچا تھا۔ اس نے صوفیہ دیکھ کر وہاں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا تھا۔

”مگر اس نے کیا کیا ہے؟“ اس نے دیکھا کہ اس نے صوفیہ دیکھ کر وہاں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا تھا۔

اس نے ابھی جب اس طرح نہیں ڈانٹا۔ بھی وہ بات نہیں کی پھر اب کیوں؟ اس کے آسوں کی رفتار میں اضافہ ہو گیا تھا۔

اس طرح سب کے سامنے اس نے کیا وہ مجھے اتنا پسند کرتا ہے؟ اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ ”مگر میں نے کیا کیا کیا ہے؟ میں تو۔۔۔“

اس نے اپنے کمرے کے دروازے کے نچلنے کی آواز نہی تھی وہ جانتی تھی۔ نالو اس کے جیسے آتی ہوں کی اور یکدم اس کے وجود کو طرہ نہی نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ اس کی وجہ سے کمرے کے نالو کے ساتھ بھی وہ بڑی کی بھی۔ اس نے چہرے سے اپنے ہاتھ نہیں ہٹا سکتا تھا۔

نالو اس کے پاس صوفیہ پر بیٹھ گئی تھی اور اسوں نے بڑی شفقت سے اپنا بازو اس کے گرد چھپا لیا تھا۔

”نہیں اس کے کمرے میں اس طرح نہیں جانا چاہیے تھا۔“ اس نے ان کی بدھنی آواز نہی تھی۔

”آئی ایم سوری نالو! میں پریشان تھی اس لیے۔۔۔ میں صرف دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ ٹھیک ہے۔“ اس نے اپنی طرح چروہا اپنے اچھوں اور سسکیوں میں کہا تھا۔

”میں جانتی ہوں مگر پھر بھی تمہیں اس کے کمرے میں جانا چاہیے تھا۔ وہ اس وقت زہنی طور پر بہت پریشان ہے اور معمولی سی بات بھی اسے شغول کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس لیے تم آئندہ محتاط رہنا۔“ نالو نے اس کی پشت پر ہاتھ پڑھائے ہوئے کہا تھا۔

”مگر نالو! کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں اس کا تماشا۔۔۔“ اسے اور رونا آیا تھا۔ ”آخر اس نے اپنی ہی بات اس طرح کیوں کی؟“

”علیہ روئے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس وقت اس سے کسی بھی بات کی توقع کی جا سکتی ہے اور ان باتوں پر کڑی نگرانی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مگر سب کچھ بھلا دیا جائے۔“ انہوں نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔

”تم وہ بدلتے کرو۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔ پھر

اسے بدلتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

انھوں نے کہا تھا ”لیجی ٹھیک تھا کہ تمہاری عمر بھی آگے نہی والا ہو گا۔ تم بھی آجائے۔“

”میں نالو! مجھے بہت کچھ نہیں ہے۔“ وہ اب نالو کا بارہ سا ہونا نہیں چاہتی تھی۔

”نہیں علیہ! تم آؤ۔ یہ اچھی بات نہیں ہے میں نے تم سے کہا ہے کہ اس وقت اس سے ناراض ہونے کا

کوئی فائدہ نہیں ہے۔ عمر ناراض ہوگی تو وہ اور کچھ ہٹ جائے گا۔ اس وقت اس کی جوتھی بات کو نالو اور علیہ سمجھ گئے۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

”نالو! مجھے بتا ہے۔“ مجھے بتا ہے۔ ”تمہیں اس کی باتوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر وہ تو وہی اس وقت تکلیف میں ہے جب وہ تارلے ہو گا تو اسے خود ہی اپنی گلی کا احساس ہو جائے گا۔“ نالو نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں سے کیا مطلب ہے؟ ظاہر ہے مجھے یہاں سے جانا ہی تھا یہ میرا گھر نہیں ہے۔ میں نے یہاں آکر غلطی کی تھی۔" وہ کہاں کے ٹکڑے کرتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہہ دیا تھا۔
 "تو پھر اتنی خاموش کیوں ہو؟"
 "میں بیٹھ ہی خاموش رہتی ہوں۔"
 "ہاں مگر اس طرح نہیں۔" علیزہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
 "تو آج کینال پر چلیں۔" شملہ نے کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتے ہی پھر اس نے کہا۔
 "کالا سڑک کروں؟"
 "ہاں کبھی کبھی تو ایسا کرنا چاہیے۔"
 "نہیچک ہے چلو۔" شملہ نے مزید کہہ نہیں سکا تھا۔
 "تیرے کفارے بہت بڑے ہیں۔" علیزہ نے بغیر خاموشی سے بیٹھی رہی تھی پھر خاموشی کو شملہ نے نہی توڑا تھا۔
 "اب بتا دو کیا جواب ہے؟" علیزہ اس کے سوال پر چونک گئی "میرے بیان ہو؟"
 "میرے بیان نہیں ہوں اس میں ہوں۔" وہ ایک بار پھر زور سے کہنے لگی تھی۔
 "تو اس کیوں ہو؟" شملہ نے بڑی مانتہ سے اسے پوچھا تھا۔
 "بتا نہیں۔"
 "تو اس میں سب کچھ ٹھیک ہے؟"
 "ہاں۔"
 "سچ نہیں یا تو اسے جانتا ہے؟"
 "نہیں۔"
 "تو اسے کچھ کہہ دیا ہے؟"
 "نہیں۔"

شملہ جھنجھائی "تو پھر پھر کیا مسئلہ ہے پھر اس کیوں ہو؟" علیزہ خاموش رہی تھی۔
 "عمر سے تو کوئی جھگڑا نہیں ہو گیا؟" شملہ کو ایک خیال آیا تھا۔
 "علیزہ نے گردن ہمو کر اس کی طرف دیکھا۔ شملہ کو اس کی آنکھوں میں المتے ہوئے آنسو نظر آئے تھے۔
 "عمر نے کچھ کہا ہے؟" اس نے سر جھکا لیا تھا شملہ نے ایک گہری سانس لی۔
 "ہر بار تم لوگوں کے دو ملان لگی۔ کسی بات پر کچھ نہ کچھ ضرور ہو جاتا ہے اب کیا ہوا؟"
 "وہ بالکل بدل گیا ہے۔" شملہ اپنے جیسے کہتا رہا۔ "اس نے دامن باجھ کر پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔
 "وقت ہر چیز کو بدل دیتا ہے۔ کوئی بھی چیز ہو یا انسان وہ ایک جیسا نہیں رہ سکتا۔ اس لیے مجھے یہ سن کر کوئی حیرت نہیں ہوئی کہ عربوں کی بات ہے۔" علیزہ نے اس سے اپنا ٹھکانہ ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔ "دو چار سال بعد تم اس سے ملو گی تو وہ اور زیادہ بدلا ہوا لگے گا۔" It's but natural (لیکن یہ قدرتی بات ہے) شملہ بے حد پر سکون تھی۔
 "شملہ! وہ مجھے کبھی بھی اس طرح ٹریٹ نہیں کرتا تھا جس طرح اب لڑکا دو چاروںوں میں مجھے یوں لگا ہے جیسے وہ مجھے اپنی کرن نہیں سمجھتا اس کے لیے ہی ہوں جیسے سالی ڈراما خانہ مال۔"
 "میرے ٹیکسٹل ہو علیزہ! وہ سبوں سے بہت زیادہ توقعات نہیں رکھتی چاہیے۔" شملہ نے بہت گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"شملہ! وہ میرا دوست تھا یاد دہستوں سے بھی توقعات نہیں رکھتی چاہیے۔" "تمہاری صرف دوست نہیں سمجھتے تین صرف دوست سمجھتے تھے تو یہاں بیٹھ کر یہ سب کچھ نہ بتا رہی ہو تیں۔" علیزہ نے سر جھکا لیا تھا۔
 "بہر حال اب کیا ہوا ہے؟" علیزہ نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔ شملہ بھی اتنی ہی شاکڈ ہو گئی تھی۔

"کیوں سے کیا مطلب ہے؟ ظاہر ہے مجھے یہاں سے جانا ہی تھا یہ میرا گھر نہیں ہے۔ میں نے یہاں آکر غلطی کی تھی۔" وہ کہاں کے ٹکڑے کرتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہہ دیا تھا۔
 "تو پھر اتنی خاموش کیوں ہو؟"
 "میں بیٹھ ہی خاموش رہتی ہوں۔"
 "ہاں مگر اس طرح نہیں۔" علیزہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
 "تو آج کینال پر چلیں۔" شملہ نے کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتے ہی پھر اس نے کہا۔
 "کالا سڑک کروں؟"
 "ہاں کبھی کبھی تو ایسا کرنا چاہیے۔"
 "نہیچک ہے چلو۔" شملہ نے مزید کہہ نہیں سکا تھا۔
 "تیرے کفارے بہت بڑے ہیں۔" علیزہ نے بغیر خاموشی سے بیٹھی رہی تھی پھر خاموشی کو شملہ نے نہی توڑا تھا۔
 "اب بتا دو کیا جواب ہے؟" علیزہ اس کے سوال پر چونک گئی "میرے بیان ہو؟"
 "میرے بیان نہیں ہوں اس میں ہوں۔" وہ ایک بار پھر زور سے کہنے لگی تھی۔
 "تو اس کیوں ہو؟" شملہ نے بڑی مانتہ سے اسے پوچھا تھا۔
 "بتا نہیں۔"
 "تو اس میں سب کچھ ٹھیک ہے؟"
 "ہاں۔"
 "سچ نہیں یا تو اسے جانتا ہے؟"
 "نہیں۔"
 "تو اسے کچھ کہہ دیا ہے؟"
 "نہیں۔"

کر سادی بات سنتی رہی "مجھے یقین نہیں آتا شہلا! عمر یہ سب کچھ کر سکتا ہے وہ کبھی بھی ایسا نہیں تھا پھر اب کیوں؟ اب جب وہ سٹیل ہو چکا ہے تو اتنے بڑے انصاف کیوں؟"

"تم اس شخص کی وجہ جاننے میں دلچسپی مت لو۔"

"کیوں؟"

"علیہ! تم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتیں وہ اب جس مدار میں داخل ہو چکا ہے وہاں کوئی علیہ نہیں ہے نہ ہی اسے ضرورت ہے۔"

"میں اس کی دوست ہوں۔"

"پتا نہیں اسے دوستوں کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔"

"دوستوں کی ضرورت ہمیشہ ہوتی ہے۔"

"مگر ہر ایک کو نہیں۔ عمر کے ساتھ جو بھی ہو رہا ہے یہ عارضی ہے وہ اس فیض سے نکل گئے گا۔ وہ میچور ہے سمجھو اگر بے بہت جلدی اپنے پرانے ملز کو مل کر لے گا تمہارے کزن میں یہ ایک خاص خوبی ہے اور ایسے ہندوں کو کسی علیہ کی ضرورت نہیں ہوتی جو ان سے ہمدردی کرے یا ان پر ترس کھائے۔ اس لیے تم اس کے بارے میں ریشاں ہونا چھوڑو، شہلا بہت نرمی سے اسے سمجھاتی رہی۔ وہ اسے کچھ کھنا چاہتی تھی مگر خاموش رہی۔ وہ شہلا کے ساتھ سب کچھ شیعہ کرتا نہیں چاہتی تھی۔ بہت دیر تک وہاں بیٹھے رہنے کے بعد شہلا نے کہا تھا۔

"اب چلیں بہت دیر ہو گئی ہے؟" علیہ کچھ کے بغیر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اس دن گھر آنے پر نانوں نے اسے بتایا تھا کہ عمر اسلام آباد چلا گیا ہے اب وہ کچھ دن بعد آئے گا۔ علیہ نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔ سوچ کر کے بعد وہ وہاں تک پہنچ گئی تھی جب نانوں نے اس سے کہا تھا۔

"عمر ہم دونوں کے لیے کچھ چیزیں لایا ہے۔ وہ بیگ دے گیا ہے میں نے ابھی کھولا نہیں دیکھا تھا۔ تم کو پتہ ہے؟"

یونیورسٹی سے آج وہ پھر کھولوں گی۔ علیہ خاموشی سے ان کا چہرہ دیکھتی رہی اگر ایک دن پہلے وہ سب کچھ نہ ہوا ہو تو شاید اس وقت وہ بڑی بے تابی سے نانوں کی بات پر کچھ نہ کچھ کہتی مگر اب اسے کوئی بے تابی نہیں ہوتی تھی۔

"آپ خود بیگ کھول لیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" اس نے بے تابی سے کہا تھا۔

"علیہ! یہاں بیٹھو۔"

"نانو! مجھے یونیورسٹی کا کچھ کام کرنا ہے۔"

"علیہ! بیٹھ جاؤ۔" نانوں نے اس بار کچھ ڈانٹتے ہوئے کہا تھا وہ کچھ متاثر سی کرسی سمجھ کر بیٹھ گئی۔

"تم عمر سے ناراض ہو؟" انہوں نے کسی تمہید کے بغیر کہا تھا۔

"نہیں۔"

"تو پھر اس کی لائی ہوئی چیزیں کیوں نہیں لینا چاہتیں۔" وہ خاموش رہی تھی۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔"

"بس ویسے ہی۔"

"بس ویسے ہی سے کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میرا دل نہیں چاہتا۔"

"علیہ! میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ عمر آج کل پریشان ہے اس کی کسی بات پر خفا ہونا مناسب نہیں ہے۔ وہ شاید خود بھی نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔ اگر مجھنے کے قابل ہو تو فاران سروس میں اتنی اچھی پوسٹ چھوڑ کر یوں صرف باپ کی ضد میں پاکستان آجائے۔"

"نانو! میں اس کی کسی بات پر ناراض نہیں ہوں۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں تمہیں کل کی باتیں کیا پری نہیں لگیں؟"

92

"بری لگی ہوں تو بھی میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں یہاں سے جاتا نہیں سکتی۔" اس نے سر جھکائے ہوئے افسردگی سے کہا تھا۔

"میں نے جو بھی کہا اسے بھول جاؤ۔ مجھے میں انسان بہت سی باتیں کہہ دیتا ہے۔" نانوں نے سمجھانے لگی تھیں۔

"اب دیکھو وہ صبح جاتے ہوئے مجھ سے خاص طور پر کہہ کر گیا ہے کہ تمہاری چیزیں میں نہیں دے دوں۔" علیہ اس بار خاموش رہی تھی۔

نانوں نے کراہنے لگے میں آگئی تھیں۔ انہوں نے عمر کا دیا ہوا بیگ کھولا تھا اور اس میں موجود چیزیں نکال کر بیڈ پر رکھنا شروع کر دیں۔ اسے پہلی بار عمر کی لائی ہوئی کوئی چیز دیکھ کر خوشی نہیں ہو رہی تھی بلکہ اس کی رنجیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔

"اسے معلوم ہونا چاہیے مجھے اس کی لائی ہوئی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے سوچا تھا۔

چیزوں کا دھیر اٹھانے کے بعد وہ کھڑی ہوئی تھی جب نانوں نے اس سے کہا "جب عمر واپس آئے تو تم ان چیزوں کے لیے اس کا شکریہ ادا کرنا۔" وہ ان کی ہدایت سن کر خاموشی سے کمرے سے نکل آئی۔

اپنے کمرے میں آکر بیٹھا اس نے عمر کی دی ہوئی چیزوں کو بار بار دیکھنے کے بجائے ایک شاپ میں ڈال کر وارڈ روپ کے ایک کونے میں رکھ دیا تھا۔

سال میں دو تین بار جب اس کی ممی اور پاپا اس کے لیے چیزیں بھجوا کر دیتے تھے تو وہ انہیں بھی اسی طرح دیکھنے بغیر وارڈ روپ میں رکھ دیا کرتی تھی پھر وہ انہیں اسی وقت دیکھا کرتی جب اسے کسی کو کوئی لفٹ دینا ہوتا اور وہ انہیں چیزوں میں سے کچھ نہ کچھ نکال کر گفٹ کر دیتی یا پھر خود اسے اپنے استعمال کے لیے کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو وہ ان شاپز کی طرف متوجہ ہو جاتی۔

مگر مگر جب بھی اس کے لیے کچھ لایا جاتا تھا تو وہ کبھی بھی ان چیزوں کو وارڈ روپ میں نہیں رکھتی تھی۔ وہ انہیں کمرے میں اپنے سامنے رکھتی تھی یا پھر فوری طور پر انہیں اپنے استعمال میں لے آتی۔

عمر چار دن کے بعد اسلام آباد سے لوٹا تھا اور ایک بار پھر اس کے چہرے پر وہی سکون اور اطمینان تھا جو انکل جیٹلیر کے آنے سے پہلے اس کے چہرے پر تھا۔

رات کو کھانے پر وہ نانوں کو "سلام آباد میں اپنی مصروفیات کے بارے میں بتا رہا تھا" چند ہفتوں تک ٹینگ کے لیے سلاہ جانا پڑے گا مجھے پھر ہوسٹلک ہو جائے گی۔" وہ نانوں کو کہہ رہا تھا "ولید کے ٹیڈی سے بات ہوئی ہے میری وہ کہہ رہے تھے۔ اچھی ہوسٹلک لوادیں گے۔" وہ اپنے ایک دوست کا نام لے رہا تھا۔

"تم خوش ہونا؟" نانوں نے اس سے پوچھا۔

"خوش؟ جتنا نہیں ہے مگر ہاں مطمئن ہوں۔" اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی "اور وہ اس لیے کہ آپ کے بیٹے نے میری رات میں کوئی رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"اچھا۔ تم یہ سوچو تو تمہارا دل۔" یہ میں نے صرف تمہارے لیے بتایا ہے۔" نانوں نے کمال مہارت سے بات بدل دی تھی۔

"میں پہلے ہی کافی لے چکا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے منع کیا۔

علیہ خاموشی سے کھانا کھاتے ہوئے ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سنتی رہی۔ نانوں مسلسل اس کے ساتھ گفتگو میں مصروف رہی تھیں۔ علیہ بہت جلد کھانے سے فارغ ہو گئی جب وہ ایک سیکیورٹی کمرہ کرکھڑی ہوئی تو نانوں پہلی بار اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

"تم نے کھانا کھالیا؟"

"جی۔"

"تو بیٹھو یا کافی پیئے ہیں اکٹھے۔"
 "نہیں بالو مجھے کچھ کام ہے۔" اس نے کہا تھا۔
 "بھئی عمر علیزہ کو تمہارے گفت بہت پسند آئے بہت تعریف کر رہی تھی۔" نانو اس بار عمر سے مخاطب
 تھیں۔ علیزہ نے عمر کو کہنے کی کوشش نہیں کی۔
 "نانو! پھر میں جاؤں؟" اس سے پہلے کہ عمر جواب دے کہتا علیزہ نے نانو سے کہا تھا۔ نانو نے اسے کچھ زحمتی سے
 دیکھا انہیں شاید علیزہ سے اس طرح کے رد عمل کی توقع نہیں تھی۔
 "ٹھیک ہے جاؤ۔"
 "مختصک یو۔" وہ ڈاکٹنگ روم سے نکل آئی۔

اگلے چند دن بھی اس کے اور عمر کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ صبح جس وقت بیورو نشی جاتی اس
 وقت وہ سو رہا ہوتا اور جب وہ بیورو نشی سے واپس آتی تو وہ گھر میں موجود نہیں ہوتا تھا۔ شام کو وہ جاکر آیا کرتا تھا اور
 اس وقت وہ اپنی رہائی میں مصروف ہوتی تھی۔ رات کے کھانے پر ان کا سامنا ہوتا تھا اور اس سے بعد عمرواک
 کے لیے نکل جایا کرتا تھا اور علیزہ ایک بار پھر سے اپنے کمرے میں آکر رہائی میں مصروف ہو جاتی تھی۔
 اس نے اس واقعہ کے بعد سے بھی عمر کے کمرے میں جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اب ملازم ہی اس کے
 کمرے کو صاف کیا کرتا تھا اور وہی سارے پیغام لے کر اس کے کمرے میں جایا کرتا تھا۔ عمر سے گھر میں جب بھی
 اور جہاں بھی اس کا سامنا ہوتا وہ کھڑا کر گزر جاتی تھی اس نے بھی علیزہ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

اس دن سہ پہر کا وقت تھا۔ نانو کسی کام سے باہر تھی ہوئی تھیں۔ خانساں اب بھی اپنے کوارٹر میں تھا وہ کافی زمانے
 کے لیے پکن میں آئی تھی جب اس نے لاؤنج میں فون کی گھنٹی سنی۔ وہ لاؤنج میں چلی آئی فون عمر کے تھی دوست کا
 تھا۔

"ہاں وہ گھر ہیں۔ اپنے کمرے میں ہیں آپ ان کے موبائل پر کال کریں۔" اس نے فون سننے پر کہا تھا۔
 "میں نے موبائل پر کال کرنے کی کوشش کی ہے لیکن موبائل آف ہے۔ آپ کیا فون سے بات کروادیں یا پھر
 انہیں کہیں کہ موبائل ٹرن کریں۔" دوسری طرف سے کہا گیا تھا۔

"اچھا آپ ہو لگد کریں میں ان کو بلاواتی ہوں۔" اس نے کچھ سوچنے کے بعد کہا تھا۔
 ریپورر کھنے کے بعد وہ سوچتی رہی کہ عمر تک پیغام کیسے پہنچائے۔ صرف پیغام اس تک پہنچانے کے لیے وہ
 کوارٹر سے ملازم کو بلاواتی تو یہ بات نہ صرف ملازم کے لیے عجیب ہوتی بلکہ اس وقت تک بہت دیر ہو جاتی۔
 چند لمحوں سوچنے کے بعد اس نے خود پیغام دینے کا سوچا تھا۔ عمر کے بیڈ روم کے دروازے پر پکٹی دستک دیتے ہی
 اندر سے اس کی آواز آئی تھی۔

"لیں کم ان۔"
 "آپ کی کال ہے۔" اس نے بلند آواز میں کہا تھا۔
 "علیزہ! اندر آ جاؤ۔" اندر سے کہا گیا تھا۔
 "آپ کے کسی دوست کا فون ہے۔" اس نے اس کی بات کے جواب میں ایک بار پھر اپنا جملہ دہرایا تھا۔
 "میں آ رہا ہوں۔" اس بار چند لمحوں کے وقفے کے بعد اس نے کہا تھا۔

وفاپس پکن میں آکر کافی میکر میں پانی ڈالنے لگی۔ چند لمحوں بعد اسے لاؤنج میں عمر کی آواز سنائی دی تھی وہ فون
 پر باتیں کر رہا تھا۔ علیزہ اپنے کام میں مصروف رہی۔
 وہ اس وقت فریق سے کریم نکال رہی تھی جب اس نے عمر کی آواز سنی تھی۔

"میں نے آپ کو اپنے کمرے میں آنے سے منع نہیں کیا۔" اس نے مزید دیکھا وہ پکن کے دروازے میں کھڑا
 تھا۔ "آپ جب چاہیں میرے کمرے میں آ سکتی ہیں۔" وہ مزید بارہ فریق سے کریم کا پکٹ نکالنے لگی۔
 "اس دن مجھے اعتراض صرف آپ کے آنے کے طریقے پر ہوا تھا۔ کیونکہ میرا خیال ہے وہ زیادہ مناسب
 نہیں تھا۔" وہ ایک بار پھر کمرہ رہا تھا۔ علیزہ کریم کو پیالے میں نکالنے لگی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اس
 کے وہاں کھڑا ہونے سے کچھ الجھ گئی۔
 "میں اتنا برا بھی نہیں ہوں کہ آپ میری بات کا جواب دینا بھی پسند نہ کریں۔" وہ کچھ کے بغیر کریم کو پھینکنے
 لگی۔ عمر اسے بھی آپ کہہ کر مخاطب نہیں کیا کرتا تھا اسے حیرانی ہو رہی تھی اس وقت وہ اسے آپ کہہ کر کہیں
 مخاطب کر رہا ہے۔
 "ٹھیک ہے جواب مت دیں۔ کافی کا ایک گک تو دے سکتی ہیں؟" اس کی اگلی فرمائش نے علیزہ کو کچھ اور
 حیران کیا تھا۔

وہ آپ آگے بڑھ کر پکن میں موجود ڈاکٹنگ ٹیبل کی کرسی سمجھ کر بیٹھ گیا۔ علیزہ کچھ دیر شش و پنج میں گرفتار
 رہی پھر اپنی صاف خاموشی کو برقرار رکھتے ہوئے اس نے ایک کی بجائے کافی کے دو گک تیار کرنے شروع کر دیے۔
 کافی تیار کرنے کے بعد اس نے دونوں گک اٹھائے اور ایک گک عمر کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ دوسرا گک لے کر
 وہ پکن کے دروازے کی طرف بڑھنے لگی تو اسے عمر کی آواز سنائی دی۔
 "آپ کافی میرے ساتھ بیٹھ کر پیئیں۔"

"مجھے کچھ کام کرنا ہے۔" اس نے جواب دیا کہا تھا۔
 "میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ کافی پیئے میں زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ لگیں گے۔" اس نے ایک بار پھر
 کہا۔

"نہیں مجھے بیورو نشی کا بہت سا کام کرنا ہے۔" اس نے سر جھکائے ایک بار پھر انکار کر دیا۔ عمر اس بار پھر
 اصرار کرنے کے بجائے تیزی سے اٹھ کر پکن سے نکل گیا۔ علیزہ کا ہکا اسے جاتا دیکھتی رہی۔ اسے عمر سے اس
 قسم کے رد عمل کی توقع نہیں تھی۔

کافی کا گک اب بھی دیکھتے ہی میز پر پڑا تھا اور اس میں سے اٹھنے والے دھواں دیکھ کر علیزہ کو افسوس ہو رہا تھا۔ وہ
 اندازہ نہیں کر پاتی تھی کہ عمر کا نام ہو کر کیا ہے یا ویسے ہی اٹھ کر چلا گیا ہے۔

دو دن بعد چھٹی کا دن تھا اور علیزہ دس گھنٹہ بجے کے قریب لان میں اپنی ایک پیلیٹ مکمل کرنے میں مصروف
 تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور ٹھنڈی ہوا چلنے کی وجہ سے فضا میں خاصی زحمتی تھی عمروہ جان بوجھ کر اپنی
 لینڈ اسکپ مکمل کرنے کے لیے باہر آگئی تھی۔

پلیٹ کو ایک ہاتھ میں تھامے وہ برش کے ساتھ کیونس پر لکھووس لگاتی رہی۔ سورج کی روشنی نہ ہونے کی وجہ
 سے اسے شید زدن میں بہت غور و خوض کرنا پڑ رہا تھا۔ شاید وہ ابھی کچھ اور دیر اسی اٹھاک سے اپنے کام میں
 مصروف رہتی مگر کیونس پر پڑنے والے بارش کے ایک قطرے نے اسے چونکا دیا تھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے
 کیونس کو ایزل سے اتار لیا۔ پیچھے مڑنے ہی اس کی نظر عمر پر پڑی۔ وہ لان کے بالکل سامنے شید کے نیچے پر آمدے
 کی پیرھیوں پر اس جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں اس نے اپنے برش اور پینٹ باکس رکھے ہوئے تھے۔ وہ ایک لمحہ کے
 لیے ٹھٹکی پتا نہیں وہ کب سے وہاں بیٹھا ہوا تھا علیزہ کو اس کی آمد کا پتا نہیں چلا تھا۔ پھر اس نے کیونس کو
 اپنے ٹھڑکے پاس جا کر رکھ دیا۔ واپس لان میں آکر اس نے اپنا ایزل اٹھایا اور اسے بھی وہیں لے آئی۔ مراب
 اس کی پیٹنگ دونوں ہاتھوں میں تھامے دیکھ رہا تھا۔ علیزہ خاموشی سے اس کے قریب آکر اپنی چیزیں پھینکے گئی۔
 "علیزہ! تمہیں اب مجھے معاف کر دینا چاہیے۔" وہ پینٹ باکس اور برش اٹھا کر کھڑی ہو رہی تھی جب عمر نے

نظر سے اٹھا کر اس سے کہا۔ وہ اس کے جیسے پر جھانک رہی تھی۔
 "میں آپ سے ناراض نہیں ہوں تو پھر دعا کی کیا بات کی؟" عمر نے کچھ کہنے کے بجائے نرمی سے اس کا ہاتھ
 پکڑا اور اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

"میری باتوں پر غصہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"
 "آپ ناراض تھے مجھ سے میں تو ناراض نہیں تھی۔" عمر کا رد عمل اس کے لیے سب سے زیادہ کن تھا۔ وہ ایک
 دم خاموش ہو کر بیٹھ کر اٹھا۔ پسینے لگنے لگے جس کے بعد اس نے کہا۔
 "میں آپ سے ناراض ہو سکتا ہوں علیزہ؟" عمر نے "نہی"۔

"مگر آپ تھے۔" اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔
 "میں نہیں تھی آپ سے ناراض نہیں تھا۔ ناراضی کے لیے شکایت کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور مجھے قسم سے کبھی کوئی
 شکایت نہیں ہو سکتی۔" اس نے سر اٹھا کر بڑی جھنجھکی سے عمر کا سر گور کر دیکھا تھا۔

"زانیہ میں کوئی نہ کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے جس کی کوئی بات آپ کو میری نہیں لگتی جس پر بھی آپ کو مجھے نہیں آتا
 جس سے بھی آپ ناراض نہیں ہوتے؟" عمر ناراض ہو کر اٹھ اٹھا اور پوچھا "تو کبھی نہیں ہو سکتے میرے لیے وہ کوئی نہ کوئی تم ہو۔"
 "مگر کو کیا ہو گیا ہے؟" علیزہ نے درج تھا "یہ کیا کہہ رہا ہے؟" اس کی سب سے قیمتی چیز میں کی نہیں آتی تھی۔

"نظر اس آپ پر تو ضرور چاہتے ہیں کہ آپ کے مرے۔ کوئی ایسا نہیں ہے آپ کے لیے روکنے کے لیے آپ نے
 ہماری زندگی کو بے نہ رہا ہو۔"

"میں جانتی ہوں علیزہ! میرے مرے پر میرے لیے وہ بڑی بڑی صرف تم ہو گی۔" وہ وہی جیسی اس کا چہرہ سمجھتی
 رہی۔ وہ اب مسکرا رہا تھا۔

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" اس نے ایک دم ٹو فوہ ہو کر کہا "میرے معاذ اللہ فقہ سار کر رہا۔"
 "کچھ نہیں۔ میں کچھ بھی کرنا نہیں چاہتا۔"

"پھر آپ اس طرح کی باتیں کیوں کر رہتے ہیں؟"
 "کبھی کیا نہیں؟"

"یہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں۔"
 "میں کیا کہہ رہا ہوں؟" علیزہ کی کچھ میں نہیں آتا کہ وہ جانتے ہوئے ہو۔

"سو تو اور زندگی کے عالم بھی تو بہت سی شکایتیں ہیں۔"
 "نہی۔"

"مجھے یہ کہ انسان کو اپنی زندگی خود اپنے ہاتھوں ختم کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔" اس نے کچھ دیر سے دیر سے
 کہا۔

"اور؟"
 "اور یہ کہ انسان کو ہر حال میں خوش رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

"اور؟"
 "اور یہ کہ زندگی میں آگے والے پرامن نامت قادی سے مقابلہ کرنا چاہیے۔"

"بس؟"
 "علیزہ! کچھ شرمندہ ہو گئی۔ اس کا خیال تھا وہ اس کی بات کے جواب میں اپنے رویے کی وضاحت کرے گا
 اپنے اس اقدام کو صحیح ثابت کرے گا مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔
 "یہ پیشکش تم مجھے دے دو۔" اس کی ماری باتوں کے جواب میں اس نے دونوں ہاتھوں میں پیشکش اٹھا کر
 دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ اس کا کیا کریں گے؟" علیزہ نے بات کا موضوع بدل جائے کچھ باتوں سے کہا۔
 "میں اسے اپنے بندہ روم میں لگا دوں گا کیا پھر اپنے آفس میں۔"

"یہ اچھی بات نہیں ہو گی۔"
 "مجھے تو یہ عمل لگ رہی ہے۔"

"میں آپ کو اس سے روکتی ہوں اور پانی کے اس قطرے کی وجہ سے یہاں نظر محراب ہو گیا ہے اسے بھی لکھنا
 کر رہا ہو گا۔" علیزہ نے ہاتھ سے آفس پر کی مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتی ہوں۔ اسی طرح چاہیے کہ مزید تبدیلی کے لیے۔"
 "مگر بارش کے اس قطرے والی جگہ کو تو مجھے ٹھیک کرنا پڑے گا۔"

"تو بارش کے اس قطرے والی جگہ کو ٹھیک کرنے کے بجائے یہاں اپنا کام لکھ دو۔"

"مگر اگر مجھے نہیں پس تو بارش اور یہاں اپنا کام لکھ دو۔" علیزہ نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا اور پھر بارش نکال
 کر سٹیو لکھ کر سے لکھ کر کے دروازے میں بارش کے اس قطرے کی وجہ سے چلے ہوئے رنگوں میں کچھ بہہ چکی
 اور اپنا کام لکھ رہا۔ وہ بڑی جلدی سے سارا عمل دیکھتا رہا اور جب اس نے اپنا کام لکھ دیا تو اس کے چہرے پر ایک بار پھر
 مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے۔ آپ جیسی مکمل ہو گئی ہے۔" اس نے علیزہ کے ہاتھ سے پینٹنگ لیتے ہوئے مطمئن انداز
 میں کہا۔

علیزہ کی مادی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا۔ مگر جتنا تک perfectionist (تامل پسند) تھا اور اب وہ ایک
 نامکمل تصویر کے درمیان میں موجود ہے اور اس پر لکھے ہوئے نام کو سراہ رہا تھا۔

"میرا کمرہ تمہیں بات میں کرنا ہے۔" اس نے چاہتے ہوئے نرمی سے کہا۔ "اسے ایک پری کی عادت ہو گئی
 ہے جس سے میں سناں رہا ہوں۔" وہ بڑی سنجیدگی سے علیزہ کو بتا رہا تھا۔

علیزہ کا چہرہ چند لمحوں کے لیے مسکرا ہوا پھر یکدم وہ ٹھنڈی ہو کر رہ گئی۔

پانچ دنوں کے بعد علیزہ نے عمر کو دیکھا تھا۔ "اسی طرح چاہنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں اس بات سے اس کی بات کی ہے آپ کے۔"
 "میں اس کی کیا بات کی ہے میں نے؟" اس نے لڑکیوں کی شادی نہیں ہو گئی؟

"ہو گئی ہے۔" علیزہ نے اس طرح اس عمر میں "وہ اب بھی میرا تھا۔"
 "پھر اس کی شادی کب ہوئی؟" عمر نے لڑکیوں کی شادی بہت جلد ہی کر دی جاتی ہے۔

"پانچ دنوں کی شادی ہی عمر میں کر دی جاتی ہے۔"
 "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ عمر میں آپ جانتی ہیں میں کیا کہہ رہا ہوں۔ آپ خود شاہد ہیں کہ ہماری
 میں لڑکیوں کی کم عمری میں کی جانے والی شادیوں میں سے کتنی شادیوں کا صیاب رہتی ہیں۔"

"مگر تم۔۔۔" عمر نے ان کی بات کالی تھی۔
 "مگر یہی پلیمز کی بات تھی۔ آپ نے تمہیں خود ہی شادی بھی بہت کم عمری میں کر دی تھی۔" علیزہ نے جواب دیا
 "آپ علیزہ کی شادی کبھی کر دیں گی تو اس پر بہت ظلم کریں گی۔" تالو نے ایک طنز مسکراہٹ کے ساتھ اسے
 دیکھا تھا۔

"تم ابھی اچھے بڑے نہیں ہوئے کہ مجھے ان باتوں کے بارے میں سمجھانے لگو۔"

"میں آپ کو سمجھا نہیں رہا ہوں۔ میں تو آپ کو صرف بتا رہا ہوں کہ آپ غریب نہیں کر رہی ہیں شادی علیزہ کے ہاتھ کاٹل نہیں ہے۔"

"مگر اس کا بھی مسئلہ ہے اور اسے مجھ پر بھی نہیں ہو گا۔ ان باتوں کو مجھ کو۔" نانوں نے ہنسنے سے کہا تھا۔

"مگر جان باتوں کو سمجھنے کے لیے میجر کی ضرورت ہے یہی زیادہ مہم کی اس واحد چیز کی ضرورت ہے وہ کام میں نہیں ہے اور میرا خیال ہے سچ چیز یہ ہے۔" نانوں نے دہرایا اس کی بات کے جواب میں ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر۔

"میں صرف خاموشی سے اسے سمجھتی رہوں۔"

"علیزہ کے ساتھ یہ کر سکتا ہوں۔" وہ ان کی طرف سے۔

"مگر وہ میرے لیے میں نانوں سے کہا تھا۔" وہ ان کی طرف سے۔

"نانوں نے مجھ کو اس میں کہا تھا۔" تو بھر وہ اس کی طرف سے۔

"میں ان کی فیملی کو سمجھ نہیں سکتا۔ ان چیزوں میں اسے براؤنڈڈ انٹیلیجنس میں اسے اس کے لیے یہ وہاں ہے۔"

"اسے paragon تو نہیں ہونے چاہیے آپ کی زندگی میں۔" نانوں نے پست پر اٹھا۔

"مگر میں نے وہ ہے یہ سکون ان لوگوں میں اس کی بات تھی۔"

"مگر تم خود ان کو بدلتی ہو رہے ہو۔" میں نے جس شخص کو اس کے لیے منتخب کیا ہے وہ اسے بہت خوش رکھتا ہے۔"

"اس شخص کا انتخاب کیا ہے آپ نے اس کے لیے؟" اس نے کچھ مقصود سے کہا تھا۔

"اسامہ کا چہرہ نے دو سال پہلے مجھ سے علیزہ کو کچھ بار میں کہا تھا۔ اسی وہ بار پوچھا تھا اس نے۔" نانوں نے بڑے اطمینان سے کہا تھا۔

"مگر وہ انہوں میں سکرانٹا تھا۔"

"میری دینا میں آپ کو علیزہ کے لیے اسامہ سکندر کی ماہیت۔" نانوں نے فحشی سے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں ہمارے بھی تھے۔"

"اور آپ کو یہ خوش فہمی بھی ہے کہ اسامہ سکندر علیزہ کو بہت خوش رکھتے گا۔"

"یہ سب کیا نظریہ ہو گا؟" میں نے کہا تھا۔

"اسامہ علیزہ کو کیا پسند کرے گا؟" میں نے کہا تھا۔

"وہ تو اسامہ ہر لڑکی کو پسند کرے گا۔"

"نفسانہ یہ اس کے لیے۔"

"یہ افضل کو اس میں ہے نہ سچ ہے۔"

"مگر اسے تو اسامہ کے ساتھ بھی ہے۔"

"وہ سب تو اس کا یہ مطلب ہے کہ میں اس کے بارے میں سچ نہ کہتا ہوں۔" وہ تباہ کر رہا تھا۔

"اسامہ ایک بہت گریوٹائس لڑکا ہے۔"

"مگر وہ ایک اور چیز ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ایک اچھا شوہر بھی ثابت ہو گا۔"

"وہ ایک بار علیزہ سے ملا ہے۔ اسے وہ اچھی لگی ہے اس نے خود اس سے علیزہ کے لیے کہا ہے۔"

"مگر اسے ہر لڑکی اچھی لگتی ہے۔"

"کیونکہ وہ۔" نانوں نے اسے ہنسا دیا تھا۔

"اس میں پکنے والی کون سی بات ہے میں آپ کو بچا رہا ہوں آپ اس کو مجھ سے اچھی طرح تو نہیں جان سکتیں۔ آپ کو یہ ہے وہ کئی فورٹیا پور بھی میں میرے ساتھ رہتا رہا ہے۔ مجھ سے دو سال سینئر تھا مگر اس کے علاوہ اس کا سارا وقت میرے ساتھ گزرتا تھا۔ اسامہ اور علیزہ ہیں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"اس شخص کا شمار اس وقت اور طرح کا ہے۔ آپ میری بات لکھ لیں یہ وہاں چاروں ہی ساتھ ہیں۔" وہ علیزہ کے پاس بیٹھ کر۔

"جیسی لڑکی کے ساتھ نہ رہی نہیں ہوتا۔ وہ تو ویسے ہی بہت بڑا لڑکا ہے۔" میرے سمجھوتے سے گریہ کر رہی تھی۔

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"میں نے آپ کو خوش کیا تھا۔"

"پلیٹا! میں غصوں۔" کمال ملنے پر اس نے کہا۔

"ہاں سر! کیسے ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں بابا۔ وہ مجھے پوچھتا تھا کہ آپ نے ابھی تک میری سیٹ تک نہیں لگوائی؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں وہ اس کچھ مصروفیت تھی۔" وہ میری طرف سے دعا کیلئے معاذ کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔

"تو پھر کب سیٹ لگاوا رہے ہیں؟"

"آئی جلد ہی لیا ہے، اب اس کے کی؟"

"عمران کی بات پر حیران ہوا۔" پلیٹا! آپ نے ہی کہا تھا کہ دھیر دھیر کے فوراً لگاوا دیں، آج وار۔"

"ہاں مکہ۔ آپ میں سوچ رہا ہوں کہ ہم ابھی وہیں رہیں۔"

"مگر میں کیا؟"

"اوپر رہ کر تمام ضروری کی تیاری لیا، ہر طرح سے کر سکو گے۔ تمہارے کمرے میں کچھ طریقے سے کامیاب

"کروں گے۔"

"میں کیا نہیں آتا۔ کہیں اس امر بھی ہوتا اچھی طرح چار دیواری کا۔ یہ کوئی اتنا مشکل نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں۔ پھر بھی تمہیں وہیں رہ کر چاہی کہ کیا ہے۔" اس نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"یہاں لگا کر بیٹے آپ سے کوئی بات کی ہے؟" اس نے پوچھ ہی پڑی۔

"وہ تھا ہے کہ وہی تمہیں کہ میں ابھی وہاں نہ جاؤں مگر میں نے اس سے کہا تھا کہ فوراً میری طرف سے واپس جانا

"ہے۔ پھر وہ کہنے لگیں کہ میں خود آپ سے بات کروں گی۔"

"نہیں۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی مگر ٹھیک ہے اگر وہ اصرار کر رہی ہیں تو پھر تم وہیں رہو۔"

"اگرچہ مجھے بہت سے کام ہیں امریکا میں۔"

"کام کی وجہ سے گئے۔ لیکن انہوں نے کہا تھا کہ وہیں رہو۔"

"میں اور وہ کہا ہوا تھا۔ امریکا۔ اس کا تو کچھ نہیں ہے۔ مگر اس نے اصرار کیا۔"

"وہ رہنے کی بات ہے تو میں تمہیں کی رو سے ملک کا بیڑا لگا دیتا ہوں۔ تم مجھے وہاں سے کہہ کر اس میں چلے

ہانا۔ پھر پھر کیا جانا بھی تمہارا ہوا۔"

بنا تیر ہمارے فوراً اس شخص کی بنا کر اصرار کیا تھا۔ آخر وہ اس امر کے آگے نہ بڑھا۔

"پھر بھی پلیٹا۔"

"مگر اصرار نہ کرنا۔ بیٹے میں کہہ رہا ہوں وہی کہ۔ میں خود بھی سوچ رہا ہوں کہ کچھ عرصے سے پاکستان کا ایک

جھڑا لگا جاؤں۔" اس نے اسے مزید کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔

"یہاں کچھ دن کے لئے ہی آئے ہیں۔"

"جب تک پاکستان کو لگاؤ ایسی پر اتنا تم میرے ساتھ مگر ابھی نہیں۔ اس پر بتاؤ کہ کہاں جانا چاہتے ہو تاکہ

میں ویرا لگا دوں؟"

"انہوں نے ایک بار پھر بات کا موضوع بدل دیا۔

"کیس بھی نہیں ہے۔ پھر ٹھیک ہے میں۔ میں ٹھیک ہوں۔ کسٹنی چاہ رہی تھیں کہ میں نارون ایریا ز چلا جاؤں

کچھ دنوں کے لیے تو پھر میں وہیں چلا جاتا ہوں۔"

اس نے خاصی سہل سے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے تم نے پہلے یہ علاقے نہیں دیکھے۔ تم خانہ انچوائس کرو گے وہاں۔" انہوں نے فوراً اسے

اجازت دے دی۔

"آپ کب تک پاکستان رہتے ہیں؟"

"ابھی کچھ فائنل نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ "تمہیں وہاں توں کروا کر لگائیں گے۔" انہوں نے اسے بتایا۔

"پھر اگر پوچھتا ہا ہے ہو؟"

"میں کب سے پھر لگاؤ مانگے۔" انہوں نے ساتھ ہی بات ختم کر دی۔

"اب اسے۔" اس نے کہا۔ "دل تھا اور بدولی کے ساتھ ساتھ وہ حیران تھا کہ کیا اسے امریکا میں لگائے نہیں دیتا

ہا ہے۔"

عمر نے دروازے پر۔ ٹھیک وہی ہے۔ ہندوستان کے تو قصبے کے بعد لگاؤ کی چاہ ابھری اور دروازہ کھل گیا۔

اس نے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا۔ "اس نے پوچھا۔"

"تو اس نے۔" وہ دروازے سے ہٹ گئی۔

"پھر اس نے ہونٹوں سے تمہارا۔" اس نے کہا۔ "مگر تمہارا آتے ہی خاصی بے لگائی ہے پوچھا۔"

"اس نے ہو گئے۔"

"اب اس نے۔" وہ اب اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہاں ہے؟"

"وہاں ہے۔"

"اس نے کہا کہ وہی وہ؟" اس نے کہا۔ "میں اس کے ساتھ کھڑا ہوں پھر رہا تھا۔"

"کچھ بھی نہیں۔"

"میں یہاں جاؤں گا۔ اس نے کہا۔ "اس نے کہا۔" اس نے کہا۔

"ہاں پھر جانا۔"

"پھر اس نے۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"اس نے کہا۔" وہ اس کے ساتھ رہا تھا۔

"کیوں؟" ایک بار پھر وہ چلا گیا۔ بارہویہ کھڑا تھا۔
 "اس لئے کہ..." اس نے اصرار کیا۔
 "تو میں نہیں سمجھتا۔ اگر چاہوں گا۔" اس نے اصرار کیا۔
 "کیوں؟"

"میرا نام خرم علی فاروق ہے۔"
 "میں نے اس کا نام نہیں سنا۔ مجھے بتائیے اس کا نام کیا ہے۔"
 "اس کا نام ہے خرم علی۔ تم چلو کی تیاری کرو۔"
 "پھر نہیں جاسکتا۔" اس نے کہا۔ "اس بار اس نے ہاتھ دیا۔"

"کیوں؟"
 "اس لئے کہ آپ کے ساتھ جاتے ہیں؟"
 "وہ کچھ دیر اس کا چہرہ دکھاتا رہا۔" اس نے کہا۔ "میں اس کا تعلق نہیں سمجھتا۔ یہ کچھ اور دوست ہے۔"
 "پھر وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔"

"اس کی بات نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ "میرا آپ کو گویا کے ساتھ جانا۔"
 "سو انہی نے اس کے پاس ایروائی سے کہا۔" اس نے کہا۔ "تم نہیں جانتے تھے۔"
 "یہ کچھ دیر اس کے ساتھ رہا۔"

وہ اب اٹھ کر کھڑا ہوا۔
 "علیہ وہ اس کی بات پر تڑکی۔" اس نے کہا۔
 "نہیں، یہی تمہارے لئے۔ تاؤ کیا لاؤ؟"

"اب یہ بھی نہیں جانتے۔" علیہ وہ اس کی بات پر تڑکی۔
 "آپ نے تو شاید کچھ دن تک میرا مطالعہ کیا ہے۔" اس نے کہا۔ "علیہ وہ اس کے لئے بولے اس سے پوچھا۔"

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

"ہاں جیسا تو تھا لیکن اس نے ابھی بلوائے اور چار نہیں ہیں اور گریبی کیلئے یہ۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس کچھ اور ہے۔"
 "پھر اس نے کہا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

علیہ وہ کو کچھ مایوسی ہوئی۔ اب تو اس کے پیچھے رہی ہو چکی ہیں۔ پھر اب یہ کیوں نہیں جاتا؟ اس نے کچھ بے بسی سے کہا۔
 "میرے غم سے اس کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پچھتے والی مایوسی اس کی تیز نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکی۔"

"تم چاہتی ہو کہ میں چلا جاؤں؟" اس نے کہا۔ "علیہ وہ اس سے پوچھا۔"
 "نہیں نے کب کہا؟"
 "تم نے کہا نہیں لیکن۔"
 "آپ نے خود ہی کہا تھا کہ آپ پیچھے رہے جائیں گے۔ اس لئے میں نے پوچھ لیا۔" اس نے کہا۔

اپنی حالت دیکھ کر اس کی بات کے جواب میں کچھ دیر خاموش رہا۔
 "میں یہ نہیں جانتا۔" اس نے کہا۔ "وہ اپنے کمرے میں اس کی مسئلہ کو دیکھ رہی تھی۔"
 "پھر اس نے کہا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔
 "پھر اس نے کہا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

وہ اس کی بات پر کچھ چمکا۔ "وہ! ہمارے قریب ہمارے قریب رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے پاس اس کے لئے کچھ اور ہے۔"
 "میں نہیں جانتا۔" علیہ وہ اس کے لئے بولے۔

اس طرح اے لیونز کسی طرح کاغیہ کرو گی۔ چار سیکشنس۔ میں فیل ہو اور باقی سارے سیکشنس۔ میں بھی مکمل سے پاس ہو۔ چھ مہینوں میں کیا کرتی رہی ہو تم؟

چوتھی بات نفیس میں تھیں جبکہ علیحدہ کمرے کے ایک کونے میں خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھیں۔

امام مسعود زبیر اور محبت کراؤں گی۔

ہاں! کون سی محنت ہے؟ وہ محنت جو تم نے اس باری سے میری کچھ میں نہیں آنا کہ بھیج کر دے تمہارا
 احسان کہاں ہوتا ہے؟ تمہارے کارڈ پکیس کے تو چاقی ہو گئے ناراض ہو گئے۔
 اہاں! میں نے بہت محنت کی تھی مگر تمہیں پھر بھی۔۔۔ میں نے کچھ بول پروا نہ ہو کر کہا۔
 ابھی سے جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو۔ تم نے محنت کی جو تو اس کارڈ میں نظر آ رہا ہے۔

پہنک میں وقت برباد کرنے لگی ہو۔

”اس بار کیا ہوا ہے؟“ مون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ تمہارا کارڈ اس قابل ہے کہ کسی کو دکھایا جائے۔ جو بھی مجھے گانے گا شاید مجھے کہہ کر توجہ نہیں دیتی ورنہ تم اس شخص کی کارڈس تو بھیج نہ لکھاتیں۔“ انہوں نے غصے میں اتار میں پکڑا ہوا کارڈ علیو کی طرف ایساں دیا۔ کارڈ اس سے نکلا ہوا قاتلین پر جاگرا۔

”بہت اچانک تو میں نے یہ حال آگیا۔ میں نے
”عمر! اچھا چانک آگے ہو“ کانوں پہنچا کر ان کہتے ہوئے اس سے پوچھا۔
”یہ کمری! وہ بڑے خوشگوار لڑکے ہیں کہتا ہوں ان لوگوں میں داخل ہوا۔“

میرے ہاتھ کو جواب دیتے ہوئے علیزہ کو دیکھا جو آستین سے آنکھیں پونچھتے ہوئے کنارہ اٹھا رہی تھیں۔
 "مگر تمہیں تو ابھی بچہ دینا تھا سوا ت میں!" ہاتھ کو ابھی مطمئن نہیں تھیں۔
 "ہاں رہنا تو تھا مگر بس اپنا بچہ دے دو بدل گیا۔"

”آپ علیزوہ کو کیا بات دلائی تھی؟“ وہ اپنا سامان رکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

”میں تو بانی روڈ آیا ہوں کوئٹہ۔“
 ”کیا! کوئٹہ؟“ غلام کوئیٹہ نے کہا۔ ”میں تو کوئٹہ سے ہوں۔“
 ”میں تو کوئٹہ سے ہوں۔“ غلام نے کہا۔ ”میں تو کوئٹہ سے ہوں۔“

”اس لیے یہ بتائیں کہ علیہ کو کیوں ڈانٹا جاتا ہے؟“ اس نے کن انہیوں سے سر جھکائے بھی علیہ کو

”فرست نرم کا زلزلہ آیا ہے اس کا اور ہی طرح فیل ہے۔“

”بس اتنی سی بات ہے۔ میں سمجھا چکا ہوں کیا قیامت آگئی ہے۔ ویسے گرہنی، اٹھل تو بس فیل ہوتا ہے اگر وہ فیل ہو تو اس سے فیل ہے تو کیا کوئی اچھی طرح سے فیل بھی ہوتا ہے؟“

فہار ٹرسٹ کا قاسم مجدد ہونا ہر اس شخص کے لئے آپ کی اصلاح کے لیے موجود ہونا ہے۔ یہ جاننے کے باوجود کہ آپ کا اس کے فہار ٹرسٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ہمدردی سے تم سے بالکل وحید کرتا ہے جو ہر بار تمہیں دیکھتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ مس علیزوہ! آپ بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ کچھ کھانا پیا کریں جلد آئیں میں آپ کو چائے پلاؤں گا ہوں۔ اتنے ہمدردی کرنے والے میرے پاس ہوتے نا تو میں اب تک کسی ایکشن میں حصہ لے چکی ہوتی۔"

”ہر بات مذاق نہیں ہوتی، شہنا!“

”نکریہ میرا مذاق ہوتا ہے اور جس بات پر مذاق آئے اس پر ہنس لینا چاہیے۔“

”یہ فارمولہ انہیں ہے حقیقت ہے۔“
”تم زندگی کو اور سو مرتبے لوگوں کو بس زاویے سے دیکھنے کی کوشش کرتی ہو وہ زاویہ اس بدل ہو۔“
”نہجیدہ ہوئی۔“ تم میں اتنی خوبیاں ہیں علیحدہ کہ ان پر کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر تم خود اپنی اہمیت کو ماننے پر تیار نہیں ہو۔“

"شہناز! تم میری بات نہیں کر رہی تھیں۔ ہم سبھی اور موضوع پر بات کر رہے ہیں۔"

"تم اذرتی نہیں ہو، بس میں۔"
 "علیہ! تمہارے لیے دوسرے چیزیں اہم ہیں ناں ان میں سے ایک عمر دہائیہ نہیں ہے اور تمہارے لیے تمہارے
 کہو کہ تم اسے مانا نہیں چاہتیں مگر تمہیں اس کی خواہش ہے۔"
 "مجھے خدا پرست نہیں ہے۔"

”تو پھر جو وقت عمر کی باتیں کیوں کرتی رہتی ہو، اس فائل کو کھولو اور دیکھو کہ کیا اس فائل میں ایسی چیزیں ہیں جو اسے نکلی بار اس کا نام لکھا ہوا ہے اور تم کو بھی ہو، ہمیں اس کی خواہش نہیں ہے جس کو فریب دینا چاہتی ہو۔“

”میں بھی اس سے یہ نہیں کہہ سکتی کہ مجھے اس سے ہے اس نے اپنا جملہ ادھر اور یہاں پھیر دیا۔“
 ”کہہ نہیں اس سے محبت ہے۔“ شملہ نے اس کی بات مکمل کی۔ ”آخر کون؟“
 ”مجھے خوف آتا ہے۔“

”کس بات سے؟“

”مگر اس نے یہ کہہ دیا کہ اسے مجھ سے محبت نہیں ہے تو میں اسے کبھی دوبارہ اس کے سامنے نہیں جا سکا۔“

”کی۔“ اس کے لیے میں اتنی بے بسی تھی کہ شہلا لاپرواہی پر خرس آ گیا۔

بات کا موضوع یک دم بدلتے ہوئے وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے چل پڑی۔ کچھ دیر اور وہاں ٹھہری رہتی تو بڑھکی آنکھوں میں المیہ ہوتی نہی برسا شروع ہو جاتی۔ وہ اسے بہت اچھی طرح جانتی تھی۔

”تم نے رزلٹ دیکھا ہے اپنا؟“ عمر نے نانو کو پوچھا۔ آواز میں کہتے سنا۔ ان کی آواز میں ہے تھکا سنا۔ وہ لاؤنگ
دروازے میں ہی رک گیا۔ اندر جانے سے پہلے اس نے صورت حال سمجھنے کی کوشش کی۔ اپنا بیگ اس نے

کر کر رکھ دیا۔

"فضول باتیں مت کرو عمر! تمہیں بتا ہے یہ چار بیچکس میں فیل ہے۔"
علیہ و کمال چلا زمین پٹے اور وہ اس میں ساجائے۔
Really I don't believe it"

جیسے علیہ و کو دیکھا۔
"اس میں یقین نہ آنے والی کون سی بات ہے۔ کارڈ دیکھ لو اس کا۔"
"تاؤ اس کی بات کو ٹھیک طرح نہیں سمجھ سکتی تھیں مگر عمر کی اچھی حرکت نے انہیں چند سیکنڈ میں سب کچھ سمجھا دیا۔ عمر نے صوفے پر بیٹھ بیٹھ کچھ آگے کی طرف جھکتے ہوئے علیہ و کے سامنے ہاتھ کو تھاما اور اسی روئی کے ساتھ ہاتھ ملانے کے بعد اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "Congrats Cousin" (مبارک ہو بھائی) تم نے تو حیران کر دیا مجھے۔ کام کیا ہے جو اس فیل میں پہلے کوئی مرد بھی نہیں کر سکا۔ "Keep it up"
علیہ و نے کچھ بدحواس ہو کر اس کے چہرے کو دیکھا مگر وہاں پر سنجیدگی کے ساتھ ساتھ حیرانی حسین کے جذبات اور تاثرات نمایاں تھے۔ تانویک دم مشتعل ہو گئیں۔
"یہاں مطلب ہے تمہارا مذاق اڑا رہے ہو میرا؟"

"فیل ہونے والے کو داد دی جاتی ہے؟"
"نہیں خالی داد نہیں دی جاتی جو صلہ افزائی بھی کی جاتی ہے۔" اس نے بڑے اطمینان سے وضاحت کی۔
"فیل ہونے والے کو داد دیتے ہیں اور اس کی جو صلہ افزائی کرتے ہیں؟" تانو کا پارہ ہائی ہو گیا تھا۔
"داد اور جو صلہ افزائی صرف ایسے کام پر دی جاتی ہے جو اس سے پہلے نہ کیا گیا ہو۔ ایسے ہماری فیل میں علیہ و! کام پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا۔" اس کا اطمینان اب بھی برقرار تھا۔
"داد اور جو صلہ افزائی ہر" جیسے "کام پر دی جاتی ہے۔" تانو نے اس بار اپنی بات چبایا کر لی۔
"آپ ثابت کریں گریں! کہ فیل ہونا ایک برا کام ہے۔" وہ ایک دم جیسے بحث کے وہاں آیا۔
"تم فضول بکواس مت کرو عمر!"

"اس میں بکواس والی بات ہی نہیں ہے۔ آپ بتائیں آج تک کبھی کسی کو ایگزٹام میں فیل ہونے کی وجہ سے عمر قید یا جانی ہوئی یا دورخ نہیں کیسے جانے والوں میں کہتے لوگ صرف امتحان میں فیل ہونے کی وجہ سے وہاں جا میں گئے۔ ایک بھی نہیں تو پھر یہ برا کام تو نہیں ہے۔"
"رات کو تمہارے دادا آئیں گے۔ علیہ و کارڈز دیکھیں گے اس کے بعد تم اپنی یہ تقریر ان کے سامنے بھی کرنا پھرے۔ جو تمہیں بتائیں گے کہ فیل ہونے سے کتنی نیکیاں ملتی ہیں۔" تانو کے اشارے میں وہ اٹھ اٹھا۔
"کوئی بات نہیں گریں!۔ گریڈ پانچ سے بھی بات ہو جائے گی۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ میری والدہ والی پلانے کا ارادہ ہے یا میں واپس سوات چلا جاؤں۔"

عمر نے ایک بار پھر بڑی مہارت سے بات کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ تانو کچھ دیر کچھ کے بغیر اسے چھوڑتی رہیں اس کے بعد انہوں نے خانساں کو آواز دی۔
"تانو! میں جاؤں؟" عمر نے علیہ و کی منگناٹ سنی جسے تانو نے پوری طرح نظر انداز کر دیا۔
"تانو! میں جاؤں؟"
اس نے ایک بار پھر کہا۔ اس سے پہلے کہ تانو اس بار بھی پہلے کی طرح اس کے سوال کو نظر انداز کر رہی عمر نے مداخلت کی۔
"گریں! علیہ و کچھ پوچھ رہی ہے آپ سے؟" اس نے کچھ جتا دیا۔
"میری طرف سے بہنم میں ہاں۔" تانو نے خاصی رکھائی اور سرودھری سے کہا۔ علیہ و ایک جھٹکے سے انہما

اور تقریباً بھاتی ہوئی لاؤنچ کے نکل گئی۔
"آپ بعض دفعہ بہت تلخ ہو جاتی ہیں گریں! خاص طور پر علیہ و کے ساتھ۔" اس کے جاتے ہی عمر نے سنجیدگی سے عمر سے کہا۔

"ہاں ہو جاتی ہوں۔ اس لیے کیونکہ وہ کبھی بھی میری توقعات پر پورا نہیں اترتی ہمیشہ مجھے لیٹ ڈاؤن کرتی ہے۔ ایک اسٹڈیز میں مجھے تھوڑا اطمینان تھا تو اس بار وہ بھی ختم ہو گیا۔" تانو نے اسی سرودھری کے ساتھ کہا۔
"وہ اسٹڈیز میں دیکھتے ہیں؟" عمر نے ان سے پوچھا۔
"نہیں۔ بس بھی نہیں۔ یہ پہلی بار ہوا ہے۔ اسی لیے تو مجھے اتنا شک کا ہے۔"
"آپ نے اس سے پوچھے کی کوئی کوشش کی کہ اتنی بری رفتار میں کیوں تھیں اس کی؟"
"اس کے پاس ہر سوال کا ایک ہی جواب ہوتا ہے میں ریشان ہوئی اس لیے۔ اب بندہ پوچھے کہ اسی کون سی پریشانی لاحق ہو گئی ہے اس عمر میں کہ وہ ایگزٹام بھی اچھے مارکس سے پاس نہیں کر سکتی۔"
"گریں! وہ سب تو بھی یہ تو آپ جانتی ہیں شاید اسی وجہ سے۔" گریں نے اس کی بات کاٹ دی۔
"کم از کم اسٹڈیز کے سلسلے میں میں اس طرح کا کوئی ایکسکسپوزیشن نہیں چاہتی۔ وہ سب ہو یا نہ ہو ایگزٹام میں اسے گریڈ لینے ہوں گے۔"
"آپ کو اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

"میں اسے بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ مگر تم نہیں سمجھتے۔ بچپن سے میرے پاس رہی ہے وہ میری ذمہ داری سمجھتے ہیں سب اسے۔ کیا میں اسے پڑھا نہیں سکتی۔ لی ایچ ڈی تو نہیں کر رہی وہ اب لیا۔ لیا کو روک رہی ہے۔ کیا اسے پڑھنا بھی نہیں کر سکتی؟ میں کیا جواب دوں گی اس کے پاس یا۔ کو۔ تمہا نے نہیں ہو اپنی پوجو کو۔ ٹیٹہ تو میری جان کہا جائے گی۔ اس دن بڑی تقریریں کر رہے تھے تم کہ اس کی شاہی ابھی نہ کروں اسے پڑھنے دوں۔ کچھ آگے پڑھ سکتی ہے وہ سب اس نے۔"
عمر نے سنجیدگی سے اس کی بات سننے سننے بات کافی۔
"اس بار اگر اس کی رفتار میں خراب رہتی ہے تو ضروری فیل اٹھنا بھی ایسا ہی ہو۔ صرف ایک بار خراب رہے اس طرح تو میں کرنا چاہیے۔"

"میں تو جس طرح ری ایکٹ کر رہی ہوں مگر تمہارے دادا کو بھی چلا تو وہ اس سے زیادہ بری طرح ری ایکٹ کرے۔"
"اس سے کیا ہو گا؟ اس طرح اس کے گریڈ بہتر ہو جائیں گے؟" تانو اس کے سوال پر خاموش رہی تھیں۔
"کبھی آپ اس کی شاہی کے بیان بنا رہی ہوتی ہیں کبھی اسٹڈیز میں لا پرواہی برتنے پر اپنا بی بی لائی کر سکتی ہیں۔ اس کو اس کی زندگی اپنی مرضی سے کیوں گزارنے نہیں دیتیں؟"
"کیا مطلب ہے تمہارا؟" تانو نے اس سے پوچھا۔
"میرا مطلب بالکل صاف ہے۔ اس پر اپنی مرضی مت ٹھونس ہر بات میں مداخلت نہ کریں۔"
"ہر بات میں مداخلت نہ کروں وہ جو کرنا چاہتی ہے اسے کرنے دوں۔ فیل ہوتی ہے فیل ہونے دوں۔ خود کو تباہ کرتی ہے تو خود کو تباہ کرنے دوں۔" تانو نے طنز انداز میں کہا۔
"کوئی خود کو تباہ نہیں کرے گی وہ اتنی بے وقوف نہیں ہے مگر اس کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے دیں۔ فیل ہوتی ہے ہونے دیں۔ اس کا دارالعلم ہے۔ اس کو اس کا حل نکالنے دیں۔ تھو کر کھالی ہے کھانے دیں۔ گریں ہے گرنے دیں۔ مگر اس کو کسی سہارے کے بغیر کھڑا ہونا سیکھنے دیں۔ زمین پر چر کیسے جاتے ہیں یہ اسے آنا چاہیے۔ اس کی اپنی چھوڑ دیں۔"

"وہ اتنی بڑی نہیں ہوئی۔"

جب ہاتھ اس کے سر پر کھڑے ہو کر بدایات دینی شروع کر دیں۔
 کھانے کی میز پر ہاتھ نے یہ خبر عمر کو بھی دی۔ وہ سالانہ کے وقت میں سے سالانہ لٹکاتے رک گیا۔
 ”یہاں علیحدہ دکانوں میں کیا کوئی تم لوگ؟“
 ”تھوڑی سی سیلج کریں گے۔“
 ”جیسا کہ ارہ ہے ہو؟“

علیڑہ نے اسے گاؤں کا نام بتایا۔
 ”کس چیز کے بارے میں ریسرچ کرنی ہے۔“ وہ بہت مچھتس نظر آ رہا تھا۔
 ”وہاں بیچے کچھ سواں سے چند این سی اوز کافی کام کر رہے ہیں سوشل ڈیولپمنٹ اور دیگی اصلاحات کے
 حوالے سے۔ ان ہی کے کام کا جائزہ لینا تھا۔ ان کا طریقہ کار اور ان کی کامیابی سے وہاں کے کام کر دی ہیں۔“
 اس نے بڑی سنجیدگی سے جتنا شروع کیا۔ پھر اس کے جواب پر مگر پھر وہ اس چیز سے انجیر تھا۔ وہ اپنے اختیار و قوت پر
 انکار کرنے لگا اور پھر کافی تک ہمتاں رہا۔ علیڑہ کچھ شرمندہ ہوئی۔ اسے اپنی جگہ کا احساس ہوا تھا۔
 ”کیا ہوا عمر؟“ میں کہیں رہے ہو؟“ ”نانو سے بھی کچھ حیران ہو کر کہہ دو۔ جس کاچھ وہاب سے بڑا ہو۔“
 اچانک اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے پانی کا گلاس ہاتھ میں لے لیا۔ پانی کے چند گھونٹ لینے کے بعد اس نے
 علیڑہ سے کہا۔

”تو آج ہاں ان چیزوں پر راج کر کے جا رہی ہیں؟“
 علیز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چہرے پر غصے کے تاثرات لیے کھانا کھانے میں مصروف رہی۔ سراسر اس کی
 فحش کو جسے وہ نہ جانتا تھا۔
 ”تو یہ تو تم لوگوں کا ہی ٹرنس ڈیس ہاں اسٹریٹری ٹور کے لیے جا رہی ہو۔ یہ تو سے جا رہی ہو یا کسی کے invitation پر؟“
 علیز نے چونک کر اسے دیکھا۔

”میرا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا فکر کر رہا ہے اس لئے کہ؟“ اس نے وضاحت کی۔
 ”ہاں وہاں کام کرنے والی ایک این سی او۔“ علی نے مختصر ”جواب دیا۔
 اور عمر نے اس کا جواب سن کر بڑی روالی ایسے اطمینان کے ساتھ اس میں لگا ہوا ہر اویا۔ علی نے حیران رہ
 گئی۔

”آپ کیسے جانتے ہیں کہ ہمیں اس این بی او نے اسکا منکر کیا ہے۔“
 ”بس ہمارے بھی کچھ جو سرزچیں۔“ وہ اب اطمینان سے چاول کھانے میں مصروف ہو گیا۔
 ”آپ ہنسے کیوں تھے؟“ اس بار علی زو نے اس سے کچھ لڑے تھوڑوں سے پوچھا۔
 عمر ایک مار پھر مگر ما۔ ”بس ایسے نکالے سو وہ کہہ رہی تھیں این بی او کی فامیلیاں اور طریقہ... سو شغل
 ڈو لپسٹ۔ ہاں اور وہ دیکھی اسلام حیات تو اس جیسے ہی آئی۔“
 ”اس میں ہنسنا الی تو کوئی بات نہیں ہے۔“ علی زو کچھ برجم ہو گئی۔
 ”اگر بندہ لگا، ایک جتن پر رہے سو کئی چار پا رہے۔ جس کا کوئی دعوہ ہی نہیں تو پھر پھرے۔“ علی زو نے کوئی ہنسی آئے
 کی۔“

”علیٰ علیہ السلام! جا کر اپنا وقت ضائع مت کریں۔ ہم سے پوچھیں ساری افکارِ مشن آپ کو گھونٹے دے دیں گے۔ آپ بس حکم کریں۔“

”میری جھجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ وہ الجھتی۔

116

۱۰۔ جن کی او وہاں اس قسم کا کوئی کام نہیں کر رہی ہیں جس کے بارے میں اب ابھی اعلان فیملی نہیں کیا گیا ہے۔

یہ سب کچھ سن کر وہی سب کو گلاب دے کر کہتے رہے۔ میں جو میں تمہاری ہوں۔ اور پھر انہی نے عمل میں کیا بھی تو کافی ہے۔ ہاں میں ہی اور کی کارکردگی پر کھنکھاتا رہا ہے۔ میں کیا کو صبر کا کیسہ دیا جاتا تھا۔

عمر نے کھانا کھاتے ہوئے اچانک سر اٹھا کر علیزہ کے سامنے اپنے ہاتھ کی دو انگلیاں اٹھائیں۔

یہ لکھی انجیل میں علیحدہ بابوں میں مذکور ہے۔ وہ اس سوال پر گڑبڑ کرتی ہیں۔ اس کے چہرے سے اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ سچیدہ تھا یا بدلتا کر رہا تھا۔

”نہیں یہ دو انگلیاں جو آپ کے منہ سے دو تین یونٹوں میں لے آپ کو دو ہی انگلیاں دکھائی
 ہیں۔ تین یا چار زمین۔ لیکن دو انگلیاں نظر آنے کا مطلب یہ تو کہ زمین کے کھیرے ہاتھ میں باقی تین انگلیاں
 نہیں ہیں مگر ان تین انگلیوں کو منہ سے طرہ سے نکالتے، کھاموں کا۔“

علیہ السلام نے ہونے انگلیوں سے اسے دیکھتے دیکھا۔

”آپ کے پیچھے نظر ڈالیں۔ یہ ایک نکتہ ہے جس سے ہمیں شاید یہ کتنا زیادہ متاثر ہو گا کہ وہ ہم کو گولو
کے نزدیک اور ہوشیار بناتا ہے۔ وہ ان معاملات میں خاصا پیچیدہ واری کا مظاہرہ کر رہے ہوں۔“ یہ سوز
اراز میں لہ رہا تھا۔

”کسی مطلب؟“ سٹاپ۔۔۔ سٹاپ۔۔۔ دل لال کہ یورپ میں لوگوں کو ایک خاصا عقل مند جانور سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بیل، بک، اور بکریاں، انہی ایسے ہی جانور کہتے ہیں۔“

عقیدہ چھپنے کے بغیر اس کا چہرہ بھونکتی رہی۔ وہ اب شامی لاپرواہی سے پانی پینے میں مصروف تھا۔ یہ اس نئی اور بڑے سے فکر آپ کے ڈیڑھ گھنٹے کو رساں کے دور سے کروا رہی ہے، تو یقیناً تبدیلی آئے۔ وہ اپنا منہ نہ کھلی، جتنے بھی نہیں کرتی رہی ہوگی۔ "الان کوئی بھی نہیں ہوتی ان میں سے کسی کے پاس۔"

انی کا اس نیچے رکھ کر وہ ایک بار پھر اپنا شروع ہوجا گیا۔
 "مردہ کیوں دیں گے انہیں؟" اسے شک تھا۔

[illegible]

”ہائین قہاؤز اس علاقہ میں کھنڈیں کر رہیں۔“ علویہ نے قدرے حیرانی سے پوچھا۔

سرسختی کا چاروں نہیں کیا جائے گا۔ ہمارے ہر سال میں ایک چورٹ کے تعلق رکھنے والے پروگرام ہوتے ہیں۔ ان کی بنیاد پر اب علیحدہ ایک ایجنسی بنائی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر امور بھی سامنے آ رہے ہیں۔

علیؑ کو کہہ گا کہ میں اس کی باتیں سن رہی تھی۔
 ”مجھے اسی بھی شبیں میں آ رہا تھا وہاں اپنی اینٹوں اور اسی طرح انھیں گروہیں ہیں، انہی تک میں دیا ہے۔
 چہن کو اپنی لائے کیوں نہیں کیا۔ ہر گز نہ تو وہاں ہر گز خاص طور پر کسی کو دیا گیا ہے نہ کسی کو اور ہر گز
 اس کی اور اس طرح کا کام کر رہی ہیں وہ ان کی فطرت اور میں بھی تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی سب سے پہلی چیز
 انھیں نہیں آ رہا ہے وہ لوگ یہاں میں دیا گیا ہے کیوں نہیں آ رہا ہے۔“
 علیؑ نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

[illegible][illegible]

”کس میڈیا کی بات کر رہی ہیں آپ۔ نورینہ کی بیانیہ بی بی کی؟“
 ”وہوں کی۔“

”نئی تو کبھی ازین ہی اواز کے بارے میں سوچ کر کما نہیں رکھا تھا کیونکہ یہ گورنمنٹ کی پالیسی نہیں ہے۔ میں نے اس بتایا ہے تاکہ ان این جی اوز کو جن انٹرنیٹ کے ذریعے روپیہ ملتا ہے وہ غیر ملکی حکومتوں کی اتنے کامیابی ہیں اور لوگ ہماری حکومت پر بے پیرا اُلتے رہتے ہیں۔ حکومت کو این جی اوز پر غور کرنی چاہئے اور جاننے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے پاس اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ اس این جی اوز کو زمین لرزے تک صرف طاقت کو نہ دے تو ہمارے مہینے ہمارے گورنمنٹ کس کس سے لڑے گی۔ وہ کیا کہتے ہیں (Hungary Can't be choosed) (کہا کہ کس پاس

120

[illegible][illegible][illegible][illegible]

”یہ اس لیے ہوتا ہے کیونکہ جب ہم لوگ کوئی بات ماننا چاہتے ہیں تو ہمیں حلالی میں جاتی جیسے اس وقت!“
 مرنے چوٹ لڑاتے وقت اور جہیز کے دم کھانے کا کرپس ہوا۔
 ”اؤ ہوسے ایسا کیا ہو چھوٹا ہے بے ہوش نہیں بتا رہا ہے یا تو پھر وہی تھیں کہ میں اس وقت سے کہیں
 نہ جاؤں گا۔“

اس مسئلے میں جب میں امریکا میں پہنچا تو ایک مزید ترسناک سطر تھی ہمارے اسی علاقے کے تعلق تھا ان کا کہنا تھا کہ "میں نے یہاں ایک عجیب و غریب قسم کی چیز دیکھی ہے جو دوستی اور کلمی میری ان کے ساتھ ہے۔"

۱۔ کہہ کر، اتنا جیسے ان کی کسی غلطی کا اعتراف کر رہا تھا۔

وہ یوں کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ میں نے سوچا کہ یہ سچ کر سکیں کہ اگر یہ
 "ہمیں کچھ پورس نہیں سمجھیں" میں نے اس علاقے میں ہی نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ میں بھی خاصی چھان بین
 معاملہ کیا ہے۔ وہ ہم لوگوں نے اس علاقے میں ہی نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ میں بھی خاصی چھان بین
 کی۔ حاصل ہونے والے حقائق اور اعداد و شمار خاصے اور عجیبے والے تھے۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ وہ گنگ مئی۔
 ”کیسے ہو سکتا ہے؟“ تو مجھے نہیں پتا مگر یہی ہو رہا ہے۔ تمہارا ایلان اسٹوٹن اسٹوٹن سے اس علاقے میں
 آباد رہا ہے مگر میرے بعض افغان ریشمن نہیں ہوئے۔ اس علاقے کے بارے میں ہر چیز میں فتنہ نہیں رہتا ہے۔
 پانچ لاکھ پانچ لاکھ کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں ہے۔ کسی فیکٹری کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں ہے۔
 اسے میں یا کسی چیز کے بارے میں۔ پھر وہ ان تمام سروے آف پاکستان کے اداروں سے کہتا ہے کہ ”میرے
 لیے میں اسے ایک خاص محسوس ہوا۔“

”نہیں آپ نے کیا کیا؟“ اس نے جنوبی تاب و کرپہ پچھتاہ۔

”آپ نے سب سے پہلے اس سے گورنمنٹ کو مطلع کیا۔“

"پھر کون سے ایشن لیا؟"

”بالکل لیا۔ جلد۔ فوراً بطور لیا۔“

و حاجت حسین کو امریکا سے جہتی راہ سفر کو دیا گیا اور مجھے پاپا نے اٹوا کر کمال میں فارن کمرس میں بھیج دیا۔

وہ شکار روٹی۔ مرنے کے چہرے پر کمالِ عالمی تھا۔

”ریورپور اسے ریورٹ کیا ہوا تھا اس کے ایک بار پھر پڑ گیا۔“

س نے تہر کے تلوار افریکہ کے فارن آفس و تہجوارن کے و مزلے کے گریبا رہا تھا۔

ہاں! انھیکے بتا رہا ہوں۔ رہ پور سے کسی مرث کے گروائے کے ایک غصے والے اور یہ سب دھرم اور تقیہ کی باتیں

کے بعد ایک سفارتی ویزا میں امریکا کے فارن آفس سے تصدیق پانے کے بعد وہ اپنے والدین کے ساتھ امریکا کے ایک شہر کے ایک کنبے کے گھر پر مقیم ہو گئے۔

یہاں تک کہ اگر ایسا کوئی راجیکٹ کرنے کا ارادہ نہ کرے تو وہ اسے اپنا نہیں کرے گا۔ اس لیے اس کے اخراجات کو

میں ہوتا۔ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس بار یہ رپورٹ حاصل کرنے میں اچھے دوپہن کے ساتھ کیونکہ پاکستانیوں کو ان پڑھی۔ آئندہ میں کمر کسی کے طور پر ایک کالی انہیں ہے۔ یہی بتوا دوں گا انہیں یہی کہانی ہو گی۔"

ہندو کی سمجھ میں نہیں آیا وہ غصے مارنے لگے۔ وہ دوستوں کی طرح ہنسنے پر مجبور ہو گئے۔

[illegible]

اس نے لو نہیں لیا۔ مجھے اپنی مٹھی کا احساس ہو چکا تھا۔ ہاں وجاہت نے احتجاج کیا۔ اس نے جھولی ہانپ کر رکھ دیا تو اسے کہا گیا کہ پھر مجھ پر ریزائن کر دیں۔ تو اس نے ریزائن کر دیا۔ دراصل وہ میری ہی مہذبہ نشہ پان

122

نہیں بچے بچاتے کیسے اپنے اپنے عمدے پر پہنچے۔
 خدا تعالیٰ یہ سب کچھ نہ ہوتا۔

اب وہ کیا کر رہے ہیں؟

یہاں پہلے لکھا ہے کہ

وہ وقت کیا پچاس ہزار روپے کا ہو گا اور یہ حکم کر رہا ہے

اس کے متاثر ہوئے اس بندے سے سچا بیان کئے کہ اس کے نیو یارک میں۔"

علیہ السلام کے لیے یہاں سے لے کر ان کی وفات تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

ہو گیا کرتا۔ بھوکا مرنے والا ایک قواسمِ حبس الو

combinational

میں نے اسے ایک نیا-نیا کپڑا پہنا دیا۔

وہی ہے جو ہمیں دیکھ کر کہتا ہے کہ میں نے تم کو پہچان لیا ہے۔

میں نے ان کے دم میں لگا دیا۔

میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں اس کو چاہتا ہوں۔

المطلب الثاني: "مطلب"

بارگاہِ کربلا میں لڑنے کے لئے اس علاقے میں جاؤں

ہاتھ میں ہیں اور ملا جلا ہوا ہے کہ آواز کے خفیہ ہوں مگر وہ بھی

میں کیا۔"

ابو اسحاق نے کہا: ”میں نے اسے دیکھا ہے۔“

”تم ازم میں سپاس کہتی ہیں عمر جتنی معلوم ہے“

یقیناً جانے لگوں۔ پھر وہ متاثر نہیں ہو سکی۔

”لیکن میں اب وہاں بیانات نہیں چاہتی۔“ اس
”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

تپ کہ رہے ہیں کہ وہاں تو ایسی سی چیز کا وجود

وہاں جا کر میں موت کیوں نہ مانگ کر لوں۔" اس نے بہت فوراً ملے لڑایا تھا۔

"یار اچھے! سبق یہ ہے کہ 'میرے' کو کچھ بھی نہ کرنا۔
"تم نے جو آپ کے ڈیڑھ گھنٹہ کے لیے کہا، آپ نے وہاں لیا۔ پھر آپ نے میری بات کو اس کے لیے
آپ نے۔ ہو سکتا ہے میں سمجھ رہا ہوں، یا نہیں۔ تم نے فرمایا کہ میں استعمال کروں۔ نہیں کر سکتا۔
نہ اس کے لیے۔ یہ protekha upa۔ کام کو کوئی بھی نہ کرے۔
"میں تو شک ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ وہی تو کہہ جائے۔" ختم ہو رہی تھی کہ وہ سب سمجھا۔ یہ سب فرما کر اس نے
میں پہلے بار اٹھ کھڑے ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا! سب فرما ہے۔" اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
کی کہ کوئی بھی نہ کرے۔ اور کہا کہ میں۔ ایک بار اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس کے پاس سے گزرا۔ تم نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
فرما رہا ہے کہ تم نے یہ فرمایا۔ وہ سوچ رہا ہے۔

"وہ تو میں نے نہیں فرمایا۔ وہ اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
جو اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
کہا ہے کہ وہ اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

خلیہ کے مرے چمکے ہوئے۔ وہ سوچ رہا ہے۔
"آپ کو فرمایا کہ میں نے یہ فرمایا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
"نہیں۔ کوئی کام نہیں ہوا۔ یہ وہی ہے جس کی اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
نہ اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

نہ اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
"اچھے تو میں سوچتا ہوں۔ اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
"تو تم کو کیا ہو گا؟ یہی کہنا چاہ رہی ہو گا؟ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

"فلک کا وہی ہو گا جو اب تک ہو رہا ہے۔ میرے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اور ہم پر گہاں فرس کے کہ ہم صرف فلک اور قوم کے لیے ہی نہ تھیں۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
میں نے سوچا کہ وہی درک کرنے کے لیے وہاں نہیں کی۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس میں اسے ہیں۔

خلیہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔ وہ ایک دم ہی بہت لاپرواہ نظر آ رہی تھی۔ اس کے پاس سے گزرا۔
اندر اندر اس کا ایک یارو پ آیا تھا۔ indifferent اور unresponsive۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
ہو چکا تھا۔

"اب تم کیوں بول رہی ہو؟" عمر نے اچانک اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
"میں نہیں بول رہی ہوں۔ میں صرف سوچ رہی ہوں۔"

"مثلاً کیا سوچ رہی ہو؟" اس نے نیکیوں سے منہ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔
"میں کہ۔" اس نے کچھ مختار نظروں سے عمر کو دیکھا۔

"کہ ہم لوگ تو عمر کے اندر زندگی گزارتے ہیں ہمارے سامنے چیزیں کاٹنا۔ وہی تو اس کے لیے ہم
ہات سے بے خبر ہیں۔ یہی کوئی پریشانی ہو گی۔ نہ ہی کوئی ٹولہ۔ ہم اس کوئی۔ اور ہی کہ ہم
کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔"

عمر اب منہ صاف کرتے کرتے ہاتھ روک کر عمر کی نظروں کے سامنے روک پڑا تھا۔ وہی تو اس کے لیے ہم

عمر ہوا۔ اس نے اس کی زندگی کا سب سے بڑا راز سن لیا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔ اس نے اس کے پاس سے گزرا۔

چند لمحے اسی طرح خاموشی سے چلتے رہے بعد اس نے علیزہ سے پوچھا۔
 "بھئی داک کے لیے آئی ہو؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"تم پہلی لڑکی ہو جس کے منہ میں یہ سن رہا ہوں۔" اس نے خاصی بے "لفظی سے کہا۔ اس پر خاموشی رہی۔

"تو رانی بہت اکیسرا تڑو ضروری ہوتی ہے۔ بندہ فٹ رہتا ہے۔"

اس نے ایک بار پھر بات کا سلسلہ بڑھانے کی کوشش کی۔ وہ ایک بار پھر خاموش رہا۔

"ایکسرا تڑو کسی کو پوری نہیں لگتی۔" مگر نے ہمت نہ ہاری۔ اس کی خاموشی بھڑکانے لگی۔

"مجھے تو اچھا لگتا ہے جو گنگ کرنا داک کے لیے جاتا ہے۔ مجھے میں دوستوں بارہم جانا۔"

علیزہ نے اس بات پر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ دیر اس کے جواب کا منتظر رہا پھر یہ تک آگیا۔

علیزہ نے صرف گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ خود باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے تو نہیں کہا۔" اس نے کچھ غلطی سے کہا۔

"میں اس لیے باتیں کر رہا ہوں کیونکہ یاد میرا دل چاہتا ہے، تم سے باتیں کرنے کو۔"

"میں اس لیے باتیں نہیں کر رہی کیونکہ میرا دل نہیں چاہتا آپ سے باتیں کرنے کو۔" اس کے جواب پر اسے اختیار نہیں پڑا۔

"میں نے یہ واقعی نہیں سوچا تھا کہ تمہارے باتیں کرنے کی وجہ یہ ہے۔"

مگر نے کمنس لیں اور وہ دونوں ریس کھیل میں داخل ہو گئے۔ شام ہو چکی تھی اور پارک کی لائٹ آن تھیں۔

جو گنگ ٹریک پر آنے کے بجائے وہ داک ٹریک پر آئے۔ مگر اب خاموش تھا۔ خاموشی سے چلتے رہے۔

پھر عمر ایک تیز کی طرف بڑھ گیا۔

"تو کچھ دیر وہاں بیٹھیں۔" اس نے کہا۔ علیزہ خاموشی سے اس کی تاکید کی۔ کچھ بیٹھنے کے بعد وہ کچھ دیر تکیا پارک میں پھرنے والے لوگوں کو دیکھتے رہے۔

"کراچی میں کیا ہو؟" اچھا علیزہ۔

بہت نرم اور ہنسنا آواز میں ایک چمکدار اس کے قریب گویا۔ اس کی حالت ایک دم بیدار ہو گئی۔

گردن موڑ کر اس نے عمر کو دیکھا۔ وہ اس پر نظر پڑا۔

"تمہیں کون کی چیز پریشان کر رہی ہے؟" اس بار سوال ذرا مختلف انداز میں دہرایا گیا۔

"کراچی میں کچھ نہیں ہوا۔ اور مجھے۔ مجھے کوئی چیز پریشان نہیں کر رہی۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ آپ مجھ سے ہوا۔"

اس طرح کی کوئی بات پوچھیں گے تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔" مگر نے اس کے چہرے پر بے تحاشا خوف کھانے کی طرح اس پر سکون تھا۔

"تھک چکے ہیں۔ میں مان لیتا ہوں کہ کراچی میں کچھ نہیں ہوا اور تم پریشان نہیں ہو۔ پھر پھر زمین کیا ہوا؟"

کالچہ ابھی بھی نرم تھا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ بس میں۔۔۔ میں ڈفروں ڈل ہوں مجھے کچھ نہیں آتا۔ مجھے کچھ آتی نہیں سکتا۔"

"یہ سب تمہیں کس نے بتایا؟" وہ اب بھی اسی اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔

"میں نے خود سے سوچا ہے۔"

"تھک چکے ہیں۔"

"نہیں بالکل تھک سوچا ہے۔"

"ایک ریسل فیسٹ میں ہوئے والی ناکامی تمہارے لیے اتنی بڑی چیز بن گئی ہے۔"

"وہ بات میں کچھ بول نہیں سکتی۔ مگر تو اچھا لگتا ہے اس پر۔ وہ درستی کی سی بات میں اندھا ہوتا ہے۔"

وہ اس کے چہرے پر پھینکنے والی کسی کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور وہ شاید اسی بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بے توازن رہی۔

"تو ہر ماہانے کے مجھے تمہارے بارے میں کچھ کر کے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں۔"

"میں نہیں کر سکتی۔ میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ میرا کوئی فائدہ نہیں۔ نہ خود کو نہ کسی دوسرے کو۔"

اس نے اس میں بیٹھ دو سڑوں کے بیٹھنے ان کی سب عمر کی کا پامٹ نہ بنی۔ میں نے سوچ لیا ہے اب میں کچھ نہیں کر سکتی۔

وہ اب اس کی طرح ملکتے ہوئے کمر رہ گئی۔

"مگر تو پھر تو وہی کچھ میں وہ کر گیا کرو گی؟"

"کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ میں اپنی ساری۔۔۔ غلطیوں کو جلاؤں کی پھر کر سکتی کو ماروں کی اور پھر خود بھی مر جاؤں گی۔"

"اب اس مت کرو علیزہ۔۔۔ یہ ہے جیسے کرنا تھا۔"

"اب دیکھنا میں ایسا ہی کروں گا۔ میں ایسا ہی کروں گی۔ میرے ہونے یا نہ ہونے سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

وہ اب اس کی ضرورت نہ تھی۔ مگر اس نے اس کی باتیں سنیں۔ اس کے دل کو بے اختیار کچھ ہوا۔ وہ اب چہرہ

دونوں ہاتھوں سے دھانپ کر رو رہی تھی۔

"علیزہ! میں تمہاری پروا کرتا ہوں۔ مجھے ضرورت ہے تمہاری۔" وہ اب اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہا تھا۔

مگر تم میرے باپ نہیں ہو۔ تم میری ماں بھی نہیں ہو۔ مجھے ان دونوں کی ضرورت ہے۔ میں چاہتی ہوں وہ

پروا کریں میری۔ مگر۔۔۔ مگر ان کی باتیں میں میرے لیے کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔"

وہ اب اس کے ہاتھ سے ہاتھ ہٹا کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کی طرح کہہ رہی تھی۔

"مجھے ان کے رویے کی ضرورت ہے۔ مجھے ان دونوں کی ضرورت ہے۔ مجھے اپنے گھر کی ضرورت ہے۔"

جہاں مجھے آزادی ہو۔ جہاں میری آزادی ہو۔ مگر ان کے گھروں میں میرے لیے جگہ نہیں ہے۔ ایک کروٹ تک نہیں ہے۔"

وہ بڑے آنسوؤں کے ساتھ اسے اختیار سے سب کچھ بتاتی جا رہی تھی۔

"پاپا نے کیا کیا میرے۔۔۔؟" وہ کراچی میں گھر بنوا رہے ہیں گھر میں سب کے لیے کمرے ہیں۔ میں

میرے لیے نہیں۔ سروٹ کو رات۔۔۔ میرے لیے کچھ نہیں۔ اب ان کی اپنی بیٹی ہے اس لیے انہیں میری

ضرورت نہیں ہے۔ میں یاد بھی نہیں آتی۔ وہ اب مری جا رہے ہیں میرے لیے مجھے کسی نے کہا تک نہیں۔"

وہ خاموشی سے اس کے آنسوؤں پر ہنسا اور شکوے سن رہا تھا۔

"مٹی مجھے ہر سال اپنے پاس بلاتی ہیں مگر وہ بھی اپنے پاس رکھنے کو تیار نہیں۔ انہیں صرف اپنے بچوں کی پروا

ہوتی ہے۔ اپنے شوہر کی فکر ہوتی ہے۔ میری نہیں۔ میں سوچتی ہوں پھر میری زندگی کا کیا فائدہ۔ بس میں اپنے

میں پر ہی بوجھ بن چکی ہوں۔"

وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

"کس کا مجھے تم کو کچھ اور کہنا ہے؟"

ہیں کے کندھے پر ایک بازو پھیلا کر اس نے بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔ وہ کچھ موشی سے روتی رہی۔
 خاصی دیر رونے کے بعد اس کی سسکیاں اور ہچکیاں آہستہ آہستہ دم توڑنے لگیں۔ پھر وہ جیسے نہ حال ہو کر
 خاموش ہو گئی۔
 "علیہذا اب میری کچھ باتیں غور سے سنو۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تم جتنا چاہو وہ لو لیکن تمہارے
 چہرے میں اس طرح کبھی نہیں مل سکتے جس طرح تم چاہتی ہو۔ ان دونوں کی اپنی اپنی زندگی ہے۔ اپنا کام ہے
 ان کی ترجیحات بدل چکی ہیں اور یہ سب کچھ نچل ہے۔ زندگی کے بعد ایسا ہی ہوتا ہے جو جاکہ تم ان کی زندگی میں
 چلاؤ ہو وہ نہیں مل سکتی۔ نہ آج بھی آئندہ بھی اور تمہیں اس جگہ پر متعلق کر کے کسی کو شش بھی نہیں مل
 چاہئے۔"

وہ بہت عجیبی گہری نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔
 "مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا کوئی نہیں ہے جسے تمہاری ضرورت نہ ہو۔ ایک بہت سے لوگ ہیں جو
 تمہاری پروا کرتے ہیں۔ تمہارے بارے میں غور مند رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک تم انہم بھی ہو سکتی تمہاری قسمت بدل
 مارا نہیں ہو جاتی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں تم سے محبت نہیں ہے۔ انہوں نے تمہیں بالکل اپنے
 سے محبت بھی کرتی ہیں۔ بس ان کے اظہار کا طریقہ مختلف ہے۔ کچھ گنڈا ہیں۔ کیا تم یہ کوئی کہ انہیں بھی
 سے محبت نہیں ہے۔ تمہاری فرزند ہیں۔ کرشمی ہے اور میں بھی تو ہوں۔ تم سب کو علیحدہ علیحدہ کی بہت سی
 ضرورت ہے۔ وہ بے یقینی کے ساتھ سہرا لگاتے اس کا چہرہ کچھ راز ہی تھا۔
 "بقی میں یہ بھی کہی۔" سرے بار مل بندے میرے چہرے میں گرستے ہیں وہم بھی کوئی ملتا ہے۔ نہ تم فرزند ہی نہ
 ہو۔ تم ایک بہت سی creative اور ذہین لڑکی ہو۔ واحد مسئلہ یہ ہے کہ بہت زیادہ مسائل ہیں۔"

اس کے آنسو کھلے طور پر نکلتے ہوئے تھے۔
 "زندگی میں ایک چیز ہوتی ہے جسے کہہ دیا کرتے ہیں۔ پرسکون زندگی گزارا۔ اس کی بہت ضرورت
 پڑتی ہے۔ جس چیز کو تم بدل نہ سکو اس سے ساتھ میرا مزگ کر لیا کرو۔ کسی ڈانٹش کو بھی نہیں۔ ہنسنے سے
 کرو۔ زندگی میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو ہمیں نہیں مل سکتیں۔ چاہے ہم روئے کیا میں یا بیوی کی طرح یا باریں
 رگڑیں کیونکہ وہ کسی دوسرے کے لیے ہوتی ہیں۔ جسے تمہارے چہرے میں اب کسی لمحے کے لیے نہیں ہے۔ تمہارا
 کسی اور کا گھر ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ زندگی میں ہمارے لیے کچھ نہ ہو۔ کچھ نہ ہمارے
 لیے بھی ہوتا ہے۔" وہ جیسے کسی ماہر استاد کی طرح اسے کر رہا تھا۔

"تمہارے سامنے انہی پوری زندگی پڑی ہے۔ تمہاری اپنی شاہی ہو گی۔ اپنا گھر بنا لیا۔ اپنا شوہر ہو گا اور اپنی
 بہت کچھ مل جائے گا مگر ابھی اس عمر میں نود کو اس طرح شائع مت کرو کہ ہمارا یہ سب پاؤں تمہارے لیے نکلتے
 ہے مگر تم نود کو اتنا مضبوط بناؤ کہ ایسی اٹھناؤں کو پروا نہ ہو۔"

وہ بات کہتے کرتے رک گیا۔
 "تم سمجھ رہی ہو میں کیا کہہ رہا ہوں؟" علیہذا اسے اپنے اختیار مہربان دیا۔
 "یہ سب کچھ جو تم نے سمجھ کر رہی ہو میں بھی کر رہا ہوں۔"

اس کی آواز ایک دم دھیمی ہو گئی۔
 "میں جانتا ہوں بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن کچھ وقت گزرے۔ نہ کچھ سب کچھ نکلا۔ ہو جاتا ہے۔ میرا ماننا
 ہے کہ تم لوگوں مل جاتا ہے۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہو گا۔ صرف یہ مشکل وقت ہے اسے کسی طرح گزارنا
 اپنے ذہن میں سے اپنے پیرنس کو نکال دو ان کے گھروں زندگیوں اور بچوں کے بارے میں مت سوچو۔ صرف یہ
 سوچو کہ ہمیں اپنے لیے کیا کرنا ہے۔"

"آپ بتائیں مجھے زندگی میں کیا کرنا ہے؟ میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"تم بتاؤ! تمہیں ملے کرو کہ ہمیں اپنی زندگی میں کیا کرنا ہے؟ کب کرنا ہے؟ اور کیسے کرنا ہے۔"

میں نے کچھ ملے نہیں کر سکتی۔ اس نے بے بسی سے کہا۔
 "میں نے کچھ ملے نہیں کر سکتیں۔ کیا یہاں ملے نہیں ہے؟" اس نے اس کے سر کو چومے ہوئے کہا۔
 "میرا کسی چیز میں دل نہیں لگتا۔ کوئی چیز کی کچھ نہیں ملتی۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا لیکن میں نے بہتر
 سے بہت محنت کی بھی مگر کتا ہیں پڑھتے ہوئے میری کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا میں سب
 کچھ سمجھ دوں۔ کچھ نہیں نہ کروں۔ یا میرا دل چاہتا ہے کہ میں کسی میں مل جاؤں۔"

"کوئی بات نہیں ایسا ہو جاتا ہے بعض دفعہ تم پچھلے کچھ غصے پریشان تھیں اسی لیے سننے کی چیز بھی
 مگر کوئی نہیں کر پائیں مگر آپ صحت کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اسٹریس میں کوئی اہم ہو تو مجھے تاؤ تھوڑی بہت دیا ہے
 آپ کو یہ سننا ہوا۔ اپنے بچے کے پاس سو فرزند سے بات کرو۔ زیادہ برا لگتا ہو تو گریں۔ کوہ۔ وہ تمہیں دیکھ کر
 گواہی دیں گی۔ غرا بی اسٹریس پر تو یہ ہو۔ اپنا دل بڑھانے کے بارے میں سوچو۔"

وہ اس سے پوچھا کہ کیا کر رہا تھا وہ پہلے بھی کہی تھیں کہ نہیں کی تھیں۔ وہ اب سمجھ گئی تھیں اس کا چہرہ کچھ راز ہی تھا۔
 "آپ کا بھی دل نہیں چاہتا کہ آپ کے پیرنس میں ذہنی دور رس نہ ہو لی ہوئی؟" وہ پتا نہیں کیا جاتا تھا کہ وہ بھی
 لڑکھانے لگے تھیں کہ سنا تھا۔

"آپ نہیں۔ میں نے بھی سمجھا نہیں اس بارے میں۔"
 "کبھی بھی نہیں۔" اسے یقین تھا۔
 "میں لیتے ہیں کہ میں نے۔" اس نے پوچھا کہ کیا فائدہ کیا میرے۔ وہ جیسے کچھ ہو سکتا ہے۔ صرف یہ
 ہو سکتا ہے کہ میرا وقت شائع ہو اور میں وہ لکھ سکوں۔"

"آپ کو بھی اپنی میں یاد نہیں آتیں؟" اس بار خانا موش کا وقت قدرے طویل تھا۔
 "نہی ہیں۔" وہ اب بے فکر تھا۔
 "آپ ملتے ہیں ان کے۔"

"میں نہیں ملتا وہ ملتی ہیں۔" وہ اب پر کچھ حیران ہوئی۔
 "آپ یوں نہیں ملتے؟"

"آپ ان سے محبت نہیں کرتے؟"

"ہاں نہیں۔"

"کیوں؟"

"علیہذا اب اتنا وقت ہو چکا ہے ان سے الگ ہوئے کہ میں مجھے ان کے بارے میں سوچنا بھی عجیب لگتا

"کیسے ہو سکتا ہے؟"
 "کیوں! یہ کیوں نہیں ہو سکتا؟"
 "انگل جاکیر کے پاس تو ایسا گھر ہے اور کلیہ ہمیشہ ان کے ساتھ ہی رہے ہیں۔"
 "ہاں! کیا اس گھر سے اور میں ہمیشہ ان کے پاس رہا ہوں لیکن ان کے ساتھ نہیں رہا۔"
 "وہ اندھیرے میں اس کے چہرے پر موجود تاثرات کو دیکھنے کی کوشش میں ناکام رہی۔ وہ کہہ رہا تھا۔"
 "پاس رہنے اور ساتھ رہنے میں فرق ہوتا ہے۔"
 "کیا فرق ہوتا ہے؟"

"پاپا کی پہلی پوسٹنگ جب لندن میں ہوئی تو ان ہی دنوں میرے چچا تشریف لائے۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جو پورے ملک میں پہنچ گیا۔ چند سالوں کے بعد وہ امریکہ گئے تو مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ وہاں بھی میں پورے ملک میں ایک ایک ایڈز میں ان کے پاس آجایا کرتا تھا۔ مگر صرف ایک ایڈز پر۔" وہ کم مہم اس کے دوستی رہی۔
 "پھر پاپا کی پوسٹنگ اور جنگوں پر بھی ہوئی لیکن میں وہیں رہا۔ بعد میں پاپا ایک بار پھر امریکہ آئے تب میرے یونیورسٹی میں تھا اور بائبل میں ہی رہتا تھا۔"
 "کیوں؟ آپ ان کے ساتھ کیوں نہیں رہے؟"
 "اب وجہ تو مجھے نہیں پتا لیکن۔ بس پاپا نے کبھی ساتھ رہنے کے لیے کہا نہیں اور میں نے بھی نہیں۔ ہو سکتا ہے ایک وجہ ان کی دوسری شادی بھی ہو۔"
 "کیا انہی تفریق کے ساتھ آپ کے اچھے رشتہ نہیں تھے؟"

"نہیں۔ ایسا نہیں ہے مگر شاید پاپا سوچتے ہوں گے کہ میری وجہ سے ان کی پرکھنا آف suffer کر رہا ان کی پراپرٹی کی مٹا دینا ہو۔"
 "صرف اس لیے؟"
 "نہیں شاید یہ بھی تھا کہ مجھے پاپا کے پاس ایک ایسی زندگی گزارنی پڑتی جو اسٹارٹل میں ہوتی۔ آزادی نہ رہی۔"

"میرے پاس۔"
 "آپ نے کبھی اپنے گھر کو مس نہیں کیا؟"
 "کئی حد تک۔ مگر تمہاری طرح نہیں۔ شاید اس لیے کہ میرے پاس گھر کے ساتھ ساتھ کچھ خاصہ کچھ سوچنے کے لیے وقت نہیں تھا۔" اس کے لیے میں لاہور والی تھی۔
 "آپ کا کبھی دل نہیں چاہا کہ آپ کا اپنا گھر ہو۔ پھر نہیں۔" عمر نے اس کی بات کا جواب دیا۔
 "اچھا فرض کرو دل چاہتا ہے پھر کیا کروں؟ مجھے جانتا ہے کہ میں مل سکتا۔ چچا نہیں مل سکتے۔ اب میں یہ نہیں کر سکتا کہ ماؤنٹ ایورسٹ پر چڑھ کر وہاں جاؤں۔ یا رانچس ملتیں۔ یا رانچس ملتیں پھر کیا کیا باقی؟
 "علیہ کو اس کے اطمینان پر رشک آیا۔

"جب آپ جاب کر رہے تھے تو آپ نے کبھی اپنا گھر بنانے کی کوشش نہیں کی؟"
 "لندن میں جاب کرتا تھا علیہ! اتنی بڑی جاب نہیں تھی کہ گھر خرید لیتا۔ ایک گھر کا فلیٹ۔ تو کہنی کی طرف سے چھوٹا سا تھا۔ صبح ساڑھے چھ اٹھتا تھا رات کو ساڑھے نو بجے آتا تھا صبح سوئے کے بے بی اسے استعمال کرتا تھا۔ لندن اتنا مڑکا شہر ہے کہ وہاں گھر خریدنا نہ کاہلہ نہیں سوچ سکتا۔ پھر میں نے نو دیے بھی بہت زیادہ عرصے کے لیے جاب نہیں کی۔ پاپا مسلسل مجبور کر رہے تھے فارن سروس کے لیے۔ بس اسی طرح وقت گزر گیا۔"

علیہ کو کچھ شرمندگی ہوئی اس کا عمر کے بارے میں ہمیشہ سے یہ خیال تھا کہ وہ اپنے گھر میں انگل جاکیر کے ساتھ بہت اچھی زندگی گزار رہا ہے۔ اسی لیے مانو کے پاس آئے پر وہ اس طرح برہم ہو گئی تھی مگر وہ اسے کچھ اور ہی

تار تھا۔
 "انگل جاکیر تو آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔" وہ بے چین لگا جانا چاہ رہی تھی۔ جواب میں ایک طویل خاموشی چھائی رہی۔
 "انگل جاکیر تو آپ سے بہت محبت کرتے ہیں؟" علیہ نے اس بار قدرے بلند آواز میں اپنا سوال دہرایا۔
 "ایسا کہاں! محبت۔ ہو سکتا ہے کہ کرتے ہوں۔"

"کیا بات ہوئی؟" اس کے غیر متوقع جواب نے علیہ کو حیران کیا۔ "آپ کو نہیں پتا کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں یا نہیں؟"
 "نہیں میں نے کبھی اس کا پاپا دیکھا۔ وہ اس کے پاس نہیں گیا۔" اس نے اپنے الفاظ پر زور دے ہوئے کہا۔
 "جیسا! پھر نے یوں کہا جسے علیہ نے اسے کوئی نئی بات بتائی ہو۔"
 "مفتی فریڈز میں تمہاری؟" عمر نے ایک مہربان کام شروع بدل دیا۔
 "بس ایک۔ میں نے آپ کو پہلے ہی ایک بار بتایا تھا۔" علیہ نے جواب دیا۔
 "ہاں! شہلا۔ یہی نام ہے نا؟" علیہ کو حیرت ہوئی اسے نام تک یاد تھا۔
 "ہاں آپ کو بتا رہی تھی کہ یوں پوچھ رہے ہیں؟"
 "بس ایسے ہی۔ شہلا کی بہت زیادہ دوستی ہے اس کے ساتھ۔"

"ہاں۔"
 "بہت اچھی ہوگی؟"
 "ہاں! اسے اب عمر سے بات کر رہے ہوئے کوئی تجربہ نہ تھا یا ابھی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بے اختیار اس کی باتوں کے جواب سے رہے۔
 "اور کوئی فریڈ نہیں ہے؟"

"نہیں۔"
 "میں بھی نہیں؟" وہ دوا دھکیلتے ہوئے کچھ ابھری۔
 "آپ کی ہیں۔"
 "شہلا جتنا کہ فریڈز ہوں؟" اس بار وہ بھڑک گیا۔
 "نہیں! تو نہیں۔" علیہ نے پتہ سوچ کر کہا۔
 "اچھا چلو فریڈ تو دل لانا۔"
 "ہاں۔"

"بس نکلیے۔" اسے اسی لمحے میں میں جمیں کچھ کھلا تاہوں۔ بلکہ تمہارا تمہیں کیا کھانا ہے؟"
 "کچھ بھی نہیں۔"

"مگر آج یاد۔ آج تو وہ کر دی کرتے ہیں۔" اس سے کچھ کھاتے ہیں۔ پلو بر کر لیتے ہیں پھر اس کے گھاس کے آج رو نہیں تم نے خاصی امرتی ویسٹ کی ہے۔ اب ضروری ہے سب کچھ۔"

عمر نے اٹھتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے عمر کا ہاتھ تھام لیا۔
 "میں کو اس کے پاس سے گیت سے وہ نیل روڈ پر نکلی آئے۔ عمر اب اسے لپیٹے تارہا تھا۔ ایک چھوٹے سے بچہ کی طرح اس کا ہاتھ تھامے اس کے تیز قدموں کا تعاقب کرتی اس کی باتوں پر کھکھکاتے لگی تھی۔
 ایک لمبا چکر کات کر وہ شہلا کی طرف نکل آئے۔ فٹ پاتھ چلے ہوئے پر گھر کے ایک اسٹال سے انہوں نے دیکر فریڈ سے اور پھر بے مقصد مار کر دیکر اس میں دناہ شاہنگ کرتے ہوئے برگر کھاتے رہے۔

[illegible]

”پارکیمانی؟“
”ہر روز دو گھنٹے میں“ اس نے طعنان سے جواب دیا۔
”تو کب کھاؤ گی؟“
”میں کب کھاؤں گی؟ ایک اٹھ گھنٹے دو گھنٹے میں۔ اگر اس وقت تک کھانے کی ضرورت نہ ہو تو اور کب کھاؤں گی؟“ اس نے اپنے سیدھے دل سے جواب دیا۔
”مرا کھانا ہر دو گھنٹے میں کھاؤں گا اور چار گھنٹے میں کھاؤں گی۔“ اس نے عمر کے ہاتھ سے کہا۔
”تو ایک وقت میں دو کھانے کھاؤ گی؟“ اس نے عمر کے ہاتھ سے کہا۔
”نہیں میں کھانے کا نام تو تو نہیں“

[illegible]

”اب یہ وہی نہیں ہے جو پہلے تھا۔“

”اپنی ٹرٹ سے صاف کر لو مجھے تم روکتے ہو، اپنے آئینہ صاف کر لینی یہ۔“ مہر نے کچھ شرارتی انداز میں کہا۔ وہ کچھ تھپتھپا لگی۔

”کیا تو رونی یا آف میں کوئی تلو نہیں؟“ مہر نے چلے ہوئے ادا سے کہا۔

”نہیں، جسٹا رہو تو۔“ مہر نے اس کی طرف سے ہنس بھرا ہوا جواب دیا۔

یہ۔ ” عمر کے اس کی بات سننے والے کہا۔

”بس یہ اتنی پیچیدگی ہے۔ فقہ کھن آ رہی ہے۔“ اس نے منجلیاں کھول کر دیکھ کر کہا۔
 ”اے! میں صاف کروں۔“ عمر چلتے چلتے رکھا اور بڑے اطمینان سے الجھنٹ سے اس کے ہاتھ صاف کرنا لگا۔
 ”اے! کبھی اس کے ہاتھ صاف کرنا اس نے فقہ کھن کی کوشش کی۔
 ”آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“ اس کی شرٹ گند مٹی ہو چکی تھی۔
 عمر نے ہاتھ کھینٹے۔ بجائے اچھی طرح اس کے دواخانہ ہاتھ اپنی شرٹ سے صاف کر دیے۔

[illegible][illegible][illegible]

۱۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔
 ۲۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔
 ۳۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔
 ۴۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔
 ۵۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔
 ۶۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔
 ۷۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔
 ۸۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔
 ۹۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔
 ۱۰۔ اکل غلبہ ہو تو ہست ایک سو اسی (۱۰۵) تیس ایک این لیا ہو گا (۱۰۵)۔

کمال "The Inevitable" (مستحکم و حتمی) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب انسانی زندگی کے حتمی نتائج کے بارے میں لکھی گئی ہے۔

$\frac{1}{2} \left(\frac{1}{2} \right)^n = \frac{1}{2^{n+1}}$

[illegible]

”اچھا فرخیں کرو۔ انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ ایسا کچھ نہیں کر رہے تو پھر وہ تم لیا کریں گے؟“

”وہ تو انکار ہی میں ہے۔ ظاہر ہے ان الزامات کے سامنے اس کا ہر جواب غلط ہے کہ آسمان کی باتوں کو کسی طرح جبراً دے دیا جائے تو آسمان کو اس جواب پر کیا جانے؟ جس طرح بالی نے اسے لوٹا کر دیا ہے۔“

”شکلات کے کوٹھڑی میں کھائے جانے والے انہوں نے اسے اس کوٹھڑی اور پھر ٹوکری اور دوسری کوٹھڑی کے ساتھ لے جایاں

پہلے میں مصروف ہو گئی۔

"مگر آپ نے تو کہا تھا کہ ہم نے اس کی بات کاشی دی۔" میں نے غصہ سے بولا تھا اگر یہ کہتا کہ میں تمہیں
 ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں تو تم بھی نہ آتے۔" اس کا اطمینان ایسی بھی برقرار تھا کہ اب غصہ کی باتیں ہنس ہنس
 تھیں۔
 "آپ کو ان اڑے والی دیوہو مٹی ہے یا تو یہ سی پائراس ہوں گی۔" اور وہ ہنسی ہو گئی۔
 "ہمیں ہر عین یاد اور اگر ہو میں بھی تو میں کہہ دوں چاکر میں ڈیڑھ سی تمہیں ساتھ لے کر چلا تھا۔" غصہ
 ساتھ چلتے ہوئے اسے تسلی دی۔
 "آپ یا تو کہ نہیں جانتے اس لیے کہ رہے ہیں۔ میں کسی بھی ان کی اس بات کے بغیر کسی شمس جانی اور
 ہی وہ بات نہ کہہ سکتی تھی۔" اس نے ایک بار بھر اسے تسلی دی۔

[illegible]

لاؤ گے کے ایک صوفے پر تانائے کے ساتھ ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ راقم باوجود غصے کی ساری محنت کے عورت کے گرد بیٹھ کر تانائے کے ساتھ ہاتھوں اور پیچھے ہاتھوں والی اس عورت کے چہرے پر مسکائی نہیں دیکھا تھا۔ یہ لڑکائی خاموشی کے ساتھ اندر آئے تھے کہ تانہ اور اس عورت کو پتا چلا کہ وہ وہاں پہنچنے کے ساتھ ساتھ ہر صبح صبح کو اپنی بات کر رہی تھیں اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ تھیں۔

تازہ بہت موشگرم نہیں تھیں مگر پھر بھی ان کا ایک خاص حلقہ اسباب تھا جس سے ان کے چہرے پر مسکائی اور لوگ گھبراتے رہتے تھے اس وقت علیہ یہ بھی اس عورت کو تانہ کی ایسی ہی کوئی راز تھا۔ تانہ آخر عمر اس عورت کو دیکھ کر اس طرح روتی رہا کہ یہاں تک کہ وہ اپنے چہرے پر مسکائی تھی۔ ان کے چہرے پر مسکائی کی کیفیت تو بہت عجیب سی ہے پھر یہ عورت اس نے کچھ ایسا کرنے سے پہلے۔

تھپے ہی عمر نے پات کراس کی طرف دیکھا۔ علیحدہ چہرے پر تھے یں ہا جیٹھی۔ کسی۔ کسی دو ٹیٹی تھیں باقی کوئی
بھر بھی اس وقت عمر کے چہرے کو دیکھ کر اسے پروں کا قہقارہ ہے وہ وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ وہاں اور بھی آجھی
تھی۔ مری آنکھوں میں اسے ایک عجیب سی وحشت نظر آتی تھی۔

اور اتنی وقت علیہ نے اس عورت کو عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا۔ علیہ نے کہا: "یہ عورت کون ہے؟" علیہ نے کہا: "یہ عورت کون ہے؟" علیہ نے کہا: "یہ عورت کون ہے؟"

نواب میل اس عورت نے جو حرمت کی اس نے علیحدہ گوشہ رکھ دیا تھا۔

”ان این جی اوز کے آفس کیونٹ کے علاقہ میں ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کی جگہ کے علاقے میں

ہونے والی ایسی سرگرمیاں آڑی کی۔ بھینسٹر سے خفیہ دہلی مکروہی صرف۔ ریلوے اسٹیشن سے۔ پتے ہیں۔ کہہ کر
 نہیں کہتے۔
 قادیان میں ہمارے کے پورے گھر میں سب لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے اسے مری بات۔ پراختیار یاد آئی۔
 وہ لوگ لاہور سے۔ یہاں اس کا دل میں جانے کے بجائے پہلے اس میں جی اس کے اس میں جسے جو شہر کے اندر
 کیٹ کے علاقے میں ایک خاص پڑی کو بھی میں واقع تھا۔ مری کی ایک بات یہ ثابت ہو گئی تھی۔ وہاں انہیں اس
 ان کی اوکی طرف سے اپنے کام اور پس کی دوسری سرگرمیوں کے بارے میں بات کی جاتی تھی۔ اس وقت
 وہ جانتے اور اچانک سے لطف انداز ہو رہے تھے اور علیہ کو یہ دیکھ کر خاصی حیرت ہو گئی کہ اس
 نسبتاً قدامت پسند علاقے میں بھی لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد اس میں جی اس کے لیے کام کر رہی تھی جو خاصی
 پرانا کپڑا پہنتی تھیں۔ ان کی عمارت کا ایک خانہ کھڑے ہوئے اسے نہ کہیں نہ جراتی ہوئی تھی۔ عمارت میں موجود
 کھیتیں نہ صرف بے حد جدید تھیں بلکہ خاص افراتفری۔ اندر نہ ہو۔ کیونکہ وہاں کھیتیں مٹیوں سے لے کر باہر
 ہر قسم کے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں میں ہر قسم کے گاؤں کے گاؤں سے استغناء کیا جا رہا ہے۔

اسی ہی اور اسی ہی دینی علماءوں میں کیا ضرورت ہوگی کہ وہ جو بحث کے لیے کام کر رہی ہیں، تو پھر ان کے آفسر بھی ان ہی کاوں جھوٹے ہونے کا پتہ لگائیں تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ مسلسل اور بہتر رابطہ میں رہیں مگر کیا بھی اس میں اوکا جس قسم کاہیں کے اندر نہیں دیکھو گی۔ سارے آفسر شہر کے سب سے مٹے اور محفوظ علاقے میں ٹائے کہ نام اور فقیہ رکھے گئے ہیں اگر ان کا نام لوگوں کی بہتری ہی ہے تو پھر انہیں تو لوگوں کے ساتھ رابطے زیادہ بھلائے جائیں اپنے آفسر کو ایسی جگہوں پر لایا جائے جہاں زیادہ سے زیادہ لوگ ان کے پاس سے واقف ہوں ان کے پاس آگئی مگر ایسا نہیں ہے شہر کے ارد گردیوں کے لوگ ان کے پاس سے بات آتیا ہیں مگر شہر میں اگر تم پینٹ کے ملاتے ہیں بھی کھڑے ہو کر کسی سے کسی بھی چیز کو نہ لیا کر آفس کا پتہ لو پھر تو وہ بے خبر ہو گا اگر انہیں کچھ لکب کوٹ ہو جائے گا تو وہ شہر سے تو یہ لوگوں کو بھلے نام اپنے آفس میں کیوں آئے نہیں دیتیں۔ انٹر نیٹل ویڈیو جرم نیچر ہے ان کے کارناموں کی سرورقماوی اختیارات تعلمان کے کام اور نام سے بے خبر ہیں۔ اس سے مراد کے الزامات سے آ رہے ہیں۔

جائے اور وہ صبر کرے اور اذیت نہ کرے۔ اگرچہ ہونے کے بعد اور انھیں اس کی طرف سے ایک اعلیٰ عہدے دار نے یہ حکم دیا تھا کہ "تو اب ہم نے اس علاقہ میں کام شروع کیا تھا اس وقت یہ علاقہ ہر طرح سے مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا۔ یہاں زندہ کی گئی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے یہاں کی عورتوں کو بے رحمی سے قتل کیا گیا تھا۔ عورتوں کی ہڈیاں زمین میں اڑا دی گئیں تھیں اور ہر انہی میں ڈراپ ٹوٹ رہی تھیں۔ یہاں ہر طرف سے خون کی آواز آ رہی تھی۔ اور ہر طرف سے مہلک امراض کا شکار ہو رہے تھے۔ عورتوں کی حالت تو اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ اور کڑا غلامی میں اس علاقہ میں یہ زندہ تھا۔"

وہ اپنا "Vernacular" کہتا ہے۔ "اس علاقے میں ہندوؤں کا مذہب گھریلو اور سیٹھوں کا مذہب ہے۔ یہ مقامی علاقے سے زمیندار اور زرعی قبیلوں کے ہاں عام ہے۔ سنا لے کر کام کے لیے لوگوں کو بلواتے تھے۔ بد اجرت ان لوگوں کو دی جاتی تھی۔ اس لیے ان کو کھانا ملتا تھا۔ غریبوں کو کام کرنے پر اس لیے مجبور تھے کہ خواتین کی تنہا بہت کم تھی اور بچے روزگار میں بہت زیادہ تھے۔ تعلیمی طور پر یہ زری علاقہ تھا مگر لوگوں کے مالی ذریعہ زمینیں قبائلی زمینیں تھیں۔ یہ زمینیں چار شمول کے دیوڑ میں تھیں۔ یہ وہاں کہ اس علاقے میں کاشت کاری بہت کم ہو گئی۔ ایک سو ساٹھ سالوں میں زمین پر بنی زمینیں اور زمین پر سے نکلے والے کو دیوڑی کہتے ہیں اس علاقے کی زرخیزی بہت تھی اثرات سرب کے لیے کوئل کو نہ صرف مالی طور پر بہت سے نقصانات کا سامان کرنا پڑا بلکہ بہت سے جلدی امراض بھی ان علاقوں میں پھیل گئے دوسرے لفظوں میں یہ تھا "آبیہ سمجھ لیں کہ اس علاقے میں بہت زیادہ استحصال ہو رہا تھا۔"

وہ بتاتے ہیں کہ اس شخص کی باتیں میں سچی تھیں۔

زادہی اور ان علاقوں میں رد و کار کے بہتر مواقع اور بہتر اجرت ملی تو انہی اور اس کے علاوہ بھی کچھ اور چیزیں تھیں جو کرنا چاہتے تھے مگر وہ اتنی اہم نہ تھیں۔

اس علاقے اور وہاں کے رہنے والوں کی زندگیوں میں کیا تبدیلیاں آئے ہیں یہ آپ تب ہی جان سکتے ہیں۔ یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہم نے سب کچھ تبدیل کر دیا ہے ظاہر ہے ہم ابھی کام کر رہے ہیں اور تبدیلی مسلسل عمل کا کام ہے لیکن ہم نے ایک اہم کام کا آغاز کر دیا ہے اور بتایا ہے کہ تبدیلی کی جتنی باتیں ہیں ان میں سے کتنی باتیں کوئی حکومت بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

اس نے کہا: "کیا یہ سب آپ بھی ان پر عمل کرتے ہیں؟"

وہاں چھپس رہتے تھے۔ "ہم نے دیا۔ دیا۔ دیا۔"

[illegible]

اس عورت نے ایک دم کے بڑھ کر عمر کا پتلا یوم لیا۔ علیوں نے عمر کو دیکھ کر کھنکھار دیا۔
 دیکھا۔ اس عورت نے ایک دم کے بڑھ کر عمر کا پتلا یوم لیا۔ علیوں نے عمر کو دیکھ کر کھنکھار دیا۔
 اس کے بارہواں کو دیکھ کر علیوں نے کھنکھار دیا۔
 علیوں نے کھنکھار دیا۔

عظیم نے اسے گراہت لے لی تھی۔ سنہ ۱۹۸۵ء کا اشاریہ واضح طور پر اس عظیم کی طرف تھا۔ عظیم نے کہا کہ عمر اور اس عورت کا چہرہ دیکھ کر ہی سمجھ گیا۔ اس عورت کا کوئی دیکھ رہا تھا۔

”نہیں تھیک ہوں۔“ نصیب نے انہیں ملے بغیر جواب دیا۔
 ”زارا! تو یہاں بیٹھ جاؤ۔“ عمار بھی بیٹھ جاؤ۔ اس طرح کھڑے کھڑے باتیں کرنا مناسب نہیں۔
 ”اوسنے پہلی بار یہ بات کہنے کو کہا۔ علی نے اس عورت کو مت کراہی جگہ جاتے دیکھا۔ علی نے عمار
 کو کئی گھنٹہ میں ہنسا پایا ہوں جیسے وہ ملے نہ کر رہا ہو کہ اسے اس عورت کے پاس جا کر بیٹھنا چاہیے یا نہیں۔

”پھر سب سے پہلے ہم نے اس علاقے میں کام شروع کیا۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ کتنا مشکل کام تھا۔ شاید یہ کتنا زیادہ مناسب ہو گا کہ یہ ایک ہر کوئی جاسکے تھا شروع شروع میں ہم یہاں جاتے تھے ہم سے تعاون نہیں کیا جاتا تھا لیکن بدگوئیوں پر تو ہمارے ممبرز پر حملے بھی کیے گئے۔ ہم یہ دیاؤ ڈالا کیا۔ مختلف فیصلہ سازی کی طرف سے کہ ہم یہ کام نہ کریں انھیں خوف تھا وہاں لوگوں میں شعور آئے قانون کا برس انھیں نصیب ہو جائے گا۔ اور یہ قول بالکل درست تھا جن حالات اور شرائط پر وہ لوگ کام کر رہے تھے شعور حاصل کرنے پر سب سے پہلے وہ لوگوں کے لیے کام کرنا ہی پھونڑتے ہوئے ایک جماعت قدسی نے ایک طرف تو ان جماعتوں کے لوگوں میں ہم پر اعتماد پیدا کر دیا دوسری طرف ہمیں دیکھ کر کہتے تھے ”سو سہی اس کی اور بھی میدان میں آجیے ایک پورا ایسٹ ورک قائم ہو گیا۔“ اگر اسے عمری باتوں میں سمجائی نظر آتی تھی تو اس شخص کے لیے میں بھی وہی فکری فریب و حوصلے میں قائم رہا۔ اس کی انجمن بڑھتی تھی ”اپنی sense of judgement سے ہماری باتیں سننے والی انجمن سے استعمال پر کرتے ہیں اس کے لیے کیا تھا۔“

[illegible]

میں نے اچھے ہو کے نہیں میں اب بچھ اور گویا رہا تھا۔

[illegible]

نامزدوں کو لوگوں کا رجحان کرپبٹتے تھے جو ایک لڑی اور ایک پر مشتمل دو تالیاں یہ لوگ اپنے مخصوص جاتے باتے اور خود کو بہن بھائی ظاہر کرتے اس علاقے کے امام مسجد سے رابطہ کرتے پھر اس کے ذریعے جاتی بات واقفیت حاصل کرتے لڑکوں کا گھر کے اندر آنا جانا شروع ہوا وہ ان کی ضرورت کی پھوسنی علی پھوس جاتے جاتے دوایاں صابن خشک دودھ بکٹ اور اسی قسم کی پھوسنی دھو سن چیزیں آہستہ آہستہ وہ لوگوں کو حاصل کرنے لگے اور پھر کواٹھ اسٹے لڑنا کافی آسان ہو گیا۔ معلومات حاصل کرنے کے بعد دوسرا مرحلہ ان لوگوں کی پاپٹی بات پر پھانی جائے اور انہیں ان باتوں کو ماننے کے لیے قائل کیا جائے یہ کام زیادہ مشکل مرحلہ کسی نہ کسی طرح ہم نے یہ کام بھی شروع کر دیا۔

رے چار بنیادی مقاصد تھے چھانڈ اور ہانڈ لیبر کا خاتمہ، بچوں کے لیے تعلیم کی فراہمی بنیادی سہولیات کا

بالآخر وہ جیسے کسی نتیجے پر پہنچ گیا۔

عزیزہ! اے اواز دہریوں کے ہاتھوں سے بے گناہ عورتوں کی جیوتیوں کی جگہ پر لگا کر رکھی ہوئی ہے۔ عورت کون ہے جو اس طرح کی بات کہے؟ جسے نانو چاہئے پلا رہی ہیں اور وہ غم کو دیکھ کر یوں کے اختیار کو کی

[illegible]

”میں نے اسے اس غور سے دیکھا کہ جیسے اس کا دل اپنے گھر میں تھا۔“

”علیہ السلام“ اس عمر میں نے اہل تقیہ کی نظروں سے ہٹا کر دیکھا۔

ہاں علیوہ۔ تیسہ کی مٹی۔"

۱۱ اودے ہاں علیزہ۔ کیا تو نہ بیٹیں اوتلی سہمی؟

”میں وہاں پر تھیں ہولی ہے۔ علیحدہ میرے پاس رہی ہے۔“

عراق کا امن بحال کرنے کے لیے اس نے کھار فہر

تسرا بہت ابھری تھی۔،، سہری نظراس نے سحرؤالی کو اب بھی سہرتھکانے پڑتا تھا۔

میں نے کہا: "اے خداوند! میں نے اپنے لیے ایک نیا ہیرو بنایا۔"

میں نے کچھ الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

میلو آئے، مجھے تو بے کچھ باتیں کرنی ہیں۔" نانو نے ایک دم اٹھتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ اس کا دل اچھل

[illegible]

یاد رکھو! آپ کو امر چاہیے۔ میں نے ان لوگوں کو جو میری باتوں سے ہنس رہے ہیں، یہ کہیں بھی نہ لکھا ہے کہ وہ کافر یا منافق ہیں۔

میں تمہیں اس لئے باہر لے آئی کہ وہ دونوں آپس میں گفتگو کر سکیں۔" باہر نکلتے ہوئے نالہ لے کر

[illegible]

مگر عمر کی بھی کہاں سے آگئی ہیں؟ اس نے شہ کا شکر ادا کرتے ہوئے پانچویں گھر پر پہنچا۔ انہیں یاد نہیں رہا کہ

کے لئے ایک نیا راستہ تلاش کرنا ہوگا۔

دراپاکستان آئی ہوئی ہے توج کل اپنی پھلی کے ساتھ "اٹل کلاں چاہا تو یہاں ملے آئی۔" "ملاوے نے اپنے لہرے

نہ کیلئے کے ساتھ۔ " "میں نے یہ سنا ہے کہ آپ نے ایک نیا کتاب لکھنے پر ہمت کی ہے۔"

پہلی سی کے ساتھ ۔۔۔ وہ تھا ہی

ان پہلی آگے چلنے کے ساتھ ۔۔۔

کیوں؟

وہاں کا کیا مطلب ہے؟ کیا ہرے اپنے بچے سے ملنے آئے۔“

اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ ”کیا پتے بھی۔ عمرے ملنے کے لیے“

138

مجھے نہیں رہا۔ عمر تو اسی چند ماہ سے لگا رہی ہے۔ یہاں سے اس سے ملنے والی رہی ہے یہاں نہیں اس کے بارے میں کچھ سنا خاصا مشکل ہے۔ مگر وہاں البتہ جمائے گئے ہیں کہ اگر یہ عمر سے ملے۔

”ابن ابی شیبہؒ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا: ”اے عمرؓ! میں نے تم سے کچھ سنا ہے جو تم سے پہلے میرے پاس نہ تھا۔“

”میں دونوں میں علیحدگی کا احساس غائب حالات میں ہوئی تھی۔ بہت زیادہ جھگڑے ہوئے اور فوٹوں میں۔ بات کو بہت جلد ختم کر دیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر بہت سے الزامات لگائے۔ شاید جتنا ظہیر اسی وجہ سے عمر کے لیے کوئی نیا بند کر رہا۔“

"ہمارے لیے ہمیشہ ہی دستِ گرم رہا ہے۔۔۔ وہ اپنے معاملات میں کسی دوسرے کی مداخلت نہیں کرتی کسی

ہاں باراضی ہو حکماء کہیں اتنی بے حد نہیں ہو سکتی کہ اسے اندر ہی جانے والی یا اسے اپنے

شاہد ان دونوں میں طلاق نہ ہوتی۔ زارا اتنی خراب لڑکی نہیں تھی۔ اچھی تھی۔ جتنا تیرے سے محبت لڑکی تھی
بھی خاص خویاں تھیں۔ ان دونوں کی ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی لڑ سکتی تھی مگر جتنا تیرے۔ اب اگر وہ بیٹے
پلاؤ تو آپ نے مجھے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ آخر عمر بھی اب میچو ہے۔ میں نے دونوں کو طواغیت اور

نواب اپنے گھر میں آچکی تھیں۔ علیہذا ان کے ساتھ ہوتے ہوئے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

[illegible]

”کیا ہوتا تھا۔“ زرار نے کافی کوشش کی، شروع میں اسے اپنی گسٹری میں لینے کی فکر ہوئی اس نے شاہ

میری کسندی کا کیس جب کورٹ میں تھا۔ زارا ٹھوہی پیچھے ہٹ گئی، جہاں پر عمر کو اس یورونائس
اول سائیکالوجسٹ عمر کا علاج کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ لڑھکھک ہو گیا۔ بعد میں مجھے کوئی براہم نہیں ہوا۔
پتو آہستہ آواز میں بتاتی جا رہی تھیں، وہ خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتی رہی۔ بات کرتے کرتے

انہم کہ انہی جنہیں ہم نے پناہ دی تھی کہ تم لوگوں کے ساتھ جی ہو۔

139

"وہ نے عمر بھر کا تھا کہ مطلب مارکٹ تک جانا چاہ رہا تھا تو میں۔" وہ گڑبگڑاتی اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ فوری طور پر نانو سے کیا کہے۔

نانو کچھ دیر اسے ٹھہرتی رہیں۔ "اس کے ساتھ مارکٹ گئی تھیں؟"

"ہاں۔" اس نے سر ہلایا۔

"تم از کجہا تو سکتی تھیں مجھے۔"

"میں نے کہا تھا مگر مگر رہا تھا کہ وہاں آکر بتا دیں گے۔" اس نے چٹکتاتے ہوئے کہا۔

"وہ کس سے تھے تم لوگ؟ گاڑی تو یہیں تھی؟"

"پہلے تھے تھے واک کرتے ہوئے۔"

"اسی دور میں مل جانے کی کیا ضرورت تھی؟ گاڑی لے جاتے تھے۔ میں بے نشان ہو چکی تھی۔" نانو نے اب بڑے بخوبی سمجھ میں آئے۔

"موری نانو۔"

"ٹھیک ہے مگر آئندہ محتاط رہنا اس طرح بتائے بغیر غائب ہونا کوئی مناسب بات نہیں۔ تمہارے ہاتھ ابھی غائب ہیں۔"

"میں آتے ہو آجائے تو وہ مجھ سے بھی زیادہ بے نشان ہوتے۔" نانو کا لہجہ پتہ چلا۔

"اب میں جاؤں؟ علیحدہ۔" فوراً "ہاں" کے طعنے کی کوشش کی۔

"ہاں، علیحدہ جاؤ۔"

علیحدہ فوراً "اٹھ کر نانو کے کمرے سے باہر آئی۔ باہر جانے کے بعد اس نے اپنے کمرے کی طرف توجہ دے کر پھر دیکھا۔ اس کے ذہن میں کوئی خیال ابھرا تھا۔ نانو کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ وہ پتہ چلا "اب اس وقت دہرے"

نکات پر جب مڑی تو ایسا تو معلوم ہوا۔

"مجھے دیکھنا چاہیے کہ تم اور اس کی مٹی۔" وہ ایک دم متحس ہو گئی۔

اپنے کمرے کی طرف جانے کے بجائے وہ پھر دروازہ کھول کر لان میں آگئی اور وہاں سے لہجہ بگڑا۔

لاؤنج کی ان کھڑکیوں تک آگئی جہاں لان میں کھلتی تھیں لان میں تاریکی تھی اس لیے اس نے کھلتی تھیں کہ وہ کھڑکیاں دیکھی نہیں جاسکتی۔ پھر بھی وہ دبے پاؤں لاؤنج کی کھلی کھڑکیوں کے پاس آگئی۔ اندر سے کھلی ہوئی مڑی بلندی

نے اسے چونکا دیا تھا۔

"مجھے آپ سے کوئی رابطہ رکھنے میں دلچسپی نہیں ہے۔ پھر آپ مجھ سے پیچھے کیوں پڑی ہیں؟"

علیحدہ نے تھوڑی سی گردن آگے کر کے اندر کا منظر دیکھنے کی کوشش کی۔ وہاں ہے گاؤں جہاں ہاتھ دیکھنے

پہلے آئی تھی۔ وہاں ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر صوفہ پر بیٹھنے کے بجائے لاؤنج کے کنارے مہمان میں کھڑا تھا اور اس کا

بستہ پر بیٹھا تھا جبکہ دارا آئی اس صوفہ پر بیٹھی ہوئی تھیں علیحدہ کو ان کا چہرہ بہت اچھا لگا۔

"تم میرے بیٹے ہو تمہاری۔" انہوں نے عمر سے بھی کہنے کی کوشش کی مگر عمر نے ان کی بات نہ لیا۔

"اب میں آپ کا بیٹا ہوں تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"عمر اس طرح بات مت کرو مجھ سے۔"

"میں اس طرح بلکہ کسی بھی طرح آپ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ آپ میں یہاں سے جاؤں۔"

"جہاں تیرے میرے خلاف تمہاری اتنی برائی واشاک کر دی ہے کہ تم۔"

اس نے ایک بار پھر غصے میں ماں کی بات کالی تھی "ہاں ٹھیک ہے کر دی ہے انہوں نے بریں واشاک کیا۔"

دارا آئی زور دے کے ساتھ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتی رہیں۔ "میں تم پر اتنا حق لاد رہی ہوں کہ کبھی کبھار

تمہیں دیکھ لیا کروں۔" مجھ سے بات کر لیا کرو۔

"آپ مجھ پر کوئی حق نہیں رکھتیں۔ آپ کی اپنی فیملی ہے، مجھ سے بچے ہیں۔ آپ اپنی زندگی ان کے ساتھ

خود بھی سکون سے رہیں اور وہ سروں کو بھی سکون سے رہنے دیں اور اپنا ہر حق اس اولاد کے لیے

بھروسہ رکھیں جو آپ کے ساتھ ہے۔

"میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔"

"انہیں کیا کروں؟"

"میں جانتی ہوں۔ تم مجھ سے ناراض ہو۔ بہت سی باتیں ہیں جن کی میں وضاحت کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں آپ سے ناراض ہوں نہ ہی آپ کی وضاحتوں میں مجھے کوئی دلچسپی ہے۔ میں اپنی زندگی سے بہت خوش

و مطمئن ہوں لیکن آپ میرا سکون خراب کرنا چاہتی ہیں۔"

وہ میری اولاد ہو عمر میں نے کیا قصور سنا عمر۔ تم سے رابطہ صرف اس لیے نہیں کیا کہ میں تمہیں اس طرح

سنا کرنا چاہتی تھی لیکن میرا خیال ہے اب تم ان کے چہرہ پر دیکھو کہ ہو کہ ہر چیز کو مجھ کو صرف مجھے مورد الزام

تھرانے سے کھینچے نہیں بدلتی۔"

"میں نے آپ سے کہا ہے مجھے آپ کی کسی دستانہ بات میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ میری زندگی میں اب

داخل نہ کریں۔" اس نے اس بار آقا "ہاں" چلائے ہوئے کہا تھا۔

"میں تمہاری زندگی میں دخل دے کر رہی ہوں۔ میں تم سے صرف ملنے آتی ہوں۔"

"میں آپ سے ملنا نہیں چاہتا تو کہہ دیتا۔" اس نے آتی ہیں۔ آپ یہاں سے جاؤں۔"

"مجھے کمرے میں آنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ تم اگر سوات میں مجھ کو دیکھ لو گے تو وہاں بھاگ نہ آتے تو

مجھے پتہ چلتا۔"

"میں نے کہا تھا کہ میں سوات سے بھاگ آیا ہوں اور وہ بھی آپ کو دیکھ کر۔ میں وہاں اپنی مرضی سے کہا تھا

اور اپنا مرضی سے ہی کیا ہوا۔ اور میں آپ سے خوفزدہ نہیں ہوں پھر پھر کر گریوں بھاگوں گا۔" اس نے ٹھک کر کہا

تھا۔

"تم مجھ سے خوفزدہ نہیں ہو۔" اس نے بے جا کھیر سے خوفزدہ ہو "اسی لیے مجھے اس طرح روک رہے ہو۔"

"اچھا ٹھیک ہے میں پیلا سے خوفزدہ ہوں پھر جب آپ یہ بات جانتی ہیں تو اس طرح مجھے پریشان کیوں کر رہی

ہیں؟"

"تم اب کوئی مجھ سے نہیں ہو عمر! بدلتے ہو۔" اس نے فیصلہ خود کرتے ہو تمہیں میرے بارے میں بھی فیصلہ

نہ کرنا چاہیے اگر جہاں تیرے دو سری شادی پر تمہیں کوئی اعتراض نہیں اور تم اس کی فیملی کے ساتھ ایڈجسٹ کر

سکتے ہو تو پھر میری دو سری شادی۔"

اس بار ان کے لمبے ہنس بے جا تھی تھی کمران کی بے چاری سے عمر کوئی اثر نہیں کیا۔ اس نے ایک بار پھر ان

کا ہاتھ کاٹ دی تھی۔

"مجھے آپ کی دو سری شادی پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ مجھے آپ سے اور آپ کی

زندگی سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہے آپ نے جو چاہا کیا آپ جو چاہیں کریں میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرا

بچہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

"میں تم سے سال میں چند بار فون پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اس سے زیادہ اور کچھ

پس چاہیے۔"

"میں آپ کی وجہ سے زندگی میں پہلے ہی بہت اذیت اٹھا چکا ہوں اب مزید کسی پر اہم کا سامنا کرنا نہیں چاہتا۔

میں آپ سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتا۔ یہ بات آپ اچھی طرح سمجھ لیں۔"

"تم۔" یہ بات اس نے باپ کی طرح بے حس ہو کر غرض "جس طرح وہ ہمیشہ صرف اپنے بارے میں سوچتا تھا

اس طرح تم بھی صرف اپنے بارے میں سوچتے ہو۔"

”پھر آپ میرے پاس آئیے اور خود غرضی انسان کے پاس کیوں آئی ہیں۔ کیوں بار بار غرضی کرتی ہیں اور غرضی ہیں انسان نہیں۔“ Soft Tropicals غرضی نہیں آتی۔ جیسا کہ آپ میں نہیں ہے۔ میری خاموشی کی آواز میں آتی ہے۔
 (وہی کرتے کے بجائے آپ مجھے چھوڑ دیں۔ میں تو آپ کے پیچھے بھاگتا ہوں نہ آپ کو آپ کی خاموشی کی آواز میں آتی ہے۔)
 ”ہوں۔“ ”جسے نہیں چھوڑ سکتی۔“

ہو۔ "تم میرے بیٹے ہو۔ میں تمہیں جس طرح چھوڑا کرتی۔"

”میرے دل میں آج کے لیے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں نے صرف آپ کے دل کی آغوش کی طرف
 ”چاند سال بعد جب تم شادی کر لے گے اور تمہارے بچے ہوئے گئے تب تمہیں اندازہ ہو گا کہ اولاد کو چھوڑنا
 ”مفلس ہونا ہے۔“

”میں نے سبھی شکاری نہیں کرنا تھا۔ آپ نے مجھے کوئی دیا رکھنا تھا۔ تم نے مجھے قابل نہیں سمجھا۔ تم نے مجھے کوئی شکار نہیں دیا۔“

علیہ السلام خود اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ ایک کہنے والے انصاف سے یہ چاہتا تھا کہ وہ جو چاہے کرے۔
سے کبھی رہا تھا کبھی ہمارا کرتے۔ کے لئے نہیں رہا تھا۔ سب کے لئے تھا۔ اس کے لئے تھا۔ اس کے لئے تھا۔

[illegible]

اس کو یہ بھی بتانا تھا کہ آپ نے شادی کیوں کر لی تھی۔" "میں نے تو اپنے لیے نہیں لی تھی۔" "تو آپ کی شادی کیوں ہوئی؟"

”موت میں برداشت، وہی چاہیے۔ پاپا میں اتنی ہاریاں ہوئیں تو شرمیں آئی۔ اب تک ان کے مانگو

”جہاں علم جانور ہے، ایک ایسا جانور جسے زندگی میں اسے علاوہ کسی دوسرے کے احساسات کا خیال نہیں“

میں پھینک مکتا ہے چاہے وہ کوئی بہت اچانکی کیوں ہو۔ جیسے اس شخص نے جو ڈنکے پر کوئی شرمندگی نہیں

”تو پھر آپ میرے پاس کیوں آتی ہیں۔ ان کے ساتھ آپ نے مجھے بھی چھوڑ دیا۔ پھر کب لوٹے ہوئے رہے۔“

”تم میری اولاد ہو، تم سے میرا رشتہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔“

دانت ریڈیو آپ کو میرے پاس محبت نہیں کوئی ضرورت بھی کر لائی ہے
 بتا دیں کہ آفراب آپ کو کیا چاہیے
 ہلڈے نے ڈاؤن آئی کو مکسز کھڑے ہوئے دیکھا

میں نے تم سے کچھ نہیں کہا ہے۔ ”تمہارے پاس ایسا کچھ ہے ہی نہیں جو تم مجھے دے سکو تمہیں پہلے دوانا۔“

علاوہ ازیں لافنگ نے دیکھتے ہوئے دیکھا۔ عمر اگلے چند منٹ خاموشی سے لافنگ کے کہہ دینے پر۔
 وہ اندر سے تھک رہی تھی۔ اسے لافنگ سے جانپ نہ ہو۔ یہ دیکھا۔
 عارضہ کوئی تھکاس سے بٹ گئی۔ اسے عمر پرست ترس آ رہا تھا۔
 کیا وہ اسے راز آتی تھی ضرور۔ نہیں لافنگ نے ان کے بغیر یہ کہتا ہے کہ وہ لافنگ کو اتنا چاہتا ہے کہ وہ
 کہتا ہے اور جانو کہ وہ دیکھتا ہے کہ ان سے بہت اچھا تھا۔ مگر یہ کہ۔

اس کا تخلص نہیں ہوتا ہے۔ وہ ان کی ہی زبان پر آتا ہے۔
 اس کا تخلص نہیں ہوتا ہے۔ وہ ان کی ہی زبان پر آتا ہے۔
 اس کا تخلص نہیں ہوتا ہے۔ وہ ان کی ہی زبان پر آتا ہے۔

اور انگریزوں نے کہا اس نے اور پھر اسی طرح دہلی سے چلے آنا۔ یہ زائد کاغذی تھے وہاں بھی تو یہ سب کچھ کہہ

انسان کی زندگی میں جو کچھ بھی ہو گا۔ ہمارے ہاں میں سوچ رہی تھی۔ وہ انسانی ہمدردی والی

ہم نے اس کے امتداد میں اسے اپنے لیے دے دیا ہے۔ تمہارے ساتھ ہرگز اور ہر لمحہ کریم لکھا کرتا تھا۔"

”اس لیے اب کھانا کھانا نہیں جا رہا“

تو نے مزید کہا ایک دم ہی تھے اس کا دل بھی کھانے سے اچانک ہو گیا۔ کچھ دیر وہ کبھی نہ کسی طرح چند لکھائی رہی مگر پھر اس نے کہا تاجو ذرا۔

”ہجرت نہیں ہے میں نے یہی سوچا تھا کہ یہاں سے اسی وجہ سے۔“
اس نے ڈانٹا نہیں ہے اس کے لئے نانو کو وضاحت دی۔
”میں نے اس کی طرف آتے ہوئے بڑے عمر کے کمرے میں تار کی پٹری۔“

لیٹ سوتا تھا۔ آج رومجن میں ہونے والی تبدیلی فوراً اسی اس کی نظموں میں آگئی کچھ دیر وہ اس کے کمرے

بندرجست لئے ہوئے وہ دھڑکی میں کمرے کی باجیت کو گھور رہا تھا۔ سوات میں ماں کو انی فیملیا کے ساتھ دیکھ

پچھلے دو سو سالوں میں ایسا بہت بار واقعہ ہوا ہے کہ مابین کو نہیں دیکھتے پر وہ سر پہ ہاتھ سے بھاگ نکلتا ہوا دروازہ

اسے دیکھ لیں تو وہ اسی طرح اس کے پیچھے لگی محسوس اور ماں کا اپنے پیچھے اٹھا اس طرح آتا۔ اسے اچھا لگا۔
مثلاً لا شعوری طور پر وہ آج بھی منتظر تھا کہ وہ اس کے پیچھے آئے اور پھر وہ اسی طرح ماں کا ہاتھ پکڑے۔

تعلیمی چودہ سالوں میں بمبھٹیا آیا تھا اور اس کے ساتھ اس طرح کرنے کے بعد ہر ماہ وہ ایسے ہی کمزور ہو کر رہتا تھا۔

چارکی سے سوچا۔

”اب خاصی دیکھ پاگلی کرتے ہیں۔۔۔ فاران سروس والوں کا *sense of humour* (حسن مزاح) خاصا اچھا ہو گیا ہے۔“

”فاران سروس والوں کی اور بھی *senses* سیاست خاصی اچھی ہو گئی ہیں۔ صرف موقع ملنے کی بات ہے۔ اچھی مائننگ کرتی ہیں آپ۔“ اس بار اس نے آنکھوں کا سوسنوں بدل دیا۔

”مفتکب اب کیا کٹر فیشن شو میں آتے ہیں؟“

”مفتکب نہیں کر آنا ہمارا تہا ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے آپ۔۔۔ دوبارہ ہمیں ملاقات بھی ہو سکتی ہے؟“

”دوبارہ ملاقات کے لیے کسی فیشن شو میں آنا ضروری نہیں ہے۔ آپ جب چاہیں مجھ سے مل سکتی ہیں۔“

”اگر آپ۔۔۔“

”اگر آپ نے اس کا کارڈ پکڑ لیا۔“

”اب تو غلط مصروف رہتے ہوں۔“ ہر کسی سے ملنا خاصا مشکل ہو گیا تھا۔ ”زارا نے کارڈ کا چارٹر لینے کے لیے کہا۔“

”تو بصورت عورتوں کے لیے ہر مصروفیت شہر کی جاسکتی ہے اور آپ خوبصورت ہیں۔“

”اسے کبھی ملے گی؟“

”نہیں *virtue* اخراج انکسوں کی انکسوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنی پڑتی ہے۔“

”مجھے لگتا ہے آپ سے میری اچھا اچھی دوستی ہو سکتی ہے۔“ وہ نیچے کی نیچے پر پکٹی تھی۔

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ کیا اس سے آپ۔۔۔“ ان کے ہاتھ آپ کے ہاتھ کے لیے رہا ہے۔“

”بہنوں کے تال کے بعد زارا نے اپنے تال کے تال کر لیا۔“

”ان کے درمیان ہونے والی یہ کافی ملاقات آخری ثابت نہیں ہوئی۔“

”جہاں تک دوسرے دن ہی اسے فون کیا تھا اور پھر سلسلہ آگیا۔“

”زارا سڑکی دیوالی کی ایک خاصا مٹھو مال تھی۔ اس نے اپنا کمرہ ساٹھ کی دیوالی کے آخری چند سالوں میں کھولا اور اپنے سے پاک انداز میں۔۔۔“

”تو بہت جلد ہی وہ بہت مقبولیت اختیار کر گئی۔“

”اس کی طرح مائننگ میں بہت جلد ہی بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ وہ وہاں سے نکلے آئے تھے۔“

”دیوالی کے تعلق ایک ام المی تھی۔“

”تو بہت جلد ہی بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

”مجھے زارا مسعود کہتے ہیں۔“ ان کے تعارف کے بعد اس نے اپنا تعارف کروایا تھا۔ جہاں تک تعارف کے

خاصی گہری آنکھوں سے دیکھا۔

”یہ ہاں کر خاصا اچھا تھا آپ کو کہہ اور کہتے ہوں گے۔“ زارا نے وہ نیچے کی نیچے پر پکٹی تھی۔

”مفتکب اب کیا کٹر فیشن شو میں آتے ہیں؟“

”مفتکب نہیں کر آنا ہمارا تہا ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے آپ۔۔۔ دوبارہ ہمیں ملاقات بھی ہو سکتی ہے؟“

”اگر آپ۔۔۔“

”اگر آپ نے اس کا کارڈ پکڑ لیا۔“

”اب تو غلط مصروف رہتے ہوں۔“ ہر کسی سے ملنا خاصا مشکل ہو گیا تھا۔

”زارا نے کارڈ کا چارٹر لینے کے لیے کہا۔“

”تو بصورت عورتوں کے لیے ہر مصروفیت شہر کی جاسکتی ہے اور آپ خوبصورت ہیں۔“

”اسے کبھی ملے گی؟“

”نہیں *virtue* اخراج انکسوں کی انکسوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنی پڑتی ہے۔“

”مجھے لگتا ہے آپ سے میری اچھا اچھی دوستی ہو سکتی ہے۔“ وہ نیچے کی نیچے پر پکٹی تھی۔

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ کیا اس سے آپ۔۔۔“ ان کے ہاتھ آپ کے ہاتھ کے لیے رہا ہے۔“

”بہنوں کے تال کے بعد زارا نے اپنے تال کے تال کر لیا۔“

”ان کے درمیان ہونے والی یہ کافی ملاقات آخری ثابت نہیں ہوئی۔“

”جہاں تک دوسرے دن ہی اسے فون کیا تھا اور پھر سلسلہ آگیا۔“

”زارا سڑکی دیوالی کی ایک خاصا مٹھو مال تھی۔ اس نے اپنا کمرہ ساٹھ کی دیوالی کے آخری چند سالوں میں کھولا اور اپنے سے پاک انداز میں۔۔۔“

”تو بہت جلد ہی وہ بہت مقبولیت اختیار کر گئی۔“

”اس کی طرح مائننگ میں بہت جلد ہی بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

”چند سالوں میں بہت آہستہ آہستہ اسے شروع ہو گئے اور مقبولیت کی جس کی وہ بھی بہت

ساتھ کی دیوالی کے آخری سالوں میں بہت جلد ہی ہوئی تھی۔“

ابتدائی حقوقی قسم کی شہرت کے بعد آہستہ آہستہ اس کا چارو اس وقت ختم ہونے لگا جب بہت سی دوسری
 انڈین بھی اس شعبہ میں آنے لگیں اور ان لم غریزوں نے نہ صرف اس کی مارکیٹ بلیو کو اچھا خاصا شہرہ
 لگایا بلکہ اس کی مقبولیت میں بھی کافی کمی ہوئی۔ کسی دوسری انڈین کی طرح ڈپریشن یا فرسٹریشن کا شکار ہونے کے بجائے
 زار نے حقیقت پسندی سے متعلق کو تسلیم کیا وہ بھی جان لیتی تھی کہ اب وہ زیادہ دیر کے سامنے نہیں رہ سکی۔
 وہ اپنی پروفیشنل اور کلیکس لائف کے اختتام پر تھی کسی اور اب اسے کیا کرنا تھا۔ شادی کر کے کس فیملی سے
 ایک ہو جانا تھا اور جن دنوں جہاں تک وہ اس کی ملاقات ہوئی۔ ان دنوں وہ شادی کے بارے میں نہ صرف فیصلہ

کر چکی تھی بلکہ شہسامروں کو اس سلسلے میں جانچ اور برکھ بھی رہی تھی۔ جبکہ خود جہاں تک ملازمت کے نزدیک اس رات اس سے
 جہاں تک وہ ملاقات بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ اس نے زارا سمعود کو بھی ان بہت سی دوسری عورتوں کی
 طرح ہی لیا تھا جن سے اس کی دوستی تھی اور جنہیں وہ وقت گزاری کے لیے استعمال کیا کرتا تھا۔ فارن سروس
 میں آنے کے بعد اچھی وہ فارن آفس میں ہی کام کر رہا تھا اور اپنی پسلی باقاعدہ پوسٹنگ کا منتظر تھا۔ جہاں میں مال کا
 نوٹوں پنڈم اور ایک بہت اونچے خاندان سے تعلق رکھنے والا یہ آفیسر اپنی ساری ٹویوں اور خامیوں سے نہ
 صرف واقف تھا بلکہ اپنے ہتھیاروں کو ہر وقت اور پوری مہارت سے استعمال کرنے میں بھی ماہر تھا۔ اپنے لیے وہ
 شاندار کیرئیر کے آغاز پر ہی وہ ایسی سرگرمیاں میں اتوا ہونا شروع ہو گیا تھا جن میں اتوا ہونے کے لیے خاصے
 گروے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے کے دوران اتوا ہونا نہایت ہی اہم ہے۔ اپنے لیے
 منتخب کیا تھا۔ فارن سروس میں آنے کے بعد اس نے اپنی باقاعدہ طور پر عمل درآمد شروع کر دیا تھا۔ اس کے
 نزدیک کوئی بھی چیز اس کے کیرئیر سے زیادہ اہم نہیں تھی۔ کوئی فنی رشتہ اسے جذباتی کرنا تھا۔ نہ ہی دنیا میں کوئی
 دوسری ایسی چیز تھی جس کے بغیر وہ نہ سکتا ہو۔ سوائے راجے کے

جہاں تک وہ ملازمت کے نزدیک زندگی ایک بہت ہی rational اور منطقی چیز تھی اور اس میں کامیاب ہونے کی
 خواہش رکھنے والوں کے لیے بھی وہ خصوصیات کا اپنے اندر رکھنا ضروری تھا اس کے نزدیک اخلاقیات کی وہی انتہا
 تھی جو اس نے اپنی زندگی کے لیے منتخب کر لی تھی۔ وہ کسی بھی کام کو اس کے نتیجے یا بارے ہونے کی بنیاد پر نہیں
 کرتا تھا۔ وہ ہر کام کو کرتے ہوئے دیکھتا تھا کہ وہ کام اس کے لیے کیا فائدہ دے گا۔ وہ اس کے لیے اور وہ ان اقدار کو
 اپنے والدین سے نہیں تھا۔ جس سوشل سرکل میں وہ مودو کرتا تھا وہ اسی سے لوگوں کے مشعل تھا۔ جہاں وہ ہم
 کرتا تھا۔ وہاں کے لوگوں (code of ethics) بھی اس سے متاثر ہوا تھا۔ اس کے اپنے
 خاندان میں اس کے بڑے بھائی ان ہی اصولوں اور نظریات پر عمل پیرا تھے جنہیں اب وہ اپنے کی پیش کر رہا
 تھا۔

اس کے باپ معاذ حیدر کی فلاسفی میں بہت پیچیدہ رہ گئی تھی۔ اپنے بچپن میں ہی اس کی طرح وہ بھی یہی محسوس کرتا تھا
 کہ اس کے باپ کی فلاسفی بہت آؤٹ ڈیٹڈ تھی۔ جس کو اپنے والدین نے اس شخص کو اپنا لیا تھا۔ اس میں بیل کر سکتا جس
 میں بہا تعلیم دیا اور اس کے بھائی رہتے تھے۔

وہ ٹھیک کرتا تھا۔ اس کی بہت سی گرل فرینڈز تھیں۔ اپنی جانب سے وہ یہ بتا دے گا کوئی موقع وہ جہ سے نہیں
 چھوڑتا تھا اور وہ بہت ambitious تھا۔ وہ اپنی زندگی میں اپنے بھائیوں سے زیادہ کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا
 تھا۔

زارا سمعود کے ساتھ ہونے والی پہلی ملاقات کے بعد اس نے ہمیشہ کی طرح زارا سے میل جول رکھنا شروع کر
 دیا تھا۔ فارن سروس کے ساتھ مختلف انٹرنیٹوں کی طرح اسے بھی میڈیا کے معاملات لڑکیاں خاصی اذیت دے کرتی
 تھیں۔ چاہے وہ ایک ٹریڈ سوز ہو یا پھر ماڈلز۔ ذاتی طور پر بھی وہ اپنی عورتوں کو بہت پسند کرتا تھا۔ بہت آزاد خیال ہے
 خوف اور بے باک۔ وہ اپنی اور زارا بھی ایسی ہی فیکل عورت تھی۔ مگر زارا کے ساتھ وہ بھی ہونے کے بعد اسے

احساس ہوتا تھا کہ اس میں ان چیزوں کے علاوہ کوئی خاص کشش بھی ہے جو مردوں کو خاص طور پر فوراً
 اپنی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ اس کے باطن میں بہت بڑے بڑے لوگوں کو اس کے سامنے بچھ دیکھتا تھا۔ اس کے
 ساتھ بارشیں بھی شہرت کرتے وقت وہ ایک بڑی خاموشی سے سب کچھ دیکھتا جاتا تھا اور یہ سب کچھ ایک لمبے عرصہ
 تک چھپا رہا۔
 یہاں تک کہ اس کی پوسٹنگ ہو گئی لیکن باہر جانے سے پہلے اس نے زارا کو پوچھ کر دیا تھا۔ زارا نے کسی
 بھی چیز کے بغیر یہ پوچھ کر لیا تو جہاں تک اس کی طرف اسی مقصد کے لیے پوچھی تھی مگر اسے حیرت ہوئی تھی کہ
 جہاں تک اس کی جلدی اسے چھپا دینے کی رہی۔

جہاں تک اس کے ساتھ جتنا عرصہ وہی تھی اسے سمجھنے کی کوشش کرتی رہی تھی اور آہستہ آہستہ وہ بہا تعلیم کی بہت
 زیادہ تعلیم کے ساتھ جتنا عرصہ وہی تھی۔ وہ لوگوں کی کہانی کس حد تک پسند کرتا ہے وہ جانتی تھی۔ وہ خود پرست ہے وہ
 ی کھیلوں سے بھی واقف تھی۔ وہ انتہائی عمدی ہے یہ بات بھی اس کی نظروں سے چھپی نہیں رہی تھی مگر وہ
 اس بات سے بھی جان سکتی تھی کہ اس کے نزدیک رہنے والی اہمیت نہیں رکھتے۔
 بہت نہیں جان سکتی تھی کہ اس کے نزدیک کیا تو کھرس ویسا ہی ہنگامہ اٹھا تھا جیسا اس کے بڑے
 جہاں تک اسے اپنے کھروالوں کو جب اپنی پسند سے آگاہ کیا تو کھرس ویسا ہی ہنگامہ اٹھا تھا جیسا اس کے بڑے
 جہاں تک اسے اپنے جانیوں کی زندگی سے واقعی کوئی سبق حاصل نہیں کیا ورنہ تم کبھی اس طرح ایک ماڈل کو بیوی

جاننے کی ذرا ہمت نہ کرتے۔ "مفتی نے اس سے کہا تھا۔
 جہاں تک اس کی زندگی اور وہ اسے سمجھتا تھا۔ اس کے بعد بالکل بھول رہی تھی۔

"مگر ایک بہت اچھی بیوی کی ضرورت ہے اور زارا ایسی بیوی ثابت نہیں ہو سکتی۔ تم اتنی بوڈلڑی کے ساتھ
 بڑی نہیں کر سکتے۔" کسی بھی مردوں کے درمیان اختلافات ہوتے تو وہ سمجھیں بڑی کے خوفی کے ساتھ چھوڑ کر
 چلا جائے گی۔ جہاں کہیں اس کی زندگی کی ضرورت ہے تو ہر حال میں تمہارے ساتھ رہ سکے۔ تمہارے ساتھ رہا کرنا
 ہی اس کی عورت کے لیے بہت مشکل ہو گا مگر زارا بھی لڑکیاں تمہارے جیسے مردوں کے ساتھ نہا نہیں کر سکتیں
 ۔ نہیں ایک خاندانی لڑکی کی کہ بہت ہے۔"

"میں میں کسی خاندانی لڑکی کے ساتھ زارا نہیں کر سکتا۔ مجھ زارا بھی ایک لڑکی کی ضرورت ہے جو میرے
 ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلے۔" شادی کی اجازت دینے کے تب بھی اور نہیں دینے کے تب بھی مجھے
 ذاتی زارا ہے ہی کرتی ہے۔"

باپ کے بے تحاشہ کے بعد اس نے بڑے سکون سے کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔
 حجاز میر نے اس کے بعد اس پر دیا ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے اسے شادی کی اجازت دے دی۔
 باہر جانے سے پہلے بہت دیر لگا۔ اس نے زارا کے ساتھ شادی کر لی۔

زارا نے شوہر بس چھوڑ دیا تھا۔ مگر میں جہاں تک وہ دو سال پہلے بھی مگر جہاں تک وہ قدم و قامت کی وجہ سے
 وہ بھی لہواں نہیں ہوا۔ جہاں کہیں شادی ہو رہے وہ خوش تھی۔ شادی کی تقریبات میں جہاں تک وہ لہریں کی
 اچھا لگتی تھی اس سے چھپی نہیں رہی تھی۔ اس بات پر اعتراض نہیں ہوا۔ وہ جانتی تھی کہ جہاں تک
 دھانے کوئی بھی دوسری فیملی بھی اپنے بیٹے کی ایک ماڈل کر لے شادی کرنے پر اسی طرح اعتراض کرتی۔ مگر وہ
 نہیں تھی کہ شوہر کو چھوڑنے کے بعد آہستہ آہستہ جہاں تک فیملی اسے قبول کر لے گی۔

شادی کے بعد وہ جہاں تک اس کے ساتھ امریکہ چلی آئی تھی۔ جہاں تک یہاں آنے کے بعد اپنی باب میں مصروف ہو
 گیا تھا۔ اختلاف میں جہاں تک اس کی ضرورت تھی۔ بہت زیادہ تھیں مگر اس کے ہاں وہ وہ نفرت کا کوئی سورج نہ تھا۔ یہاں
 وہ رہتا تھا۔ وہ زارا کے ساتھ ان تمام تقریبات میں باہر جاتا جس میں اسے نہ لایا جاتا زارا کو لڑائی اور ملنے کی
 نفرت میں زیادہ فرق محسوس نہیں ہوا تھا۔ وہاں بھی وہ اسی طرح ہر رات کسی نہ کسی تقریب میں شرکت کرتی رہتی

اور یہاں بھی وہ کوئی شام بے کار نہیں گزارتی تھی بس فرق یہ تھا کہ وہاں وہ اپنے حوالے سے جانی جاتی تھی اور یہاں وہ جائیکر کے حوالے سے اور اسے جائیکر کے حوالے سے جانے جانا زیادہ اچھا لگتا تھا۔
اس شام بھی وہ جائیکر کے ساتھ پاکستانیوں کی طرف سے آرگنائزنگ کی جانے والی ایک تقریب میں شریک ہوئے۔
کے لیے تیار ہو رہی تھی جب جائیکر نے اس سے کہا۔
”آج اس پارٹی میں میں نہیں آؤں ایک آدمی سے ملنا ہوں۔ وہ اس پارٹی میں بہت زیادہ اہم ہے۔
میں صرف پاکستان میں بلکہ یہاں امریکہ میں بھی بہت سی اسٹیشن میں ہوں مل چکا رہا ہے۔ یہ وہی امریکن ہے اس وجہ سے یہاں کی ٹینشن بھی ہے اس کے پاس۔“
زارا نے کسی دلچسپی کے بغیر اس شخص کا تعارف سنا تھا۔ وہ اس وقت مسکرا لگانے میں مصروف تھی۔
”میں اس آدمی کا ایک ہونٹ خریدنا چاہتا ہوں جو یہ کچھ عرصہ تک بیچنے والا ہے۔“
زارا کا ہاتھ رک گیا۔ ”جائیکر! تم ہونٹ خریدنا چاہتے ہو؟“
”ہاں کیوں اس میں حیرانی والی کون سی بات ہے؟“
”تم جاب پھوڑ رہے ہو؟“
”نہیں۔“
”تو پھر ہونٹ؟“

”جائیکر! ہونٹ کے طور پر۔“
”مگر تمہیں تو جاب کے علاوہ کچھ اور کرنے کی اجازت نہیں ہے۔“ وہ کچھ اجنبی لہجے میں کہتا تھا۔
”ہاں صرف مجھے ہی نہیں کسی کو بھی جاب کے علاوہ کچھ اور کرنے کی اجازت ہے۔ میں ہونٹ خرید کر سکتا ہوں۔
کیا تم یہ جانتے ہو کہ ہمارے سفیر وال اسٹیٹ میں شیئرز کی خرید و فروخت میں ملوث ہیں ملکہ عالم، موجودہ سفیر نہیں ہونے والے یہاں آکر رہی گات اور وہ وہ سفیر تو اسٹیشن کے فنڈز کو بھی ناجائز طور پر اسی کام کے لیے استعمال کرتے ہیں۔“ وہ بڑے مزے سے ہانٹ کی ٹانگ لگاتے ہوئے بتا رہا تھا۔
”مگر یہ تو بہت بڑا جرم ہے۔ یہاں ایسی کسی میں ہوا۔ بحیثیت کے آدمی کہتے ہیں۔ وہ گورنمنٹ کو ایسی چیزوں کے بارے میں افکار نہیں کرتے۔“

”مگر تم ہونٹ کے مگر گورنمنٹ کے اپنے بہت سے لوگ بھی سفیر صاحب کے دربار سے اپنے بہت سے کام کرواتے رہتے ہیں اسی لیے ایسی ساری افکاریشن وادی جاتی ہے ویسے بھی سفیر کے ہاں ہونٹ بیکری ہیں۔ ان کے سرسبز جرنل ہیں۔ ایک سالہ صدر کا پرونوکل آفیسر ہے۔ وہ اسٹیشن میں سے ہانٹ دشتہ داروں کو گوانا شروع کر دوں گا تو ہم فنکشن میں نہیں جایا میں گے۔ اس لیے انہیں کوئی بھی چیز نہیں کہہ سکتا وہ جو چاہتے ہیں آزادانہ طریقے سے کر رہے ہیں اور باقی سب بھی یہی سب کچھ کر رہے ہیں۔“
زارا کی دلچسپی ختم ہو گئی تھی۔

اسے ایک بار پھر اپنے منہ کا رے کی فکر ہوئے لگی تھی۔ ”نیک ہے تم خرید لو وہ ہونٹ۔“ اس نے جیسے جائیکر کو گریں سناتے دیا۔
”میں اسی لیے تمہیں اس شخص سے ملوانا چاہتا ہوں۔ یہ شخص فاسار و مینٹیک ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اس سے تعلقات برحاصل اور پھر اس سے کہو کہ یہ ہونٹ مجھے فروخت کرے اور تمہیں ”کم قیمت پر۔“
زارا نے بے یقینی سے مڑ کر جائیکر کو دیکھا تھا۔
”میں بھی نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”اسی مشکل بات نہیں ہے۔ تم اتنی خوب صورت ہو۔ تمہیں مرووں کو چارم کرنا آتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس آدمی پر بھی اپنے ہتھیاروں کا استعمال کرو، مجھے یقین ہے کہ تم اس سے سامنے یہ مزاحمت نہیں کر سکتے گے۔“

وہ ہونٹ مجھے مل جائے گا۔“
اس بار اس نے پہلے سے بھی صاف اور واضح افکاروں میں اپنی بات دہرائی۔ زارا کے لیے مرووں کو جھٹانا اور بجائے نئی بات نہیں تھی۔ وہ ایک ایسے ہی پروفیشنل سے منسلک رہی تھی جس میں بہت سی ایڈورٹائزنگ ایجنسیز اپنے کلائنٹس سے خاص طور پر اسے ملوانی رہی تھیں تاکہ وہ ان ایجنسیز کے لیے پرامن حاصل کر سکے اور بدلے میں وہ ایجنسیز اپنے اشتہارات میں صرف اسے ہی لیتیں۔ اسے کبھی یہ سب برا بھی نہیں لگا کیونکہ وہ جانتی تھی یہ اس پروفیشن کی ضرورت تھی اور ہانٹنگ کے شعبے سے منسلک ہر لڑکی کی کرنی تھی اگر وہ یہ نہ کرنی تو شہرت اور مقبولیت کی اس پیڑھی پر بھی نہ پہنچتی جہاں وہ پہنچ گئی تھی۔ مگر سب اس کے پروفیشن کا حصہ تھا اور وہ اس پروفیشن کو چھوڑ چکی تھی۔ اب وہ اپنی زندگی میں وہی سب کچھ کرنا اور پھر شہر کے کئے پر کرنا۔
”تمہیں کیا ہے؟ تم کیا کہہ رہے ہو؟“ اس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔
”مجھے طرح۔ مگر ہم لوگ جس سوسائٹی میں ہیں وہاں آگے بڑھنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا ہی پڑتا ہے اور میرا خیال ہے۔ اس میں کوئی بڑی بات نہیں۔ ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ ترقی کی بھی ایک قیمت ہوتی ہے۔“ وہ یقین تھا۔

”مگر یہ مناسب نہیں ہے۔“
”تم ان زارا! تم انہیں تم کو جاننا نہ کرو۔ یہ سب کچھ تمہارے لیے تو کیا نہیں ہے۔“
زارا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔
”میں پروفیشن سے منسلک رہی ہوں۔ سب کچھ نہیں کرتی رہی ہوں۔“
”میں وہ پروفیشن چھوڑ چکی ہوں۔“
”لیکن میں چاہتا ہوں کہ اب تم میرے لیے وہی کرو جو تم پہلے اپنے لیے کرتی تھیں۔ اگر تمہاری وجہ سے مجھے کچھ فائدہ پہنچ جائے گا۔“
وہ اس کا چہرہ دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

”پھر تم یہ سب کرتے والی نہیں ہو۔ تم سفیر کی بیوی کو دیکھو مجھے رشک آتا ہے اس بندے کی قسمت پر۔ وہ اوجھل بیوی کی وجہ سے اتنے بڑے ہاتھ مار رہا ہے اور وہ بھی کامیابی کے ساتھ بیوروکریسی میں کامیابی کا توجہ اٹھا رہی ہے۔ ہونٹ کے لیے اس کی بیوی کی زندگی زیادہ خوب صورت اور سوشل ہو گئی وہ اتنی ہی جلدی کامیابی کی بیڑیاں چڑھتا جائے گا۔“
وہ ناپسندیدگی سے اس کی قدر سنی من رہی تھی۔
”تم سے شادی کی کیا بات ہے؟ یہی تھی کہ تم میں ایک غیر معمولی چارم تھا۔ میں تو خیر ہر عورت کو دیکھ کر اس پر فدا ہو جاتا ہوں مگر تمہارے ساتھ میں نے ایسے مرووں کو بھی پہنچتے ہوئے دیکھا جو عورتوں سے خاصا بچھڑی کو شش کرتے ہیں۔“

”کیا محبت نہیں تھی؟“ زارا کو بتا دیا۔ اس کی بات سے تکلیف پہنچی۔
”تم اور میں جس عمر میں ہیں اس میں ایہ چیز وانی اجتماعہ قسم کی محبتیں تو نہیں ہو سکتیں۔ اس عمر میں بندہ بہت سوچ سمجھ کر محبت کرتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ محبت کے بدلے میں اسے کیا مل سکتا ہے اور پھر ہی کوئی فیصلہ کرتا ہے۔“ وہ اب اسے لیکچر دے رہا تھا۔
”اب دیکھو نا۔ تم نے بھی تو مجھ سے محبت کرتے ہوئے سب کچھ دیکھا ہو گا۔“ وہ اب اسے آئینہ دکھا رہا تھا۔
”یہ دیکھا ہو گا کہ میرا کیرئیر کیا ہے۔ میں کس فیملی سے تعلق رکھتا ہوں۔ دیکھنے میں کیسا ہوں۔ میرا اسٹیشن کیا ہے۔ میرے ساتھ تمہاری زندگی کیسی گزرے گی۔ میں تمہیں کتنی سیکھوں گی۔“
”کیا مستقبل دیکھ سکتا ہوں۔“

زارا کا چہرہ زرد ہو گیا۔
 "اسی طرح میں نے بھی کچھ چیزیں دیکھی تھیں۔ تم خوبصورت تھیں مشہور تھیں۔ تمہیں مردوں کو پسند کرنا آتا تھا اور مجھے ایسی ہی بیوی چاہیے تھی کہ جس پر فیشن سے میں تعلق رکھتا ہوں وہاں ایسی ہی بیوی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب محبت کا جہاں تک تعلق ہے تو ظاہر ہے محبت بھی ہے۔ آخر میں نے شادی کی ہے اس لیے بھی میں جو کچھ حاصل کرنا چاہ رہا ہوں۔ یہ ہم دونوں کے لیے ہی ہے کیا تم نہیں چاہتیں کہ ہمارے پاس اس جاب سے حاصل ہونے والی مراعات کے علاوہ بھی کچھ ہو۔ آخر اس جاب کے بل بوتے پر تو ہم زندگی کو اتنا آسان نہیں کر سکتے۔ میرا اور تمہارا جولا نصف اسٹائل ہے وہ اس تنخواہ میں تو maintain نہیں کیا جاسکتا۔ تنخواہ دو دن میں ختم ہو جائے گی پھر مہینے کے اٹھائیس دن تم اور میں کیا کریں گے۔"

وہ اب اسے حقائق بتا رہا تھا۔
 "زندگی میں میں بہت کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں اور یقیناً تم بھی بہت کچھ حاصل کرنا چاہتی ہو گی۔" وہ اس سے کہہ نہیں سکی کہ وہ ایک گھر شوہر اور بچوں کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی۔ کم از کم زندگی کے اس حصے میں وہ بولنا جا رہا تھا۔
 "ان سب چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے دولت ضروری ہے۔ اب دولت کیسے حاصل کی جاسکتی ہے یہ تو جان کرنا ہے۔ انسان کے ہاتھ میں یا تو تو پھر دولت کا حصول مشکل نہیں ہوتا اور میں بھی اپنی اسی یاد کو استعمال کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ پاس ہو رہی تھی۔
 جمائیر معاذی شخصیت کا ایک اور پہلو اس کے سامنے آ رہا تھا۔
 "میں سبھی سے ملنے والا وہ ہوں آئندہ چند سالوں میں کتنی بابت کا ہو جائے گا اس کا شاید اندازہ بھی نہ کر سکو وہ شخص اس ہوٹل کو ایک دوسری جگہ کرنے والی انویسٹمنٹ کی وجہ سے بیٹنے پر مجبور ہے اور میں چاہتا ہوں اس شخص کی کمزوری کا فائدہ اٹھاؤں اور تم یہ کام بخوبی کر سکتی ہو۔" وہ صبح مسکراتے ہوئے زارا کو دیکھ رہا تھا۔ مسکراتی ہوئی۔

مگر اس نے وہی کیا تھا جو جمائیر چاہتا تھا۔ جمائیر نے سعید سجانی سے اس کی ملاقات کروادی تھی اور زارا نے اپنی خوب صورتی کا بھرپور استعمال کیا تھا۔ اگلے ہی ماہ سعید سجانی کے ساتھ اس نے ملاقاتیں جاری رہیں۔ ملاقاتیں کس کس حد کو پہنچ گئی ہیں۔ جمائیر اس سے بے خبر نہیں تھا مگر زارا کو اس کے اطمینان پر حیرت ہوتی تھی صرف اس بات پر خوش تھا کہ سعید سجانی پالا آخر یہ ہوٹل جمائیر کو بیچنے پر تیار ہو گیا بلکہ مارکیٹ پر اس سے مہنگے پر جمائیر کے پاس اس ہوٹل کو خریدنے کے لیے روپیہ کہاں سے آیا تھا وہ۔ بھی نہیں جانتی تھی مگر وہ ضرور جانتی تھی کہ یہ روپیہ وہ اپنی تنخواہ میں سے بچا سکتا تھا نہ ہی اس نے کسی سے قرض لیا تھا۔

سعید سجانی کے ساتھ جس دن اس نے اس ہوٹل کا سودا کیا تھا اور امریکہ میں رہائش پذیر اپنے ایک دوست کے نام پر وہ جائیداد خریدی تھی۔ اس دن اس نے ڈیڑھ کو بیروں کا ایک قیمتی ہار تحفہ کے طور پر دیا تھا۔ زارا کو پہلی بار اس کا کوئی تحفہ نہ کر خوشی نہیں ہوئی۔ وہ جانتی تھی یہ تحفہ نہیں قیمت ہے اس کام کی جو اس نے جمائیر کے لیے کیا تھا اور جواب اسے بار بار کرنا پڑے گا۔

اس کا اندازہ ٹھیک تھا۔ وہ ہوٹل صرف پہلا قدم تھا اور پہلا قدم اٹھانے کے بعد جمائیر معاذ کو روکنا بہت مشکل تھا زارا واشنگٹن کی تقریبات کا ایک بہت مقبول نام بن گئی تھی ایسا نام جس کے بارے میں صرف اچھے باتیں ہی نہیں اور بھی بہت کچھ کہا جاتا تھا۔

جمائیر کا اس کے بارے میں اندازہ بالکل ٹھیک تھا وہ واقعی غیر معمولی کشش رکھتی تھی اور بہت جلد اس نے سفارت خانے کے تمام آفیسرز کی بیویوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا مگر وہ اس سب سے بہت خوش نہیں جمائیر

شادی کرتے وقت اس نے ایسی زندگی گزارنے کا خواب نہیں دیکھا تھا۔ وہ اسٹیلس بھی بد قرار رکھنا چاہتی تھی اسے جمائیر سے دلچسپی بھی اس کے لیے اور فیملی کی وجہ سے ہوتی تھی۔ مگر اس کے باوجود ان چیزوں کی جو قیمت اسے ادا کرنا پڑ رہی تھی وہ بہت زیادہ تھی۔

وہ بنیادی طور پر اس چمک دمک سے بیچارہ ہو چکی تھی اور عمر کی پیدائش ان چیزوں سے عجلت کی ایک کوشش تھی اس کا خیال تھا کہ بچے کی پیدائش جمائیر کو بدل دے گی، جمائیر کی پیسے کے لیے ہوس میں کمی تھپانے کی یا کم از کم وہ پیسے کے حصول کے لیے اسے استعمال کرنا چھوڑ دے گا۔

مگر اس کا اندازہ غلط تھا۔ جمائیر یہ جانتے پر کہ وہ امید سے ہے۔ بہت مشتعل ہو گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے گھر کی اس اسٹیج پر پہنچے جہاں کوئی مصیبت پالنا نہیں چاہتا مگر زارا کم از کم اس معاملے پر اس کے دباؤ میں آگئی تھی۔ جمائیر کی دشمنیوں کے باوجود اس نے ابا دشن نہیں کروایا تھا اور بالآخر جمائیر اس کی اس ضد پر جھکنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

عمر کی پیدائش پر زارا بے حد خوش تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اب جمائیر اسے پہلے کی طرح استعمال نہیں کرے گا اور وہ مطمئن ہو کر اس طرح اپنے بچے کی پرورش کرے گی جیسا وہ چاہتی تھی۔ عمر کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد تک وہ واقعی بہت اطمینان اور سکون کے ساتھ تقریبات میں شرکت کیے بغیر زندگی گزارتی رہی مگر جمائیر بہت آہستہ آہستہ ایک بار پھر اس کے لیے آیا تھا اور پہلی بار زارا کو اندازہ ہوا کہ عمر جمائیر کے بیوی کی زندگی نہیں بنا خود اس کے بیوی کی زندگی بن گیا تھا۔

فطری طور پر وہ عمر کے بہت قریب تھی اور جمائیر کے ساتھ تقریبات میں جاتے ہوئے وہ سارا وقت اس کے بارے میں فکر مند رہتی۔ جمائیر نے اس کی پیدائش کے فوراً بعد ہی عمر کو اس کو گھر لے کے سپرد کر دیا تھا اور زارا کے لاکھ احتجاج کے باوجود بھی وہ اسے ہٹانے سے انکار نہیں ہوا۔

اگلے کچھ سال زارا نے شدید ڈپریشن میں گزارے تھے۔ وہ مکمل طور پر اس زندگی سے تنگ آ چکی تھی جو وہ جمائیر کے ساتھ گزار رہی تھی۔ لاکھ کوششیں کے باوجود بھی وہ عمر کے ساتھ وقت گزارنے میں ناکام رہتی تھی اور یہ بات اس کے ڈپریشن میں اور اضافہ کرتی تھی۔

شاید وہ اس سب کے ساتھ کسی نہ کسی طرح سمجھتا کرتے ہوئے زندگی گزارتی رہتی مگر جس چیز نے اسے مشتعل کر دیا تھا۔ وہ جمائیر کی ایک دوسری عورت میں لی جانے والی دلچسپی تھی۔ زارا کچھ عرصے تک یہ سب نظر انداز کرتی رہی کہ ساتھ گزارے جانے والے دس سالوں میں اس نے جمائیر کی زندگی میں بہت سی عورتیں آتی اور جاتی دیکھی تھیں اور وہ ان کے بارے میں فکر مند نہیں ہوتی تھی مگر شرمین نام کی وہ لڑکی جمائیر کی زندگی میں کس حد تک شامل ہو چکی تھی اس کا اندازہ اسے بھی نہیں ہوا۔ جمائیر نے اسے مکمل طور پر شرمین سے بے خبر رکھا تھا۔ وہ ایک رشتہ دار یا جو رشتہ کی بیٹی تھی۔ جمائیر کے ساتھ اس کے ملاقات کب اور کہاں ہوئی۔ زارا نہیں جانتی تھی مگر جب اسے شرمین کے وجود کا پتا چلا تھا تو زندگی میں پہلی بار وہ اپنی شادی کے اس فیصلے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

اس کے پاس اب ایک دوسرا راستہ تھا۔ جمائیر کے ساتھ لڑنے بجھکنے کے بجائے اس نے اپنے بھائی کے پاس جانے کے بعد جمائیر سے طلاق کے لیے مقدمہ کر دیا تھا۔ جمائیر کے لیے یہ ایک بہت بڑا جھکا تھا۔ اس کے وہ گمان میں بھی نہیں تھا کہ زارا ابھی اس سے طلاق مانگ سکتی ہے۔ وہ خود بھی شرمین کی محبت میں گرفتار ہونے کے باوجود زارا کو طلاق دینا نہیں چاہتا تھا۔ زارا دس سالوں میں جمع معنوں میں اس کے لیے سونے کی چڑیا ثابت ہوئی تھی اور شاید اگلے کئی سال وہ اس کے لیے اتنی ہی فائدہ مند ہوگی جبکہ شرمین خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ کم عمر بھی اور جمائیر جانتا تھا کہ وہ زارا کی طرح مردوں کو بھانپ سکتی۔

”میں دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں۔ تم بھی دوسری شادی کرو۔ ہم دونوں خوش رہیں گے۔“
وہ اس کے الفاظ پر دنگ رہ گیا تھا۔ اس کے بعد جتنی دفعہ بھی اس نے زارا سے رابطہ کیا تھا۔ اس کی زبان پر یہی
سب کچھ تھا۔ وہ عمر کو اپنی کسٹڈی میں لینا چاہتی تھی مگر جانشیر کے ساتھ کسی سمجھوتے پر تیار نہیں تھی۔
جانشیر کو اس کی ضد نے مستحضر کر دیا تھا۔

”نہیک ہے تم طلاق لے لو مگر کو میں کسی بھی صورت تمہیں نہیں دوں گا۔“ اس نے زارا سے کہا تھا۔
طلاق کے بعد زارا نے اپنے بھائی کے ایک بڑی عمر کے ایرانی دوست کے ساتھ شادی کر لی تھی اور چھ ماہ
کے بعد کامیاب رہی تھی۔ اس کے دوسرے شوہر کی پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی بیٹی کی شادی ہو چکی تھی۔
زارا سے شادی کے بعد ان کے پاس تین اور بیٹے ہوئے۔ وہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ لندن میں مستقل رہی
اور بہت پرسکون زندگی گزار رہی تھی مگر اس سب کے باوجود اس نے بھی عمر کو غلامی و شرم نہیں کیا۔ جانشیر نے
عمر کو پاکستان کے ایک پورٹنگ میں داخل کروا دیا اور زارا کو شش کے باوجود عمر سے ملنے والے دیکھنے میں ناگہم رہی
مگر اس سب کے باوجود وقتاً فوقتاً اسے کچھ نہ کچھ مجبوراتی دیتی جو زیادہ تر جانشیر کے ہاتھ لگتا اور وہ اسے ضائع کر

دیتا۔
جانشیر نے اسے طلاق دینے کے لیے ہر طرح کے بعد میں شرمین سے شادی کر لی تھی اور شرمین کو کو شش کے ساتھ
زارا کی طرح استعمال نہیں کر سکا۔ وہ صرف ایک اچھی بیوی اور ماں ہی بن گئی تھی۔ عمر کے ساتھ اس کے تعلقات
مورے بہت خراب تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ عمر کو شش پورٹنگ میں رہا۔

اپنی تعلیم مکمل کرنے کے دوران اور بعد میں انٹرنیٹ میں جاب کے دوران بہت دور زارا نے عمر سے رابطہ
کرنے کی کوشش کی مگر عمر نے بھی اس سے ہوائی رابطہ نہیں کیا۔ وہ ماں سے محبت کر کے بڑا ہوا بچہ تھا جس سے
باپ کے باور میں اسے ملنے سے انکار کر رہا تھا کہ گورنر میں کسٹڈی کیس کے دوران بھی اس نے ماں سے
ملنے سے انکار کر دیا۔ بچپن میں چند پارماں کی طرف سے ملنے والے کچھ تحائف اور کارڈز وصول کرنے کے بعد
جانشیر کی طرف سے اٹھایا جانے والا ہنگامہ اسے ہمیشہ یاد رہا تھا اور غیر معمولی طریقے سے وہ اس ہنگامہ سے بچنے
کی کوشش کر رہا۔

چند ٹکٹوں کے بعد وہ این بی او کے کچھ لوگوں کے ساتھ سیالکوٹ کے ایک قریبی گاؤں میں تھے۔ گاؤں میں وہ
میدھا اس جوی میں گئے تھے۔ جہاں ان کے رہنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ کچھ دیر ان لوگوں کے ساتھ آرام کیا۔ اس
کے بعد ان لوگوں کو این بی او کے زیر انتظام چلنے والے ایک اسکول میں لے جایا گیا۔

علیہ کو وہاں موجود بچوں کی تعداد دیکھ کر شوکار حیرت ہوئی تھی۔ وہ اسکول گاؤں کے ہی ایک شخص کے گھر
میں قائم کیا گیا تھا۔ جہاں اس شخص کی بیٹی دو شعلوں میں بچوں کو تعلیم دیتی تھی۔

”اس گاؤں میں چند سال پہلے تک گورنمنٹ کی طرف سے قائم شدہ ایک اسکول بھی تھا۔ ایک دفعہ سیلاب
کے دوران اسکول کی چار کمروں پر مشتمل عمارت بہ گئی۔ بعد میں گورنمنٹ نے دوبارہ اسکول قائم کرنے کی
زمت نہیں لی۔ بنیادی وجہ یہ تھی کہ اسکول آئے والے بچوں کی تعداد بہت کم تھی۔ گورنمنٹ کا خیال تھا کہ
قریبی گاؤں میں موجود اسکول بھی دونوں گاؤں کی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔“

ان لوگوں کے گروپ کے ساتھ چلنے والے گائیڈ نے ساتھ چلتے ہوئے انہیں بتانا شروع کیا۔

”گاؤں والوں نے اس لیے اس پر اعتراض نہیں کیا کیونکہ وہ پہلے ہی جہاں اسکول کی موجودگی کو تیار نہ کر رہے
تھے۔ انہوں نے جس کم جہاں پاک کے مقصد اسی اقدام پر شکر ادا کیا۔ یہ مقصد اسی گاؤں میں نہیں ہوا اس
پاس کے بہت سے علاقوں میں ایسا ہی ہوتا آ رہا تھا۔ لڑکوں کو پڑھانے پر تو یہاں سے لوگوں میں پھر بھی کچھ آمدنی
پائی جاتی تھی مگر لڑکیوں کے پڑھانے کے بارے میں بات بھی کرنے پر یہ لوگ سر ہٹانے کے لیے اٹھ کھڑے
ہوتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح نہ صرف ان کے علاقے کی روایات ختم ہو جائیں گی بلکہ عورتیں منہ زور

”میں گی اور گھر کے مردوں کی حکمرانی ختم ہو جائے گی۔“
علیہ وہ بچی سے گفتگو سن رہی تھی۔

وہ لوگ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان لوگوں کے گھروں میں جا کر انہیں اپنی بات سننے کے لیے تیار کرنا کتنا
دکھ کا کام تھا اور اس سے بھی مشکل کام اس علاقے میں کوئی تبدیلی لاتا تھا۔ ہماری دور کرنے یہاں شام چھ بجے
رات کو بجے تک بھی گھر گھر پھر کر کام کیا۔ اب آپ نتیجہ دیکھ سکتے ہیں یہ اسکول اس علاقے میں چلنے والا واحد
اسکول نہیں ہے آپ یہاں جس گاؤں میں بھی جائیں گے۔ آپ کو اس طرح کا کوئی نہ کوئی اسکول قائم کرنا ضرور
لے گا اور صرف اسکول ہی نہیں ہو گا بلکہ وہاں بچوں کی اچھی خاصی تعداد کو تعلیم حاصل کرنی بھی پائی جائے گی۔
یہ بات یہ ہے کہ اب ان اسکولوں کو قائم کرنے میں بنیادی بات یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کا ہونا کیا ہے۔ وہ خود ہی اس
کے لیے عمارت اور دوسری چیزوں کا انتظام کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ ہمیں نیچر کے لیے بھی بھاگنا پڑا
نہیں آتی رہتی۔ کچھ گاؤں میں ایسا بھی ہوا کہ ایک اسکول میں جب بچوں کی تعداد زیادہ ہونے لگی تو گاؤں والوں
نے خود ہر ایک دوسرے اسکول کے قیام میں مدد کی درخواست کی۔

گروپ میں موجود باقی لوگ بھی اسی طرح دم بخود اس شخص کی باتوں کو سن رہے تھے۔

”ہم بنیادی طور پر جس چیز کو کرنے میں کامیاب ہوئے وہ لوگوں کی سوچ میں تبدیلی تھی۔ اس وقت 85ء سے
ہر اندازہ کے 2000 گروپ ہم اس علاقے میں لائیں گے۔ سب سے زیادہ گروپ 95ء سے 2000ء تک
لے لیا جائے گا۔ ہم اس علاقے کے لوگوں کی سوچ میں مزید تبدیلیاں لائیں گے اور شاید پانچ سال بعد اس
کا ایک دور بھی کر آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ یہی یہ علاقہ اپنی مانوائی کی وجہ سے مشہور تھا۔“

علیہ کے علاوہ یہاں آنے والے ذرا بڑے بچے کے لیے ہم نے ان فیکٹریز سے رابطہ کیے جو یہاں سے گھروں
پر لگے۔ وہ وقت ہال منگوانے کے لیے یہاں گورنمنٹ کے لیے یہ ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ ان فیکٹریز میں جا کر وہاں
نہ ہل سیں اور اس طرح کچھ بہتر معاوضہ حاصل کریں۔ لیکن ہم نے ان فیکٹریز کو مجبور کیا کہ وہ ان علاقوں میں
اپنے سینٹر قائم کریں۔ عورتیں کام کریں اور اس طرح نہ صرف اچھا معاوضہ حاصل کر سکیں بلکہ انہیں
اپنے گھر سے بہت دور بھی نہ جانا پڑے گا۔ شروع میں اس کام میں بھی ہمیں بہت پر اہم ہوا۔ کیونکہ زیادہ تر
گھرانے بارڈر ایریا میں تھے اور فیکٹریز اپنے سینٹر قائم کرنے کو تیار نہیں تھیں۔ کیونکہ بارڈر ایریا میں فیکٹریز کے
ہائے میں نہ صرف یہ علاقے خراب ہو جاتے بلکہ ان سینٹر کو بھی بند کر دیا جائے گا لیکن پھر آہستہ آہستہ کچھ بڑی
فیکٹریز نے ہم لوگوں کے دباؤ کے تحت یہاں اپنے سینٹر قائم کیے۔“

”میں نے سوچا شاید تم زارا سے ملنے دو گے۔“

علیہ واقعی شام اپنے گھر کے قریب آ کر ان کی طرف آ رہی تھی۔ جب اس نے لائونج میں بیٹھ کر عمر سے گفتگو
کی۔

”رات کو عمر کے کمرے میں جانے کے بعد وہ بھی کھانا کھا کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ بہت دیر تک وہ عمر کے
ہارے میں سوچتی رہی پھر آہستہ آہستہ نیند کے لیے اپنی گرفت میں لے لیا۔“

”نئی رات عمر ناشتے کی میز پر نہیں تھا۔ کالج سے واپس آئے پر اس نے اسے لہجے پر بھی موجود نہیں پایا۔“ ”سر میں
کچھ اور ہے اس کے سلسلے قائم کر رہا ہے۔“ اس کے پچھلے چہرے پر مانو نے کہا تھا۔

علیہ وہ کچھ سہ چہین ہو گئی۔ ”کیا زیادہ دور ہے؟“

”ہاں نہیں۔ کچھ بتایا نہیں کہ وہ کتنا سوکھا تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔“ مانو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
”کچھ کو پوچھنا چاہیے تھا؟“ اس کے لیے ساختہ کہا۔ ”موسم تبدیل ہو رہا ہے اس کی وجہ سے اس کی طبیعت
خراب ہو گئی ہوگی۔“ مانو نے اس کی بات پر زیادہ دھیان نہیں دیا تھا۔

”کیا وہ اب بھی میرا اسکا ہے؟“ میں نے سوچا۔
 ”نہایت کڑی سے باہر نکلتے ہوئے جیسے اطالع وی تمسے۔“

”پاراشی شروع ہو گئی ہے۔“ کانوں میں گونج رہی ہے۔ شام کے طبقہ اندھیرے میں لانا سب ایک دم پڑنے والی پاراش کی
علیٰ نے چمک کر کھڑکیوں کی طرف دیکھا۔ شام کے طبقہ اندھیرے میں لانا سب ایک دم پڑنے والی پاراش کی
پتوں پر چھوٹنے والی پاراش کی طرف متوجہ ہو گئی۔ وہ سونے پر شام وراؤ کافی پہچان

ہوئے مٹ گئے۔ گھر پرستی پادش کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی ترقی کی کیفیت کیا ہوگی۔ اس کے چہرے پر فکر جسے وہ ویسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کی ترقی کی کیفیت کیا ہوگی۔ کیا عموماً اسی صورت پیشے کے لیے اپنی مٹی سے ملنا نہیں چاہو؟ کیا وہ اتنا materialistic (مادہ پرست) ہو گیا ہے؟ کیا اسے محبت نہیں ہے؟ کیا اسے اپنے پیارے محبت ہے؟ اور اگر اسے ان سے بھی محبت نہیں ہے؟ کیا اسے اپنی مٹی سے محبت نہیں ہے؟ کیا اسے دیکھتے ہوئے جیسے الجھ رہی تھی۔

ہے تو پھر آخر اسے کس سے محبت ہے؟ وہ اس کے ہوا کچھ ہو کہ کر کھڑی ہے باہر نظر آئی وہ اس کے منظر سے نظریں ہٹا کر
مرد کو ایک دم جیسے اس کی نظروں کا احساس ہوا کچھ ہو کہ کر کھڑی ہے باہر نظر آئی وہ اس کے منظر سے نظریں ہٹا کر
وہ علی بن ابی طالب سے متوجہ ہوا۔ علی بن ابی طالب کی کچھ شرمندگی کے عالم میں اس نے اپنی نظریں جھکا لی تھیں۔
پھر مٹی کی جگہ کچھ اور کافی ڈال دیں۔ "علی بن ابی طالب کو غصہ کرنے کے بجائے اس کے اپنے جاسوسی سائزر کا کام ہانوی
طرف دھکا دیا تھا۔ انہوں نے اس کے لیے کافی ڈال دیا تھا۔" علی بن ابی طالب نے دیکھ کر رہا تھا اور اسے ہوشیار ہوا۔

عسلہ ایک بار پھر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ وہ تانہ کو کافی بتانے ہوئے دیکھ رہا تھا اور اس وقت پہلی بار عسلہ کو احساس ہوا کہ اس کی آنکھیں سرخ دھجی میں اور متورم تھیں۔ وہ کافی بے پتے جیسے لہٹھک لئی۔

”کیا تم رو رہا ہے؟“ اس سوال نے اس کے وجود میں جیسے ایک حرکت دوڑا دیا تھا۔

”جی ہاں، میں رو رہا ہوں۔“ وہ کافی پٹہ بٹھا کر کہنے لگی۔

عمر کے ہمارے کافی نام تھا۔ صوفیوں نے سید جامی سے ہوائے ایک بار پھر اس کی نظم علیہ پر بڑی تکی۔ اس بار علیہ نے اس سے نظریں ہٹانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اسے دیکھتی رہی اور عمر کو پکڑ کر بیٹھے احساس ہو گیا کہ وہ اس کے چہرے پر کیا صورت ہے۔ علیہ نے اس کے چہرے پر ایک رنگ آتا دیکھا تھا اور پھر وہ علیہ سے نظریں جو آگیا۔

”گریخی آئیں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔“ اگلے لمحہ وہ گھبراہٹ میں بیٹھ گیا۔

اے لادو بخ ہے باہر جاتے ہوئے وکیچ کر وہ بے چہیں ہو گئی۔
 "میں نے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ یا تم کو کم اس طرح اسے گھورتا نہیں چاہیے تھا۔ کیا عمر کو میرا اس طرح
 دیکھنا برا لگتا ہے ہو سکتا ہے وہ یہ سوچ رہا ہو کہ میں اسے اس صورت حال میں پا کر خوش ہو رہی ہوں۔" اس کا
 چہرہ تھکا ہوا اور جھٹکا جارا تھا۔

راٹنگ چیمبر جہاں تھے وہ ہر قی بارش کو دیکھ رہا تھا۔ ہاں برائے میں اسے الائنس آؤں کر دی گئی تھیں اور وہاں سے چلنے بارش میں بھینکتے پورے اور بھینکتے بہت عجیب لگ رہی تھیں۔

میرے کہ دروازے پر ہونے والی باتوں نے اسے چھڑکا دیا۔
 "اے اے اے" اس نے بلند آواز میں کہتے ہوئے رات بیک پیسز کو بھٹاتا ہوا دیکھا۔ دروازہ آہستہ آہستہ کھلا تھا اور
 پھر عمر نے علیہ کو گھر کے اندر آتے دیکھا تو اپنے ہاتھوں میں کرسی کو اٹھائے ہوئے تھی۔
 "او علیہ" عمر کی حیران آواز تھی۔

"میں نے آپ کو مضرب تو نہیں کیا؟" وہ کچھ روس تھی۔
"ناٹ ایٹ آل میں فارغ بیٹا ہوا تھا۔۔۔ تمہیں کوئی کام ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔

ہر گز میں جانتا ہوں ہم امرتہ کس لیے آنا چاہتے ہو؟

وہ چپ چاپ ہو گیا۔
 "مجھے آپ کو کس سے نفرت ہے جو مجھ سے محبت بولیں یا غلط بیانی کریں۔" اس نے اپنے باپ کو کہنے لگا۔
 "مجھے آپ کو کس سے نفرت ہے جو مجھ سے محبت بولیں یا غلط بیانی کریں۔" اس نے اپنے باپ کو کہنے لگا۔
 "ہوٹ کائے لگا۔ اس کا دل چاہا وہ ان سے کہے آپ کو ایسے لوگوں سے نہیں صرف مجھ سے نفرت ہے۔
 "تمہارے اکاؤنٹ میں میں نے کچھ اور روپے ٹرانسفر کروائے ہیں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو ملتا رہے۔" لدا کو کہہ کر

اس کے بولنے کے منتظر رہے۔
 "اس نے کچھ دیر بعد کہا۔
 "نہیں کچھ نہیں چاہیے۔" اس نے دوبارہ فون کروا گا۔ تب تمہیں ملحق کے پاس ہونا چاہیے۔ "فون نہ
 ہونے لگا۔ وہ دن کے بعد میں کہیں دوبارہ فون کروں گا۔ تب تمہیں ملحق کے پاس ہونا چاہیے۔ "فون نہ

کر دیا گیا تھا۔
 علیحدہ گروپ کے باقی لوگوں کے ساتھ اس شخص کی باتیں بہت غور سے سن رہی تھیں۔
 "یار میں تمہارے دوست ہوں ان لوگوں نے واقعی خاصا کام کیا ہے یہاں پر۔" شملہ نے ساتھ چلتے ہوئے
 دھم آواز میں کہا وہ صرف چہرہ کر رہی تھی۔
 "انہیں ان لوگوں کی وجہ سے ہماری بہت سی پریشانیاں اور مسئلے ختم ہو گئے ہیں۔ آپ لوگ کچھ سال پہلے ان سے

توجہ نہ رہ جاتے کہ ہم یہاں کس طرح زندگی گزار رہے تھے چنانچہ ان سے بھی بدتر زندگی تھی جی۔ زمین دار عام
 سمجھتا تھا۔ یہاں کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ زمین دار کی مرضی کے بغیر کوئی کام کر سکتا۔"
 گاؤں میں قائم ایک سینٹر میں فٹ بال سنے والے شخص سے گفتگو کا آغاز کرنے پر انہوں نے اس سے سنا تھا۔
 "یہاں زمین دار اسکول بنے نہیں دیتا تھا۔ جتنی دفعہ بھی حکومت نے یہاں اسکول بنوانے کی کوشش کی۔
 زمیندار نے یہاں کسی ماسٹر کو آنے نہیں دیا اسکول ماسٹر کے بغیر تو نہیں چل سکتا تھا جی۔ ہم سب کو مجبور کیا ہوا
 تھا کہ ہم اس کے کھیتوں کے علاوہ کہیں اور کام نہ کریں۔ کام کے بدلے ہمیں سال کا اناج دیا جاتا تھا ساتھ ہی
 جوڑے پٹے اگر یہاں کا کوئی آدمی گاؤں سے باہر کہیں کام کرنے کی کوشش کرتا تو زمین دار اسے مجبور کر لیا کہ
 آؤں اپنے پورے خاندان کے ساتھ علاقہ چھوڑ کر چلا جائے۔"

وہ لوگ خاموشی سے اس شخص کی باتیں سن رہے تھے۔ علیحدہ ہر چیز کو Judge کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔
 پھر آہستہ آہستہ لوگ یہاں آنے شروع ہوئے۔ یہ ساری ترقی ان لوگوں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ ان لوگوں نے
 یہاں پہلے گورنمنٹ کا قائم شدہ اسکول چلوانا شروع کیا پھر پرائیوٹ گاؤں میں ہی دو تین گھر ورائیں اور اسکول قائم
 کیے یہ سینٹر بھی ان ہی لوگوں کی کوششوں سے بنا۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ان ہی سینٹر کی وجہ سے ہمارے
 علاقے میں کتنی خوشحالی آئی ہے۔ ہمارے علاقے کی آدمی سے زیادہ عورتیں اس سینٹر میں کام کر رہی ہیں۔ یہاں
 یہاں باقاعدہ فیکٹری کی کوچز آتی ہیں یہاں سے آدمیوں کو فیکٹریز لے کر جاتی ہیں۔ پہلے ہمارے بچے ہمارے ساتھ
 کھیتوں میں کام کرتے تھے یا اور دوسری جگہوں پر مزدوری کرتے جاتے تھے۔ اب ہمارے بچے تعلیم حاصل کر
 رہے ہیں۔ یہاں اس علاقے میں ایسا کوئی بچہ آپ کو نہیں ملے گا جو تعلیم حاصل نہیں کر رہا ہو گا۔" علیحدہ
 مرحوم ہو رہی تھی۔

"این جی او ڈی جی بھی یہاں کے علاقے میں کام کرنا شروع کرتی ہیں وہ ہمیشہ اسے علاقے کا انتخاب کرتی ہیں یہاں
 جا کر وہاں نظام بہت سستی سے رائج ہو۔ اس علاقے کا انتخاب کرتے ہوئے بھی انہیں اس چیز کا بہت فائدہ ہوا کہ
 یہاں فیوڈل سسٹم بہت پختہ تھا۔"

اس کے کانوں میں یکدم عمر کی آواز گونجنے لگی تھی۔
 "فیوڈل سسٹم میں لوگوں کے اندر یہ بہت نہیں ہوئی کہ وہ اپنے علاقے میں رائج طور طریقوں پر اکتفا کر سکیں
 یا انہیں بدل سکیں فیوڈل لارڈز لوگوں کی زندگیوں کو اتنی مضبوطی اور سختی کے ساتھ کنٹرول کر رہے ہوتے ہیں کہ

ہر گز شش یا خواہش کے باوجود بھی ان سے جان چھڑا نہیں پاتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے ماحول میں اگر ایک
 شخص بھی ان فیوڈل لارڈز کے خلاف آواز بلند کرے یا تبدیلی لانے کی کوشش کرے تو لوگ بغیر سوچے سمجھے اس
 کی حمایت کرتے ہیں۔ پہلے وہ دل ہی دل میں اس شخص سے ہمدردی کرتے ہیں اور پھر جب یہ دیکھتے ہیں کہ وہ
 کی حمایت کرتے ہیں۔ پہلے وہ دل ہی دل میں اس شخص سے ہمدردی کرتے ہیں اور پھر جب یہ دیکھتے ہیں کہ وہ
 فیوڈل لارڈز کی حالت میں بھی کچھ تبدیلیاں آ رہی ہیں اور صرف باتیں ہی نہیں کر رہا تو وہ عملی طور پر بھی اس
 کے ساتھ شامل ہو جانا چاہتے ہیں۔ آپ ظاہر ہے ایسی صورت حال میں فیوڈل سسٹم میں ورائیں آنا شروع ہو
 جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس روپیہ ہوتا ہے اور سرسبز ہوتا ہے حکومتی ایجنسیوں
 کی طاقت ہوتی ہے۔ غیر ملکی مشینری کی پشت پناہی ہوتی ہے۔ کسی بھی فیوڈل میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ ان
 کو ٹھکڑے سے ٹھکڑے کر لے سکے یا انہیں نقصان پہنچائے۔ نتیجہ کے طور پر وہ اپنے علاقے میں ہونے والی تبدیلیوں کو
 روک نہیں پاتا۔ اسکول بھی بنے دیتا ہے۔ تعلیم کے لیے لوگوں کو باہر بھی جانے دیتا ہے۔ اسے کھیتوں پر
 کام کرنے کے لیے بھی لوگوں کو مجبور نہیں کر پاتا اپنے علاقے میں ہونے والی ترقی کو روکنے کے لیے بھی کچھ نہیں
 کر سکتا۔ اور مزید یہ اس سب کو ریفارمز کا نام دینا شروع ہو جاتا ہے۔ دیہی اصلاحات حالانکہ یہ اصلاحات
 نہیں ہوتیں صرف لارڈز بیل جاتے ہیں اور حکومت کرنے کا طریقہ۔ کچھ آزادی بھی بدل جاتی ہے اور گھر میں
 بھی کچھ زیادہ خوشحالی آ جاتی ہے۔

"جہاں نسلوں سے بھوک اور بے عرقی کا شکار ہوں وہاں تو بس یہی کافی لوگ ہے کہ آپ انہیں تین وقت کی
 روٹی اور سر اشا کربات کرنے کا حق دے دیں۔ پھر ان سے جو چاہے کروالیں وہ آپ سے کتے سے بھی زیادہ
 وفاداری کریں گے۔"

وہ بے چین ہونے لگی تھی۔
 "کیا یہاں بھی یہی سب کچھ ہو رہا ہے؟ اس نے سوچا اور یہ شخص جو کچھ کہہ رہا ہے کیا یہ بھی صرف وفاداری۔
 وہ شدید تشکک کا شکار ہو گئی تھی۔

وہ لوگ ایس جی میں آگئے تھے۔ رات کو اپنے گروپ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر وہ ہمارے دن
 کے لیے ہونے والے نوٹس دیکھ رہی تھی۔ سب اس کی کا اس فیوڈل سسٹم نے کیا
 "جس طرح اس علاقے میں این جی او ڈی نے کام کیا ہے اگر مارے دیہی علاقے میں اسی طرح کام کیا جائے تو
 اس ملک کی ستر فی صد آبادی کو زندگی سنے سرے سے گزارنے کا طریقہ آجائے گا جس فیوڈل سسٹم کو بار بار کی
 کوششوں کے باوجود تبدیل نہیں پائے۔ وہ خود بخود ہی ختم ہو جائے گا۔"

"مجھے افسوس صرف اس بات پر ہے کہ یہ کام ہمارے بجائے این جی او ڈی کر رہی ہیں حالانکہ یہ ہماری ذمہ داری
 تھی۔" اس بات کی نہیں ہے کہ کام کون کر رہا ہے۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ کام ہو رہا ہے یا نہیں اور کام تو
 یقیناً ہو رہا ہے۔ "شملہ اور مینڈے بھی اس کے ساتھ گفتگو میں شریک ہو گئی تھیں۔

"جس ملک کی ستر فی صد آبادی دیہات میں رہتی ہو وہاں دیہی اصلاحات کا مطلب ہے کہ آپ نے اس ملک
 کی انکالوی کو صحیح نامہ یکشن دے دی اور ترقی کے لیے ایک سنگ بنیاد رکھ دیا۔ کون سا ملک اتنا احمق ہو گا کہ وہ اپنا
 پیہہ دوسرے ملک کی ترقی یا بقول آپ کے دیہی اصلاحات پر لگا دے۔" وہ آواز پھر اس کے کانوں میں گونج رہی
 تھی۔

"آپ اپنے لیے خود کچھ کرنے کی ہمت نہ ہو تو پھر گھر میں رات کو آنے والا چور بھی اندر ہرے میں رحمت کا
 فرشتہ ہی لگتا ہے۔ چوبیس صدی کی اس آخری دہائی میں کون سا ایسا شخص ہو گا کہ کسی مطلب کے بغیر کسی کے
 لیے کچھ کرے اور ہم بات کر رہے ہیں برسات میں مشرقی مڑی طرح اس کے والی ورنوں این جی او ڈی خود لارڈز اور
 لارڈز کے پیچھے بھڑکھڑوڑ رہے ہیں۔ سو فیڈل اور روڈل ریفارمز کرنے لگی ہیں کیا لایق ہے۔" اسے گھر کا تھکا ہوا آہٹ
 تھا۔

”عمہ! کیا ہوا؟ مجھے جاؤ تو۔“
 نانا سے آواز سن کر وہ بھی تھیں مگر وہ روکا نہیں۔ تین قدموں کے ساتھ وہ اٹھنگ روہ سے نکل گیا۔
 نانا نے ہاتھ بڑھا کر شوہر کا وہ صفحہ اٹھالیا۔ ”آخر ایسا کیا چیز دیکھی ہے کہ اس طرح اٹھ کر چلا گیا۔ علیزہ نے
 کو پریشانی کے عالم میں کہتے سنا۔ وہ اب اس صفحہ کا جائزہ لے رہے تھے۔ علیزہ اور نانا دو مختصر نظروں سے انہیں دیکھ
 رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر جائزہ لیتے رہے۔
 ”مجھے تو یہاں کچھ بھی ایسا نظر نہیں آیا جو اس طرح مشتعل کر دے۔“ وہ بالآخر بڑبڑائے۔
 ”پلیز معاذ! آپ دھیان سے دیکھیں۔ آخر کوئی تو چیز ہے نا جس نے اسے پریشان کیا ہے۔“ نانا بہت پریشان
 تھیں۔
 نانا ایک بار پھر اس صفحہ کا تفصیلی جائزہ لینے لگے تھے۔ علیزہ کی بھوک اڑ گئی تھی۔

”آخر تم اب کیوں پریشان ہوا ہے؟“ وہ سوچ رہی تھی۔
 ”نانا پلیز مجھے دکھائیں شاید مجھے پتا چل جائے۔“ اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اضطراب کے عالم میں اپنے نانا
 سے کہا مگر معاذ حیر نے اخبار اس کی طرف نہیں بڑھایا۔ ان کے چہرے کا رنگ یک دم بدل گیا تھا۔ عمر کو کیا ہوا تھا
 وہ جان چکے تھے۔ کچھ کے بغیر انہوں نے اخبار نانو کے سامنے رکھتے ہوئے ایک خبر کی طرف اشارہ کیا۔ علیزہ نے
 نانو کے چہرے کا رنگ بھی اسی طرح اڑتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنے سر کو پکڑ لیا تھا۔
 ”جہا تک میرے جہا تک میرا کیا ہو گیا ہے؟“

علیزہ خبر لائی۔ ”کیا ہوا نانو؟“ انکل جہا تک میرا کیا ہوا؟“ نانو کوئی جواب دینے کے بجائے ایک دم خبیث سے اٹھ
 گئیں۔ علیزہ نے نانو کو بھی ان کے پیچھے جاتے دیکھا۔ اس نے بے اختیار کھڑے ہو کر ٹیبل کے دو سرے سے
 پر ہوا اخبار اٹھالیا۔ کچھ دیر تک وہ متلاشی نظروں سے اخبار کو دیکھتی رہی پھر اس کی نظر اس ایک خبر پر جم گئیں۔
 ایک مشہور اور کم عمر ماڈل کی ایک بہت ہی خوب صورت تصویر کے ساتھ ایک ٹیپشن لگا ہوا تھا۔

Sultry Rushna tied the knot
 وہ تفصیل پڑھنے لگی تھی۔ خبر میں میں سالہ رشتہ کی عمر میں اپنے سے پچیس سال بڑے دانشور میں پوسٹل
 پاکستانی سفارت جہا تک میرا معاذ کے ساتھ شادی کو مروج مسالہ لگا کر پیش کیا گیا تھا جہا تک میرا معاذ کی پہلی دونوں شادیوں
 کے ساتھ ساتھ ان کی رشتہ کی مزانہ کی ذکر کیا گیا تھا اور پورے رشتہ کو یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ وہ خیال رکھنے کہ
 جہا تک میرا معاذ شادی نہ کرے کیونکہ عادتیں مشکل سے چھوڑتی ہیں۔ علیزہ نے اخبار بند کر دیا۔

دو گھنٹے میں بھرا ہوا اپنے کمرے میں گیا تھا۔ موبائل نکال کر اس نے جہا تک میرا معاذ کو کال کرنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد
 جہا تک میرا معاذ نے آگے تھے۔

”اوہ عمہ! تم نے کیسے فون کیا؟ کیا لیتق کے پاس پہنچ گئے ہو؟“
 ”نہیں میں ان کے پاس نہیں گیا اور نہ ہی جاؤں گا۔“
 ”کیوں؟ کیا ہوا؟“ جہا تک میرا معاذ نے کچھ محتاط ہو گئے۔

”میں امریکہ آنا چاہتا ہوں۔“ اس نے اسی اکھڑ انداز میں کہا۔
 ”تم سے میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میں نہیں چاہتا ابھی تم یہاں آؤ۔“
 ”کیوں نہیں چاہتے آپ؟“

”مجھے کوئی وضاحت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔“ ان کا لہجہ یک دم خشک ہو گیا۔
 ”ہاں! آپ کو کوئی وضاحت دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں جانتا ہوں۔ آپ مجھے امریکہ آنے سے
 کیوں روک رہے ہیں۔“ اس کے سبب کی نفی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

”کیوں روک رہا ہوں؟“
 ”مٹی ٹی ہوئی کی وجہ سے۔“
 ”مٹی ٹی ہوئی کی وجہ سے؟ عمر جہا تک میرا معاذ کسی جیلے کا مختصر رہا مگر وہ خاموش ہی رہے تھے۔ ایک
 لمبے وقفے کے بعد انہوں نے بالآخر ایک گہرا سانس لے کر کہا۔
 ”تمہیں کس نے بتایا ہے؟“

”ساری دنیا میری طرح اندھی نہیں ہوتی۔“
 ”مجھ سے بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے صرف یہ پتا ہے کہ تمہیں اس شادی کے بارے میں کس نے

بتایا؟“
 عمر کے ڈپریشن میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ جہا تک میرا شرمندہ لگ رہے تھے۔ انہوں نے اس شادی سے انکار کیا
 تھا۔

”نیوز پیپر میں پڑھا ہے میں نے۔“
 ”کس نیوز پیپر میں؟“

”آپ نیوز پیپر کا نام جان کر کیا کریں گے؟ نیوز پیپر ہند کرواویں گے کچھ چھاپنے کے جرم میں۔“
 ”تم مجھ سے کیا جاننا چاہتے ہو؟“ اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے انہوں نے کہا تھا۔
 ”میں کیا جاننا چاہتا ہوں میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے یہ شادی کیوں کی ہے؟“

”تمہیں مجھ سے یہ سوال پوچھنے کی ہمت کیسے ہوئی؟“
 وہ فون پر چلا اٹھے تھے۔ چند لمحوں کے لیے وہ چپ سا رہ گیا۔

”آپ کو پتا ہے وہ لڑکی عمر میں آپ سے کتنی چھوٹی ہے۔ مجھ سے بھی چار سال چھوٹی ہے وہ۔“
 ”تمہیں مشورہ دینے کو کس نے کہا ہے؟“

”میں آپ کو کوئی مشورہ نہیں دے رہا ہوں میں آپ کو صرف یہ بتا رہا ہوں کہ آپ۔۔۔“
 جہا تک میرا معاذ اس کی بات کاٹ دی تھی۔ ”مجھے کچھ بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں میں نے کیا
 کیا ہے اور کیوں کیا ہے؟“

”آپ کو اندازہ ہے کہ آپ کی اس حرکت سے آپ کے بچوں پر کیا اثر ہو گا؟“
 ”تم صرف اپنی بات کر رہے ہو۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟“

”Am I right؟“ انہوں نے بڑے جتانے والے انداز میں کہا۔

”میں صرف اپنی بات نہیں کر رہا ہوں میں آپ کے سب بچوں کی بات کر رہا ہوں۔“

”تمہیں دو سروں کی بات کہنے کا کوئی حق ہے نہ ضرورت تم صرف اپنی بات کرو۔“

”آپ نے کسی کے ساتھ بھی کچھ نہیں کیا؟“

”مجھ سے مزید بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری شادی میرا پرسنل ایفئیر ہے۔ میں جب جس سے
 چاہوں شادی کر سکتا ہوں۔“

میرے معاملات میں ٹانگ مت اڑاؤ۔

”کیا اتنی بکواس کافی ہے یا کچھ اور بھی بکنا ہے تمہیں؟“

”آپ جانتے ہیں پریس آپ کے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔ آپ کے بارے میں کیا کنشس دینے جا رہے
 ہیں۔“ وہ بکشل اپنی آواز پر قابو پا رہا تھا۔

”مجھے پروا نہیں ہے۔“ اس نے باپ کی سرد آواز سنی۔ اس کا خون گھول مگر رہ گیا۔
 ”But i dont care“ میرے لیے لوگوں سے ملنا بہت مشکل کر دیا ہے آپ نے آپ کی اس تیسری اور

اچھے سے عمومی فکر کر عمومی زندگی سے شہادت کی جیسا کہ ایک شخص کہوں میں لوگوں کے ساتھ ہے۔
 "ہم اپنے کام سے کام رکھو اور چھوٹے معاملہ کے بارے میں فکر نہ کی کہ دورا سے ملے
 کے پاس چلے جاؤ۔ میں کل اس سے فون پر کانٹھ کھٹے کہوں گا۔"
 "میں ان کے پاس نہیں جا رہا ہوں۔"

۱۲۹. اکیس طلبہ ۱۳۰. اکیس طلبہ
۱۳۱. آج تک کرواؤں گا اور کل ملاٹ سے اسے ایک آرہا ہوں۔

[illegible]

اس نے موبائل بند کر دیا۔ جب اسے بعد میں موبائل پر دوبارہ کال آئی تو اس نے اسے دیکھا۔

مجھے ان سے بات نہیں کرنا ہے۔ (جہاںگیر نے اس کا سوا نعل آف جوڑنے کے بعد خون پر معاذ خیدر سے اس کے گوانے کے لیے کہا۔ معاذ خیدر نے جہاںگیر سے ان کی اس شادی کے بارے میں بات کرنے کی کوشش کرنا پسند نہ کیا۔) (جہاںگیر نے اس کا سوا نعل آف جوڑنے کے بعد خون پر معاذ خیدر سے اس کے گوانے کے لیے کہا۔ معاذ خیدر نے جہاںگیر سے ان کی اس شادی کے بارے میں بات کرنے کی کوشش کرنا پسند نہ کیا۔)

اب کام سے کوئی نعرہ نہیں بھونکا ہے۔ یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔ میں جیادوں کا دوس اور شادیاں کر
آپ مجھے منع کر رہے ہیں۔ ”بھرا فیکر کا لہجہ اُٹھاؤنگ اور لکھڑی تھا کہ معاوضہ سے کچھ نہیں لکھ سکے۔
آپ عمر سے پہری بات کرواویں۔ میں اس کے سوا بال پر بات کر رہا تھا۔ مگر آپ اس کا مواجل ہی
انہوں نے ہوا میرے کما تھا۔

اب معاذ خدیو اس کو جانگیر سے ملنے کی بات کرنے پر رنجور رہے، جسے وہ سامان یکساں کرنے میں مصروف

میں نے اس بات سے بھی گریز نہیں کیا۔۔۔۔۔ یہ بتاؤ میں اچھی۔۔۔ وہ ان کی بات پر غرایا تھا۔
 تم یہاں کہیں کچھ کر رہے ہو؟" نامہ ممبرانہ میں انہیں یہ وہ خاموشی سے اپنا کلام کر رہا۔ ناگہان بھڑک اٹھے۔

۱۔ ہمیں گناہ تھا۔ انہوں نے ہماری کوفہ پر پڑایا تھا۔
 ۲۔ چہ نہ کرے۔ گمراہ۔ صاف کہہ دیں کہ کل شبہ! کے لائق کے گمراہ ہو گیا ہے۔
 ۳۔ کوفہ پر پڑایا تھا۔

وہی عمر تھے کہ میں آگئے۔ عوام بہانے پر اپنی بیٹ کی بٹائ کر دیا کرتا تھا۔ کسکھیدر اسے دیکھتے رہتے مہمانی بن کر گیا تو انہوں نے کہا۔
 ”اگر امریکہ جارہے ہو“

ما تلمی نے ہمیں اسامہ ابواللیق کے پاس جانے کے لیے کہا۔

اس کے باوجود کہ کیا؟ "نواب اس سے پوچھ رہی تھیں۔ وہ ہونٹ چھپھپھیک میں اپنے ہلکے فلوئڈ

166

والہیں آپ کو اتنا اصرار ملتا ہوں کہ وہ مجھے نہ مکر لیں۔

۱۱۰

۱۱۱: "یا تو نے یہ

”راہیں چاکر اپنا وقت ضائع کر دے۔“

وقت کیا ہوتا ہے۔ یہ زمانہ کی ضائع ہو رہی ہو اور وقت ضائع ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟

[illegible]

”میں اس بارے میں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جہانگیرؒ وہ چمک کر رہا ہے، وہ خود اس کاغذ پر دس پروا نہیں کر رہا ہے۔“ ”تو انہوں نے اسے سلی دستے کی کوشش کی۔“

انہیں آپ مجھے واپس نہیں آتا ہے۔ مجھے کوئی دیکھی نہیں ہے انٹرویو میں۔ کوئی غصہ نہ کرے گا۔ میرے

کے کی بدعنوانیوں میں ہو گا اور اس کے باپ کی شادیوں کی تفصیلات ہر دے کے سال اخبار چھاپے

لوگوں کی یادداشت اچھی ہو جائے تو ان کی یادداشتیں ان کی زندگی کی ایک عظیم گنجین بن جائیں گی۔ ان کی یادداشتیں ان کی زندگی کی ایک عظیم گنجین بن جائیں گی۔ ان کی یادداشتیں ان کی زندگی کی ایک عظیم گنجین بن جائیں گی۔

وہ کہنے لڑے۔ پھر کہہ گئی ہیں آپ فحش بن جائیں گے۔ "وہ اپنے عزیز پر ہنسنے لگا۔

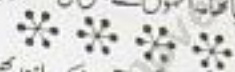
[illegible]

اس کے ساتھ لڑنے کی حماقت مت کرو۔۔۔ واپس چلے جاؤ گے تو وہ

ہے۔ مقدمہ بھی جھانپ کر کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتے۔ پھر تم ڈوا ٹو اس کے ساتھ تعلقات کیوں خراب کر دیتے۔ جس شادی پر ہمیں اعتراض ہو رہا ہے۔ تاہم یہ کہتا عمر بہ چلتی ہے۔ جھانپ کر کے دیکھ لو تو یہ کیا جا ہی ہے۔ اور پھر لڑکا، دست کم عمر ہے۔ چار دن جھانپ کر کے غصے سے ریڈیو آرکے کا بچہ اسے

حیدر کو مدد ملی تھی۔ یہ ماذکر گھر میں رہا کرتی تھی۔

تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ یک دم بدل گیا تھا۔ انہوں نے اس کی آنکھوں میں شکست خوردگی دیکھی تھی۔



اس کے پاس یک دم جیسے سارے لفظ ختم ہو گئے تھے۔ ایک لفظ بھی مزید بولے بغیر وہ بیٹھ بیٹھ گیا۔ معاذ جید بات کہہ کر جیسے چور سے بن گئے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اب اپنی بات کی تلافی کے لیے اسے کیا کہیں۔

وہ اب سر جھکائے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن سے باری باری باقی انگلیوں کے ناخن کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ معاذ جید نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ بانو بھی ان کی بات پر اتنی ہی شرمندہ نظر آ رہی تھیں جتنا وہ خود تھے۔

پلا آخروں نے ایک بار پھر کمر شروع کیا۔

”ساری ماڈلز تو بڑی نہیں ہوتیں مگر جب عموں میں اتنا فرق ہو تو پھر شادی کامیاب ہونے کے امکانات دست کم ہوجاتے ہیں۔ خاص طور پر اگر جہانگیر جیسا آدمی ہو تو یہ کام اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔“

عمر نے ان کی بات پر سر اٹھا کر غور سے انہیں دیکھا تھا۔ ”مگر نینا! وہ بارہ کبھی یہ بات مت کہیے گا۔ میری ماں کو کبھی ماڈل بھی نہ سمجھئے گا۔ ماڈل عورت ہوتی ہے، گھر بسا سکتی ہے اگر وہ سری طرف تھوڑی سی وفاداری ہو۔ پاپا

میں وفاداری نہ کبھی تھی۔ نہ ہے۔ نہ ہوگی۔ جو عورت بارہ ماں کی جہانگیر معاذ کے ساتھ گزار سکتی ہے وہ ساری عمر بھی گزار سکتی ہے میری ماں نے یہ کوشش کی تھی۔“

وہ یک دم اس طرح زار کی حمایت میں بولا تھا کہ معاذ جید راور ان کی بیوی دونوں حیران رہ گئے تھے۔ کہاں وہ زارا سے ملے پر تیار نہیں تھا کہاں وہ اس کے حق میں دلیل دے رہا تھا۔

”میں نے زارا کی بات نہیں کی تھی میں جانتا ہوں وہ اچھی عورت تھی۔ میں تو ویسے ہی بات کر رہا تھا۔“ معاذ کچھ جھل ہوئے۔

”نہیں! وہ اچھی عورت نہیں تھیں۔ وہ اچھی عورت ہوتی تو پاپا سے شادی کبھی نہ کرتیں۔“ اگلے ہی منٹ میں وہ ایک بار پھر اپنی ہی بات کی نفی کرنے لگا۔

معاذ جید نے جیسے کچھ بے بس ہو کر اسے دیکھا۔ ”جو بھی ہے، بہر حال تم جہانگیر کی وجہ سے اپنا کیریئر ڈاؤن پر مت لگاؤ۔ تھوڑے سکون اور سمجھ داری سے کام لو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس طرح بھانسم بھانسم جا کر تمہیں کیا مل جائے گا۔ جہانگیر سے سامنا ہو گا وہ اور مشتعل ہو گا۔ یہاں سے چلے جانے سے بھی تمہارا ہی نقصان ہو گا۔ اس لیے تم ٹھنڈے دماغ سے اس مسئلے پر غور کرو اور پھر کوئی فیصلہ کرو۔“

معاذ جید نے ایک بار پھر اسے سمجھانا شروع کر دیا۔ وہ پوری خاموشی کے ساتھ سر جھکائے ان کی بات سن رہا تھا۔ پہلے کی نسبت وہ اب مشتعل لگ رہا تھا۔ معاذ جید کو اس کے تاثرات سے اندازہ ہوا تھا کہ وہ کتنا کڑا اور بڑا کا

سخت دیر تک وہ دونوں اس کے پاس بیٹھے اسے سمجھاتے رہے۔ وہ اسی خاموشی کے ساتھ کچھ جواب دیے بغیر ان کی باتیں سن رہا تھا۔

جب وہ دونوں اس کے پاس سے اٹھ کر آئے تھے تب بھی وہ خاموش تھا۔ اب اس کا چہرہ بالکل بے اثر تھا۔ وہ اندازہ نہیں کیا اسے اس نے کیا فیصلہ کیا تھا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد عمر نے گمروا لگ کر لیا تھا۔ بید پر سیدھا لیٹا چھت کو گھورتے ہوئے وہ بہت دیر تک اپنا ذہن کسی بھی چیز پر مرکوز نہیں کر پاتا تھا۔

”گمروا ٹھیک کہتے ہیں۔ میں واقعی ایک ایسی کچھ متلی ہوں جس کی ڈوریاں پوری طرح سے آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ میں چاہوں بھی تو خود کو آپ سے نہیں چھڑا سکتا۔ آپ میرے لیے آٹھویں سے بھی زیادہ خوفناک ثابت

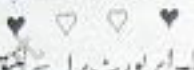
ہوئے۔“ عمر نے ایک دیر میں ماؤنٹنگ کی ہے اس کے ساتھ ”وہ واقعی بہت اڑسکٹو اور گلیمرس ہے۔“ شانزہ اب اس کا روبرو کر رہی تھی۔

”تم ماؤنٹنگ کرنے لگی ہو؟“ عمر نے اڑسکٹو طور پر بات کا موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

”مگر پاپا! ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب میں خود کو آپ کے شکبے سے چھڑا لوں گا۔ مجھے صرف یہ

دیکھنا ہے کہ وہ وقت کتنی جلدی آتا ہے۔“

وہ اپنے لیے بڑبڑایا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند منٹ وہ اسی طرح ڈال رہا تھا کہ دم جیسے ایک خیال آئے۔ اس نے سائڈ ٹیبل پر پڑا ہوا اپنا والٹ ہاتھ پر بٹھا کر اٹھالیا۔ آہستگی سے والٹ کھول کر اس نے اس میں کچی ہوئی ایک تصویر کو دیکھا شروع کر دیا۔ پھر کھلے ہوئے والٹ کو اپنی آنکھوں پر الٹ کر اس نے آنکھیں بند کر لی



وہ صبح فلائٹ سے اسلام آباد پہنچ گیا تھا۔ امیورٹ پر اسے ملحق انکل کی بڑی بیٹی شانزہ نے ریسیو کیا۔ وہ شانزہ سے پہلے بھی دو تین بار مل چکا تھا جس لیے اسے کوئی اجنبیت نہیں ہوئی تھی مگر جس مہم میں وہ ان دنوں تھا اس وقت کے بعد بھی وہ اس طرح شانزہ سے بات نہیں کر سکا جیسے پہلے کرتا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کچھ کمپا کھنچا

قادر شانزہ نے یہ بات فوراً محسوس کر لی تھی۔

امیورٹ سے گھر جاتے ہوئے گاڑی میں اس نے عمر سے خاصی بے تکلفی سے کہا۔

”تم خاصے سیر ہیں ہو گئے ہو عمر! پچھ ماہ پہلے جب تم سے ملاقات ہوئی تھی تو تم خاصے جونی ہوا کرتے تھے۔ اب کیا ہوا ہے؟“

”نہیں میں ویسا ہی ہوں، کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ پتا نہیں تمہیں کیوں ایسا لگتا ہے۔“ عمر نے مسکرا کر کہا۔

”جلد ٹھیک ہے۔ ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔“

ملحق انکل تو اس وقت آفس میں بیٹھ گئے۔ ”عمر نے بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

”پاپا! تو آفس میں ہی ہیں۔ اسی لیے تو میں لینے آئی ہوں تمہیں۔ اگر تمہاری فلائٹ رات کو ہوتی تو وہ خود نہیں لینے آتے۔ تم اب گھر جانے کے بعد انہیں رنگ کر لیتا۔ انہوں نے خاص طور پر کہا ہے۔“

”میں سوچ رہا ہوں کہ انکل کے آفس ہی چلا جاتا ہوں۔ وہاں۔“

شانزہ نے عمر کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔ ”وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وہ آج تھوڑی دیر ہی وہاں رہیں گے۔ پھر انہیں دو تین بجوں پر جانا ہے۔ آج کل آفس میں ان کا زیادہ وقت نہیں گزرتا بلکہ کچھ دیر سری

گھر میں میں مصروف ہیں۔“ شانزہ نے اشارہ کر کے کہا۔

”اگلے کام طلب ہے کہ آج کا دن تو ایسے ہی نکل جائے گا۔“ عمر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”تمہیں جلدی کس بات کی ہے۔ آج کا دن گزر جائے گا تو پھر کیا ہے۔ تم آرام سے یہاں رہ کر اپنا کام کرو۔ دن گزرنے کی کوشش نہ کرو ویسے بھی پاپا بتا رہے تھے کہ انکل جہانگیر نے تمہیں ابھی اسلام آباد رہنے کے لیے ہی کہا ہے۔“

عمر نے اس کی بات پر ایک گمراہانہ لے کر کھڑکی سے باہر جھانکا۔

”ویسے عمر! انکل جہانگیر کا میسج آچکا ہے۔“ عمر نے چونک کر شانزہ کی طرف دیکھا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک لمبی مسکراہٹ تھی۔

”رشتا کی گمراہانہ شک نہیں ڈالتی تھی۔ شادی تو دور کی بات تھی مگر کچھ لو۔“

عمر نے بے اختیار اچھا بچھا ہونٹ پہنچ لیا۔

”میں نے ایک دیر شو میں ماؤنٹنگ کی ہے اس کے ساتھ ”وہ واقعی بہت اڑسکٹو اور گلیمرس ہے۔“ شانزہ اب اس کا روبرو کر رہی تھی۔

”تم ماؤنٹنگ کرنے لگی ہو؟“ عمر نے اڑسکٹو طور پر بات کا موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

”میرا فیصلہ تو نہیں بس ایڈیٹر کے طور پر۔۔۔ ممی کی ایک فریڈ کے کہنے پر لیڈر وکلب کے ایک فنکشن میں

تو تھی۔ جس میں سب اچھا ملا اور وہ ایک بچہ نکلا۔ اس کی اہل گھر نے ایک مہینہ شوٹ کر کے لیے کہہ دیا۔ اس کے بعد اس نے
تو تھی۔ اور پھر اس نے اپنے گھر کے باہر ایک کتا نکلا۔ اس کا نام کتا بھی مانتا تھا۔ اس نے اپنے گھر کے باہر
دیکھا تو اس نے اس کے گھر کے سامنے کتا نکلا۔ اس کے ساتھ کتا نکلا۔ اس کے ساتھ کتا نکلا۔ اس کے ساتھ کتا نکلا۔

۳۴ گلی اٹھادی تھی۔ پھر نے جرمی ساہوکار کیا۔
 ۳۵ ایک ایک فٹن شاہ میں حصے لے رہی ہوں۔ تمہارا ساتھ۔ تمہارے لئے فوراً آفری۔
 ۳۶ میں نے فیشن شاہ میں حصے لے رکھے۔ تمہارے ساتھ۔ تمہارے لئے فوراً آفری۔
 ۳۷ میں نے فیشن شاہ میں حصے لے رکھے۔ تمہارے ساتھ۔ تمہارے لئے فوراً آفری۔

[illegible]

”ہاں۔“ اس نے جواب دیا۔
 ”اور تم نے کیا نہیں۔ کوئی اعتراض؟“
 ”نہیں اعتراض۔“ اس نے کہا۔
 ”ہاں! ایسے بھی اگلے جہانگیری شاہی سے نہیں تو زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ تمہاری مٹی سے تو یہی ملے گی۔“
 ”میرٹش ہو چکی ہے۔“ اعتراض تو میرٹش آئی۔ ”کیا ہو گا۔ پایا تار ہے جسے کہ انہوں نے سو معاینہ کی کو خشکی کی بھی
 شاہی۔“ کچھ دانا پکے۔“

اس کے کیا بانی ت گری دوستی تھی۔ صرف رشتہ داری ہی نہیں تھی۔
 ”اب مانیو؟“ اس نے کچھ حیران ہو کر کہا۔
 ”جیسی نہیں رہا؟“
 ”نہیں۔“

شہر میں آنی خوش قسمتی سے بچ گئیں اور انکل جیسا فقیر اپنے غصے میں آگئے کہ انہوں نے شہر میں آنی کو ہوا۔
(طلاق) کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر پاپا اور دوسرے انکلو نے شہر میں آنی کی ریکوہیت پر انہیں سمجھایا۔ انکل
بڑی مشکل سے اس کام سے باز آئے۔ والی دوسری تو انہوں نے ہمیں دی مگر شہر میں آنی کو یہاں اسلام آباد
کا کر رہے ہیں۔ اب وہ انہیں ساتھ رکھنے پر تیار نہیں ہیں۔ وہاں امریکہ میں بھی انہوں نے شہر میں آنی کو کئی
میں شدت کروا ہے۔ اب یہ ساتھ انہوں نے رشتہ کو رکھا ہو گا۔“

وہ اپنے مہرے اور گرجا اور گریباں کے شاہد خانان میں سب کو پایا کی اس وقت شادی کے بارے میں بہت نا اچھا لگا تھا۔ مگر کسی نے مجھے اس بارے میں افکار میں نہیں کیا۔ ہر ایک نے یہ بات چھپائی۔ "عمر گزرتا ہے سوچ رہا تھا اور اسے اپنے ان کزنز پر بھی بہت ہونے لگی تھی۔ جن سے اس کی اچھی خاصی دوستی تھی۔ شاید یہ اچھا ہی ہو اور نہ جو کچھ وقت میں نے ابو میں سکون سے گزارا ہے وہ بھی گزارنا پاتا۔" وہ اب سنا

170

دعوتِ جہاد کے لئے ہر مسلمان کو اپنی جان و مال سے قربانی کرنا لازم ہے۔ اگرچہ یہ قربانی ہر مسلمان کے لئے واجب ہے، لیکن ہر مسلمان کو اپنی جان و مال سے قربانی کرنا لازم ہے۔ اگرچہ یہ قربانی ہر مسلمان کے لئے واجب ہے، لیکن ہر مسلمان کو اپنی جان و مال سے قربانی کرنا لازم ہے۔

اچانک اس وقت ایک میڈیکل کالج میں ہونے والے ایک کنسرٹ میں مراد و جہیں۔ شہلا کا بھائی اور اس کے بہن بھائی بھی اس کنسرٹ میں فارم کر رہے تھے۔ کنسرٹ شام کو تھا اور شہلا کا امرا تھا کہ علیحدہ جگہ اس کے ساتھ وہاں بیٹے۔ مگر علیحدہ باقی قسمی کہ ٹانوں شام کے وقت اسے گھر سے باہر نہیں جانے دیں گی اور پھر یہ کنسرٹ میں جائے گا تو سوال یہی ہے کہ کنسرٹ بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک کالج میں تھا۔ شہلا کے امرا کے ساتھ وہاں اسے انکار کر دیا گیا۔ شہلا نے باہر نہیں جانی تھی۔

اور پھر اسے ٹانوں سے بات کر رہی ہوں۔ اس نے بالآخر علیحدہ سے کہا۔

”ہاں کرتے سے کچھ نہیں ہو گا۔ میں باقی ہوں، نہیں ہائیں گی۔“
 ”ہاں جائیں گی۔ میں انہیں یہ نہیں بتاؤں گی کہ میں تمہیں کنسرٹ پر لے جا رہی ہوں۔“
 وہی اعلان! ”عجلت! حیوان ہونی۔“
 ”نہیں ان سے یہی کہوں گی کہ میرے گھر پر فنکشن ہے اور میں تمہیں اس کے لیے انوائٹ کر رہی ہوں۔“
 ”نہیں، یہ تو میرا کام ہے۔“

”نہیں۔ یہ خلیک نہیں ہے۔“ عطیہ نے صاف انکار کر دیا۔
 ”کیوں خلیک نہیں ہے؟“ میں نے پوچھا تو تمنا نے سہا جھرمٹا کر کہا۔
 ”شکرانہ کو پناہ مل گیا تو وہ شکرانہ کے ساتھ کسی نہیں نہیں جانے میں کی بلکہ وہ چور گرس کی گٹھیں تھمتھمت

[illegible]

”ہاں، صرف تمہارے لیے۔“

علیہ وہ اس کی بات پر سمجھ میں نہ آئی وہ خود بھی اس کنسرٹ میں جانا چاہ رہی تھی کیونکہ اس کے کالج کی بہت سی لڑکیاں وہاں جا رہی تھیں مگر تانوائے اس طرح ایسے کبھی کنسرٹس میں نہیں جیتی تھیں۔ وہ ان ہی کنسرٹس میں لاکر ہی تھی جو نیم خانہ میں ہوتے تھے اور جہاں تانا اور تانوبہمی اس سے ملتا تھا جو تانے تھے اس طرح لڑکوں کی کالج میں کنسرٹ پر جانے کی اجازت ملتا تھا اور اب شہلا اصرار کر رہی تھی کہ۔

”یہ ہوتی بات۔“ شہلا ان کی بات پر بے تحاشا خوش ہوئی۔
”مگر تم انہیں کس فنکشن کے بارے میں کہو گی؟“
”اپنی برتھ ڈے کرواؤں گی۔“
”یہ کیا مت کرنا؟“

تو پھر ٹھیک ہے۔ عین کی برتھ ڈے سیارٹی کا کہہ دیجئے ہیں۔ "شکلا نے اپنی چھٹی ہنسن کا نام لیا۔

شمال نے فوراً "معذرت کرنی شروع کر دی۔
"میں ابھی تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی، تم جس جگہ ہو جاؤ۔" علیزہ اس کی معذرت سے متاثر نہیں ہوئی۔ شمال خاموش ہو گئی۔ وہ علیزہ کو اچھی طرح جانتی تھی اور اسے پتا تھا کہ اب وہ اس وقت تک اس سے بات نہیں کرے گی جب تک اس کا غم ٹھنڈا نہیں ہو جاتا۔

ذوالقرنین سے ہونے والی علیزہ کی یہ پہلی ملاقات تھی اور پہلی ملاقات آخری ثابت نہیں ہوئی گو شعل کے باوجود بھی اس رات کنسرٹ سے گھر واپس جانے کے بعد علیزہ اسے اپنے بچپن سے جھٹک نہیں پائی وہ واقعی اتنے ڈنٹنگ تھا کہ کسی بھی لڑکی کے لیے اسے نظر انداز کرنا مشکل ہوتا اور علیزہ جس عمر سے گزر رہی تھی اس عمر میں صنف مخالف میں اس طرح پیدا ہو جانے والی دلچسپی طوفانی رفتار سے بڑھتی ہے۔

اگلے چند دن بعد ایک صبح شمال نے اسے ایک فون نمبر دیا تھا۔
"یہ ذوالقرنین کا فون نمبر ہے وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے یا پھر تم اگر کہو تو وہ خود تم کو کال کرے گا۔"

"کیا مطلب وہ کیوں بات کرنا چاہتا ہے؟" علیزہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔
"وہ دوستی کرنا چاہتا ہے تم سے۔ اس نے فاروق کا دماغ کھایا ہے اس دن سے کہ وہ تم سے اس کا رابطہ کرنا شروع کر دیا۔"

"میں تم نے اس کو میرا فون نمبر تو نہیں دیا؟" علیزہ ایک دم خائف ہو گئی۔
"میں نے تو نہیں مگر فاروق نے دے دیا ہے اب تم اسے فون نہیں کرتیں تو پھر یقیناً وہ تمہیں فون کرے گا۔" علیزہ کا جیسے سانس رک گیا۔ "اوہ گا! اگر وہ فون ناٹو یا ناٹا نہ لے لے تو شمال! تم اسے منع کر دو کہ مجھے

کبھی فون مت کرے۔"
"تو پھر بھرے تم خود اس سے بات کر لو۔ اسے فون کر لو۔"

شمال نے اس کے سامنے جیسے ایک تجویز رکھی تھی۔
"تمہیں اس سے فون پر کیا کہوں۔ میں میں اسے کال نہیں کروں گی۔" اس نے فوراً انکار کر دیا۔

اس کا یہ انکار بہت دیر تک نہیں چلا۔ دوسرے دن وہ جیسے لاشعوری طور پر اسے فون کر بیٹھی تھی۔ اور فون کال کا یہ سلسلہ پھر ہوتا گیا تھا۔ ذوالقرنین میڈیکل کالج میں فاروقی کا کلاس فیلو تھا وہ دونوں تھوڑے ار میں تھے اور نہ صرف فاروق بلکہ شمال کی بھی ذوالقرنین کے بارے میں بہت اچھی رائے تھی۔

عمران دونوں اسلام آباد میں تھا اور اس کے اور علیزہ کے درمیان ہمدردی اور انسیت کا جو ایک تعلق شروع ہوا تھا وہ ایک دم جیسے غائب ہو گیا تھا۔ عمر نوڈ سے کبھی کال نہیں کرتا تھا ناٹو یا ناٹا ہی اسے کال کیا کرتے تھے اور علیزہ کو کبھی اس سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا مذہبی عمر نے کبھی علیزہ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

دوسری طرف علیزہ کے لیے ان دونوں ذوالقرنین سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں رہی تھی۔ وہ شمال کو کال کرنے کے بہانے ذوالقرنین کو کال کرتی اور بہت دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی۔ اس کے اندر ایک دم بہت سی تبدیلیاں آئے لگی تھیں۔ وہ پہلے سے زیادہ خوش رہنے لگی تھی۔ خود پر بہت زیادہ توجہ دینے لگی تھی۔ کرسٹی کے ساتھ بھی پہلے سے کم وقت گزارنے لگی تھی۔ ناٹو اس میں ہونے والی ان تبدیلیوں کی وجہ نہیں جانتی تھیں مگر وہ خوش تھیں کہ وہ اب بہت آہستہ آہستہ پریش کے اس فیز سے باہر آ رہی ہے جس میں وہ پچھلے کچھ عرصہ سے تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اب وہ اپنی اسٹڈیز پر بھی پہلے کی طرح توجہ دینے لگے گی۔

ذوالقرنین میں علیزہ کو کیا چیز اچھی لگی تھی۔ یہ علیزہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ وہ اس کی کس سے زیادہ متاثر ہوئی تھی یا اس کے سحر ہونے سے۔ یا پھر علیزہ میں لی جانے والی دلچسپی سے۔ اسے کچھ بھی ٹھیک سے اندازہ

174

میں قاصر۔ صرف اس بات سے خوش تھی کہ وہ ایک دم کسی کے لیے اتنی اہم ہو گئی۔ یہ ذوالقرنین اس کی پہلی کڑی کڑی تھا اور علیزہ کے لیے ان دونوں عمری عدم موجودگی میں شاید اسی چیز کی ضرورت تھی۔

واقعی انکے ساتھ شام کو چائنگ کے لیے پارک میں آیا تھا جا چنگ ٹریک پر دوڑتے ہوئے ہر دو عمر سے قریب ہیں ان کے ساتھ کام کرنے والا کوئی نہ کوئی کوئی یا شناسا نہیں مل رہا تھا۔ وہ چائنگ کرتے ہوئے سلام دعا کا تبادلہ کرتے اور رکے بغیر آگے بڑھ جاتے۔

انہوں نے دباغیہ سے کہا تھا، "تمہیں فاروق سروس کے بجائے پولیس سروس میں آنے دے مگر وہ میری بات نہ مانتا رہا۔" چائنگ ٹریک پر اس کے ساتھ بھاگتے بھاگتے وہ باتیں کرتے جا رہے تھے۔

"شمار! انٹرنیٹ کس چیز میں ہے؟"
"کسی بھی چیز میں۔" اس کا دل چاہتا تھا کہ کہہ دے۔

"فاروق سروس ہی ٹھیک ہے۔" اس نے ساتھ بھاگتے ہوئے کہا۔
"تھانکس سروس ٹھیک نہیں ہے۔ اسکوپ نہیں ہے اب اس کا کوئی۔" ہر پولیسنگل گورنمنٹ آتے ہی سیاسی

بنیادوں پر اپنا منہٹ کر دیتی ہے۔ چار چیز ہوا تھیں ملک ہیں وہاں فاروق سروس کے کسی بندے کو وہ لگاتے ہی نہیں جو سیاست دان انکیشن ہار جاتے ہیں۔ گھبراہٹ کو اچھا خاصا رویہ دیتے رہتے ہیں وہ انہیں کو انھار ان ملکوں میں بھیج دیتی ہے۔ جلی جو ملک رہ جاتے ہیں وہاں صرف کام ہی کیا جاسکتا ہے۔ میں نے کال کوئی امکان نہیں ہوتا اور کام اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ مشن کے پاس فنڈز ہی نہیں ہوتے جو روپیہ گورنمنٹ دیتی ہے اس سے بمشکل مشن اپنے

اخراجات ہی پورے کر سکتا ہے ایسے حالات میں فاروق سروس میں آنے کا فائدہ کیا ہے۔ وہ پھولے ہوئے مارش کے ساتھ جاتے جا رہے تھے۔

"پوسٹنگ میرا کنسرٹ نہیں ہے یا کیا کروالیں گے۔"

"جائنگ کرنا تو لے گا مگر بات صرف ایک پوسٹنگ کی تو نہیں ہوتی۔ مسلسل اچھی پوسٹنگ ملتی رہے جب جا کر کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ اور جہاں تیرے جو خود اس بار بہت اہم ہوا ہے۔ بڑی مشکل سے اس نے اپنی پوسٹ بچائی ہے۔

مگر وہ ان مشن کے لیے بھائی کو اس کی جگہ لے لے کی کوشش کر رہے تھے بلکہ اس نے اسے کامیاب ہی ہو گئے تھے تو اس نے جہاں کام کیا۔ اس کے فاروق ان لائے مشن کے بھائی کی پوسٹنگ نہیں ہونے دی۔

انہوں نے عمر کو جہاں تیرے ایک اور دوست کے بارے میں بتایا عمر نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔

"پھر جہاں تیرے اس چائنگ شادی کی وجہ سے بھی مسئلہ ہوا۔ اہم بیسی میں موجود کسی انجینی کے آدمی سے جہاں تیرے شادی سے پہلے رشتہ کے حوالے سے کوئی مفید رپورٹ بھیج دی۔ فاروق مشن تو پہلے ہی ٹاک میں بیٹھے تھے۔

انہوں نے فوراً "خود شریا شروع کر دیا۔ پولیس تک یہ خبر لانے والے بھی وہی تھے۔ ان کا خیال تھا کہ معاملہ پولیس تک آئے گا تو خوب اچھے گا اور پھر وہ یہ عقلم اسے ہٹانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مگر جہاں بہت کام آیا۔ اس نے منہ کی ایک نہیں چلنے دی۔ لیکن آخر تک۔ اب مشن مسلسل ٹاک میں ہے۔ یوت کھایا ہوا سانپ بنا بیٹھا ہے۔"

"فاروق سروس میں اس طرح کی پوزیشن ہے تو پولیس سروس میں تو اور بھی زیادہ براہم ہو گئے کیونکہ وہاں سیاسی بدانت اور بھی زیادہ ہے۔" ملینق انکل کے ساتھ بھاگتے ہوئے اس نے تبصرہ کیا۔

"اچھی پوسٹنگ تو وہاں بھی مل سکتی ہے ہی لے گی۔"

"الٹا ہی براہم تو وہاں بھی چن کر وہاں بندہ جس بھی شرمیں پوچھتا ہو وہاں کی انڈسٹریل کلاس سے کانٹریکٹ ہوتا ہے۔ اچھا خاصا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ہندے کے پاس پاور اور اتھارٹی ہوتی ہے۔ جھوٹا ساری دنیا اپنی ہے۔" وہ

175

اسے گر چھڑا رہے تھے۔ "تم نے انتخاب میں دوسرے نمبر کون سا ڈیا رشتہ دیا ہے؟"

"کوئی نہیں۔"

"اور پولیس سروس کو کس نمبر پر لیا ہے؟"

"تیسرے پر۔"

"بہتر ہو تا تم اسے ہی پہلے نمبر رکھتے سر حال ابھی بھی وقت ہے تم سوچ لو میں جمائیکیر سے دوبارہ بات کروں گا۔ یہ کچھ بدل جاسکتا ہے۔" انہوں نے اس کے سامنے جیسے نیا راستہ کھولا تھا۔

"نہیں انکل! میں خادان سروس ہی جو ان کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے کسی دوسرے گروپ میں دلچسپی نہیں ہے۔"

عمر نے انکار کر دیا۔

"پھر بھی ایک بار دوبارہ سوچ لو۔"

"نہیں! اور بھی کیا نے طے کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔" لینیق انکل جاگنگ کرتے ہوئے خاموش ہو گئے۔

یاد رہے وہ دونوں خاموشی سے بھاگتے رہے پھر لینیق انکل دوبارہ بات کرنے لگے۔

"تم نے اسلام آباد میں جمائیکیر کا نیا نمبر کھا ہے؟" عمر صرف ان کے بہرے کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"نہیں۔"

"اچھا جمائیکیر نے تمہیں بتایا نہیں۔ سارا آئندہ ماہ پہلے اس نے یہاں بڑا شاندار سالن خریدا ہے۔ ابھی اس میں ایک پلانٹ کوورٹ پر دیا ہے۔ جمائیکیر نے وہ گھر تمہارے نام سے خریدا تھا۔ میں نے سوچا تمہیں اس بارے میں بتا دوں گا۔"

"نہیں۔ میں نہیں جانتا۔"

اس کے لیے یہ کوئی بڑا انکشاف نہیں تھا۔ جمائیکیر معاذ کی بہت سی جائیداد اسی طرح مختلف فیملی ممبرز کے نام پر خریدی جاتی رہی تھی۔ اور وہ اس چیز کا عادی تھا۔ وہ اس بات سے بھی واقف تھا کہ لینیق انکل اس کے باپ کی ناجائز ذرائع سے ہونے والی آمدنی سے خریدی جانے والی جائیداد سے نہ صرف پوری طرح آگاہ تھے بلکہ وہ اس سلسلے میں جمائیکیر معاذ کی بوری طرح آگاہ کرتے تھے۔ لینیق انکل جمائیکیر معاذ سے اپنی دوستی پر بڑا فخر کرتے تھے اور وہ اس بات پر بھی غائبے تازاں تھے کہ جمائیکیر معاذ ان پر مکمل طور پر اعتماد کرتا تھا۔

عمر سے ملاقات کے دوران بھی انہوں نے نئی بار اس بات کا اظہار کیا تھا اور وہ صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔ ان کی منشی مٹی کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ وہ نہ جانتا تھا کہ جمائیکیر معاذ جیسا شخص جو اپنے سامنے بر بھی اعتماد نہیں کرتا۔ ایک کزن بر کیسے اعتماد کر سکتا ہے بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح لینیق انکل بھی ان کے ہاتھ میں ایک کوئی کی طرح تھے جنہیں وہ بڑی ہوشیاری سے استعمال کر رہے تھے۔ عمر صرف اس بات کا اندازہ نہیں کیا تھا کہ لینیق انکل اس بات کو جانتے تھے یا نہیں۔ لینیق انکل جمائیکیر کے بارے میں جتنے اچھے جذبات رکھتے تھے جمائیکیر معاذ اتنے اچھے جذبات نہیں رکھتا تھا۔ عمر نے لینیق انکل کے بارے میں اپنے باپ کے منہ سے بہت بار سنا تھا۔ جملے سے تھے اور لینیق انکل واحد نہیں تھے۔ وہ اپنے ہر دوست اور ملنے والے کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتے رہتے تھے۔ عمر کو حیرانی ہوئی کہ اس کے باوجود ان کے دوستوں کی ایسی چوڑی تعداد میں کوئی کمی نہ تھی انہیں کبھی اپنے کسی دوست سے نقصان پہنچا تھا۔

اس نے جمائیکیر معاذ کو صرف اپنے فریڈ اور کزنز کا ہی نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کے نام اور یوزیشن کا بھی بڑا طرح استعمال کرتے دیکھا تھا اور اب جب وہ اپنے باپ کے کسی بھی دوست سے ملتا تو اسے ہمیشہ ان پر ترس آتا۔ لینیق انکل بھی ان ہی میں سے ایک تھے۔

"عمر! میں نے آنٹی نے دوبارہ کال کی ہے۔ میں نے انہیں بتا دیا کہ تم گھر پر نہیں ہو سہ کہہ دی تھیں کہ جب تم واپس آؤ تو میں تم سے کہوں کہ تم انہیں کال کر دو۔"

وہ اس وقت کلب سے واپس آیا تھا جب لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے دیکھ کر شانزہ نے اطلاع دی۔ عمر ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"انہوں نے بس کی پیغام چھوڑا ہے؟"

"ہاں بس یہی کہا تھا انہوں نے تمہارے موبائل پر بھی کال کی تھی مگر تم نے اپنا موبائل آف کیا ہوا تھا۔" شانزہ نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ عمر مزید کچھ پوچھنے کے بجائے سیدھا اپنے کمرے میں آ گیا۔

موبائل آن کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد وہ نمائے کے لیے ہاتھ روم میں چلا گیا۔ آدھ گھنٹہ کے بعد جب وہ نمائے کے بعد باہر نکلا تھا تو اس کے موبائل کی بپ سنائی دے رہی تھی۔ اس نے کچھ ٹھیک کر تذبذب کے عالم میں موبائل اٹھایا تھا کال کرنے والے کا نمبر دیکھ کر اس نے ہونٹ سمجھ لی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد ایک گھبراہٹ سے اس نے کال ریسیو کی۔

"ہیلو عمر! میں نمین بات کر رہی ہوں۔" دوسری طرف سے اسے اپنے باپ کی دوسری بوی کی آواز سنائی دی۔

"ہاں! میں بول رہا ہوں۔ کبھی ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسے ہو؟"

"فائن۔"

"میں کن سارا ان بار بار تم سے کانفرنس کر رہی کی کوشش کرتی رہی ہوں مگر تمہارا موبائل آف تھا۔"

"ہاں! میں کچھ مصروف تھا۔ آپ کو کوئی ضروری کام تھا؟" دوسری طرف چند لمبے خاموشی رہی پھر عمر کی آواز سنائی دی۔

"نہیں جمائیکیر کی شادی کا تو سا چل ہی گیا ہو گا؟"

"ہاں میں جانتا ہوں۔" اس نے مختصر ا "کہا۔"

عمر نے بھی اچھی طرح جانتے ہوئے کہ وہ لڑکی جمائیکیر کی اوجھی عمر سے بھی کم عمر ہے۔ پھر جس طرح کی شہرت وہ رکھتی ہے میں نہیں جانتی۔ جمائیکیر کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ کیوں اس طرح کی حرکتیں کر رہا ہے۔ "نمین کے لیے سے پریشانی ٹھیک رہی تھی۔"

عمر خاموشی سے ان کی بات سنتا رہا۔ "میں اور بچے جمائیکیر کی اس حرکت سے کتنے ڈسٹرب ہیں اس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے۔"

"لیکن میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟" اس نے ان کی بات کا متعہ ہوئے کہا۔

"تم جمائیکیر سے بات کرو؟" عمر نے اس کا ہاتھ دھیمکا تھا۔

"کیا بات کروں؟" دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی۔

"کہ وہ اس لڑکی کو ڈائی ورس دے دے۔"

"تپ کا کیا خیال ہے میرے کہنے پر یا اسے ڈائی ورس دے دیں گے؟" اس نے جواباً "ان سے پوچھا۔"

"تم اس کے سب سے بڑے بیٹے ہو تمہاری بات بہت اہمیت رکھتی ہے۔"

"آپ اگر ایسا سوچ رہی ہیں تو غلط سوچ رہی ہیں۔ خوش قسمتی یا بد قسمتی سے میں ان کا سب سے بڑا بیٹا ہوں لیکن میری بات ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔"

"مگر تم اسے مجبور کر سکتے ہو؟"

"نہیں۔ میں انہیں مجبور کر سکتا ہوں نہ ہی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

”میں تم سے رکتے کر رہی ہوں۔“ اس بار شمرن کا لہجہ منت بھرا تھا۔
 ”میں ان پر جتنا دباؤ ڈال سکتا تھا ڈال چکا ہوں ان سے اس موضوع پر میری بات ہو چکی ہے۔ اور یہ گفتگو کچھ زیادہ طویل نہیں رہی اس لیے میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا۔“
 ”جہاں تک میں اس کام کو تیار کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں جانتا ہوں۔“
 ”مگر میں اور بچے ایسا نہیں چاہتے۔ جہاں تیرا بی بی کو کیوں نہیں یہاں شفٹ کرتا۔ میں اور بچے اس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ وہ اس طرح ہمیں انکار کرے یہی تک سکتا ہے۔ ہم کم از کم اس سے یہ تو کہہ ہی سکتے ہو کہ وہ ہمیں امریکہ میں اپنے پاس ہی رہنے دے۔“
 ”میرے کہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ یا میری بات سن گے نہ مانیں گے ویسے بھی یہ آپ دونوں کا ذاتی معاملہ ہے۔ ہر ہے آپ اسے خود حل کریں۔ مجھے درمیان میں مت لائیں۔“

اس نے بڑے پر ممکن انداز میں کہا۔
 ”جہاں تیرا بی بی شادی صرف میرا میرے بچوں کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ کیا تم اس سے متاثر نہیں ہو گے؟ یا جس شرمٹ کی نہیں ہوئی کہ اس عمر میں جہاں تیرے اس طرح کی حرکت کی ہے۔“
 ”میں اس تکلف سے بہت بے گڑبگڑ ہوں۔ باپ کی صرف وہ ساری شادی تھی۔ وہ ہوتی ہے۔ میری جو بی بی ان میں پھنسی سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ سب کچھ پھر وہ میں لگتی ہے۔“ اس کے کہنے کی گات نے شمرن کو چند لمحوں کے لیے خاموش کر دیا۔

”میں نے جہاں تیرے شادی تمہاری ماں کی بی بی اور اس کے بہت بعد کی تھی۔“
 ”مگر اس بی بی اور اس کا سب آپ ہی تھی۔“
 ”نہیں ایسا نہیں ہے۔ مگر جہاں تیرا اور زار کے درمیان اندر سینیڈا تک نہیں تھی پھر تمہاری ماں نے اپنی مرضی سے۔“

عمر نے ناگواری سے ان کی وضاحت کو کھنکھایا۔
 ”میں باہمی میں نہیں جانا چاہتا کہ کس نے اس کی وجہ سے اور کیوں کیا۔ کم از کم اب مجھے اس بحث سے کوئی بچہ نہیں ہے۔ میں آپ کو بس یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے ہاتھ کا ہتھیار لگا کر استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں۔“
 ”مگر تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔“

”ہو سکتا ہے۔ اس حال۔ آپ دونوں کا ذاتی معاملہ ہے اور بہتر ہے آپ اسے خود ہی حل کریں۔ جو کچھ آپ میرے ذریعے پاپا سے اسکو لانا چاہتی ہیں۔ وہ خود کہہ دیں یا پھر ولد سے کہیں کہ وہ پاپا سے بات کرے ہو سکتا ہے۔ میرے بجائے وہ زیادہ بہتر طریقے سے سب کچھ کیا تاکہ پاپا کو۔“
 ”دوسری طرف سے فون ایک وہ میرا کر دیا گیا تھا۔“

شمرن کے ساتھ اس کے تعلقات میں بیش ایک تکلف رہا تھا۔ شمرن نے یہ اجنبیت دور کرنے کے لیے پہل کی تھی۔ بی بی عمر نے اس کی کوشش کی تھی۔ عمر اور ان کے درمیان بڑی سیرسری اور رسمی سی گفتگو ہوتی تھی۔ عمر کو حیرانی ہوئی تھی کہ شمرن نے اس طرح اس سے مدد لینے کی کوشش کیوں کی تھی۔

اس کے دل میں شمرن کے خلاف کسی قسم کا کوئی نفوذ نہیں تھا۔ بی بی اس نے کبھی شمرن کو اپنی ماں اور باپ نے درمیان ہونے والی علیحدگی کا ذمہ دار سمجھا تھا لیکن اس کے باوجود بھی اس نے شمرن کے لیے کبھی بہت اچھے احساسات بھی نہیں رکھے تھے اور اس میں بڑا ہاتھ خود شمرن کا ہی تھا۔

”جہاں تیرا بی بی واپس آ چکی ہیں۔“ عمر نے رات کے کھانے کے لیے ڈائننگ روم میں آتے ہی علیزہ کو کھینچ کر ڈائننگ روم میں لے گیا تھا۔
 ”علیزہ! میرا کو واپس پہنچ چکی تھی اور اس وقت گھر میں عمر نہیں تھا۔ وہ رات کو ہی واپس آیا تھا اور واپس آنے کے بعد ان دونوں کی ملاقات ڈائننگ روم میں ہی ہوئی تھی۔“
 ”جہاں تیرا کچھ سیکھا اور دیکھا آپ نے؟“ وہ اب کرسی چھینچھتے ہوئے بیٹھ رہا تھا۔
 ”بہت کچھ۔“ علیزہ نے مسکرا کر کہا۔

”اس بہت کچھ کے بارے میں ہمیں بتانا پھر کریں گی؟“
 ”اس وقت سے یہ میرے کان کھاری ہے اب تمہارے کھانے کی۔“ جانو نے مسکراتے ہوئے عمر کو جیسے ڈھکیا تھا۔

”جواب کیا خیال ہے این جی اوز کے بارے میں؟“ عمر نے گلاس میں بی بی ڈالتے ہوئے پوچھا۔
 ”آپ نے این جی اوز کے بارے میں جو کچھ کہا تھا۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتی۔“ عمر نے پانی کا گھونٹ لیتے ہوئے عمری نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”دوبری گفت۔ اس کا مطلب ہے آپ نے اپنی اپنی Sense of Judgement (جہاں تیرے عمل و حرکت) کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔ جو بے کس بات سے ایلری نہیں کرتی تھی؟“ اس نے پوچھا۔
 ”آپ کی سب باتوں سے۔“ اس نے اپنی پیٹ میں جاوڑ نکالتے ہوئے کہا۔
 ”آپ باتوں سے؟“ عمر کا مطلب ہے میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے؟“
 ”علیزہ! ایک دم گڑبگڑ گئی۔ نہیں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا۔“
 ”تو پھر آپ کیا فرماتی ہیں؟“

علیزہ کچھ دیر خاموشی سے جیسے اپنے لفظوں کو ترتیب دیتی رہی پھر اس نے کہا ”آپ نے این جی اوز کے بارے میں مجھے جو افکار پیش دی تھی وہ ٹھیک نہیں تھی۔ این جی اوز نے اس علاقے میں بہت کام کیا ہے۔“
 ”تم نے ان کے اسکول وغیرہ دیکھے ہوں گے اس لیے۔“

علیزہ نے عمر کی بات کاٹ دی۔ ”میں بات صرف اسکولز کی نہیں ہے میں نے صرف اسکولز ہی نہیں دیکھے وہاں اور بھی بہت کچھ دیکھا ہے میں نے لوگوں سے بات چیت کی ہے۔ ایک شخص جھوٹ بول سکتا ہے دو بول سکتے ہیں مگر ہر شخص تو نہیں وہاں ہر شخص یہی کہہ رہا ہے کہ ان این جی اوز کی وجہ سے اس علاقے میں بہت ترقی ہوئی ہے۔“

”نہیں! چیز یہ بھی پورا یقین نہیں کرنا چاہیے وہ آنکھوں دیکھا ہونہ قانون بنا ہو۔“
 عمر نے اطمینان سے اس کی بات رد کی۔
 ”اور ان کے بارے میں کیا کہتے ہو جو آنکھوں دیکھا اور قانون بنا ہو۔“

علیزہ نے کچھ اکھڑے کچے میں کہا۔
 ”پھر اس پر غور کرنا چاہیے کہ جو کچھ سناٹی اور دکھائی دے رہا ہے، کیا وہ واقعی ٹھیک ہے۔“ عمر سنجیدہ ہو گیا تھا۔

”میں نے یہی کیا ہے۔“
 عمر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد وہ بڑے عجیب سے انداز میں مسکرایا ”اور تمہارے اس غور و خوض نے تمہیں یہ بتایا ہے کہ این جی اوز وہ آسمانی معجزہ ہیں جو اس ملک میں بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔“

علیزہ کو اس کے لہجے میں چھپا ہوا تعجب لگا تھا۔ ”میں نے یہ نہیں کہا کہ این جی اوز کوئی آسمانی معجزہ ہیں۔ میں صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ اس علاقے کے لوگ ان این جی اوز پر اعتبار کرتے ہیں کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ

”صرف اس لیے کہ آپ کے اپنے ہاتھ زخمی ہوں گے یا کپڑے پھینک گئے ہوں؟ آپ جو اس جی اوزر کے بارے میں اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں وہ صرف اسی لیے ہیں کیونکہ شاید اس کلاس کو ان آئین جی اوزر سے خیر ہے جس سے تعلق رکھتے ہیں۔“ تمہارا اشارہ کس کلاس کی طرف ہے؟ یہ دو کرسیں کی طرف یا میٹ کلاس کی عمر اس بار اس کی بات پر چونکا۔

”طرف؟“ اس کی آواز نہ سمجھ سکی مگر آیا۔
 ”تم بھی اس کا حصہ ہو، پورہ کر سکتے ہو۔“
 ”ہاں حصہ ہوں مگر میں اچھی چیز کو اچھائی کہوں گی۔ برائیس کہوں گی۔ چاہے وہ میرے لیے نقصان دہ ہی کیوں
 نہ ہو۔“
 ”تمہارا خیال ہے کہ این بی آئیوہ بد کر سکی یا ایلیٹ کلاس کو کوئی نقصان پہنچا رہی ہیں یا پھر وہ کبھی پہنچا سکتی
 ہیں؟“
 ”یہاں ایسا ہی ہے۔ یہ اس طبقے کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہیں جنہیں ہماری وجہ سے ہست سے پرالامہ کا
 سامنا ہے۔“

”آپ اگر ایسا سوچ رہی ہیں تو ایک بار پھر غلط سوچ رہی ہیں۔ کوئی این جی او بیورو کرسی کو نقصان پہنچا سکتی ہے نہ ایلٹ کا اس کو۔ کیونکہ ہر این جی او ایلٹ کلاس ہی بناتی ہے۔ بڑے بڑے بیورو گریٹس کی بیگمات۔ سیاست دانوں کی بیویاں صنعت کاروں کی بیویاں کیلئے تم نے بھی کوئی ایسی این جی او اور لکھی ہے۔ جسے لوئرٹل کا کوئی مرد یا عورت چار بار ہوا کسی اسکول کا بچہ کسی کسان کی بیوی کوئی مزدور یا اس کی بیوی۔ نہیں تم ایسا بھی نہیں دیکھو گی اور تمہارا خیال ہے کہ بیورو گریٹس کی بیویاں بیورو کرسی کے خلاف کام کریں گی۔ صنعت کاروں کی بیویاں انڈسٹریلسٹ کا اس کے مفادات کے خلاف کام کریں گی اور سیاست دانوں کی بیویاں اپنے شہرہوں کی دھاندلیوں کے خلاف لوئرٹل کا اس کو گھسا کر انقلاب لے آئیں گی۔ بہت بڑا گناہ سوچ ہے تمہاری تمہیں بہت کچھ سیکنا ہے ابھی۔“ وہ جیسے اعلیٰ باتوں سے غور ہی محظوظ ہو رہا تھا۔

”تو بالکل ذوق نہ تھا۔ میں نے کسی ایسی جگہ نہ دیکھی تھی جہاں شادی کی سب توہیں بھی اپنی بیوی سے
 گول لگا کر دیکھ رہی ہوں۔ ہم بھی کچھ گرائنڈ وغیرہ لے کر بیس پاراڑے وغیرہ بنا دیے۔ گھر میں باہر
 بیٹنا نہیں جا کر بیٹے روڑے جاس کے شہر میں لے گئے۔ اتر و سرخ بوڑھے گا۔ میری تقریب کے موقع پر
 رہیں گے پھر کل کو بچوں کی بیویوں ملک تعلیم کا کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ سو بھی پیش کریں گے۔“
 نمبر کی سنجیدگی کے یوم تک ہو گئی تھی اس لیے جیسے حلیہ کو چڑھا رہا تھا۔

”اور تمہے علیحدہ تم بھی ٹھیک ہو جاؤ گی۔ اگر تمہاری شادی بھی کسی قدر بد حرکت سے ہوئی، پھر تم بھی ایسی ہی خواہاں بنی ہو گی روح رواں ہو گی۔ ہر قسم کے بدن پر بس کا نفس کر رہی ہو گی۔ سوگ پر جا کر جلوس بھی نکال کر دے گی۔ مختلط کا ز کے لیے داکس اور پچھڑا کر دیا کر دے گی وہی ملک کے چکر پر چکر لگیں گے اور پھر اگر کہیں دس سال بعد میں اسی ٹیبل پر مہرے تم سے اور تمہارے شوہر سے ملاقات ہو گی تو تم اسٹائنٹھی سی سا اٹھی پینے سے ڈانٹنا شروع کر دے گی ہو گی میری طرح منہ کی داکر کی بوتل سے پانی پیتے ہوئے مجھے بدامدی ہو گی کہ تمہاری این بی اے اوصاف پانی کی پیلائی کے لیے کس قدر محنت کر رہی ہے اور تمہارا شوہر تمہاری باتوں پر مسکرا مسکرا کر بیٹھے تمہارا ہونگا کہ اسے تم جیسی ٹیبلنگ ہوئی ہے۔ کہیں گری؟“

اپنی کمری سے نکلتی ہوئی۔
”ایسا بھی نہیں ہو گا۔“ اس نے بلند آواز میں کہا۔

182

اور پھر ایک چھپا کے ساتھ ڈانٹنگ روم سے نکل گئی، عمراور ہالو کے چہرے کی مسکراہٹ ایک دم غائب ہوئی۔

۷ علیہ ناراض ہو گئی ہے، میں دیکھتا ہوں۔" عمر نے کچھ معذرت خواہانہ انداز میں بناؤتے کہا اور: انگلیں پیلے اٹھ گیا۔
اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے وہ کچھ شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ

دروازے پر ایک بار دستک دینے کے بعد وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ وہ دونوں باتھوں سے چروچھپائے ہوئے شخص ہوئی تھی۔ دروازہ کھلنے پر اس نے ہاتھ ہٹا کر دیکھا تھا اور عمر کو دیکھتے ہی وہ آگ بولہ ہو گئی۔
 ”اب آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟“ گالوں پر ہستے آنسوؤں اور سرخ چہرے کے ساتھ اس نے عمر سے پوچھا۔
 ”کم آن علیہ وامن مذاق کر رہا تھا۔“ عمر نے دروازہ بند کرتے ہوئے جیسے اسے بھلاتے ہوئے کہا۔
 ”تپ کے لیے ہرگز مذاق کیوں ہے؟“ عمر نے اسے پہلی بار اس موڈ میں دیکھا تھا۔ ”اور میری ہر بات ہی مذاق ہے۔“
 ”آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں؟“

”میرا راتاً غضب“ ”نمر نے سترائے ہوئے اسے ٹھنڈا کر کے لی کو شش کی۔

”آپ کو میرا مذاق اڑانے کا کیا حق پہنچتا ہے؟“ وہ اس کی کسی کوشش سے متاثر نہیں ہوئی۔ ”آپ کو اپنے مذاق سے سب کو ہنسوانا چاہیے؟“ وہ تیز آواز میں روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”میں ایک کیڑا ہوں۔ میں نے جو بھی کہا غلط کہا۔ میں ایک کیڑا نہ بننے کی ہمت نہیں کرتی۔“ عمر نے

وہ اب بھی بولتی رہی "آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں اپنی sense of judgement استعمال کر کے اپنی رائے بنائوں اور جب میں ایسا کرتی ہوں تو آپ مجھ پر ہنستے ہیں۔ میرا رائے ادا کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک دنیا میں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا صحیح رائے رکھنے کے قابل ہی نہیں ہے۔"

علیہ: میں نے ایسا نہیں کہا۔ میں نہیں جانتا کہ تم نے کیا کیا ہے۔ میں نے بغیر سوچے سمجھے ہی ایک بات کہی۔ تمہارا کلمہ بداعتانہ رو بہ اختیار کیے ہوئے تھا مگر علیہ: اس کی بات سننے بغیر بول رہی تھی۔

”میں نے ان جی اوز کے بارے میں جو کچھ کہا ٹھیک کہا۔ میں نے جو دیکھا، جو محسوس کیا وہی چھاپا۔ میں نے آپ کی رائے کا مذاق نہیں اڑایا۔ میں نے آپ کی ہر بات حسنی مکر آپ۔ آپ میری باتوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں؟“

”اب کو کلمات دنا میں آپ کے علاوہ اور کوئی چمنش شخص نہیں ہے۔“

”آپ کو لگتا ہے کہ تم کے علاوہ ہم، کئے جا رہے ہیں۔“

”تم اس وقت غصے میں ہو، تمہیں بتائیں، تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔“

”میں نے آپ سے یہ بات کہیں اس کے بعد جان کر۔“

182

”مجھے آپ کی کسی بات پر متعلق نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آپ کو ہر بات سمجھنے کا حق ہے لیکن مجھے کچھ بھی کہنے کا حق نہیں ہے۔“

”تم بہت کچھ کہہ رہی ہو علیحدہ! اور میں سن بھی رہا ہوں۔ اس کے باوجود کہ تمہارا رویہ بہت سنگین ہے۔“

”میں نے آپ سے کیا کہا ہے؟ میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ جو کچھ آپ مجھ سے کہہ چکے ہیں اس کے سامنے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔“ وہ اب بھی اسی طرح برہم تھی۔

”میں اپنی بات کے لیے اسلٹ ڈر کر چکا ہوں۔“

”آپ پیشہ ہی کرتے ہیں۔ اسلٹ کرتے ہیں۔ اسلٹ ڈر کرتے ہیں۔ پھر اسلٹ کرتے ہیں اور ایسا بار بار کرتے رہتے ہیں۔“

”علیحدہ! تم غلط کہہ رہی ہو۔“ عمر حتی الامکان اپنے لہجے کو نارمل رکھ رہا تھا۔

”میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں۔ آپ نے اس دن بھی میری اسلٹ کی تھی جب انکل جہانگیر کے ساتھ آپ جھگڑا ہوا۔“

عمر کے چہرے کے تاثرات یکدم تبدیل ہو گئے۔ ”وہ تمہاری غلطی تھی، تم میرے کمرے میں اس طرح کیوں آئی تھیں۔“ اس نے سرد آواز میں علیحدہ سے کہا۔

”نہیں آپ کو اس بات پر غصہ نہیں آیا کہ میں آپ کے کمرے میں اس طرح کیوں آئی تھی۔“ آپ کو فہم اس بات پر آیا تھا کہ میں یہ بات جان گئی ہوں کہ آپ ڈرنک کرتے ہیں۔

”تمہیں پتا چل گیا تو کیا فرق پڑتا ہے اور تم ہو کون جس کو یہ پتا چلے۔ مجھے کوئی فکر ہو گی۔“ اس کی آواز میں اب سختی تھی۔

”میں نے نانو کو نہیں بتایا کہ آپ ڈرنک کرتے ہیں۔ اگر میں نانو کو بتا دیتی تو۔۔۔“

عمر اس کی بات پر یکدم جڑک اٹھا۔ ”تو پھر۔۔۔ پھر کیا ہوتا؟ وہ مجھے شوٹ کر دیتا یا اس گھر سے نکال دیتا۔ تم جس کو چاہو تو مجھے کوئی پروا نہیں اس گھر کا کون سا مرد شراب نہیں پیتا۔ وہ خود کرینڈیا کو ڈرنک کرتے دیکھتی رہی ہیں۔ وہ کس منہ سے مجھ سے اس بارے میں بات کر سکتی ہیں۔“

علیحدہ جیسے رونا بھول گئی۔ ”آپ کو شرم آتی چاہیے۔ اس طرح کی بات کرتے ہوئے۔۔۔“

”نا نڈیور لیکن کوئی علیحدہ! تم کافی بکواس کر چکی ہو اور میں سن چکا ہوں۔ اب اپنا منہ بند کر لو تو بہتر ہے۔“

”مجھے آپ سے نفرت ہے۔ آپ دنیا کے سب سے گندے اور بد تمیز آدمی ہیں۔“

وہ بلند آواز میں چلائی۔ ”جواباً“ عمر نے اس کے چہرے پر زنا لے دیا۔ پھر ہار اٹھا۔ علیحدہ کال پر ہاتھ رکھنے بالکل ساکت رہ گئی تھی۔ دنیا میں آخری چیز جو وہ کسی سے توقع کر سکتی تھی وہ عمر کا خوب ہاتھ اٹھانا تھا۔ وہ پلیس جھپٹے بغیر بے نیکی کے عالم میں اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

”مجھے اپنے بارے میں کسی شخص کے تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اس نے انکی اٹھا کر کہا اور پھر وہ تیز قدموں کے ساتھ رکے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

♥ ♥ ♥ ♥

”تمہارا جہانگیر کے ساتھ کوئی جھگڑا ہے؟“ اس شام لان میں چائے پیتے ہوئے باتوں کے دوران اچانک لٹیک انکل نے اس سے پوچھا۔

عمر جو ”نہیں“ اس نے بڑے نارمل انداز میں کہا۔

”اچھا! لٹیک انکل نے حیرت کا اظہار کیا۔ ”جہانگیر تو کہہ رہا تھا کہ تم آج کل اس سے کچھ ناراض ہو۔ تم

”تو۔۔۔“

”عمر! تمہیں شادی ہے۔“

اس نے یکدم لٹیک انکل کی بات کاٹ دی۔ ”انکل! آپ مجھ سے جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں صاف صاف کہیں۔ کہا بابا نے میری شادی کے بارے میں آپ سے کچھ کہا ہے؟ وہ جیسے بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔

لٹیک انکل کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔ ”شادی تو نہیں۔ ہاں! البتہ وہ تمہاری انجمنٹ ضرور کرنا چاہتا

ہے۔“

184

”نہیں! میں ان کی بات سے متاثر نہیں ہوتی۔“

لٹیک انکل نے چائے کے سبب لیٹے ہوئے بڑے جتانے والے انداز میں کہا۔

”نہیں! بات تو ہو جاتی ہے مگر کوئی خوشگوار انداز میں نہیں ہوتی۔“ عمر نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔

”اچھا! اب میں“ لٹیک انکل نے خاصی بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

عمر نے ایک گہری نظر ان پر ڈالی۔ ”پیلا خوشگوار انداز میں کسی خوبصورت عورت سے یہ بات کہتے ہیں۔ یا پھر

کسی سیاست دان سے۔“

لٹیک انکل نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔ عمر اسی طرح بے تاثر چہرے سے انہیں دیکھتا رہا۔ بشکل اپنی جیسی روکتے ہوئے انہوں نے کہا۔ ”You have a very good sense of humour.“ (تمہاری حس مزاح

بہت اچھی ہے) عمر اس طرح کی بات جہانگیر کے سامنے کبھی مت کرنا۔“

”ورنہ وہ جو کچھ بھی شادی کریں گے۔ بے تابی۔“ عمر نے لاپرواہی سے کہا کہ اگر ایک بار پھر چائے پینا شروع کر دیا۔

”اسی قسم کی باتیں تم جہانگیر سے کرتے ہو؟ کسی کیے تو وہ اتنا پریشان رہتا ہے۔“

”ایسا ایک کیوڑی! پیلا میری وجہ سے پریشان نہیں ہوتے۔ وہ اپنے علاوہ کسی دوسرے کے بارے میں پریشان

ہوتے ہیں نہ ہی کسی دوسرے کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں۔“

عمر نے چائے کا کپ سامنے بڑی ہوشیاری سے رکھ دیا۔

”عمر! جہانگیر کے بارے میں اتنا اعتماد گمان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمہاری بہت برا کرتا ہے۔ تم اس کے

بچے ہو۔ وہ تمہارے رویے کی وجہ سے بہت فکر مند رہتا ہے۔“ لٹیک انکل یکدم سنجیدہ ہو گئے۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں ان کی اولاد ہوں یا ان کا بیٹا ہوں۔“

”کیوں فرق نہیں پڑتا۔ تم جہانگیر سے پوچھو! نفی! اہمیت ہے اس کے نزدیک تمہاری۔“

”میں ان کی انکوائری اولاد نہیں ہوں۔ دوسری بیوی سے بھی ان کی اولاد ہے اور اب۔۔۔ اب میری سے بھی

ہو جائے گی۔“ اس کے چہرے میں سختی تھی۔

”عمر! تم اس کے سب سے بڑے بیٹے ہو۔ تمہاری اور اس کی بہت اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہونی چاہیے ورنہ آگے

چل کر اور برا بننے لگوں گی۔“

عمر نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا۔ ”کیا مطلب! آگے چل کر کیا برا بننے لگوں گی؟“ عمر نے کچھ الجھ کر کہا۔

”وہ تمہارے مستقبل کے بارے میں بہت کچھ بیان کرتا رہتا ہے۔ کل کو جب تمہاری شادی کے بارے

میں اگر وہ کوئی فیصلہ کرنا چاہے گا تو اس طرح کے ٹکراؤ کی صورت میں برا بنے گا۔“

لٹیک انکل نے اتنے نارمل انداز میں یہ بات کہی کہ وہ ان کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔

”میں آپ کی بات نہیں سمجھا ہوں۔ آپ کس کی شادی کی بات کر رہے ہیں؟“ اس نے سرد آواز میں کہا۔

”تمہاری شادی کے بارے میں؟“

”میری شادی کے بارے میں بابا کچھ طے کیوں کریں گے؟“

”وہ تمہارا باپ ہے۔“

”تو۔۔۔“

”عمر! تمہیں شادی ہے۔“

اس نے یکدم لٹیک انکل کی بات کاٹ دی۔ ”انکل! آپ مجھ سے جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں صاف صاف

کہیں۔ کہا بابا نے میری شادی کے بارے میں آپ سے کچھ کہا ہے؟ وہ جیسے بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔

لٹیک انکل کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔ ”شادی تو نہیں۔ ہاں! البتہ وہ تمہاری انجمنٹ ضرور کرنا چاہتا

ہے۔“

185

”ہم سے؟“

”یہ میں نہیں جانتا۔“

”بہت خوب بہر حال آپ بیبا کو بتادیں کہ مجھے شادی نہیں کرنا تھی آج نہ ہی آئندہ بھی۔ اور جس سے وہ میری انگریزٹ کرنا چاہتے ہیں اس سے خود شادی کر لیں۔“ اس کی آواز میں سختی تھی۔

”یار! تم تو اخواہ ناراض ہو رہے ہو میں نے تو ویسے ہی بات کی تھی ایک۔ اس نے کون سا کچھ طے کر لیا ہے تم مجھے یہ بتاؤ کہ صفدر مقصود کے ساتھ کسی ملاقات رہی تمہاری؟“

”لیق انکل نے یکدم بات کا موضوع بدلتے ہوئے سائیکالوجسٹ کا نام لیا۔
”میں نے بابا سے ملے بھی کہا تھا مجھے کسی ملاقات جسٹ کے ساتھ سنگ کی ضرورت نہیں ہے میرے لیے سائیکالوجسٹ ایک ایک اک ہے مجھے صفدر مقصود جیسے لوگوں کی گائیڈنس کی ضرورت نہیں ہے۔“
”کسی بھی چیز کو اتنا سرسری نہیں لینا چاہیے۔ بعض دفعہ یہ نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔ صفدر مقصود نے ہی ہو میں تمہارا انٹرویو کرنا ہے۔ اس لیے جو کچھ وہ بتاتا ہے اسے غور سے سنا کرو۔“ لیتق انکل نے اسے تنبیہ کی تھی۔

”جو شخص جہاں تیرے معاذ کے ساتھ چھ مہینے گزار کر بھی باگل نہیں ہوا وہ یقیناً ایک بہت ہی بازنویز پرست اور محتاط اور ویسے بھی پبلک سروس میں کسی کے ساتھ کیا جان سکے ہیں۔“ انسان کی شخصیت کے بارے میں۔ ان کے اپنے اندر اتنے پیکیسز ہوتے ہیں کہ ان سے دس منٹ بات کرنے کے بعد ان پر ترس آتا لگتا ہے۔ مجھے وہ شخص اچھا نہیں لگا۔“ عمر نے بڑی صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”وہ بہت ماہر سائیکالوجسٹ ہے۔“ لیتق انکل نے صفدر مقصود کو سراہا۔
”ہو سکتا ہے مگر اس کی اپنی پرستانی۔ مجھے کچھ زیادہ متاثر نہیں کر سکی۔“ لیتق انکل بے اختیار اس کی بات پر ہنسے۔

”ظاہر کاؤٹنگ عمر ایہ بات کہیں اس کے سامنے مت کہہ دینا۔“
”کہہ دینا کیا مطلب۔ میں کہہ چکا ہوں۔“ عمر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

”تمہارا باپ تمہارے بارے میں جو کچھ کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے۔ تم واقعی اپنے اوپر دوسروں کے لیے برا بلز پیدا کر دیتے ہو۔ اب صفدر مقصود اگر اس طرح کے رہنما کس پر ناراض ہو گیا تو۔“ لیتق انکل یکدم تنبیہ ہو گئے۔ ”تم جانتے نہیں ہو اسے۔ برا انا پرست بندہ ہے۔ سیلف ریسیکٹ کی بات آئے تو۔“ عمر نے لیتق انکل کی بات کاٹ دی۔

”کسی کریٹ شخص میں سیلف ریسیکٹ نہیں ہو سکتی اور صفدر مقصود ایک کریٹ بندہ ہے۔“ عمر کے لیے میں حقارت تھی۔

”فضول باتیں مت کرو۔ وہ تمہاری مدد کر رہا ہے اور تم اس کے بارے میں اس طرح کی باتیں کر رہے ہو۔“ لیتق انکل نے کچھ سختی سے اسے کہا۔

”مرد وہ اپنے مقصد کے لیے کر رہا ہے۔ مجھ پر کوئی احسان نہیں کر رہا۔ اس کی مدد کے بغیر بھی میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔“ عمر پر ان کی ڈانٹ کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔

”تمہیں عزت کرنی چاہیے اس کی۔“
”میری انکل! ہم از کم میں کسی کریٹ شخص کی عزت نہیں کر سکتا۔“ عمر نے بڑے دو ٹوک انداز میں کہا۔

”لیتق انکل کچھ دیر عجیب سی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے شرم کر کہا۔
”جہاں تیرے بھی۔“ کریٹ ہے۔“

”میں ان کی عزت بھی نہیں کرتا۔“ عمر بغیر رکے کہا۔

”لیتق انکل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔“ اور میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

”آپ کے بارے میں آپ کے سامنے بیٹھ کر کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھے اٹھوا کر اس گھر سے باہر پھینکوا دیں۔“ اس بار اس نے کچھ مسکرا کر کہا۔ لیتق انکل کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔

”تم زرا سروس جوائن کر لو پھر میں تم سے پوچھوں گا کہ تم کسی کریٹ شخص کی عزت کرتے ہو یا نہیں۔ جب تمہارے اوپر بیٹھتے ہوئے سارے افسر اور ان کے اوپر موجود سارے حکومتی عہدیدار تمہارے سامنے اپنے اصل چہروں کے ساتھ ہوں گے اور تم پھر بھی انہیں سہجے کر دے گے۔ پھر میں دیکھوں گا کہ تم کریٹ شخص کی عزت کیسے نہیں کرتے۔“ لیتق انکل کے لہجے میں سختی جھلکنے لگی تھی۔

”میں نے ان کی عزت کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ میں بہت سے لوگوں کو سرکشتا ہوں مگر ان کی عزت نہیں کرتا۔ لیکن ویسے ہی جیسے میں بہت سے لوگوں کی عزت کرتا ہوں مگر انہیں سر نہیں کہتا اس لیے مجھے کسی کو سر کرنے میں کوئی غم نہیں ہو گا مگر میں کسی کریٹ شخص کی عزت نہیں کروں گا۔“ عمر نے اس بار بھی خاصی بے غوثی سے کہا۔

”اس ملک میں اپنی بقا کے لیے کریٹ ہونا پڑتا ہے۔ کریٹیشن کے بغیر یہاں کچھ نہیں ہو سکتا سروس جوائن کر کے تب تمہیں پتا چلے گا کہ اس جاب میں کیا کیا پریشائیاں ہیں جب تمہیں چھ سات ہزار کے ساتھ ایک مین زرا پڑے گا۔ وہ بھی انہیں کہے تو تمہارے ہوش ٹھکانے آجائیں گے تب تمہیں پتا چلے گا کہ کریٹیشن کی فحش قسمی سفارت خانے میں جوئے والے تین ڈرائیڈ نہیں کر سکتے کیونکہ وہاں سننے کے لیے بھی تمہیں تین تین سو کم از کم ایک سو تھوڑی چاہیے ہو گا اور ایسے سوٹ کی قیمت کم از کم تمہاری تنخواہ پوری نہیں کرے گی۔“

”عمر نے ان کی باتوں کے جواب میں کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ وہ بس خاموشی سے مسکرا دیا۔
”تعلقات بنانا سیکھو ضروری نہیں ہوتا۔ ہر شخص جو تمہیں پسند نہیں آتا اس کے ساتھ رابطہ ہی نہ رکھا جائے۔ کسی کے ساتھ کوئی بھی کام نہ کرنا چاہیے۔ پھر ایسے وقت تعلقات ہی کام آتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے جہاں تک تمہیں اب تک یہ سب کچھ پتا نہیں چلے گا۔ پورو کر میں کے سنے تو ایسی باتوں کے بارے میں خاصے باخبر ہوتے ہیں۔ کم از کم انہیں یہ نہیں بتانا پڑے گا کہ جھوٹ ہمارے پروفیشن کی کتنی بڑی ضرورت ہے۔ کوئی شخص پسند نہ بھی آئے تو اس کی تعریف کر دینے میں کیا ہرج ہے۔“

”انکل! آپ بہت اچھے ہیں۔“ عمر نے درمیان میں ان کی بات اچکتے ہوئے یکدم تنبیہ کی سے کہا۔
”لیتق انکل فوری طور پر اس کے جملے پر حیران ہوئے مگر پھر وہ فقہ مار کر فٹس پڑے۔“ تم اگر جہاں تیرے بیٹے نہ ہوتے تو اس جملے کے بعد اس شخص میں نہیں رہ سکتے تھے مگر اب میں تمہیں اور کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ تم سب کچھ خود ہی سیکھ جاؤ گے۔“

”انہوں نے جیسے اس کے سامنے ہتھیرا ڈال دیے۔“



”ذوالقرنین سے علیحدہ کی دو سری ملاقات بھی شہلا کے ساتھ ہی ہوئی تھی علیحدہ کلن لے سے واپسی پر شہلا کے ہاں جانے کے لیے اس کے ساتھ گئی راستے میں دونوں آکس کریم کھانے کے لیے لہریں میں رک گئیں اور آکس کریم کھانے کے ساتھ وہ وینڈو شاپنگ میں مصروف تھیں۔ جب ہیلو کی ایک آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا وہ ذوالقرنین تھا۔ علیحدہ اسے دیکھتے ہی حواس باختہ ہو گئی۔
”ارے آپ! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟“ شہلا نے ذوالقرنین کو دیکھتے ہی خاصی حیرت اور بے تکلفی کا

مٹا ہوا تھا۔ وہی کر رہا ہوں جو آپ لوگ کر رہی ہیں۔" اس نے علیزہ پر نظریں جماتے ہوئے کہا جس کے دل پر وہاں کمرے رہنا مشکل ہو رہا تھا۔

"ویسے آپ کا کیا خیال ہے ہم یہاں کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟" شملہ نے خامی غوفی سے کہا۔

"آپ مجھے اصولوں کی کوشش کر رہی ہیں۔" جواب دینے والے نے کمال اعتماد سے کہا۔

"مرے والد۔ آپ کو تو اچھی خاصی خوش فہمی ہے اپنے بارے میں۔"

"مگر خوش فہمی ہے تو کچھ ایسا غلط بھی نہیں ہے۔" آفرال میں اچھا خاصا کڈ کڈنگ بندہ ہوا۔ الکی غوفی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "کیوں علیزہ؟" اس کے لیے جسے میں ضرورت تھی اور علیزہ کا دل چاہ رہا تھا۔ وہ سر ہلا کر کہا کہ وہاں سے بھاگ جائے۔ "ویسے یہ سوال آپ نے علیزہ سے ہی کیوں کیا ہے؟ مجھ سے بھی کر سکتے تھے۔"

شملہ نے دوبارہ جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے علیزہ جیسی باتوں میں لگتی ہیں اس لیے آپ مجھ سے اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

اسے تکلفی میں اضافہ ہو جا رہا تھا۔

"میرا والد علیزہ کے ہاتھ کے بارے میں آپ سے جاننے میں؟" شملہ نے باقاعدہ بحث پر آمیزگی۔

"علیزہ کے صرف ہاتھ کے بارے میں ہی نہیں جاننے اور فہمی بہت کچھ جانتے ہیں ہم۔" اس بار وہ افریقہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ستار۔" شملہ نے صوفیوں کی طرح کہا۔

"یہ ضروری نہیں ہے کہ بات آپ کو بتائی جائے۔"

"ارے اس طرح آپ نے انہیں بھیج دی ہیں۔ جب علیزہ سے رابطہ کرنا چاہو گے تو وہ خود بخود مل جائے گی۔"

"مگر کوئی تھی اور اب اب اس کے ساتھ کچھ بھی ضروری نہیں لگ رہا۔" شملہ نے دم پرمانہ لگی۔

"تم انہیں مت بولا کرو۔ اب چلو یہاں سے۔"

علیزہ نے کلمہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا۔ اس نے شملہ کو یہ ضرورت کیا تھا۔ ذوالقرنین نے اسے ہدف بن کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے مسلسل رابطہ کرتے ہوئے ہے اور اسے خواہ مخواہ کے اقل میں ہوتا ہے اس کی زندگی کے دوران ذوالقرنین کوئی ایسی بات نہ کرے۔ شملہ کو یہ جاننا چاہیے کہ اس نے ذوالقرنین سے رابطہ کے بارے میں اس سے جھوٹ بولا ہے۔

"علیزہ! آپ انہیں کہاں لیے جا رہی ہیں۔" بھیجی! میں تو آپ دونوں کو لے کر اپنے کاسوچ رہا ہوں۔" ذوالقرنین نے فوراً انکشاف کی۔

"اے ضروری۔" شملہ فوراً "آؤ، ہوں گی۔"

"نہیں۔ بہت دیر ہو رہی ہے۔ ابھی مجھے شملہ کے ساتھ ملنا ہے اور پھر واپس اپنے گھر میں جانا ہے۔" علیزہ نے اس کے ہاتھ پر فوراً کہا۔

"یار! میرے گھر جا کر ہی تو ہم نے کہا تھا کہ اب۔ اب ذوالقرنین آفر کر رہے ہیں تو ٹیکسٹ ہے چلے جی۔"

"خیر رہے گا۔" شملہ نے اپنا بازو اس کے ہاتھوں سے چھڑاتے ہوئے کہا۔

"نہیں! شملہ! یہ ضروری ہے۔"

"بھئی! کسی دیر ہو جانے میں کوئی ہرج نہیں۔ اس کی بھی ایڈوکیٹ ہو جائے گی۔" ذوالقرنین نے علیزہ سے کہا۔

"نہیں۔ مجھے جانا ہے۔"

[illegible]

بار دریافت کر دی تھی یا شاید زندگی کو پہلی بار دریافت کر دی تھی۔
اس کے لیے ہر جتنی کھل طور پر بدل گئی تھی۔ دو قرنیں جیسے ہر جگہ موجود رہنے لگا تھا۔ جہاں وہ نہ ہوتا وہاں
اس کی آواز ہوتی جہاں اس کی آواز نہ ہوتی وہاں اس کا خیال ہوتا اور جہاں اس کا خیال نہ ہوتا وہاں اس کا
علیحدہ سندھ کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ ہر بار فون رکھنے کے بعد وہ اگلے فون پر اس سے ہونے والی گفتگو کے
بارے میں سوچنا شروع کر دیتی۔ اسے کیا کہنا تھا۔ دو قرنیں کس بات کے جواب میں کیا کہے گا اس کے ذہن میں
اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتا تھا۔
ان دنوں پہلی بار اس نے اپنے ماں باپ کے بارے میں سوچنا ختم کر دیا تھا۔ دو قرنیں کی محبت نے جیسے دوسری
ہر محبت ہر رشتہ کی جگہ لے لی تھی۔ اسے یوں لگنے لگا تھا جیسے اپنے ماں باپ کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ اپنا
وقت ضائع کر رہی تھی۔ وہ عمر کو بھی مکمل طور پر فراموش کر چکی تھی۔

”آپ کا کیا خیال ہے اگلے الیکشن میں کون سی پارٹی کی حکومت لے گی؟“

اسلام آباد میں ایک فیڈرل سیکرٹری کے گھر ہونے والی اس پارٹی میں عمر لائق انکل کے ساتھ جس ٹیمبل پر مجھ
ہوا تھا وہاں ان سروس اور ریٹائرڈ یورو کریٹوں کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی اور ہونے والی گفتگو کا مضمون اگلے
الیکشن میں ملک میں مارشل لاء کے ایک نئے عرصے کے بعد بننے والی پہلی جمہوری حکومت کو کچھ عرصہ پہلے
برطرف کیا جا چکا تھا اور اب عبوری حکومت ملک چلا رہی تھی اور بیسویں صدی کے اس آخری عشرے میں
جمہوریت کے اس نئے عرصے کی ناکامی کے بعد جانے والی حکومت کے مختلف حامیوں کی طرف سے کی جانے
والی حمایتوں پر مکمل کرنا چاہتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ لگنے والی حکومت کے بارے میں اندازے لگانے
چاہتے تھے۔

ایک بات تو طے ہے کہ اگلے الیکشن میں یہ پارٹی تو برسرِ اقتدار نہیں آسکتی جس کی حکومت برطرف کی گئی
ہے۔
عمر کوک کے سب لیتے ہوئے خاموشی سے گفتگو میں حصہ لے بغیر صرف ہونے والی گفتگو کو سن رہا تھا۔ ایک
ان سروس یورو کریٹ کے اس جملے پر میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تمام لوگوں نے ایک دوسرے کے ساتھ
مسکراہٹوں کا تبادلہ کیا۔

”بھئی میں تو جانتا ہوں کہ دوسری پارٹی کے بجائے تیسری پارٹی آجائے۔“ لائق انکل کے اس معنی خیز جملے پر
اس بار مسکراہٹیں ملنے لگیں۔

”کیا تو کسی چاقوں کے لائق صاحب آج آپ کا باراسمرال تیسری پارٹی کی حکومت ہے۔“
زمان شاد نامی ایک سینئر یورو کریٹ نے لائق انکل کے سمرال کے فون سے لگے فون کے اشارے کی طرف اشارہ کیا۔
اس جملے پر ایک بار پھر ہنسنے لگا۔

”بارائمت بیش کرواچے ہیں تمہارے سمرال والے۔“ جیسے اس بارہ سالوں میں تمہیں۔ اب ہم جیسے لوگوں
کے سمرال والوں کو بھی ہماری خدمت کا موقع دو۔“

جسین تھیں کی یوپی کا تعلق ایک سیاسی گھرانے سے تھا اور ان کو توقع تھی کہ اس بار اگر ان کی بیوی کے
معروف گھرانے کی پارٹی الیکشن جیت گئی تو ایک عدد صوبائی یا وفاقی وزارت ان کی بیوی کے باپ یا بھائی کی جیب میں
تھی۔

”تیسری پارٹی تو ہمیشہ سے ہی حکومت میں شامل رہی ہے۔ ڈائریکٹ نہیں تو ان ڈائریکٹ طریقے سے گورنر
حکومت کے آگے پیچھے اور نیچے رہی ہے اور اگلی حکومت کے ساتھ بھی یہی ہو گا۔ کیوں جنرل صاحب؟“

راجہ سعید نے اس بار میز پر بیٹھتے ہوئے ایک ریٹائرڈ جنرل کو خاصی شوخی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
”آج کے پیچھے اوپر نیچے آپ نے خوب کہا مگر دائیں بائیں کو کیوں بھول گئے۔“
جنرل نے جیسے ان کے بصرے پر محفوظ ہوا۔

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“
”جنرل صاحب! یہ نہ کہیں۔ یہ کہیں کہ اقتدار کا نشہ ایسا شہ ہے کہ ایک بار لگ جائے۔ پھر جھوٹا نہیں۔“

194

[illegible]

فراق تو نہیں سمجھ سکتا کیونکہ ان بے بسیہ کا رویہ۔۔۔
 لیکن انکل نے یکدم اس کی بات کاٹ دی "تمہارا کیا خیال ہے میں ایسا کس لیے کر رہا ہوں؟"
 "کیا مجھے جاننے کی ضرورت ہے؟" عمر نے بھینگی سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔
 "ہاں بالکل ہے۔"

"وہ فیصلہ مجھے کس طرح رکھ رہی ہیں اس سے تو صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے شناسائی برصا بنا چاہتی ہیں۔ کچھ دھابا۔ اور پھر شاید رشتے بھی۔" اس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔
 "مگر تم کسی رشتے سے اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟" اس بار لینی انکل کے پیر کے پر ایک مسکراہٹ تھی۔
 "یعنی میرا اندازہ ٹھیک ہے۔" عمران کی مسکراہٹ سے متاثر نہیں ہوا۔
 "میں جانتے ہوں کہ تم کسی رشتے سے اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟"
 "میں خوفزدہ نہیں ہوں۔" اس بار وہ کچھ اکھڑا نہ دیکھ بولا۔
 "مگر خوفزدہ نہیں ہو تو پھر اتنی مار مل بیڑا اتنا اعتراض کیوں ہے تمہیں؟"
 "کس مار مل بیڑا؟"

شادی پر۔
 "میں اپنی شادی کے بارے میں کچھ نہیں کرنا چاہتا۔" عمر نے دو ٹوک انداز میں کہا۔
 "اب کس سال کے ہو۔ اب تمہاری شادی وغیرہ ہو جانی چاہیے۔"

لینی انکل نے۔ آپ کاملاً نہیں بے اختیار اب میرے مسئلے میں خودی بندل کر دو تو بہتر ہے۔ "وہ اس بار خاصی بے روی ہو گیا۔
 "زندگی میں چاہئے فائدہ اٹھانا۔ تم جانتے ہو اگر کون کون سی فیصلہ تمہیں اثر سنا دیں۔ بہاؤ کچھ معاوضے کیے رشتہ کسی بھی فیصلے کے لیے اعتراض کی بات ہے۔"
 "مگر میں کسی آشن کا حصہ بننا نہیں چاہتا۔ نہ ان فیصلہ میں مجھے کوئی دخل ہے۔ میری زندگی جس طرح گزر رہی ہے میں اسے اسی طرح گزارنا چاہتا ہوں۔"

"ان فیصلہ سے جڑنے والا ایک رشتہ نہیں کہاں سے کہاں لے جاسکتا ہے۔" عمر نے اس کے بارے میں سوچا ہے۔
 "آپ میرے ساتھ پاپا کی فلاسفی پیش نہ کریں۔ میں ان کے طریقے سے زندگی گزارنے پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ ایک کامیاب بیورو کر کے ضرور ہوں گے مگر ایک ہرے بیٹے بڑے بھائی بڑے شوہر اور بڑے باپ بھی ہیں اور اب وہ بڑے بڑے سر تقویٰ دیتا چاہتے ہیں۔" اس نے خاصی صاف کوئی کام ظاہر کرتے ہوئے کہا۔
 "تم جانتے ہو کہ بہت زیادتی کر جاتے ہو؟"

"میں پاپا سے کوئی بڑے سے برا سلوک بھی زیادتی نہیں کہتا سکتا۔ وہ اس سب کے مستحق ہیں۔" اس نے تندہ سے کہا۔
 "عمر! ہم جس سوسائٹی کا حصہ ہیں وہاں آگے بڑھنے کے لیے ایک ایک قدم بڑی احتیاط سے اٹھانا پڑتا ہے سوچنا پڑتا ہے کہ ہمارا کیا جاننے والا ہر فیصلہ ہمارے لیے کتنا فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ تاراض ہو سکتے ہو مگر تم اس کے خلوص پر شبہ نہیں کر سکتے۔ وہ شخص واقعی چاہتا ہے کہ تم زندگی میں کامیابی کی پہلے درجہ کی طرح کی ایک بڑی فیملی میں کی جی۔ اب وہ تم کو پیش کر رہا ہے۔ میں نے بھی عرفان کی منگنی اسی دوسرے سال کی تھی ہے اس کو پاپے کے لیے لوگ دس دس سال جھک مارتے رہتے ہیں۔" لینی انکل نے اپنے

سول سروٹ ہے کا حوالہ دیا۔
 "مگر میں شادی کرنا ہی نہیں چاہتا۔" وہ کچھ تنگ آ گیا۔

"کیوں؟"
 "میں میرا دل نہیں چاہتا۔"
 "میرا دل اور زار کی ڈائیورس کی وجہ سے۔؟"

"آپ جو چاہیں سمجھ لیں۔"
 "ضروری تو نہیں ہے کہ اگر پیر تنس کی شادی ناکام رہے تو بچوں کی بھی اتنی ہی ناکام رہے۔"
 "مجھے پیر تنس کی شادی کی ناکامی سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں بس اپنے کندھوں پر کوئی ذمہ داری لادنا نہیں چاہتا اور شادی۔ یہ ماہر تھانہ کام لگاؤ کم اس عمر میں میں انور کو نہیں کر سکتا بلکہ شاید کسی بھی عمر میں۔ اور ہاں! میں لینی انکل سے تنگ نہ ہوں۔" عمر نے بات کا موضوع بدلنے کی کوشش کی۔
 "کل؟ کل؟ کل؟ کل؟" اتنی جلدی جانے کی کیا ضرورت ہے؟
 "اتنی جلدی تو نہیں جا رہا ہوں! بہت دن ہو گئے ہیں۔ ویسے بھی اب یہاں میرا کوئی کام نہیں ہے۔"
 "تم نے جانتے ہو کہ چاہتا ہے۔"

"آپ ان کو تھانہ میں چاہتا نہیں چاہتا۔ میں دوبارہ ان سے کوئی بھلا نہیں کرنا چاہتا۔" اس نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔

"ماہر تھانہ۔" سے طوفا چاہتے تھے وہ مجھ۔ میں مل چکا ہوں۔ دوسرے ضروری کام بھی کر چکا ہوں۔ اب صرف شکستہ اسٹڈ کر کے لے لو یہاں نہیں رہ سکتا۔"
 "پاپا! ٹھیک ہے۔ شکستہ اسٹڈ مت کرو۔ ویسے ہی رہو چند دن تک نہیں بھانجی بھی اسلام آباد آ رہی ہیں۔ ان کے آنے تک تو تمہیں سال رہنا چاہیے۔" لینی انکل نے اسے اطلاع دی۔

"کیوں ان کے آگے۔" میں کہوں یہاں رہوں۔ میرا دل ہے ملنا ضروری نہیں ہے۔ جب میں ان کے ساتھ ان کے گھر پر رہا کرتا تھا پاپا سے یہ خیال گزارنے کے آتا تھا کہ انہوں نے مجھ کو میرا انتظار نہیں کیا۔ پھر اب ان کے ساتھ ایسی کون سی شہید کی ہو گئی ہے کہ میں ان کا انتظار کروں۔ وہ پاپا کی زندگی میں خود بھی دوسری بیوی بن گئی تھیں۔ پھر اب اگر کوئی شہید کی ہو گئی ہے تو کون سی قیامت آئی ہے۔ برواشت کریں۔ جیسے دوسرے وقت سے لوگوں نے انہیں پرورش کیا تھا۔ ویسے بھی وہ تو پاپا کو تیار کر لیں کما کرتی تھیں پھر ان جیو ما perfectionist اب انہیں اپنی زندگی کے جس حصے میں رکھنا چاہ رہا ہے۔ وہ چپ کر کے رہیں۔ اتنا شور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہیں کچھ نہیں مل سکتی تھی۔
 "عمر! اب جاؤ۔ مجھے ان فالٹز کو دیکھنا ہے۔"

لینی انکل نے اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے بڑی سرد مہری سے سامنے بڑی فائل پر نظریں جمائیں۔

"ٹھیک ہے! میں جا رہا ہوں۔ صبح کی فلائٹ سے میں لاہور چلا جاؤں گا۔ پاپا سے آپ کی بات ہو تو ان کو بتاؤں۔"

وہ اکتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

علیہ لاؤنچ میں داخل ہوتے ہی ٹھٹھک مٹی۔ عمر مانو کے ساتھ صوف پر بیٹھا خوش گویوں میں مصروف تھا۔ علیہ کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔
 "یو علیہ! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

"تب تک آئے؟" وہ کندھے سے اپنا ایک امارتے ہوئے کچھ آگے بڑھ آئی۔

"صبح تیار تھا۔ قریب کالج جا چکی تھیں۔" عمر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہنوں کا کیا شامل۔" عمر نے سناٹا انداز میں اس کے کندھوں پر جھولتے بالوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ یکدم

کچھ گڑبڑا گئی۔

"یار! یہ سیر کت بہت سوٹ کر رہا ہے جنہیں۔" وہ کچھ بول نہیں سکی۔

"کیوں گھڑی؟" وہ نانوے پوچھ رہا تھا۔ انہوں نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"میں کپڑے پہننے کے آئی ہوں۔"

وہ یکدم ہیک پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔ لاشعوری طور پر وہ نروس ہونے لگی تھی۔

عمر نے لاناؤج سے نکلے ہوئے اسے غور سے دیکھا۔ پھر وہ نانوے کے ساتھ دوبارہ باتوں میں مصروف ہو گیا۔

علیہ کچھ پریشان ہو کر اپنے کمرے میں آئی تھی۔ عمر نے اسلام آباد جاتے ہوئے وہ جتنی دیر اس اور پریشان تھی

اس کی واپسی نے بھی اسے اتنی ہی پریشان کر دیا تھا۔ اسے عمر کا یکدم مواپس آجانا اچھا نہیں لگا۔ نانوے اور نانوے کے

چند ہفتوں سے جاری اپنی سرگرمیاں چھپاتا تھا عمر کے ساتھ وہ کچھ دیر پریشانی کے عالم میں بیٹھ رہی تھی۔

پھر خاصی بے دلی کے عالم میں اس نے کپڑے بدل کیے۔ آج بھی اسے برٹش کونسل میں ذوالقرنین سے ملنا تھا اور

اب عمر کو کچھ کمرے سے اپنا پروگرام ظاہر ہوا تھا کہ عمر قریباً اس کے ساتھ گفتگو کے لیے اسے گھر پر

دو گھر کا کھانا اس نے عمر اور نانوے کے ساتھ کھلایا تھا۔ عمر کھانے کی سیزر بسکٹ رکھ رہا تھا۔ علیہ نے اسلام

آباد جاتے ہوئے اس کے چہرے پر افسردگی اور سادگی کی کیفیت دیکھی تھی۔ وہ اب سیر کر رہی تھی۔ وہ نانوے کو اسلام

آباد میں لیتا تھا۔ اس کے کمرے والوں کے ملاقات واقعات سنائے میں مصروف تھا اور علیہ وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی کہ وہ نانوے

سے اس کے سامنے برٹش کونسل جانے کی اجازت سے لے۔

کھانا کھانے کے بعد یکدم عمر اٹھ کر چند لمحوں کے لیے اپنے کمرے میں گیا اور علیہ نے موقع غنیمت جلتے

ہوئے نانوے پر ٹش کونسل جانے کی اجازت لے لی۔ نانوے نے اسے جلد واپس آنے کی تاکید کی۔

"ڈونٹ وری ناؤ! میں جلدی آجاؤں گی۔" وہ بہت مسرور ہو کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

بیک کے کمرے میں وہ اپنی لاناؤج میں آئی تو اس نے عمر کو ایک بار پھر نانوے کے پاس بلایا۔ علیہ اسے نظر انداز کرتے

ہوئے۔ یہ دلی درد انہوں کی طرف بڑھی تھی کہ اس نے عمر کو کھانے سے داناؤج نانوے کو اپنا سنا پکارنے سے منع کیا۔

"علیہ! وارنک۔ عمر بھی تمہارے ساتھ جا رہا ہے۔"

وہ گڑبڑا گئی۔ "میرے ساتھ؟"

"ہاں! تم برٹش کونسل جا رہی ہو۔ میں نے سوچا میں بھی ایک جگہ وہاں لگاؤں۔ کافی عرصہ ہو گیا۔"

اس بار عمر نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحوں کے لیے کچھ بھی سمجھ نہیں پائی کہ اسے کیا کہنا

چاہیے۔ "تم نے تو وہاں کافی دیر رہا ہے۔" اس نے جیسے بھانا گھڑنے کی کوشش کی۔

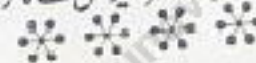
"کوئی بات نہیں۔" عمر نے دیر چاہو رہا تھا۔ میں اپنا کام کروں گا تم اپنا کام کرنا۔"

عمر نے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ علیہ یکدم پریشان ہو گئی تھی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ عمر اس

طرح اس کے ساتھ برٹش کونسل جانے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ وہاں ذوالقرنین اس کا انتظار کر رہا تھا اور عمر کے

ساتھ جا کر وہ اس سے تو نہیں مل سکتی تھی اور اسے برٹش کونسل میں ذوالقرنین سے ملنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں

تھا۔ وہ شخص دن کے عالم میں عمر کا منہ دیکھ رہی تھی اور عمر شاید اس کے تاثرات پر حیران تھا۔



دو کیوں علیہ! تم میرے ساتھ جانا نہیں چاہتیں۔" عمر نے فوراً "اندازہ لگایا، علیہ! یکدم گڑبڑا گئی۔

وہ نہیں! یہی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو۔۔۔" اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"پھر کچھ کہتے ہیں۔" عمر نے اس کی بات مکمل ہونے کا انتظار کیے بغیر باہر نکل گیا۔

علیہ وہ کچھ دیر خاموشی سے اس کی پشت کو کھوڑتی رہی، پھر بے دلی سے اس کے پیچھے باہر کوچ میں آ گئی۔

وہ اب ذرا نیچے سیٹ پر بیٹھ کر اس کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول رہا تھا۔ علیہ کو گھبراہٹ ہونے لگی۔ وہ

اب برٹش کونسل کسی صورت نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہاں ذوالقرنین اسے دیکھتے ہی اس کی طرف آجائے اور وہ عمر کے

سامنے اس سے ملنا نہیں چاہتی تھی۔

اچھے ہوئے ذہن کے ساتھ وہ دروازہ بند کرتے ہوئے سیٹ پر بیٹھ گئی۔

تم میری غیر موجودگی میں کچھ زیادہ خوبصورت نہیں ہو گئیں علیہ؟"

عمر نے سیٹ سے گاڑی سڑک پر لگتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ چند لمحوں کے لیے وہ مسرور ہوئی، کھڑکی سے باہر دیکھتے

ہوئے اس کے حضور بے قابو ہوا۔

"کیوں علیہ؟" وہ وہاں چادر ہاتھ۔

"آج نہیں۔" اس نے ہلکا سا انکار کیا۔

"نہیں یار! واقعی بہت خوبصورت ہو گئی ہو۔ سیر کت چینیج ہو گیا ہے، چہرے پر بھی خاصی رونق ہے! بات کیا ہے

علیہ؟" وہ شاید اسے چھین رہا تھا۔ علیہ کے ساتھ پر پیسہ نمونہ ہونے لگا۔

مگر یہ بھی ہو سکتا ہے؟ اسے یہاں آئے چند گھنٹے ہی تو ہوئے ہیں اور ابھی تو میری اس سے باقاعدہ بات بھی نہیں

ہوئی پھر ات ذوالقرنین کے بارے میں کچھ بتائیے چل سکتا ہے؟ وہ بے چین ہونے لگی۔

"تم اتنی خاموش کیوں ہو علیہ! کیا دوبارہ مجھ سے ناراض ہو گئی ہو؟"

"نہیں! ایسا کچھ نہیں ہے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ اس کے مسلسل سوالوں پر رنج ہو گئی۔

"کیوں طبیعت کو کیا ہو گیا ہے؟" وہ کچھ حیران ہوا۔

"ابھی تو تمہارا نکل ٹھیک نہیں۔"

"علیہ! اب کچھ دیر کے لیے خاموش رہنا چاہیے۔" وہ ایک ہلکا سا انکار کیا۔

عمر نے کھانسی سے اسے دیکھا۔ وہ بہت ناراض نظر آ رہی تھی۔ اس کے منہ میں اچانک ہونے والی یہ تبدیلی اس

کے لیے حیران کن تھی۔ علیہ دسے مزید کوئی سوال پوچھے بغیر وہ خاموشی سے گاڑی پکڑ کر تیار رہا۔

برٹش کونسل کے اندر عمر کے ساتھ داخل ہوتے ہوئے وہ بے تحاشا گھبراہٹ ہوئی تھی۔

"تمہیں کون سی بکس مل گئی ہے؟" عمر نے اپنے والٹ میں سے کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔

"مجھے کوئی بکس نہیں مل گئی۔ مجھے صرف بکس دیکھنی ہیں۔" اس نے نظریں ملاتے بغیر کہا۔

"اچھا! بہر حال۔۔۔ میں برٹش، سٹری پر ایک دو کتاب لینا چاہ رہا ہوں۔ اب تم چاہو تو میرے ساتھ رہو یا پھر آدھ

گھنٹہ تک میں باغیچہ پر آ جاؤں گا۔ تم بھی تب تک وہاں آ جانا۔" عمر نے پروگرام سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

علیہ نے فوراً "سر ہلادیا۔" ٹھیک سے میں تب تک وہاں آ جاؤں گی۔" عمر اپنے مطلوبہ سیکشن کی طرف چلا گیا۔

وہ اپنے تب تک دیکھتی رہی، جب تک وہ ٹیلو کے پیچھے اوپر چل نہیں ہو گیا۔ اس کی گھبراہٹ میں یکدم جیسے کسی

گئی تھی۔ اسے خوشی تھی کہ وہ ایک بار پھر ذوالقرنین سے مل سکتی ہے۔

جب اسے تسلی ہو گئی کہ عمر دوبارہ کسی کام کے لیے بھی واپس اس کی طرف نہیں آئے گا تو پھر وہ اس حصے کی طرف

بچھ لگی۔ حال ذوالقرنین سے اس کی ملاقات ہوتی تھی۔ ہمیشہ کی طرح ذوالقرنین وہاں موجود تھا۔

”آج پہلی بار تم میرے آئی ہو۔“ دوا القرمیں نے اسے سختی کھڑی پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔
”تھوڑی دیر اہم ہو گئی تھی اس لیے دیر ہوئی۔“ وہ کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گئی۔
”کیا براہیم ہو گئی؟“ دوا القرمیں نے استفسار کیا۔
”ہم نے میرے ایک کزن کو میرے ساتھ لے جایا ہے۔“ اس نے ہلکی آواز میں کہا۔
”کیا؟“ دوا القرمیں نے یک دم گھبرا کر ”کزن کو سچا دیا ہے؟ کہاں ہے وہ؟ تم اسے یہاں کیوں لائی ہو؟“
”میں خود نہیں لائی ہوں۔“ نانو نے زبردستی اسے بھجوا دیا ہے۔ دراصل اسے بھی برکلی کو ناسر
”نانو نے اسے میرے ساتھ ہی بھجوا دیا۔“ وہ بتاتے گئی۔

”ایسا کہنا ہے؟“
 ”جی ہاں، تمہیں دیکھ رہا ہے۔“
 ”تمہارے سر کے مارے میں تو کچھ نہیں تھا۔“ ”ذوالقرنین کہہ رہا ہوا تھا۔“

”معاذ اللہ“
”معاذ اللہ بے وقوف بوعلیزہ! اگر کرن ساتھ آیا تھا تو تمہیں یہاں مجھ سے ملنے نہیں آتا تھا میرے قتلہ“
”مگر کون؟ تم میرا انتظار کرتے رہتے۔ اور پھر عمر لے گاتے کہ وہ آج کھنڈے کے بعد مجھے ملے گا۔“
”اور اگر وہ آج کھنڈے سے پہلے ہی یہاں آ گیا اور اس نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تو؟“
”مجھے کیسے پتا چلے گا کہ میں یہاں ہوں نہیں؟ اسے بتایا ہی نہیں کہ میں کبھی سیکشن میں جا رہی ہوں۔“
”الانصری ہے۔ یہاں کسی کو صوبہ کا کوئی شکل کام نہیں ہے اور ضروری نہیں کہ وہ مجھیں دھوکہ دے۔“
”یہی اس طرح ہے کہ کسی بھی کام سے اوہر آسکتا ہے۔“
”مجھے اس کا خیال نہیں آیا۔“ علیہذا کچھ پریشان ہوئی۔

”بھرجاں اب میں جا رہا ہوں اور تم آئندہ محتاط رہنا۔ اگر ساتھ گزرن یا کوئی بھی ہو تو بھر مجھ سے ملنے کی کوشش مت کیا کرو۔ میں نے خود کسی پریشانی میں پڑنا چاہتا ہوں، نہ ہی تمہیں کسی پریشانی میں ڈالنا چاہتا ہوں۔“

”خمس میں انتظار نہیں کروں گا، اب بھی تم اس طرح لے جاؤ گی۔ میں یہ جانوں کہ تمہارے ساتھ کبھی میرے اور بچہ میں جھگڑا انتظار کرنے کے بجائے چاہیایا نہیں گا۔“

وہ خدا حافظ تھے، وہ نے وہاں سے چلا کیا، علیحدہ ہے جدا یوں اور دل گرفتگی کے عالم میں اسے بات تو کہتی رہی اسے مریبے، خاصا غصہ آیا تھا، صرف اس کی وجہ سے ذوالقرنین کو اس طرح وہاں سے ہٹا دیا تھا۔

یہاں تھا اگر وہ اس طرح میرے ساتھ کسی شہر نہ کرتا۔ کم از کم ذوالقرنین کو اس طرح ہریانہ اور گجرات پہنچاتا۔

وہ اس وقت عمر کی دہائی تھی۔ ذوالقرنین کو ہونے والی پریکالی کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھ سکتی تھی۔

”اب آگے کیا ہو گا؟“ عمر نے دوبارہ پھر میرے ساتھ پرانے نسل آنے کے لیے اصرار کیا۔ پھر میں کیا کہنا

کی؟ کیا مجھے ذوالقرنین کے ساتھ ملاقات کی جگہ بدل لینی چاہیے۔ ”وہ جیسے کسی فیصلہ پر پہنچنے کی کوشش کر رہی

”جیو جیو! میں تمہیں کافی پہچانتا ہوں۔“ اس نے علی علیزہ کا ہاتھ ہوا موڈ بحال کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

200

پھر کہا تھا ہے؟ کیا ایسا ہے؟ تم خود بتاؤ۔" وہ اسے اپنے کی طرح ہلاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
 "میں نے کچھ بھی کھا چکا تھا۔ آپ بس گھر چلیں۔" اس نے بے دردی سے کہا۔
 "پھر راتیں تو کچھ کھا کر بیٹا جا رہا ہوں۔ آخر اسے ہفتوں کے بعد ملا ہو رہا ہوں۔"
 "مجھے کچھ حصہ لوں اس کے بعد آپ کو چاہیں کریں۔" اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔
 "تو تین یا چار چکائیوں کے نہیں میرا ساتھ آتا اچھا نہیں لگا تو مجھ میں صرف اس کی وجہ کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" اس بارے میں سیری مدد کر سکتی ہو؟ "وہ ایک دم ہی سنجیدہ ہو گیا وہ تو اسے دیکھنے کے بجائے نگاہ دوڑ رہی۔
 "جلد! اس سے پہلے کہ تم دوسرے کے تم خاصو شی میں نہ ہو اس صورت لگتی ہو؟" عمر نے اسے پوچھا کہ کیا بار
 پھر قہقہہ کرنے کی کوشش کی۔
 ایک لمحہ کے لیے اس کا پتہ نہ رہا وہ اندھونہ کی سے باہر دیکھنے لگی۔
 "پھر وہ دیر خاصو شی سے اتار دیتے ہوئے تھے کسی انداز سے پرتھپنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر اس نے اپنی توجہ
 اپنے ننگے پاؤں کو کر لی۔

”تمہارا وہاں تو ٹھیک ہے۔ آجائے ہو کیا کہہ رہے ہو؟“ ٹالو کے چروں تلے سے زمین نگل گئی۔
 ”ہیکم سا۔“ ایس جی کہہ رہا ہوں۔ علیٰ زہلی کی کوڑھوٹے میں ہی تو درہو کی ہے۔“ گارائیو رٹالو سے کہہ رہا تھا۔
 عمر نے لاونج میں داخل ہوئے ان دونوں کے درمیان بوجھنے والی فگنڈ نہیں سنی۔ وہ ٹالو کے پہرے کے
 اوتھو کیہ کر رہا تھا وہ اب سیدھا مٹی کے عالم میں صوف سے کھڑی ہو گئی تھیں۔
 ”ایسا تو اگر خیر؟“ آخریت تو ہے؟“ اس نے سچاٹے کی نوعیت جھنجھکی کو شخص کی۔
 ”خدا کا جی میں نہیں ہے۔“ انہوں نے فگنڈ کے ساق پر کہا۔
 ”کہا۔؟“ عمر بھی ایک دم بچہ ہو گیا۔

”خلوہ کالج میں منتقلی ہے اور آپ اس کا اظہار کر کے جواب کر آیا۔“ نانو اب روپائی ہوئے تھے۔
 ”اس میں پریشان ہونا کیا بات ہے؟ وہ کسی دوست کی طرف سے ملنی ہوگی۔“ سمر نے نانو کو تسلی دینے کی
 کوشش کی۔

میں نے وہ کسی گھبراہٹ کی طرف دیکھا تھا۔ بے اختیار نہیں جاتی، خاص طور پر کالج سے۔ اور اس کی دوست سے بھی کون سا مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ کیا کرنے لگے گی؟ اندر محدود لڑکیوں سے علیحدہ کئے بارے میں پوچھا تھا انہوں نے بتایا کہ وہ آج کالج ہی نہیں آتی۔"

۱۰۔ کالج میں بھی؟ "عمر کا بارگاہ"۔

۱۱۔ اگر وہ کالج نہیں آئی تو کون سی ہے؟ "ناز اب بڑبڑاتی ہے۔"

۱۲۔ کون ہے؟ "کون ہے؟"

[illegible]

”گر جی! آپ ذرا شہلا کو فون کریں، ہو سکتا ہے وہ اس کے گھر ہو؟“

”فون شلا کی مٹی نے اٹھایا کانو نے ان کی آواز سننے ہی ان سے شلا کے بارے میں پوچھا۔
 ”شلا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس لیے وہ آج کل صبح گھر سے اس وقت بھی وہاں پہنچ کر سے میں سہی

”جہ“
 شلا کی مٹی نے کہا اور ہانسی تھراہٹ میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ مزید کچھ کے بغیر نظیر انہوں نے فون رکھا۔
 ”شلا تو آج کل صبح گھر سے نہیں نکلتی۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“
 ”نہیں۔“

"علیہ عمر کا چہرہ دیکھ کر وہ گئی جو بڑی روانی ہے۔ جھوٹ بول رہا تھا۔" اندریٰ کچھ دیر اس لڑکے کے ساتھ بیٹھی رہی مگر اس کی کسی ٹھکانے کی کوئی پکڑ نہ پائی۔ اس کے بارے میں پوچھ کر جاچکا تھا اب میں یہ ساری باتیں سن رہا ہوں۔ جب وہ گئی تو اب تک صدیق چوکیدار کے پاس کے بارے میں پوچھ کر جاچکا تھا اب میں یہ ساری باتیں سن رہا ہوں۔ وہ سال پریشان بیٹھی تھی مگر بھی اس نے دو تین پاروں میں مگر فون انگریج کل رہا تھا میرا خیال ہے اس نے اس کی حالت

فون کیا ہو گا جب آپ شملہ کی محلی سے بات کر رہی تھیں؟ "نانونے لہجے میں اب تشویش کے بجائے غصہ تھا۔ "مگر چوکیدار تو کہہ رہا تھا کہ وہ کالج آئی ہی نہیں۔" کسی دوسری علیہ کی بات کر رہا تھا اور اسے واقعی یہ

یہاں میں نے چوکیدار سے پوچھا تھا وہ شرمندہ ہو گیا۔ وہ کسی دوسری علیہ کی بات کر رہا تھا اور اسے واقعی یہ

نہیں تھا کہ اندریٰ کیا کسی پارل میں مصروف تھی۔ "وہ جھوٹ بول رہا تھا۔" وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ "نانونے کچھ عجیبے ہوئے کہا۔ عمر نے موبائل علیہ کی طرف بڑھا دیا۔

مگر خیر سے بات کر رہی۔

علیہ نے کچھ نہیں بولا کر سوا تل ہاتھ میں لیا۔
 "اگر وہاں کی حد گروی تم نے" سوا تل پر بیٹھتے ہی اس نے دوسری طرف مانو کو کہتے: "نا میں تو بھی یہ
 کہ کتنی تھی کہ تم اپنی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر سکتی ہو" تمہیں شرم ہی چاہیے۔ تمہاری وجہ سے کتنی پریشانی
 حاصل ہوئی ہے۔"

مانو اس کی بات سے بغیر مسلسل بول رہی تھی اور اس وقت علیہ کو اس میں اپنی غافیت محسوس ہو رہی تھی۔
 جب چاہ ان کی باتوں کا کھاتی رہے۔ وضاحتیں نہیں کرنے سے اس وقت یہ کام ہو رہا تھا وہ مقرر تھا وہ سب سے پہلے
 کتنی تھی۔ مانو کو وہ اس کام میں مصروف رہیں پھر انہوں نے بیلڈی گھر آنے کا کہہ کر فون نہ کیا۔

مغرب تک گاڑی کو ۱۱ بارہ سڑک پر لایا تھا علیہ نے سوا تل بند کرنے کے بعد اس کی طرف رجوع کیا۔ گاڑی
 ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ خوفزدہ تھی تو اس وقت وہ بے حد شرمندہ تھی۔ عمر کے ساتھ اسے مانو کے سامنے کسی بول
 سے بھرا تھا مگر خود اس کی خاموشی اسے پچھلا رہی تھی۔

کیا یہ مجھ سے واقعی کچھ بھی پوچھنا نہیں چاہتا؟
کیا یہ مجھ سے ناراض ہے یا میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے؟
یہ اب مجھے اچھی لڑکی تو نہیں سمجھ رہا ہو گا۔
محبت سے سوال اس کے بعد دیگر کچھ بے چین کر رہے تھے۔
دو طرفہ حرف مرادی لایروانی اور بے نیازانہ سے گاڑی پلانے میں مصروف تھا۔
اب یہ موقع تھے میں مصروف تھی کہ کیا اسے میرے کو مخاطب کر لے تا چاہیے۔
میں نے نہیں پارتی تھی اسے حیرت ہو رہی تھی کہ کیا وہ واقعی اس سے کچھ پوچھنا نہیں چاہتا کیا اسے کوئی شکر
ہے کہ میں کہاں کی تھی اور کس کے ساتھ تھی۔ اور اس نے نانو سے میرے بارے میں جھوٹ کہا
کیا یہ واقعی میری اتنی پروا کرتا ہے کہ مجھے ہر نقصان سے بچانا چاہتا ہے۔ یا پھر یہ مجھ پر احسان کر کے مجھے
کامیاب اس کی خاموشی سے الجھنے لگی تھی۔
یاد آئی تھی نانو اور نانا سے یہ بات چھپانے کے بارے میں کسی لڑکے کے ساتھ تھی تھی یا پھر میرے سامنے کیا

سوچ رہی تھی اور اس کے کچھتاوے میں اضافہ ہو رہا تھا۔
مجھے خدا تعالیٰ کے ساتھ نہیں جانا چاہیے تھا اگر میں اس کے ساتھ نہ جاتا تو آج کم از کم میں اس طرح نہ

میں نے جلدی ہوتی۔ وہ سوچ رہی تھی۔
 پہلی بار وہ ذوالقرنین کے اصرار پر اس کے ساتھ گئی تھی ورنہ اس سے پہلے اس کی ذوالقرنین سے ملاقاتیں
 نسل اور ایک دو جگہوں تک ہی محدود تھیں۔ وہ ان جگہوں پر جاتی تو ذوالقرنین پہلے سے وہاں موجود
 ہوا دونوں پہنچے وہاں پہنچے باتیں کرتے رہتے اور پھر واپس چلے آتے۔ عمر عمر کے آنے کی وجہ سے اس کا برٹش
 کونسل کاشیڈول کی طرح متاثر ہو رہا تھا۔ وہ کوشش کے باوجود ذوالقرنین سے مل نہیں پاری تھی کیونکہ ثانو ہر جگہ
 عمر کو اس کے ساتھ بھیجے کی کوشش کرتیں۔ خود عمر بھی بڑی خوشی سے اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ رہتا اور یہ چیز علیحدہ
 پہلی طرح خوش خبری تھی شاید یہ اسی فرسٹریشن کی وجہ سے تھا کہ جب ذوالقرنین نے اس سے کان سے اپنے

[illegible]

اس نے تیس سالہ القزین یا لنگن کو فرما دیا تھا بلکہ وہ اسے بھی تسلیاں دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر اس کی تسلیوں نے اس کی کوئی زیادہ اثر نہیں کیا تھا۔ کانچ پختہ پہنچتے پہنچتے ساڑھے تین بج چکے تھے اور ری سہمی کمر اس وقت پوری ہوئی تھی۔ جب صلیب نے عمر کی گاڑی کو کانچ کے گٹ سے کچھ فاصلے پر دھکا دیا۔ اس نے نو القزین کو اس وقت وہاں عمر کی موجودگی کے علم سے میں نہیں بتایا تھا مگر اس کا چہرہ مت تک کانپنا شروع ہو چکا تھا اسے توقع تھی کہ عمر کے ساتھ نہ تو بھی وہاں ہوں گی اور نہ وہ اس وقت کانچ کے اندر ہوں گی مگر بعد میں عمر کو اکیلا وہاں دیکھ کر اسے کچھ حیرت ہوئی اور عمر کے اب تک کے رویے نے اس حیرت میں بتدریج اضافہ ہی کیا تھا۔

و اپنے گھر میں ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔ ”جیسے کہ ان“ عمر نے کتاب سے نظر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ دروازہ آہستہ آہستہ کھلا اور عمر نے علیہ کو اندر آتے دیکھا۔ عمر الٹا کاک کر، دیکھتے دیکھتے کچھ حیران ہوا۔ رات کے اس وقت علیہ کا وہاں آنا خاصا حیران کن تھا۔

”میں نے آپ کو مشرب نو نہیں کیا“ اس نے اندر آ کر کہا۔

”ابو یوسفؒ نے کہا: ”عمرؓ کتاب بند کر کے سائیدہؓ کو بلال پر رکھتے ہوئے کہا۔“

”کولی پریشانی ہے؟“ عمر نے اسے مسلسل خاموش دیکھ کر گفتگو شروع کرنے میں اس کی مدد کی۔
 ”نہیں۔“ اس نے اسی طرح کارپٹ پر نظریں جمائے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 ”جیسے کہ میں خاموشی رہی پھر صلیبہ نے خاموشی کو توڑا۔“
 ”نہیں، مجھے رات کے اس وقت یہاں دیکھ کر حیران ہوئے ہوں گے؟“

”نہیں۔“ عقیقہ یار عمر نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔ عقیقہ نے بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ بے حد ہنسکن نظر آ رہا تھا۔ ”تم اگر یہ سوچ کر پریشان ہو رہی ہو کہ میں گریبی کو تمہارے بارے میں کچھ بتاؤں گا تو بے فکر

رہو۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔" چنانچہ اس نے خود ہی اس سوچ پر اُٹھ کر کہا تھا۔
 "اب کچھ سے کچھ نہیں کہیں گے۔" اس نے کہا۔
 "میرا فریڈ ہے؟" مگر اب بھی اسی طرح کہہ رہا تھا۔
 "نہیں۔" اس نے اذیتناں سے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے بے چین ہوتے ہوئے کہا۔

"تم ہمارے بہترین ہو۔" مگر اس نے اپنے ہاتھ لائی والی تھی اور ہلکے سے
 لاٹھلی اٹھائی نہیں تھی۔ "ابھی اس کی عمر کی بات یہ یقین نہیں آیا تھا۔"
 "نہیں میں واقعی کچھ نہیں کہہ سکتا۔" مگر اس نے کہا تھا کہ جانا چاہتی ہو۔ تو کیا کہہ سکتا تھا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

"اور آپ نے مجھے بتانا کیوں چاہتے ہیں؟"
 "تم میری دوست اور کزن ہو۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔
 "نہیں۔" اس نے کہا۔

”تم کچھ جانتا چاہتی ہو یا محمد؟“ عمر حمیدہ ہو گیا۔
 ”جی۔“
 ”تو پھر اس طرح جاننا واقعی غلط ہے۔ میں کوئی کٹر رویہ نہ ہوں تو نہیں ہوں، مگر اپنی فیملی کو اچھی طرح جانتا ہوں اور تمہیں بھی۔ تم کچھ نہیں ہو۔ میں آج میں ہر چیز کو لگ لگتی ہوں۔ میں اس کو ہانپتی ہوں اور اسے اپنے منہ سے نکالتے ہوئے ہیں۔ ذوالقرنین اچھا ہے یا برا؟ میں نہیں جانتا مگر تم ابھی لوگوں کو یہ کہنا نہیں چاہتیں کہ سارا کوئی Exposure نہیں ہے۔ اس کے اپنی زندگی کے بارے میں محتاط رہو تو خاصا بہتر ہے۔“
 وہ خاموشی سے سر ہٹا کر اس کی بات سن رہی تھی۔
 ”ذوالقرنین ایسا نہیں ہے۔“ اس نے اپنا گلہ صاف کر کے ہوئے کہا۔
 ”تم کچھ نہیں سکتی ہو؟“ اس نے دوبارہ کہا۔
 ”He Infront (وہ مختلف ہے)۔“
 عمر بے اختیار ہنس اٹھا۔ ”یہ اس نے تم سے کہا یا تم نے خود سوچا؟“
 ”He is Really Infront (وہ واقعی لا سببوں سے مختلف ہے)۔“ علیزہ نے ہنس کر اسے دیکھ کر دلا۔

”کی کو شش کی۔“
 ”ہر انسان دو سرے انسان سے مختلف ہوتا ہے۔ فکر پر نہیں کے لئے کریجزز تک کچھ بھی ایک ہی نہیں ہو سکتا۔“ عمر نے ہنس کر جواب دیا۔
 ”وہ اندر سے مختلف ہے۔“ علیزہ نے اپنی بات زور دیتے ہوئے کہا۔
 ”تم اس کے اندر کچھ بھی نہیں۔“ اس نے آئی سی ڈی ڈی کر کے کہا۔
 ”میں اپنا اندر دکھایا ہو؟“ علیزہ نے کہا۔ ”کہہ رہا ہوں ناں۔“
 وہ اسے مذاق اڑا رہا تھا۔ علیزہ کا چہرہ میں نہ ہونے لگا۔
 ”وہ واقعی ایک مختلف مرد ہے۔“
 وہ اسے اپنی بات پر سرزدی۔

”Whata Typical phrase۔“ عمر ایک بار پھر ہنس اٹھا۔ ”Diffrent man“ کوئی کچھ مختلف نہیں ہوتا ناں۔
 ڈیڑھ گزرنے۔ کم از کم گول فریڈ کے معاملے میں کوئی مختلف نہیں ہوتا۔ ہر ایک کی سوچ اور محسوسات ایک جیسے ہوتے ہیں۔“

”میں اس کی گول فریڈ نہیں ہوں۔“ علیزہ کو اس کی بات پر مذاق لگا۔
 وہ اس کا فیصلہ تو بعد میں ہو گا میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم کچھ Realistic (حقیقت پسند) ہو جاؤ۔ ہم دنیا میں رہ رہیں اور دنیا میں کوئی مختلف نہیں ہو نا۔ بعض لوگ تو ہمیں بظاہر مختلف لگتے ہیں وہی ہمارے لیے سب سے زیادہ عذاب لاتے ہیں۔ تب ہمیں پتا چلتا ہے کہ وہ کتنے معمولی اور عام سے ہوتے ہیں اور شاید بے قیمت بھی بلکہ بعض دفعہ وہ عام لوگوں سے بھی زیادہ بے قیمت ثابت ہوتے ہیں۔“

وہ بات کرتے کرتے سنجیدہ ہو گیا۔
 ”ذوالقرنین ایسا نہیں ہے۔“ اس کی ساری باتیں سننے کے بعد اس نے سر اٹھا کر بڑے اطمینان سے کہا۔
 ”میری ڈیڈ انش ہے۔ واقعی ایسا ہی ہو۔“ عمر نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ حسب معمول رات کے وقت ناٹو اور ناٹا کے سجاوٹ کے بعد لاؤنج میں آئی۔ پچھلے ہی طرح لائٹ گن کے بغیر صرف کورینڈو لائٹیں روشن رہیں اور باور کے باج اور باہر لائنج کی کمر کیوں سے آنے والی روشنی کی روشنی میں صاف ہر چیز کو ڈال کر ڈال کر دکھایا گیا۔

ہر گز شانی تو نہیں ہوئی؟“
 رابطہ قائم ہو کر آئی ذوالقرنین نے یہ سنا سہل لیا تھا۔ وہ ابھی علیزہ کو کال پر چھوڑتے ہوئے تھیں کہ علیزہ کو پتہ چلا کہ علیزہ نے عمر کے ناٹو سے جھوٹ بولی دیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اندر کال میں ہی تھی اور وہ کہہ رہا کہ غلط فہمی ہو گئی تھی۔ ناٹو نے اس کی بات پر اعتبار کر لیا۔ اگر وہ جھوٹ بولتا تو ناٹو سے پتا آج بہت مشکل ہو گیا تھا۔ وہ علیزہ کے منہ میں تھیں۔

اس نے جیسی آواز میں کہا۔
 ”ذوالقرنین کو براہ راست بولی جھوٹ بولتی رہتی ہو۔ میں تم سے کہہ رہی رہا تھا کہ کچھ نہیں ہو گا۔“ ذوالقرنین نے ہنس کر اس کی بات پر مذاق لگا دیا۔

”مگر عمر نے جو ناٹو جھوٹ بولتا تو پھر میرے ساتھ کہا ہو سکتا تھا آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے کہ کتنے آپ ناٹو کو نہیں جانتے۔“ علیزہ نے کہا۔ ”میں آئندہ اس طرح کال سے کبھی نہیں جاؤں گی۔“
 ”تم بہت بڑول ہو علیزہ۔“ ذوالقرنین نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔ ”وہ خاموش رہیں۔“
 ”تمہاری ناٹو آخر کیا کر سکتی ہیں؟“ عمر نے جان سے تو نہیں مار سکتی ہیں۔“
 ”میں بھی کچھ اچھا نہیں لگا کر ان کو کچھ کچھ جانتا ہوں۔“

”تمہاری ناٹو؟“ اس نے ڈیڑھ کیوں؟“ ذوالقرنین نے کچھ الجھ کر کہا۔
 ”کوئی نہیں جانتا۔ میں ان کے پاس رہتی ہوں۔ میں ہر کام میں اپنی مرضی نہیں کر سکتی۔“
 ”اپنی رو سے یہ سب چھوڑ دو۔ کوئی اور بات کرتے ہیں۔ یہ تمہارا گزرنہ مگر خاصا مہیاں ہے تم سے۔ اس نے تمہارے لیے تمہاری ناٹو جھوٹ کیوں بولا۔“

”ہاں وہ اچھا ہے Verry Caring“ علیزہ نے کچھ خوش ہو کر کہا۔
 ”سب کے لیے یہ صرف تمہارے لیے؟“ وہ کچھ دیر کے لیے کچھ بول نہیں سکی۔

”کچھ نہیں ایسے ہی کہہ رہا تھا۔ آج کل ایسے گزرنہ کہاں ملتے ہیں۔ واقعی اچھا ہے تمہارا گزرنہ۔“ ذوالقرنین نے فوراً بات بدل دی۔

”تم آپ سے ملنا چاہتا ہے۔“ علیزہ کو کچھ دیر پہلے عمر کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو یاد آئی۔
 ”کیا؟“ ذوالقرنین جیسے اس کی بات پر بری طرح ہکا۔
 ”وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔“ علیزہ نے اپنی بات بدھرائی۔

”کیوں مجھ سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟“
 ”یہ میں نہیں جانتی۔ اس نے کہا تھا کہ میں اسے آپ سے ملواؤں۔“ علیزہ نے دانستہ جھوٹ بولا۔

”مگر میں اس سے ملنا نہیں چاہتا۔“ ذوالقرنین نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا۔
 ”کیوں؟“ علیزہ کو پتہ نہ چلا۔

”میں اس سے مل کر کیا کروں گا؟“ میں اسے جانتا ہی نہیں۔“
 ”وہ میرا گزرنہ ہے۔“ علیزہ نے جانتے کی کوشش کی۔

”مگر میرا گزرنہ نہیں ہے۔“
 ”اس سے ملنے میں کیا ہرج ہے؟“
 ”میں اس سے مل کر کیا بات کروں گا؟“

”ہو سکتا ہے اسے آپ سے کوئی ضروری بات کرنا ہو؟“
 ”کیا ضروری بات کرنی ہے؟“ اس یار ذوالقرنین کا لہجہ خاصا تھیکا تھا، علیزہ کو کچھ ہنسنے کی ہمت نہیں ہوئی۔
 ”تو بس ٹھیک ہے پھر اسے مجھ سے ملوانے کی کیا ضرورت ہے اب کسی اور ٹاپک پر بات کرتے ہیں اس لئے
 تمہیں عمر کے ساتھ ملاقات کا شیڈول طے کرنے کے لئے تو فون نہیں کیا۔“
 ذوالقرنین کی آواز میں آکٹا ہٹ سمجھ۔ علیزہ نے کچھ بے نی کے ساتھ موضوع بدل دیا۔ اسے ذوالقرنین کے فون
 سے ملاقات سے انکار پر حیرت ہو رہی تھی۔ کچھ دیر وہ لوہا ہات کرتے رہے پھر خلاف توقع ذوالقرنین نے جلدی فون
 بند کر دیا۔

”تم نے ذوالقرنین سے بات کی؟“ اس واقعہ کے تقریباً ایک ہفتے کے بعد عمر نے ایک شام اس سے پوچھا۔

”ہاں۔“
 ”پھر؟“

”وہ آپ سے ملنا نہیں چاہتا۔“ علیزہ نے اس سے نظریں ملانے بغیر کہا۔

”کیوں؟“ عمر کو مت حیرت نہیں ہوئی۔

”یہ مجھے نہیں بتا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آپ کو اس سے کیا بات کرنی ہے؟“

”تم نے اسے نہیں بتایا۔“

”نہیں۔ مجھے بہت مشکل لگ رہا تھا۔“ اس نے کچھ نہ امت سے کہا۔

”مگر بات تو اس سے کرنا ہی ہے۔ آج نہیں تو کل۔ کل نہیں تو پرسوں۔“

”میں کیا کروں۔ وہ ملنا نہیں چاہتا تو میں اسے مجبور کیسے کر سکتی ہوں؟“ علیزہ نے بے چارگی سے کہا۔

”اگر وہ تمہارے بارے میں واقعی میریس سے تو اسے مجھ سے ملنے سے ڈرنا نہیں چاہیے۔“ عمر اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔

”علیزہ! کیا وہ تمہارے بارے میں واقعی میریس ہے؟“

”ہاں۔ میں نے آپ سے کہا ہے نا وہ دوسروں سے Diffrent ہے۔“

علیزہ نے عمر کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ عمر کچھ دیر خاموش رہا۔

”اگلی بار تم اس سے کہاں مل رہی ہو؟“

علیزہ ہنس ہوئی۔

”کیس بھی نہیں۔ اب میں اس سے نہیں ملوں گی۔“

”میں چاہتا ہوں تم اس سے ملو اور اس بار میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔“

”اگر وہ آپ سے ملنا نہیں چاہتا۔“

”اسے چاہئے کہ ہنسنے کی ضرورت نہیں ہے میں اس سے کہوں گا کہ میں تمہیں چھوڑنے آیا ہوں اور پھر اس
 سے کچھ بات چیت ہوگی۔“ عمر نے جیسے مسئلہ کا حل نکال لیا تھا۔

”لیکن اگر وہ ناراض ہو گیا تو؟“ علیزہ کو فکر ہونے لگی۔

”ناراض کس بات پر ہو گا؟“

”اس طرح آپ سے ملوانے پر۔“

”تم نے خود کہا ہے وہ ایک مختلف آدمی ہے۔ میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں وہ کتنا Diffrent ہے۔ اگر وہ تمہارے
 بارے میں واقعی سنجیدہ ہے تو ناراض نہیں ہو گا۔ اور میں اس سے ملنے تو نہیں جا رہا۔ اچھے ماحول میں بیٹھ کر اس
 سے کچھ اچھی اچھی باتیں ہوں گی۔ اس میں فکلی کہاں سے آجاتی ہے۔“

عمر اسے مطمئن کر رہا تھا علیزہ سوچ میں پڑ گئی۔

”ٹھیک ہے میں آپ کو اس سے ملوانے کی ہوں۔“ کچھ دیر بعد وہ جیسے کسی فیصلہ پر پہنچ گئی۔

”تم اسے کہاں بلوانو گی۔“

”پر کسی کو نسل۔“ اس نے کہا عمر نے حیرانی سے اسے دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اچھا تو میرے ساتھ برٹش کو نسل جانے پر اس لیے اعتراض ہوا تھا، وہاں ذوالقرنین صاحب سے ملاقات ہوتی
 ہوگی۔“

علیزہ اس کی بات پر بھل ہو گئی۔

”بہر حال تم برٹش کو نسل کے بجائے اسے کسی پارک میں بلوانو۔“ عمر نے جگہ طے کرتے ہوئے کہا ”یا پھر کسی
 میٹروںٹ میں۔“

”کیا ہے دن وہ عمر کے ساتھ ایک پارک کی پارکنگ میں موجود تھی۔ کار سے اترتے ہوئے وہ نروس ہو رہی تھی
 اس نے ذوالقرنین کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ آج عمر کو بھی ساتھ لارہی ہے اور اب وہ خوفزدہ تھی کہ کیسے ذوالقرنین اس
 بات پر ناراض نہ ہو جائے۔“

ذوالقرنین پارک کے اندر مخصوص بیچ پر بیٹھا ہوا تھا عمر کے ساتھ چلتے ہوئے علیزہ نے اسے دور سے ہی کھڑے
 ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ شاید اس نے علیزہ کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور نہ صرف علیزہ کو بلکہ اس کے ساتھ آتے
 ہوئے عمر کو بھی اور اس کے کمرے ہونے کی وجہ بھی سمجھ گئی تھی۔

”میں کیسے اس بیچ کر اس نے ذوالقرنین کے چہرے پر بوکھاہٹ اور ناگواری کے تاثرات دیکھے تھے۔“

”ہیلو میں عمر ہوں آپ یقیناً ذوالقرنین ہیں۔“

عمر نے اس کے پاس بیچ کر اس نے ذوالقرنین کے چہرے پر بوکھاہٹ اور ناگواری کے تاثرات دیکھے تھے۔

”مگر اب اسے بغیر اس سے بات ملایا۔“

”آپ سے ملنے کا خاصا شوق تھا مجھے۔ علیزہ کافی تعریف کرتی رہتی ہے آپ کی۔“

عمر اس کی سرد مہری سے متاثر ہوئے بغیر بولا۔

”میں نے سوچا مجھے بھی ملنا چاہیے آپ سے مجھے تو آپ جانتی ہی ہوں گے میں علیزہ کا رزن ہوں۔“

ذوالقرنین اب بھی کچھ بول نہیں رہا تھا شاید اس کے لیے علیزہ کی یہ حرکت اتنی غیر متوقع اور حیران کن تھی کہ
 اسے اپنے لومنان پر قابو پانے میں وقت لگ رہا تھا۔

”آپ مجھ سے ملنا کیوں چاہتے تھے؟“ ذوالقرنین نے بالآخر عمر سے کہا اس کا لہجہ خاصا خشک تھا۔

”بس ایسے ہی۔ کچھ باتیں کرنی تھیں آپ سے؟“

”کیا باتیں کرنی تھیں؟“

”اس طرح کھڑے کھڑے کیا بات ہو سکتی ہے۔ آرام سے بیٹھتے ہیں۔ کوئی ایسی بھی خاص بات نہیں ہے۔“ عمر
 نے مسکراتے ہوئے بیچ کی طرف اشارہ کیا۔

”میں مجھے جلدی ہے کچھ کام ہے۔ یہ تو علیزہ نے اصرار کیا تو میں یہاں ملنے کے لیے آیا۔ ورنہ آج میرے
 پاس بالکل وقت نہیں تھا۔“

ذوالقرنین نے اپنی رپورٹ وارج پر نظر دوڑاتے ہوئے عمر سے کہا۔

”آپ کو جو بات کرنی ہے وہ جلدی کریں۔“ عمر نے ذوالقرنین کو خاصی گرمی نظروں سے دیکھا۔ ذوالقرنین کو اس
 کی نظروں سے ابکھن ہوئی تھی۔

”علیزہ کو کب سے جانتے ہو؟“ اس نے ذوالقرنین سے پوچھا۔

”یہ بات تو آپ علیزہ سے بھی پوچھ سکتے تھے کیا صرف اتنی بات جاننے کے لیے یہاں آئے ہیں؟“

وعدہ کروں، اگر اسے خود ہی میرے بارے میں کوئی خوش فہمی یا غلط فہمی ہو جائے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ ہمارا اس طرح آر کوئی کزن کو پکڑ لائے۔ ایسا مشکل بلکہ میٹنگ کے لیے تو میں اڑ کر دو بندہ نہیں ہوں جو اس طرح پھنس جائے۔ ایسی جیسی ہزار لوگوں کے ساتھ میل جول ہے میرا۔ سب کے ساتھ شادی کر لوں کیا؟ اس کے لپے میں ٹھیک

”مجھے تم سے مل کر واقعی بڑی خوشی ہوئی ہے ذوالقرنین! کیونکہ تم میری توقعات پر بالکل پورا اترے ہو۔ میں جتنے غصیا آدمی سے ملنے کا سوچ کر آیا تھا، تم اس سے زیادہ غصیا نکلے ہو۔ ہر حال دیوارِ ہنسنے اگر کبھی علیحدہ کوفون کیا یا اس سے ملنے کی کوشش کی تو ملنے سے پہلے وصیت کر آتا کیونکہ پھر تم دیوارِ واپس نہیں جاسکو گے۔ ابوعلیہؑ“

عمر نے اسی طرح سکونانہ انداز میں اس سے بات کر کے بعد علیہؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور واپس مڑ گیا۔ اپنے چہرے سے ذوالقرنین کا ایک لڑکھٹا ہوا چہرہ نمایاں ہوا۔

وہ اسے ساتھ لے کر پارک تک میں گیا گاڑی میں بیٹھ کر اس نے پہلی بار علیزہ کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ وہ بالکل راز تھی۔ مگر اس کی کیفیات کا اندازہ لگا سکتا تھا، وہ جانتا تھا اسے شاک لگا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اسے ہوا لڑھکی کے منہ سے کبھی پانے والی کسی بات پر یقین نہیں آیا ہو گا۔ اور عمر کو اس وقت اس سے وعدہ دینی بھی محسوس ہو رہی تھی۔

انگار اشارت کرتے ہوئے بچائے اس نے علیزہ کی طرف مڑ کر اس سے کہا۔

”نہی بھی چیز کو سر پر سونپ کر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ زندگی میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے۔“

Experience is the other name of our mistakes
to take it as a mistake.

علیہ ز نے محکمہ کی کوشش نہیں کی وہ غلط فہم کر رہی تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے اس سے کبھی بڑی بات نہیں کہی تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے اس سے کبھی بڑی بات نہیں کہی تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے اس سے کبھی بڑی بات نہیں کہی تھی۔

اس نے ایک بار بھی اس کی باتوں کے جواب میں کچھ کہا نہ ہی اسے دیکھنے کی کوشش کی۔ سو بے اثر چہرے کے ساتھ اس نے چار سو گھنٹے گزاری۔

عمرات تحریر و تصانیف کرنے کے بعد خود پھر گاڑی لے کر باہر نکل آیا۔ اس ساریٹ سے کچھ شایبگ کرنی تھی اور پھر قائد اعظم لایبیری جاتی تھا۔ شایبگ کے دوران اور بعد میں لایبیری میں بھی اس کے ذہن پر علینوسی سوار رہی۔ وہ جانتا تھا وہ اتنی شایبگ اور سمجھ دار نہیں تھی کہ ہر چیز کو فوری طور پر ذہن سے مختلف دیتی۔ وہ سوچتی رہا تھا کہ ایسی روبرو رات کو پھر کچھ وقت اس کے ساتھ گزارے گا۔ چند دن لکھنؤ کے محروم مارشل ہو جائے گی۔ اس نے خود لکھنؤ کی کوشش کی۔

شام سات بجوہ وہ اپس گھر آگیا۔ ناولاؤنچ میں فون پر کسی سے گفتگو میں مصروف تھیں۔ وہ ان کے پاس آیا۔ وہ فون بند کر کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوئیں تو اس نے ان سے ہلیہ کے بارے میں پوچھا۔
 ”وہ تب سے اپنے گھر میں ہے جب سے تم چھوڑ کر گئے ہو۔“

انہوں نے اطلاع دی۔ محمد بھی اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا۔ اگلا ایک فونہ غنائی اس نے اپنے کمرے میں آکر کام کرتے ہوئے گزارا۔

وہ نہیں جانتا تو کافی کچھ ہے یہ تو بس دیکھ لیا۔
 "ایک ڈیڑھ ماہ ہوا ہے" ذوالقرنین اب ر سکون ہوا جا رہا تھا۔
 "علیہ ومارق" تھی آپ دو ذلیہ کی خاصی اچھی اسٹینڈنگ ہے۔
 اس بار ذوالقرنین نے خاصے غور سے علیہ واور عمر کو ماری ماری دیکھا۔
 "ہو سکتا ہے علیہ و نے ایسا محسوس کیا ہو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"
 "آپ کی کافی دوستی ہے علیہ و کے ساتھ۔"

[illegible]

دوستی کرنا چاہو رہے تو پھر یہ دوستی کس شخص سے ہے؟
 دوستی خدا کی ہے، تو نہیں، کی۔
 ہر کس لیے ہوئی ہے؟ وقت گزارنے کے لیے۔

You can say the (آپ کہہ سکتے ہیں) "اذا ظنرتم" نے آتم سے اچکا۔ آتمو نے خاصا ہی دلی

فرہیس علیہ سے یہ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ یا یہ کہ تم محبت کرتے ہو؟^{۱۱۱}

نے علیؑ سے ایسا کچھ نہیں کہا۔ ”ذوالقرنین نے حشاشی سے جھوٹ بولا۔

سے کیا کیا کچھ نہیں کہا۔^{۱۴} اس سے پہلے وہ کی آنکھوں میں آنکھیں پانی کر رہی تھیں۔ اب وہ بے ہوشی سے کہتا ہے کہ عالم میں ذوالقرنین کو دیکھتے تھے۔ یہ وہ ذوالقرنین تھیں جسے وہ پہلے ایک ماہ سے جانتی تھی۔ وہ

میں غلطیوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ زندگی ختم اس سے شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہو۔ تو پھر تم لئے کس کے ہو سنا سنا کیوں لے لے کر پھرتے ہو؟

میں نے وہ میرے ساتھ پھرتی ہے۔ وہ ملنے آتا ہے مجھ سے۔ ”عمر بڑا آٹھ برس ہے۔“ کہہ کر اچھا میں کھتا

انہاں تک ساتھ بھرے کا تعلق ہے تو ساتھ تو تم ہی لیے پھرے ہو اسے۔ پھر تم کیوں نہیں شادی کر لیتے۔
 یعنی تنہا بیٹھ کر سڑیوں کے مہر بڑھیں ڈالنا چاہتے ہو؟“

میں نے سچے میں سنا تھا۔ علیحدہ خوف کے عالم میں اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

مازید سے تھکے قریب۔ کھانا کھانے کے لیے لائن میں آگیا۔ خانہ سالن کھانا لگا رہا تھا اور ٹائوننگ میں تھکے ہوئے ایک اور بھی کھانا کھا رہا تھا۔

”فرید! علیزہ کو بلا لانا۔“ مائونٹ نے ڈانٹتے ہوئے خانہ سالن سے کہا۔ ”ترجہ تو شام کی چاہیے۔“

”میں نہیں جانتی۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”وہ بڑا بھلا شخص ہے۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔ ”میرے اچھے دوست ہیں۔“

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

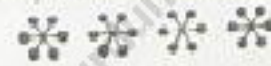
”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔



”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”میں نے کبھی اس سے ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

”اس نے کبھی آپ کو ملنا نہیں دیا۔“ مائونٹ نے عرض کیا۔

کل مل گئی تھی۔ نانہ عمر کے بارے میں پوچھ رہی تھیں علیحدہ کو حیرانی ہوئی۔ "ایک دم نانو کو عمر میں اتنی دلچسپی کیسے پیدا ہو گئی ہے۔" اس نے سوچا۔
فون پر نانہ کے بتایا۔ ایاز کا فون آیا تھا۔ "وہ عمر سے کوئی بات کرنا چاہتا ہے۔" انہوں نے علیحدہ کو بتا دیا۔

"مگر عمر یہاں لاہور میں تو نہیں ہے۔" علیحدہ نے کہا۔
"وہ جانتا ہے عمر وہاں سے اسے پتا چلا ہے کہ عمر یہاں ایک اینڈر لاہور آیا ہوا ہے۔"

"نیکن عمر یہاں تو نہیں آیا آپ نے انکل ایاز کو یہ نہیں بتایا؟"
"میں یہ بھی بتا چکی ہوں وہ کہہ رہا تھا کہ پھر میں اس کے تمام فریڈز سے رابطہ کر کے اس کے بارے میں معلوم کروں۔"

"اس کے فریڈز سے رابطہ کرنے کی کیا ضرورت ہے اس کے موبائل پر کل میں اور اسے بتا دیں کہ انکل ایاز اس سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔" علیحدہ نے پیسے حل تجویز کیا۔
"اس کا موبائل کب تک ہے؟" میں نے تھیں اسی لیے ہلکا ہے کہ تم باری باری اس کے تمام فریڈز اور سارے رشتہ داروں کے گھر فون کرنا شروع کرو۔"

"نانو! کتنا آگورڈ لگ رہا ہے کہ میں اس طرح فون کر کے عمر کے بارے میں پوچھوں جیسے وہ کوئی چھوٹا بچہ ہے۔
"گھر ہو گیا ہے ایاز انکل تمہارا انتظار کر رہی ہیں وہ ایک اینڈر لاہور آیا ہے کل داپس چلا جائے گا پھر وہ اطمینان سے اس سے بات کر لیں اتنی افرا تفری کی کیا ضرورت ہے۔"

"ایاز کو کوئی ضروری بات کہی ہے ورنہ ایاز اس طرح آسمان سر پر نہ اٹھاتا وہ بھی جانتے کہ کل وہ وہاں سے چلا جائے گا اور وہ وہاں اس سے رابطہ کر سکتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ اسے ڈھونڈنے پر بضد ہے تو یقیناً کوئی ایئر جی بی ہوگی۔"

"میرا نہیں خیال کہ وہ کسی فریڈز وغیرہ کے گھر پر ہو گا۔ اگر وہ آپ کے پاس نہیں آیا تو پھر یقیناً ہوٹل میں ٹھہرا ہو گا اور یہاں لاہور میں وہ تو ہوٹل میں جہاں وہ ٹھہرتا ہے۔ اس لیے وہاں فون کر کے پتا کر لیتے ہیں۔" علیحدہ نے چند لمحوں کے بعد کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے پہلے ان ہوٹلز میں فون کرتے ہیں۔" علیحدہ نے ڈائریکٹری پتلی اس سے منبر کچھ کر نمبر لایا۔
پہلے ہوٹل میں کئی نہیں عمر کی موبی کو کاپیٹ چل گیا۔ "وہ اس وقت ہوٹل میں نہیں ہیں۔ آپ سیسج بھجوا دیں۔"

"ان سے کہیں کہ اپنا موبائل آن کریں یا پھر اپنی گرینی کو فون کر لیں۔" علیحدہ نے فون بند کر دیا۔
"انکل ایاز اس سے اتنی ایئر جی بی میں کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟" فون بند کرتے ہی علیحدہ نے پیاس بیٹھی نانو سے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتی۔ میں نے پوچھا ہی تھا کہ ان کے بتایا میں مگر بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔" نانو نے بتایا۔
"ہو سکتا ہے عمر کا پھر کوئی بھڑکا ہو گیا ہو انکل جتنا اطمینان سے اور انکل ایاز اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہوں۔" علیحدہ نے اندازہ لگاتے ہی ہنسنے کی۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ یہ تو ایاز زبائے گاتو ہی بتا چکے گا۔" نانو کچھ متفکر نظر آ رہی تھیں۔
وہ دونوں وہیں لاؤن میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں جب فون کی تختی بھی فون کا ریسپونڈر نانو نے اٹھایا۔ خلاف توقع "سری طرف عمر تھا۔"

"تم نے موبائل آف کیوں کیا ہوا ہے۔ میں کب سے تم سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔" نانو نے دھونستے ہی شکوہ کیا۔

"آپ کا سیسج ملتے ہی آپ کو کال کر رہا ہوں باقی داوے آپ کو یہ کیسے پتا چلا کہ میں یہاں لاہور میں اس عمر میں ٹھہرا ہوں۔" عمر نے ہلکا سا کٹام لیتے ہوئے کہا۔
"میں نے صرف عمر تھا۔"

"تم نے موبائل آف کیوں کیا ہوا ہے میں کب سے تم سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔" نانو نے دھونستے ہی شکوہ کیا۔
"آپ کا سیسج ملتے ہی آپ کو کال کر رہا ہوں باقی داوے آپ کو یہ کیسے پتا چلا کہ میں یہاں لاہور میں اس عمر میں ٹھہرا ہوں۔" عمر نے ہلکا سا کٹام لیتے ہوئے کہا۔

"ایاز نے فون کیا تھا۔ اسی نے بتایا کہ تم ایک اینڈر لاہور آئے ہو اور علیحدہ نے اندازہ لگایا کہ تم ہوٹل میں رہے ہو گے۔"

"انکل ایاز نے میرے بارے میں آپ سے بات کی۔" اس کا لہجہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔
"ہاں تم سے بات کرنا چاہتا ہے تم سے اس کا رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس لیے اس نے مجھے فون کیا اور تمہیں اس طرح ہوٹل میں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے کیا میرے پاس نہیں آ سکتے تھے اور یہاں آنے کے بعد تم سے یہ بھی نہیں ہوا کہ مجھے فون ہی کر لیتے۔" نانو کو اپنی شکایتیں یاد آنے لگیں۔

"انکل ایاز مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہیں انہوں نے آپ کو پتایا؟" عمر نے ان کی شکایت سنی ان سنی کر دی۔
"جانتی نہیں اس نے تو کچھ بھی نہیں بتایا بس یہ کہہا کہ تم سے اس کا رابطہ کرواؤں اب تم اسے فون کر لو یا پھر اپنا موبائل آن رکھو۔ وہ خود تمہیں فون کر لے گا۔"

"جانتی نہیں فون کر لیتا ہوں لیکن بولی اور آپ کو کال کر کے میرے بارے میں پوچھتے تو نہ تو میرا کانٹیکٹ نمبر دیں اور نہ ہی کسی کو بتائیں کہ میں کہاں ٹھہرا ہوں۔" عمر نے اسی سنجیدگی سے کہا۔
"مگر کون کیا بات ہے؟" نانو کچھ پریشان ہوئیں۔

"آپ کو پتا چل جائے گا گرینی کہ اس بار آپ کے بیٹے نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔" وہ سری طرف سے عمر نے خاصی سختی سے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

منی

"تم نے وعدہ واٹش کر دیا ہے۔ وہ اب ٹھیک ہے۔ اس پندرہ منٹ بعد اسے کمرے میں شفٹ کر دیں گے تب آپ اس کو مل سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے انہیں اطلاع دی۔ نانو اور عمر نے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا نانو کے چہرے پر اطمینان ابھر آیا جبکہ عمر پہلے ہی کی طرح سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

علیحدہ کو ہسپتال لے جاتے ہوئے عمر نے گاڑی میں نانو کو دو اطمینان کے بارے میں بتا دیا تھا۔ علیحدہ کی سائیڈ پر بڑا ہوا کاٹھ جو علیحدہ کے بیٹے کے پاس جاتے ہی عمر کو نظر آیا تھا اس نے نانو کو دکھا دیا جس میں علیحدہ نے لہجے تواریک کے بارے میں لکھا تھا۔

نانو خود ہسپتال میں بے پورا راستہ سکتے کے عالم میں منی رہیں۔ ان کے فیملی ڈاکٹر نے ہسپتال پہنچنے پر فوری طور پر علیحدہ کے کیس کو ویل کیا تھا۔ فیملی ڈاکٹر نے کی وجہ سے اس نے اس کیس کو پولیس میں بھی رپورٹ نہیں کیا۔
"اس نے کیا کھایا تھا؟" عمر نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"سیدنگ پلو تھیں آپ لوگ اسے بہت جلدی لے آئے ابھی پوری طرح حل نہیں ہو سکی تھیں اور اس پر زیادہ اثر اس لیے بھی نہیں ہوا کہ وہ کولیاں لینے کی عادی لگتی ہے۔ ورنہ یہی تعداد میں اس نے یہ کولیاں لی ہیں اس کی حالت خاصی خراب ہوئی چاہیے۔" ڈاکٹر آہستہ آہستہ تیار رہا تھا۔

”علیٰ علیہ السلام نے اس طرح تمہیں کیا ہے تو مجھے سمجھ وار پتی ہے۔ پھر اس طرح۔“ وہ اکثر نے لکھا اور دھڑکی سے کمر باندھ کر باہر نکلا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”علیٰ علیہ السلام نے اس طرح کیا ہے تو مجھے سمجھ وار پتی ہے۔“ وہ اکثر نے لکھا اور دھڑکی سے کمر باندھ کر باہر نکلا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔

”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔

وہ اگلے دن ہسپتال سے ڈیپارٹ ہو کر گھر آئی تھی۔ ہسپتال میں اس سے ملاقات کے دوران کسی نے اس سے کچھ پوچھا یا اسے کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تانا کو اگر اس سارے واقعے سے شک لگتا تھا تو انہیں خود بھی نہیں شکایہ وہ دونوں علیہ سے اس حرکت کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔
 تانا کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ علیہ پہلے ایک ماہ سے اتنی کامیابی سے انہیں دھوکا دے رہی تھی۔ ”علیہ علیہ السلام اس طرح کی حرکت کیسے کر سکتی ہے۔ وہ تو بہت شامی ہے۔ ریزرو انشورٹ آج تک وہ ایک سے دوسرا دوست نہیں بنا سکی پھر بوائے فرینڈ اور وہ بھی اس طرح چھپ کر میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا میں نے اس کی بہت محنت کی تھی اس کی اچھی تربیت کی تھی۔“

”خام کو اس کے گھر آنے کے بعد تانا کو کچھ اور تانا کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی ہوئی کہہ رہی تھیں علیہ اپنے کمر میں تھی اور کمر کی قسم کے آثار کے بغیر تانا اور تانی کی گفتگو سن رہا تھا۔
 ”مجھے افسوس اس بات پر ہے کہ عمر نے سب کچھ ہم سے چھپایا اگر یہ ہمیں پہلے بتا دیتا تو سب کچھ نہ ہوتا۔“
 ”اچانک عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”اگر میں آپ کو بتا دیتا تو آپ کیا کرتے۔“ عمر نے بڑی سنجیدگی سے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔

”کم از کم یہ سب کچھ نہ ہونے دیتا جواب ہوا ہے۔“
 ”میں آپ کو بتا دیتا تو آپ اس کو اپنے دوستوں کے ساتھ لگا دیتے۔ پھر کیا ہوتا تو پھر بھی یہی کرتی۔“
 ”تب کی تب دیکھی جاتی۔ مگر تمہارے اس طرح سب کچھ پھینکانے سے حالات تو اب خراب ہو گئے ہیں۔“
 ”آپ جو چاہے کہہ سکتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں اب کچھ نہیں کر سکتی۔ مگر مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے۔“

”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔

”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔

”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔

ماضی

اگلے چند دن بھی عمر اور علیہ کے درمیان کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ اپنے تحریری امتحان کے رزلٹ آنے کے بعد وہ اسلام آباد چلا گیا۔ وہاں سے اس کی واپسی دو ہفتے کے بعد ہوئی۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔

”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔
 ”اب اس طرح سے اس کا بھڑکاؤ ہو گیا اور کچھ دیر میں لاٹھیاں اٹھاتے ہیں اس سے بچنا۔“ عمر نے لکھا۔

بہرینہ نے ٹھیک کہا۔ وہ جو کر رہی ہے اسے کرنے دیں۔ آہستہ آہستہ وہ خود ہی نارمل ہو جائے گی۔" عمر نے ہنسنے لگا۔

"میں نے ان سے کہا۔ اسے سائیکارٹس کو کھائیں، دوبارہ سے سیشن کروائیں اس کا ڈپریشن تو کم ہو گیا۔ اس کا بھی تیار نہیں۔" انہوں نے ایک بار پھر تانا سے شکایت ہو رہی تھی۔

"میں اس کی مرضی کے بغیر اسے سائیکارٹس کے پاس نہیں جاسکے لے جاسکتا ہوں اور اس کے صاف صاف کہہ رہے کہ وہ اب کسی سائیکارٹس کے پاس نہیں جائے گی کیونکہ وہ پاگل نہیں ہے اور میں اسے مجبور نہیں کر سکتا۔" انہوں نے کہا۔

"میرے پاس تو اب بھی وہی ہے جسے پہلے ہی مجھ سے سنا تھا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ سے ہوا۔" عمر کو واقعی بچھنا تھا۔

"اور یہ سب ہو گا۔ وہ خوش تھی خوش رہتی ہے۔" عمر کو واقعی بچھنا تھا۔

"پھر بھی تم اس سے بات کرو اس طرح اس کا کیا تو نہیں چھوڑا جاسکتا؟" سکندر کا فون آیا تھا اس نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ ماماں آج دن پہلے سکندر کا فون آیا تھا تب بھی اس نے فون نہیں لے سکا تھا۔

"خوش کی تو اس نے صاف کہہ دیا میرے کوئی ماں باپ نہیں ہیں نہ ہی میں کسی سے فون پر بات کرنا چاہتی ہوں اور کوئی نئی فونک رشتہ نہیں چاہیے۔" ماماں نے زبردستی میں کہا۔

"میں نے اسے سال اس کی تربیت لگا دی اور اب وہ سب کچھ ہی ساری محنت اس سے حاصل ہوئی۔"

"مگر فی الحال اس کی تربیت نہیں کی گئی۔ اس کی شخصیت بننے ہی چاہی۔" ماماں نے عمر کی بات پر دی۔

"میں نے اسے تربیت دے رکھی۔" اس نے مستحکم آواز میں کہا۔ "آپ نے اس کو صرف بالائی تربیت دے رکھی ہے اس میں فرق ہوتا ہے آپ نے اس کی تربیت کی ہوئی تو ذوالقرنین کے ساتھ اخیر نہ چلائی ہوگی۔" عمر نے فون پر ہنسنے لگا۔

"ذوالقرنین کی جگہ آج کوئی دوسرا بندہ آکر دی سکتا ہے۔" عمر نے کہا شروع کرو۔ ذوالقرنین کہتا تھا تو اس کے ساتھ بھی اسی طرح آج بھی بند کر کے پل پر لے کر آج بھی وہاں سے توجہ اور محبت دینی ہو جائے گی۔

"اس خاندان میں اور بھی تو بہت سے ایسے بچے ہیں جن کے چہرے میں علیحدگی ہو چکی ہے کسی۔" عمر نے کہا۔

"میں نے ان کو تربیت دے رکھی ہے۔" عمر نے کہا۔

"تم بھی تو ہو جو عمر آج تو بورنگ میں رہے ہو جہاں میرے مستقل نہیں اپنے پاس نہیں رکھا اور زارا سے بھی نہیں ہٹا پھر بھی تم نے کسی کے لیے کوئی پراہمیز نہیں کیا۔" عمر کے چہرے پر ایک عجیب سا ہنس ابھری۔

"میں کتنا نارمل ہوں یہ میں ہی جانتا ہوں۔ میری زندگی کا دائرہ عورت کی زندگی کے دائرے سے مختلف ہے۔"

"جیسے میری ساری زندگی گھر کے باہر گزرتی ہے میرے پاس بہت سی مصروفیات ہیں بہت سی تفریحات ہیں۔"

"کیونکہ تم نے اور پھر میں یوٹیس سال کا ہوں۔" عمر نے کہا۔ "آپ اس میں ایجنڈا کیسے نہیں کرتے جس کی زندگی دائرہ میں ایک دوست ڈگریڈ پیرنس ایک بی اور چند خواب ہوں۔"

"اس کے پیرنس کی سپریشن کی ذمہ داری میں نہیں کر رہی۔" عمر نے کوئی دیکھ اٹھا یا ہے تو میری وجہ سے نہیں۔

میں اسے خود سے کتنی تھی میں نے کیا اب جو میں سمجھتی تو میں اس کو گود میں لے کر نہیں بیٹھ سکتی اور پھر اب وہ بھی نہیں چھوڑ رہی ہے۔ اپنی چونچوں اور پراہمیز کو سمجھنے حالات کے ساتھ الگ جھٹکنا سیکھ رہی ہے۔"

"میں نے اسے بغیر آپ کسی کو انکسشن نہیں کر اس کرنے کے لیے سمندر میں دھکیل دیں گی تو اس کے ساتھ وہی ہو گا جو علیحدگی کے ساتھ ہو رہا ہے اس پر ترس اٹھنے کے بجائے اس کے ساتھ وقت گزار دیں۔"

"میں اس سے بات کرتا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے اس کو کچھ دیر کے لیے نہیں لے جائیں۔"

"ماماں لے جاؤں۔"

"نہیں بھی کسی مل انکسشن یا اس سے پوچھ لیں ماماں وہ جانا چاہے۔" عمر نے فون سے اٹھ گیا۔

علیحدگی کے دوران اسے ہر ٹاکہ کر کے وہ اب کا انتظار کیے بغیر اندر داخل ہو گیا۔ وہ اپنی رائیگ چیر رہی تھی۔

"جیسا کہ میں نے کہا۔" عمر نے بڑے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے بھولنا بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر ہنس بکھری تھی۔ وہ اب بھی وہی تھی۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔ "میرے بچے میرا حال دیکھتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

اپنے بارے میں خود کیسی ہے؟

"ہاں۔"

"میں اسی طرح کی قسم بات کرتا چاہ رہا تھا۔"

"کہا بات کرنا چاہتے ہیں آپ مجھ سے ہمدردی کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں قسمیں یہ جتنا چاہ رہا تھا کہ کچھ دنوں تک تمہیں suspend (مطل) کر کے تمہارے خلاف انکموائز

شریع ہونے والی ہے؟" یا زحید نے جسے انکشاف کیا۔

"مجھے کیا پتا ہے۔" عمر کا لہو اب بھی بولنے کی طرح بے اثر تھا۔

"میں جانتا ہوں۔ تم یہاں اسلام آباد آ جاؤ۔"

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے جو بھی کرنا ہے میں یہیں رہ کر کروں گا۔"

"اوپر بولیے کیا انہوں نے میرے خلاف پریس میں یہ سب کچھ شائع کروایا۔ میں بھی ان کے خلاف پریس کو

سارے پچھڑے ادا کاروں سے سنا ہوں۔ پریس نے تمہارے اور چند دوسرے شخصوں کی

اسے وقتی موت کروانے میں جتنی سے بات کرنا ہوں۔ پریس نے تمہارے اور چند دوسرے شخصوں کی

بارے میں جو کچھ شائع کیا ہے اس میں جتنا غلط کچھ نہیں ہے۔ وہ تو خود بخود دیکھ کر جان لیں گے۔ اس

نے مجھے بتایا ہے کہ وہ قسمیں پہلے ہی جو وار کر رہا تھا کہ تم اگر اس پر پوزل کر رہے ہو تو تمہارے لیے یہاں

میں رہنا مستحکم ہو جائے گا۔"

"میں سب کچھ جاننا نہیں ہوں کیا کر رہا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ آپ سہنسنا یا کو یہ اظہار کے ہیں کہ وہ

تذویر بھی ضرور پڑیں۔ اس میں خوں میں رہنے کی خاصی عادت ہے مگر یہی ان کے بارے میں کچھ خبریں ہیں

جو تمہارے کافی بہتہ آگیا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری اور جہاں تک بات

ہوں۔ وہی مل سکتے ہیں۔" یا زحید نے کہا۔

"میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اس وقت رہا ہوں نہیں تو مجھے لے کر اسے رہا کر دے۔"

"اس میں جہاں تک ان کے قصور سے تم نے امریکہ میں دلچسپی لیا۔ ان کے بارے میں

کوئی نمٹ کر پورٹ کر دینی۔ اس پر اس رپورٹ میں سے کچھ excerpt لیں گے ہاتھ لگائے اور پکے

کوئی نمٹ کر پورٹ کر دینی۔ اس پر اس رپورٹ میں سے کچھ excerpt لیں گے ہاتھ لگائے اور پکے

"میں نے امریکہ میں جو کچھ کیا پایا۔ تم نے کیا اور کیا کرنا ہے۔ یہ *Tolson case* کے خلاف

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

ہیں اور آپ کا پاس آپ کے پاس موجود فائلز کسی کو دینے کے لیے آپ کا پاس آپ کا پاس بھی ہونا چاہیے

[illegible][illegible]

ہمیں نے جتنی دیکھا ہے کہ یہاں پیرے سے ہمہ گیر ہے۔
ہم انہوں نے یہ جیسے کہ انہوں نے ہمیں۔
ہم انہوں نے ہمیں۔
ہم انہوں نے ہمیں۔

[illegible]

کی زبان میں جواب دینے کے لیے اس نے ٹان بند کر دیا۔
ایاز میسر سے پریشانی کے عالم میں اس کا نمبر دوبارہ دہرایا۔
لے کر انہیں نے جاتکے مکان کا نمبر ادا کر دیا۔

ایک نہیں ایاز کو کیا بات کرنی ہے عمر کے کہہ رہا تھا مجھے فون کر کے بتا دے گا۔ اچھی سمجھ نہیں لیا کہ

”مقرر! ان کو نہ مقرر۔“ پالا خزانہ نے اس سے کہا۔

”فون کرنے سے کیا ہو گا؟“

”میں بات تو کروں گا اس سے پتا تو ہے کہ ایسا کیا بات کرنی ہے۔“

”یاد رکھو کہ کوہ پیمانہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگلے۔“ کام کے حوالے سے یہ کوئی بات نہ تھی بلکہ

”اسے والی بات ہوئی تو اگلے آپ کو چار پتے یا پھر نمبری کے کوہ پیمانہ۔“ علیہ ذیل بھی ملاحظہ فرمائی۔

”میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔“ جسے لگتا ہے اس کو پھر چار نمبر کے ساتھ کوئی جھڑپ ہو جائے۔ وہ دیکھ کر کہہ

226

کون سی نئی بات ہے؟ وہ دوا پہلے بھی تو نہیں کھنکھاتا تھا۔ اس کا چہرہ گھبرا گیا اور اس نے کہا: ”علیہ السلام کو کھنکھانے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔“

”تم میری بات نہ مانتے ہو۔“ ”انکو نے اصرار کیا۔“

”علیہ السلام کو اس کی وجہ سے کھنکھانا پڑا۔“ ”علیہ السلام کو اس کی وجہ سے کھنکھانا پڑا۔“

”علیہ السلام کو اس کی وجہ سے کھنکھانا پڑا۔“

میں نے ان کو دیکھا تھا۔ ان کے پاس ایک بڑا سا گھر تھا۔ ان کے پاس ایک بڑا سا گھر تھا۔ ان کے پاس ایک بڑا سا گھر تھا۔

تو اس کا سر اٹھا کر اس کے منہ کے بعد مومن کی ہاتھوں کے قہر سے اس کے

”میں نے اسے دیکھا اور وہ مجھ سے کہتا تھا، ”ایسا نہ ہو“۔ اسی لمحہ میں نے سمجھا کہ یہ تو میری ہی تصویر تھی۔“

...ls.net

...میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے یہ سب کیا ہے۔

Figure 1

کامران سید نے فرانسز کے بارے میں فریڈرک جیبرائیلک ہیڈلائٹن سے لکھا

میرے خلاف انکوائری ہو گئی ہے چنانچہ انہوں نے

۱۰۰۰ کے ایک گروپ سائنس کے سربراہان، بائیوٹیک، مریضوں، حکومتیں۔

انہی اس وقت سے کہیں پوچھیں میں رات کو آپ کی طرف آؤں گا۔

اب کو بچھو تا وہی :-

”غمر کو مسلسل کر رہے ہیں“ تعلیمیہ نے ہانوں کے فون پر فتنے کی ان سے پوچھا۔
 ”ہاں، قزاق آج ہانوں پر لاؤ۔“ ”ہاں، اب یہ غمر منہ نظر آئے گی یہی تعلیمیہ نے

علیہ و آجبارے کران۔ نے پاس آئی۔ وہ بھی ایک دم سنجیدہ نظر آنے لگی۔
 لہ۔ علیہ نے انہیں ڈرٹ نہیں کیا۔

فاسی دریا بعد از طوفانی نے سر اٹھایا۔

"ہاں۔" انھوں نے مزید کہا، "میں نے اپنے بچے کی طرف سے یہ سیکھا ہے کہ اگر آپ کو کسی چیز کا پتہ ہو تو اس کی تلاش کریں۔"

جس نے عرب چھوڑیوں کیا اور جس نے ہجرت کی اس نے۔

وہ چاہتا ہے کہ یہ تحقیق ہو۔
 "net generation" آپ جلیلہ ہمارے لیے کیا ہے؟
 لیسو سوڈا مکمل ہے۔ مکمل ہے کہ آپ کو تو ہمارے لیے ہے۔
 اس عمر کی آوازیں اس کی محسوس ہوتی ہے۔
 اور آواز اس سے مختلف ہوتے ہیں جو اس ملک کو بگاڑ رہا ہے۔

[illegible][illegible]

نہیں ملتی۔ ابھی ہمیں علیحدہ ہونے سے منع ہوا ہے۔ اس لیے ہم ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

”زندگی میں انسان کو ایک عادت ضرور سیکھ لینی چاہیے جو چیز باتوں سے بچنے کے لئے اسے قبول جانے کی عادت دے۔ عادت سی تعلیموں سے بجا رہتی ہے۔ اس کو اسباب اور آلات سے کمر باندھنا۔“

”انسان کو یہ نہیں ہونے کہ آپ کے پاس جو میں تو آپ بھول چاہیں گے یا دوسرے کو بھولنا بہت تعلیم ہو جاتا ہے۔ میں بھی جانتی آپ نے کسی نے موت سے یا نہیں۔ میں میں۔ کہ وہ باقی رہوں کہ آپ کو کسی نے میری طرح نہ بھولنے میں کیا یہ کلام۔ اس طرح میں نے آپ کے اس عادت کا نام نہیں لیا یا وہ کلام ہے۔“

دو لڑکیاں نے میرے ساتھ چلے۔“

عمر اس کی بات پر یہ افتخار منسلک ہے۔ علامہ فاضل دیوبند کا علمی و تحقیقی طبع اور علمی رجحان، جس کی بنا پر ان کی زندگی کا ہر لمحہ علم کی تلاش، تحقیق اور تعلیم کی خدمت میں بسر ہوتا تھا۔ ان کا اندازہ خود ان کی ہی باتوں سے سمجھ سکتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ علم کی تلاش، تحقیق اور تعلیم کی خدمت میں بسر ہوتا تھا۔ ان کا اندازہ خود ان کی ہی باتوں سے سمجھ سکتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ علم کی تلاش، تحقیق اور تعلیم کی خدمت میں بسر ہوتا تھا۔ ان کا اندازہ خود ان کی ہی باتوں سے سمجھ سکتے ہیں۔

”تم اتنی خوبصورت ہو کہ آج سے پانچ سال بعد ذوالقرنین اور میرٹھ جیسے جیسے تمہارے لیے لاکھوں میں گئے ہوں گے۔ اور تب تم کوئی عین اس قسم کے لوگ نہیں جانیں گے۔ ان سے پتہ چلے گا کہ تمہاری چاہیے۔ یہ دیکھا جو تمہیں یاد کرتے ہیں نا بالکل ایسے۔“ اُن کی فہم ادا اڑا رہا تھا علیہ والدہ الزہرا میرٹھ جی۔

اس نے بول لی کہ میں سزا کا گرام سے نکلتا۔ مگر کے چہرے پر عجب سی مسکراہٹ تھی۔
 ”مگر جانا کیسے چوٹی بھی لے لے بہت خوش قسمت لڑکی ہو گی۔“ اس نے پوچھ کر پوچھتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں عمر جانا کیسے کوئی چوٹی بھی نہیں ہو گی کہ نہ مجھے شادی میں سرے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”کیا یہی وہی ہے؟“

میں نے یہ آزادی انہیں ملتی ہے۔ جوئی سے خاصے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اور میرے پاس

سائنس کی پہلے بھی یہی تھی۔ "علیحدہ کو اس کی رائے پر اعتراض ہوا۔

...نہیں اصول بات نہیں ہے۔ حقیقت ہے۔ میں کی گئی تھی، واری اپنے سر میں لے سکتا اور پوری ایک

وہاں اس پر لہ جاتا ہوں۔

اس کی تعلیمات کا سوسائٹل جہل اور - پیڑ پھوس اور بلیک وچھوٹا -

”انہوں نے جاکر انہیں اب رزلٹ کا اعلان کرنے کے بارے میں کوئی اور کام نہیں بتا دیا اور رزلٹ میں چنداں

ہاں، میں نے اس وقت گڑا ہوا تھا۔ وہاں میرے غریب رشتہ ہیں۔ ہو سکتا ہے چنہ ہاؤس کے لیے اسٹینڈنگ چار

علاوہ اچھے اعلیٰ زندگی گاہی کچھ چیزیں ہوں۔ پاکستان میں اسے ماہ ایک سو تیس کی رو میں سے ٹھیک آگیا ہوں۔

۱۵. $\frac{1}{x^2} = x^{-2}$ $\frac{d}{dx} x^{-2} = -2x^{-3} = -\frac{2}{x^3}$

ہوں۔ چاہوں۔ جاؤں۔ میں نے وہی لہجہ میں کہا تھا کہ شروع میں تم مجھے یہاں رکھنا نہیں چاہتے۔

فرمانے لایا۔ کیا وہ اس کی طرف سے

پہلے کیا ہے؟

ابن حجر نے یہ کہ یہاں سے پہلے ہی کوئی تراض نہیں ہے بلکہ مجھے اصحاب کی ایک آیت کا یہاں رہنا۔^{۱۹}

[illegible]

”میں آج کو موت کی گھنٹی بج رہی ہے۔“

”علیٰ یہ کیوں ہوں؟“

”میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔“ وہ بار بار اپنا ہاتھ اپنے شہرے کے اوپر توڑتے ہوئے کہتا تھا کہ میں جلد ہی واپس آتا ہوں گا۔

”نیک ہے، پھر میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں بہت جلد یہاں واپس آ جاؤں گا۔“ عمر نے اپنا ہاتھ اس کی طرف

یہاں سے ہو کر آگے چلے گئے۔ یہاں سے جاننا کہ اس سے کیا ہوا۔

کونسی قوم بارہ پہلے، الی علیہا وہ ہے جس کے تخیل ہے؟ کیا عمر کے اچھے ہوئے کہا۔ وہ سطر ادبی کی شکل میں

میں نے اس سے کہا کہ میں آپ کو بتا رہی ہوں کہ یہ سب کچھ میرے دل کی بات ہے۔

♥ ♥ ♥ ♥

حالی

حال
 مانو کی بات کا جواب دینے کے بجائے عمر نے اپنے سامنے سینئر نمیل برہادہو اموا نسل اشمالیہ۔ ذہاب کوئی لہ
 ملا رہا تھا۔

علیہ نے ناز کو دیکھا وہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں عمر کو دیکھ رہی تھیں۔ اس پر عمر کا رویہ مل ان کے لیے بے

وہاں جا رہا تھا کہ کچھ فیسز اٹھ کر رہا تھا مگر شاید رابطہ قائم نہیں ہو پا رہا تھا۔ اب اس کے چہرے پر جھنجھکاؤ نظر آنے لگی۔ سو بائبل بند کر کے اس نے تقریباً اسی سینئر نیبل پر پھینک دیا۔ جو وہاں سے پھسلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ اب وہاں تک نہیں موجود تھی فون کی طرف بڑھ گیا۔ علیحدہ اور نالو خاموشی سے اس کی سرگرمیاں دیکھنے لگا۔ وہ ایک ایسا ہی گرواؤ تھا۔ وہ اب فون پر بڑی درشتی کے ساتھ کسی سے کہہ رہا تھا۔

”آپ کون ہیں؟“ دوسری طرف سے اس نے یقیناً ”میری پوچھا گیا تھا جس کے جواب میں اس نے کہا۔
”آپ کون ہیں؟“ دوسری طرف سے اس نے یقیناً ”میری پوچھا گیا تھا جس کے جواب میں اس نے کہا۔

علین نے یک دم اس کے چہرے کو سرخ ہوتے دیکھا۔
 "مات نہیں کرنا چاہتے وہ مجھ سے؟" فوان اٹھ اٹھیں۔ "وہ اب بلند آواز میں کیا کہہ رہا تھا۔"

”امیں انہیں کوئی نہیں دے سکتا۔ وہ آپ کے بات کرنا نہیں چاہتے۔ البتہ انہیں کے لیے ان کا ایک پیغام ہے۔“

دوسری طرف ہے اسے اطلاع دی گئی۔
 لڑ گیا۔ خاتم ہے ۳۴ اس کے ماتھے پر پیل آگئے۔

”وہ کل لاہور آ رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ کل لاہور میں بھی رہیں۔ وائس نہ جائیں۔ وہ آپ کے ساتھ آتے ہیں۔“

”نہیں میں ان کے ابھی اور اسی وقت بات کرنا چاہتا ہوں۔“ عمر نے پیغام سننے کے بعد کہا۔

”وکیوں ممکن نہیں ہے۔“

”وہ تب بھی مصروف ہوں گے۔“

”کیا وہ ہماری راستہ ہی مصروف رہیں گے؟“ عمر کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔
”ہو سکتا ہے۔“ عمر نے فحش دیا۔

اس کے فون رکھتے ہی نانو نے اسے مخاطب کیا۔
”کیا پریشانی ہے تم! سمجھو؟“

"ایسا زونہ یوں پار پار فون کر رہے ہو؟"

عمر نے ان کے سوال کے جواب میں ہاتھ نہیں کیا۔ علیؑ نے عمر کے چہرے پر چلیں بار "تھمن" کی۔

”کیا کہہ رہے ہو تم؟ کون تمہارا؟“ نالو کے چہرے تلے سے زمین نکل گئی۔
”تو نے انجمن کے لیے جو کچھ کیا، اس کا خیر سنا ہے میرا اس کا ہاتھ گریبا ہوں۔“

”میرا پاپا کیوں تیری کو قتل کروائے گا؟“

”میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ تمہیں اس کو جاننا ہو جس نے تمہیں اس لیے بلایا ہے۔“

”ہمیں ایذا پہنچا رہی ہے۔ کسی کو مل نہیں سکتا۔ وہ تو قتل کروا رہی ہیں۔“

ان کے بیٹے یورو ولسی ہیں ایسے ہیمل ریڈر ہیں جو خود کو بچانے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ ہمارے لیے

۱۰۔ "انہوں نے عمر کی بدگمانی دور کرنے کی کوشش کی۔

ان کے اندر بغیر کو اسی طرح قتل کیا جا رہا ہے گا۔ یہاں بات کراچی اور لاہور کی نہیں ہے صرف اپنے چہرے پر جڑے

”میر جی! یا زاریا! نہیں کہہ سکتا۔ اے کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ کسی کو قتل کروانے کی۔ سارا جہنم تو تمہارا!۔“

ایک کامیابی کے آدمیوں کے لیے اتنی دیر دوسری سے صرف وہی شمار کے دفتر کو آل لگا سکتے ہیں اور اگر

تھے جب انہوں نے فوج پر مجھ سے بات کی تھی سپاہیوں کا اندازہ ہو گا کہ اخبار میں میرے بارے میں یہ سب کچھ لکھ کر

میرا فوری رد عمل کیا ہو گا۔ اس لیے وہ پہلے ہی شہباز منیر کو پولیس کوٹ کے پکڑے تھے جب انہیں یقین ہو گا کہ میں ان کے سبھی بارے میں سچا ہوں گا اور جب وہ یہ بھی جان گئے کہ انکو منٹوں شہباز تک پہنچ چکے ہیں تو انہوں

دفعہ ضائع کیے بغیر اسے مار دیا۔ مجھے اگر اٹکل سے بات کرتے ہوئے ذرہ برابر بھی شک ہو جاتا کہ وہ شہسوار اسے مار رہا ہے تو میں کبھی شہسوار کو مار دیتا ہوں۔ مناسبت سے دیتا یا کچھ دن انتظار کر لیتا۔ اس کی آواز میں کچھ تھا تو اٹکل

”تم وقت سے بچے کو صبح اٹھ کر کہتے ہو۔ اسی پر کمانی ٹھیک نہیں ہوتی اور وہ بھی اپنے باپ اور انگل کے

ناؤ کو اس کی بات پر آج بھی یقین نہیں تھا۔ ان کا خیال تھا، عمر خدیجی ہو کر سوچ رہا ہے اس لیے اس بات کو کر رہا ہے۔

یہی باتیں اپنے خاندان کو آپ سے ستر جاتا ہوں۔ آپ صرف مالکِ مرن کر سوتی ہیں آپ کو بیلا اور انظر
یہی باتیں اپنے خاندان کو آپ سے ستر جاتا ہوں۔ آپ صرف مالکِ مرن کر سوتی ہیں آپ کو بیلا اور انظر

"نانونے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر عمر نے ان کی بات کاٹ دی۔
"اٹھ کر لاو اور آج سے۔۔۔ سیر، آپ کے سامنے میری ان کے ساتھ ملاقات ہوگی۔ آپ دیکھ لیں۔"

اب کا بیٹا کتنا مہموم ہے۔" عصمت نے جیسے بات ختم کر دی۔
لاؤں میں اب مکمل خاموشی چھائی۔ وہ سب تپوں کو وار جیسے اپنی اپنی سوچ میں گم تھے۔

”تم آج رات پیسے رکو گے؟“ نانو نے ایک لمبے وقفے کے بعد اس خاموشی کو توڑا۔

”علیؑ و امیرؑ کا کمرہ کھلو! دو۔ ایک بار خود بھی دیکھ لو، کسی چیز کی ضرورت نہ ہو۔“ مانو نے اس بار علیؑ کو

کیا وہ کچھ کے خیر کافی کے سبب وہاں سے اٹھ گئی۔
عمر کا کمزور چھلواتے اور بیڈ شیٹ پھینک کر اٹھتے ہوئے وہ خود بھی بری طرح الجھی ہوئی تھی۔ اس کا ذہن یہ سمجھنے
کا صبر تھا کہ انکل یا اس طرح کسی کا کل کیسے کر سکتے ہیں اور وہ بھی اتنی معمولی سی بات پر۔ کیا چند خیر خواہوں کو
ہونے سے روکنا ان کے لیے اتنا اہم ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسانی زندگی کو ختم کرنا ضروری سمجھا یا پھر
عمر کی بدگمانی اور غلط فہمی۔

"ہو سکتا ہے یہ سب واقعی کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہو۔"
"میں نے جیسے سوچتے سوچتے خود کو تسلی دینے کی کوشش کی۔"
"ہو سکتا ہے مانوس ٹھیک ہی کہہ رہی ہوں کہ عروقت سے پہلے سناج اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے
برایک کے ساتھ اختلافات ہوتے رہتے ہیں۔ کسی کے بارے میں بھی اس کی رائے ٹھیک نہیں ہے۔ وہ خود
ایک کے بارے میں خراب رائے رکھتا ہو اس کی رائے کو آخر قطعی اہمیت دی جا سکتی ہے۔ اور وہی بھی
چاہیے۔"

وہ اس کے کمرے سے نکلنے والی تھی۔ اب عمر وہاں آیا۔
"کیا ریفریجریٹر میں پانی کی بوتل ہے؟" اس نے اندر آتے ہی پوچھا۔
"نہیں، میں لادیتی ہوں۔" وہ کمرے سے نکل گئی۔
کچن میں موجود فرن سے پانی کی بوتل نکال کر وہ وہاں کمرے میں آئی وہاں پر بیٹھا ایک سگریٹ سلا کر
اس نے پہلی بار عمر کو سگریٹ نوشی کرتے دیکھا تھا۔ عمر اسے حیرانی نہیں ہوئی۔ جو وہ ملک کر سکتا ہے وہ اس کو
یقیناً "کرتا ہو گا۔ اس نے ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے اس نے سوچا اور روم ریفریجریٹر کی طرف بڑھ گئی۔ ریفریجریٹر
کو تن کرنے کے بعد اس نے پانی کی بوتل اندر رکھی اور کچھ کے بغیر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"علیہ!" عمر نے اس کو تواڑ دیتی تھی۔ اس نے پیٹ کر اسے مخاطب کیا۔ "پچھو میرے پاس بیٹھ سکتی ہو؟"
تھیں وہ جانے والے واقعہ کے بعد آج پہلی بار وہ اسے مخاطب کر رہا تھا۔
علیہ نے غصے سے جواب دیا کہ "نہیں" مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر اس کی طرف آئی۔ اسے کچھ فاصلے پر وہ بیڈ پر
"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔" عمر نے بلاؤ ٹھک کہا۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ عمر اب جیسے کچھ لفظ نکالتی
رہا تھا۔

"میں تم سے معذرت کرنا چاہتا تھا۔" اس نے کہا۔ علیہ وہ اس جملے کی توقع نہیں تھی۔ اس نے عمر کے چہرے
پر نظر سنبھالی۔
"مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" وہ اسی وقت اس سے یہ سب کہہ کر دوبارہ اس معذرت کی توقع کر رہا تھا۔
پچھو بچی تھی۔

"کیا نہیں کرنا چاہیے تھا؟" مدتم آواز میں کہتے ہوئے اس نے عمر کے چہرے کو ایک بار دیکھنے کی کوشش کی۔
"تم پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔"
"آپ کو ہاتھ اٹھانے پر افسوس ہے؟"

"نہیں۔ صرف "تم" پر ہاتھ اٹھانے پر افسوس ہے۔"
وہ جان نہیں پائی اس کی آنکھوں میں آنسو کیوں آئے تھے۔ کیا اسے خوشی ہوئی تھی کہ وہ اس سے معذرت
تھا یا پھر اسے یہ طائل ہوا تھا کہ وہ اتنے لمبے عرصے کے بعد اس سے معذرت کر رہا تھا۔ اس نے عمر کے چہرے
پر نظر سنبھالی۔ کم از کم وہ اب اس کے سامنے بچوں کی طرح روٹا نہیں چاہتی تھی۔
"میں تم سے بہت پہلے معذرت کرنا چاہتا تھا مگر مجھے تم سے اتنی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ۔" وہ کہنے لگا
رک گیا۔

"شرمندگی" علیہ نے سوچا۔

"اگر وہ کم از کم ہواحد سستی ہوئے میں کسی کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔"
علیہ نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ عمر نے یہ جملہ اس سے کتنی بار کہا تھا۔ "ہواحد سستی؟" وہ اس بار کسی
الیون کا کارٹینس ہوئی۔ وہ اب خاموش تھا شاید اس سے کچھ سننا چاہتا تھا۔
"مجھے تھیں بار پائیند کرو گی؟" علیہ نے بے اختیار اسے دیکھا اس کے چہرے پر سنجیدگی کے علاوہ کچھ بھی نہیں
تھا۔ اس کا دل چاہا وہ عمر سے کہے۔ "تم بھی وہاں شخص ہو جسے میں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔"

"نہیں" اس نے اس کا جواب دیا۔ "اس نے اس کا جواب دیا۔" اس نے پوچھا۔ وہ دونوں کے مرنغولوں میں اس کا چہرہ
پہنچ رہی تھی۔
"مرا آپ سول سروس چھوڑ دیں۔" اس نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔
عمر کے چہرے پر اسے حیرانی نظر آئی۔ شاید وہ اس سے اس مشورے کی توقع نہیں کر رہا تھا۔
"آپ کے پاس بزنس ایکسٹینشن کی ڈگری ہے آپ واپس امریکہ چلے جائیں یا پھر انگلینڈ جہاں آپ پہلے کام کر
تے تھے۔"

"میں ایسا کیوں کہہ رہی ہوں؟" اس نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔
"کیونکہ مجھے آپ کی پروا ہے۔ آپ خود کو ضائع کر رہے ہیں۔ سول سروس آپ کو آپ کی ساری خوبیوں سے
محروم کر دے گی۔" اس نے عمر کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
"ایسا عمر جانکر میں کوئی نہیں ہوں۔"

"اچھا سال پہلے آپ مجھے یہاں سے مراب۔ آپ نہیں جانتی۔ آپ کو خود اندازہ ہے کہ میں کتنی غمگین
ہوں۔" اس نے کہا۔
"میں جانتا ہوں لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"آپ کو کچھ ملے جائیں۔" اس نے کہا۔
"میں نہیں کر سکتا۔" اس نے نرم آواز میں کہا۔
"کیوں؟" عمر نے ایک اور سگریٹ سلا کر لیا۔

"بہت ضرور ہے۔" اس نے کہا۔ "Tempatation کیوں بن گئی ہے؟"
"بات اس جانب کی نہیں ہے۔ بات اس بار کی ہے۔" اس کا تعلق اس کی ہے جو یہ جانب مجھے دے رہی ہے۔"
"آپ کو کیا ضرورت ہے اس کا تعلق کی؟"

"ضرورت ہے کم از کم اپنے باپ کے سامنے کھڑا ہونے کے لیے مجھے اس کا تعلق کی ضرورت ہے۔ میرے ہاتھ
میں طاقت ہوئی تو میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جو میں ابھی تک نہیں کر پایا۔"
"کچھ سوالوں کے بعد انکل جمانگیر رٹائر ہو جائیں گے۔ تب آپ کا اور ان کا مقابلہ ویسے ہی ختم ہو جائے گا۔ کیا
بہتر نہیں ہے کہ آپ اس لمحے معنی مقابلے میں خود کو ضائع نہ کریں۔ پہلے یہ یہ سب کچھ چھوڑ دیں۔" وہ کہنے لگا۔
ظلم سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔
"مگر ابھی بھی میچور نہیں ہو علیہ۔"
"ہو سکتا ہے" آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں مگر اس میچوری کا کیا فائدہ ہے جو انسان کو ایک پرسکون زندگی گزارنے
نہیں دے رہی۔"
عمر نے سر اٹھا کر سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"تمہارا خیال ہے میں پرسکون نہیں ہوں۔" گزار رہا ہو وہ ڈرنک نہیں کرتا۔ اسے اسموکنگ کی ضرورت نہیں ہے پرسکون نہیں ہیں جو پرسکون زندگی۔ پہلے آپ ڈرنک کرتے تھے نہ ہی اسموکنگ۔ یہ دونوں عادتیں تھیں اب اختیار کی ہیں۔"

وہ اسے قائل کرتا چاہا رہی تھی۔
"تم غلط کہہ رہی ہو علیحدہ اسٹیل سروس میں آنے سے پہلے بھی میں اسموکنگ اور ڈرنک کرتا تھا۔ میں اسٹیف کیا۔" میں چودہ سال کی عمر سے ڈرنک اور اسموکنگ کر رہا ہوں۔ "وہ کچھ بول نہیں پائی۔ وہ اب ہاتھ میں پکڑے سگریٹ کو دیکھ رہا تھا۔

"یونیورسٹی میں پڑھنے کے دوران کوکین بھی لیتا رہا اس لیے ان چیزوں کا سہول سروس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" "تم پانچ سال پہلے جب آپ یہاں آئے تھے تب تو آپ ان دونوں چیزوں کو استعمال نہیں کرتے تھے۔" علیحدہ نے بھٹکاتے ہوئے کہا۔

"گرتا تھا۔ عادتاً نہیں شوٹنگ کرتے تھے۔" "نہیں یہاں رہا 'Avoid' کرتا رہا۔" "علیحدہ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اب کیا کہے۔" "مگر تم ٹھیک کہتی ہو میں پرسکون زندگی نہیں گزار رہا۔" وہ اب چہرہ گریٹ سلگاتے ہوئے اعتراف کر رہا تھا۔ "تم کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"صرف اتھارٹی کے لیے آپ اپنی زندگی برباد کر دیں گے؟"

"میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔" "کیوں نہیں ہے؟ آپ وہاں چلے جائیں۔ کم از کم یہ ساربی ٹینشن تو ختم ہو جائے گی؟"

"کیا ملے گا وہاں جا کر؟ کیا ہے پھر؟ شمالی ماڈر سٹی وہ عمر کی بات جو خیران ہوئی۔ بیس سال کی عمر میں پھر بھی شمالی سے خوفزدہ ہے؟ ماڈر سٹی سے ڈرتا ہے۔ کیا عمر؟"

"ایک چاب مل جائے گی۔ دو کمروں کا ایک کا ایک جتنا پارمنٹ۔ صبح صدمات تک ڈالرز اور پائونڈز کو ملے کے لیے مینیجمنٹ کی۔ کیونکہ ایک لائف اسٹائل کا maintain کرنا ہے۔ یہ تھک زندگی کی وہ آزمائشیں چاہئیں جن کے ساتھ میں بڑا ہوا ہوں۔ چٹی اور بینک جمع کر کے بنایا ہوا بینک بینک سے کمروں سے کمروں پر ایسی زندگی جہاں پر اپنے جوتے پالش کرنے سے کھانا پکانے تک ہر کام مجھے خود کرنا پڑے گا۔ جہاں پر گھر میں ہوں جہاں آجائے پر میری سمجھ میں یہ نہیں آئے گا کہ انہیں کہاں۔ انساؤں اور کہاں ملاؤں۔ تم تو اپنی کئی کئی باتیں دہاتی ہو اندازہ کر سکتی ہو وہ کتنی زندگی گزار رہی ہیں۔"

"مگر سب کچھ ویسے ایسا تو نہیں رہے گا کچھ وقت گزرنے کے بعد آپ وہاں سنبھل ہو جائیں گے۔" علیحدہ نے کمزور آواز میں کہا۔

"ہاں ساری جوانی روپیے کے پیچھے بھاگنے کے بعد بڑھاپے میں میرے پاس اتنا روپیہ ضرور جمع ہو جائے گا کہ کچھ نہ کرنے کے باوجود بھی پیش کر سکتا ہوں۔" "پیش؟" وہ عجیب سے انداز میں ہنسا۔

"مگر یہ سب کچھ تو نہیں ہو گا۔ یہ الزامات۔ وہ سب کچھ تو آپ کو مجبوراً کرنا پڑتا ہے وہ تو نہیں کرنا پڑتا۔"

"مگر وہاں میرے پاس وہ آسائشیں نہیں ہوں گی جو یہاں ہیں اور یہ سب کچھ میری زندگی کا حصہ بن چکا ہے یہ پھل پانی کے بغیر نہیں رہ سکتی ویسے ہی میں ان سب سہولتوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

وہ اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔

پانچ سالوں میں اتنا کچھ بتایا ہے میں نے۔ کہ پاکستان سے جا کر اگلے دس سالوں میں بھی نہیں رہا سکتا۔

"مگر تم میری وجہ لے کر زندہ رہنا آسان ہے؟"

"اس نام کی کوئی چیز دنیا میں نہیں ہوتی۔"

وہ انداز میں نہیں کر سکی وہ کس پر ہنس رہا تھا۔

"اس صدمہ کی میں تمہیں کو لے کر کون پھرے گا اپنے ساتھ۔ کم از کم میرے جیسا شخص نہیں جس کی ہر دہائی حرام رہوتی ہے جس کے خون میں حرام کی اتنی آمیزش ہو چکی ہو کہ وہ نہ طہال کھا سکے نہ کمانے۔ تمہیں کا کوئی بوجھ نہیں ہے علیحدہ میرے کندھوں پر۔" وہ اسے پہلی بار بے بس نظر رہا تھا۔

تمہیں اگر اس صدمہ کی میں بھی کچھ لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو ان کا وہ حال ہوتا ہے جو غمناک نہ ہو بلکہ "علیحدہ" کے چہرے پر کچھ سائے لہرائے نظر آتے۔ وہ اب ایک اور سگریٹ سلگ رہا تھا۔ "ایک ہفتے تک بیٹا پیدا ہوا اس نے پانچ سال اس نے نام نہیں رکھا تھا اس کا۔" وہ اب جیسے اعتراف کر رہا تھا۔ "میں نے دس سال سے میری دوستی تھی اس کے ساتھ۔" پہلی فورنیا یونیورسٹی میں میرے ساتھ پڑھتا رہا۔ دس سال سے میری دوستی رہی اس کا نام شپ مل رہا تھا مزید تعلیم کے لیے۔ تمہیں لیا۔" وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس جا کر بیٹھا ہو گیا۔

یونیورسٹی سے چاب کی آفر ہوئی۔ سال نہیں کرتی۔" "وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس جا کر بیٹھا ہو گیا۔" اسے اندازہ تھا وہ کھڑکی کے پاس کیوں چلا گیا تھا اس کی آواز سے پھر اسے لگی تھی۔ وہ اب رک رک کر بات کر رہا تھا۔

اس سے محبت کی اس سے شادی بھی نہیں کی۔ اس کے ساتھ کئی فورنیا میں رہتی تھی وہ لڑکی۔ اس کے ساتھ پانچ سال آئے کو بھی تیار تھی۔ میں نے اس سے کہا "ایسا لڑکی ہے۔ تمہارے ساتھ پاکستان جا کر ایہ جیت۔" وہ نے کچھ دیکھا تھا۔ "وہ کتنے کا ایک جیسے نہیں ہوں۔" وہ روتی تھی۔ چار ماہ رہے گی۔ چھ ماہ بعد شور کرے گی وہاں جاتا ہے۔ پھر یہ بنانا شروع کر دے گی کہ میں امریکہ میں کتنا کمایا تھا ہوں اور پاکستان میں کتنا کمایا ہوں۔

پھر دے گی اور کے گی کہ اسے تکلیف دے رہا ہوں اور میں اس سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ یہ وہاں جا کر روئے گی تو میں برداشت نہیں کر سکتا پھر شاید اس کے لیے سب کچھ چھوڑ کر واپس آ جاؤں۔ اور یہ سب میں نہیں چاہتا ہوں کہ کل روئے کے بعد اسے آج روئے۔" "کیا یہ سب کچھ آج روئے کے لیے مجھے پھر آرام سے اپنی زندگی شروع کر کے لے کر آتا ہے؟"

وہ خاموش ہو گیا۔ علیحدہ اس کی پشت کو دھکتی رہی۔

"ایک ہی جملہ ہوتا تھا اس کی زبان پر۔ پاکستان جانا ہے۔ ضرورت ہے میرے ملک کو میری۔ اس کے ہار می جرنلست ہیں اور اس کی زبان پرین واشنگٹن کے ذمہ دار تھی۔ میں نے عین غصے میں سے ایک ٹکڑی سے کٹ لکھ لیا۔" "پاپا کے بارے میں وہ سادے ثبوت شائع کروانے کے لیے تین بڑے نیوز پیپر جن کا دعویٰ ہے کہ وہ کسے کا وہ کچھ شائع نہیں کرتے۔" "قیوں کے لکھنے میں غلطی ہو گئی۔" وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔

"تمہیں معاہدے کے بارے میں خبر شائع کرنے کے لیے جس جوصلے اور جرات کی ضرورت تھی وہ ان میں نہیں تھا۔" "جی کے نام نہاد علیحدہ واروں کے پاس۔ پھر مجھے شہباز مسرور یاد آیا۔ اور اب مجھے کچھ بتاوا ہے کہ کاش میں اسے سب کچھ نہ سمجھتا تو پھر وہ بھی دو سرواں کی طرح انکار کرتا تو شاید آج زندہ ہوتا۔" "قبول کا کیا ہے صرف خبریں لکھنے سے کسی ملک کی تقدیر نہیں بدلا کرتی۔" "مگر وہ ایسا نہیں سوچتا تھا اس کے پاس اس کے لیے اور ان غیر نے اسے موت دے دی۔" "وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔

علیحدہ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اس سے کیا کہے۔ کیا اسے یہ بتا دے کہ ثانوی طرح اسے بھی اس بات پر یقین

نہیں تھا کہ ایسا واقعہ اچھی معمولی بات پر اتفاقاً رونما ہوا۔ شکر عمر کے لیے کا اعزاز اور یقین بخش کی طرف اس کی رائے کو متاثر نہ کر رہا تھا۔
 ”عمر! نے اپنا جملہ ادھورا پھوڑا۔ مجھ کی گہری سانسوں سے
 ”عمر! آپ کو یقین ہے کہ اگلے ایسا۔“ علیہ نے اپنا سوال نہیں دہرایا۔
 پتا۔ کچھ کے پتہ پر ایک بار پھر پتہ نہ آکر رہتا تھا۔ علیہ کو کچھ سوچوں کا جیسے وہ پتہ ہی طور پر کہیں اور پتا نہ
 ”اب آپ کیا کریں گے؟“ وہ اب بھی خاموش تھا۔ علیہ کو کچھ سوچوں کا جیسے وہ پتہ ہی طور پر کہیں اور پتا نہ
 ”اب آپ کیا کریں گے؟“ وہ اب بھی خاموش تھا۔ علیہ کو کچھ سوچوں کا جیسے وہ پتہ ہی طور پر کہیں اور پتا نہ

اچھی طرح سمجھ لی۔ عمر کو یہ سے اتنا اعتماد ہوا کہ اس نے بیڑے میں بیٹھ کر اپنے ہاتھوں کے ساتھ ہاتھ رکھ لیا۔
 بارہ بجے کے قریب علیحدہ نے یہ رہا میں کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنی۔ عمر کو اس میں نیوز ہیج زون میں رہا گاڑی
 اٹھ کر باہر نکل گیا۔ ہاتھوں کی اس کے پیچھے نکل گئیں۔ کچھ دیر کے بعد اس نے انکل ایلا اور جیٹا عمر انکل کے ساتھ گاڑی
 اور عمر کو دوبارہ لانچ میں آتے دیکھا۔ عمر کے چہرے پر ستاؤ کی کیفیت تھی جبکہ انکل ایلا اور انکل جیٹا کچھ پرست و کچھ
 نظر آ رہے تھے۔

مگر بھی ملک ملک کے بعد وہ لاؤنج سے اٹھ کر وہاں میں آئی۔ تاکہ وہ اپنے گھر کے اندر آجائے اور وہاں سے اپنے گھر کے اندر آجائے۔

بہاؤیہ اہل کے برعکس اہل ایزاکاہت کرنے کا ایک مخصوص انداز تھا۔ وہ بہت نرمی سے بات کرتے تھے اور ان کے ہرے پر بیٹھ ایک مسکراہٹ موجود رہتی تھی اور یہ مسکراہٹ کئی بار ساتھیوں سے ہونے لگتی تھی۔ خاص جبر آزما گاہت ہوتی تھی۔ وہ بہت لمبائی میں ہوا میں جاسٹ کیا کرتے تھے اور اکثر یہ معنی اور بے مقصد باتیں کرتے تھے۔

[illegible]

۱۲۱۔ نام آبادت کوئی بتائے آپ یہاں آئے ہیں؟ ”میرے یہی مقصد تھو۔“ اس نے جواب دیا۔

ایاز حیدر نے کمال مہارت کے ساتھ ایک موضوعات پر سرے اور دو سرے سے فیسر پر آتے ہوئے کلام یوں ظاہر کر رہے تھے جیسے اس جھگڑے کی سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں تھی اور وہ درحقیقت کسی فیملی اینڈ وکیر میں شرکت کے لیے آئے تھے۔

”میں نے؟“ نکل ایاز نے کچھ چوٹنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔
 ”شہباز کو قتل کروایا ہے آپ نے۔“
 ”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟“

یوں کہ میں اب وہی طرح جانتا ہوں۔“

ہاں ایسا ہوا۔ یہ تو یہ تمہاری عہد اور بہت دھڑکی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اہل جہانگیر نے انکسٹریٹس، حالات
کے وقت کرا۔
"میں نے یہ بات نہیں کر رہا ہوں۔" وہ بڑے اور ترقی سے انہیں ٹوک رہا۔

تو اس کی جگہ بایر کے اس اعتراض سے کہ جسے اپنی شاہد لگا تھا اور کچھ کی سال پہلے میں سوچا اور علیحدہ لگا تھا۔ میرے قیاس میں قیاس میں ہے۔

ان کی بات کے جواب میں جہانگیر نے بے حد مسرور اور تلخ لہجے میں اس سے کہا۔ اس سے پہلے کہ جہانگیر نے اس کی بات کو دہرایا تھا۔

کوئی ایکشن نہیں لیا جائے گا۔"

”آپ نے تھوڑے لوگوں کو بھروسہ کر دیا ہے۔“

[illegible]

لے چکے ہو تو آتا شور کسی کیا ضرورت ہے۔۔۔ تمہیں یقین تو ہوا ہے کہ اگر کوئی بھی شہر عظیم ہو تو اس کے آس پاس صحرا ہوتا ہے۔ یہاں صحرا کے درمیان آگے آگے میں ۱۹۶۸ میں بارہ گھر بنائے تھے اور علیحدہ سے انٹل ایئر کو چاہا۔ اس بھی بالآخر آواز میں ہو گئے تھے۔

میں نے اسے جاننے کا پھانسی کی کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ میں بننا تیر میں ہوں کہ تمہاری بیوی اس اور بد
برداشت کروں گا۔ آواز کو آہستہ رکھ کر بات کرو۔ پچاس سال ت میرے خاندان نے جو عزت پائی ہے اسے
جیسے بے وقوف شخص کے ہاتھوں میں دینا ہونے تو میں نہیں دوں گا۔ کل بھی تمہیں خاصا سمجھانے کی کوشش کی
تھی۔ آج بھی، یہ حرف تمہارے لہجہ کا اظہار نہیں کرتا۔ اس لیے کہ تمہارا بیوی بچہ ہے۔

غلان ان اپنا نام اور وقار برقرار رکھنے کے لیے بڑی قربانیاں مانگتے ہیں اور خاندان کا نام بچانے کے لیے شہباز جلیقہ کل عمر جہانگیر بھی ہو سکتا ہے اس خاندان کو عمر جہانگیر کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ سچا جیہٹا اور رکھو۔“

نہیں لگتی جتنا ان کا غصہ تھا۔

اس کا خیال تھا عمرہ ادا کرنا اور اس بات کرنے کا۔ شاید وہ چاہتی تھی کہ کسی قسم سے اس کی زندگی کے برعکس لاؤنچ میں اپنی جگہ بن لے۔ اس نے سوچا۔ عمرہ اگلے ہی منٹ خاموش رہا۔ اسے حیرت ہوئی۔ "تم سب کیوں ہو گئے؟" اس نے پوچھا۔ "میں نے سوچا۔ عمرہ اگلے ہی منٹ خاموش رہا۔ اسے حیرت ہوئی۔ "تم سب کیوں ہو گئے؟" اس نے پوچھا۔ "میں نے سوچا۔"

تسلّمات۔ ”ابو اکل ایاز کو قدرے ملنے لے میں بات کرتے تھے۔
 علیزہ نے اس بار اکل ایاز کو قدرے ملنے لے میں بات کرتے تھے۔
 ”جن عدوؤں پر تمہارے ہاتھ ہیں۔ وہاں نام کرنے کے لئے ایک عمر میں گزار دیتے ہیں۔ باقی باتوں کو تو بھروسہ
 یہ جو قمارن مردوں سے چھلانگ لگا کر تمہارا ”پولیس مردوں میں آئے ہوں۔ اس میں تھے روز اور دو گویا لکھنؤ میں
 ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں تو تمہاری طرح جاننے ہو گئے۔“ عمران کی بات کے جواب میں ایک بار پھر نام لکھنؤ
 رہا علیزہ کو بالو کی ہوئی۔
 راستہ کو جس طرح وہ شہباز کے بارے میں پوچھتی ہو رہی تھی۔ اب اس کے کچھ میں اس افسردہ کی یا ہندیا میت نام

دانش بھی نہیں تھا۔ ہمارے خاموشی بھائی۔ پھر اس نے اندر بچہ مڑ کو سنا۔ سنیں۔ اب یہ ہم آواز میں اگلے ایاز اور عمر کے درمیان کچھ بات جو وہی تھی۔ آواز اتنی مدھم تھی کہ حجابات سن سکتی تھیں نہ بچہ سکتی تھیں۔ اسے جس پر رہا تھا آخر اگلے ایاز اب عمر کے کیا کہہ رہے تھے جو وہ اپنی خاموشی سے رہا تھا؟

”میں دوسری بار یہ سوانح کرنا چاہتی ہوں۔ جس کے بارے میں تم اس دن اتنا ہی تھیں۔“ اس دن شام کو وہ سڑک سے فون پر بات کر رہی تھیں۔

”یہ ایک دم تمہیں بخیر نہیں کیسے یاد آیا؟“ شہلا نے پوچھا۔ وہ سر کی طرف سے ہنسی بکھیر رہی تھی۔
 ”جیسے ہی میں کمر لگتی تھی پورے گھر میں آواز آتی تھی کہ ”اس بچے کو چاکلہ کچھ لایا جائے“ اس کے بعد
 ”مگر بڑا پسند آتا ہے“ اور وہ اس کے کمرے میں آ جاتی۔ آخر ہمارے بچہ کو کچھ لایا جائے۔“

”میں نے تم کو اس کی اجازت سے ہی لے کر آئے ہوں۔“

”کیا کیا آپ کیا ہو گیا ہے“
”چوتھ نہیں جس لئے ہے۔“

”نہیں عمر۔ نہ تو ایسا کچھ نہیں کہا۔“

”بس میں نے خودی اپنا ارادہ بدل دیا۔ این جی او کے لیے بھی کام کرتا چاہتی ہوں لیکن ابھی نہیں رزلٹ آنے بعد۔“

وہیں تمہارا دھڑکاؤ مگر ان کیوں ڈالنا بول رہا ہے؟“
 ”مگر میں تو مجھے ہر کام تمہارے ساتھ کرنے کی عادت ہے اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم دیگر زبان بولنا شروع کرو اور
 میں اپنی زبان کے ساتھ دھڑکاؤ کرتا ہوں؟“
 ”تو پھر تم بھی بیگزین بوائے کر لو۔ انبوائے کیسے بولے بھی بیگزین ہے۔“
 ”جیسا کہ تم نے کہا ہے۔ میں چھ سوچتی ہوں۔“ ”تمہارے نامی بھری۔“
 ”اب تم اس گل چلتے ہیں وہاں۔“ ”علیٰ زوئے لگا۔“
 ”تم جلدی۔“

پاپا اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلا اور کوئل جا میں۔ ہمیں وہاں بات کرنی چاہیے۔"

”تحکیمت یار! چلو! صلاحتیں استعمال کر لیتے ہیں۔ پھر شل کھتے مجھے کہیں؟“ شہلا فوراً ”ہاں“ کہتی۔
 ”اگے سے ہی طرف آؤ۔“ وہاں سے اگٹھا چلیں گے۔ ”علیٰ نے بے پرواہی سے کہنے کے بعد غور نہ کیا۔
 پھر اسے خارج ہونے کے بعد توکل کل وہ کمرہ ہی تھمی اور کچھ دن پہلے شہلا نے اسے ایک فیشن میگزین میں نظر
 دلی تھا۔ حجاز کے بارے میں بتایا تھا۔“

علو کے فوری طور پر اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ اسے جبرِ غلام کا شہدہ بھی تھا پسند نہیں آیا تھا کہ وہ اسے اپنے کام سونپی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ زلزلہ آنے کے بعد کسی ایسی جی اے کے ساتھ منسلک ہو کر کام کرے گی۔ مگر شہزادہ نے اسے ہوا تو اس کے بعد ایک دم ہی اسے جبرِ غلام میں رکھ دی پیدا ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آج اس نے شہلا کو قتل کر کے اسے جاسوس کے مارے میں اپنے دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

انہیں قابل کرنے کے لیے ایسی طور پر تیار کی۔

اس سے ہونے والی فتنہ جی چوڑی ترنملو کے چوتھے دن علم امریکہ پانگیا علیہ و نہ اس بار میں ہوا اس کے جانے کو شجید کی لپا تھا۔

وہاں کی باتوں پر قہقہے کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ اپنی زندگی کو نارمل کر۔ نہ ہی کوشش کر رہی تھی۔ اور ناوے اس سے پہچنے کے بہت قریب تھا۔ وہاں کے واقعات کے بارے میں کوئی بات نہیں کی اس کے لیے شاید اتنا ہی کافی تھا کہ وہ وہاں پہنچ جائے گی۔ اس کی طو و ساختہ فیدر تھا کہ یہ تمام ہو گئی تھی اور شہلا ایک بار پھر اس کی زندگی کا حصہ بن گئی تھی۔ اس کے لیے یہ طو و ساختہ فیدر تھا کہ یہ تمام ہو گئی تھی اور شہلا ایک بار پھر اس کی زندگی کا حصہ بن گئی تھی۔

عمر نے واپس جانے کے ایک ہفتے بعد انہیں فون کیا تھا۔ تانوسے بات کرنے کے بعد اس نے علیزبیت سے بھی بات کی۔ علیزبیت کو وہ سب سے زیادہ رنجوش اور غمگین لگتا تھا۔

"باربا میں تمہیں بہت مسکرا رہا ہوں۔" عمر نے عیشہ والی بے تکلفی کے ساتھ علیزبیت کی آواز سننے ہی کہا۔

علیہ اس کی بات پر بچوں کی طرح خوش ہوئی "میں بھی آپ کو بہت مس کر رہی ہوں۔" اس نے جواباً کہا۔
 "یہ تو بڑی جوان کن بات ہے کہ علیہ سکندر جیسی ہستی ہمیں مس کر رہی ہیں واپس آجاؤں؟" اس کی آواز میں شوخی تھی۔

"آجائیں۔" علیہ اس کے انداز سے محفوظ ہوئی۔
 "آجائیں کچھ دیر بھی نہیں۔ ابھی میں آجین جا رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

میں ویسے ہی سو فیہ کے لیے کچھ دوستوں کے ساتھ جا رہا ہوں۔" اس نے اطلاع دی۔

"واپس آجائیں گے؟"

"آجائیں گا۔"

"پندرہ ماہ تک۔"

"آپ نے کہا تھا۔ میں سیشنز کروانا شروع کروں تو آپ جلدی آجائیں گے۔" علیہ نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں مجھے یاد ہے۔ تمہارا قاعدہ گے سے سیشنز کے لیے جاری ہو گا۔"

"ہاں ہر آپ کب آئیں گے؟" علیہ نے ایک بار پھر بے یابی سے پوچھا۔

"میں نہیں۔" دراصل مجھے کچھ کام بھی ہے لیکن پھر بھی میں وعدہ کرتا ہوں جلدی آجاؤں گا۔" عمر نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ وہ مطمئن ہوئی یا نہیں اس کی عمر سے مزید اصرار نہیں کیا۔ اسے یقین تھا وہ جلدی واپس آجائے گا۔

اسے میگزین جو ان کے تین ماہ ہو گئے تھے اور یہ تین ماہ اس کے لیے بہت اچھے ثابت نہیں ہوئے تھے۔

جرنلزم کے بارے میں جو خواب لے کر اس میگزین میں لکھی تھی۔ وہ پہلے ستنے ہی ختم ہو گئے جب اسے کچھ غیر ملکی میگزین پر کم کر دیے گئے کہ اسے ان میں سے شوزیز کی خبریں منتخب کرنی ہیں۔ وہ کچھ ہکا بکا ہو کر سارا دن میگزین ریزنگ کرتی رہی۔ شملہ اس دن آفس نہیں آئی۔ علیہ نے کچھ واپس جاتے ہی اسے فون کیا۔

"کیا ہوا ابھی؟" اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو؟" شملہ نے اس کی آواز سے فوراً اندازہ لگایا کہ وہ کسی وجہ سے پریشان ہے۔ علیہ نے اسے ساری تفصیل بتائی۔

"تو پھر؟" شملہ نے اس کی ساری باتیں سننے کے بعد بڑے اطمینان سے پوچھا۔

"تو پھر کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میرا مطلب ہے کہ تم کیوں پریشان ہو جاؤ گے؟"

"میں پریشان کیوں ہوں؟ میں اس سے پریشان ہوں کیونکہ یہ وہ کام تو ہے جس کے لیے میں وہاں گئی ہوں۔"

"آپ کس لیے گئی ہیں وہاں؟"

"کوئی تحقیقی اور جیت جیت کام کرنے، غیر ملکی میگزینز کے خبریں پختہ نہیں گئی۔ ہم کیا کریں گے وہاں باہر کی خبریں غیر ملکی ماہر کے فیشن سٹائلس کی کاپی کرتے ہیں بس فرق یہ ہوتا ہے کہ ماڈل اپنی ہوتی ہے اور فوٹو گرافر انگریز۔"

میک اپ اور ہیرا سٹائل تک ان ہی جیسا ہوتا ہے یہ کیا چیز ہے جو ہم اپنے لوگوں کو دے رہے ہیں؟" عمر نے پوچھا۔

"انہی ہوتی ہیں۔"

"ابھی تو جانا شروع کیا ہے وہاں۔ اتنی جلدی کوئی نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہیے۔ ابھی تو ہمیں جرنلزم کی انٹرفیو بھی ہونا نہیں ہے۔ تمہارا عرصہ وہاں کام کریں گے تو کچھ ہی چلے گا۔ کچھ تجربہ ہو گا تو ہم لوگ ٹریڈنگ بدل بھی گئے ہیں۔"

"شملہ نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔"

"ہم ٹریڈنگ بدل سکتے ہیں؟ کیا ٹریڈنگ بدل سکتے ہیں؟ غیر ملکی میگزینز میں سے چوری کی جانے والی خبریں اور آرٹیکلز کو اپنے فوٹو گرافر کو اور پھر جیل شوٹ کے لیے مجبور کر سکتے ہیں۔" وہ اب بھی اتنی ہی مایوس تھی۔

"جواب میں کنفیوز ہوں۔"

"کنفیوز کیوں ہو، اگر یہ سب تمہیں پسند نہیں ہے تو جواب چھوڑ دو کچھ اور کر لو۔" شملہ نے اسے کھٹ سے مشورہ دیا۔

"اور کیا کروں؟"

"تم ان جی او جوائن کرنا چاہتی ہو، وہ جوائن کرو۔"

"نہیں۔ میں ابھی این جی او جوائن کرنا نہیں چاہتی میں کچھ عرصہ جرنلزم کے ساتھ ہی منسلک رہنا چاہتی ہوں۔"

علیہ نے فوراً انکار کیا۔

"تو پھر کیا کام کرتی رہو۔"

"عمر یہ وہ جرنلزم نہیں ہے جس کے ساتھ میں منسلک ہونا چاہتی ہوں نہ ہی یہ وہ کام ہے جو میں کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں نے تم سے کہا ہے کچھ وقت۔"

"مگر کچھ وقت کے بعد بھی منسلک کچھ ایسا ہی رہا تو پھر پھر مجھے افیس ہو گا کہ میں نے وقت ضائع کیا اور اتنے عرصہ میں سب کرتے رہے۔ شاید میری ساری تخلیقی صلاحیت ابھی ختم ہو جائے۔" علیہ نے شملہ کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

"تمہیں کام کرنا ہی چاہتی ہو اور اس سے خوش بھی نہیں ہو۔ ایسا کرتے ہیں۔ ایڈیٹر سے بات کرتے ہیں۔ انہیں کہتے ہیں ہمیں شو بزنس کے بجائے کوئی دوسرا سٹوڈیو دیں۔" شملہ نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔

"میں میگزین کے بجائے کسی اخبار کے ساتھ کام کرنا چاہتی ہوں۔" علیہ نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

"علیہ! تمہیں کوئی تجربہ نہیں ہے۔ تجربے کے بغیر کوئی اخبار بھی تمہیں جاب آفر نہیں کرے گا۔ ذرا حقیقت سنو۔"

"میں نے سن لیا۔"

"میں نے سن لیا۔" عمر نے اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

"میں نے سن لیا۔" عمر نے اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

"میں نے سن لیا۔" عمر نے اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

"میں نے سن لیا۔" عمر نے اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

"میں نے سن لیا۔" عمر نے اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

"میں نے سن لیا۔" عمر نے اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

"میں نے سن لیا۔" عمر نے اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔

نہیں ہو تو وہ مت کرو۔" شہزادے نے اپنا مشورہ بڑھاتے ہوئے کہا۔
 "میں اپنی جگہ پر چاہتا ہوں۔ تو جاننا چاہتا ہوں کہ میرے اندر مستحق
 ہے۔ میں اپنی جائزگی نہیں ہوں کہ جاب کی ٹینشن سے ہوا کر بھاگ جاؤں۔ وہ پہلے ہی مجھے مع کر رہی تھی کہ میرا
 جاب والا میرا مت نہیں ہے اس لیے میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں یہ کام نہ کروں۔"
 "ٹھیک ہے تو پھر کچھ عرصہ تک مستقل مزاجی رکھو اور کوئی اخبار جو اٹن کر لیں۔" شہزادہ نے
 یاد دہرائی۔
 "جیسے بھی میں صبح جنس آؤں گی تو ایسے ہی کسوں کی کہ ہمیں مختلف حوصلے اور ٹینشن کی رپورٹنگ سکھانے
 بھراؤں میں یہ شہزادہ والا کائنات دین۔" شہزادے نے ہانسی سے کہا۔

"وہاں جائیں گے؟"
 "یوں نہیں جائیں گی۔ ذیل ٹرمز میں اپنا کے ساتھ آنا تھا تو ضرور کریں گی۔"
 "ٹھیک ہے پھر تم آؤں گے۔" شہزادہ نے کہا۔ "میں اس کی کوریج کے لیے بھیجے گا۔
 میں تو پھر میں جاب چھوڑ دوں گی اور پھر مانو کے سامنے خلاصی شہر مندرجہ ہوگی مجھے کمر جو کام مجھے اپنا نہیں لگتا تھا
 میں وہیں کروں گی۔" شہزادے نے اس کی طرف سے ہلکی سی غلطی دے فون رکھ دیا۔

شہزادہ نے قتل کو اس نے بدی دلچسپی کے ساتھ لیا تھا اگرچہ اس دن عموماً اس سے چلا گیا تھا پھر بھی
 غلطی کو امتیاز تھی کہ وہ اس کے قتل کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا۔ خاص طور پر اس لیے کہ قتل اس کی
 وہ سے ہوا تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ قتل کس نے کروایا تھا۔

شاید اس لیے اسے امتیاز تھی کہ اگر وہ براہ راست اس بارے میں کچھ نہ بھی کر سکتا تو کسی نہ کسی طرح انکشاف لانا
 ناممکن نہیں تھا۔ ایک وجہ تھی کہ اگلے کئی ہفتے تک وہ تمام اخبارات کی ایک ایک خبر پڑھتی رہی۔ شہزادہ
 منیر کے قتل کے بارے میں کچھ عرصہ تک صحافیوں میں پھیلنے والی خبریں سنیں۔ اس کے لیے جو جگہیں بھی نکلتے تھے اور اس کے
 اپنے اخبار نے کچھ دنوں پہلے بھی کی تھی۔ روز اس کے قتل کے بارے میں کچھ اخبارات بھی لکھی تھیں۔ کسی نہ کسی اخبار میں پیش
 ہوتا رہا مگر اس خبر کو نہ مننے لگی۔

وزارت اطلاعات کی طرف سے اس کی دہرے کے لیے ایک چیک باؤنڈ کر دیا گیا جس کی تفصیل بھی اخبار میں آئی
 مگر نمٹنے کی طرف سے اسے ایک پابندی بھی دے دیا گیا یہ قدرے عجیب کن تھا خاص طور پر جب گورنمنٹ
 خود جاننے والی تھی مگر غلط اندازہ کر سکتی تھی کہ اس چیک اور باؤنڈ کے پیچھے اس کی مہربانی کا رُخ تھا۔

ایک دو ماہ بعد ایک دم گورنمنٹ تبدیل ہوئی اور پولیٹیکل سیٹ اپ کے بدستور شہزادہ منیر کا قتل مکمل طور پر
 نیک گراؤ میں چلا گیا۔ اخبارات نے کچھ ایسی خبریں اور بیانات سے بھرے دیے تھے۔ اگلے انتخابات
 کے بارے میں قیاس آرائیاں جاری تھیں۔ اتنے دھوم دھڑکے میں کس کو یاد تھا کہ شہزادہ منیر نام کا ایک شخص تھا
 جس نے ایک دفعہ اپنے ماں باپ کی احترام باتوں کی برکت سے اپنے ملک کی طرف واپس ہجرت کی تھی۔ وہ اپنی مرضی
 سے بیسویں صدی سے واپس بارہویں صدی میں آ گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے ایک دوست کی احترام باتوں میں آکر
 لوگوں تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ بارہویں صدی کے لوگوں کے سامنے بیسویں صدی کی جرات دکھانے کی
 کوشش کی تھی کیا ہوا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ اس کے ساتھ وہی کیا کیا تھا جو کرنا چاہتا تھا۔ اس ملک کو کس نے کتنا
 خون دیا تھا یہ یاد رکھنے والی بات نہیں تھی۔ اس ملک سے کس نے کتنا خون لیا ہے۔ شاید یاد نہیں ہی رکھا جاتا ہے
 شہزادہ منیر کو بھی بھلا دیا گیا تھا مگر غلطی کو وہ یاد تھا اور ہر بار اس کا خیال آنے پر اسے عمر بھر کے شہزادے کے
 اتنی آسانی سے سب کچھ کیسے بھلا دیا۔ کیا اسے یاد نہیں کہ شہزادہ منیر کی موت کی وجہ وہی تھا وہ کم از کم ایک بار ان

اس بارے میں بات ضرور کرنا چاہتی تھی۔
 "اگلے کچھ ماہ اس کی ملاقات نہیں ہوئی انکشاف لانا اور انکشاف لانا کے ساتھ اس کی کیا سفارشات ہوتی
 تھیں وہ نہیں جانتی تھی۔ شہزادہ منیر اس دن چلا گیا تھا اس کے بارے میں دوبارہ اخبار میں کوئی خبر نہیں آئی تھی اور یہی وہ
 مسئلہ ہوا تھا۔ اگلے چند ماہ کے دوران جو واحد خبر غلطی تک پہنچی تھی وہ اس کی ایک مدت اچھے شہر میں پوسٹنگ گئی
 اور پھر اس نے اپنا سامان انیسویں سے منگوا لیا تھا۔ وہ سامان لینے کے لیے آیا تھا۔ اس نے ٹانوں سے فون پر بات کر کے
 انیس اپنا سامان منگوائے کے بارے میں بتا دیا تھا اور ٹانوں نے اچھی مگر ان میں اس کے بھجوائے ہوئے ٹکٹ پر سامان
 لیا کر دیا۔

غلطی نے ایک دن ٹانوں سے شہزادہ منیر کے قتل کے بارے میں بات کرنے کی کوشش کی اور وہ اس وقت سن ہوئی
 جب ٹانوں نے بہت اطمینان سے کہا۔
 "میں اس کے معاملے میں نہیں جانتی۔ کس طرح تو کون کوئی کرنا ہے۔ غلطی کی گمراہی ہے اس نے کیوں شہزادہ
 کو برا بھلا کرنے کی کوشش کی۔"

"تو پھر انکشاف لانا کو یہ حق پوچھتا ہے کہ وہ کسی کو قتل کر رہی۔"
 "اس نے کون سا ایسا ایسا ہے کسی کو قتل کیا ہے۔ اسے ان میں کو اس نے شہزادہ کو ہارنے دے دیا تھا۔ اس کے لیے
 کہا ہو گا۔ اب انہوں نے قتل کر دیا تو وہ کیا کر سکتا تھا۔" وہ ان کی منطق پر حیران رہ گئی۔
 "یہ بات سچ سے قتل کرنے والی قاتل نہیں ہو سکتی۔ قتل کروانے والا بھی مجرم ہوتا ہے۔" اسے ٹانوی بات پر
 انور کا جواب تھا۔

"میں اس بارے میں بحث کرنے کی پابندی نہیں ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارا شہزادہ منیر سے کوئی تعلق ہے
 اور یہی اس واقعہ کے بارے میں ہم سے پوچھ کر کچھ کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے والے مجھے سمجھا تھا کہ کوئی قاتل کیا۔" ٹانو
 بھی کچھ مطمئن نہیں تھیں۔
 "مگر ٹانو! انکشاف لانا نے ایک غلط کام کیا۔"

"جو کچھ شہزادہ منیر نے جارا تھا۔ وہ بھی ٹھیک نہیں تھا۔ ہمارے خاندان کی بہت رسوائی ہوتی اگر وہ جہاں تھیں
 وہاں میں وہ رہ کر شہر شہر کے عمارتوں کا کچھ بہتر ہوتا۔ اب ظاہر ہے ایسا خاموش تو نہیں بیٹھ
 سکتا تھا۔"

"مگر شہزادہ جو کچھ شائع کرنے جا رہا تھا۔ وہ بھوت نہیں تھا۔ سچ تھا اگر خاندان کی عزت کی بات تھی تو انکشاف لانا
 نے کیوں اس طرح کے کام کیے وہ اس وقت یہ سب کچھ سوچتے جب وہ روپے کے لیے اپنے عہدے کا بری طرح
 استعمال کر رہے تھے۔"

"مگر شہزادہ منیر کو بدستور اس کے ذاتی معاملات میں دخل دینے کی کیا ضرورت تھی؟"
 "ذاتی معاملات؟ ٹانو! یہ انکشاف لانا کے ذاتی معاملات نہیں تھے وہ ان کے کسی اسٹینڈل یا انٹرنل کے بارے
 میں خبر شائع نہیں کر رہا تھا۔ وہ ان اہم فائلز کی بات کر رہا تھا جنہیں اسمگل کر کے انہوں نے کئی ملین ڈالرز کا
 جیل۔" پھر بھی شہزادہ منیر کا اس سارے معاملے سے کیا تعلق تھا؟ اس نے کیوں۔

غلطی نے ٹانوی بات کاٹ دی۔ "ٹانو! اس نے اپنا فرض پورا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے کوئی غلط کام
 نہیں کرنا چاہا۔ آپ کو یہ سب کچھ اس لیے برا نہیں لگ رہا کیونکہ آپ کے اپنے بیٹے ان سب چیزوں میں انوار
 ہیں۔ آپ شہزادہ منیر کی ماں بن کر سوچیں تو آپ کو احساس ہو گا کہ اس کو ایک صحیح کام کی سزا دی گئی ہے۔ آج کوئی
 انکشاف لانا کو اس طرح بے رحمی سے مار دے تو آپ کیا محسوس کریں گی۔"
 "غلطی! تم فضول بکواس مت کرو۔"

علیہ کاڑی ڈرا ہو کر تے ہوئے سرگرمی سے لے آئی۔ وہ دونوں بڑے مطمئن انداز میں باتیں کر رہی تھیں جس سے علیہ نے ایک دیر سرد سے ایک گاڑی کو بڑی تیزی سے اپنے پیچھے آتے دیکھا۔ گاڑی انہیں اور نیک کرسٹل سے بجائے ان کی پیچھے گاڑی کے ساتھ ساتھ دھڑکنے لگی۔ گاڑی میں وہی چاروں لڑکے تھے۔ علیہ نے پہلی نظر میں انہیں پہچان لیا۔

”یہ تو پیچھے آنے لگے ہیں اب کیا کریں؟“ علیہ نے کہہ کر پوچھا۔ انہوں نے کہا۔
 ”تم کار کی اسپڈ آہستہ آہستہ کم کر دو۔“ ان لڑکوں نے بھی اپنی کار کی سپڈ آہستہ آہستہ کم کرنے کے اشارے کیے۔

”یہ ذلیل پنچھانیں جو وہیں کے تم اسپڈ بڑھا دو دیکھتے ہیں کیا ہو سکتا ہے۔“ علیہ نے ایک دم کار کی سپڈ بڑھا دی۔ لڑکوں کی کار اب برابر چلنے کے بجائے ان کی کار کے پیچھے آ رہی تھی۔ کچھ دیر تک وہ مختلف سڑکوں پر کار چلا رہی تھی مگر وہ گاڑی مسلسل ان کے پیچھے رہی۔ ”تم میرے گھری پلوں کو سڑک سے ڈوبانے چاہا چھوڑو۔“ شملہ نے اس سے کہا۔

”دیکھیں رستے میں اگر ان لوگوں نے گاڑی روک لی تو تمہارے گھر کے راستے پر اس وقت بالکل بھی ٹریفک نہیں ہوتی۔“ علیہ نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔
 ”تم اسپڈ بہت تیز کرنا اور انہیں اور نیک کرسٹل کو روک دینا ایک بار میرے گھر کے باہر گاڑی پہنچ گئی تو پھر کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔“ یوگیا ایک منٹ میں کیٹ کھول دے گا۔ نہ بھی ٹھوٹا تو باہر تو آئی جائے گا پھر یہ لوگ وہاں کیا کر سکیں گے۔“

”مگر مجھے تو ابھی اسکی ہی پھر جانا ہے۔“
 ”تم گاڑی اندر لے آنا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد چیک کر لیں گے کہ یہ لوگ باہر تو نہیں ہیں پھر تم باہر دیکھیں۔“ یوگیا نے کہا۔ انہیں اندر جا کر کچھ کر دینا ہو جائیگا۔ اس خوفزدہ کر رہے ہیں انہیں۔
 شملہ نے کہا۔

علیہ نے ان کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے گاڑی اس روز پر موڑ دی جہاں شملہ کی گاڑی تھی۔ بہت تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے وہ شملہ کے گھر پہنچی تھی۔ ان لڑکوں کی گاڑی بھی اب پوری رفتاری سے ان کے پیچھے تھی اور ان کی گاڑی کو ایک سناں سڑک پر مڑتے دیکھ کر انہوں نے دو تین بار اور نیک کرسٹل کو غصے کی مگر علیہ ہر بار کار کی رفتاری بڑھا کر رکھی۔

شملہ کے گھر کے سامنے پہنچے ہی اس نے ہارن پر ہاتھ رکھ دیا اور کار روک دی۔ وہ لڑکے تیزی سے ان کی گاڑی کے پاس سے گزرے اور پھر علیہ نے ان کی گاڑی پر رفتار کم ہوتے دیکھی۔ چونکہ اب کیٹ کھول دیا تھا علیہ برقی رفتاری سے کار اندر لے گئی۔ ان دونوں نے یہ سب کر کے یوگیا کو کیٹ بند کرنے کا کہا اور ان کی جان میں جان آئی تھی۔

”ایک بات تو طے ہے میں وہ بارہ کبھی رات کو آئیے کیس نہیں جاؤں گی۔“ علیہ نے گھر کے ماحول سے ہٹ کر کار کی سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائی۔
 ”یہ نشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ دفع ہو گئے ہوں گے سارا سچا تجارت کر دیا انہوں نے میں نے کیا کیا سے کہی انہوں نے ڈرا باہر مھاٹک کر رکھے۔“

شملہ نے کار سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ اب کیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ علیہ نے ایک دیر سرد سے اسے جھکایا۔
 ”ہاں میں کرتے کرتے۔“

یہ کچھ دیر بعد انہوں کے بعد پھر نیک کرسٹل کو روک کر ہارن پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ لڑکے تیزی سے ان کی گاڑی کے پاس سے گزرے اور پھر علیہ نے ان کی گاڑی پر رفتار کم ہوتے دیکھی۔ چونکہ اب کیٹ کھول دیا تھا علیہ برقی رفتاری سے کار اندر لے گئی۔ ان دونوں نے یہ سب کر کے یوگیا کو کیٹ بند کرنے کا کہا اور ان کی جان میں جان آئی تھی۔

”ایک بات تو طے ہے میں وہ بارہ کبھی رات کو آئیے کیس نہیں جاؤں گی۔“ علیہ نے گھر کے ماحول سے ہٹ کر کار کی سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائی۔
 ”یہ نشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ دفع ہو گئے ہوں گے سارا سچا تجارت کر دیا انہوں نے میں نے کیا کیا سے کہی انہوں نے ڈرا باہر مھاٹک کر رکھے۔“

شملہ نے کار سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ اب کیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ علیہ نے ایک دیر سرد سے اسے جھکایا۔
 ”ہاں میں کرتے کرتے۔“

یوگیا نے کہا۔ انہیں اندر جا کر کچھ کر دینا ہو جائیگا۔ اس خوفزدہ کر رہے ہیں انہیں۔
 شملہ نے کہا۔

علیہ نے ان کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے گاڑی اس روز پر موڑ دی جہاں شملہ کی گاڑی تھی۔ بہت تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے وہ شملہ کے گھر پہنچی تھی۔ ان لڑکوں کی گاڑی بھی اب پوری رفتاری سے ان کے پیچھے تھی اور ان کی گاڑی کو ایک سناں سڑک پر مڑتے دیکھ کر انہوں نے دو تین بار اور نیک کرسٹل کو غصے کی مگر علیہ ہر بار کار کی رفتاری بڑھا کر رکھی۔

شملہ کے گھر کے سامنے پہنچے ہی اس نے ہارن پر ہاتھ رکھ دیا اور کار روک دی۔ وہ لڑکے تیزی سے ان کی گاڑی کے پاس سے گزرے اور پھر علیہ نے ان کی گاڑی پر رفتار کم ہوتے دیکھی۔ چونکہ اب کیٹ کھول دیا تھا علیہ برقی رفتاری سے کار اندر لے گئی۔ ان دونوں نے یہ سب کر کے یوگیا کو کیٹ بند کرنے کا کہا اور ان کی جان میں جان آئی تھی۔

”ایک بات تو طے ہے میں وہ بارہ کبھی رات کو آئیے کیس نہیں جاؤں گی۔“ علیہ نے گھر کے ماحول سے ہٹ کر کار کی سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائی۔
 ”یہ نشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ دفع ہو گئے ہوں گے سارا سچا تجارت کر دیا انہوں نے میں نے کیا کیا سے کہی انہوں نے ڈرا باہر مھاٹک کر رکھے۔“

شملہ نے کار سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ اب کیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ علیہ نے ایک دیر سرد سے اسے جھکایا۔
 ”ہاں میں کرتے کرتے۔“

یوگیا نے کہا۔ انہیں اندر جا کر کچھ کر دینا ہو جائیگا۔ اس خوفزدہ کر رہے ہیں انہیں۔
 شملہ نے کہا۔

علیہ نے ان کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے گاڑی اس روز پر موڑ دی جہاں شملہ کی گاڑی تھی۔ بہت تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے وہ شملہ کے گھر پہنچی تھی۔ ان لڑکوں کی گاڑی بھی اب پوری رفتاری سے ان کے پیچھے تھی اور ان کی گاڑی کو ایک سناں سڑک پر مڑتے دیکھ کر انہوں نے دو تین بار اور نیک کرسٹل کو غصے کی مگر علیہ ہر بار کار کی رفتاری بڑھا کر رکھی۔

۱۰) جوہد ہوں لے کر آیا ہوں

”وہ مجھے“
”تمہارے لیے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ ہے“

”کچھ نہیں۔“ میں اپنی مڑی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔
”کچھ نہیں؟“ اس نے کہا۔ ”میں نے تو کہا تھا کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔“

بے جا کی ہے۔ ہمارے ہر فرد کو اس طرح کی تعلیم دینی چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو کسی طرح کی بے جا تعلیم سے محفوظ رکھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہر فرد کو اس طرح کی تعلیم دینی چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو کسی طرح کی بے جا تعلیم سے محفوظ رکھے۔

اور تیسرے دن وہ اٹھی اس کے سامنے تھا کہ علیزہ کو اس دن بھی باپا کا حضور تھا اور وہ اپنے کمرے میں تھی وہ
دروازے پر پہنچ گئی اور داخل ہوا۔ وہ اسے دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگی۔ علیزہ نے اسے دیکھ کر کہہ دیا
کہ علیزہ! میں نے تم سے کہہ کر ڈھائی۔ وہ یہ جانتی تھی کہ علیزہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

ہم کہہ کر اٹھ کر چلے گئے۔

اس کی فکر مندی اسے اچھی لگ رہی تھی۔ اس کے خوش ہونے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ سرفاس مسکے۔

”تمہارا انکار کیا ہے اب؟“ عمر کو ایک دم یاد آیا علیزہ کے جواب کا انتظار یہ تھا کہ اس نے علیزہ کے کلمے
تھوڑے کچھ دیا۔

”ہاں، لیکن زیادہ نہیں۔“

”نہ ایک ہے اگر زیادہ بخار نہیں تو پھر احمق ہے“ وہ کھڑا ہو گیا اور اس کا ہاتھ چلا کر اسے اٹھانے لگا۔

”گھس اور نہیں جاتا۔ بس اؤنچ تلے جاتا ہے۔“ سہی ہے طوالتا ہے۔“ تھیں۔“

”کس سے ملواتا ہے؟“

ایک دوست نے "وہ مسکرایا، علیحدہ کمرہ حیران ہوئی۔ اس سے پہلے عمر نے مجھ سے اپنے کسی دوست کے لیے کوئی شے نہیں کی تھی اب ایک دم اپنے کون سا دوست آگیا تھا جس سے ملنا تارہ ضروری سمجھ رہا تھا۔"

”میں نے سوچ کر لیں۔“ اس نے اٹھ کھڑے ہوئے کہا۔
 ”کونسی ضرورت نہیں۔“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ بیٹھ گیا۔

’ہاں میں ہر شے تک نہیں کیا میں نے۔‘ علیہ وسلم نے احتجاج کیا۔

252

ہمارے انیس سو سو تین کی کمی ہے، قرآن کی تمام اس طرح بھی استحضار سے پڑھ لیں۔ "دو سو تیرہ" سے

تو اس نے کہا: "اے علیؑ! تم نے مجھ کو جس کے عالم میں لے جایا ہے۔ اس کے عبادت کے لیے ہے۔"

نہیں۔ اس کی بالکل سائنس صوفیہ عالم کے ساتھ ایک غیر عقلی لڑی

ہر ایک کو اس وقت لگتا تھا کہ یہ سب سے نمایاں چیز تھی۔

”میں نے ان کا نام لیا اور ان کے پاس گیا۔“

اب اس وقت تک کہ وہ اپنے گھر سے باہر نہ آئے۔

"خلق ہے میری کزن، علیہ السلام، وہ تو ہے میری سہیلی۔"

میں نے ان دونوں کو اس کے ساتھ ساتھ لے کر اپنے کمرے میں لے گیا۔ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ ساتھ لے کر اپنے کمرے میں لے گیا۔

”کیسی ہو گئی؟“ وہ اس پر پھر رہی تھی۔

"تم بالکل ویسی ہو جیسی میں نے تم کو دیکھا تھا۔" اس نے کہا۔

غلطی نے اس سے یہ کہنا چاہا کہ وہ اسے کیسا توقع کر رہی تھی۔ وہ ایک دم ہرجیزہ میں رہ چکی تھی۔ کھو جھکی تھی۔

جو نقیاب واپس ہانکے ساتھ صورت پر پڑے کسی بھی۔ علیہ ذہن کہہ
کی۔ تم اب کچھ کچھ کا نقیاب اُدارف کروا رہا تھا

”ہمارے دوستی اس سال پرانی ہے۔ تو وہ تھکے اور میں ایک ہی اسکول میں جاتے رہے ہیں۔ پھر کیملی فورڈ آیا۔
میں اس سے میرے ساتھ ہی ہوں۔“

علیہ کو اس کے تعارف میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ عمر کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھ رہی۔ وہ دیکھنے سے بیان تھا اور اس سارے طے سے اس کے دور از ادب نے ایک بار بھی ہاتھ کاٹ کر نہیں رکھا اور اب وہ بتا رہا تھا۔

آپ کے پاس ایک اور اسرار ہے۔ دوسرے کے پاس ایک بارہوی ہے جو کچھ کا کچھ کر لیں یا اور آپ دیکھیں۔
آپ کے پاس ایک مال ہے ایک دوسرے کے ساتھ ہیں عملیہ کا دل چاہو ایک دم انھیں کہیں ہے چلی جائے۔

”مگر تمہارا بہت ذکر کرتا ہے علیحدہ! ابھی بھی ہم تمہارے لیے اسپین سے واپس چلے آئے ہیں۔ وہ بہت

تو یہ وہ ظہوری کا نام تھا جس کے لیے عمر بار بار واپس امریکہ جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی دوسری

ایسا فریڈ اور بھی وہ دوست تھے جنہی کے ساتھ وہ چین گیا تھا۔ لیکن وہ کہتے ہیں تھا جو بیٹھ کے علاوہ وہ کسی اور چیز کے لئے نہیں کیا یہ گا۔ وہ سمجھ نہیں سکتی تھی اسے جو بیٹھ پر رشک آ رہا تھا اس سے حسد اور رہا تھا۔

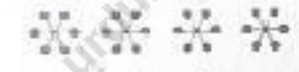
۳۵۳

”مجھے خبر آ رہی ہے ہاں میں سوئے جا رہی ہوں۔“
 وہ کچھ کی گئی چوڑی انگلی کے بواہ میں چلی گئی۔
 دیکھا شاید اسے علیزہ کے اپنے سرور پر عمل کی توقع نہیں تھی۔
 عمر نے اپنی نظر ہلکے سے علیزہ کو دیکھا۔ اس کا چہرہ ہنس کی کوشش کر رہا تھا۔
 ”علیزہ! تجھ کو کچھ دیر بائیں کرتے ہیں۔“ عمر نے اسے روکنے کی کوشش کی۔ وہ رکی نہیں۔
 ”مجھے غصہ آ رہی ہے مجھے سونا ہے۔“ وہ اس بار عمر کا چہرہ دیکھنے بغیر لاؤنج سے نکل گئی۔
 لاؤنج میں چند نکل کے لیے ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی تھی۔
 ”میرے اس خاموشی کو تھوڑا“ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے یہ واضح کر دیا۔
 بواہ کچھ بولنے بغیر مسکرائی۔ عمر کے ساتھ آگئی۔
 علیزہ کے کمرے پر دستک دے کر اس نے کمرے کے اندر جانے کی کوشش کی مگر وہاں نہیں کھلا۔ لاکھ لاکھ۔
 رک گیا۔ اس نے ایک بار پھر دروازے پر دستک دی۔ اس بار اس نے علیزہ کا نام پکارا۔
 علیزہ نے اپنے دروازے پر ہونے والی دستک سنی اور اس کی آواز بھی پہچان لی مگر وہ اسی طرح خاموشی سے اپنے
 بیدار رہی۔ اسے اس وقت عمر پر بے تحاشا غصہ آ رہا تھا۔

عمر نے دوبارہ دروازے پر دستک دی۔
 ”میں سو رہی ہوں اب مجھے غریب نہ کریں۔“ اس بار عمر نے علیزہ کی آواز سنی۔
 ”تم رانی جلدی کیسے سو سکتی ہو؟ وہ بھی کھانا کھائے بغیر۔“ عمر نے بلند آواز میں کہا۔
 ”مجھے کھانا نہیں کھانا۔ مجھے بھوک نہیں ہے اب کچھ جائیں۔“
 ”میں تمہارے لیے کچھ پھوڑ کر آؤں۔“ کیا وہ اس کا نام میرے ساتھ اس طرح کر رہی ہو۔
 عمر نے شکایت کی۔

”آپ کچھ بھی چھوڑ کر نہیں آسکتے۔ اب سب کچھ ساتھ لے آئے ہیں۔“
 علیزہ نے بے اختیار کہا اور بواہ ”اس نے عمر کی بے ساختہ ہنسی مانی۔
 ”تم تو کچھ کی بات کر رہی ہو۔“ علیزہ کو آج اپنے جملے پر شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔
 فوری طور پر اپنی بات کے ازالے کے لیے کیا کتبہ وہ خاموش رہی۔
 ”تمہیں اس کا اتنا چھل نہیں لگا؟“
 وہ اب بھی چپ رہی۔

”علیزہ! میں تم سے بات کر رہا ہوں۔“ وہ اب بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔
 ”اے اب اس بچو! وہ اب پوچھ رہا تھا۔“
 ”نہیک ہے میں اسے بول رہی ہوں۔“
 اسے اس کی بات پر یقین نہیں آیا۔ دروازے کے باہر اب خاموشی تھی۔



”اور علیزہ! کیا وہاں ہے اختیار پر ایک پرہیز اور گاڑی رک گئی۔ علیزہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ان میں سے
 ایک لڑکا گاڑی کا ٹائر بدل رہا تھا اور شاید وہ اسی وجہ سے وہاں رکتے تھے۔ وہ اس طرح وہاں نہ رکتے۔ علیزہ نے
 لوگوں کے چہرے پر ایک دم غیرت دیکھی اور پھر انہوں نے اسے اور اس کی گاڑی کو پہچان لیا۔ جب تک وہ گاڑی
 ریورس کرنے کی کوشش کرتی۔ وہ تینوں بھاگتے ہوئے اس کی گاڑی کے پاس آئے۔
 علیزہ نے تیزی سے دروازے کو لاک کیا۔ کھڑکی کا شیشہ پلے ہی اوپر تھا۔ دو تینوں اسی کے دروازے کی طرف

”اے عمر! اتنی بڑی تمہیں تھی کہ وہ اس پر گاڑی کو بول رہی تھی۔ اسے گاڑی پر مسلسل ریورس کرنا تھا۔ جب
 تک وہ اس پچھلی سڑک تک نہ پہنچ جاتی جہاں سے اس نے ٹرن لیا تھا۔
 ”اے اب اس کی گاڑی کے دائیں طرف۔“ اسے دونوں دروازوں کے بیٹن پر ہاتھ رکھ کر انہیں کھلنے کی
 کوشش کر رہے تھے۔ اس میں ٹاکری پر انہوں نے کھڑکی کے شیشوں پر ہاتھ مارنے شروع کر دیے۔
 علیزہ نے یہ سنا تو فوراً کھڑکی سے لڑکی کا شیشہ۔ اس کی ٹوٹ جائے گا۔
 بری طرح کانپ رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے کھڑکی میں کسی گاڑی نہیں چالی۔ وہ بالکل بھول چکی تھی
 کہ اس کا کون سا ہر گاہ اس کا شیشہ ہے۔ وہ خوف کے عالم میں اپنی کھڑکی کے شیشے پر ان کے ہاتھ دیکھنے لگی۔
 اب ہی ان میں سے ایک لڑکی کی نظر اس کی برابر والی سیٹ کے دروازے پر پڑی۔ علیزہ نے اسے کچھ کہنے
 پر زور دیا۔ اشارہ کرتے دیکھا اور پھر ان تینوں کو اچانک گاڑی کی دوسری طرف کھینچنے لگا۔ علیزہ نے بے اختیار
 دوسری طرف ہٹا دیا۔ اس کے منہ سے کچھ بھی نہ نکلا۔ وہ ساری کھڑکی کا شیشہ کھلا رہا تھا۔ وہ کھڑکی کی طرح دوسری سیٹ پر
 تے ہوئے کھڑکی سے شیشہ پر جانے لگی مگر وہ لوٹ وہاں پہنچ چکے تھے۔ علیزہ نے ایک ہاتھ لاک پر رکھ دیا۔ اس
 میں سے ایک لڑکی کی اندر ہاتھ ڈال کر لاک سے اس کا ہاتھ ہٹانے لگا۔ ”اے ہاتھ ہٹا۔ اور جا رہا تھا۔ علیزہ نے
 لاک سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ وہ پورے قوت سے شیشہ اور کھڑکی پر اس لڑکے نے اپنے ہاتھوں کے ناخنوں سے اس
 کے ہاتھ کو بری طرح رخمی کیا۔ علیزہ نے اپنا ہاتھ پھر بھی نہیں ہٹایا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کا ہاتھ ہر قیمت پر ہٹائے
 گا۔ ہٹا دیا جاتا تھا۔

”اے اب اس کا شیشہ اٹاؤ۔“ علیزہ نے کہا۔ وہ لاک کے علاوہ خود اندر نہیں آسکتا تھا۔ عمر اب علیزہ کی کھڑکی کا شیشہ پر بری طرح
 ہٹ رہی تھی۔ اس لڑکے نے ایک دم لاک پر رکتے ہوئے اس کے ہاتھ کو پھوڑ دیا اور اس ہاتھ سے اس کے
 چہرے پر دھکا دیا۔ ایک لمحے کے ساتھ پلٹ کر دوسری سیٹ پر گئی۔ مگر ایک بار پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس
 لاک پر رکھ دیے۔ ”میرے چہرے پر لاک اس نے اس کے منہ پر کسی شے سے پہنچنے کی کوشش کی۔ اس کے چہرے میں شدید
 تکلیف دہ رہی تھی اور وہ اچھوڑتے ہوئے خوف سے پیچ رہی تھی۔

”وہ ان کی آواز میں سن رہی تھی۔“ وہ لڑکا اب دوسرے سے کہہ رہا تھا۔
 ”میں اس کے بال کھینچ رہی تھی۔“ عمر نے کہا۔ ”تم اپنا ہاتھ اندر ڈال کر لاک کھول دینا۔“
 علیزہ نے سر اٹھا کر اس لڑکے کو دیکھا۔ وہ ان موڑ پر تیز آواز میں اپنے پیچھے کھڑے ہوئے۔ عمر نے لڑکے سے
 جواب نہ دیا۔ وہ لڑکی کے ہاتھ پر تھام کر اسے زبردستی لاک سے ہٹا دیا۔ علیزہ نے کھڑکی کی تیزی کے ساتھ اس
 کے بازو پر اپنے ہاتھ بٹھائے۔ وہ ہنسنے لگا۔ ”اے کات کچی تھی اس نے کہا تھا۔ اس لڑکے نے ایک پیچھا چھاری
 اور تیزی سے اپنا بازو گاڑی سے نکال لیا۔

اس سے پہلے کہ وہ سر اٹھا کر علیزہ کے ہاتھ سے ہٹ کر دیکھا۔ اس نے ان لڑکوں کو گالیاں دیتے غصہ سے روئے
 گئے۔ اب اس نے پوچھا۔ ”اے اب اس کی گاڑی اشارت کرے۔“ اسے یہ دیکھ کر نا شروع کر دیا۔
 ”اے اب اس کی گاڑی کے ہاتھ بٹھائے۔“ علیزہ نے ایک دم انہیں رکتے دیکھا۔ وہ گاڑی ریورس
 کر رہی تھی اور پھر اچانک اس نے ایک لڑکے کو ہٹ کر زمین سے نیچے اٹھاتے دیکھا۔ جب وہ سیدھا ہوا تو علیزہ نے
 بے اختیار چیخ ماری۔ اس لڑکے کے ہاتھوں میں ایک پلاسٹک تھرا اور وہ جان بچھڑی تھی کہ وہ کیا کرنا چاہتے تھے۔

”اے اب اس کی گاڑی کے ہاتھ بٹھائے۔“ علیزہ نے ایک دم انہیں رکتے دیکھا۔ وہ گاڑی ریورس
 کر رہی تھی اور پھر اچانک اس نے ایک لڑکے کو ہٹ کر زمین سے نیچے اٹھاتے دیکھا۔ جب وہ سیدھا ہوا تو علیزہ نے
 بے اختیار چیخ ماری۔ اس لڑکے کے ہاتھوں میں ایک پلاسٹک تھرا اور وہ جان بچھڑی تھی کہ وہ کیا کرنا چاہتے تھے۔
 ”اے اب اس کی گاڑی کے ہاتھ بٹھائے۔“ علیزہ نے ایک دم انہیں رکتے دیکھا۔ وہ گاڑی ریورس
 کر رہی تھی اور پھر اچانک اس نے ایک لڑکے کو ہٹ کر زمین سے نیچے اٹھاتے دیکھا۔ جب وہ سیدھا ہوا تو علیزہ نے
 بے اختیار چیخ ماری۔ اس لڑکے کے ہاتھوں میں ایک پلاسٹک تھرا اور وہ جان بچھڑی تھی کہ وہ کیا کرنا چاہتے تھے۔

پر ہوا ہے اور کوئی کرتی اس کی آنکھ میں جاسکتی ہے مگر اسکرین مکمل طور پر نوٹ چکی تھی۔

جس وقت اس نے آنکھیں کھولیں۔ اس وقت وہ لڑکے خاصی دور سڑک پر چلے ہوئے تھے خوش قسمتی سے گاڑی سڑک پر بھی پڑی تھی۔ اور پیچھے کسی چیز سے ٹکرائی۔ مگر وہ سڑک گزر چکی تھی جس پر وہ مڑنا چاہتی تھی۔ وہ گاڑی ریورس کر لی تھی۔ آگے کی طرف جانا بے کار تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ کسی طرح بھی ان لڑکوں کے قریب جائے اس نے سوچا تھا کہ وہ اسی طرح گاڑی ریورس کرتی جائے گی اور آگے آنے والی سڑک پر مڑ جائے گی۔ اس کا خوف اب قدرے کم ہو گیا۔ وہ لڑکے اب بہت دور رہ گئے تھے۔ مگر وہ اب بھی انہیں سڑک پر دیکھ رہی تھی۔ اور جب ہی اچانک اس نے سڑک پر چلے گئے ان لڑکوں کو پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے دیکھا۔ علیحدہ کا سانس رکھنے لگا۔ ان لڑکوں کی گاڑی اب اس کی طرف آ رہی تھی۔ یقیناً "اس لڑکے نے ہمارے تبدیل کر لیا تھا اور اب وہ گاڑی کو ان لڑکوں کی طرف لایا تھا اور اس کے بعد۔"

یہ جانتی تھی کہ وہ اس کے بعد کیا کرتے۔ وہ ایک بار پھر اس کے پیچھے آتے اور اس بار وہ ان سے کسی طرح جان نہیں چھڑا سکتی تھی۔

وہ اب گاڑی پر سوار ہو رہے تھے اور علیحدہ جانتی تھی کہ چند لمحوں کے بعد وہ اس کے سر پر ہوں گے۔ اس نے دیکھا کہ اس میں رہتے ہوئے گاڑی کی اسپرنگ اور برآمدی۔

اور پھر اچانک اسے سڑک نظر آئی۔ گھبرائے ہوئے اس نے گاڑی کو ایک سڑک پر ڈال دیا۔ وہ بھی ایک ایسی سڑک تھی۔ مگر اب علیحدہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کون سی سڑک ہے۔ اسے اچھا لگی تھی۔ یہ گاڑی اب ریورس میں نہیں تھی اور تیز رفتاری سے اسے چلا سکتی تھی۔ مگر سامنے سے آتی ہوئی ہوا اسے کچھ نہیں بند کر سکتی۔

تب ہی اس نے سامنے محراب سے ان لڑکوں کی گاڑی کو اس روڈ پر مڑن دیکھا۔ اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔

گاڑی بہت تیز رفتاری سے اس کے قریب آتی جا رہی تھی۔ علیحدہ نے بہت تیزی سے ایک اور مڑن لیا۔ وہ لڑکوں کے قریب رہا تھا۔ اس کے اعصاب جھٹکے جا رہے تھے۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ وہ بہت تیز رفتاری سے آ رہی تھی۔

نہیں چلا سکتی کیونکہ ٹیپ ہوئی وہ اسکرین کے سامنے والی ہوا کے چھپرے اسے۔ پر کچھ بھی دیکھنے نہیں آ رہے تھے۔ وہ چھپرے میں دیر انہیں۔ سامنے سے آ رہی تھی۔ اس نے وہ کسی نہ کسی طرح ان پر گاڑی چلا دی تھی۔ جب بھی مین روڈ پر پہنچتی۔ وہ اپنے کسی خاصہ کاروبار پر تھی۔ وہاں وہ اس طرح آنکھیں کھولتے بند کرتے گاڑی نہیں چلا سکتی تھی۔

وہ پھر بھی مین روڈ پر جانا چاہتی تھی اس کا خیال تھا وہاں جا کر وہ گاڑی روک کر سڑک پر اتر جائے گی اور وہ اسے لے لی۔ وہ جانتی تھی کہ اس ٹریفک اور لوگوں کے درمیان وہ لڑکے اس تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اسے اپنی اپنی اور شملہ کی حفاظت کا احساس ہو رہا تھا۔ انہیں ان لڑکوں سے بچنے کے لیے کسی بھی طرح میں تعینات ٹریفک کا سٹیبل کے پاس گاڑی روک رکھی ہے۔ وہاں ٹریفک کا سٹیبل اور لوگ کسی نہ کسی طرح ان کی مدد کر سکتے تھے۔ ان کی دوسری مسافت یہ بھی کہ ایک ایسی شملہ کے چھپرے کے بعد اس نے دوبارہ ایک ٹریفک ٹیپ کی۔

"میں اس کے ڈرائیور کے ساتھ کھول نہیں آئی یا اپنی گاڑی وہاں چھوڑ کر میں اس کی گاڑی لے آتی۔" وہ لڑکوں کو گاڑی کو اتنی جلدی نہ پہچان لیتے۔ وہ خود کو کس رہی تھی۔

ایک ڈبلی سڑک سے دوسری ڈبلی سڑک پر مڑتے ہوئے اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ بری طرح اس علاقے میں چھوڑ چکی ہے۔ وہ یہ تک نہیں پہچان پا رہی تھی کہ وہ کون سی سڑک پر ہے۔ اسے یہ بھی خوف تھا کہ گاڑی کی ٹکائی زیادہ پھول نہیں تھا اور گاڑی بھی بند ہو سکتی تھی یا اسی طرح چکر لگاتے لگاتے اس کا تار ٹھیک ہو جاتا۔

"مجھے کسی گھر کے اندر داخل ہو جانا چاہیے۔ کسی بھی گھر کے اندر۔ اور پھر ان سے مدد لینی چاہیے۔" اس نے ایک دم فیصلہ کر لیا۔ علیحدہ نے کار چلائے ہوئے اب گھروں کے گیٹ دیکھتے شروع کر دیے اور پھر ایک موڑ مڑتے ہوئے وہ کار ایک گھر کے کھلے گیٹ کے اندر لے گئی۔

وہ گاڑی روک کر بغیر سیدھا پورچ میں لے گئی اور وہاں کھڑی گاڑی کے پیچھے اسے روک دیا۔ اس نے اپنے پیچھے گیٹ کی طرف سے آتے ہوئے چوکیدار کو چلائے۔

علیحدہ نے برق رفتاری سے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر آئی۔ "گیٹ بند کرو۔" اس نے چلا کر چوکیدار سے کہا۔ مگر وہ اس کی طرف آکر رہا۔ اسے اچانک خوف محسوس ہونے لگا کہ لڑکوں کی گاڑی بھی اسی طرح کھلے گیٹ سے اندر آ سکتی ہے۔ اگر انہیں یہ شک ہو گیا کہ یہ اس کا اپنا گھر میں ہے تو۔

گیٹ بند کرو۔ کچھ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔" وہ بلند آواز میں چلائی اور تب ہی اسے اندازہ ہوا کہ چوکیدار اس کی بات سن نہیں پا رہا۔ وہ خالص اور تھا اور مسلسل اس کی طرف آ رہا تھا۔

مجھے خود چھٹ کر گیٹ بند کر دینا چاہیے۔" اس نے سوچا اور ایک قدم بڑھایا اور مین اس وقت اس نے کھلے گیٹ کے سامنے سڑک پر ایک گاڑی کو آہستہ آہستہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ وہ چاروں گاڑی میں بیٹھے ہوئے گھر میں اور پھر تھوڑا سا پیچھے ہٹے۔ وہ کھلا اور وہ جان چکی تھی کہ وہ لوگ گاڑی اندر لائے ہوئے ہیں۔

اب سب گھر کے اندر مڑی دروازے کی طرف بھاگی اور اسے کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

اس نے کہا کہ کالو آج تھا۔ علیحدہ کے ایک عورت کو چھینے نا۔ اس نے اس عورت پر توجہ دے کر بغیر گیٹ کر اس انداز سے مڑ گیا اور اسے لاک کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اسے ایک لمبی عرصہ لگا کہ وہ دروازہ لاک نہیں کر سکا تھا۔ اس کی جالی لاک ہول میں نہیں تھی۔ وہ دروازے پر کوئی چھتی بھی نہیں تھی۔

علیحدہ نے مڑ لائون میں دیکھا۔ وہاں ایک عورت اور مرد اس بات سے اتنے دیکھ رہے تھے۔

"کون ہو تم اندر کیوں آ رہے ہو؟" مرد چلا یا۔

چلیجے چلیجے چلیجے۔ میرے پیچھے۔" وہ اندر آ رہے ہیں۔" وہ ان بیڑھیوں کی طرف بھاگتی ہوئی تھی۔

انہوں نے لائون میں دیکھی تھیں۔ چلیجے چلیجے میں دوسری بیڑھیوں پر تھی۔

تم ہمارے گھر سے چلی جاؤ۔ انہوں نے کہا۔" وہ مرد کہہ رہا تھا۔ مگر علیحدہ کی نہیں۔

اس نے اپنے پیچھے بھاگتے قدموں کی آوازیں سن لی تھیں اور وہ جانتی تھی کہ لائون کا دروازہ کسی بھی وقت کھل سکتا۔

برق رفتاری سے بیڑھیوں چلا گئے ہوئے وہ اوپر کی منزل پر آئی اور ایک کوریڈور میں داخل ہوئی۔ وہاں کچھ کھول کے دروازے۔ انہوں نے تھے۔ اس نے پہلا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ وہ نہیں کھلا۔ وہ لاک تھا۔

تب ہی اس نے لائون میں دیکھا۔ وہاں بہت سے لوگوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ اب بلند آواز میں چلا رہا تھا۔ علیحدہ بھاگتی ہوئی اگلے دروازے پر پہنچی اور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر دروازہ کھول دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ گھر کے اندر تھی۔ اس نے پلیٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ کی ہول میں گئی ہوئی جالی اس نے گھر کا دروازہ کو لاک کر دیا اور اس کے بعد اوپر لگا ہوا بولٹ چڑھا دیا۔

وہ ایک بہت بڑا گھر تھا اور اس کی لائٹ آن تھی۔ بستر کی سلوٹوں سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہاں چند لمحے پہلے کوئی سویا لیٹا ہوا تھا مگر اب وہاں کوئی بھی نہیں تھا اور تب ہی اس کی نظر بڑے سائڈ ٹیبل پر رکھی ہوئے فون پر پڑی۔

گھر کے سامنے اور اپنے سے پیچھے ہوئے وجود کے ساتھ وہ ٹیبل کی طرح فون پر بیٹھی اس نے برق رفتاری سے دیکھا۔ پھر اٹھا کر شملہ کا نمبر لانا شروع کر دیا۔ اسے بیڑھیوں پر کسی کے بھائے قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ لوگ یقیناً اب ان کے پاس تھے۔ اس کا سانس رکے لگا۔ وہ کسی بھی لمحے اس تک پہنچنے والے تھے۔ ٹیبل پر وہی گھر کوئی بھی

وہ پورج کی چھت کے سب سے گہری کونے میں جا کر بیٹھ گئی اور تب ہی اس نے اس کمرے کو روشن ہونے دیکھا۔ اس کی کھڑکیوں سے وہ اتنی تھیں یقیناً کہ لوگ اب وہاں تھے اور اگر ان میں سے کسی نے کھڑکیوں کے پردے ہٹا دیے تو وہ فوراً جان جاتے کہ کھڑکیوں میں کوئی گرل نہیں تھی اور اس کے ذریعے نیچے اترا جاسکتا تھا۔ اس پر اس کا جسم خوف سے کانپ رہا تھا۔ وہ دم سادھے وہیں بیٹھ رہی۔

اور پھر اچانک اس نے دو رکیس پولیس سائرن کی آواز سنی۔ اس کا رکاب ہوا سانس یک دم بھول ہوئے لگا۔ اسے اندازہ تھا کہ سائرن کی آواز گھر کے اندر بھی جاری ہوئی اور وہ چاروں لڑکے اب وہاں نہیں تھیں۔ پھر پچھلے اسے احساس ہوا کہ سائرن کی صرف ایک آواز نہیں ہے۔ ایک سے زیادہ پولیس کی گاڑیاں سائرن بجا رہی ہیں۔ اس نے ایک دم نیچے پورج میں دروازہ کھٹنے اور کچھ بھاری قدموں کی آوازیں سیں۔ پھر اس نے ایک لڑکے کو گھبرا کر کمرے کی جانب جانے ہونے دیکھا۔ وہ پورج کی چھت پر سر پٹے کر کے لیٹ گئی۔

نیچے پورج میں کوئی گاڑی اشارت ہو رہی تھی۔ پھر اس نے ایک گاڑی کے دروازے کی آواز سنی۔ اس نے پھر بھی گردن نہیں اٹھائی۔ وہ وہیں کمرے سانس لیتے ہوئے بیٹھ رہی۔

پورج میں اب ایک دم کچھ اور آوازیں آنے لگی تھیں۔ اس نے ایک عورت کی آواز سنی۔ علیحدہ جان لگی کہ گھر کے آفریڈ پر رنل آنے لگے۔ وہ چاروں لڑکے یقیناً وہاں سے جا چکے تھے۔ علیحدہ اب بھی اٹھنے کی ہمت نہیں کی۔ اسے اپنا پورا وجود بے جان لگ رہا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے کے واقعات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ پہلی بار اسے اپنے جڑے اور ہاتھ میں تکلیف کا احساس ہونے لگا۔

علیحدہ نے آہستہ آہستہ اٹھنے کی کوشش کی۔ اندر کر بیٹھنے کے بعد اس نے اپنے گھٹنوں کے گرد بازو پلٹ کر دیکھا۔ سائرن کی آوازیں اب بہت قریب آتی جا رہی تھیں۔ وہ شاک کے عالم میں کچھ گھٹنوں میں پھپھائے وہیں بیٹھ رہی۔

اگلے دس منٹوں میں اس نے اس گھر کے بالکل سامنے پولیس کی ایک موبائل رکھتے ہوئے دیکھی۔ سائرن کی آواز کا توں کو بھانپ رہی تھی۔ علیحدہ نے ایک نظر اس گاڑی پر ڈالی اور پھر گردن دوبارہ اپنے گھٹنوں میں پھپھائی۔

سائرن کی آوازیں اب بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ بہت ساری گاڑیوں کے ٹائروں کی آوازیں سن سکتی تھی۔ گردن نہیں اٹھا پارہی تھی۔

”آپ ٹھیک ہیں؟“ اس نے اچانک اپنے قریب ایک آواز سنی۔ علیحدہ نے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے سامنے پورج کی چھت پر وہی سولہ ستر سالہ لڑکا کھڑا تھا۔ مگر اب اس کے ساتھ تیرہ چودہ سالہ ایک اور لڑکی بھی تھی۔ وہ یقیناً ”ان بی بی“ تھیں۔ کھلی کھڑکیوں سے کود کر آئے تھے۔

”وہ لوگ چلے گئے ہیں۔ پولیس آئی ہے۔ خطرے والی موبائل بات نہیں۔ میرے مٹی لپٹا اور میں بھائی بالکل ٹھیک ہیں۔“ وہ بڑی خوشی کے ساتھ اسے بتا رہا تھا۔

”وہ مسکراتا چاہتی تھی مگر اسے احساس ہوا کہ وہ مسکرا نہیں سکتی۔ وہ پچھلے ہی نہیں کر سکتی۔ وہ صرف اس کو دیکھتی رہی اور پھر اس نے گردن موڑ کر باہر متوجہ دیکھی۔ گیت ایک بار پھر کھڑا ہوا تھا اور سڑک پولیس کی گاڑیوں سے بھری ہوئی تھی۔ سائرن اب آہستہ آہستہ بند ہو رہے تھے۔ وہ گیت کے اندر آکر باہر پولیس کی یونیفارم میں ملبوس بہت سے لوگوں کو دیکھ سکتی تھی۔

”آئیں۔ واپس کمرے میں چلتے ہیں۔“ اس لڑکے نے علیحدہ سے کہا۔ وہ لڑکھاتے قدموں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ اس کے پیروں میں جوتا ہے نہ کھٹے میں دوپٹے۔

وہ لڑکے اب اس کے آگے چل رہے تھے۔ کھڑکی کے پاس پہنچ کر وہ بڑی پھرتی سے کھڑکی پر چڑھ گئے۔ مگر علیحدہ کو اندازہ ہو گیا کہ وہ کھڑکی پر نہیں چڑھ سکتی۔ وہ لڑکا اب نیچے ہاتھ لٹکائے ہوئے اس کی مدد کرنا چاہ رہا تھا۔

”نہیں۔ میں نہیں چڑھ سکتی۔“ وہ سر ہلاتے ہوئے ایک بار پھر پورج کی چھت پر بیٹھ گئی۔

اس نے ان لوگوں کو کھڑکی سے غائب ہوتے دیکھا۔ چند منٹوں بعد پورج کی چھت سے ایک سیڑھی لٹکی گئی۔ علیحدہ ایک بار پھر اسی لڑکے کا سر نظر آ گیا۔

”آپ یہاں سے آجائیں۔“ وہ لڑکا کہتے ہوئے نیچے اتر گیا۔ علیحدہ نے سیڑھی پکڑ کر نیچے اترنا اور وہ نیچے اترنے کی ہمت نہیں کر سکی۔

وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سیڑھی پر پہلا قدم رکھتے ہی گر جائے گی۔ اس کے پیروں میں اتنی لرزش تھی۔

یہ سچے سچے سے کسی عجیب نام پر کھڑے سناٹا ایک لمحہ میں وہ آواز بچان گئی۔ وہ عباس حیدر تھا۔ انکل ایاز حیدر کا بھائی۔ وہ بھی پولیس میں تھا اور لاہور میں ہی پوسٹڈ تھا۔

علیحدہ اب اسے عباس ہوں۔ نیچے آجائو۔ گھبرائے کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔“ وہ بلند آواز میں اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

وہ دروازے کی سیڑھی لٹکی لٹکی سے بے تحاشا روک رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ عباس کی شکل دیکھتے ہی وہ خود پر قابو نہیں رہے گی بلکہ اس وقت اپنی فیملی کے کسی بھی شخص کو دیکھ کر وہ رونے کے علاوہ کچھ نہ کرے گی۔ اس نے اپنے کپڑے ہٹائے۔ وہ سیڑھی پر لاہور سیڑھی کی طرف بڑھ گئی۔

”نہیں۔ اسے لوگوں کے سامنے نہ لے جائیں۔“ وہ اور پھر میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کچھ بھی تو نہیں ہوا۔ اس نے اپنی بالائی دل میں کہا اور نیچے جھانک کر دیکھا۔ عباس اب سیڑھی پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ شاید وہ چڑھنے کا سوچ رہا تھا مگر علیحدہ کو اس کے دیکھ کر وہ چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔

”اور یہ علیحدہ۔“ آجائو۔“ اس نے اسے پکارتے ہوئے کہا۔ وہ ہونٹ پیچھتے کانپتے ہوئے قدموں کے ساتھ سیڑھی اترنے لگی۔

”آپ یہاں سے آجائیں۔“ اس نے اسے آگے بڑھا کر تمام لیا۔

”تم ٹھیک ہو؟“ وہ نرم نرم لہجے میں اس سے پوچھنے لگا۔

علیحدہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھے بغیر سر ہلایا۔ وہ خود پر قابو رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ اب پولیس کی موبائل کی بات دے رہا تھا۔

”اس کے ساتھ چلی۔“ وہ پورج میں گئی اور تب ہی اس نے ایک شخص کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا اور اس کا مارا دھمکاؤں سے کہنا۔ وہ مگر تھا۔ عباس اسے دیکھ کر غصے سے بھر پور ہوئے۔ اس نے نیچے اترنے کے بغیر اس حالت میں اس کے سامنے آکر بے تحاشا بے رحمی کا احساس ہوا۔ مگر وہ عباس کے قریب آیا تو وہ سمجھے بچوں کی طرح اس سے لپٹ کر بلند آواز میں رونے لگی۔

”اسے گاڑی میں لے جاؤ۔“ اس نے عباس کو کہتے سنا۔ مگر بہت نرمی کے ساتھ اسے اپنے ساتھ لپٹائے اس کا ہاتھ رکھا تھا۔

”پہلی لڑکے کو آؤ۔“ وہ اب کسی سے کہہ رہا تھا۔ اس نے علیحدہ کو چپ کروانے کی کوشش نہیں کی۔

”گاڑی میں دیکھو۔“ ان کا دوشہ اور جوتا ہے۔ اگر نہیں تو گھر کے اندر دیکھو۔ یا ان سے مانگ لیتا۔“ وہ مسلسل کسی کو بات دے رہا تھا۔

”گالی ہے علیحدہ۔!“ نرمی سے کہتے ہوئے اس نے علیحدہ کو خود سے الگ کر دیا۔

”سر! یہ ان کا جوتا دوپٹہ اور بیگ۔“ ایک کانسٹیبل گاڑی کے اندر سے اس کی چیزیں لے کر پاس آ گیا۔

عمر نے دوپٹہ اور بیگ پکڑ لیا۔ وہ جوتا پہننے لگی۔ عمر نے دیکھا اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ علیحدہ نے دوپٹہ ٹھیک سے پکڑ لیا۔ اس کے ایک کونے سے اپنا چہرہ صاف کیا اور بیگ کے لیے ہاتھ پھیلا دیا۔

”یہ میں پکڑ لیتا ہوں۔ تم یہاں پی لو۔“ اس نے اب گھر کے اندر سے منگوایا جانے والا پانی کا گلاس اس کی طرف

حضرت علیؓ نے ایک ہی مائیں میں پھر اگلا س خالی کر دیا۔

اس نے بت زنی سے علحدگی کی ضرورت پر اصرار کیا۔

”سہاگن! کیا وہ ہے؟“ غلطو! ”اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔“ اس نے سر ہٹا دیا۔“ غصے نے اس کے چہرے سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔“

”جی چلیں۔“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ہمارے پاس آئی۔ پولیس کی کسی گاڑی کی طرف سے جاتے دیکھے وہ اس کی طرف بے کیا۔ پچھلے روز وہ بھولی کو اس نے اس کا بیگ اندر رکھا اور پھر اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔

علیہ نے دور ایک گاڑی کے پاس عباس اور عمر کو جہاد سے روک دیا۔

کاٹری کا پھینکا دروازہ کھول کر وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ”اب مجھے وسیلے سے بتاؤ۔ کیا وہ اچھا ہے مثلاً بات کر دیا ہوں۔ یہ جانتا ہوں وہ چار لڑکے تھے۔ گاڑی کا نمبر بھی اس شخص کو یاد ہے جو کیدار نے بتا دیا ہے جس میں شہر ٹھہرے یہاں تک کی ماری آسٹیل جانا چاہتا ہوں۔ وہ بڑے نرم انداز میں کہہ رہا تھا۔“

”اور علیحدہ! کچھ بھی چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سب کچھ جانتا چاہتا ہوں۔“ علیحدہ نے سینے کی پٹری پر ہاتھ رکھ دیا۔ اسے وہ عجیب اور تڑپاؤ تھا جو کہ خوف آتے لگتا تھا۔

میں بہت تھک گئی ہوں۔ اس وقت مجھے کمرے چاہیے۔ میں نے بتا دیا۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر آپؐ کو یہ معلوم ہو کہ آپؐ کے پاس سے کسی شخص نے کوئی چیز چھین لی ہے تو اسے پھانسی دے دیں۔

لیزہ تو اس وقت بے تحاشا جھوک لگ رہی تھی۔ یہ بعد دیگر اس نے تعریف "سارے بے شک کھالے۔" اس نے اسے دیکھتے ہوئے چائے پیا رہا۔ جب اس نے چائے کا کپڑے میں رکھ دیا تو میرے اس نے کہا۔
 سب بات شروع کرتے ہیں۔ "علیزہ نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ اس میں آئے ہوئے کسی شخص سے
 سے اٹھا اٹک کر ساری تفصیلات بتاتی رہی۔ مگر اس سے بھونکے پھونکے سوال پوچھا رہا۔ گفتگو کے
 نے علیزہ کے ہاتھ پر لگی ہوئی وہ عزائم بھی دیکھیں جن سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ علیزہ نے کانٹا
 کے بعد اپنے ایک سے لٹو لٹال کر ہاتھ کو صاف کرنے کی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد وہ استواں پر
 بات کے اختتام پر اس نے عمر کو خاموشی سے گاڑی سے اتر کر گھر کے اندر چلا گئے۔

ایک بار اس کی والدہ بھی اسی محلہ کے بعد ہوئی۔ وہاں بھی اس کے ساتھ تھا۔ مگر گاڑی کی طرف آنے کے بعد ایک بار پھر پولیس کی گاڑی کی طرف چلے گئے۔ اس منٹ تک وہ وہاں کھڑے کچھ پولیس والوں سے ملنا

کرتے رہے۔ ان دونوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ عباس پنجرہ میں کھڑا تھا اور وہ کھول کر اندر دیکھ رہا تھا۔ جبکہ عمر نے کچھ دیر بعد کھول کر دیکھا۔ عباس نے اس وقت اپنی کاٹھی کو کیڑے کے اندر سے باہر آتے دیکھا۔ اسے کوئی اور شخص

موتے اب اپنی کاٹھی اشارت کر لیں۔ مہاس کے پاس ایک ایڑلیس سیٹ تھا جسے اس نے بیئر پر رکھ رکھا

میں نے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ خصوصاً فریڈرک ایڈر جس میں ہمارے اسی کے بعد پھر گھر چلیں گے۔ گھر کی کوئی بات نہ ہو۔ اور پھر ہم سے بات کرنا چاہتی ہے۔ ہم اسے یہاں لے کر آئے۔ "میرے پاس وہاں اس کی

[illegible]

”علیحدہ نہیں تو تمہاری جگہ کیا ہے ان لوگ۔“ قیدیوں نے کہا۔ ”میں تو ناچتا ہوں۔“ ”میں اس خاصہ ٹھکانے کے لیے کہ

ہم لوگ تو اسے خواہنا میں ورپاک سمجھتے تھے۔ مگر یہ تو خاصی خراب و نیرخاتون ہاوت ہوئی

”نہیں۔ میں نے تو ابھی بھی علیحدہ کوہ پڑا نہیں سمجھا۔“ علیحدہ اپنے پارے میں کی جانے والی گفتگو کو کسی دوسری جگہ پر منتقل کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی چرات سے متاثر ہو گئے تھے اور نہ ہی اس نے ایسا کوئی کارنامہ کیا تھا۔ وہ اس بات پر حیران پانے لگی تھی کہ اس نے اپنی بات کو یہاں تک پہنچا دیا۔

ایمیل میں فرسٹ ایئر کے جملہ اسکالرشپس کا اعلان کیا۔ دو لاکھ پانچ سو روپے کا مقررہ تھا جس میں ان کے لئے صرف ایک لاکھ روپے کا مقررہ تھا۔

”اے علیؑ! تجھے بھوک نہیں ہے۔“ علیؑ نے انکار کر دیا۔ ”میں صرف گھر جانا چاہتی ہوں۔“ اس نے کہا۔

[illegible]

بہت پہلے کہ وہ عمر سے گہرے کے پائے کے بارے میں پوچھتی اس نے انگریزوں پر کوئی پیغام آئے خانہ

”جولو کیا۔“ غلیظہ ایک دم پونگ گئی۔ ”مگر دلو کے ہیں چار نہیں۔ گاڑی کی نمبر پلٹ وہی ہے۔ تو ٹھیکہ
دش ہوں گے۔ تم لوگوں نے ان سے باقی دو کا پوچھا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ دش تھے۔ ان دونوں نے باقی
لوپ کر دیا ہو گا۔ وہ ماں نہیں رہے ہیں تو منواؤ پوچھو ان سے کہ وہ ہر قصور کر آئے ہیں باقی دونوں کو۔ نہیں پو
چھیں نہیں لے کر جانا۔ جہر لو کہ جہر آتے ہیں۔“ عمار نے نوکر لیس بند کرتے ہوئے عمر سے کہا۔

ان میں سے کچھ لوگ اس بات پر آمادہ نہیں تھے کہ انہوں نے کسی کا تعاقب کیا ہے۔
 ان میں سے کچھ لوگ اس بات پر آمادہ نہیں تھے کہ انہوں نے کسی کا تعاقب کیا ہے۔
 ان میں سے کچھ لوگ اس بات پر آمادہ نہیں تھے کہ انہوں نے کسی کا تعاقب کیا ہے۔

گیا۔ کچھ چلا۔ کیا کہہ رہے ہیں۔ اچھا۔ ہاں۔ جس نے اپنا تعارف کروایا ہے، سب سے پہلے اس کی گولائی کرو اور بالکل بے فکر ہو کر کرو۔" عباس نے اور کہتے ہوئے بات ختم کر دی۔

"میرا زادہ اپنے باپ کا تعارف کروا رہا تھا کہ جیسے ہر تھک کامرس کا وائس پریذیڈنٹ ہے۔" علیزہ نے اس بار ان دونوں کی گفتگو میں مداخلت کی۔

"آپ مجھے گھر کیوں نہیں چھوڑ رہے؟"

"علیزہ! تمہیں ہم وہیں لے کر جا رہے ہیں۔ ایک تو تم ان چاروں کو شناخت کرنا، دوسرا اس کے بارے میں سچا سچ جاننے کی بات ہے۔" عباس نے کہا۔

"مجھے یہ سچ کر لوں گی۔ صبح آپ مجھے پوچھیں اسٹیشن لے جائیں لیکن ابھی میں بہت تھک گئی ہوں۔ مجھے تیرہ آری تیس دن ان لوگوں کا سامنا کرنا نہیں چاہیے۔" علیزہ نے بے بسی سے کہا۔

"چھانچیک ہے۔" عمر نے گاڑی کی اسپڈ ایک دم بڑھا دی۔

علیزہ کا خیال تھا کہ وہ اسے تھکوانے کے لیے کر جا رہا ہے مگر ایسا نہیں تھا۔ دس منٹ بعد انہیں نے ایک بہت بڑی علاقے کی ایک ویران سڑک پر ایک پولیس موبائل کے پاس گاڑی روک دی۔ علیزہ کا خون خشک ہونے لگا۔ اس نے موبائل سے کچھ فاصلے پر کھڑی گاڑی پہچان لی تھی۔ وہ ان کی گاڑی تھی مگر اس وقت وہ نکلی تھی عباس اور عمر گاڑی سے اتر گئے۔ وہ موبائل کے پیچھے جس کی طرف چلے گئے۔ پھر دیر بعد علیزہ نے موبائل پر ایک نوٹ لکھا کہ اس نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ان کی گاڑی سے اتر گئی۔

"اندرونی ہو۔" عمر نے اس کے اندر دیکھا۔ علیزہ سے اس کی آنکھیں ملیں اور اس نے کہا۔

"میں نہیں پہچانتا۔" اس نے عباس سے کہا۔ عباس نے علیزہ کی طرف اشارہ کیا۔

"تم پہچانتی ہو اسے؟"

"ہاں۔ یہ ان میں سے ایک ہے۔" عباس نے ایک اور شخص اس لڑکے کے منہ پر مارا۔

"اب حرام زادے یا تو تم ان دونوں کے بارے میں بتاؤ گے یا پھر میں تمہاری کسی وقت یہاں بنواؤں گا۔"

"میں بتاؤں گا۔" وہ ان دونوں کو گھر چھوڑ آئے ہیں ان کے۔

"وہ ایک دم عباس کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگا۔

عباس نے پولیس کے ایک سپاہی کو اسے موبائل میں سمجھانے کے لیے کہا۔ عباس وہیں کھڑا رہا۔ علیزہ نے اسے گاڑی کی طرف آتے دیکھا۔ عباس گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا۔

"عمر! تم ان لوگوں کی گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ ان دونوں میں سے ایک لڑکے کو بھی اسی گاڑی میں بٹھا دیا ہوں۔ ان دونوں لڑکوں کے گھر وہیں رہا کر اسی لڑکے کو کھٹ پر بھجوا دیا۔ یہ انہیں باری باری بلوانے کا اور پھر وہ ان کے گھر پہنچے۔ انہیں کوئی شک ہو جائے اور وہ باہر نہ آئیں۔ ان کے گھر پر تو ویسے بھی کارڈ لکھی ہوئی اور میں یہاں چاہتا۔ وہ کسی بھی یونیفارم والے کو دیکھے۔ مجھے تو ویسے ہی وہ پہچان جائیں گے۔ اس لیے میں گاڑی پیچھے رکھوں گا۔" ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہی عباس نے عمر سے کہا۔

عمر دوبارہ گاڑی سے نکل گیا۔ عباس پینجر سیٹ سے ڈرائیونگ سیٹ پر گیا۔

"پلیز مجھے وہ گھر چھوڑ دوں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" علیزہ نے ایک بار پھر عباس سے کہا۔

"ڈونٹ وری۔" چھوڑ دیتے ہیں۔ چھوڑ دیتے ہیں۔" اس نے گاڑی اشارت کر دی۔ علیزہ نے پولیس کے موبائل اور ان لڑکوں کی گاڑی کو سڑک پر حرکت میں آتے دیکھا۔

عباس کی گاڑی ان دونوں گاڑیوں سے پیچھے تھی۔ دس منٹ کے بعد علیزہ نے موبائل کی رفتار آہستہ ہونے

تھی۔ عباس نے اسے آواز دیکھ کر کہا۔ اب اس کے آگے ان لڑکوں کی گاڑی تھی۔ علیزہ نے اچانک اس گاڑی کی ایک کھڑکی سے عمر کا بازو باہر نکلتے دیکھا۔ وہ کوئی اشارہ کر رہا تھا۔

عباس نے گاڑی کی رفتار کو آہستہ کرتے ہوئے گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کر دی۔ ان لڑکوں کی گاڑی مسلسل چلتی رہی اور پھر ان کی گاڑی سے خلاصہ آگے جا کر وہ گاڑی رک گئی۔ علیزہ نے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے ایک لڑکے کو اتر کر دامن میں طرف کے ایک کھٹ پر جاتے دیکھا۔ وہ لڑکا اب کھٹ پر نکل جا کر کچھ دیر سے بات کر رہا تھا۔

پانچ منٹ کے بعد علیزہ نے گھر کے اندر سے ایک اور لڑکے کو باہر آتے دیکھا۔ وہ اس لڑکے کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ علیزہ نے ان دونوں کو گاڑی میں بیٹھتے اور گاڑی کو تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتے دیکھا۔ اس گاڑی کے آگے بڑھتے ہی عباس نے اس گاڑی کے پیچھے جانے کے بجائے وہیں سڑک پر گاڑی موڑی اور بہت تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کرنا شروع کر دی۔ علیزہ نے کچھ فاصلے پر ایک بار پھر اس موبائل کو اپنے پیچھے آتے دیکھا۔ پھر بعد اس موبائل وین نے ان لڑکوں کی کار کو اور ٹیک کیا اور اسے نکل گئی۔ عباس اب اس کے پیچھے چلا رہا تھا۔

ایک سڑک پر ان لڑکے نے ہی علیزہ نے ان لڑکوں کی گاڑی کو وہاں کھڑے دیکھا۔ پولیس کی گاڑی بھی اس کے پاس جا کر رہی اور علیزہ نے کار سے ایک اور لڑکے کو پولیس کی گاڑی میں منتقل ہوتے دیکھا۔

ایک بار پھر وہ موبائل گاڑی آگے پیچھے دوڑنے لگی۔ ایک سڑک پر مڑنے کے بعد عباس نے گاڑی روک لی۔ پولیس کی موبائل بھی وہیں روک گئی۔ عمر والی گاڑی انیسویں کالونی میں داخل ہو گئی۔ اب وہ گاڑی ان کی نظروں سے اچھلی ہو چکی تھی۔ علیزہ کی بے چینی اور اضطراب میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔

"عباس! وہاں آئیے۔ مجھے وہ گھر چھوڑ دوں۔" عمر نے کہا۔

"علیزہ! اس میں منٹ اور۔ اس کے بعد میں تمہیں گھر چھوڑ دوں گا۔ تم آرام سے سیٹ کی پشت سے نکلنا۔" عمر نے کہا۔

دس منٹ بعد اچانک عمر کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔

"سیلو۔" عباس فون پر بات کرنے لگا۔

"کچھ برا بھلا ہو گیا ہے۔" علیزہ نے سر سے طرف سے عمر کی آواز سنی۔ گاڑی میں اتنی خاموشی تھی کہ وہ دوسری طرف سے آنے والی آواز بھی سن رہی تھی۔

"وہ لڑکا اب کچھ نہیں آ رہا۔ اس کے باپ نے کہا ہے کہ وہ سو گیا ہے۔"

"تم اس لڑکے سے کہو کہ اس لڑکے سے موبائل پر کالیکٹ کرے۔ اگر اس لڑکے کے پاس موبائل ہے تو وہ اس پر اس سے کالیکٹ کرے۔ ورنہ پھر گھر کے نمبر پر۔" عباس نے موبائل بند کر دیا۔ پانچ منٹ اور اسی طرح گزر گئے۔

پھر موبائل پر ایک بار پھر کال آئے گی۔ "نہیں، وہ لڑکا باہر نہیں آیا۔ اس نے اپنا موبائل آف کر دیا ہے۔ جیک گھر کا فون اس کے باپ نے اٹھایا ہے اور وہ بھی کہہ رہا ہے کہ وہ سو گیا ہے۔" علیزہ نے ایک بار پھر عمر کی آواز سنی۔

عباس نے اس کی بات کے جواب میں کچھ گالیاں دیں اور پھر کہا۔

"اس نے اپنے باپ کو اپنے گھر کے بارے میں بتا دیا ہو گا اور مجھے لگتا ہے کہ انہیں کوئی شک ہو گیا ہے۔ میں سلیپنگ پول میں کچھ لوگوں کو بلواتا ہوں۔ اٹھالائیں گے وہ اسے اندر سے۔ گارڈ کا پتا کرنا ہوں۔ وہاں اس کی موبائل ہے کچھ دیر کے لیے اسے وہاں سے ہٹا دیا ہوں۔ جب اس لڑکے کو اندر سے لے آئیں گے تو پھر گارڈ کو واپس بھجوا دیں گے۔" عباس نے ایک بار پھر موبائل بند کر دیا اور وائرس سیٹ پر کبھی سے بات کرنے لگا۔

"مجھے سوا گھنٹوں میں آٹھ بندے چاہییں اور گاڑیاں بھی پرائیویٹ ہونی چاہییں۔" عمر نے کہا۔

غور کی ایک دم ختم ہوئی۔ وہ اس کی بات سننے لگی۔ وہ اب ایک نچ کا نام لیتے ہوئے دو سرخی طرف ہدایت دے رہا تھا۔

"پتا کرو کہ اس کے گھر پر کون تعینات ہے۔ پتا کروانے کے بعد ان لوگوں کو کتنا کچھ دے کر کے لے اسے وہاں سے ہٹاؤ۔" اس اور اس کی بیٹی کو کچھ نہیں کھانا نہیں دیا۔ اس کے گھر کے باہر کھڑی گاڑی سے بتا دیا جائے گا۔ آپریشن بہت اچھے طریقے سے ہونا چاہیے۔ کوئی گزند نہیں ہونی چاہیے اور ہاں انہیں کھانا دلایا جائے۔ اسے پہلے گاڑی کو باندھ دیں اور پھر عباس نے وارنٹس پر پیغام ختم کیا تو علیزہ نے اس سے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"تمہیں بھائی! آپ کیا کرنے والے ہیں؟" وہ گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

"بولیں دیکھ۔"

"مگر اس طرح۔"

"ہاں، یہی اس طرح بھی ہوتا ہے۔"

"آپ ان کے گھر جا کر خود سب کچھ بتا دیں اور اسے پکڑ لیں مگر اس طرح۔" وہ سمجھ نہیں پاتی کہ اس سے کیا کہے۔

"آپ زبردستی گھر میں نہیں گئیں گے؟"

"نہیں۔ پریشان مت ہو۔ وہ اندر جا کر بتا دیں گے۔ اندر تو جانا ہے یہی طرح۔" عباس کے لہجے میں حد درجہ اطمینان تھا۔

"مگر آپ تو یہ کہتے تھے کہ وہ۔" عباس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اس بات کو چھوڑ کر میں کیا کہہ رہا تھا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ چہرے پر زیادہ ورد تو نہیں ہو رہا۔" علیزہ نے بے اختیار اپنا کال چھوا۔ وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس کا کال سوچ چکا تھا اور لکھنا "اس پر نیل بھی ہو گا۔"

"نہیں۔ ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات رہے گی۔ تم گھر سے نکھو تو پیغام بالکل ضرور ساتھ رکھو۔ موبائل سے ناگہما۔" عباس نے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے اس کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ ایک بھجوا دوں گا۔"

"نہیں میں خرید لوں گی۔"

"میں نے کمانا بھجوا دوں گا۔ رزلٹ کب تک آ رہا ہے۔ پتا چکا ہے؟"

"ابھی نہیں آیا۔ چند ہفتوں تک آجائے گا۔"

"پتا چلا تھا مجھے کوئی میگزین جو ان لیا ہوا ہے تم نے؟"

"ہاں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔"

"کیسا کام چاہا ہے؟" وہ اسے اپنے کام کی تفصیل بتانے لگی۔ وہ بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی۔ علیزہ کو اندازہ نہیں ہوا کہ وہ کتنی مہارت سے بات کا موضوع بدل چکا ہے۔ فوجی "وہ گاڑی سے باہر نظریں دوڑاتا رہا۔"

وہ اس کے ایک اور سوال کا جواب دے رہی تھی جب اس نے سنسن سڑک پر اچانک ٹپکے پیچھے تیز رفتاری کے ساتھ دو گاڑیاں اس کاٹ لیں۔ عباس بھی ان ہی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔ جب گاڑیاں اندر مڑ گئیں تو اس نے علیزہ سے کہا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئیں؟" تمہیں چاہیے، تم کوئی اس سے اچھا میگزین جو ان کرو۔" علیزہ نے کچھ الجھ کر اسے دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی پائی تو ایک بار پھر اس کے سوالوں کا جواب دینے لگی۔

چند روز بعد اس نے اچانک عمروالی گاڑی کو اس کاٹ لیا۔ عباس نے بڑی بھرتی سے گاڑی اشارت کر دی۔ عمر کی گاڑی ان کے بالکل پاس آ کر رکھی اور عمر نیچے اتر آیا۔ ڈرائیونگ سیٹ سے ایک لڑکا بھی بیٹھا

266

اڑا اور پھر پچھلی سیٹ سے ایک کانسٹیبل کے ساتھ ایک اور لڑکا بیٹھا۔ علیزہ نے ایک جیسے میں اسے پہچان لیا۔ وہ وہی لڑکا تھا۔ جس نے اس کی گاڑی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی۔ عمرانی گاڑی کی طرف آیا اور پھر بیٹے کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"علیزہ! وہ لڑکا کون ہے جس نے تمہیں مارا تھا؟" اندر بیٹھتے ہی اس نے علیزہ سے پوچھا۔

"جس کو اب بھی لے کر آئے ہیں یہ۔" عباس اور عمر کے درمیان نظروں کا خاموش تبادلہ ہوا۔

"ٹھیک ہے اب تم علیزہ کو لے جاؤ۔ اور علیزہ! گھر جا کر بالکل آرام سے سو جاؤ۔ مجھے اسے کوئی بات نہیں ہے۔" "Everything is over" عباس نے گاڑی سے نکلے ہوئے گردن موڑ کر اس سے کہا اور ڈرائیونگ سیٹ سے ڈرائیونگ سیٹ پر چلا گیا اور اس نے گاڑی موڑ لی۔ موبائل کے پاس سے گزرتے ہوئے علیزہ نے

دو ٹپکے جسے کی طرف عباس کو اس لڑکے کو پکارتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس لڑکے کو بری طرح ٹھوکریں مار رہا تھا جبکہ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر گرا ہوا تھا۔

پھر گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ "یہ کیا کر رہے ہیں؟" وہ بے اختیار خوفزدہ ہوئی۔

"مجھے ان چاروں کو کیا کریں گے؟"

"کچھ نہیں۔ پولیس اسٹیشن لے جائے گا۔ ایف آئی آر گھنٹے گا۔ اور پھر بند کر دے گا۔"

"اس کے بعد؟"

"اس کے بعد کورٹ میں۔ میں یہ کہنے کا سزا وغیرہ ہو جائے گی۔" علیزہ کو اطمینان ہوا۔

میری ضرورت تو نہیں پڑے گی اب۔"

"میں بالکل بھی نہیں۔" علیزہ نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔



ماضی

علیزہ ۱۰ چھوٹے بچے کی بیٹی تھی۔ دروازے کے باہر بالکل بھی کوئی آواز نہیں تھی پھر اسے دو ایک گاڑی کے اشارت ہونے کی آواز آئی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اب عمر واقعی جوڑتھ کو لے کر جا رہا ہے۔" وہ شدید رنج سے

تھا۔ اس سے اٹھ کر اس نے دروازہ کھولا اور لاؤنچ میں آئی۔ وہاں نانو کے علاوہ اب واقعی کوئی نہیں تھا۔

"نانو! کہاں گیا؟" اس نے اچھا اور دھڑکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ جوڑتھ کے ساتھ چلا گیا۔" نانو نے اخبار کا صفحہ پلٹتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" وہ تقریباً چلائی "نانو نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"تم خود ہی تو یہ چاہتی تھیں۔"

"میں کب یہ چاہتی تھی؟" وہ ہانسی سے ان کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔

"تم نے عمر سے یہ نہیں کہا کہ تمہیں جوڑتھ کا اتنا برا لگا ہے؟"

"نہیں میں نے ایسا تو کچھ بھی نہیں کہا۔"

"عمر نے خود مجھ سے یہی کہا تھا کہ تمہیں جوڑتھ کا اتنا اچھا نہیں لگا۔"

علیزہ کی شرمندگی میں اور اضافہ ہوا۔ "نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

"اگر ایسی بات نہیں تھی تو پھر یہاں بیٹھنا چاہیے تھا۔ جوڑتھ اور عمر کو کوئی دینی چاہیے تھی۔"

نانو مجھے نیند آ رہی تھی میں اس لیے۔ مگر آپ نے عمر کو روک دیا۔ میں۔ آپ کو روکنا چاہیے تھا۔" وہ

اب روٹا ہوا ہو رہی تھی۔

"میں نے روکا تھا مگر جب اس نے ہمدردی کا ہاتھ اٹھا تو پھر میں کچھ نہیں کہہ سکی۔"

"میں کہوں گی۔" اس نے نانو کو ملاؤ وہ اس کا کپڑا اٹھائیں۔

حال

وہ جس وقت ہوئے ساتھ گھر پہنچی تو صبح کی رات گزر چکی تھی۔ نانو کے بچہ کا کہہ ہوئے اس کا انتظار کر رہی تھیں بکازی کے پورے میں رات ہی وہ بقیہ قیاری کے علیحدہ کے پاس آئیں۔ علیحدہ نے بچہ کو اپنی آنکھیں کھلی پادری تھی کون اور انکیشن اب مکمل طور پر اثر کر رہا تھا۔

بکازی سے پاؤں باہر نکلتے ہوئے وہ نانو کو ملاؤ اسے چمکایا۔ اس کے صوچے ہوئے نلے گل کو دیکھ کر اس نے ہنسی بڑھائی۔

"خیر بچہ ہو؟" انہوں نے علیحدہ سے پوچھا۔

"ہاں نانو میں ٹھیک ہوں۔" وہ بات کرتے ہوئے دقت محسوس کر رہی تھی۔

"اس کو کیا ہو رہا ہے؟"

نانو کو کچھ آئیں۔ کمرے میں ایک ڈرائیونگ سیٹ پر کچھ سے آ رہا تھا۔

"کچھ نہیں کرتی۔ انکیشن دیا ہے اس لیے نیند آ رہی ہے اسے۔" علیحدہ نے اسے کہتے سنا اور پھر شاہد اس نے نانو کا ہاتھ بنا کر خود اس کا بازو پکڑا تھا۔

علیحدہ نے مکمل قدم اٹھایا رہی تھی۔

"تم بچہ رہے تھے کہ اسے کچھ نہیں ہو گا۔ اس کو تو چو نہیں لگی ہیں۔" نانو نے اس کے چہرے اور ہاتھ پر نرمی ہوئی مینڈیک کو دیکھتے ہوئے گھوگھو توازیں کہا۔

"یہ معمولی چو نہیں ہیں یہ بالکل ٹھیک ہے۔" وہ اب لڑائی میں داخل ہو گئے۔

"علیحدہ! کون تھے وہ لوگ۔ کیوں تم دونوں کے پیچھے پڑ گئے تھے؟" نانو اب ایک بار پھر اس کی طرف منہ کر رہی تھی۔

"میں نے اس سے کچھ نہ پوچھا۔ ابھی اسے سوئے ہیں۔"

علیحدہ نے کچھ کہنے سے پہلے ہی عمر نے ہاتھ پکڑے۔

وہ لاؤنچ میں کھائیں اس لیے وہ نانو کو یہاں اس کے کمرے میں جیسے کہنے لگی۔

بند کر لیں۔ اس کے کمرے کو عجیب سا محسوس ملا تھا۔ کئی سال پہلے ایک پیادہ آزمائی تھی۔ وہاں نانو سے کچھ کہہ کر تھا علیحدہ اب اس کے الفاظ کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ چند سال بعد اس نے اپنے ارد گرد مکمل طور پر پانی آخری احساس کمرے میں ہو۔ ندائی تاریکی کا تھا۔ پھر اسی نے دروازہ بند کر دیا۔

اس کے دن وہ جس وقت اٹھی اس وقت وہ سو رہے تھے کچھ دیر تو اسے کچھ سیس آئی۔ وہ اتنی دیر تک سوئی رہی ہے پھر اسے پہلی رات کے تمام واقعات یاد آئے۔ اس نے انہیں وہاں سے بھٹکنے کی کوشش کی۔ اس کا نام اور وہ سن اس وقت اگلے نکلے ہوئے تھے۔ اور وہ ایک بار پھر عیش ہو نا نہیں چاہتی تھی۔

دار درو پست بچہ نکل کر اس نے شاہد کو لیا اور پھر کمرے سے نکل آئی۔ لاؤنچ میں آتے ہی اس نے نانو کو دیکھا۔ نیند دیکھا۔ عمر اسے دیکھ کر مسکرایا۔ وہ بھی جواہر "مسکرائی" نانو اس کے پاس آکر اس کا ہاتھ دیکھے لگے۔

"میں بھی سو نہیں سکتی نہیں ہوتی۔" انہوں نے تشویش سے کہا۔

"میں پہلے سے م۔ ہے۔ تم دو پچھ زیادہ ہو رہا ہے۔ رات کو تو چہرے کا اتنا پتا نہیں چلا۔" علیحدہ نے صوفے پر بیٹھ کر اسے کہا۔

"ایک دو دن میں وہ ختم ہو جائے گا۔ البتہ نشان کافی دنوں تک رہے گا۔" عمر نے اس سے کہا۔

پھر یہی تھا نانو اس میں اس کے لیے۔

"اب لوگ نہیں کھائیں گے؟"

"ہم لوگ کھانا کھا رہے ہیں۔ میں تو صرف تمہارا انتظار کر رہا تھا مجھے دیکھو! ابھی اسے میں بس ایک بار نہیں کھانا کھا رہا تھا۔" عمر نے کہا۔ نانو کی سن بڑھ چکی تھی۔

"کیا محسوس کر رہی ہو تم؟"

"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں بھی کچھ ہوا وہ مدت خوفناک تھا مگر میں۔ میں ٹھیک ہوں۔"

وہ اسے دیکھتا رہا "تم پہلے سے کافی بدل گئی ہو۔" کچھ دیر بعد اس نے کہا علیحدہ نے چوک کر اسے دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔

Much more mature and composed (زیادہ پختہ اور متفہم ہوئی) ابھی بات ہے۔

"شاید۔"

"ابھی پہلے تم کس رہی رہتا۔ اور آج کل اس میں رات کو باہر جاؤ تو اسے اپنے پاس کوئی رہا اور کسو۔"

"میں دوبارہ کسی رات کو باہر نہیں جاؤں گی۔"

"تو بچہ بھی۔ کیوں نہیں جاؤں گی؟" عمر نے کہا۔ عمر نے کہا۔ عمر نے کہا۔

وہ آکر رہا۔ عباس نے وہ بھی یاد فون کیا ہے تم سو رہی تھیں۔ اس لیے میں نے بات نہیں کروائی۔ اس سے بات کرنا ایک بار اور ایسا اگلے سے بھی فون کیا ہے ان کو بھی کال کر لینا۔"

"ابھی اگلے کو۔ کیوں۔" انہوں نے کہا۔ "وہ کچھ مسکرا رہی تھی۔"

"ہاں ہاں سے میری رات کو بات ہوئی تھی عباس نے ان کو فون کیا تھا وہ اس تمہاری خیریت دریافت کرنا چاہتے ہیں۔" عمر نے کہا۔

"اب کس سے؟" عمر نے اس کی بات کاٹی۔

"میں اٹھا۔" انہوں نے کہا۔ اس کے پاس شاید کچھ گزری ہے اس کو فون کیا۔ پھر میں رات میں رک گیا۔ میں ابھی انہیں ہاں گا۔" عمر نے تشویش سے کہا۔

"ان لوگوں کا کیا ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"علیحدہ کو وہ چاروں یاد آئے۔"

"تمہیں چلتا ہوں اور یہ پوری ہے۔" عمر نے پوچھا۔ "عمر نے اپنی رست واپس دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اٹھا۔"

"میں وہاں جا کر ایک بار پھر تمہیں فون کروں گا۔ اور علیحدہ! Just forget every thing (سب بھول دینا)۔ کچھ بھی نہیں ہو گا۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔" علیحدہ نے ایک کمر اس کے کمرے پر دیا۔ وہ اسے خدا حافظ کہہ کر باہر نکلی۔

علیحدہ فون کا رسیجہ راسخا کر مہاس کاٹنے لگا۔

"نانو! علیحدہ! ابھی یہ تم؟" عباس نے پوچھا۔

"نیکو! علیحدہ! ابھی یہ تم؟" عباس نے پوچھا۔

"میں نے فون کر دیا۔ ابھی وہاں وہاں کر کے ہی والا تھا میں۔" عباس نے کہا۔

"کیا یہ بات سونی کے تمہاری؟"

"اگلے بار سے۔" عمر نے کہا۔ انہوں نے تیغ کاٹنے کی کوشش کی۔

وہاں تمہاری گاڑی وہ کھاپ میں ہے۔ ایک دو دن کے۔ میں ہوا وہاں گا۔ شام کو میں آکر گاڑی کی طرف سے۔

وہاں سے پکڑا گیا؟"

اخبار لیے وہ غصے کے عالم میں باہر لاؤنج میں آئی اس نے شملہ سے بات کرنے کے بجائے لائن ڈس کنکٹ کر دی اور عباس کا نمبر مانے لگی۔
 "صاحب بیٹک میں گئے ہوئے ہیں۔" وہ سرخی طرف سے اسے اطلاع دی گئی۔ اس نے فون بند کر دیا۔
 نانہ نے اس کے کچھ میں پکڑے ہوئے اخبار اور اس کے جبرے کے اثرات سے اندازہ لگایا تھا کہ وہ عباس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے بارہو انہوں نے علیہ کو مخاطب کیا۔
 "کیا ہو علیہ؟" عباس سے کیا بات کرنی ہے؟

علیہ نے وہ اخبار پھیل کر رکھے۔ He is a murderer آپ دیکھیں نانوا! اس نے کس طرح ان چاروں کو قتل کر دیا ہے۔ چار لوگوں کو بے رحمی سے مارنے اس نے ان میں سے وہ کو ان کے گھروں سے اخراج کیا ہے اور وہ چاروں پولیس کسٹڈی میں زندہ تھے اور وہ کتاب پولیس مقابلے میں مر گئے۔ اس کا چہرہ بے رحم ہو رہا تھا۔



جال

نانو اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے صرف خاموشی سے اسے دیکھتے رہیں۔ وہ اس بات سے اپنا سر پکڑے برصوفہ ہو چکی تھیں۔ اس کے چہرے پر غصہ اور بے بسی نمایاں تھی۔
 "میرا بابا ابلی نے لے کر آئیں۔" نانوا نے بلند آواز میں خامساں کو گارڈ کرتے ہوئے کہا۔
 "کچھ بات کی ضرورت نہیں ہے نانوا۔" علیہ نے ایک دم سمراتھا کر انہیں دیکھا اس کا چہرہ اب بھی سب سے خراب تھا۔
 "Abbas is another version of his father." (مہاں اپنے باپ کا کھلی ہے) وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ اہل ایاز کے خلیفہ انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں رکھتے ان کے جینے کے نزدیک تو وہ بھائی سے لائن میں نسل رہی تھی۔"

"آپ کو خدا بار میرا رب نہ تھے۔" نانوا نے اسے بھی اسی طرح دیکھا اور اٹھا۔ "میرا ایک بھائی تھا وہ آپ کا بھائی تھا۔" اس کا شہناں اب پرہیزگار تھا۔ "مجھے سمجھ لینا چاہیے تھا۔" وہ۔ آپ نے کیوں مہاں کو مارا؟

"آپ کو کوئی؟" فوری طور پر اور کون آگیا تھا؟ "نانو نے کہا وہ کے انداز میں تھا۔
 "یہ سب میری چاہت ہوا ہے۔" وہ میری وجہ سے مارا گیا۔ بار پھر کمرے کے پتھر کاٹ گئی۔
 "اس طرح کمرے میں چلو۔" کیا وہ؟ "نانو نے اسے جھٹکا کر کے کی کوشش کی۔ "میرا آرام ہے۔"

"نانو! میں۔ میں آرام سے کیسے کچھ جاؤں؟۔ چار انسانوں کا جانے سہلے کر میں آرام سے بیٹھ جاؤں۔" کسی کی باتیں کرنی ہیں؟

"تم نے ان چار انسانوں کو قتل نہیں کیا؟" علیہ نے اس پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔
 "ہاں میں نے قتل نہیں کیا مگر وہ میری وجہ سے قتل ہو گئے۔"
 "وہ تمہاری وجہ سے قتل نہیں ہوئے۔ اپنی حرکتوں کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ وہ اس طرح کی حرکت کرنے والے مارے جاتے۔" نانوا نے آدھ کی سی کہا۔

"وہ جلتے جلتے رک گئی۔" نانوا نے آپ کو خبر دی ہیں؟
 "ہاں نہیں کمرہ رہی ہوں۔ عباس نے جو کیا تھا کیا۔"
 وہ بے چینی سے ان کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔
 "مجھے یقین نہیں کہ ان لوگوں کے میں یہ سب کچھ آپ کے منہ سے سن رہی ہوں۔"

تمہیں اس بارے میں پتہ چلے گا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ علیہ کے گھر کے مہلوں کے بندوں کرنے کے وحاشات تھے۔ چار انسانوں نے جس طرح ہر سبھا اس معاملے کو بند کر دیا۔ "نانو نے بات کی تھی میں گناہ۔
 "وہ مہلوں کی اس بینڈ لک نے چار انسانوں کو زندگی سے محروم کر دیا۔ آپ تو بہت سوشل ورکر کرتی رہی ہیں۔
 "نانو! آپ یہ چھوٹی سی بات نہیں سمجھ سکتیں گے۔"
 "نانو! اس بار کچھ غصے کے عالم میں اس کی بات نہ کی۔
 "تم ہو جاتے ہو۔ مجھے مرے والوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے وہ چند گھنٹے جو میں نے یہ مہلوں رات تمہارے انتظار میں گزارے تھے۔ ان کی تکلیف بھی کسی قتل سے کم نہیں تھی۔ یہ چاروں بے گناہ تو نہیں مارے گئے۔

جس طرح اسے جرم کی سزا ملے گی۔ ہرے نزدیک موت نہیں تھی۔ اور پھر اس طرح کی موت کے چار انسانوں کو ان کی کے بغیر اٹھا کر مار دیا جائے۔ "وہ نانوا کی جذباتیت سے متاثر ہوئے بغیر یہ کہ یہ پولیس اسٹیشن تو نہیں ہے۔ کسی کو بھی پکڑ کر اس کے جرم کی تکلفی اور نو محبت کا اندازہ کے بغیر موت کو دیا جائے۔"
 "تمہیں ان چاروں سے اتنی ہمدردی تھا کہ ان کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یوں نہیں ہے۔" جب میں۔ باقی ہوں کہ ان چاروں کو پولیس نے واقعی قتل کیا ہے۔ وہ کسی پولیس مقابلے میں الوداع کی تھیں تھے تو پھر میں ان سے ہمدردی نہیں کرتا۔ سب میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ صرف پھانسی سے اس طرح مارے گئے ہیں۔"

نانو ایک دم اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ وہ تمہاری وجہ سے نہیں اپنی حرکتوں کی وجہ سے مارے گئے ہیں۔ ان کو مارا گیا تھا۔ یہ تو جی تو ہے۔ آج نہیں تو قتل۔ تمہاری وجہ سے نہیں تو کسی اور کی موت مارے جاتے۔ تمہارے گھر جاتے۔"

"کہہ کر لاؤنج سے نکل گئی۔" واضح طور پر وہ علیہ کے ساتھ کسی مزید بحث سے بچنا چاہتی تھیں۔ وہ دیکھیں جب تک بغیر انہیں گھر لے گئے۔

وہ ان کے چائے کے گلاسے کی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس کے کون میں بار بار اس رات میں ان کی گھبراہٹ کو جی رہی اور یاد آنے والا ہر لمحہ اس کے قلم غصہ میں اضافہ کر رہا تھا۔ شملہ نے کچھ دیر بعد ایک بار پھر دیکھا اور علیہ نے وہ سرخی طرف سے شملہ کی آواز سنی تھی۔
 "نانو! میں ابھی تم سے بات نہیں کر سکتی۔ تم خود ہی اس کے بعد مجھے رنگ کرنا۔"
 "شملہ! پچھو آپ کوئی؟" "تم جھجک رہی ہو۔"

"نہیں۔ میں جھجک نہیں ہوں۔ میں بالکل بھی ٹھیک۔ نہیں ہوں۔ اسی لیے تو تم سے بات نہیں کر سکتی۔" اس نے فون کا ریسیور سنبھالا۔ وہ خود نہیں سمجھ سکتی تھی کہ آج شملہ برا رہا تھا۔ کیوں کیا تھا۔
 وہ کچھ دیر اسی طرح اپنے گھر کے اندر اس کے بارے میں سوچتی رہی پھر اس نے ایک بار پھر عباس کو فون کیا۔
 "نانو! وہ اب دوبارہ چلایا۔"

"وہ کھانا کھا رہی ہیں۔"

"اس کے بارے میں پتہ نہیں آپ شہج پھوڑوں۔"
 علیہ نے کوئی بیانیہ جواب نہ دے کر بجائے فون بند کر دیا اور عباس کے موبائل پر کال کرنے لگی۔ موبائل آف تھا۔ اس نے عمر کے موبائل پر کال کر دیا۔ عمر کا موبائل بھی آف تھا۔ اس کی بے چینی بڑھنے لگی۔ مگر پھر اس وقت کال آئی۔ وہ جانتا چاہتی تھی کہ عباس کے ساتھ تھا۔ یہ وہ جانتی تھی اور کیوں تھا؟ اب وہ اندازہ نہ کر سکتی تھی۔

جف مشر نے پہلی بار قہرے بلند آواز میں جسٹس نیاز کے رویے کی شکایت کی۔

”جاقب شاہ نے فوراً جیسس جاکو کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔

ابن عربی نے آج اسی خبر کو انہی کے الفاظ کے ساتھ فرسٹ پیج پر پبلش لائن بنا دیا ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے کہ:

تو یہ صرف اس سے انکار کیا بلکہ اسے بے گناہ بھی قرار دیا۔ میرا کہنا کہ عیسیٰ کو معطل کرنے سے انکار کرنا

کما کہ امتنان صدیقی نے اسے جو رپورٹ دی ہے اس کے مطابق تو عباس حیدر نے ایک کارنامہ کیا ہے۔
کما کہ جب سیکرٹری سے بات کر لیں یا چیف منسٹر سے اگر اوپر سے آرڈر آجائیں تو میں عباس کو معطل کر
لیں، ایاقب شاہ اب غصے میں بول رہے تھے۔

اور چیف سیکریٹری دو گھنٹے پہلے سر سزیا سیشن کے کارڈنگ بونٹ میں داخل ہو گیا ہے اس کے بی اسے کے حق اس کی تکلیف شروع ہو گئی ہے اور اس نے دو گھنٹے کی میڈیکل لیوا نکال لی ہے؛ الٹری کی ہدایات کے حق۔ دو گھنٹے کے بعد جب عدالت معاملہ ختم ہو جائے گا تو وہ فوراً صحت یاب ہو کر سر سزیا سے باہر آجائے گی بات کر رہا ہوں تو آپ کہہ رہے ہیں کہ جسٹس نیاز نے ایسا کوئی مطالبہ کیا ہی نہیں۔

ایک خبر پولیس آفیسر کو کیسے موصول ہو سکتا ہوں؟ آئی جی نے تو مجھ پر اپنی ناراضی ظاہر کی تھی جس طرح شکایت کی جاتی ہے وہ لایڈ آرڈر ٹھیک کیا جائے جب ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے تو پھر اوپر سے اس کا پھر پھر شروع ہو جائے۔" عاقب شاہ کو ان کی بات پر اور غصہ آیا۔

ایک بات نہیں۔ "فاقہ شاہ نے ان کی بات نہیں سنی۔

بشکل مجاز کے مضموم بیٹے کو تو اس کے گھر سے اٹھا کر قتل کرنے کے بعد آپ کی پولیس کہتی ہے کہ وہ لاپرواہ ٹھیک کر رہی ہے۔۔۔ بالی کورٹ کے جج کے بیٹے کو مارنے سے لائیو اینڈ آرڈر ٹھیک ہو جائے گا؟ چیف جسٹس

ان ہی کا بیان لکھ کر ہے کہ عطا اللہ صاحب ا میں تو آئی جی کا بیان و چراہا تھا آپ کے سامنے میں فریاد نہیں

ان کی کیا جان سکتی ہے ہو سکتا ہے ان کے پاس بھی صحیح معلومات نہ ہو۔
 کی جی کے پاس صحیح معلومات نہ ہوں۔ یہ ممکن نہیں ہے تو ہر کیسے ایک صوبہ سنبھالے گا۔ پھر اس
 رہا جائے۔ اس سے بہتر شخص کے لئے کیا ہو سکتا ہے۔“

”آپ میرے غصے کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ آپ اعلیٰ انتظامہ کو مہیورٹ کر رہے ہیں۔ میرا غصہ کسی

نہیں ہے۔ سارے جھگڑے تاراج ہیں۔ آج جس نیار کے بیٹے کو مارا ہے کل میرے بیٹے کو اٹھا کر کے یہ لوگ۔“

کی توہینیں کھینے کی گزرتے ہیں اس واقعہ کو اتنی جلدی صحاحی اقتضات کریں۔" چیف جسٹس نے اس

وہ یقیناً عباس کے ساتھ اس سارے معاملے کے بارے میں بات کر رہا ہو گا، میری طرح اسے بھی شاک کا ہوا ہو، شاید کل ہی یہ سب کچھ جان گیا تھا۔ اسی لیے وہ واپس جانے کے بجائے لاہور میں ٹھہر گیا تھا۔ اس خط یقیناً عباس سے اپنی ناراضی کا اظہار کیا ہو گا۔ اسے بتایا ہو گا کہ اس نے کتنا غلط کام کیا ہے۔ وہ ضرور اس سارے معاملے کے بارے میں کوئی نہ کوئی قدم ضرور اٹھائے گا۔ تم از کم اس بار وہ عباس کو بچنے نہیں دے گا۔ اس طرح جس طرح انکل ایڈ شہباز کو قتل کروانے کے بعد چاہئے۔ اس بار تو عمر کے پاس ہر شے موت ہو جائے۔ اس طرح اس کی ہر شے ممکن ہی نہیں ہے کہ انکل ایڈ کے بیٹے کو سزا ملے۔ تو لاؤں میں بیٹھی سوچ رہی تھی۔

”فکر عمر۔ عمر کہاں ہے؟“ اے موبائل تو آف نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مجھے فون کرنا چاہیے تھا کہ یہ مجھے بات کرنی چاہیے۔ یہ تو وہ جان ہی گیا ہو گا کہ نیوز پیپر کے ڈکے لے کر ہر چیز مجھے پتا چل چکی ہے۔ اے احمک! ہونا چاہیے تھا کہ میں اسے کال کر سکتی ہوں۔“

وہ بری طرح جھنجھلا رہی تھی جب فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فون کا ریسیور اٹھالیا۔

”جسٹس نیازت غنی میں تھے اور ان کا غصہ بجا ہے“ چیف جسٹس شاقب شاہ اس وقت فون پر چیف منسٹر سے فون پر بات کر رہے تھے۔

”اگر کسی کے بیٹے کو گھر سے اسی طرح اٹھا کر مار دیا جائے گا اور وہ بھی ہائی کورٹ کے ایک جج کے بیٹے کے لیے اسے ایک عام شہری کے ساتھ آپ کی یہ پولیس لیا کرتی ہوگی؟“ چیف جسٹس نے ان کے بیچ کی جتنی محسوس کی۔

”سنا صاحب! میں اس واقعے پر کس قدر شرمندہ ہوں۔ میں جتنا نہیں سکتا“ الحاق ب شاہ نے ان کی بات کا

دی۔

”غالی شرمندگی ہے تو کچھ نہیں ہو گا۔“

”میں نے انکو اڑی شروع کروادی ہے جیسے ہی۔۔۔“ عتیق شاد نے ایک بار پھر ان کی بات نکالی۔

ہوں۔ ”مجھے مسٹرے فوراً“ تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کی پیش کش بھلائی جائے، مگر عملی طور پر کچھ نہیں کریں گے۔“ اس بات پر یاقب شہو کی آواز پہلے سے زیادہ بلند تھی۔

نے اپنی تواضع سے ہم کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں سمجھ رہی معطلی کا۔“

اجازت دے رہے ہیں میرا لی۔ اے دو گھنٹے کا مارا ان کی منت سماجت کرتا رہا ہے کہ وہ میرا فون اٹینڈ کر لیں یا پھر مجھے اپنی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع دیں۔ مجھے بھی افسوس ہے ان کے بچے کی موت کا۔۔۔ اور میں چاہتا تھا کہ خود ان کی فیملی سے ملاقات کروں۔۔۔ ان کے گھر جاؤں۔۔۔ مگر انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ چیف مسٹر۔۔۔ ہمارے گھر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ آئے گا تو گیت کے باہر کھڑا رہے گا۔ میں اس کی عقل تک نہیں لیجھوں گا۔ آپ خود سوچیں کہ یہ کوئی طریقہ ہے ایک صوبے کے چیف مشرکے بارے میں بات کرنے کا۔"

عبدالغفار نے کہا: "میں کوئی شہید نہیں بنوں گا۔"

"میں نے یہ سنا ہے کہ آپ کی سی کا پیلہ بار اٹھارہ بار لگا ہے۔"

"ہاں، میں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ یہ بہت ہی بڑا کام ہے۔"

"ابھی میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کریں۔ چیف جسٹس کے طور پر یہ بات سمجھنا بہت ہی آسان ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ یہ سب کچھ شاہ صاحب آپ جسٹس کی پوزیشن پر سمجھنا چاہتے ہیں۔"

"جیسے ہی میں نے اس کے بارے میں بات کی ہے، مجھ سے یہ سب کچھ یاد آ رہا ہے۔"

"میں نے اس کے بارے میں بات کی ہے۔ اس کے بارے میں بات کی ہے۔"

"میں نے اس کے بارے میں بات کی ہے۔ اس کے بارے میں بات کی ہے۔"

"میں نے اس کے بارے میں بات کی ہے۔ اس کے بارے میں بات کی ہے۔"

"میں نے اس کے بارے میں بات کی ہے۔ اس کے بارے میں بات کی ہے۔"

"میں نے اس کے بارے میں بات کی ہے۔ اس کے بارے میں بات کی ہے۔"

انہوں نے تعزیتی کلمات وصول کرتے ہوئے بھی اس کے چہرے پر غمناک انداز کی کاشی نہ لگائیں تھیں۔

انہوں نے اس کے اثرات بہت شاندار تھے۔ جو شخص ایک کزن اور ایک کزن کے لڑکے کے لئے آہٹ

تھا وہ اس کے لئے تیار ہو۔ جو اپنے ایک انڈر پلانٹ کی کالی جانے والی شاخ کو دوبارہ گلے میں تب

تھا وہ اس کے لئے تیار ہو۔ جو اپنے ایک انڈر پلانٹ کی کالی جانے والی شاخ کو دوبارہ گلے میں تب

تھا وہ اس کے لئے تیار ہو۔ جو اپنے ایک انڈر پلانٹ کی کالی جانے والی شاخ کو دوبارہ گلے میں تب

تھا وہ اس کے لئے تیار ہو۔ جو اپنے ایک انڈر پلانٹ کی کالی جانے والی شاخ کو دوبارہ گلے میں تب

تھا وہ اس کے لئے تیار ہو۔ جو اپنے ایک انڈر پلانٹ کی کالی جانے والی شاخ کو دوبارہ گلے میں تب

تھا وہ اس کے لئے تیار ہو۔ جو اپنے ایک انڈر پلانٹ کی کالی جانے والی شاخ کو دوبارہ گلے میں تب

تھا وہ اس کے لئے تیار ہو۔ جو اپنے ایک انڈر پلانٹ کی کالی جانے والی شاخ کو دوبارہ گلے میں تب

تھا وہ اس کے لئے تیار ہو۔ جو اپنے ایک انڈر پلانٹ کی کالی جانے والی شاخ کو دوبارہ گلے میں تب

ساتھ شادی پر بند تھی اور جاکیر اس کے اس مطالبے کو کسی طور ماننے پر تیار نہیں تھے۔ بی بیسی میں کام کرنے والا ہر شخص جانتا تھا کہ وہ اپنی اور ان کی درمیان جتنے الگے اس فیصلے کے بارے میں۔ بی بیسی میں کام کرنے والا ہر شخص جانتا تھا کہ وہ اپنی اور ان کی درمیان جتنے الگے اس فیصلے کے بارے میں۔ بی بیسی میں کام کرنے والا ہر شخص جانتا تھا کہ وہ اپنی اور ان کی درمیان جتنے الگے اس فیصلے کے بارے میں۔

جھوٹے نمونہ کو زبردستی پاکستان بھوانے کی کوشش کی، عمروہ اس پر تیار نہیں ہوئی، اس نے واپس ہاتھ دیا۔ جھوٹے نمونہ کو زبردستی پاکستان بھوانے کی کوشش کی، عمروہ اس پر تیار نہیں ہوئی، اس نے واپس ہاتھ دیا۔ جھوٹے نمونہ کو زبردستی پاکستان بھوانے کی کوشش کی، عمروہ اس پر تیار نہیں ہوئی، اس نے واپس ہاتھ دیا۔

نمروہ ان کی اس دھمکی پر پہلی بار دباؤ میں آئی اور اس حربے کو کامیاب سمجھتے دیکھ کر جھوٹے نمونہ اس پر اپنا ہاتھ بڑھاتے گئے۔ عمروہ کی طرف وہ طنزیہ آنکھیں اٹھاتی نمروہ کو مجبور کر رہا تھا کہ وہ واپس نہ جائے شاید اسے بھی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ایک بار وہ واپس نہ آئے تو پھر اس کا واپس آنے کے ہاتھ اتنا مشکل تھا۔

اور اب جھوٹے نمونہ اور عمر بن ایک دوسرے پر باریک زامات لگانے میں مصروف تھے۔ عمر نے اپنی بیٹی کو میرے خلاف ہتھیار بنا کر استعمال کرنے کی کوشش کی۔ عمر نے اپنی بیٹی کو میرے خلاف ہتھیار بنا کر استعمال کرنے کی کوشش کی۔ عمر نے اپنی بیٹی کو میرے خلاف ہتھیار بنا کر استعمال کرنے کی کوشش کی۔

”یوں کہہ رہی تھی کہ میں اپنا دینا چاہیے تمہارے خاندان کو کہ تم کیا گل کھلائے ہو۔“
عمر بن بالکل خوفزدہ نہیں تھیں۔
”تم نے اس کو ایک بار بھی کسی غلط بات سے منع نہیں کیا۔ اگر تم شروع میں اسے منع کرتیں تو ایسا نہ ہوتا۔“

عمر بن نے پہلی بار نانا کو اس بارے میں خبر دے کر کہہ دیا۔
”ہاں میں نے اسے منع نہیں کیا۔ وہ اپنے باپ کی مثال دیتی تھی۔ پھر میرے پاس کوئی جواب نہیں دیتا تھا۔“
”تم نے جان بوجھ کر اس کو اس طرح ٹیپ کیا۔ صرف اس لیے تاکہ جھوٹے نمونہ کیل کر سکے۔“ جھوٹے نمونہ ایک بار پھر بولنے لگے۔

”ہاں سب کچھ میں نے ہی کیا تھا۔ مگر تمہارے لیے تو سب کچھ بہت اچھا ثابت ہوا۔ جان چھوٹ گئی۔“
تمہاری اپنی آواز سے آواز ہو گئے ہو تم۔ اب مزید پیش کرنا کہو گے۔ عمر بن کا لہجہ زہریلا تھا۔

”میں تو میں کر سکوں گا۔ میں عمر ایک چیز تو طے ہے کہ تم اور میں اب اکٹھے نہیں چل سکتے۔“
”تمہارے ساتھ اکٹھے چلنا کون چاہتا ہے کم از کم اب میں تو تمہاری بیوی بن کر نہیں رہ سکتی۔ میں کورٹ میں جاتی ہوں کہ اسے کیس فائل کر رہی ہوں۔ اور میں تمام اثاثوں کی برابر تقسیم کا دعوا بھی کروں گی۔“ عمر بن شاید اس بات سے اچانک؟ کون سے اثاثوں کی برابر تقسیم چاہتی ہو تم؟“ جھوٹے نمونہ کے اشتعال میں یک دم اضافہ ہو گیا۔

”تم بہت اچھی طرح جانتے ہو، میں کن اثاثوں کی بات کر رہی ہوں۔ تمہاری لوٹ مار کی کمائی کی بات کر رہی ہوں۔“

”میں تم کو ایک بات بھی نہیں دے رہی ہوں۔“
”جھوٹے نمونہ کی باتیں سنیں۔“ جھوٹے نمونہ نے حصر چاہیے۔ “علیہ زبانی یقینی سے ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔

اپنی بیٹی کی موت کے پورے دن وہ دونوں جاکیر اور عمر کی تقسیم کے معاملے پر لڑ رہے تھے۔ علیہ زبانی کی دل گرفتگی اور بے چینی میں اضافہ ہو گیا۔ اسے پہلی بار احساس ہوا اپنی فیملی میں اس ذہنی آذیت سے گزر سنے والی وہ ایسی نہیں تھی۔ اس کی بے چینی کا جو اثر تھا۔ اسی قسم کے حالات سے گزر چکا تھا۔

عمر اس کی ہمدردی میں ایک بک بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔
”کمزور کم میں نے اپنے ماں باپ کو اس طرح لڑتے تو نہیں دیکھا۔ اور عمر۔ وہ تو شاید بچپن سے یہ سارے نمونے کھاتے کھا رہی ہے۔ وہ اس رات کو بھی سے نکلتے ہوئے عمر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

عمر نے کچھ کہہ کر عمر بن کے پاس جاکیر کو لے لیا۔ علیہ زبانی جانتی تھی کہ اس کا اندازہ تھا کہ وہ جو ہتھ کے ماتھے اسی ہونے میں محسوس تھا جہاں وہ پہلے گیا تھا۔ اگرچہ اس نے جو ہتھ کو عمر بن کے لیے نانو کے گھر آتے یا فون کرتے ہیں۔ کچھ عمر بن کے پھر بھی سن تھا کہ وہ پاکستان میں بھی ہے۔

ان کے چند دن کے بعد ایک بار پھر خالی ہو گیا۔ نانو اور نانا کی افسردگی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ بے چینی کی ایک وجہ اگر عمر کی موت تھی تو دوسری وجہ جھوٹے نمونہ اور عمر بن کے درمیان ہونے والی متوقع علیحدگی بھی تھی اور نانو کی عمر بڑھنے والی تھی۔ عمر بن نے فون کیا۔ عمر بن نے فون کیا۔ عمر بن نے فون کیا۔

”مری طرف سے تمہارا اس کی آواز سننے ہی ریسیور پر علیہ زبانی کی ہاتھ کی گرفت سخت ہو گئی۔“
”علیہ زبانی کی بات سن کر عمر بن نے فون کیا۔ سب کچھ ٹھیک تو ہے؟“

”میں نے نو زبانی سے کہا۔“
”میری طرف سے تم خاموشی چھائی۔“

”عمر بن جانی! مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ اس طرح چار انسانوں کو قتل کر سکتے ہیں۔“
”علیہ زبانی ان چیزوں کو نہیں سمجھتیں۔“ عمر بن نے بڑے مطمئن انداز میں کہا۔

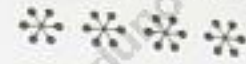
”ایا نہیں سمجھتی ہیں؟“
”تم نے صرف اسی سو سو سو روپے بات کرنے کے لیے فون کیا تھا؟“ عمر بن نے اس کے سوال کا جواب گویا کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں مجھے صرف اسی بارے میں بات کرنی ہے۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ ان لوگوں کو پولیس اسٹیشن لے جانا چاہتے ہیں اس لیے آٹھ گھنٹے پہلے عمر بن نے انہیں مار دیا۔“ وہ ایک دم پوٹ پڑی۔

کوئی انسان اتنی پرہیزی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔
 "تم تو واقعی تمہیں ہو علیل ہو۔" وہ بھی اس کے منہ سے مفلوٹا ہوا اعلیٰ لہجہ کا احساس ہوا۔
 "اب کہاں سے کہ آپ نے کتنا بڑا ظلم کیا ہے؟"
 "بالکل احساس ہے کہ میں نے کیا کیا ہے۔ البتہ میں ہمدردی کے ساتھ اسے ظلم نہیں سمجھتا۔ میں نے ہوش کبابیہ
 جو مناسب سمجھا۔ میں نے اسے اسیٹھان اور کون میں رکھی تھی۔ آپ کو؟"
 "میرے چہرہ پر انہوں کو اس طرح اٹھا کر مار دینا کہاں سے ہٹا رہا ہے؟ آپ کو؟"
 "پہلی بات تو یہ کہ وہ بے گناہ نہیں تھے اور دوسری بات یہ کہ انہیں میں نے نہیں مارا۔ پولیس متاثر ہو گئی
 ہے۔ تم ہیں۔" "تمہارے اسے توڑنے کے لئے کہا۔"
 "کون سا پولیس؟" "میں نے تو یہ وقفہ بتا دیا تھا۔ میرے سامنے آپ نے ان چاروں
 کو اپنی گولی میں بھینسا ہوا تھا۔"
 "خیر۔ اگر تمہیں یاد ہے تو میرے بھی یاد ہو گا کہ میں نے انہیں کیوں پکڑا تھا؟"
 "میری وجہ سے پکڑا تھا۔ آپ نے انہیں اور میری وجہ سے ہی مار دیا۔"
 "تو کیا غلط کیا۔ اب اگر لوگ ہماری غورتوں تک آنا شروع کریں تو ہم Don't do it again (آپ کو یاد ہے)
 نہیں کریں گے کہ کال کو سٹارٹ کر کے انہیں چھوڑ سکتے۔"
 "انہیں نے آپ کو انہیں بھونکنے کے لئے تو نہیں کہا تھا؟ آپ انہیں گرفتار کر لیتے مگر اس طرح راستے توڑے۔"
 "غلطی انہیں ان باتوں کو نہیں سمجھتے۔ یہ ہے اس معاملے کے بارے میں بات نہ کرو۔"
 "میں یہ نہیں سمجھتی۔ میں سب کچھ سمجھتی ہوں۔"
 "تمہیں اتنی بددلی کیوں ہو رہی ہے۔ انہیں۔"
 "مجھے بددلی نہیں ہو رہی میں صرف اس غلط کام کی نشان دہی کر رہی ہوں۔ وہ آپ نے کیا کیا؟"
 "غلطی یا صحیح کام کی تعریف تم میرے لئے تھوڑو۔ تم اس لئے یاد ہے میں اپنے ڈونٹن کو متاثر کیا تھا۔ انہیں
 بدلتا بھی طرح سے ہاتا ہوں۔" "تمہارے کی گواہی میں اس بار سرد مری ہو گئی۔"
 "اسی کام جانتے ہیں اب صرف۔ لوگوں کو جانوروں کی طرح قتل کرنا اور غلطی پولیس مقابلے قرار دے کر پھیل
 ہانا۔"
 "ان چاروں کے ساتھ وہی ہوا ہے۔ جس کے وہ سمجھتے تھے۔ میرے خاندان کی غورتوں کے پیچھے کوئی اس طرح
 نہ لڑتا تھا۔ تو میں کہیں کہیں ان لوگوں کو عام غورتوں اور جانوروں کی طرح قتل کر دیتی تھی۔"
 "تمہارے جانتے تھے کہ یہ افسوس کس خاندان سے ہے میرے خاندان کے بارے میں یہ جان لینی کہ انہیں
 نے میرا بچہ گرا کر مار دیا تھا۔"
 "مگر میں جانتے تھے تو ان کو جان لینا چاہیے تھا۔ انہیں اور دماغ میں کہتے تھے کیا وہ۔ کچھ بے خبری
 تمہارے پیچھے آئے تھے کل جانتے ہو مجھے آئے تھے۔"
 "آپ کی عقلی میری سمجھ سے باہر ہے۔"
 "تمہارے بچے مجھ سے قتل ہوئے۔ میری بیویں باہر ہیں۔ تم جانتے ہو وہ جس بچہ کو لیتے تو کیا کرتے؟"
 "نہرہ انہوں نے مجھے پکڑا انہیں خاندان ہی نہیں کوئی نقصان پہنچایا میں بخیر تھی۔"
 "تم اس لئے بخیر تھی کہ پولیس دس ملین کے اندر اس علاقے میں پہنچی تھی۔ وہ تو تمہارا کوئی لفظ
 نہ تھا۔"
 "وہ کیا کرتے اور کیا نہیں میں اس کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ انہوں نے جو کیا ہے اس کی بات کریں۔ انہیں
 نے صرف ایک لڑکی کا بچہ کیا اسے انہوں نے لڑکی کو شہس کی اور اس جرم کی سزا دینے کے کسی قانون کے تحت بھی

[illegible]

اور ان لوگوں کی صفیہ تک پہنچا دیں گی جن کے بیٹوں کو آپ نے مارا ہے۔
 دوسری طرف اب بھی خاموشی تھی علیحدہ کو سیلی بار سکون محسوس ہوا تھا۔ اس نے مزید کچھ کے بغیر فون بند کر دیا۔



حال

”میں فون بند کر رہا ہوں۔“ عباس نے علیحدہ سے کہا۔
 ”کروں عمر وہ بات ضرور سن لیں کہ میں آپ سے کتنا چاہتی ہوں۔“ عباس ریسپونڈ کر رکھتے رکھتے رک گیا۔ اسے
 حیرت ہوئی علیحدہ ایسی کون سی بات کتنا چاہتی تھی۔
 ”ایسا بھی کوئی بات نہ کہتی رہ گئی ہے۔ جو تم کتنا چاہتی ہو؟“
 ”ہاں میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں جس کتنا چاہتی ہوں۔“
 ریسپونڈ کر عباس کے ہاتھ کی گرفت سخت ہو گئی۔
 ”میں رات کو چور ہوا تھا میں انہیں بتا دوں گی۔“

”بتا دوں گی۔“ عباس نے دل ہی دل میں دہرایا اس کا ذہن برقی رفتار سے اپنا لٹخا عمل طے کر رہا تھا۔
 ایک ہاتھ میں ریسپونڈ کر کے اس نے دوسرے ہاتھ سے انٹرکام کارڈ پھیرا اور کان سے لگائے کے بعد کندھے
 کی جانب سے نکالے رکھا دوسرے ہاتھ سے اس نے فون کارڈ پور کان سے ہٹا لیا۔ کیا اور ماوتھ فون پر وہ سہرا ہاتھ
 رکھ دیا۔

”جسٹس نیار کے آریٹر سے تمہارے دو کہ جب تک اسے دوبارہ دیا یا نہ ملیں وہ جیل خانے کے گھر آنے والی کسی
 کان کے کارڈ کی ان سے بات نہ کروائے اور جس فون نمبر پر میں ابھی بات کر رہا ہوں۔ اس کو قطع معنوں کے اندر
 اپنے پیچھے سے ڈر لیجئے جس کٹھنڈا کروا دو۔ اسپیکر فون سے ہو دو منٹ کے اندر مجھ سے رابطہ قائم کر لیں۔“
 دیکھی تو آواز میں اس نے ساری ہدایات دینے کے بعد انٹرکام بند کر دیا اور دوبارہ فون کے ریسپونڈ کر کان سے لگا کر
 علیحدہ کی گفتگو کرنے لگا اس کے ہاتھ پر جی تھپتھپا واضح طور پر اس کی گفتگو اس کے لیے ناگواری کا باعث تھی۔
 ”جسٹس نیار کے آریٹر سے تمہارے دو کہ جب تک اسے دوبارہ دیا یا نہ ملیں وہ جیل خانے کے گھر آنے والی کسی
 سے نہ پچھائے فون کو اس کے بارے میں ضرور انفارم کرے۔ میں نے بھی آپ کو اپنے سامنے ہونے والے
 اس جرم سے انفارم کر دیا ہے جس میں خود پولیس ہی الزام ہے۔ آپ چونکہ اس پر کوئی کارروائی نہیں کریں گے
 اس لیے میں خود تمام انفارمیشن پریس اور ان لوگوں کی صفیہ کو پہنچا دوں گی۔ جن کے بیٹوں کو آپ نے مارا
 ہے۔“

اس نے کسی مداخلت کے بغیر علیحدہ کو اپنی بات مکمل کرنے دی۔ بات مکمل کرنے کے بعد علیحدہ نے فون بند کر
 لیا۔

اس کے فون کے بند ہونے ہی آریٹر نے اسپیکر فون سے اس کا رابطہ کروا دیا۔
 ”جس گھر میں نے کارڈ لگوا دیا ہے۔ اس گھر سے آپ نہ تو کوئی باہر آئے گا۔ نہ ہی اندر جائے گا۔ جب تک
 میں اجازت نہ دوں۔ تم اسی ہدایت پر عمل کرو گے۔ گھر کے کسی ملازم کو بھی باہر نکلنے نہیں دو گے۔“
 اس نے فون بند کرنے کے بعد آریٹر کو عمر سے رابطہ کروانے کے لیے کہا۔

”ہاں عمر! میں عباس بول رہا ہوں۔“ رابطہ ہوتے ہی اس نے کہا۔
 ”ہاں عباس! کیا بات ہے؟“

”علیحدہ سے جا کر ملو۔“ عباس نے کسی توقف کے بغیر کہا۔
 ”کیا مطلب؟ سب کچھ ٹھیک تو ہے؟“ عمر کچھ چونک گیا۔

”نہیں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ علیحدہ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ عباس کے لیے میں خطی تھی۔
 ”ایسا؟“
 ”جسٹس نیار کے آریٹر سے تمہارے دو کہ جب تک اسے دوبارہ دیا یا نہ ملیں وہ جیل خانے کے گھر آنے والی کسی
 سے نہ پچھائے فون کو اس کے بارے میں ضرور انفارم کرے۔ میں نے بھی آپ کو اپنے سامنے ہونے والے
 اس جرم سے انفارم کر دیا ہے جس میں خود پولیس ہی الزام ہے۔ آپ چونکہ اس پر کوئی کارروائی نہیں کریں گے
 اس لیے میں خود تمام انفارمیشن پریس اور ان لوگوں کی صفیہ کو پہنچا دوں گی۔ جن کے بیٹوں کو آپ نے مارا
 ہے۔“

اس نے کسی مداخلت کے بغیر علیحدہ کو اپنی بات مکمل کرنے دی۔ بات مکمل کرنے کے بعد علیحدہ نے فون بند کر
 لیا۔

اس کے فون کے بند ہونے ہی آریٹر نے اسپیکر فون سے اس کا رابطہ کروا دیا۔
 ”جس گھر میں نے کارڈ لگوا دیا ہے۔ اس گھر سے آپ نہ تو کوئی باہر آئے گا۔ نہ ہی اندر جائے گا۔ جب تک
 میں اجازت نہ دوں۔ تم اسی ہدایت پر عمل کرو گے۔ گھر کے کسی ملازم کو بھی باہر نکلنے نہیں دو گے۔“
 اس نے فون بند کرنے کے بعد آریٹر کو عمر سے رابطہ کروانے کے لیے کہا۔

”ہاں عمر! میں عباس بول رہا ہوں۔“ رابطہ ہوتے ہی اس نے کہا۔
 ”ہاں عباس! کیا بات ہے؟“

”علیحدہ سے جا کر ملو۔“ عباس نے کسی توقف کے بغیر کہا۔
 ”کیا مطلب؟ سب کچھ ٹھیک تو ہے؟“ عمر کچھ چونک گیا۔

اس نے کسی مداخلت کے بغیر علیحدہ کو اپنی بات مکمل کرنے دی۔ بات مکمل کرنے کے بعد علیحدہ نے فون بند کر
 لیا۔

اس کے فون کے بند ہونے ہی آریٹر نے اسپیکر فون سے اس کا رابطہ کروا دیا۔
 ”جس گھر میں نے کارڈ لگوا دیا ہے۔ اس گھر سے آپ نہ تو کوئی باہر آئے گا۔ نہ ہی اندر جائے گا۔ جب تک
 میں اجازت نہ دوں۔ تم اسی ہدایت پر عمل کرو گے۔ گھر کے کسی ملازم کو بھی باہر نکلنے نہیں دو گے۔“
 اس نے فون بند کرنے کے بعد آریٹر کو عمر سے رابطہ کروانے کے لیے کہا۔

”ہاں عمر! میں عباس بول رہا ہوں۔“ رابطہ ہوتے ہی اس نے کہا۔
 ”ہاں عباس! کیا بات ہے؟“

”علیحدہ سے جا کر ملو۔“ عباس نے کسی توقف کے بغیر کہا۔
 ”کیا مطلب؟ سب کچھ ٹھیک تو ہے؟“ عمر کچھ چونک گیا۔

کے لیے سزا دینے پر سوچا۔ بعد ازاں عدالت کے جج نے اس نے ہمارے بچے کی کشتی کی کشتی کا کامیاب نہیں ہوئی کرنا
 پورے کشتی کی باہر موجود ایک پولیس کارڈ اس کے سامنے آگیا۔ وہ اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔
 "آپ اندر چلی جائیں باہر بس جائیں۔ اس کی تواضعیں ختم کر لیں۔ جو بچہ تھا۔"

"کیوں میں جائیگی؟"
 "پیس صاحب نے کہا ہے کہ کمرے کسی کو بھی باہر لے نہ رہا جائے۔"

"کون سے صاحب نے کہا ہے؟ تمہاری؟"
 "میں صاحب نے کہا ہے کہ آپ کے ان سے بات کر کے اجازت لے لیں پھر ہم آپ کو باہر لے کر دوسرے گھر
 وہ جوت کٹے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔ فون میں ہونے والی اچانک خرابی اس کی سمجھ میں آئے گی کہ یہ
 عباس تھا۔ ان کا کمرہ نہیں تھا۔ وہاں بھی رہی تھی۔" "مگر وہی کون ہے؟"
 "افون خراب ہے۔ میں ساتھ والے کمرے کے فون کے عباس سے اجازت لے لے۔" "مگر کون سے گھر سے اس کی
 بات ملے نہیں ہوئے؟"

"آپ کہیں بھی نہیں جانتیں۔ عباس صاحب اگر آپ کو اجازت دے گا چاہیں گے تو خود آپ سے رابطہ کریں
 گے یا یہ ایسا ہے۔ اس کے بستر پر آپ اندر چلی جائیں۔"
 اس کی آواز میں قطعی حتمی تھی۔ علیحدہ مزید بحث کے بغیر پولیس اندر آئی۔ وہ شدید غصے کے عالم میں تھی۔ اس کی
 ہاتھ ہوا اور لاؤنچ میں چلی آئی۔ اندر آتے ہی اس نے وہ بیک صوفے پر کھینچا اور وہ گارڈ سے لکھ لائی
 تھی۔ اسے علیحدہ بے کسی کا احساس ہو رہا تھا۔
 یہ کہہ کر وہ لاؤنچ سے واقعہ کی اطلاع دے دی۔ وہ چند منٹوں کے بعد اندر لاؤنچ میں تھیں۔
 "تم کہاں چلا جاؤ رہی ہو علیحدہ؟" انہوں نے آتے ہی پوچھا۔
 "ماریٹن تک جانا چاہ رہی تھی۔"

"پولیس؟"
 "جی ہاں کام تھا۔" انہوں نے اجازت کارڈ سے کہا ہے کہ کوئی اندازہ سے باہر نہ جائے۔" اس نے ہر بھی
 نہ کہا۔
 "اس کے فون سے کچھ سوچ کر ہی کہا ہو گا۔ فون میں اس سے بات کر لو۔" "مگر اس کے فون میں
 ہونے کا۔"

"فون مائن ڈیٹ ہے اور عباس صاحب بھی کچھ بھی سوچ کر نہ لے سکتے تھے۔"
 "فون مائن ڈیٹ ہے؟" اس نے بھی کچھ دیر پہلے تو بالکل ٹھیک تھی۔
 "مگر فون کارڈ پر لکھا ہے کہ اسے چیک کر لیں۔ پھر کچھ مایوسی کے ساتھ انہوں نے ریسورس رکھ دیا۔" یہ کام
 نہیں کر رہا۔
 "یہ کام کر بھی لے سکتا ہے؟ یہ عباس کی ہوا ہے۔" علیحدہ نے سختی سے کہا۔
 "فون کیس بند کر دیا ہے عباس۔" "مگر انہوں نے کچھ غلامی نہ کی۔"

علیحدہ کچھ ہلکتے کتے رک گئی تھی۔ اسے اچانک خیال آیا تھا کہ ٹانگوں پر کچھ بھی کہنا مناسب نہیں ہو گا۔ وہ انہیں
 پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔
 "ٹانگوں آپ مجھے ساتھ والوں کے کمرے پر نہیں ہیں وہاں سے فون کروں گی۔"
 "تمہیں فون کرنا کہاں ہے؟"
 "شہلا کو فون کرنا ہے۔" اس نے بھونٹ بولا۔
 "مجھ اس سے بات نہ ہوگی تھی تمہاری۔"

"نہیں ہوئی تھی نہیں ہے فون بند کر دیا تھا۔"
 "مجھ سے بات نہ ہوگی تھی نہیں ہے۔ جو ٹکڑا ہے ابھی کچھ دیر تک وہ ٹوکھا تھا۔"

انہوں نے اسے سبھایا تو سوچ میں نہ آئی۔
 "میں صاحب نے کہا ہے کہ کمرے کسی کو بھی باہر لے نہ رہا جائے۔"
 اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ ٹانگوں سے جواب دینے کے بجائے مرید باہر نکالنے لگیں۔
 "میری صاحب کے کمرے جاؤ اور شہلا کو فون کر کے یہاں آئے کے لیے کہو۔" مرید باہر کے آگے پر ٹانگوں نے ان
 کو کہا۔

"اس سے یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ فون۔" "مگر اسے۔" علیحدہ نے ٹانگوں کی ہدایت کے بعد کہا۔ مرید باہر
 جانے کے لاؤنچ سے نکل کر ان کی دوا بھی چند منٹوں کے بعد ہی ہو گئی۔
 "میں وہ وہ پولیس باہر ساتھ نہیں لے رہی۔" انہوں نے اندر آتے ہی اطلاع دی۔
 "جی نہیں، میں بتا دیتے کہ آپ کو خود ہی کام سے ٹانگوں نے سبھایا ہے۔" علیحدہ نے ایک بار پھر بے چینی ہونے لگی۔
 "میں نے ان سے کہا تھا۔ کمرہ انہوں نے کہا کہ کمرے کوئی بھی باہر نہیں جائے گا۔"

علیحدہ نے بے اختیار اپنے ہونٹ ہنسی لگائے۔
 "تھک گئے آپ کی کام کریں۔" ٹانگوں نے مرید باہر کی ہدایت دی۔
 ان کے جانے کے بعد انہوں نے علیحدہ سے کہا۔ "تم شہلا کا انتظار کرو۔" وہ فون میں۔ "مگر وہ خود ہی یہاں
 آجائے گی۔"
 انہوں نے جیسے علیحدہ کو آگے لے کر "اور اگر باہر سوہو پولیس نے اسے بھی اندر لے نہ دیا تو؟" وہ سوالیہ
 لہجہ میں تھی۔

"مگر ٹانگوں کو کوئی جواب نہیں سنبھلا۔"
 "جی نہیں۔" کچھ کیا ہو رہا ہے "بچی بھلی تو نہ کی کڑی رہی تھی اور اب ایک دم۔"
 انہوں نے ہنسنے والے لہجے میں جواب دیا۔ "علیحدہ نے ان کی بات پر فوراً نہیں لکھا۔ وہ اپنا ٹانگوں
 کاٹے ہوئے ہونے پر غور کر رہی تھی۔

ان کے بچے کی ہوا سے بہت جلد ہی مصیبت میں گرفتار ہو چکا تھا۔ اس نے "خف منہ سے ایاز عید سے ہاتھ
 لائے ہوئے تھا۔ وہ ان کی تصویر دیکھنے کی چاہت سے منہ ہاتھ سے چھپا رہا تھا۔
 "مجھے یہ بتا دو رہی ہے۔ آپ کی بات پر عباس کا ہوس دیکھا تو شاید ہے۔ اس نے پھر اپنے فون کو بروی
 ایاز کی سے منہ کر دیا۔ اور وہ آکر وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ آپ خود ہی بار اس کی طرف سے کہیں۔" ایاز
 دہرے پر سے ٹوٹ کر اس کے منہ میں مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں اس وقت وہاں آگئے تھے اور اب وہ فون پر ہنسنے لگے تھے۔
 "مجھے اس کی قابلیت یاد آ رہی ہے۔" انہیں ٹانگوں پر کچھ ہو گیا تھا۔ "میں میاں میو رہتے تھے۔ اسے
 کی اس میں رہتا تھا۔ بالی کورٹ کے ایک کچے کے بیٹے کو اس طرح کھرے آٹھا کر مار دینا اور پھر یہ کہنا کہ وہ پولیس
 میں لے کر گیا ہے۔"

"مگر ان کی عباس کی۔" اس نے معاملے میں تھک دیا۔ "ہاتھ ہوئی ہے۔ وہ لاؤ اس راستہ واقعی پولیس حلقے میں مارا
 یا تھا۔" "جی ہاں۔" "خف منہ سے ایاز عید کی بہت کات دی۔"
 "خف منہ سے ایاز عید کی بہت کات دی۔" اس نے کہا۔ "اب کاپی ہے کہ رہا ہے کہ گھر سے ساتھ کچنوں میں
 پولیس لگا کر اس کے بیٹے کو لے کر لے گئے۔"

خاندانوں کے لوگ پولیس اسٹیشن میں بیٹھ کر کرتے ہیں۔"
وہم سراسیمہ قائلین پر کرتے ان نگاہوں کو دیکھ کر رہی۔
"مکانفہ کے ایک بڑی گھر سے زیادہ اہمیت میں ہوتی ایف آئی آر کی۔ کون سا خاندان اپنے سپرد کاہم
پولیس اسٹیشن کے ریکارڈ میں آنے دے گا۔ چاہے انہوں نے جو بھی کیا ہو۔" خاندان کی سزا کا اور مستقبل کا
محالہ ہو تا ہے۔ کوئی ان دونوں چیزوں کو اوپر نہیں لگا سکتا۔ "وہ رساں سے بولتا جا رہا تھا۔
"اور اس صورت حال سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو مار دیا جائے۔ ایک جعلی پولیس مقابلے
میں اس طرح سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ طنز سے بولی۔

"سب کچھ نہ سہی بہت کچھ۔"
"سب کی کوئی بات مجھے قائل نہیں کر رہی۔ سوچے سمجھے بغیر ایک غلط کام کرنے کے بعد آپ سے صحیح رہنمائی
کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر کہ ایف آئی آر کے باوجود بھی وہ چھوٹ جاسکتے ہیں ان کو نہ رہا ہوتا
دیتے۔ اثر و رسوخ تو ہمارے خاندان کا بھی ہے۔ ان چاروں کو کورٹ تک لے جانا آپ کے لیے کوئی مشکل یا
مکمل کام نہیں تھا۔" وہ اس سے کہہ رہی تھی۔
"اچھا لے جاتے ان چاروں کو ہم کورٹ میں اس کے بعد کیا ہو گا؟" وہ چیلنج کرنے والے انداز میں اس سے
پوچھ رہا تھا۔

"ان پولیس چلتا کورٹ انہیں سزا دیتی۔"
"کون سے پولیس میں رہ رہی ہو تم علیحدہ! یہاں اس ملک میں ایک یا اثر خاندان کے فرد پر ایک لڑکی کا بیڑ
کرنے پر کیس چلتا ہے۔ یہ ہونا شروع ہو جائے گا تو پھر ایسے لوگ پولیس مقابلوں میں مارے گئے ہیں جہاں کے پھر
وہ واقعی کورٹس تک پہنچاتے جاتے ہیں۔" اس نے اب سب سے ایش سے ٹیک لگائی۔
"یہاں اب کورٹس میں تجھے انصاف کرتے نہیں انصاف پہنچتے ہیں۔ جیب میں روپیہ اور ہاتھ پر خاندان کی
اچھڑپ ہوتی چاہے پھر وکیل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ نہ گواہوں کی نہ جوتوں کی پھر جج خود آپ کا ہو جاتا ہے۔
کورٹ کے جج کے بیٹے کو کون سا جج سزا دیتا ہے۔
وہ اب جیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"جیمز آف کامر کے ایک عہدے دار کے بیٹے کو ان سلاخوں کے پیچھے رکھ سکتا ہے اور کتنی دیر۔"
"پھر بھی آپ کو شش ٹھیکہ کتے تھے۔ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا حق آپ کو کس نے دیا؟" وہ اس کی کلمات
سے قائل نہیں ہو رہی تھی۔

"قانون کو ہاتھ میں اس لیے لینا کہ قانون ان چاروں کے بارے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ چاروں
اسی راستے پر گواہ لے جاتے اور اگر کسی طرح ان پولیس کو بھی دیا جاتا تو وہ طرح جیتا جاسکتا تھا۔ ثبوت کیانے
ہمارے آپ؟"

وہ بے یقینی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔
"ثبوت تھے ہمارے ہاں۔" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔
"کون سے ثبوت؟" پولیس جب گھر پر پہنچی تو ان چاروں میں سے کوئی بھی وہاں نہیں تھا۔
"لیکن اس گھر کے لوگوں نے انہیں دیکھا۔ جب وہ زبردستی اندر آئے تھے۔"
"اس گھر کے لوگ؟" وہ استغناء سے انداز میں ہنسا۔ "اس گھر کے کتے لوگوں کے ہمارے لیے گواہ بننے کو کورٹ میں
آئیں گے ایک بھی نہیں۔"

"آپ انہیں ایسا کرنے کے لیے پریشاں کر سکتے ہیں۔"
"اور یہی کام نہ کرنے کے لیے ان چاروں کے گھر والے بھی انہیں پریشاں کر سکتے تھے۔"

ٹھیک ہے وہ گواہی نہ دیتے۔ میں تو دے سکتی تھی۔ میں پہچانتی تھی ان چاروں کو۔"
وہ اس کی بات پر ایک بار پھر ہنسا۔

"تم کون ہو علیحدہ سکندر؟ کیا حیثیت رکھتی ہے تمہاری گواہی۔ جانتی ہو وہ کون اوروں میں بڑھ رہے تھے؟
کورٹ تم سے پوچھتی کہ چار اعلا حسب و نسب کے نوجوانوں نے آخر تمہارا ہی کیوں پہنچا کیا۔ ہو سکتا ہے تم نے
ان کو ترغیب دی ہو؟ ہو سکتا ہے وہ کہہ دیئے کہ وہ تمہیں پہلے سے ہی جانتے ہیں اور ان میں سے کسی کا تمہارے
ساتھ اچھا رشتہ تھا۔ جب اس نے تمہارے ساتھ تعلقات ختم کیے تو تم نے اسے سزا دینے کے لیے یہ سب
جو بیان کیا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ عیاف صاف کہہ دیئے کہ انہوں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا وہ تمہیں جانتے تک
نہیں اور رات وہ چاروں اپنے اپنے گھر میں تھے تو وہ تم نے بھی گھر سے ہی اٹھایا یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ان
نے خاندان سے کہتے کہ یہ ان کے کسی دشمن کا سسٹنٹ ہے، کوئی ان کی رہی ہو پویش میں خراب کرنا چاہتا ہے۔ تم کیسے
پانچ کر تیں ان سب چیزوں کو کورٹ پہلی ہی پیشی میں ان چاروں کو بری کر دیتا۔

"اعزت بری" اور اس کے بعد تم کہاں پر کھڑی ہو تیں؟"
وہ کسی طرح کے بغیر رہی۔ رچی اور سفاکی سے اسے سب کچھ سن رہا تھا۔
"ٹھیک ہے کورٹ انہیں سزا نہ دیتی مگر سب کچھ جائز طریقے سے تو ہوتا غلط طریقے سے تو نہیں۔"
"اور اس جائز طریقے کا جو تمہارا نام ہو سکتا ہے اس کا اندازہ سے نہیں۔ جوڑ کے اتنی دید و لہری کے ساتھ
نہایت سے واقف نہ ہونے کے باوجود تمہارا اس طرح پہنچا کر رہے تھے۔ وہ تمہارے بارے میں جانتے
تھے۔ بعد میں پھر دیتے۔ تم ان کو کورٹ میں لے کر جاتیں اور وہ اس کے بعد تمہیں بخش دیتے۔"
"آپ معاملہ کی طرح hypothetical (فرضی) باتیں نہ کریں۔ وہ کیا کر دیتے؟ کیا کر سکتے تھے یہ ہو جاتا وہ ہو
جاہاں حقیقت تو یہی ہے کہ انہوں نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔"
انہیں ٹھیک کہہ رہا تھا۔ سچ سچ تو اس کو پتہ تھا۔ "مگر بے اختیار جھٹلایا۔

علیحدہ نے اسے دیکھا۔ "یہ کہتا رہا جو ڈاکیومنٹس دے رہے ہیں آپ اس کے بجائے آپ صرف یہ کیوں نہیں
کہتے کہ عباس اور آپ کے بے ایمان کا مسئلہ بن گیا تھا۔ وہی میل شاؤنزم جو یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس
کی بیٹی کی عورت کو ایسے کسی گرانسوس سے فرنا پڑے۔ آپ کی نسبت عباس زیادہ صاف گو ہے جس نے واضح
طور پر اس بات کا اقرار کیا۔ آپ صرف ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری وضاحت پیش کر رہے
ہیں۔ آپ بھی عباس کی طرح یہ اعتراف کر لیں کہ یہ صرف family pride (خاندانی انا) تھی جسے intact
(قائم) رکھنے کے لیے آپ نے یہ سب کیا۔"

عمر نے اس کی بات کے جواب میں بڑے واضحانہ انداز میں کہا۔
"لوگ تم ایسا سمجھتی ہو تو ایسا ہی ہے۔ ہاں میں بھی یہ برداشت نہیں کر سکا کہ کوئی میری فیملی کی کسی عورت
کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرے؟" کیا یہ کافی ہے تمہارے لیے؟"

"کیا وہی عورتیں آپ کو پندرہ ماہ پہلے شہباز منیر کی موت پر روایا کر رہا تھا اور آج وہ خود چار انسانوں کو مارنے کے
بعد بھی تمہیں کوئی بوجھ محسوس نہیں کر رہا۔ کیا انکل ایاز کے نقش قدم پر چل رہے ہیں آپ بھی؟"

اس نے غمی سے کہا۔
"اس وقت شہباز منیر کی بات نہیں ہو رہی۔" عمر نے اسے ٹوک دیا۔
"کیوں نہیں ہو رہی؟ ہوتی چاہیے۔ اگر آپ کو ان چاروں کو مارنا ٹھیک لگے تو ہو سکتا ہے اس وقت انکل ایاز
کو بھی شہباز کو مارنا ٹھیک لگا ہو۔ ہر شخص اپنے ہر ایکشن کو حق بجانب ثابت کر سکتا ہے۔ کیا میں نے ٹھیک کہا؟"
"ہاں ہو سکتا ہے۔" اس وقت شہباز کا مارا جانا ٹھیک ہو۔ ہو سکتا ہے انکل ایاز نے ایک ٹھیک قدم اٹھایا ہو۔" وہ
اس کے جواب پر رونک رہ گئی۔

اس نے صلیبہ کے ہاتھ سے موبائل لے لیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ صلیبہ کو اس وقت پہ پناہ خوشی کا احساس ہو رہا تھا اپنے کندھے سے ایک مہم بہت ملنے لگے تھے۔

انھوں نے دیر بعد ٹھیک ہو جائے گا اور میں عباس سے کہہ دوں گا وہ پھر موبو چو پولیس گارڈ ہٹالے گا۔ اس کے بعد کہنے پر فیصلہ کی ذمہ دار خود ہو گی۔ فیصلوں کی بھی اور ان کے نتائج کی بھی۔ میں یہ کوئی دوسرا تمہیں رستہ دکھانے یا کچھ بھی سمجھانے نہیں آئیں گے۔ تمہارا ذوق جو جس طرح چاہے اپنی زندگی کی راہوں کا تعین کر کر سکتی ہے۔

تو آواز میں اس نے بات کرتا رہا اور پھر کمرے سے چلا گیا۔

نے اپنے بہت قریب کہیں سے تماشا فارنگ کی آواز سنی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ خوف کی ایک لہر اس کے

وہ ایک دم ہڑبکا کر اٹھ بیٹھی۔ چند لمحے پہلے جو چیز اسے اپنا واہمہ محسوس ہوئی تھی وہ اب ہم نہیں تھی گھر کے باہر مسلسل فزک ہو رہی تھی۔ لگتا یا ہر وہ اندازہ نہیں کر سکتی۔
رکے ہوئے سانس کے ساتھ اپنے بیدار بیٹھی وہ چند لمحوں تک صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔
گھر میں کھل اندھیرا تھا۔ ناگھٹ لب بھی آف تھا۔ ہر رات کو ناگھٹ لب جلائے بغیر کبھی نہیں سوتی تھی مگر اس بار
پوس بھی آتے ہی اسے صورت حال کی سبکی کا اندازہ ہونے لگا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے
پاں کی دھڑکن کی وقت بھی رک جائے گی سب کچھ چند لمحوں میں۔

اندھیرے میں کانچے پتھر کی طرح اس نے تاریکی میں بیڈ سائڈ لیپ کو آن کرنے کی کوشش کی اور اس وقت اسے اندازہ ہوا کہ لاکھ نہیں تھی۔ اسے ٹائٹ بلب کے نیچے ہونے کی وجہ سمجھ میں آگئی۔

ابو خیال اسے ٹانگو کاٹا تھا۔ چلتا نہیں وہ کہاں ہوں گی؟ شاید اپنے کمرے میں یا پھر۔۔۔ اس نے بیڈ کو ہٹاتے ہوئے فٹ پر کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ فائرنگ اب بھی کسی توقف کے بغیر جاری تھی۔ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اندھیرے میں دروازہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ رستے میں آنے والی کئی چیزوں سے ٹکرائی مگر دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔

دروازے کو کھول کر ریڈور میں نکل آئی۔ کو ریڈور بھی مکمل طور پر تاریک تھا۔ فائرنگ میں اب اور بھی شدت آگئی تھی۔ علیحدہ علیحدہ ریڈور کی دیواروں کو ٹوٹتے ہوئے ٹانگوں کے کھرے تک پہنچنے کی کوشش کی۔ ٹانگوں کے کھرے کے دروازے تک پہنچنے کی اس نے وحشت کے عالم میں اسے دھڑو دھڑایا۔ دروازہ لاکھ تھا۔

”علیہ! نافر! دروازہ کھولیں۔ میں علیہ زہ ہوں۔“ اس نے بلند آواز میں پکارنا شروع کر دیا۔ فائزنگ کی آواز کے دوران بھی اس نے اندر سے آنے والی ناک کی آواز سن لی۔

پند ٹول کے بعد نانو نے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔
 ”کیا ہو رہا ہے؟“ نانو۔ مت خوفزدہ لگ رہی تھیں۔
 ”مجھے نہیں معلوم نانو! یہ کیا ہو رہا ہے؟“

”ہاں میں ٹھیک ہوں۔ آپ ٹھیک ہیں؟“

”اور تم۔۔۔ تم وہ شخص تھے جس کی وجہ سے وہ مار گیا۔“ وہ بڑی طرح مشتعل ہو گئی۔ پہلی بار اس نے عمر کو مہر کے بجائے تم کو مخاطب کیا تھا اور اس تبدیلی نے عمر کو متاثر نہیں کیا۔

”اور تم وہ شخص تھے جو عمر مجھ کی طرح اس کی موت پر آنسو بہا رہے تھے اور آج تم یہ کہہ رہے ہو کہ اس کی موت صحیح تھی۔ تم کو شرم آتی چاہیے۔“ وہ صوفے سے اٹھ گئی۔

”تم ب لوگ ایک جیسے ہوتے ہو۔ دو سروں کو گرد حوں کی طرح نوچنے والے، اپنا حصہ لے کر اطمینان سے بیٹھ جانے والے۔ بس یہ ہے کہ تم میں سے کچھ کے انت شروع میں نظر آجاتے ہیں پکچھ کے بہت بعد میں۔“

بلند آواز میں بول رہی تھی۔ میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ تم جنس نیاز میں تم سے یہ نئے نہیں آیا کہ میں کون ہوں یا کیا ہوں۔ میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ تم جنس نیاز کو فون نہیں کرو گے۔“

میں نے اس کا نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

عمر نے اس کے رونے کو بالکل نظر انداز کر کے بولے۔
 "میں جسٹس نیاز کو فون کروں گی۔ آج نہیں تو کل کل کریں تو چرسوں۔ تم یا عباس کب تک مجھے یہاں قید کر رکھے گا؟ چند دن؟ یا چند ہفتے؟ چند مہینے؟ یا چند سال؟ کب تک آخر کب تک مجھے جیل بھی موقع ملے گا میں سب سے زیادہ کامیابی کروں گی۔ البتہ یہ سب کتنا ہے کہ تم لوگ مجھ سے جان چھڑانے کے لیے مجھے بھی مار ڈالو؟" شہبازی نے اس کے ان چاروں لڑکوں کی طرف سے بلیس مقابلے میں کسی بھی طرح پھر تم لوگوں کو تسلی ہو جائے۔
 "مگر میں مکمل خاموشی چھائی۔ وہ دونوں اب چپ چاپ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اس خاموشی کو غر

وہاں سے اٹھتا رہا پھر کچھ بھی کہنے بغیر بولنے چلے گئے ساتھ اس کے ساتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ ایک دم

”بھئی ہاؤ فون نمبر تو ضرور ہو گا تمہارے پاس۔“ بچہ نے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ سچا ملاؤ اور بات کرو۔ انہیں

اس کا الہی عجیب تھا۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔
 "میں نمبر لاء ہوں۔" وہ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر خود نمبر لاء نکلی۔
 "ہیلو میں عمر جمالیہ ہوں، جسٹس نیاز سے بات کروا میں۔"

وہ اب کال ٹال کر آپریٹر سے بات کر رہا تھا۔ آپریٹر سے بات کرنے کے بعد اس نے فون علیزہ کی طرف بھرا دیا۔
ہمارے علیزہ نے پوچھنے کے بجائے، ٹی کڑا کر اس کے سامنے پیش کر دیا۔
پھر دیر بعد جسٹس نیاز زلمی پر تھے اور وہ ان سے بات کر رہی تھی۔ اس نے انہیں اس رات کے تمام واقعات

”کیا تم یہ سب پریس اور کورٹ میں کہہ سکتی ہو؟“ انہوں نے اس فلائیڈ ریس نوٹ کرنے کے بعد صرف ایک سوال کیا۔

”ہاں جب بھی آپ چاہیں۔“

”ٹھیک ہے، میں بہت جلد تم سے کانٹیکٹ کروں گا۔“

رابطہ ختم ہو گیا اس نے پچھلے بخیر فون عمر کی طرف برسرِ حال کیا۔

عمر کے چہرے پر جو دیکھنا چاہتی تھی۔ اسے نظر نہیں آیا۔ وہ پریشان تھا نہ ہی نہ فزوہ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

کہہ رہی تھیں۔ "اور لائٹ۔ چائیں اسٹ کیوں چلی گئی ہے؟"

"ہناوے فائرنگ کہاں ہو رہی ہے؟"

"پتا نہیں۔ مجھے کیسے پتا ہو سکتا ہے۔" اندھیرے میں نانو کی آواز ابھری۔

"ہاں فون کرنا چاہیے۔ پولیس کو۔" علیزہ نے بے باکی سے کہا۔

"کیا آپ نے پولیس کو فون کیا ہے؟"

"نہیں۔ میں تو کچھ سمجھ ہی نہیں پا رہی۔ ابھی میں پندرہ منٹ پہلے ہی اٹھی ہوں۔"

"پچھلے نمبر معذرت کہاں ہے؟" علیزہ نے جو کیدار کا نام لیا۔ "میں لاؤن میں جا کر اس سے انٹرکام پر فائرنگ کے بارے میں پوچھتی ہوں۔ وہ سنا ہے یہ ہمارے گھر کے باہر نہ ہو رہی ہو۔" علیزہ نے کسی امیر کے گھر کے صوفے پر بیٹھ کر باتیں کرتی تھی۔

"میں تو اس طرح جا رہی تھی اس کی شدت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔"

"تاؤ اب خاموش تھیں۔ وہ کمرے میں مارچ مار مارنے کی کوشش کر رہی تھیں۔"

"نانو پھر جلدی کریں۔ اگر مارچ نہیں مل رہی تو رہتے دیں۔ لیکن یہ ثابت لے لیں گے یا پھر اسی طرح لڑیں۔"

"علیزہ نے سب بھری ہے کہا۔"

"میں مل گئی تھی۔" نانو نے اسی وقت مارچ روشن کر دی۔ کمرے کی گارڈ کی ایک دم مشتعل ہو گئی۔

"وہ نانو کے ساتھ چلتے ہوئے لاؤن میں آئی۔ انٹرکام کاربیور اٹھا کر اس نے گیت پیا کیدار کے لیٹن میں اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکی۔"

"کیا وہ؟" نانو نے بے باکی سے پوچھا۔

"میں یہ تو بھول ہی گئی تھی اسٹ نہیں ہے۔ انٹرکام کیسے کام کر سکتا ہے۔" علیزہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کیا پھر نکل کر اسے دیکھیں۔"

"وہ کتے کتے رک گئی۔" علیزہ بے باکی سے کہا۔ "جیسے سے حفاظت کی آواز آئی تو وہ چونک کر مڑی۔"

"کیوں؟"

"ہمارے گھر پر فائرنگ ہو رہی ہے۔"

"ہمارے گھر پر؟" اس ناول اٹھ کر معلق میں آیا۔

"ہاں نہیں کچھ دیر پہلے باہر نکلا تھا مگر اصرار نے مجھے واپس بلوا دیا۔" خانہ ماہان نے جو کیدار کا نام لیا۔

"کون کون کر رہا ہے؟" علیزہ نے پوچھا۔

"یہ تو نہیں پتا۔ مگر اصرار کہہ رہا تھا کہ باہر کوئی گاڑی ہے اور کچھ لوگوں سے دیوار پھلانگنے کی کوشش بھی کی۔"

"اندرا آتا چاہ رہا ہے۔ کتوں کے بھونکنے پر اصرار نے انہیں دیکھ لیا اور وہ اندر نہیں آئے مگر اس کے بعد سے مسلسل فائرنگ کر رہے ہیں۔ اصرار بھی ان پر جوابی فائرنگ کر رہا ہے۔ مگر وہ لوگ تعداد میں زیادہ ہیں اور ابھی تک گیت کے باہر موجود ہیں۔ انہوں نے گیت پر بھی ہری طرح فائرنگ کی ہے۔" وہ مرید بابا کی آواز میں لڑزش محسوس کر سکتی تھی۔

"ہمارے گھر کے علاوہ ارد گرد کے تمام گھروں میں لائٹ موجود ہے۔ شاید انہوں نے بجلی کی سپلائی کٹ دی ہے۔"

"اصرار تو فرہو ہے کہ کہیں وہ اندر نہ آجائیں۔ اندھیرے میں وہ انہیں دیکھ نہیں سکے گا۔"

"مرید بابا! میں ابھی پولیس کو فون کرتی ہوں۔ آپ گھر میں مت۔ بس اپنے کوارٹر میں ہی رہیں۔"

"علیزہ نے اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کی۔"

"علیزہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟" نانو بے حد خوفزدہ تھیں۔

"میں پولیس کو فون کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی پولیس آجائے گی، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"علیزہ نے انٹرکام بند کر دیا اور تیزی سے فون کی طرف بڑھی۔ یہی فون کاربیور اٹھا کر اس کی وساکت ہو گئی۔"

"کیا ہو؟" فون ملاؤ۔

"ہاؤ فون لائی ہے شاید کسی نے فون کی لائن کٹ دی ہے۔" اس نے کانپتے ہاتھ کے ساتھ ریسیور واپس رکھتے ہوئے کہا۔

"اور میرا موبائل بھی کام نہیں کر رہا اس کا کارڈ ختم ہو چکا ہے۔"

"اب خدا اب کیا ہو گا؟" لوگ اندر آگئے تو "نانو اپنے قدموں پر کھڑی نہیں رہ سکی۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔"

"وہ اندر کیسے آئیں گے؟ پورے علاقہ جاگ رہا ہے۔ اتنی فائرنگ ہو رہی ہے ابھی کچھ دیر میں ساتھ لے کر گھروں کے چوکیدار بھی باہر نکل آئیں گے۔ پھر تو یہ لوگ بھاگ جائیں گے۔" علیزہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فون کی باتیں سن کر علیزہ نے "نانو نے اسے ڈانٹا کہ ان اپنے گھر سے اٹھ کر اٹنی بے تحاشا فائرنگ میں باہر نکلے گا؟" تو نہیں۔

"مگر نانو! وہ لوگ پولیس کو غصیہ اطلاع کر دیں گے، بلکہ ہو سکتا ہے اب تک وہ پولیس کو انکارم کر چکے ہوں۔"

"پولیس آنے والی ہی ہوگی۔"

"علیزہ نے کہا۔ نانو اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے خاموش رہیں۔"

"مارچ کی ایک دم روشنی میں بے تحاشا فائرنگ اور کتوں کے بھونکنے کی آوازوں میں وہ چند لمحے دم ملا دے ایک لمحے کو گھٹتی رہیں۔"

"یہ سب عمر کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے پولیس گارڈز کیوں ہٹائی ہے۔" نانو نے اچانک غصیلی آواز میں پولیس۔ "شام کو پولیس گارڈز بھی اور اب ہم یہ سب بھگت رہے ہیں۔"

"علیزہ کچھ نہیں بول سکی وہ چھوڑ کر سی بن گئی۔ وہ انہیں بتا نہیں سکتی تھی کہ یہ سب کچھ خود اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ بغیر منہ اٹھا کر اس نے پولیس گارڈز ہٹائی۔" نانو ابھی تک بڑبڑا رہی تھیں۔ علیزہ کی خاموشی پر قہار رہا۔

"تو کچھ دم انتظار کر کھڑی ہو گئیں۔" میں مرید بابا کی بات کرتی ہوں۔ وہ کچھ کرے۔"

"وہ مارچ بکڑے باہر کی طرف بڑھیں۔ علیزہ خاموشی سے انہیں جاتا دیکھتی رہی۔ نانو اب مرید بابا کی بات کر رہی تھیں۔"

"مگر کسی طرح کو اور نہ سے باہر نکل کر ساتھ والے گھر کی دیوار پھلانگ کر ان کے ہاں جانے کی کوشش کرو۔"

"میں ساری صورت حال جانتاؤ۔"

"علیزہ نے اچانک ان کی بات سن کر اسے اس کی بات کائی۔"

"مگر نانو! مرید بابا کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ اگر ساتھ والوں کے چوکیدار نے ان پر فائرنگ کر دی تو۔ اور وہاں بھی تو کتنے موجود ہیں۔"

"تو پھر کیا کیا جائے۔ آخر اتنی دیر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا جاسکتا ہے۔" نانو نے اسے جواب دیا۔

"علیزہ ان کی گھبراہٹ اور پریشانی کا اندازہ کر سکتی تھی۔ وہ خود بھی ان کی کیفیت سے دوچار تھی مگر وہ پھر بھی موزن رہی تھی کہ چند منٹوں کے بعد پولیس کسی نہ کسی طرح وہاں آجائے گی اور سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ چند دن پہلے ہوئے والے واقعہ نے اگر ایک طرف اسے خوف اور سراسیمگی سے دوچار کیا تھا تو دوسری طرف وہ یہ بھی

جان ہی تھی کہ اسے مضبوط پٹا ہی حاصل ہے اور ایسی کسی صورت حال میں وہ کسی عام شہری کی طرح غیر محفوظ نہیں تھی اس لیے پریشان ہونے کے باوجود وہ پچھلی بار کی طرح سراسیمگی کا شکار نہیں تھی۔
 "تو نہیں اور کیا کیا مصیبت ابھی باقی ہے؟" نانو نے صوفے کی طرف جاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "ابھی بھلی زندگی گزار رہی تھی اور اب اچانک۔"

انہوں نے بات اور صوری چمکڑدی اور سر پکڑے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ علیزہ ان کی اور صوری بات بہت اچھی طرح سمجھ گئی۔ وہ جانتی تھی یہ سب کچھ اسی کی وجہ سے ہو رہا تھا اور پچھلے کچھ دنوں سے نانو کے لیے اس کی کسی طرح حیرت انگیز کامیابی کا باعث بن رہی تھی۔
 اسے اندازہ نہیں تھا کہ پولیس گارڈ ہٹائے جاتے ہی اس طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اس کا خیال تھا کہ عباس اور عمر ضرورت سے زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کر رہے تھے اور اس کی قطعاً ضرورت نہیں تھی کہ اس وقت وہاں بیٹھے وہ دل ہی دل میں اعتراف کر رہی تھی کہ وہ بہت سے معاملات میں ضرورت سے زیادہ ابھیور رہی۔

اگر اسے معمولی سا شاہد بھی ہو تاکہ اسے ایسی کسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے تو وہ عمر کو کبھی پولیس گارڈ ہٹانے نہ دیتی۔ اگرچہ وہ جانتی تھی کہ پولیس گارڈ ہٹانے کی واحد وجہ اس کی اپنی ذات تھی۔ اگر وہ جسٹس کا قتل نہ کرتی تو شاید سب کچھ پہلے ہی کی طرح رہتا۔ وہ اس قدر غیر محفوظ نہ ہوتی مگر ان تمام اعتراضات کے باوجود اس وقت وہاں بالکل بے بس بیٹھی ہوئی تھی۔

باہر ہونے والی فائرنگ ایک دم بند ہو گئی۔ وہ دونوں چونک گئیں۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں ابھی بھی پہلے ہی کی طرح آ رہی تھیں۔ مگر فائرنگ کی آواز بند ہو گئی تھی۔
 "مجھے لگتا ہے وہ لوگ چلے گئے ہیں۔" علیزہ نے غیر معمولی برامیدی سے کہا۔
 "ہاں شاید۔" نانو نے دم گھم آوازیں کہا۔ وہ باہر کان لگائے بیٹھی تھیں۔

"میں مرید بابا سے بات کرتی ہوں۔ وہ باہر نکل کر دیکھیں کہ چوکیدار کہاں ہے۔" علیزہ نے باہر کی طرف اشارہ کیا۔
 "اے میرا نانو خاموش رہیں۔"
 اسی وقت لاؤنج کے دروازے کے بیرونی جانب کچھ آہٹیں ابھریں وہ دونوں یک دم چونک گئیں۔
 "میرا خیال ہے مرید بابا اور چوکیدار آئے ہیں۔ وہ لوگ یقیناً بھاگ گئے ہیں۔" علیزہ نے کچھ مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔ وہ بے اختیار لاؤنج کے دروازے کی طرف گئی اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھول دیتی۔ نانو نے اسے روک دیا۔

"دروازہ مت کھولو پہلے تصدیق کرو کہ باہر چوکیدار یا مرید ہی ہے۔"
 نانو نے دبی آوازیں کہا۔ علیزہ رک گئی۔ دروازے سے کچھ فاصلے پر ایک کمرہ کراس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے کی دوسری جانب کچھ دم گھم آوازیں ابھری تھیں مگر ان میں سے کوئی آواز بھی شناس نہیں تھی۔
 پھر کسی نے دروازے کی تاب پر ہاتھ رکھ کر اسے کھلیا۔ علیزہ کے پورے جسم میں شہنائی ہونے لگی۔ مرید بابا یا اصغر اگر دروازے کے دوسرے طرف موجود ہوتے تو وہ کسی ایسی طرح دروازہ کھولنے کی کوشش نہ کرتے۔ وہ بلند آوازیں اجازت لیتے۔

ایسے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے خوف کے عام میں پلٹ کر نانو کو دیکھا۔ وہ بھی صوفے پر بالکل ساکت بیٹھی تھیں۔

"باہر کون ہے؟" علیزہ نے ایک دم اپنی آواز کی لڑکھاہٹ پر قابو پاتے ہوئے بلند آوازیں کہا۔ دروازے کے باہر ایک دم خاموشی چھا گئی۔

"باہر کون ہے؟" اس نے ایک بار پھر بلند آواز میں کہا اس بار بھی کسی نے جواب نہیں دیا۔ وہ ایک دم ہلک کر ہلکی طرف گئی۔
 کیا ہو گا نانو؟ وہ لوگ اندر آچکے ہیں۔ اور ہٹا نہیں۔ ہٹا نہیں انہوں نے چوکیدار اور مرید بابا کے ساتھ مل کر کہا ہے۔
 اس نے نانو کے قریب جا کر دبی ہوئی آوازیں کہا۔ نانو نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اب نہیں اب کیا ہو گا؟"
 "اگر یہ لوگ دروازہ کھول کر اندر آگئے تو؟"
 "علیزہ ہمیں لاؤنج سے چلے جانا چاہیے۔" نانو نے دبی ہوئی آواز میں سرگوشی کی۔
 "کہاں چلے جانا چاہیے؟"
 "اندر کسی کمرے میں۔"
 "ہاں اور وہاں بھی آجائیں گے۔ ہم کہاں چھپیں گے۔ وہ ہمیں ڈھونڈ لیں گے۔" وہ اب روہانسی ہو رہی تھی۔

دروازے پر ایک بار پھر آوازیں گونج رہی تھیں۔ تاب کو ایک مرتبہ پھر گھمایا جا رہا تھا۔ پھر باہر سے ایک بھاری اور بلند مردانہ آواز سنائی دینی لگی۔
 "ہم لوگ جاتے ہیں اندر صوفے تم دونوں ہو۔ ہم صرف علیزہ کو یہاں سے لے جانے کے لیے آئے ہیں۔ ہم سے کوئی نقصان نہیں پہنچا میں گئے۔ بہتر ہے تم دونوں دروازہ کھول دو۔ درندہ دروازہ توڑ دیں گے۔"
 "اچھا اور کتنی سے گئے گئے؟" ان دھڑلے اندر موجود دونوں عورتوں کے باقی ماندہ حواس بھی کم کر دیے۔

"میرا نام۔۔۔ میرا نام کیسے جانتے ہیں؟" علیزہ نے خوف اور بے یقینی کے عالم میں کہا۔
 "ان کو کس نے پتہ ہے۔؟ کیا اللہ۔۔۔ علیزہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" نانو ایک دم اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔
 "ہمیں ہسٹ میں چلے جانا چاہیے۔ یہ لوگ وہاں نہیں آسکیں گے۔ جلدی کرو۔" وہ علیزہ کا ہاتھ پکڑ کر پہنچنے لگیں۔

جب تک پولیس نہیں آجائے اور وہیں چھپے رہیں گے۔ "تیزی سے اس کے ساتھ چلتے ہوئے نانو نے کہا۔ وہ ناف ہوتے ہوئے ذہن کے ساتھ نانو کی بداحالت پر بلا چوں و چرا عمل کر رہی تھی۔
 ترخانہ کا دروازہ اندر سے لاک کرنے کے بعد نانو نے تارچ بچھا دی۔ وہ تاریکی میں۔ ایک پرانے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ وہ وہاں چلا ہوا تھا۔ وہاں بہت زیادہ پرانا سامان بڑا ہوا تھا اور وہ ایسے سامان کو اسٹور کرنے کے لیے ہی کام میں لایا جا رہا تھا۔ وہاں کچھ اور گھر میں ہونے والی کسی کارروائی کو جان نہیں سکتی تھیں۔
 علیزہ کا ذہن اب بھی اس شخص کے کہنے جانے والے جملے میں اٹکا ہوا تھا۔

"میرا علیزہ کو لینے آئے ہیں۔" میرا نام۔۔۔ میرا ایڈریس۔۔۔ آخر کس لیے۔۔۔ یہ کون لوگ ہیں؟" اس نے اپنا آپ کی بکری کے جال میں پھنسا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ چند دن پہلے کی پر سکون زندگی ایک دم جیسے قصہ پارینہ بن گئی تھی اور اب۔۔۔ اب آگے اور کیا ہونے والا تھا۔

"یہ کون لوگ ہوتے ہیں علیزہ؟" نانو کی متفکر آواز اندھیرے میں گونجی۔
 "میں نہیں جانتی نانو۔ میں کیا بتا سکتی ہوں۔" اس نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں پکڑتے ہوئے کہا۔
 "وہ لوگ تمہارا نام لے رہے تھے۔"

"بابا میری بیک تو سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ میرا نام کیوں لے رہے تھے مجھے کیسے اور کس حوالے سے جانتے ہیں۔"

ایک دفعہ ایک اور ایک دوست کو کہہ دیا کہ میں کتنی تمہیں مگر ان کی کوازیں ان کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔
 "لوگ شیخ" ان چاروں لڑکوں میں سے کسی فیملی کے بھائی
 "نہ وہ ان چاروں کو قتل کرتے نہ یہ لوگ یہاں اس طرح بھرے ہیں۔"
 "جس سے ان کے لے سہ کچھ کیا۔"

[illegible]

”یہ تو کوئی انجینئر نہیں کرتے۔ کوئی اس طرحی دروازے لیے مجھے نہیں کہتا۔ یہ سہیلان کی بات ہے۔“ وہاں اداہر کو مورد الزام ٹھہرایا۔

”اور سے پولیس گارڈ بھی ہٹائی۔“ اس نے بے بسی کی بات ادھوری چھوڑ دی۔ ”میں نہیں سوچتا کہ کیا ہو گا۔ آخر مجھے اب تک اور کہاں تک حفظہ رکھتے ہیں، مجھے ان کی چیزوں سے خوف آتا ہے جو اسبب محبت انسان کے ساتھ رکھتی ہیں۔“

”تو میں نہیں تو میرے ۱۱ ساتھی بھی ثابت نہیں ہوئے۔“

اس نے درخت سے کہا۔ تاؤ کی طرف سے ان کو پھانسی کے لئے دعوت اس وقت آج ہی طرح مشتعل کر رہی

”جی نہیں! انہوں نے شوکیدار اور مرید بابا کے ساتھ کیا کیا ہے؟“ اسے بات کرتے کرتے اچانک ان دونوں کا

پولیس کو اب تک آجانا چاہیے تھا۔ آخر اتنی فائرنگ ہوئی ہے اس علاقے میں اور پھر ساتھ والے علاقے میں بھی پولیس کو ریفٹ کیا ہو گا۔ پھر بھی پتا نہیں ابھی تک یہاں کیوں نہیں آ رہی۔" ہانڈ

کریا کرپا لیس نہ آجی ۱۱۱

آخر میں یہاں تک کہ شیشے میں گئے۔ پھر دیر خاموش رہنے کے بعد نانو نے کہا۔

مبارک کیے نقل سکتے ہیں۔۔۔ اگر اولاد کہاں ہوئے تو۔۔۔؟

وہ پھر شاید یہی سوچیں گے کہ ہم کسی ریسرٹ میں ہیں۔ اور۔۔۔ اور پھر۔۔۔ وہ لوگ شاید یہاں پہنچ جائیں۔

ہے اپنے ہاتھ کی مٹھیاں باہر مار کھولنی اور بند کرنی شروع کر دیتا ہے۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں کی لڑائی

میں نے سوچا تھا کہ مجھے زندگی میں ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ "نالوں اس

آواز میں کہا۔ علیحدہ چپ چاپ تاریکی کو گھورتی رہی۔ اُس کے کان باہر سے آنے والی کسی بھی توالیہ

اس کا کہنا تھا کہ یہ دن سب سے بڑے واقعات اسی طاری ہو رہا ہے۔ چاہیں گے اور نہ چاہیں گے اس کے دو ہونے کو گمان میں اسے خاموش رہنا پڑی ہے۔ شاید وہ علیحدگی کی کیفیت کو سمجھ رہا ہے۔

میں نے کہا: "ہاں، میں نے یہ سب سنا ہے۔" لیکن میں نے اسے نہیں بتایا کہ میں نے اسے سنا ہے۔

[illegible][illegible]

ابن کثیرؒ نے فرمایا: "وہ تمہارے لئے ہے"۔

یہاں اٹھیا۔۔۔ پولیس ٹانگی ہوئی۔ "آؤ اس جگہ پر سے لپٹے ہیں۔" علیزہ نے بانو کو ہٹا دیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر میں نے سوچا کہ اگرچہ میں نے اسے دیکھا ہے، لیکن میں نے اسے نہیں سنا ہے۔

پس سامنے تھا۔ کہ میں اب وہ شخص بھی تھا یہ بھی کی گئی مولیٰ تاریں جو ہر کی گئی تھیں۔
پس وہ بھلیوں کے درمیان خاموش نظموں کا تالوہ ہوا پھر عباس نے تالوہ کا ہاتھ پکڑا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتا ہے: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا کہ تم لوگ اپنے آپ کو اللہ کے رسول کے طور پر سنبھالو، اور اللہ کے رسول کے طور پر سنبھالو۔“

ہاں پولیس کے اسٹےجے ہی ملے گئے۔

وہ لوگ سمجھو وہاں عباس اب کالو سے پوچھ رہا تھا۔

ہوئی۔ بانو شادی کی سس کھٹ کا شکار تھیں۔

وہ بے فکر کامیابی حال ہے۔ ”عہاس نے نانو کو اطلاع دی۔ علیہہ النکس شکا کٹھنی۔

”میں اب یہاں آئے“

میرید اور اصغر کہاں ہیں؟" تانہ کو اچانک یاد آیا۔

وہاں سے اٹھالے۔ "تمہیں اس نالوں کے ساتھ چلتے ہوئے بتا رہا تھا۔"

دُنخ کے دروازے کا لاک ٹوٹا ہوا تھا۔ وہیں سے آئے تھے۔ آپ نے بہت اچھا لیا کہ بیسٹ میں

گئیں۔ میں تو یہاں آتی ہی پریشان ہو گیا تھا، پہلے تو مجھے یہی خیال آیا کہ شاید وہ لوگ آپ کو اپنے ساتھ لے گئے ہوں۔ کیونکہ گھر میں کوئی نہیں تھا مگر مجھے ہیسنٹ کا خیال آیا اور میں نے اسے چیک کرنا ضروری سمجھا۔

اب بھی علیزہ کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے ہوئے تھے۔ وہ لوگ لاؤنج میں داخل ہو گئے تھے گھر میں جگہ جگہ پولیس والے فنگر پر نشیں مل رہے تھے۔

”فون اور بجلی کی ناریں کئی ہوئی تھیں جب میں یہاں آیا سب سے پہلے تو میں نے انہیں ہی ٹھیک کر دیا۔ کون لوگ تھے گریں۔ کیا آپ کو کچھ اندازہ ہے؟“ عباس نے بات کرتے کرتے ایک بار پھر پوچھا۔

”نانو نے ایک بار پھر علیزہ کو دیکھا۔“ پتا نہیں ”ان کی آواز نہم تھی۔“

عباس نے بھی علیزہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بہت عجیب تھے۔ اس پر ایک نظر ڈالنے کے بعد پھر سے نانو کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”اگر گاڑیوں میں آئے تھے وہ لوگ۔“ آٹھ دس تو ضرور ہوں گے۔ تین چار کو تو اصغر نے بھی دیکھا تھا۔ باؤنڈری وال اور گیت بانوں نے فائرنگ سے مکمل طور پر تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔“

”دلاؤنج میں کتنا ناگوار کویتا مارا۔ علیزہ اس کے چہرے پر نظر ڈالے بغیر اس کی بات سنتی رہی۔“

”پولیس ابھی تک باہر سے گولیاں اکٹھی کر رہی ہے۔“

”یہ سب عمر کی وجہ سے ہوا۔ وہ پولیس گارڈ نہ بنا تاویہ سب نہ ہوتا۔“

علیزہ نے پہلی بار گفتگو میں مداخلت کی۔ اس کی آواز میں اشتعال تھا۔ عباس نے بہت سرد نظروں سے اسے دیکھا۔

”عمر نے آخر پولیس گارڈ کیوں اس طرح اچانک ہٹائی۔؟ اسے احساس ہونا چاہیے تھا۔“ نانو نے بھی کچھ برہم ہوتے ہوئے کہا۔

عباس نے یک دم ان کی بات کاٹ دی۔

”اس سے پوچھیں کہ عمر نے پولیس گارڈ کیوں ہٹا دی۔“ اس نے علیزہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

علیزہ ساکت ہو گئی۔

”علیزہ سے؟“ نانو نے حیران ہو کر کہا ”علیزہ کا اس سے کیا تعلق ہے۔ پولیس گارڈ تو عمر نے ہٹائی ہے۔“

”عمر آیا ہے۔ چند منٹوں تک۔ میں ہوں گا اس سے پوچھ لیجیے گا کہ اس نے پولیس گارڈ کیوں ہٹائی۔“ عباس نے نانو سے کہا۔

”علیزہ کیا تم نے عمر سے گاڑی ہٹانے کے لیے کہا تھا؟“ نانو نے اچانک مڑ کر علیزہ سے پوچھا۔

”نہیں نانو! میں نے اس سے گاڑی ہٹانے کے لیے نہیں کہا۔“

اس نے مدھم آواز میں سر جھکا کر ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ نانو کچھ کہیں۔ عباس نے اچانک لاؤنج میں موجود پولیس کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”بائی کام کل کرنا۔ اب سب کچھ رہنے دو۔“ وہ لوگ اپنا سامان سمیٹنے لگے۔

”علیزہ دوسرا“ نانو نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر عباس نے ایک بار پھر ان کی بات کاٹ دی۔

”عمر کو آجائے ہیں۔ اس کے بعد بات ہوگی۔“

نانو ابھی ہوئی آنکھوں سے علیزہ کو دیکھتے ہوئے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ لاؤنج میں موجود پولیس والے آہستہ آہستہ اپنا سامان اٹھاتے ہوئے وہاں سے نکلنے لگے۔ عباس بھی ان کے ساتھ وہاں سے نکل گیا۔

پانچ منٹ کے بعد وہ دوبارہ اندر داخل ہوا اس بار اس کے ساتھ عمر بھی تھا۔ علیزہ اس وقت نانو کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہوئی آئے والے وقت کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی۔

عباس نے اندر داخل ہوتے ہی لاؤنج کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

”تو علیزہ ملی لی کرنا کیا چاہتی ہیں آپ؟“

عباس نے اس کے بالمتقابل صوفے پر بیٹھے ہوئے کہا۔ اس نے سر اٹھا کر اسے اور عمر کو دیکھا۔ سرد مہری اور

خجندی کے علاوہ ان دونوں کے چہرے پر اور کچھ بھی نہیں تھا۔ فون پر عباس سے بات کرنا اور بات تھی۔ آٹھ سائے اس سے کچھ کہتا دوسری بات۔ اور وہ بھی ان حالات میں جس میں وہ گرفتار تھی۔ وہ عمر نہیں تھا جس پر وہ جھگڑا تھا۔ اس کی بات کے جواب میں کچھ بھی کہنے کے بجائے اس نے سر جھکا لیا۔ وہ جانتی تھی اب نانو سب کچھ جان جائیں گی۔ پچھلے دن عمر کے ساتھ ہونے والی اس کی گفتگو اور اس کے بعد جس نیاز کے سامنے کیا جانے والا انکشاف۔

”میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے؟“ اس کی آواز میں اب کچھ تیزی تھی۔

”میں۔۔۔ میں کیا کرنا چاہتی ہوں؟“ اس نے بے شکل کہا۔

”کل فون پر کچھ کہہ رہی تھیں تم مجھ سے؟“ علیزہ نے نانو کی طرف دیکھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہی تھیں۔ علیزہ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ عباس کی بات کے جواب میں کیا کہے اس کا غصہ اور اشتعال یک دم جھاگ کی طرح جیتھ گیا تھا۔ اب خاموش کیوں ہو تم؟“ عباس نے ایک بار پھر تلخی سے کہا۔

”آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں مجھ سے؟“ اس نے سر اٹھا لیا۔

”وہی سب کچھ جو تم فون پر مجھ سے کہہ رہی تھیں۔“ عباس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”اب کچھ میں نے آپ سے فون پر کہا۔ مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔“ اس نے عباس سے نظریں ملائے

”اور وہ کچھ تم نے جس نیاز سے کہا۔؟“

”مجھے اس پر بھی کوئی شرمندگی نہیں ہے۔“

”جس نیاز سے علیزہ نے جس نیاز سے کچھ کہا ہے؟“ نانو نے اختیار جو نکلیں۔

”کچھ۔۔۔ سب کچھ۔۔۔ ایہ انہیں فون پر سب کچھ بتا چکی ہے۔ کس طرح میں نے اور عمر نے ان کے بیٹے اور

اس کے دوستوں کو مارا۔۔۔ بول مارا؟“ سب کچھ۔“

”علیزہ؟“ نانو کو جیسے عباس کی بات پر یقین نہیں آیا۔

عباس یک دم ہونٹ پیچھے ہوئے اپنے صوفے سے اٹھا اور اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ علیزہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے

بھی اس کی جگہ سے اٹھا دیا۔ علیزہ عباس کی اس حرکت کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ اسی طرح اسے بازو سے کھینچتے

ہوئے لاؤنج کے دروازے کی طرف جانے لگا۔

”عباس! اسے کہاں لے کر جا رہے ہو؟“ نانو نے مداخلت کرنے کی کوشش کی۔

”کہیں نہیں گریں! ابھی واپس لے آتا ہوں۔ آپ اطمینان سے بیٹھیں۔“

اس نے علیزہ کی مزاحمت کی پروا نہ کرتے ہوئے کہا۔ جواب اس سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی

تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اسی طرح اسے کھینچتے ہوئے باہر لے آیا۔

”عباس! بھائی! امیر! امیر! چھوڑو۔۔۔ آپ کہاں۔۔۔ انا چاہتی ہیں مجھے؟“ عباس نے یک دم اس کا ماتھ چھوڑ

”کہیں نہیں ملے کر جانا چاہتا تھیں۔ میں تمہیں صرف باہر کی دیوار اور وہ گولیاں دیکھانا چاہتا ہوں جو چند

لکھنوں میں یہاں برسائی گئی ہیں۔ تمہیں دیکھنا چاہیے۔ تمہاری حماقت کی وجہ سے کیا ہوا ہے؟“

”مجھے کچھ نہیں دیکھنا۔“ علیزہ نے واپس اندر جانے کی کوشش کی۔

عباس نے ایک بار پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے کھینچتے ہوئے گیٹ کی طرف لے جانے لگا۔

ہم کو یہ کہہ رہے تھے کہ ہماری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے لیے ایک نیا راستہ بنایا ہے۔

[illegible][illegible]

ان کے ساتھ وہ اندر جا رہا تھا۔ علیزہ صوفی کے ساتھ اس کی بیوی کی۔ اس کے ساتھ کے اندر آکر اس نے کمر
 آگے پیچھے ہٹے ہوئے جب وہ اندر میں پہنچے تو انہوں نے اس کی بیوی کو دیکھا۔ چلتی رہی۔
 تشویش مئی جبکہ عمر کے ہاتھ میں اس وقت حائز اہل کا ایک من تھا اور وہ ٹانگہ پر ٹانگہ پر لٹے ہوئے اپنے
 کے کانٹے کے ساتھ بائیں اہلی کے طاس کے کھانے میں مصروف تھا۔ ان دونوں کو اندر آتے دیکھ کر اس نے اپنے
 کے لیے نظر اٹھائی اور پھر ایک بار پھر اہل کے کھانے میں مصروف ہو گیا۔
 علیزہ صوفی کے ساتھ صوفی رہا کر بیٹھ گئی۔

اب اس کے بعد اور کہا ہے آپ کے ذہن میں "عیاں نے اس بار علیہ و کناہم نہیں لیا تھا مگر علیہ رہا تھی یہ سوال ای سے کیا گیا ہے۔

”نکھ اب ہی کوئی فرزند کی نہیں ہے۔ یہ حسب میری وجہ سے نہیں ہو رہا۔“

”اگر میرا رشتہ ہٹا تو وہ لوگ یہاں بھی قلمبند کرتے۔“ وہ کہہ رہی تھی۔

”جی ہاں، آئیے۔“

”جیسے تمہیں چاہے۔“

”تمہارے علاوہ اور

آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ مجھے کسے پتا ہو سکتا ہے کہ

میں ہوں کہ لوگوں کو میں بلوائی ہوں اور چوریہ کہتی ہو کہ تمہیں پتا نہیں ہے۔"

وہ عیسائی کا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کو مہربان کر کے بلاواتی ہوں۔

”جی تو فون کر کے یہاں نہیں بلایا۔“

”آپ — آپ — آپ کا مطلب ہے کہ انہ ان لوگوں کو جس شاعر نے مجھ پر تھوپا ہے“

”یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔“

میں نے اسے دیکھا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اس کے پاس بیٹھ کر رہتا تھا۔

میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔ اس قدر کہ میں نے اس کے لئے سب کچھ کیا تھا۔

اس بات کو تسلیم کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ہر شے کا حکم کر دیا ہے اور ہم اس کے احکامات کو ماننا چاہیے۔

یہودیوں نے کہا: "ہم نے تمہیں بتایا تھا کہ تم لوگ اس کے ساتھ نہیں رہو گے۔"

اس لیے یہ صاحبِ کتب کو یہ بھی پتہ چلے گا کہ ان کے کتب خانوں میں کون کون سے کتب موجود ہیں۔

تپ لو کہ ان چاروں کو نکل نہ کرتے تو ترقی کی مس پلٹھ نہ ہو رہا ہوتا۔ اس نے سہرا لٹھا کر عباس سے

اس کے برقی میٹر میں۔۔۔ اکون خوشخبرہ ہے اور تمس ہے تم سے؟ جس نیاز سے۔۔۔ مالکی نے۔۔۔

مگر کیا سمجھتی ہو کہ میں بہت خوش فہم ہوں کل ہے۔ "وہ اس کے بالکل سامنے کھڑا ہوا مگر رہا تھا۔" مجھے یہ

یہی کہیں میں نے کہا تھا کہ "نہرو نے نظر آ رہا ہے؟"

تمہارے اس انکشاف کی وجہ سے میں نے کھانا بنانا چھوڑ دیا ہے۔" میرا بکا توڑا سر ہلکا ہوا۔ "مصلحت"

لے کر اس کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔ اس نے کہا: ”میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔“

اس کے جواب میں وہ بھی اس کے استحال میں نہیں دیکھا تھا۔ اگلے ایاز کی طرح وہ بھی ایک نرم و لطیف شخص تھا۔

بڑھنے سے مرعوبانہ ہوئے کن انھیوں سے عمر کو، گھٹا۔ وہ عباس یا علیؓ کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ وہ

ہوئے کائنات اور پانی اور ایل کے ذبے کے ساتھ مصروف تھا۔ ہر چیز سے بے پروا۔ ہر چیز سے بیزار۔ وہاں بہت دوستانہ لفظوں میں بھی۔

اور اس کے علاوہ علم پروردگار اور اس کے کون ہے۔

ہاتھ کے کھرے۔ عباس کے گھر تک کا سفر بھی اسی خاموشی سے طے ہوا تھا۔ عباس کی بیوی تانیہ ان کا انتظار کر رہی تھی۔ عباس نے اسے فون کیا تھا۔
 "ہاں ہوا عباس! میں تو بہت پریشان ہو گئی تھی۔ سب کچھ ٹھیک تو ہے؟" اس نے پوچھ میں ان لوگوں کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔
 "کون لوگ تھے کرنی؟" وہ اب تانہ سے پوچھ رہی تھی۔
 "کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ ڈاکو وغیرہ تھے۔" عباس نے بات گول کرتے ہوئے کہا۔
 "وہ کاؤ؟" کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟ وہ اب تشویش پھر سے سبج میں چھلک رہی تھی۔
 "نہیں۔ بس فائرنگ کی کئی گولیوں نے اور پھر بھاگ گئے۔ چوکیہ اور معمولی زخمی ہوا تھا۔" اس بار بھی عباس نے ہی جواب دیا۔

"تم نے کمرہ ٹھیک کر دیا ہے؟"
 "ہاں میں نے بہت سارے کمرے لگوا دیے ہیں۔ ویسے تو میں چاہتا تھا کہ آپ لوگ تو ساری رات سو سکی نہیں ہوں گے۔ پھر یہ کچھ دیر آرام کریں۔" تانیہ نے کہا۔
 "مازم ان کا سامان لے کر پہلے ہی جا چکا تھا۔ تانیہ تانہ کو ساتھ لے کر اندر چلا۔ تانیہ نے بھی ان کے پیچھے جانا چاہا مگر عباس نے اسے روک دیا۔
 "علیہ! وہ رگ گئی۔ عباس کی تو از قبح ہی بہت دیر پہلے والی تھی اور تانیہ غائب ہو چکی تھی۔
 "پریشان نہ ہو علیہ! اس نے عباس کو دیکھا اور اس کی آنکھیں ڈبکا کیں۔ عباس دو قدم اگے بڑھا اور اس نے علیہ کے کندھے پر اپنا بازو پٹیا دیا۔
 "ہاں! تماری بہت درد ہے اور اگر میری کوئی بات تم پر لگتی ہو تو آئی ایم سوری۔" علیہ نے برف سرد ہوا دیا۔
 "تمہاری چوٹ اب کیسی ہے؟" وہ اب اس کے گال پر پڑے ہوئے تیل کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
 "تھوڑی۔ اگر اس چوٹ کے بارے میں پوچھو تو اس سے بھی کہنا کہ تمہیں لگتا ہے ہی لگی ہے۔ میں نہ اسے پھندہ پہنے گا۔ فاقہ کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں۔"

علیہ نے سر ہلایا۔
 "تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو ما از م یا تانیہ سے کہہ دو۔ اور آرام سے سو جاؤ۔ میں سر پہنی فائٹ سے تمہیں اسلام آباد جنکواؤں گے۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"
 وہ اب اسے تسلیاں دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ علیہ کو شرمندگی ہو رہی تھی۔ وہ عباس کے ساتھ کیا کرنا چاہتی تھی اور وہ کیا کر رہا تھا۔ "کیا وہ احسان فراموش تھی؟" اسے خیال آیا کہ سر ہٹا کر اس کمرے کی طرف چلی گئی جہاں اسے رہنا تھا۔
 عمر اور عباس نے اسے وہاں سے جاتے دیکھا۔ پھر عباس ایک کمرہ سانس لیتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔
 "علیہ نے کل میرے پیروں کے نیچے سے زمین اٹال دی تھی۔" اپنی شرمٹ کے ٹٹن کھاتے ہوئے اس نے کہا۔

"بہر حال اب تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔" عمر بھی مسکراتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔
 "You are a master plum maker." (تم بلا کے سازشی ہو) عباس نے ستائشی انداز میں کہا۔
 "You are a master plan maker." عباس نے ستائشی انداز میں عمر سے کہا۔

"Planmaker" عمر نے اپنی ہنسیوں اچکاتے ہوئے کہا۔ "اس نے فائدہ جی ملی میں لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اس کے ہاتھ اور چادر کی طرف سے۔"
 "ہاں! اسے اپنا موبائل استعمال کیا تو انفارم کرونا چاہیے۔" اس نے ایک ٹیبلٹ ڈسکریٹ کرتے ہوئے عمر سے کہا۔
 "ہاں! اب اسے قلم و چمک تھا۔"
 "یہ اب ایاز حیدر سے بات کر رہا تھا۔" علیہ ہمارے ساتھ آئی ہے۔" اس نے جھپٹتے ہی ایسی اطلاع دی۔
 "کوئی شک تو نہیں ہو؟"
 "نہیں! میرا خیال ہے اسے کوئی شک نہیں ہوا۔ وہ خاصی شرمندہ ہے۔" عباس نے کہا۔
 "تھوڑی دیر بعد کہیں آئے۔" اس نے اطلاع دیا۔
 "خدا سے بات کی ہے؟"
 "نہیں! ابھی تھوڑی دیر بعد کہیں آئے۔" اس نے اطلاع دیا۔

"تانیہ! اسے اب بات کریں اور ایک بات کا خیال رکھیں۔ ہم نے علیہ کو کوئی تانیہ نہیں دیا ہے۔ آپ کو کیا پتا نہیں ہے اور نام جوئی کی گورنر سے ہیں یا اس نے جو بھی کیا ہے اس کے بارے میں آپ کو پتا نہیں کیا۔" عباس نے اپنا کھانا اٹا کر کہا۔
 "کیوں؟ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی اس ماری حواقت پر؟" ایاز حیدر نے کہا۔
 "ابھی عمر نے کہا ہے۔ آپ اس سلسلے میں عمر سے بات کریں۔" عباس نے موبائل پر کہا اور بات کرتے ہوئے وہ اپنی عمر کی طرف بڑھا دیا۔
 "ایاز حیدر کے ساتھ ہونے والی اس کی گفتگو بڑے غور سے سن رہا تھا۔ اس نے کسی سوال یا اعتراض کے بغیر عباس کے ساتھ سے موبائل ہٹا لیا۔ رگ سی سلام دعا کے بعد ایاز حیدر نے چھوٹے ہی اس سے بھی وی کنا جو وہ بات کرتے چکے تھے۔

"علیہ کو؟ کیوں کہا ہے کہ اسے علم لوگوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا؟" انہوں نے پوچھتے ہوئے سبج میں کہا۔
 "اپنی! وہ پہلے ہی خاصی شرمندہ ہے جس سے اسے اور شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔" عمر نے بداندانہ انداز میں کہا۔
 "ہو چکا ہے۔ وہ شرمندہ ہو لیکن اس سے اس سلسلے میں بات تو ہونی چاہیے۔ جو کچھ اس نے کرنے کی کوشش کی ہے۔ It is simply outrageous۔ میں تو اس سے اس سب کی توقع ہی نہیں کر رہا تھا اور نہ ہی عباس۔"

"نیکس انگل۔" عمر نے کچھ کہنے کی کوشش کی ایاز حیدر نے اس کی بات ٹکٹ دی۔
 "اسے اندازہ تو ہونا چاہیے کہ اس کی یہ حماقت کتنی سنگین ثابت ہو سکتی تھی۔"
 "اب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ عمر وہ توجہ کل جس فریم آف مائنڈ میں ہے شاید اسے صحیح اندازہ ہی نہیں ہے۔" ایاز حیدر نے عمر کی بات ٹکٹ دی۔
 "میں اسے اندازہ تو ہے۔ عباس سے اس نے ہو کچھ کہا۔ اس سے یہ بات تو خاصی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ یہ سب کچھ سوچے سمجھے نہیں کر رہی۔"

"اگلے! وہ اس وقت غصے میں تھی۔ غصے میں بہت ساری باتیں سوچے سمجھے بغیر کہی جاتی ہیں۔ اور پھر اسے بات کا کوئی انداز ہی نہیں ہے۔ آپ اس کی پہنی اور مزاج تو جانتے ہی ہیں۔" عمر اب عمل طور پر اس کا دفاع کر رہا تھا۔

"وہ ابھی تک اس شاک سے باہر نہیں آئی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب وہ ٹھیک ہو گئی۔ تو اپنی اس حرکت کی (ماہوریت) Aburdity کو غواہی دینے میں اس نے ایک ریکورڈ کر رکھا ہوا ہے کہ اس نے اس کی

"اس کی کوئی بات نہ کریں۔" کیا آپ نے اسے ایک گھبراہٹ کا جام پہنوا دیا۔

"لجھکے ہیں اس سے بات نہیں کرتا تم اسے صبح اسلام آباد پہنچاؤ۔"

"ہاں وہ میں کروں گا اور کریں۔" عمر نے سون کا سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

"فی الحال تو انہیں عباس کے پاس ہی رہنے دو۔ بعد میں وہ واپس آجائیں گی۔" کیا ذخیرہ نہ تھا۔

"مگر ان سے کیا پوچھا۔"

"تم بھی ابھی واپس مت جاؤ۔ یہ تک سارا معاملہ کلیئر نہیں ہو جائے گا۔ لاہور میں ہی روک۔ میں نے تم کو

ساتھ لے کر لیا ہے۔ تمہاری ایک ہفتے کی چھٹی اپریل کو رہے گی۔" وہ اسے تھانے لے

"آپ کی پلس نیاز کے ساتھ ملاقات ہوئی ہے؟"

"ابھی نہیں شاید کل یا پھر سون۔ میں تو بھی یہ معاملہ منظر کشی واپس جانے کا ہے۔ سو رہا ہوں

ضرورت سے زیادہ غراب ہے۔" عمر ان کے نظریہ پر ہنس پڑا۔

"کہوں کیا ہوا؟"

"تمہیں براہ کمال وہ ان چیف مشنر سے ملائے اور کل وہ ان پر مشنر سے مل رہے ہیں۔ ان کے

کچھ فون۔ مجھ سے بات کی ہے۔ معاملہ خاصا طویل پکڑ رہا ہے۔"

وہ کچھ دیر کی بات سن رہا تھا۔

"تم لوگوں نے بھی اتنا زیادہ کام ظاہر نہیں کیا۔"

"کیسی احتیاط؟"

"میں نے چار اٹما کر مار دیے۔"

"نکل! آپ جانتے ہی ہیں ساری صورت حال کو ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔"

"میں جانتا ہوں اس کے باوجود ابھی Poor پینڈنگ کی ہے تم دونوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ لانی ہو رہی ہے۔"

جلوس لانی نے وہ فیڈ میں۔ عمر عباس پر ہیرت ہو رہی ہے مجھے۔ اسے جعلی جھوٹے ہیں اس کے کہ اب

مجھے سب کچھ کو راب کرنے میں وقت پیش آ رہی ہے۔"

عمر نے عباس کو دیکھا وہ اسی کی طرف متوجہ تھا اور تھا کہ وہ والی گفتگو کا کچھ یاد ہی تھا۔

"جب تم لوگوں کو ان کی منسلک کا پتا چل گیا تھا تو بہتر تھا تم سب کو نہ مارتے۔" میں خیال کے نیچے کو بار

دیتے۔ باتوں کو چھوڑ دیتے۔ کم از کم یہ جو روٹنگ ہو گئی ہے ان چاروں۔" منسلک کی۔ یہ تو نہ ہوئی۔"

"نکل! وہ چاروں اسی قابل تھے۔ وہاں ایک دو کو تھوڑے کا سوال ہی نہیں تھا۔"

"لجھکے ہیں مگر تم لوگوں کو اتنی عقل کا مظاہرہ تو کرنا چاہیے تھا کہ خود مارتے نہ رہتے۔ پولیس کے ہی کمی

ابکار کو اس سارے آپریشن کو کنڈل کرنے دیتے۔"

"یہ ہم نے اس لیے کیا کہ نہ ہم سب کچھ بہت جلدی اور احتیاط سے کرنا چاہتے تھے اور ہمیں یہ بھی خدشہ تھا

کہ نکلے درے کے انکار۔ کچھ ایسے طریقے سے نہیں کرنا چاہیں گے۔"

"تو تو لوگوں نے کون سے تیار۔ اور دیگر ایسی کہاں رہی۔ چیف مشنر کے پاس یہ رہی رہوٹ بھی ہوئی

تھی۔ اب اس چیز کو ہم نیچے روک۔" چیف مشنر کے پاس تو رپورٹ جانی ہی تھی اور ہمیں اس چیز کا

کوئی ایسا خوف نہیں تھا۔ وہ کیا؟" عمر نے خاصی لاہروالی سے کہا۔

"کیا کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ تو بعد میں ہی پتا چلے گا۔ فی الحال تو میں آج اپنے کچھ دوستوں سے بات کر رہا

ہوں۔"

320

ہوں۔ اس پر میری ہنس

نہیں۔ نہ صرف نہ کیا تھا۔"

میں نے بھی زیادہ فکر نہیں ہے اور نہ ہی وہ ہمارے لیے زیادہ مسئلہ پیدا کرے گا۔ مسئلہ ان

چاروں کی طرف سے خاص طور پر جنس نیلا اور دیگر چیزوں کا عمر کے واسطے ریڈیوٹ کا۔ وہ بات کرتے کرتے

رہتے۔

"میں تم لوگوں سے بعد میں بات کروں گا فی الحال ایک کل آ رہی ہے میرے لیے۔"

عمر نے اس فون پر کرتے سنایا۔ ایک گہری سانس کے گراؤں نے مہیا علی واپس کی طرف بوجھا دیا۔

"اب کیا کہہ رہے تھے؟" عباس نے مہیا علی لیتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ ہے کہ معاملہ کافی طویل پکڑ رہا ہے۔"

"To hell with it" عباس نے نفرت سے اپنے ہونٹے ٹکڑے ہوئے کہا۔ "تمہیں اموال نے لاہور

میں رکھنے کے لیے کہا ہے؟"

"ہاں بار بار آئے جانے سے بھرپور ہے کہ ایک بار ہی سب کچھ ختم کر کے واپس جاؤں۔ انہوں نے شاید اتنی ہی

ہے۔ یہ بھی کی ہے۔ میری چھٹی کے لیے "مگر یہ صرف پر نمودار ہو کر اپنی آگ میں بند کرتے ہوئے تھا۔"

"ابھی تمہیں یقین ہے۔" علی نے شش نیاز سے دوبارہ رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گی؟" چھڑکوں کی

فائبر شش کے بعد عباس نے اس سے کہا۔

عمر نے آنکھیں کھول دیں۔ "مگر رابطہ کیا تو نہیں چاہیے۔"

"میں نہیں چاہتا۔" عباس نے پوچھا ہوا۔ وہ رابطہ کرنے کی یا نہیں۔ میں واضح لفظوں میں جواب دیتا

ہوں۔

عباس تک دم عجیبہ ہو گیا۔ عمر کچھ دیر خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھا رہا۔ پھر اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اس سے پہلے

ی عباس نے نکل۔

"میں اس کی طرف سے کوئی رسک افورڈ نہیں کر سکتا ہوں۔ ایک بار جنس نیاز تک اصلی صورت حال

بچ گئی تو پھر آقا بڑا اسٹینڈل بنے گا۔ اس کا ہمیں اندازہ نہیں ہے۔ اور مجھے ابھی بھی علیہ سے خط و محسوس ہو

رہا ہے۔"

"ابھی اس سے ذرے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تو خود خامی خوفزدہ ہو چکی ہے۔" عمر نے اسے تسلی دینے کی

کوشش کی۔

"ابھی وہ خوفزدہ ہے۔ مگر کب تک۔ کل کو اس کا خوف ختم ہو گیا تو پھر کیا ہو گا اگر اس پر ایک بار پھر ہوس

رائس کے دورے پر کام شروع ہو سکے۔ اور اس نے ایک بار پھر جنس نیاز کو سب کچھ بتانے کی کوشش کی۔ کیا

پھر میں کی مدد کی۔"

"عباس! میں اسے سمجھاؤں گا۔ وہ کچھ نہیں کرے گی۔"

عمر نے کام تم پہلے بھی نہیں کر سکے تھے۔ جب تم آج صبح اسے سمجھانے گئے تھے تو اس نے تمہاری بات

نہیں سنی۔ اور ابھی بھی اگر وہ یہاں میسر نہ ہو تو تمہاری کسی بات سے قائل ہو کر نہیں بلکہ اس

ہمارے ذرا سے ہے۔ وہ خود ذرا کرے۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" عمر الجھا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کل وہ تمہاری باتوں سے قائل نہیں ہوئی۔ تو ہم دوبارہ کیا ڈرامہ کریں گے۔"

میں اپنا کیریئر کم از کم علیحدہ کی وجہ سے خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔"

عباس نے اپنی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔

221

"جیری وہ خوش رہو ہے اور اپنی پہلی ملاوٹی فرو میرے خلاف کسی کے ہاتھ کا ہتھیار بنے تو میرے۔"

اس نے ایک عمر کی طرف بڑھایا مگر نے کسی ایک سے ایک سکرٹ نکال کیا عباس نے سکرٹ ہاتھ کی نیلی پر رکھا اور اس سے سکرٹ وہ نڈل میں لانا ساگنے لگا۔ اس نے بات مکمل نہیں کی تھی۔ مگر سکرٹ ہاتھ میں لے کر اس کا چہرہ دکھاتا رہا۔ عباس نے اس سکرٹ کی طرف بڑھا اور خود سکرٹ کے "ش" لکھے لگا۔

"وہ ہمارے خاندان کا حصہ ہے۔" عمر نے اپنا سر اٹھا کر اس کے لیے اپنا کیرہ چاہ نہیں کر سکا۔ "عباس نے حال کوئی خاطر نہ کیا۔

"میں کر سکتا ہوں۔" عمر نے اپنی آواز میں صوفہ کی پشت سے قیلا لگا کر تھوڑے کہا۔

"تمہاری حقیقت بے بندی پر کچھ غم نہیں ہوتی جاری۔" عباس نے جیسے ہوا انداز میں کہا۔

"میں اس کے بارے میں حقیقت مند ہوں۔ اور میں نے تمہیں حقیقت ہی بتائی ہے۔ میں اس کو اپنا نہیں ہونہ سکتا۔"

"چاہے وہ اس عمر کی حقیقتیں کرے۔" عباس نے جیسے انداز میں کہا۔

"وہ آئندہ ایسا کچھ نہیں کرے گی۔ میں تمہیں یقین دلانا ہوں۔"

عباس کچھ دیر اس کا ہونہ کرتا رہا۔

"شادی کیوں نہیں کرتے؟" عمر نے پوچھا۔

"کیا عقائد سوال ہے۔ اس شادی کے دوران میری شادی کہاں سے ہوگی؟"

"میں تمہاری اور علیہ کی شادی کی بات کر رہا ہوں۔" عباس نے اسی انداز میں کہا۔

"نام تو۔" عمر نے سکرٹ کو الٹ کر اس میں پھینکے ہوئے سکرٹ کے پکٹ سے ایک اور سکرٹ نکال لیا۔

"کیوں اپنے بند نہیں کرتے تم اسے؟"

"عباس! کوئی اور بات کرو۔"

"کیوں؟ یہ کیوں نہیں۔ تمہاری لالچی فاس Affiliation (یعنی جی آئی) ہے اس کے ساتھ۔ بلکہ اچھا۔ شادی نہ کرنا بھی۔ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اس کے ساتھ۔"

"نہیں! آپ ہم کچھ اور بات کر رہے تھے۔" عمر کا چہرہ سچا تھا۔ "اور تم اب جو کچھ کہہ رہے ہو۔ اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تعلق ہے؟" عمر نے دہرایا۔

"تمہاری شادی ہونے کے بعد وہ اس سارے واقعہ کے ہمارے میں کسی سے بات نہیں کرے گی۔"

"تم ایسے کہہ رہے ہو؟"

"اپنے شوہر کو کورٹ میں کیسے کیسے کی باہیں پھنسون گا تو تم بھی تو چھنوں گے۔ اور علیہ یہ نہیں کرے گی۔ تم اس کے بارے میں بے فکر ہو سکتے ہیں۔"

"اس سب کے بغیر بھی تم اس کے بارے میں بے فکر ہو سکتے ہو۔ وہ کچھ نہیں کرے گی۔" عمر نے اس کی بات پر دھیان دے کر بغیر کہا۔

"تمہاری مذاق نہیں کر رہا ہوں۔" عباس نے اس کی بے توجہی محسوس کی۔

"میں جانتا ہوں۔" عمر نے مراثی کراہے دیکھا۔

"وہ اچھی لڑکی ہے۔"

"میں پر بھی جانتا ہوں۔"

"تمہاری سادہ خوش روکتے ہو۔"

"جیری! اس نے بغیر کسی توقع کے کہا۔" "تم ایک ساتھ خوش نہیں ہو سکتے۔"

"میں! عباس نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جیری! تمہیں اسلام آباد میں بھی اپنی کچھ خبر۔ اس پر ٹیک رکھو انا۔" عمر نے ایک موضوع پر چل دیا۔

"پیشہ کیا ہے؟" عمر نے پوچھا۔ "اس سلسلے میں انتہائی گہرے۔ علیہ کی آواز وہ پکارتی ہے۔ آئندہ بھی اگر ہمیں وہ بات ملے تو۔" عمر نے بازو سے اشارہ کرنا کے لیے کہا۔ "خود ہی بات کر لے۔"

اس نے اس بات میں پکڑا ہوا سکرٹ سامنے لے لے ہوئے الٹی ٹرے میں اچھا دیا۔

"میں اس کی دوستی سے شکایت نہیں کرتا۔ وہ بھی اس سے بات کر سکتی ہے۔ میں بھی وقتاً فوقتاً اس سے رابطہ کرتا رہوں گا۔"

"ابلیہ کو اتار دوں گا۔" عباس بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ابلیہ! وہ ابلیہ! صبح تو وہ ہی دانی ہے۔ اب وہ کس کہاں جاوے گی؟"

"ابلیہ! مجھے جانتا ہے۔ کچھ کام ہے۔ کچھ دیکھ لے گی۔ میں اس کو آرام سے ہونا ہوں میں۔" اس نے عمر سے کہہ کر عباس اس کے ساتھ چلے لگا۔

"باہر رو! میں لگتا ہے اس نے عمر سے کہا۔" "جیری! باتیں غور ضرور کرنا۔"

"تمس بات پر۔"

"علیہ کے ساتھ شادی پر۔"

"جیری! تمہیں اس پر غور کرنا پڑے گا۔"

"جیری! میں جانتا ہوں۔"

عباس نے ایک کھڑا سا لیا۔ "تم زندگی میں ایک کے بعد ایک بے وقوفی کر رہے ہو۔ کسی دن یہاں تک آری سے اپنا مزہ کرنا۔" عباس نے یہ بات چل جانے کے بعد بعض واقعہ سے سہرا کا مشورہ مان لیا۔ "تمہیں نے اس کے دونوں اہل حوالہ باتیں دیکھتے ہوئے کیا سادہ ہوا الٹ کر کہا۔

"تمہیں وہاں ایک دو سرے کے ساتھ استانی زندگی گزار سکتے ہو۔ صرف تمہاری اپنی باتیں نہیں کر رہے۔ وہ اس کی ہے۔"

"تم اس بات پر کچھ کہنے کے بجائے صرف دیکھ رہے ہو۔"

"نہیں! کیا رہے کے قریب میں تمہیں فون کروں گا۔"

عباس نے اس کے کچھ سے کوئی جملہ سے تہمت لپٹا۔

"ایک بار پھر موضوع بدل رہے ہو تم۔ ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔"

عمر جواب میں کچھ کے بغیر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔

♥ ♥ ♥ ♥ ♥

"تم مجھے یہ جانتا کہ میں اس سارے سلسلے میں تمہاری کیا یاد کر سکتا ہوں؟"

ہمایوں ٹھیک نے ایاز حیدر کے ساتھ ہونے والی یہی جوڑی گفتگو کے بعد کہا۔ وہ ایاز حیدر کے فرسٹ کزن تھے اور یہی آرمی ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ ایاز حیدر کو کچھ دیر پہلے انہوں نے فون کیا تھا۔

پچھلے چند دنوں میں ایاز حیدر بہت سارے رشتہ داروں کو لنگر اور دوستوں کے ساتھ مسلسل رابطے میں تھے۔ انہارانت میں یہ اسٹیٹنڈل سامنے آنے پر اور عباس کی اس میں اتنا موقع کی خبر پانے ہی یہ روابط شروع ہو گئے۔

تھیں ہر ایک انہیں اپنے تبادوں اور مدد کا یقین دلایا تھا اور ابا رحیدر اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ صرف خالی ٹولی
 باتیں ہیں۔ وہ لوگ واقعی ہر وقت پرانے بے کد و گونا گوارے تھے۔
 "میں چاہتا ہوں کہ سہرا لائی کو سٹبل کرنے میں تم بھی مدد کرو۔" ابا رحیدر نے ان کی پیشکش پر کہا۔
 "کس طرح کی مدد؟"

"اس کی فیکٹری کی ٹریکس فلائنگ کوڈز ایک بار پھر کھولے۔ ٹریکس کے معاملے میں ٹریک ریکارڈ کیا ہے اس کا؟"

ایا رحیدر نے پوچھا۔
 "ہاں میں نے ایک ہکا سارے قلم لکھا۔" کچھ سو سکتا ہے؟۔۔۔ بھی وہ یہی ہے جو سچا پیر آف کاہرس کے کسی بھی
 عہد کے بار کا ہو سکتا ہے۔ جو تھا تو وہ ٹریکس پر وہ اتنا ہی بڑا ایڈسٹرلٹ ہے۔"

"جی ہاں صاف نہیں ہیں اس کے؟"

"مجھے تفصیلی کارٹ نہیں پتا۔ مگر میرا خیال ہے یہ بھی انہیں انڈسٹریل سٹس میں شامل ہے جو پالیٹیکل لیڈر
 کی وجہ سے بجا ہو ایک۔۔۔ براؤن ٹریکس کی پالیٹیکل خاصیتیں جو ڈی رقوم دیتا رہتا ہے۔"

"تم واقعی طور پر نہیں جانتے تھے؟"

"نہیں۔۔۔ دو چار بار غیر میں احکام دیا ضرور ہوئی ہے اور پھر سے وقف ہوں مگر کوئی لمبے چوڑے ردایا
 نہیں ہیں اس کے ساتھ۔" وہاں نے بتایا۔

"تو کیا کیا خیال ہے اس کے ٹریکس ریکارڈ کی حیثیت میں شروع ہونے پر؟" اور کچھ غلط ہو سکتی ہے؟"

"یہ تو طے شدہ ہے۔ میں نے ہمیں بتایا کہ غلطی بڑی رقوم ڈونٹ کرتا رہا ہے۔ براؤن ٹریکس کی پالیٹیکل
 ہاں میں نے اپنی رائے دی۔"

"تو کچھ ٹریکس کوئی اس کے ٹریکس کے معاملات ٹھیک کرنا نہیں چاہتا۔ نہ ہی میں اس کے خلاف تھمارے
 دبا چار ٹریکس کی طرف سے کوئی کیس کرنا چاہتا ہوں۔"

"اب پھر؟"

"میں صرف فوری طور پر اسے برسرِ اثر کرنا چاہتا ہوں اور اس کے ساتھ کچھ جو میرے لوگ کھڑے ہیں
 انہیں تھوڑا سا تھوڑا فوری کرنا چاہتا ہوں۔" ابا رحیدر نے ان کے ساتھ اپنا کچھ مل ڈالنے کو کہتے ہوئے کہا۔

"انڈسٹریل سٹس کے لیے کیا ہے کہ ٹریکس کے ایک وفد نے اسی سارے معاملے پر ان کے اہلکار کو پانچاٹھ کے
 لیے ان سے پانچسٹھ ملے۔ اور مجھے یہ غلط ہے کہ اسے اسامہ قباویہ پر کوئی بھی اس سلسلے میں پرتھرا کرنا
 کرتے۔ ایس کے جیسی اس کے بوسے بیٹے کا سر ہے۔"

"تم اسلام آباد پیجیری ٹریکس کے لیے سیٹھان سے بات کرنا۔۔۔ میں نے اسے کوئی چیز نہیں ہو۔۔۔
 کچھ پھر میں بھی اوپر ہی ہوں۔۔۔ پرتھرا لائی کوئی بات نہیں ہے۔" وہاں نے اپنے ایک دوست کا نام لیا۔

اسلام آباد پیجیری آف کاہرس کا عہدے دار تھا۔
 "خالی فوڈ کے ملنے سے میں پریشان نہیں ہوا۔۔۔ آکر ان لوگوں نے کوئی اسٹرائیک یا جلوس لانچ کرنے کی کوشش
 کی تو پھر ضرورت حال خاصی خراب ہو گئی۔۔۔ میڈیا پہلے ہی حکام کے معاملے کو بہت ہائی لائٹ کر رہا ہے انہیں اور
 فرنٹ پیج اسٹیل مل جائے گا۔"

"ابا رحیدر! تم واقعی پریشان ہو رہے ہو۔۔۔ قلم خاصا بابر ٹروی ہے۔۔۔ پھر جہاں تک ایسی ہی اسٹرائیک کا تعلق
 ہے تو مجھے یہ ممکن نظر نہیں آتا۔۔۔ پیجیری کے ایکشنز قریب ہیں اور قلم کا مخالف گروپ خاصا مضبوط ہے۔
 عام خیال یہی ہے کہ آنے والے ایکشن میں مخالف گروپ قلمیں سوپ کرے گا۔۔۔ قلم ویسے بھی آئندہ
 الیکشنز میں حصہ نہیں لے رہا۔۔۔ ایسی صورت حال میں پیجیری کتنی سپورٹ اس کے پاس ہے۔ یہ تو بہت
 کلیر ہے۔" وہاں نے صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں روٹ سے کہوں گا کہ وہ اس سلسلے میں مخالف گروپ سے بات کرے۔۔۔ یا زنی کا ایک ہکا سارے بیان تو
 ہی کے اعتبار میں ہی تھا جس میں اس نے وہی لفظوں میں کہا ہے کہ پیجیری کو کسی کے واقعی مفادات کے لیے
 استعمال نہیں دینا چاہیے اور اس کا اشارہ قلم کے بیٹے کی موت کے سلسلے میں ہائے والے ان فوری طرف سے
 تھا۔"

"لیکن جیسے کہ اور یہ بات سے لوگ ہدف مٹی بناتے دے رہے ہیں اور قراردادیں پیش ہوئی ہیں ان کے بارے
 میں کیا کہو گے؟ تم انہیں یاد دہیرنے کہنا۔"

"ادب پارلیمنٹ اور قراردادوں کو جو وہ۔۔۔ اخباری بیانات کی ویلے لیا ہوتا ہے۔۔۔ کئی ان کے بارے بیانات
 شائع ہو رہے ہیں کل کو تھا ہے آئندہ شائع ہو جائیں گے۔۔۔ میں نے ان کی بات اس لیے کی کہ ہمیں
 پیجیری کے ہاں اتحاد کے بارے میں بتاؤں جس کے بارے میں تم غور مند ہو۔۔۔ اچھے خاصے اختلافات ہیں
 قلم اور یا زنی کے گروپ میں اور یہ دونوں وقت گزرنے کا یہ بڑھیں گے اس لیے میں نہیں سمجھتا کہ
 اسٹرائیک یا جلوس کی فوج آتی ہے۔۔۔" وہاں نے کہا۔

"میں سمجھتی رہ چکا ہوں کہ قلم کے ٹریکس ریٹرنز کو ایک بار پھر کھول دینا چاہیے بلکہ اگر کچھ آئندہ پرتھرا کرنا ہو جائے
 تو اور بھی متحرک ہو جائے۔"

"یہ کیا اس کو تو کتنی بھی دیکھا رہا ہوں۔۔۔ ریٹرنز بھی کروا دیں مگر یا زنی اس پر اور نہیں بڑے گا؟"

"مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔۔۔ میں اسے اس حوالے پر نشان کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ نہ صرف اسے
 بلکہ اس کے نوادوں کو بھی اس لیے ٹریکس ریٹرنز کی فکر شروع ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں کل صبح یہ کہہ کر آ رہا ہوں کہ میں کچھ مسئلہ کھڑا کرے گا۔۔۔ قلم درانی کی Pylist
 ہے۔۔۔ اور قلم سید حالات ہی چلے گا۔" وہاں نے اس علاقے کے اہم ٹریکس کھتر کا نام لیا جہاں قلم کی فائٹ
 ہوتی ہے۔

"ایک کو سارا مسئلہ بتاؤ۔۔۔ اسے کہو کہ یا تو وہ چند دن کی چھٹی لے کر نہیں جاتا جائے۔ یا پھر قلم کو بالکل
 نظر انداز کرے۔" اس نے کہا۔

"جی ہاں۔۔۔ اس نے کہا۔۔۔ قلم سے کہے کہ سب کچھ اوپر سے ہو رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں
 ہے۔"

"قلم اسے کیا چاہتا ہے گا۔۔۔ وہ پرتھرا لائیوں سے رہا ہے۔۔۔ ضرورت پڑنے پر بھی اس کے قلم نہ کیا تو
 وہ پرتھرا لائی نہیں کرے گا۔۔۔ میں بھی کرتا ہوں کہ بھی کو تو چھٹی لینے پر مجبور کرنا ہوں۔" وہاں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ یہ بھی چاہو کہ۔۔۔ مگر چل دی کرو۔ اور مجھے قلم درانی کے اہم ٹریکس ریٹرنز کی بات کھیل چاہی ہے؟"

"کیوں؟"

"میں نے یہ سنا ہے کہ قلم درانی میں ہمیں دے بھی دوں تو نہیں وہاں پر اعتراض کریں گے انہیں شک ہو گا اور
 وہ واقعی ہمیں کہے کہ قلم کے دعووں میں حقیقت ہے اور وہ کسی سے پریشان کر رہی ہے۔ اہم ٹریکس
 والے بیان پر جو کہ اس وقت ٹریکس نے معاملات کے گزے ہوئے اٹھا کر سامنے لارہے ہیں۔"

"وہاں لو سب میں دیکھ لوں گا۔۔۔ پر میں ہیں کچھ ٹریکس کے ہاتھ والے۔۔۔ وہ سب کچھ منہاں ہیں
 گے۔" ابا رحیدر نے لار وائی سے کہا۔

"اوسکے۔۔۔ میں پھر کل تم سے دوبارہ کٹھنکے کرنا ہوں اور ہمیں آکے کی صورت حال بتانا ہوں۔ لیکن یہ
 میں ہمیں بتاؤں کہ اس کے ٹریکس کے معاملات اتنے خراب ہیں کہ اسے بچانے کے لیے پورے کسی کے اندر
 کے ہات سے لوگ سامنے آجائیں گے۔ جن کی مدد سے اس نے پچھلے میں پچیس سال میں ٹریکس چلایا ہے۔"

کبھی بھی خاصی مخالفت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ”ہمایوں نے۔۔ اپنے خدشے سے آگاہ کیا۔
 ”مجھے اس کے ٹیکس کے معاملات ٹھیک کروانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف اپنے بیٹے اور عمر کو اس معاملے سے نکالنا چاہتا ہوں۔“ قاسم اس تماشے کو ختم کر کے۔ میں اس کے ٹیکس افسیس روم بھاڑ میں پھینک دوں گا اور یہ چیز تم ان big wigs کو اچھی طرح سمجھا سکتے ہو۔“ ایاز نے کہا۔
 ”تمہارا کیا خیال ہے باقی سب کتنے دن چلے گا؟“ ہمایوں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔
 ”مجھے کوئی اندازہ نہیں ہے تو قاسم اور جنس نیاز کے اسٹینڈا پر منحصر ہے۔“ ایاز حیدر نے کہا۔
 ”قاسم کو تو اس طرح قابو کرو گے۔ لیکن جنس نیاز کے لیے کیا کرو گے؟“ ہمایوں نے پوچھا۔
 ”جنس نیاز کے لیے بھی بہت کچھ ہے۔ اس کے کس بل بھی اچھی طرح نکال دوں گا۔ اسے اپنے پولیٹیکل بیک گراؤند پر برا زعم ہے میں دیکھوں گا یہ پولیٹیکل بیک گراؤند اس کے لیتا کام آتا ہے۔“ ایاز حیدر نے تنفر سے کہا۔
 ”جنس نیاز کے بارے میں خاصی خبریں ہیں میرے پاس۔ تمہارے کافی کام آئیں گی۔“ انصاف ”بیچہ“ میں خاصی شرت حاصل ہے اس آؤنی کو۔“
 ”اس کا یہ حوالہ میرے لیے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔“

”پریس کے ذریعے ان لوگوں کے کچھ بیانات شائع کرواؤ جن کے پچھلے سالوں میں جنس نیاز نے فیصلے کیے ہیں اور جنہوں نے ان فیصلوں پر اعتراضات کیے تھے۔ کچھ لوگوں کے کاغذات گیمبرٹ میں تم تک پہنچا دوں گا۔ باقی بھی کچھ کر دیں گے۔ مگر فی الحال تو جنس نیاز کے پیر اکھاڑنے کے لیے استقامتی فٹنی ہو گا۔“ ہمایوں نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”میں خود بھی ان فٹنیز پر سوچ رہا تھا۔“
 ”چیف منسٹر کے ساتھ اعلیٰ مینٹل کب ہے تمہاری؟“
 ”اس کے بارے میں مجھے پتا نہیں۔ وہ کوشش کر رہے ہیں کہ مجھے اور جنس نیاز کو آمنے سامنے بٹھا کر معاملات طے کروا دیں۔ فی الحال جنس نیاز اس پر رضامند نہیں ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ پہلے عباس اور عمر کو معطل کیا جائے۔ اس کے بعد پھر کچھ طے ہو گا۔ اور میں ان دونوں کا سروس ریکارڈ خراب نہیں ہونے دوں گا۔“ ایاز حیدر نے کہا۔

”ڈونٹ وری کچھ نہیں ہو گا۔ جنس نیاز کو ویسے بھی لائم لائنٹ میں رہنے کا شوق ہے ہر دو چار ماہ کے بعد کوئی نہ کوئی ایڈیٹوریا ہوتا ہے اس نے۔ اس بار پریس کو پہلے کی طرح استعمال کرے گا تو خاصا پیچتا ہے گا۔“ ہمایوں نے قلیل نے فون بند کرنے سے پہلے آخری جملہ ادا کیا۔

آگے دن شام کی فلائٹ سے وہ اسلام آباد چلی گئی۔ ایاز حیدر کے ڈرائیور نے ایئر پورٹ پر اسے ریسیو کیا اور گھر پہنچنے پر اس نے ایاز حیدر کی بیوی کو اپنا منتظر پایا۔

رسمی علیک سلیک کے بعد وہ یہ جان چکی تھی کہ ایاز حیدر لاہور میں تھے اور انہیں ابھی چند دن وہیں رہنا تھا۔ ایاز حیدر کی بیوی سے بات کر کے اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ پچھلے کچھ دنوں کے واقعات میں علیزہ کی انوائمنٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھیں۔ انہیں صرف اتنا پتا تھا کہ لاہور ڈالے۔ گھر پر کچھ ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا۔ اور کچھ عرصہ کے لیے تاناو اور علیزہ نے وہ گھر چھوڑ دیا ہے۔ مرمت وغیرہ ہو جانے کے بعد وہ دونوں واپس وہاں چلی جائیں گے۔

وہ علیزہ سے ہونے والے نقصان کے بارے میں پوچھتی رہیں اور اپنے افسوس کا اظہار کرتی رہیں۔
 ”لاء اینڈ آرڈر کا تو تم پوچھو ہی مت۔ لاہور کے حالات تو خیر پہلے ہی خاصے خراب ہیں مگر اب اسلام آباد

بھی محفوظ نہیں رہا۔ ہر چوری اسب پوش علاقے میں ہی ہو رہی ہے۔“ وہ چائے پینے کے دوران اسے اپنے بے تحاشی تبصرے سے نوازی رہیں۔
 علیزہ کو شش کے باوجود ان کی باتیں ملاحظہ سے سن سکی اور نہ ہی گفتگو میں کوئی خاطر خواہ اضافہ کر سکی۔ پچھلی رات ابھی بھی پوری طرح اس کے حواس پر اثر انداز ہو رہی تھی اور وہی سہمی کمر اس وقت اس کی وہاں موجودی پوری کر رہی تھی۔ ندامت۔ شرمندگی۔ بے بسی۔ پچھتاوا۔ وہ اپنی فینڈنگ کو پچھان نہیں پاری تھی نہ ہی انہیں کوئی نام دے پاری تھی۔

مجید ایاز کو بہت جلد ہی اس کی غائب مافی کا احساس ہو گیا۔ ”تم آرام کرو۔“ یقیناً ”تھک گئی ہو گی۔“ علیزہ نے بے اختیار خدا کا شکر ادا کیا۔ تنہائی کے علاوہ اسے اس وقت کی چڑکی ضرورت نہیں تھی۔ اگلے کئی دن وہ اخبار کھڑکاتی رہی۔ عمر اور عباس کی بات بالکل ٹھیک تھی۔ کسی بھی اخبار میں جنس نیاز کے ساتھ فون پر کیے جانے والے اس کے انکشاف کے بارے میں کوئی بھی خبر نہیں تھی۔ وہ اندازہ نہیں لگا سکی۔ اسے اس سے خوشی ہوئی تھی یا مایوسی۔

اگلے چند دنوں کے بعد ایاز حیدر اسلام آباد واپس آگئے تھے ان کے رویے سے علیزہ کو احساس نہیں ہوا کہ وہ کچھ بھی جانتے تھے۔ وہ کم از کم اس معاملے میں خدا کا شکر ادا کر رہی تھی۔ عمر اور عباس نے اس معاملے میں اسے پتہ چلا تھا۔ کم از کم وہ بھی سمجھ رہی تھی۔

ایاز حیدر کے گھر پر وہ ایکسپریس کی بندھی زندگی گزار رہی تھی۔ ایاز اور مجید کی اپنی مصروفیات تھیں۔ وہ دونوں بہت کم ہی گھر پر ہوتے۔ علیزہ سارا دن گھر پر ہی بیٹھتی یا کتا میں رہتے ہوئے وقت گزارتی۔ یا پھر لانگ ڈرائیو میں نکل جاتی۔ رات کے وقت مجید اور ایاز حیدر اسے اکثر ان مختلف ڈرائیو میں ساتھ لے جاتے جہاں وہ بے غم ہوتے۔ وہ دونوں بہت سوشل تھے اور بہت کم ہی کوئی رات ہوتی جب وہ کسی نہ کسی مہمان نہ ہوتے۔ علیزہ بعض دفعہ سوچتی ہے ان کے ساتھ جانی اور جنس نیاز کے اصرار پر زبردستی وہ دونوں آہستہ آہستہ اسے بہت ساری فیملی کے ساتھ متعارف کروا رہے تھے۔

عمر اسے وقت ”نوقتا“ فون کرتا رہتا تھا۔

”میں واپس کب آؤں گی؟“ وہ ہر بار اس سے ایک ہی سوال کرتی۔

”میں کچھ دن اور۔“ وہ ایک ہی جملہ دہراتا اور پھر کوئی اور بات شروع کر دیتا۔

پھر آہستہ آہستہ اس کی کالز میں آواز بلند ہونے لگا لیکن ہر بار کال آتے پر اس کی آواز اور لمبے میں اتنی گرم جوشی ہوتی کہ علیزہ شکایت کرنا بھول جاتی یا شاید اگلی بار کے لیے ملتوی کر دیتی۔

وہ تاناو اور شملہ بھی مسلسل ریلے میں تھی۔ اپنے رزلٹ کا بھی اسے شملہ کے ذریعے ہی پتا چلا تھا۔ لاہور واپس جانے کے لیے اس کی بے تابی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

عمر نے اسے مبارکباد دینے کے لیے فون کیا۔ ”ابھی کچھ ہفتے لگیں گے۔ وہاں کچھ مرمت ہو رہی ہے۔ اس لیے وہاں تو تم نہیں شرسکو گی۔ عباس کے ہاں ہی رکنا پڑے گا نہیں۔ یا پھر تم میرے پاس آ جاؤ۔“ عمر نے ایک بار پھر اس کے سوال پر کہا۔

”نہیں پھر میں بیس اسلام آباد میں ہی رہتی ہوں لیکن آپ مجھے یہ تو بتا دیں کہ یہ مرمت کب ختم ہو گی؟“

”بہت جلدی۔ میں جانتا ہوں۔ تم واپس آنا چاہتی ہو۔ جیسے ہی وہاں کام ختم ہوا میں تمہیں بتا دوں گا۔ پھر تم آ جاؤ۔“ عمر نے ایک بار پھر اسے یقین دہانی کروائی۔

علیزہ نے اسلام آباد آنے کے بعد عمر سے دوبارہ اس سارے معاملے کے بارے میں بات نہیں کی۔ اسے جنس نیاز اور اخبارات میں لکھنے والی مختلف خبروں نے اس کے تجسس کو اور برصاوا تھا۔ عمر وہ اپنے اندر اتنی بہت سیر پاتی تھی کہ عمر عباس سے اس ساری صورت حال کے بارے میں پوچھے۔

پھر یک دم اخباروں میں اس سارے معاملے کے بارے میں خبریں آتا ہند ہو گئیں۔ کچھ دنوں کے بعد اسے چلا کہ عباس حیدر ایک سال کی چھٹی لے کر انگلینڈ کرمانا لوجی کا کوئی کورس کرنے جا رہا تھا۔ اس کی چھٹی منظر ہونے سے پہلے اس کی پروموشن ہو گئی تھی۔ علیحدہ کو اندازہ ہو گیا کہ جنس نیاز کا کہیں ختم ہو چکا ہے۔ عمری اپنے پہلے والے شرم میں ہی پوسنڈ تھا۔ علیحدہ کے احساس جرم میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

"باتیں یاد دوا کرنا بہت آسان ہوتا ہے یہ کام کوئی بھی کر سکتا ہے۔ مگر ستم کو بدلنا یا بدلنے کے لیے ایک چھوٹا سا قدم اٹھانا بھی آسان نہیں ہوتا۔ بہت عرصہ پہلے عمری کسی ہوئی کچھ باتیں اسے بار بار یاد آئیں۔ جو تجزیہ اسے اس وقت بہت بخ اور خود غرضانہ لگا تھا وہ اب کس قدر صحیح لگ رہا تھا۔ یہ صرف وہی جانتی تھی۔

بچپن کو پسند کرنا اور بات ہے۔ اٹھا کر پچھت کرنا اور بات ہے۔ یہ حقیقت مان لینے چاہیے کہ کم از کم ہماری کلاس اس ستم کو بدلنے کی اہلیت صلاحیت یا شاید جرات نہیں رکھتی۔ کوئی بھی شخص اس شخص کو نہیں کاٹتا جس پر خود جار ہو۔ اور ہماری کلاس کسی دوسرے کو یہ ستم بدلنے میں دے گی۔ کوئی شخص کی دوسرے شخص کو بھی وہ ہنسی کاٹنے نہیں دیتا جس پر وہ سوار ہو۔ یہ You miss I hit والی صورت حال ہے۔ ہماری کلاس کی خوش قسمتی ہے ابھی تک ہم کسی بھی طرح ریسیونگ اینڈر نہیں پہنچے۔

وہ اس وقت بعض دفعہ اس کی باتوں سے اتفاق نہیں کرتی تھی۔ بعض دفعہ بحث کرتی۔ یا پھر پچھتائی کہ اسے شہاز منیر والا واقعہ اچھی طرح یاد تھا۔ اس وقت اسے عمر سے شکایت ہوئی تھی کہ اس نے ایذا کاٹل سے کھپو وائز کیوں کیا۔ سب کچھ پریس تک اور کورٹ تک کیوں نہیں لے گیا۔

اب خود ایذا حیدر کے گھر بیٹھے وہ حالات کی ستم ظریفی پر حیران ہوتی۔ وہ عمر سے کسی بھی طرح مختلف بات نہیں ہوتی تھی۔ جب اسے اپنی زندگی خطرے میں نظر آنے لگی تو وہ بھی کھپو وائز کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

"زندگی بڑی شرمندہ کروانے والی چیز ہے۔ تم میں۔ یا کوئی بھی۔ ہم سب ایک ہی جھولے میں سو رہے ہیں اور کوئی بھی اس میں سے اترتا نہیں چاہتا۔ کیونکہ نیچے کھڑے ہو کر دوسروں کو آسمان تک چڑھنے دیکھنا برا مگر آنا اور تکلیف دہ کام ہوتا ہے۔ کم از کم مجھے میں تو یہ حوصلہ نہیں ہے۔" اسے عمر کی باتیں اب سمجھ میں آ رہی تھیں۔

"میں تم لوگوں کی بات پر قطعاً یقین نہیں کر سکتا۔ تم لوگوں کو تمہارے بیٹے کے پاس جھوٹ کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں۔" جنس نیاز چیف منسٹر کی موجودگی کی پروا کیے بغیر ایذا حیدر اور عباس پر اشتعال کے عالم میں چارہے تھے۔

وہ چاروں اس وقت چیف منسٹر کی رہائش گاہ پر موجود تھے۔ ایذا حیدر اور عباس بڑے سکون اور تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنس نیاز کے الزامات اور جیج کو سن رہے تھے۔ چیف منسٹر بار بار جنس نیاز کا اشتعال کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ یہ نہ کر رہے ہوتے تو شاید جنس نیاز یقیناً "اب تک ایذا حیدر اور عباس کے ساتھ ہاتھ پائی کر رہے ہوتے۔

"نیا صاحب! آپ دیکھیں۔ میری بات سنیں۔ میں آپ کے جذبات سمجھتا ہوں مگر دیکھیں۔ اس طرح سب کچھ ٹیسے طے ہو گا۔ آپ دونوں فریق آرام سے ایک دوسرے کی بات سنیں۔" چیف منسٹر نے ان کا پارہ پیچ لانے کی ایک اور کوشش کی۔

"آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں بات سنوں۔ میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کروں۔" جنس نیاز ان کی بات براہ مشتعل ہوئے۔ "میرا جوان اور معصوم بیٹا اس نے مار دیا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں چلاؤں بھی نہ۔" جنس

نیاز نے عباس کو گالی دیتے ہوئے کہا۔ چند لمحوں کے لیے عباس کے چہرے کا رنگ بدلیں گیا۔

"سراگالی نہ دیں۔ گالی کے بغیر بات کریں میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن گالیاں کھانے کے لیے ہم لوگ ہلکے نہیں آتے ہیں۔" ایذا حیدر نے ایک دم جنس نیاز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم میرے پورے خاندان کو پریس کے ذریعے اسکینڈل لاز کر رہے ہو۔ میرے بیٹے کو گھر سے اٹھا کر تھارے بیٹے نے جعلی پولیس مقابلے میں مار دیا اور میں تمہارے بیٹے کو گالی تک نہیں دے سکتا۔"

"جو کچھ ہوا مجھے اور عباس کو اس پرافسوس ہے۔ مگر جو کچھ آپ کے بیٹے نے کیا وہ بھی۔"

جنس نیاز نے غصے کے عالم میں ایذا حیدر کی بات کاٹ دی۔ "کیا کیا میرے بیٹے نے۔ بولو کیا کیا تھا میرے بیٹے نے؟"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں آپ کے بیٹے نے کیا کیا تھا۔"

"تو اس کرتے ہو۔ جھوٹ بولتے ہو۔"

"مجھے یہ کوا اس کرنے کی ضرورت ہے نہ جھوٹ بولنے کی۔ جب انسان کے پاس ثبوت اور حقائق ہوں تو اسے یہ دونوں کام نہیں کرنا پڑتے۔"

"تم اور تمہارے جھوٹ اور حقائق۔ میں بے وقوف نہیں ہوں۔"

"آپ کی اس جیج کو پکار کے آپ کی کوئی عطلندی نہیں جھلک رہی ہے۔" ایذا حیدر نے دہرایا۔

"میرے بیٹے نے گھر آئے بعد مجھے سب کچھ بتایا تھا۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ اس نے ایک لڑکی کا صرف ایک ہی کیا تھا اپنے چند دوستوں کے ساتھ۔ جسٹ فار انجوائمنٹ۔ اور اس نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔"

"آپ کے بیٹے نے آپ سے جھوٹ بولا تھا۔" ایذا حیدر نے رُسکون انداز میں کہا۔

"نہیں۔ اس نے مجھ سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ مجھے اس کے ایک ایک لفظ پر اعتبار ہے۔" جنس نیاز نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"بھرتے۔ آپ اس کے لفظوں کے بجائے حقائق پر اعتبار کرنا سیکھیں۔" ایذا حیدر نے اسی رُسکون انداز میں کہا۔

"آپ کا بیٹا جس کردار کا مالک تھا۔ آپ دیکھ۔"

جنس نیاز نے ہند آواز میں ایذا حیدر کی بات کاٹ دی۔ "میرے بیٹے کے کردار کے بارے میں کوا اس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ LUMS میں بڑھ رہا تھا میرا بیٹا۔ اپنے بیج کاسب سے آؤٹ اسٹینڈنگ۔ اعلیٰ ڈنٹ تھا اور تم اس پر اس طرح کے تھرو کلاس الزامات لگا رہے ہو۔" ان کی آواز غصے سے پیچ پھٹ رہی تھی۔

"LUMS کی ڈگری آپ کے بیٹے کا ریکٹر سرٹیفکیٹ نہیں ہے۔ وہ اگر سٹریٹ نہیں بیٹا تو اس کی وجہ آپ کا عمدہ تھا۔ ورنہ لاہور کی ساری پولیس کو اس کے دوستوں کے بارے میں بہت کچھ پتا ہے۔" اس بار ایذا حیدر کی آواز بھی بلند تھی۔

"آپ کو اپنے بیٹے کی موت کی بہت تکلیف ہے اور مجھے اپنی بھانجی کی بے عزتی کا کوئی دکھ نہیں ہونا چاہیے۔" "میرے بیٹے نے تمہاری بھانجی کی کوئی بے عزتی نہیں کی اس نے صرف اس کا قاتل کیا۔"

"Your Son raped my niece." ایذا حیدر نے اس بار سن چہرے کے ساتھ کہا۔

"علیحدہ! بھور بن چلو گی میرے ساتھ؟" اس شام سجدہ آئی نے ڈرنیکل پر اچانک اس سے کہا۔

ایذا حیدر کسی ڈرنپر انوائسڈ تھے اور کافی دنوں کے بعد خلاف معمول سجدہ آئی اس کے ساتھ گھر پر ہی ڈرنکر

[illegible][illegible]

نہایت کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔
 علیل کون بول رہا ہے؟ "میرا ایک بار پھر کہہ رہا تھا۔ علیل نے بکھڑے لہجے میں کہا۔
 اس کے سنے کہ وہ صوفے سے اٹھی تو ان کی محنتی جگہ گئی۔ GLI پر سونو نمبر پر کھڑا تھا۔ علیل نے اسے انتظار
 میں دیکھا۔
 میری ہر حرکت ریفلکس اینشن کی طرح ہے اختیار اور حیرت ممتدی۔ وہ کسی بھی اس سے چھب نہیں سکتی
 تھی۔
 اس نے پتینا "اپنے موبائل پر ایاز حیدر کا نمبر پتیاں لیا ہو گا اور اسے توقع ہوگی کہ یہ کھل میں سے کھل
 ہے۔
 علیل نے ریسیور اٹھا کر کریڈل سے پیچھے رکھ دیا۔ وہ اس ذہنی کیفیت کے ساتھ عمر سے بات نہیں کرنا چاہتی
 تھی۔ پھر منت ہیں پیچھے رہنے کے بعد اس نے ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔
 اوون سے اٹھتے ہوئے اس نے ملازم کو ہدایت دی۔ "ظہیر اگر عمر کا فون ہو تو ان سے کہہ دو کہ میں بہت
 پہلے سوئی تھی۔ میری ان سے بات مت کروانا۔"
 اس نے ملازم کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔
 اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ سیدھا بڑی طرف جانے کے بجائے کچھ کی طرف بڑھ گئی۔ کمرے کے پورے
 دور پر ان کی دیکھنے لگی۔ جہاں ان کا جتنے والی روشنی اسے مکمل تاریکی سے بھری تھی۔
 "Umeri I'll be back in a minute."

ریسیور دھنسی جانے والی تو ایک بار پھر اس کی باتوں میں غور کر رہی تھی۔ اسے کچھ مودود ساری یاد کی اپنے
 اندر رات کی محسوس ہونے لگی۔
 "عمر کے بارے میں کچھ اور اندازہ ہمیشہ غلط کیوں ہوتا ہے؟ کیا میں ہمیشہ اتنی ہی سبب وقتوں کی لاپرواہ
 شامید۔ "وہاوی سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔
 "میرا خیال تھا کہ ہاتھ اس کی زندگی سے لکھ چکی ہے۔ عمر ایک بھلائی ہے یا پھر وہ شاید کبھی نہیں لگتی
 نہیں ہے اس کی آنکھوں میں کی اترنے لگی۔



"میں تمہاری باتیں بریقین نہیں کر سکتا۔" جس نے بڑے حقیرانہ انداز میں اسے مخاطب کیا۔
 "حقیقت کو آپ کو کبھی نہیں پتا اس پر یقین نہ کریں اس سے اس کا وہو ختم ہوتا ہے تا اس کی دلائی۔" بار
 حیدر نے ایک بار پھر کل سے کہا۔
 "تم اور تمہارے حقائق۔" جس نے ملازم نے ایک بار پھر ایاز حیدر کو مخاطب کیا۔
 "میں ہوں کیا تمہارا اس سے پہلے کہ وہ کچھ اچھے پیچھے سننے سے اجالت کی۔
 "ایاز صاحب! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مہذب زبان استعمال کریں۔ اس کا کلمہ گرجے
 صورت حال اور غراب ہوگی اور فریقین میں سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"
 جس نے ایاز حیدر کی طرف سے ایک بار پھر آگ بولہ ہو گئے۔
 "میں یہاں کوئی فائدہ حاصل کرنے نہیں آیا۔ میں یہاں انصاف لینے آیا ہوں میں اس کی اور اس کے بیٹے کی
 کو اس سے نہیں آیا۔"

"آپ کے بیٹے کے ساتھ انصاف ہی کیا گیا تھا۔" ایاز حیدر کا لہجہ اس بار بالکل سرد تھا۔
 اس سے پہلے کہ ان کی اس بات پر جس نے ایاز حیدر سے متعلق ہوتے ہی پتھر پتھر ایک بار پھر اجالت کی۔
 "اس فضول بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ کس نے کیا کیا میں نے آپ دونوں کو یہاں معاملات لے کر لائے

لیا آیا ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے اس کو تو بدلائیں جا سکتا۔ آپ بدل گئے ہیں نہ یہ۔"
 جس نے دوستانہ تصفیہ کر لیا چاہیے۔

"ہم اس کے لیے تیار ہیں اور ہم یہاں اسی لیے موجود ہیں۔" ایاز حیدر نے ان کی بات پر کہا۔
 "میں ان کے لیے تیار ہوں۔ اس لیے یہاں آیا ہوں۔" جس نے ایاز حیدر کے لیے کسی کوئی تبدیلی نہیں تھی۔
 ایاز صاحب! آپ معاملے کو طول دینے کی کوشش نہ کریں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ "چیف نے
 اس بار پھر صاف کر دیا۔
 اس پر آپ کو ایک لمبے لمبے معاملے کو طول دے رہا ہوں تو ایسا ہی نہیں۔"
 جس نے ان سے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر جس نے ایاز حیدر کے ساتھ اٹھا کر اس میں روک دیا۔
 ایاز صاحب! آپ اس کے پریشانیوں میں ایاز حیدر اور اس کے کینک سے نہیں ڈرتے۔"
 ایاز حیدر نے ان کی بات پر ایک لمحہ کے لیے غور کیا۔
 "میرا میرے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال نہ کریں۔ میں یہاں کسی قلعہ کو بڑھانے نہیں آیا اور میں بہت

برداشت کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔" ایاز حیدر نے اس بار براہ راست جس نے ایاز حیدر کو مخاطب کیا۔
 "میں نے کہا ہے کہ میں ہواشت کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔" جس نے ایاز حیدر کو مخاطب کیا۔
 "میں نے کو تم نے ہار ڈالا اور تم اس پر الزام لگا رہے ہو۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں نے کو تم نے ہار ڈالا اور تم اس پر الزام لگا رہے ہو۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں نے کو تم نے ہار ڈالا اور تم اس پر الزام لگا رہے ہو۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں نے کو تم نے ہار ڈالا اور تم اس پر الزام لگا رہے ہو۔" ایاز حیدر نے کہا۔

"آپ کے بیٹے کو جس وجہ سے ہار گیا وہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ یہ کوئی سوچا سمجھا قتل نہیں تھا۔ عباس اور
 عمری جگہ آپ ہوتے اور میری بھانجی کی جگہ آپ کی بیٹی ہوتی تو آپ بھی لپکی کرتے۔" ایاز حیدر نے کسی پر کچھ
 لگے لگتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے بیٹے پر بھی الزام لگاؤں گا۔ میں اپنی بھانجی کو نور بدنام کر دیں گا۔
 اسے غلامان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔"

"میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔

"میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔
 "میں اب ان کی عزت کو بگاڑنا میرا کام ہے۔" ایاز حیدر نے کہا۔

"آپ کے بیٹے کے ساتھ سب کچھ کس وجہ سے ہوا میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ آپ اسے جھوٹ سمجھیں یا جو

بھی کہیں اس سے حقیقت تبدیل نہیں ہوگی۔" انہوں نے اچانک اپنی ٹون بدلی۔
 "آپ کو برا اپنے بیٹے کی موت کا دکھ ہے تو مجھے بھی اپنی بھانجی کی بے عزتی کا رنج ہے۔ اگر آپ کے بیٹے کو زندگی سے محروم کر دیا جائے تو میری بھانجی کی زندگی بھی تباہ ہوگئی ہے۔" اس بار ان کی گواہی واضح اور سرگرم ہو گئی۔

وہ ابھی تک اسلام آباد کے ایک کلینک میں زیر علاج ہے، اس کی ذہنی حالت اتنی خراب ہے کہ ڈاکٹر اسے عطار کے لیے یہ دن ملک لے جانے کا کہہ رہے ہیں۔
 جسٹس نیاز اس بار خاموش نہیں رہے۔ "میرے بھائی کے سب سے بڑے بھائی کوئی ہو۔ میں نے ہمیشہ سنا ہے میرے بیٹے نے تمہاری بھانجی کا صرف تعاقب کیا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ تمہاری بھانجی تھی اور اس نے مجھے یہ سب بتا دیا تھا۔"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔" نیاز حیدر نے اس پر پہلی دفعہ ان کی بات کاٹی۔
 "میں جھوٹ بول رہا ہوں؟" اس پر وہ سچ ہو گیا۔ اگر یہ سچ ہوتا تو آپ نے میری مدد کے۔ گھر فارغ ہو کر میری بھانجی کو ہاتھ دینے کی کوشش نہ کی ہوتی۔
 "میں نے کیا کیا؟" جسٹس نیاز جیسے پوچھ رہے تھے۔

"آپ نے ہمارے خاندانی گھر حملہ کر دیا اور میری بھانجی کو اغوا کر لیا۔" اس نے صرف ایک اقلیٰ قریب ہی بھانجی کہاں نہیں تھی اور پولیس وقت پر پہنچ گئی۔
 "جسٹس نیاز مجھ نہ سمجھتے ہوئے چیف مشرک دیکھتے تھے۔"

"کیا کہہ رہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کون سا حملہ؟ کیا اغوا؟"
 "حقیقت ہے نیاز صاحب! نیاز حیدر غلط نہیں کہہ رہے۔ حق یہی ہے کہ میں نے ان کے گھر پر حملہ کیا۔ اس بار چیف مشرک نے سنجیدگی سے کہا۔ "حملہ کرنے والوں میں سے جو ایک بار کو زخمی کرنے کے علاوہ کسی اور مقصد کے بغیر نہ تھا۔" سامان کو توڑ پھوڑ ڈالنا ان کی بھانجی وہاں نہیں تھی۔ جسٹس نیاز حیدر جسٹس کو جواب دے گئے۔ اسی دوران پولیس وہاں پہنچ گئی اور ان کی جان بچ گئی۔ یہ نیکو لوگ وہاں سے فرار ہو گئے۔ نیاز حیدر نے مجھے فوری طور پر اسی وقت اس واقعہ کی اطلاع دے دی تھی۔

چیف مشرک نے تصدیق کرتے ہوئے کہا۔
 "ہو سکتا ہے ہوا ہوایا، لیکن اس سے میرا تعلق کیسے بنتا ہے؟" جسٹس نیاز نے اس پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

نیاز حیدر نے آپ کا اور قاسم کا نام لیا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ کام آپ دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ اس سلسلے میں آپ دونوں کے خلاف ایف آئی آر لکھوانا چاہتے تھے مگر میں نے انہیں روک دیا۔ میں اس بھگڑے کو اور طعن نہیں دینا چاہتا۔

"یہ سب کچھ اس اور خزانے میں اور میرا خاندان ابھی تک اپنے بیٹے کی موت کے شاک سے باہر نہیں آئے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے اس کے گھر پر حملہ کر دیا اور اس کی بھانجی کو اغوا کرنے کی کوشش کی۔" انہوں نے میری طرف سے چیف مشرک کی بات کے جواب میں کہا۔
 "مجھے تو یہ تک پتا نہیں تھا کہ وہ لڑکی اس کی بھانجی تھی پھر میں یہ کیسے کر دیتا تھا۔" وہ ایک بار پھر مشتعل ہو رہے تھے۔

"ہو سکتا ہے آپ نے یہ نہ کر دیا ہو۔ قاسم دہرائی نے کر دیا ہو۔" چیف مشرک نے کچھ نرمی سے کہا۔
 نیاز حیدر بالکل خاموشی سے گفتگو میں رہے تھے۔

ہم قاسم نے یہ کر دیا ہے تو پھر آپ کو یہ سب کچھ قاسم کو بتانا چاہیے تھا، آپ مجھے کہیں بتا رہے ہیں۔"
 انہوں نے تڑپ سے چیف مشرک سے کہا۔

نیاز صاحب آپ اس وقت اس بات کو پھوڑیں میں نے کہا ہے تاکہ گڑے مونس اکھائے لاکوئی فائدہ نہیں ہے میں نے نیاز حیدر کو بھی سمجھایا ہے میں آپ کو بھی سمجھا رہا ہوں تعلقات مزید کشیدہ کرنے کے بجائے معاملہ ختم کرویں۔"
 آپ کا بیٹا اس طرح مرا ہوتا تو آپ معاملہ اس طرح ختم کر دیتے؟ جسٹس نیاز نے جیسے ہونے والا نہیں تھا۔

انہوں نے حالات پر منحصر ہو کر میرے بیٹے سے وہ سب کچھ کیا ہو گا تو آپ کے بیٹے نے کیا تو میں اس کو خود گولی دیتا۔" چیف مشرک نے بے دھرمی سے کہا۔
 "آپ نے آپ کو کہا ہے میرے بیٹے نے کچھ بھی نہیں کیا۔ وہ بے گناہ تھا۔" جسٹس نیاز ان کی بات کے جواب میں جھانکے۔

"اگر صرف گناہ ہونے سے کسی کا جرم یا بے گناہی ثابت ہوتی ہے تو میں آپ سے زیادہ گناہگار سمجھتا ہوں۔ اگر آپ بلند ہیں کہ گناہ کے بیٹے میری بھانجی کے ساتھ کچھ نہیں کیا تو میں بھی اکتا ہوں کہ میرے بیٹے نے ہی آپ کے بیٹے کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ وہ واقعی پولیس مقابلے میں مارا گیا۔"

نیاز حیدر کے دل میں کچھ لمحے کے قطع کے جواب میں جسٹس نیاز ان بار صرف خاموشی سے انہیں گھورتے رہے۔
 نیاز صاحب! یہ ہو سکتا ہے آپ کے بیٹے نے آپ کو حقیقت نہ بتائی ہو۔ جسٹس نیاز کی حرکت اس نے کی تھی اس کے بعد آپ خود سوچیں۔ وہ کس طرح دیکھو میری سے آپ کے معاملے اس کا اعتراف کر سکتا تھا۔ ہائی کورٹ کی ایک جگہ کے سامنے۔

چیف مشرک نے اس پر غصہ کیا تو حرج استعمال کرتے ہوئے کہا۔
 "اسے خدشہ ہو گا کہ آپ اسے فوراً پولیس کے حوالے کر دیں گے اور اس کا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔ وہ مجھ سے اسی خوف سے اس نے ساری بات نہ بتائی ہو۔" چیف مشرک نیاز پر دوسرا حرج آزمایا۔

"جلیں میں آپ کی بات مان لیتا ہوں تو میں کیا اس نے کسی خدشہ کے تحت مجھ سے حقیقت پھپھائی تھی اور واقعی یہ جرم کیا تھا۔ تو کیا اس جرم کی سزا یہ تھی کہ اسے کسی ٹیس کسی ٹرائل کے بغیر پھڑکیوں جانوروں کی طرح مار دیا جائے۔"

"میں نے آپ کو بتایا۔ جب سب فوری اشتعال کے تحت ہو اور اپنی بھانجی کے ساتھ یہ سب ہو نہ سکے یا خود مجھے آپ کے بیٹے کی موت کا افسوس ہے میں اس کے لیے معذرت کرتا ہوں۔"

نیاز حیدر نے فوری طور پر چیف مشرک اور جسٹس نیاز کے درمیان ہونے والی گفتگو میں مداخلت کی۔
 "میں اور تمہاری معذرت۔ تمہاری معذرت میرے بیٹے کو واپس لاسکتی ہے؟ مجھے ابھی بھی تمہاری بھانجی پر یقین نہیں ہے۔ میرا بیٹا ایسا نہیں تھا۔" جسٹس نیاز پر نیاز حیدر کی معذرت کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔
 "آپ کا بیٹا کیسا تھا؟ یہ آپ اس فائل کو پڑھ کر جان چاہیں گے۔"

عمراس حیدر نے تمام گفتگو کے دوران پہلی بار مداخلت کی اپنے سامنے پڑی ہوئی ایک فائل کو اس نے ٹیبل کے دوسری طرف پیٹھے ہوئے جسٹس نیاز کی طرف کھسکا دیا۔
 "مجھے دو سالوں میں پولیس کو اس کے بارے میں ساری شکایات ملتی رہی ہیں۔ مگر پولیس نے ایک بار بھی اس کے خلاف ایف آئی آر نہیں کالی اور اس کی وجہ صرف آپ تھے آپ کے عہدے کے احترام کی وجہ سے۔"

ہر بار اسے بچایا گیا۔" جنس نیاز اس پر دھاڑنے لگے۔

"سراپا اور بکواس بعد کرلو۔" جنس نیاز اس پر دھاڑنے لگے۔ "عمر آج اور بکواس ابھی تک بند ہی نہ لگی تھی۔ محراب اپنے بیٹے کی تعریف میں نوٹس نہ دینے کے قابل نہ رہا۔ وہ اب کاٹل بڑاشت دور رہے ہیں۔" عباس کا لہجہ برنگون اور سرد تھا۔ "مجھ کو صرف آپ کو تہہ آتا ہے۔ دوسروں کو نہیں۔ جو دھند آپ کا بنا رہی میں لڑکیوں سے نہ کہ بچوں سے کہتا ہوں۔" وہ نے کچھ اگلا لڑکیوں کو دیکھا۔ وہ ایک دفعہ اس نے کسی کی گاڑی پر آکر گاڑی۔ آپ نے اس کو پولیس اسٹیشن جا کر ایک آئی آر سے پکارتی ہو کر دیا اور پولیس نے اس کو آدھی گھبراہٹ کے ساتھ معاملہ طے کرنے پر مجبور کر دیا۔

"تم اپنی جگہ سے باہر نکل رہے ہو۔" جنس نیاز کا چہرہ اب سرخ ہو رہا تھا۔ "پولیس میں آپ کو ان سے پتہ چلے گا۔" وہ اس میں دھند اس نے شریک ہوا۔ "ہاں، اس کے خبر پتے پولیس کو ملوایا اور پولیس اسٹیشن لے جائے گا۔" وہ نے صرف کہہ کر وہاں سے گریختی آئی۔

"میں نہیں اور تمہاری پولیس کو اچھی طرح سے ہانا ہوں۔" ڈاکو راج کہنا لیا ہوا ہے۔ "تم لوگوں سے۔" وہ پولیس پولیس بڑی ہے۔ پولیس حرکت اس وقت اچھی تھی۔ جب چھٹے سال آپ کی گھر بلو ماڈل کے اپنے گھر میں آئے تھے۔ کس کو اس نے حادثہ قرار دیا۔ کرفائل بند کر دی۔ اس لڑکی کے بھائی نے آپ کے بچے کی ذہانت کی تعریف کی۔ راج کا بیٹا نہ ہوتا تو اس وقت جیل کٹ رہا ہوتا۔ ان مہینوں کے وقت آپ کو پولیس سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ اب آپ کو پولیس والے لگاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں۔

عباس کی آواز میں طوفان تھا۔ "یہ ابھی پتہ واقعات ہیں آپ کی خواہش ہے۔ پولیس آپ کو اور سخت سے واقعات کی تفصیلات سے بھی آگاہ کر دیتا ہوں۔" جنس نیاز پلٹیں۔ ہسپتال کے بغیر اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ لہجہ "اس وقت اپنے آپ کو بے کسی کی انتہا پر پہنچا ہوا محسوس کر رہے تھے۔

"میں آپ کی طرح کی mud-slugging میں انوار ہونا نہیں چاہتا تھا۔" آپ نے مجھے اس کے لیے مجبور کر دیا۔ "عباس نے اسی خبیثہ لہجے میں اپنی بات جاری رکھی۔

ایاز حیدر اب بڑے اطمینان اور لاپرواہی سے سٹار لینے میں مصروف تھے انہوں نے عباس کو کسی بھی اسٹیج روکنے کی کوشش نہیں کی۔

"جنس علاقے میں آپ کا گھر ہے۔ اس علاقے میں آپ کا بڑا خاص شہرت رکھتا تھا اور یہ بات یقیناً آپ سے پوچھتے تو نہیں ہوگی۔" عباس۔ "نہیں شاید آپ کے نزدیک ایسی باتوں کی اہمیت ہی نہیں ہے۔" آپ نے شہرت میں اپنے بیٹے کو روکا ہوا آواز اس کے ساتھ یہ سب کچھ نہ دہرایا۔

"مجھے نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اور تمہارا باپ خود کیا نہیں کرتے؟" جنس نیاز نے ایک بار پھر اسی طرح جیتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں خود کیا ہو؟"

"میں اور میرا باپ کون ہیں یہ تمہارا ملک جانتا ہے۔"

عباس ان کی دھاڑ سے متاثر ہوئے بغیر بولا۔ "ہم اس ملک اور قوم کو کی خدمت کر رہے ہیں۔ ہم آپ کے بیٹے کی طرح راتوں کو لڑکیوں کا تعاقب کرتے نہیں پھرتے۔" اس کی آواز میں تحقیر اور نفرت تھا۔

"تم اور جو کرتے ہو۔" جنس نیاز نے مشتعل آواز میں کچھ کہنا چاہا۔

"ہم اور جو کرتے ہیں وہ آپ کو ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ان بونو کے حوالے سے غلامی کوئی خلاف نریک رہنا نہیں دیتے۔" عباس نے ایک دم ہاتھ اٹھا کر ان کی بات کا شدید۔

"پولیس میں جو کچھ آپ کے بارے میں آ رہا ہے وہ ہماری نظروں سے بھی گزرتا ہے اور پولیس والے تم کو

جی میں ضرور رکھتے ہیں کہ سچ اور جھوٹ کو پہچان لیں۔"

عباس نے اس میں جو کچھ آ رہا ہے وہ تم کو گول کی سازش ہے۔ تم لوگ اور مجھے جھوٹ سے احتیاط کر رہے ہو میرے خلاف۔

"میں اپنے کسی اور مجھے جھوٹ سے نہ کی ضرورت نہیں ہے اگر ہم ایسے حربوں پر یقین رکھتے تو پولیس کے پاس صرف الزامات نہیں ہوتے بھی پتے ہوئے۔"

اس بار پھر۔ جنس نیاز نے پولیس کی تعریف میں دھند کی۔

"اس وقت قانونی قاعدہ نہیں ہے اس معاملے کو اب تم ہو جانا چاہیے۔"

"پولیس معاملے کو ختم نہیں کرے گا۔ میں اپنے بچے کے قانون کو اس میں نہیں سمجھتا۔" جنس نیاز نے جفا الفاظ میں کہا۔

"ابھی ہے آپ کی مرضی۔ اگر آپ کو کوئی تصدیق کی خواہش نہیں ہے تو ہم بھی کسی Scott's Emulsion (تصغیر) کے لیے مجبور نہیں ہیں۔ ہم بڑا دل کر کے یہاں آئے تھے لیکن آپ اس معاملہ کو دیکھنا چاہتے ہیں تو ضرور دیکھیں۔ ہم بھی اسٹینٹ کا وہ اب تقریباً دس گئے۔"

ایاز حیدر ان کی بات کو سن کر اس میں اپنی لڑی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عباس نے ان کی پیروی کی۔ چیف فسطی انہیں روکنے کی کوشش کی۔

"ایاز حیدر! آپ بیٹھ جائیں۔ میں نے آپ لوگوں کو صرف آٹے ماننے کے لیے لیں بلوایا تھا میں آپ کا انتظار کرتا ہوں۔"

عباس نے آپ کی قدر کرتا ہوا اور آپ کی مرضی کے خلاف یہاں سے جانے کا تشہر بھی نہیں کر سکا۔ عمر میری اور عباس کی یہاں میز ہو گئی۔ کتنی پہلے اور بے مقصد ثابت ہو رہی ہے۔ آپ کو مجھ ہی رہے ہیں۔ پھر آپ اسے جانے دیں جب انہیں معاملہ ختم کرنے کی خواہش ہو تو آپ ہمیں کل کر لیں ہم حاضر ہو جائیں گے۔"

ایاز حیدر نے بڑے مہذب انداز میں کہا چیف فسطی نے اس بار انہیں روکنے کے بجائے سر کے اشارے سے ان کو جانے کی اجازت دے دی۔

"میں بھی ان لوگوں کے ساتھ کوئی مسئلہ منٹ نہیں کروں گا۔ اب صرف جنگ ہوگی میں کورٹ میں جاؤں گا۔ میں یہاں کے سامنے تمام حق لاؤں گا اور مجھے انصاف نہیں ملا تو پھر میں بھی وہی جھگڑا استعمال کروں گا جو تمہارے بیٹے کے لیے۔"

جنس نیاز نے بلند آواز میں ایاز حیدر سے کہا۔

ایاز حیدر اور عباس چلے چلے ایک لمحہ کے لیے رک گئے پھر عباس نے بڑے پرسکون آواز میں کہا۔

"آپ اپنا شوق ضرور پورا کریں۔ یہ آپ کا حق ہے اور قانونی جنگ کوئی آپ سے بہتر تو نہیں لڑ سکے گا۔" وہ دونوں باہر نکل گئے۔

یہ عالم شوق کا دیکھنا جائے

وہ بہت سے باخدا دیکھنا جائے

گلوکارہ کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ یہاں غزل کے ہر بول کے ساتھ اپنے سرو میں رہے تھے۔ علیحدہ نائب ہائی کے ساتھ۔ غزل کو سن رہی تھی۔ یہ ظاہر ہو سکتی ہے جو غزل تھی۔ اگر وہ یہی طور پر گونج رہی ہو تو شاید اس وقت باقی سب لوگوں کی طرح ہی عمر کی سے کافی جانے والی عمر کو مراد رہی ہوگی مگر اس نے وہی لہجہ کے ساتھ ہی غزل کو سراہا۔

ہر فی غزل کے ساتھ محفل کا رنگ جتنا جانا تھا۔ اس کا دل اور اچھا ہوا جانا تھا۔ لوگوں کی۔ فریادیں طبع

اپنے ایک دوسرے کے ساتھ گلوکاروں کے پاس پہنچنا شروع ہوئی تھیں۔ ایک کافی سہولت ہماری تھی۔ علیحدہ علیحدہ مائیکسنگ ہونے لگی۔ کچھ دنوں اور ایک ماہ کی مدت میں یہ بھی اور کافی مائیکسنگ ہو کر اٹھا کر کمری ہو گئی۔ کمرے دوسرے سے پہلے اس نے اپنے بائیں جانب تھی ہوئی سبیلہ آئی کے کون میں سمورے مائیکسنگ کر رہی تھی۔

”میں بکھر رہی تھی۔ ہمارا بیوی بولتا۔۔۔ توڑی دیر بعد آجاس گئی۔“ سبیلہ آئی نے منہ ہلایا۔ وہ بری طرح غزل سے متکونہ رہی تھی۔ علیحدہ علیحدہ مائیکسنگ ہونے لگی۔ ایک ہفتہ میں کافی مائیکسنگ ہو گئی۔ باہر کی طرف مٹی مٹی۔ مہنگی مٹی۔ ہمارا اور وہ۔۔۔ ایک دوسرے سے ایک دم قدرے تاریکی اور خاموشی میں آکر اس کے بائیں جانب مائیکسنگ شروع ہو گئی۔ مہنگی مٹی۔ ہمارے ہونے لگی تھی اس نے اپنی طرح ہاتھ اور لوگوں کو بھی کافی مائیکسنگ کے ساتھ ساتھ ہاتھ یا ہر سو ہوا۔ یہاں میں اور اس میں فرق صرف یہ تھا کہ وہ اپنی تھی۔ کافی کے گھونٹ لیتے وہ وہاں بیٹھ گئی۔ ان کے علاوہ اس نے باقی لوگوں سے خاصا دور جانے کی کوشش کی۔ وہ اس وقت وہاں تھی۔ وہ وہاں سے نہیں جاتی تھی۔

اسلام آباد میں اس کے چند ماہ کے قیام نے اسے ایسا زور اور سبیلہ کے ساتھ مائیکسنگ میں خاصا متاثر کیا تھا۔ اور اس وقت بھی بھورین میں تقریباً کوئی سب لوگ موجود تھے۔ جنہیں وہ اسلام آباد کی مختلف تقریبات میں ملتا کرتی تھی۔ ان کی میزبانی میں بیٹھے وہ دور تاریکی میں بیٹھ گئی۔ وہ چند لمحوں اور ان پر نہیں نہیں ٹھہرائی رہا شیوں کو دیکھنے لگی۔

اسے وہاں بیٹھے کھڑی رہی دیر ہوئی تھی۔ اس کے بہت دور سے کسی کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ بہت دور سے اسے پہچان نہیں پاری تھی۔ مگر اسے والے کار خیر کے۔ اس کی سمجھنا اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی تسلیم کر لی تھی۔ اپنی توجہ مرکوز رکھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اس کے بہت قریب آجاس۔ اس نے اسے پہچان لیا۔ وہ چند ابراہیم تھا۔

جنید سے اس کا پہلا تعارف وہیں بھورین میں ہوا تھا۔ وہاں ہر کے قریب سبیلہ کے ساتھ وہاں پہنچی تھی۔ وہاں ہر کے کھانے کا انتظام کلب کی طرف سے تھا۔ ہونے کے کلب میں ہونے کے لئے وہ بھی سبیلہ کے ساتھ گئی تھی۔ سبیلہ کلب میں جاتے ہی لیڈر کلب کی وہاں پہلے سے موجود بہت سی خواتین کے ساتھ گفتگو اور خوش گپوں میں مصروف تھیں۔ علیحدہ علیحدہ اپنی پلیٹ میں کچھ کھا رہا اور ایک خالی میز پر جا کر بیٹھ گئی۔

اسے کھانا کھاتے ہوئے ابھی کچھ ہی دیر تھی جب سبیلہ اس کی طرف گئیں۔ ان کے ساتھ ایک درازہ فوجی بھی تھا۔

”جنید! یہ سبیلہ جس کا میں ابھی توڑی دیر پہلے ذکر کر رہی تھی۔“

سبیلہ آئی نے قریب آتے ہی بڑی بے تکلفی سے جنید نامی اس شخص سے علیحدہ کا تعارف کروایا۔ علیحدہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک پلیٹ میں رکھ دیا اور کچھ حیرت سے اس کے ساتھ بیٹھ جائے کی ہو لگی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ تھا۔

”اور علیحدہ! یہ جنید ابراہیم ہے۔ ہمارے بہت ہی اچھے جاننے والوں کا بیٹا ہے۔ آرنکلیکٹ ہے۔ میں جنہیں اس کے ساتھ دیکھ کر اسے پکڑ کر لاتی ہوں تاکہ تمہیں تمہیں دے۔ میں اس کی کچھ دیر مسروف ہوں۔“ سبیلہ آئی نے بڑی بے تکلفی کے ساتھ کہا۔

وہیں کوئی بات۔ نہیں کلب بہت آرام سے ہیں۔ اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سبیلہ آئی کو یقین دلایا۔

سبیلہ آئی مسکراتی ہوئی اس کی طرف مٹی مٹی۔ علیحدہ علیحدہ مائیکسنگ کر رہی تھی۔ وہاں ہر کے کھانے کا انتظام کلب کی طرف سے تھا۔ ہونے کے کلب میں ہونے کے لئے وہ بھی سبیلہ کے ساتھ گئی تھی۔ سبیلہ کلب میں جاتے ہی لیڈر کلب کی وہاں پہلے سے موجود بہت سی خواتین کے ساتھ گفتگو اور خوش گپوں میں مصروف تھیں۔ علیحدہ علیحدہ اپنی پلیٹ میں کچھ کھا رہا اور ایک خالی میز پر جا کر بیٹھ گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ اس کے بہت قریب آجاس۔ اس نے اسے پہچان لیا۔ وہ چند ابراہیم تھا۔

جنید سے اس کا پہلا تعارف وہیں بھورین میں ہوا تھا۔ وہاں ہر کے قریب سبیلہ کے ساتھ وہاں پہنچی تھی۔ وہاں ہر کے کھانے کا انتظام کلب کی طرف سے تھا۔ ہونے کے کلب میں ہونے کے لئے وہ بھی سبیلہ کے ساتھ گئی تھی۔ سبیلہ کلب میں جاتے ہی لیڈر کلب کی وہاں پہلے سے موجود بہت سی خواتین کے ساتھ گفتگو اور خوش گپوں میں مصروف تھیں۔ علیحدہ علیحدہ اپنی پلیٹ میں کچھ کھا رہا اور ایک خالی میز پر جا کر بیٹھ گئی۔

اسے کھانا کھاتے ہوئے ابھی کچھ ہی دیر تھی جب سبیلہ اس کی طرف گئیں۔ ان کے ساتھ ایک درازہ فوجی بھی تھا۔

”جنید! یہ سبیلہ جس کا میں ابھی توڑی دیر پہلے ذکر کر رہی تھی۔“

سبیلہ آئی نے قریب آتے ہی بڑی بے تکلفی سے جنید نامی اس شخص سے علیحدہ کا تعارف کروایا۔ علیحدہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک پلیٹ میں رکھ دیا اور کچھ حیرت سے اس کے ساتھ بیٹھ جائے کی ہو لگی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ تھا۔

”اور علیحدہ! یہ جنید ابراہیم ہے۔ ہمارے بہت ہی اچھے جاننے والوں کا بیٹا ہے۔ آرنکلیکٹ ہے۔ میں جنہیں اس کے ساتھ دیکھ کر اسے پکڑ کر لاتی ہوں تاکہ تمہیں تمہیں دے۔ میں اس کی کچھ دیر مسروف ہوں۔“ سبیلہ آئی نے بڑی بے تکلفی کے ساتھ کہا۔

اس سے پہلے کہ وہ اس کے بہت قریب آجاس۔ اس نے اسے پہچان لیا۔ وہ چند ابراہیم تھا۔

جنید سے اس کا پہلا تعارف وہیں بھورین میں ہوا تھا۔ وہاں ہر کے قریب سبیلہ کے ساتھ وہاں پہنچی تھی۔ وہاں ہر کے کھانے کا انتظام کلب کی طرف سے تھا۔ ہونے کے کلب میں ہونے کے لئے وہ بھی سبیلہ کے ساتھ گئی تھی۔ سبیلہ کلب میں جاتے ہی لیڈر کلب کی وہاں پہلے سے موجود بہت سی خواتین کے ساتھ گفتگو اور خوش گپوں میں مصروف تھیں۔ علیحدہ علیحدہ اپنی پلیٹ میں کچھ کھا رہا اور ایک خالی میز پر جا کر بیٹھ گئی۔

اسے کھانا کھاتے ہوئے ابھی کچھ ہی دیر تھی جب سبیلہ اس کی طرف گئیں۔ ان کے ساتھ ایک درازہ فوجی بھی تھا۔

”جنید! یہ سبیلہ جس کا میں ابھی توڑی دیر پہلے ذکر کر رہی تھی۔“

سبیلہ آئی نے قریب آتے ہی بڑی بے تکلفی سے جنید نامی اس شخص سے علیحدہ کا تعارف کروایا۔ علیحدہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک پلیٹ میں رکھ دیا اور کچھ حیرت سے اس کے ساتھ بیٹھ جائے کی ہو لگی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ تھا۔

ہوتی۔
"میں ایسا نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں کہ مجھے کہنی دینے کے لیے سبیلہ انجی کے کہنے پر آئے ہیں۔"

اس نے اپنی سخت مٹانے کے لیے کہا۔
"مگر آپ کو اپنی ضرورت ہی میں تھی۔" وہ مسکرایا۔

"یہ اندازہ آپ کے لیے لگایا؟"

"آپ نے وہ سبیلہ آئی سے کہا تھا کہ آپ کہنی کے بغیر بھی آرام سے ہیں۔" اس نے کچھ دیر پہلے کہا تھا۔
"اعلیٰ کا جملہ۔ ایسا۔ اسے سمجھتے ہو گئی۔ اسے کہا کہنا چاہیے اور وہی طور پر کچھ بھی اس کے ماتل میں نہیں

تھا۔
"یہاں اپنا کھانا تقریباً ختم کر رہا تھا۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔ آپ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ صبح کی

پیش تر جلی کر کے وہاں سے پہلی کیوں نہیں لیتی؟ اسے وضاحت کی ضرورت تھی کہ یہی۔
"آپ کچھ پریشان ہیں؟" اعلیٰ نے اسے دیکھ کر کہا۔

"نہیں کیوں؟ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" وہ نرم سے ہوئی۔ "آپ کا چہرہ آپ کے اندر کی کیفیت کا متغیر ہے۔
آپ مجھے پریشان لگی ہیں تو میں نے کہا ہے۔"

جس نے نرمی سے کہا وہ اب نہیں سمجھتی۔ "tell tale quality" "نمر کے بعد وہ دوسرے
تھیں۔ قہار جس نے اس سے یہ بات کہی تھی۔
"یہ سچا چہرہ واقعی ایک آئینہ بنا جا رہا ہے۔ میں اپنی کسی ذہنی کیفیت کو پہچان نہیں پاتی۔" وہ دل میں

پریشان ہوئی۔
"کھانا ختم کرنے کے بعد صند وہاں رکھا نہیں چلا گیا۔ اس کی دیر تک وہیں بیٹھی اس کے منظر پر غور کرتی رہی۔
اور اب وہ ایک بار پھر ان کے سامنے تھا۔

ایاز حیدر اور عباس کے باہر نظر میں جنس نیاز نے مشتعل انداز میں چپ فمٹ سے کہا۔ "وہاں
آپ نے اس شخص اور اس کے بیٹے کا پتہ لیا؟"

چیف فمٹ نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر جنس نیاز نے ان کی بات نہیں سنی۔
"اور آپ نے مجھے اس شخص کے ساتھ سیٹل منسٹر کے لیے بلایا تھا۔"

"نیاز صاحب! آپ۔" جنس نیاز نے ایک بار پھر ان کی بات کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔
"اس شخص نے مجھ پر من گھڑت الزامات کی بھرمار کر دی۔ مجھے ایک میل کرنا چاہتے ہیں یہ دونوں باپ بیٹا۔"

اس بار چیف فمٹ بالآخر اپنی بات سمجھنے میں کامیاب ہو گئے۔
"نیاز صاحب! آپ نے ان کی بات نہیں سنی۔ تم ازم میری بات تو سنیں۔ مجھے تو کچھ کہنے کا موقع دیں۔"

چیف فمٹ نے اس میں کئی اور ترشی نمایاں کی۔ جنس نیاز ہونٹ پیچھے ہٹے ہوئے اٹھیں۔
"میں اگر یہ چاہتا ہوں کہ آپ دونوں کی سیٹل منٹ ہو جائے تو یہ میں آپ کے لیے کر رہا ہوں۔ ایاز حیدر کے

لیجے میں۔" چیف فمٹ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ اگر ایاز حیدر یا عباس نے
کسی بھی طرح اس امکان فعل کی قیادت پر پس تک پہنچا دیں تو آپ کی فیملی اور خود آپ کا نام کتنا زراں ہو جائے

گا۔ آپ کا گھر وافر لگ جائے گا۔"
"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ کو بھی اس شخص کی بکواس پر یقین آ گیا ہے کہ میرے بیٹے نے۔" جنس نیاز

نے بے اختیار مشتعل ہو کر کہا۔
"نیاز صاحب! بات یقین کی نہیں ہے۔ بات ان ثبوت اور حقائق کی ہے جو میرے سامنے ہیں۔ آپ کے بیٹے

نے واقعی ایسی حرکت کی تھی کہ چیف فمٹ نے جنس نیاز کی بات کاٹنے ہوئے اپنی سنجیدگی سے کہا۔
"میرے بیٹے نے۔" جنس نیاز نے ایک بار پھر ایاز حیدر کے ہاتھ کی کوشش کی۔

ایک بار پھر کاٹ دی۔
"چیف فمٹ! میں لیتے ہیں کہ آپ کا بیٹا ہے قصور تھا اس نے کچھ بھی نہیں کیلئے۔ بھی مان لیتے ہیں کہ آپ نے

اس کی بجائے کو انوار کرنے کی کوشش کی نہ ہی اس کے گھر پر حملہ کروایا۔ تو پھر اس صبح سے یا فوراً پتہ لگے۔
اس معاملہ کو پہلے تو آپ اور پھر بھی کرنا پڑے گا۔ ایاز حیدر کے ساتھ آپ جھگڑا کرتا رہا جس کے

ی نقصان پہنچے گا۔ آپ اس کی دشمنی افروز نہیں کر سکتے۔" چیف فمٹ نے ہرست ہرست ان کے سامنے حقائق
رکھنا شروع کر دیے۔
"جیوں میں افروز کر سکتا۔ کچھ کروں گا میں۔"

"جیوں میں یا جس نہ کریں نیاز صاحب! آپ فوج ہیں۔ اس ملک میں قانون اور انصاف کے نظام کو کوئی
آپ کے سر نہیں سمجھ سکتا۔" چیف فمٹ نے انہیں ٹوک دیا۔
"آپ نے کتنے حال بھائیوں کے آپ اس کیس کے پیچھے اور عدالت ثبوت ملاتی ہے۔ گواہ بھی ہے۔ یہ دونوں کہاں

سے لائیں گے؟"
"مگر مجھے اس کی ضرورت ثبوت نہ ملے تو میں بھی جھوٹے گواہ اور ثبوت لے لوں گا۔ آپ نے خودی مٹا دی
میں جی ہوں۔ عدالت کے نظام کو مجھ سے بہتر کون جانتا ہے۔" جنس نیاز نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں۔" آپ نے گریس کے مریہ ثبوت اور گواہ استعمال کس کے خلاف کریں گے۔ ایاز حیدر ایک واحد
شخص ہے ایک پورے گروپ کا لیڈر ہے۔ مجھ پر پہلے ہی کہاں کہاں سے پھر کر رہا ہے۔ آپ کو اندازہ

نہیں ہے کہ میں ان لوگوں کو resist (مراست) نہیں کر سکتا۔" چیف فمٹ نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے
کہا۔

"مجھے بھی ایسا چاہا ہو رہی ہوئی ہے اور میں اپنے خلاف کوئی حمار کھانا نہیں چاہتا۔ آپ ایاز حیدر کو اچھی
لمحہ جانتے ہیں وہ ہر چیز کا استعمال کرنے کا ماہر ہے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کے الٹے گوشوں میں پریشان

نار ہو کر چاروں رنگ اور رنگ اور میری پادری کو نقصان پہنچے۔ ہم نے ان لوگوں کے ذریعے آ کر اپنے غلط اور جھوٹا
کار کرانے میں تو پھر نہیں۔ اسے نہیں سمجھ لینی چاہیے کہ وہ آنگلیں اور منہ صرف اسی وقت تک بند رکھتے ہیں

جب تک ہم ان کی قسم بیچ رہے ہیں۔
"نہیں۔" وہ بات یہ دیکھ کر کہ آپ اس حد تک ایاز حیدر سے خوفزدہ ہیں۔ مگر میں اس سے خوفزدہ

نہیں ہوں۔ اگر آپ کے پاس ایک پورے گروپ ہے تو میرے پاس بھی پولیشکل سپورٹ ہے میں اسے اس کے
خلاف استعمال کروں۔"

"میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں صرف سمجھ اوری سے ڈھٹ رہا ہوں۔ اسی سمجھ اوری سے جس کا مظاہرہ
آپ کر رہے ہیں کیا ہے۔ اگر آپ کے پاس پولیشکل سپورٹ ہے تو اس کے پاس بھی ایک پورے گروپ ہے۔

میں چاروں اخبارات میں بیانات دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔"
"میں کا قسم کی طرح ہر بات نہیں ہوں۔" جنس نیاز اب بھی اپنی بات پر اڑے ہوئے تھے۔

"مذہبی اور سمجھ اوری میں فرق ہوتا ہے۔ قاسم نے بڑی کامیابی سمجھ اوری کا ثبوت دیا۔ یہاں تو اس کا چلا گیا وہ تو
آپ نہیں سمجھتا چاہے کچھ بھی کر لے۔ مگر انکم ٹیکس کی قلم خور لکھوا کر وہ اپنا پرکس کیوں نہ کر رہا ہے۔ ہاں وہ تو

فیصلہ کرنے میں بھی آپ سے معذرت نہ کر لیں کہ انہوں نے اپنا جملہ اثاثہ بھجوا دیا ہے اور وہ اس کیس کی جی بی بی
کرنا نہیں چاہتے۔ یقیناً یہ کئی انہوں نے انہیں سوچے مجھے تو نہیں کیا ہو گا۔ مجھے نہ کچھ تو چاہی ہو گا انہوں

چیف منسٹراب بدھو کر انہیں سب کچھ بتاتے جا رہے تھے۔
 "میں چاہتا ہوں آپ بھی ایسی ہی سوچ بوجھ کا مظاہرہ کریں پریس میں شائع ہونے والی خبروں سے آپ کو یہ اندازہ ہو جیو گیا ہو گا کہ ایاز حیدر کس حد تک جا سکتا ہے۔ اب جب وہ آپ کے بیٹے کے بارے میں یہ سارا مواد پریس کو دے دے گا تو پریس کیا شور مچائے گا۔ آپ کو اس کا اندازہ ہونا چاہیے۔"

جسٹس نیاز چیف منسٹر کا منہ دیکھتے رہے۔
 "بھی تو اسے اپنی فیملی کی عزت اور ساتھ کا احساس ہے اس لیے وہ اصل تفصیلات نہیں بتا رہا اخبارات تک نہیں پہنچا رہا اگر اس نے ایسا کر دیا تو آپ کو اپنے بیٹے اس کے گروہ اور اس کی حرکات کے حوالے سے کتنے سوالات کا جواب دینا پڑے گا آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

ایاز حیدر آپ کے ساتھ واقعی اچھی ذہنی کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اس کے بیٹے اور بھتیجے کے خلاف انکو لائی وائر مار کر دیں اور اس کیس کو ختم کر دیں تو وہ سپریم کورٹ کا جج بنانے کے لیے آپ کے لیے لائینگ کرے گا اور اسے حکومت اور عدلیہ کے حلقوں میں جتنا اثر و رسوخ حاصل ہے یہ کام اس کے لیے بالکل مشکل نہیں ہو گا۔
 "میں اپنے بیٹے کے قتل کا سوچا کر لوں۔ آپ یہ چاہتے ہیں؟ جسٹس نیاز نے ایک بار پھر غصے میں کہا مگر اس بار ان کی آواز پہلے کی طرح بلند نہیں تھی۔

"میں آپ کو مجبور نہیں کرتا۔ آپ اپنے آپشنز کو دیکھ لیں۔ اگر کوئی اور بہتر صورت حال نظر آتی ہے تو وہ اختیار کر لیں۔ مگر میرے خیال میں اس سے بہتر موقع آپ کے پاس نہیں ہے آپ اپنے بیٹے کے لیے اپنا کیا کرنا تو اور نہیں لگا سکتے؟"

جسٹس نیاز اس بار ان کی بات کے جواب میں خاموش رہے۔ چیف منسٹر کو ان کے ہاتھوں سے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ اپنا انکو کھو رہے ہیں۔ شاید وہ اب اپنی پارٹی کے عمل کے نتائج پر غور کر رہے تھے جو چیف منسٹر نے ان کے سامنے رکھے تھے۔

"ایاز حیدر اور اس کی فیملی کے لوگوں کو ہر پھر سے لکھنا آتا ہے مگر آپ اور میں اتنی جا بیاں نہیں لے سکتے بہتر ہے ایک باعزت میٹلنٹ کے ساتھ اس معاملہ کو ختم کر دیا جائے۔" چیف منسٹر کا لہجہ اور مستحکم ہونا بجا رہا تھا۔

"کون سی میٹلنٹ؟ میری خاموشی کے عوض صرف سپریم کورٹ کی ایک سیٹ۔" جسٹس نیاز نے کچھ ہونے میں کہا۔

"تو آپ کیا چاہتے ہیں؟ سپریم کورٹ کا جج بننا کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔"

"میرے لیے معمولی ہی ہے۔ میں جو کچھ گوارا کر رہا ہوں۔ وہ ایسے بہت سے عہدوں سے بہتر ہے۔"

"میں عباس کو چھٹی پر بھجوا دیتا ہوں اگرچہ ایاز حیدر اس پر بھی ناراض ہو گا مگر میں معاملہ سنبھال لوں گا۔ آپ اور کوئی ڈیمانڈ بھی کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔ میں ایاز حیدر تکسہ و ڈیمانڈ ز پینچا دوں گا۔"

"مجھے ایاز حیدر سے کچھ نہیں چاہیے۔ مگر مجھے آپ سے یہ گارنٹی چاہیے کہ مجھے واقعی سپریم کورٹ میں بیٹھ مل جائے گی۔ میں اس سلسلے میں واضح یقین دہانی چاہتا ہوں۔"

"آپ کو میں زبان دیتا ہوں۔ مجھ پر بھروسہ ہونا چاہیے آپ کو۔ آپ کے ساتھ کیا جانے والا وعدہ ہر صورت میں پورا کیا جائے گا۔" چیف منسٹر نے انہیں یقین دلایا۔

"یہ تو وقت بتائے گا۔" جسٹس نیاز نے ایک طویل سانس لی۔ ان کے پورے وجود سے اب شکست خورگی عیاں تھی۔



"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ میوزک کو اتنا ناپسند کرتی ہوں گی۔" وہ اب اس کے قریب آئے ہوئے بیٹے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔
 "آپ کا اندازہ ٹھیک نہیں ہے میں میوزک کو قطعاً ناپسند نہیں کرتی۔" علیزہ نے اس کے تبصرے پر مسکرا کر کہا۔

"پھر اس وقت یہاں آپ کی موجودگی کیا ظاہر کر رہی ہے؟" وہ اس کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا۔
 "میں کچھ دیر خاموشی میں بیٹھنا چاہتی تھی اس لیے باہر نکل آئی۔" اس نے وضاحت کی۔
 "پھر تو شاید میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا؟" اس کا لہجہ اس بار معذرت خواہانہ تھا۔
 "نہیں ایسا نہیں ہے۔"

"میں کچھ سوچ سکتا ہوں یہاں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" علیزہ نے خوش دلی سے کہا۔
 "اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک وہ دونوں خاموش رہے پھر اس خاموشی کو ایک بار پھر منیر نے ہی توڑا۔

"آپ کو خاموشی رہنا اچھا لگتا ہے؟" وہ اس کے سوال پر کچھ حیران ہوئی۔

"جی نہیں۔"

"مجھے اچھا لگتا ہے۔"

"خاموشی رہنا؟"

"ہاں۔"

"اس سوال کا؟" علیزہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔
 "نہیں بھی اپنا۔"

علیزہ نے غور سے اسے دیکھا۔ "مگر آپ خاموش تو نہیں رہتے۔"

جینیٹک دم ٹھکانا کر فیس پڑا۔ "آپ کو لگتا ہے کہ میں بہت باتیں کرتا ہوں؟" وہ جیسے اس کے تبصرے پر پوری طرح غفلت ہوا تھا۔

"بہت نہیں کرتا میں تو کہتا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "مجبوری ہے۔ خود بہت تو بولنا پڑے گا مجھے بالکل خاموش رہ کر تو کام نہیں چلے گا۔"

علیزہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ صرف مسکرائی۔

"یہاں پہلے کبھی آئی ہیں؟"

"ہاں چند بار۔"

"کیسی لگی یہ جگہ؟"

"اچھی ہے۔"

"صرف اچھی؟" وہ حیران ہوا۔

"آپ کے پاس کوئی superlatives (بہترین اصطلاح) نہیں ہیں اس جگہ کے لیے؟"

علیزہ نے تندرھے اچ کاٹے۔
 "نہیں بہت اچھی ہے۔"

مجھے کوئی پریشانی ہو، مگر وہ پھر بھی فکر مند ہیں بالکل رواقی ماں ہیں وہ۔" وہ مسکراتا ہوا کہتا گیا۔
 علیزہ نے اسے رشتہ سے دیکھا۔ "آپ کی ایسی بہت محبت کرتی ہیں آپ سے؟"
 "ہاں خاصی۔" علیزہ نے نوٹ کر لیا۔
 "آپ کو آپ کے عزیزوں سے کب سے ملے؟"
 "ہاں فریڈز بھی۔ کزنز بھی کچھ کو سیکر بھی۔"

"آپ بہت سوشل ہیں؟"
 "بہت زیادہ ہیں۔ مگر میرا سوشل سرکل پھر بھی وسیع ہے۔" علیزہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 "آپ بہت خوش قسمت ہیں۔" اس نے چند گھنٹوں کی خاصوشی کے بعد علیزہ سے کہا اسے واقعی جینے پر دلگذا
 رہا تھا۔ علیزہ نے اس کی بات پر مسکراتا ہوا اسے بڑے غور سے دیکھا۔
 "آپ کل کہا تھا کہ اس کی سیر سے ساتھ؟" علیزہ نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا۔
 "میں برقعہ ڈالنے کے سلسلے میں ہی دعوت دے رہا ہوں آپ کو۔" علیزہ نے جلدی سے وضاحت کی۔ "اگر
 میرے ساتھ چل کر گریں تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔"
 وہ اسے سانس نہ کرنا چاہتی تھی مگر وہ ایسا نہیں کر سکی۔ زیر محسوس طور پر اس نے جینے کی بات پر مسکرائی۔
 جینے کا اختیار مسکرایا۔

"تھینک یو۔" علیزہ نے محسوس کیا جیسے وہ اس آفر کو قبول کرنے پر خوش تھا۔
 "اس کے بعد آپ چاہیں تو کل رات بھی ہم ٹیم ٹینس ڈاک کر سکتے ہیں۔ یا پھر میں آپ کو شام کو ہانکھیں پر لے
 جا سکتا ہوں۔ آپ آجیں اسلام آباد کو بجا رہی ہیں؟"
 علیزہ کو کچھ حیرت سے رنگ کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اس طرح شیڈول طے کر رہا تھا جیسے دونوں کی بہت رانی ہوں
 لیجان ہو۔ اس کے انداز میں وہ تھا وہ بے تکلفی نہیں تھی۔ کچھ اوجھل تھا۔ شاید اپنا تینت یا پھر وہ اسے کوئی نام نہیں
 دے سکتی تھی۔
 "پر وہ بڑا۔" کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے جینے سے کہا۔ وہ ایک بار پھر ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

"ہم لوگ پانچ۔ بن بھائی ہیں۔ میں دو سرے نمبر ہوں۔ ایک یمن، آٹھ سے بڑی ہیں۔" اگلے دن علیزہ نے اسے
 بتا رہا تھا۔ "دو سرے بھائی سب سے چھوٹا ہے۔ خاصی رواقی، تم کی فیملی ہے ہماری۔" وہ "تم آواز میں مسکراتے
 ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سیر ہی بڑی یمن کی شادی ہو چکا ہے وہ اسلام آباد میں ہی ہوتی ہیں۔ میری فیملی لاہور میں ہے میں لگی رہی
 اپنے باپ کی خدمت میں کام کرتا ہوں۔ میرے باپ بھی آرکشیٹیکٹ ہیں۔"
 وہ کہنا نہ چاہتا تھا۔ اس کی باتیں متنی رہی تھیں کی نسبت آج اس کا ڈپریشن تھا۔ اکہم ہو چکا تھا اور وہ انداز
 نہیں کر پاتا تھی کہ اس میں جینے کا کتنا ہاتھ تھا۔

اس دن پانچ پر ان دونوں میں خاصی طویل گفتگو ہوئی اور علیزہ کو احساس ہوا کہ جینے اور اس کی بہت سی عادی
 ایک ہی تھیں۔ وہ بہت شائستہ اور انیس مزاج کا مالک تھا۔ اپنی عمر کے عام نوجوانوں۔ گے برعکس وہ خاصی
 پیچیدہ و صوفی رکھتا تھا۔ وہ ہنسے سے تلے انداز میں گفتگو کرتا تھا۔
 وہ اس سہ پہر کو اس کے ساتھ ہانکھیں کے لیے بھی گئی۔

جینے ایک بہت اچھا فوٹو گرافر بھی تھا۔ علیزہ کو اس وقت نہ شکوار حیرت ہوئی جب اس نے کیمرا سے ہونے
 باز ہوا اپنے کیمرو سے علیزہ کی کوئی تصویر نہیں لی، البتہ خود اس کے کیمرو سے کچھ بہت اچھے منظر کے علاوہ علیزہ

کی بھی چند تصویریں لیتے ہوئے تھیں۔

"مجھے اس سے ہے کہ آپ اس رات کو وہاں اور پٹ کر آئیں گی تو آپ کو احساس ہو گا کہ میں صرف اپنا
 رات کو وہاں کے پاس بھرتے رہے جینے کے طے کیے ہوئے شیڈول کے مطابق۔
 پھر اگلی صبح وہ اسے اور سچلے کو خدا حافظ کہنے بھی گیا۔

"اچھا لڑکا ہے جینے۔" علیزہ نے وہاں ہی پر راستے میں گاڑی میں اس سے کہا۔
 "ہاں۔" اس نے مختصر جواب دیا۔
 "تمہارا اچھا وقت گزار کیا اس کے ساتھ۔ مجھ سے تمہاری تعریف کر رہا تھا۔" علیزہ نے مسکراتے ہوئے
 اسے بتایا۔ وہ جواباً "مسکرائی۔"

"اگر بہت اچھا وقت گزارا میرا اس کے ساتھ۔"

ابت کر وہ آگاہی دے۔ "مجھ سے ایک اور تعریف کیا۔"

"آپ اس کی فیملی کو کب سے جانتی ہیں؟" علیزہ نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے سوال کیا۔
 "جانتی ہوں۔" علیزہ نے مختصر جواب دیا۔ پھر کہا۔

"تمہارا چاہو کی اس کے گھر والوں سے؟"

"نہیں۔" علیزہ نے کڑواہٹ لگی۔ "میں کیوں ملنا چاہوں گی۔"

"بہتے لوگ ہیں۔"

"ہاں جینے سے مل کر اس کا اندازہ ہوتا ہے مگر مجھے جینے کو کچھ گریٹ عجیب محاسن ہوتا رہا۔"

علیزہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ "عجیب محاسن؟"

"ہاں مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں نے اسے پہلے ہی کہیں دیکھا ہے۔ یا اس کی گواہی ہے۔ اس کا نام کسی
 مجھے بہت شامساگ تھا۔ بہت سوچنے کے باوجود بھی مجھے یاد نہیں آیا کہ میں نے اسے کہاں دیکھا ہے۔" علیزہ نے
 پوچھنا شروع کیا۔

"اگر جینے نے تم سے ایسا کچھ کہا؟"

"نہیں اس نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔" علیزہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تو پھر یہ تمہارا وہم ہو گا۔" لاض لوگوں کی شکل ہمیں ویسے ہی شامساگ لگتی ہے۔" علیزہ نے الجھے ہوئے انداز میں
 کہہ کر اسے اچانک کر دی۔

"شاید ہو سکتا ہے۔"

♥ ♥ ♥ ♥

بحور بن سے واپسی کے بعد تیسرے دن وہ لاہور چلی آئی۔ ناٹو ایس اپنے گھر شفٹ ہو چکی تھیں۔ مگر کی بیوی
 دیوار درگت کی نئے سرے سے تزئین و آرائش کر دی تھی۔ ٹھیک ٹھیک بریلی فلٹر نے علیزہ کو پھر اس رات کی
 یاد دلائی۔ وہ کچھ دیر گیت پر موجود جو کچھ اکر کا حال احوال دریافت کرتی رہی۔

پھر اندر آکر اس نے سب سے پہلی کال شہلا کو کی۔

"میں ابھی آئی ہوں شہلا کی طرف۔"

اس نے علیزہ کی گواہی سے ہی کہا۔ علیزہ نے فون بند کر دیا۔ وہ جانتی تھی وہ آدھ گھنٹے کے بعد وہاں موجود ہو
 گی۔

اور ایسا ہی ہوا اور اس وقت لاٹو کی بیوی شہلا کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھی جب شہلا آگئی۔

رات کے تھکے دو دونوں باتیں کرنے میں مصروف رہیں۔ اس کے ہالے کے بعد وہ اپنے کمرے میں موٹے کے لیے

”میں نے تم سے۔۔۔ حسن پوچھا۔۔۔ کہ وہ اور پوچھا ہے۔“
 ”انکار نہیں کرتی کہ وہ اس شادی کے بارے۔۔۔ میں۔۔۔ کچھ نہیں سہا۔۔۔“
 ”نہیں، نہ سہا، نہ بار، نہ بھیجی اور انکس کیا۔۔۔“

”جس سوال کا جواب آپ جانتی ہیں وہ مجھ سے کیاں کر رہی ہیں؟“ اس بار اس کی آواز میں واضح فکری

تھوڑی سی تھک چکی تھی۔
 ”میرے بھائی! میں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔“ اس کی کواڑ میں لڑنے لگی تھی اب اس نے اپنے آپ کو ہاتھ پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔
 ”تو اپنی سیر سے سانسے جروڑ سہمے، وہاں کوئی شے کوئی چیز تو نہیں ملے گی۔“ اس نے کہا۔
 ”جیسے عمر کے بچے پر تو دل کے بارے میں بات کیوں نہیں کرتیں۔“ لیکن میں جانتی ہوں۔“ کہ یہ میری عمر کے بچے کی عمر کے بچے کی بات ہے۔
 ”میرے بھائی! میں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔“ اس نے کہا۔
 ”تو اپنی سیر سے سانسے جروڑ سہمے، وہاں کوئی شے کوئی چیز تو نہیں ملے گی۔“ اس نے کہا۔

"اس کے باوجود کہ..." ہانوں نے اپنی بات اس قدر ہی سہی کر دی۔
 "ہاں! میں کیا کر رہی ہوں۔ آپ جانتی ہیں۔ میں شہادت پسند ہونے کی کوئی شش نہیں دیتی ہوں۔" وہ اچھل کود
 کرتے ہوئے، کسی "میں کو شش کر رہی ہوں کہ زندگی کو مگر کے بغیر گزارنا سیکھ چکا ہوں۔ مگر یہ بہت مشکل ہے۔"
 سنکر انکی... مگر اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔
 "صداست ایسا لڑکا ہے۔" ہانوں نے، موصوفہ اپنے لیے کی کو شش کی۔

لاؤں میں پندرہ خاتمہ ملی رہی۔

بات تو کریں۔ "تو اس بار اس کی توان میں التجا تھی۔" آپ اسے یہاں بلا کر اس کے صبر و پارے میں بات

”اگر اس نے انکار کر دیا تو“
”اگر اس نے انکار کر دیا“۔ یہ ٹھیک ہے۔ آپ حسینہ سے یہی چاہتی تھیں کہ وہ اس سے کہے کہ میں اس سے نہیں مل رہی۔

میت اور عزت نفس کا ایسا میں بڑا گراں گھاتی ہوتا ہے۔ محبت سب سے پہلے اپنے نفس کو غم گرنے کی بجائے محبت کر کے یا پھر اپنی عزت و باوقاری کو بھی شہر و دیار پر ایسی ہی نہیں آسکتا۔ اپنے گھر میں آنے کے بعد وہ بھی یہ کہ ایسا ہی محبت کر کے ہی آسکتا ہے۔ محبت و دیار کا احساس

ایمان نے غمک کہا ہے: "غصہ کسی شے کو دے جاتا ہے، دے دے غصہ نے ہمارے چہلی تاریکی میں جھانک کر دیکھا تو اس قدر گراؤنا غمک ہے۔" جواب سن کر یہ بازو لیے سوچ رہی تھی۔ "تجربہ جاننے کے لیے اس کے عمل کو دیکھ کر مجھے آج کا دن گراؤنا غمک ہے۔" جواب سن کر یہ بازو لیے سوچ رہی تھی۔ "تجربہ جاننے کے لیے اس کے عمل کو دیکھ کر مجھے آج کا دن گراؤنا غمک ہے۔"

”اس نے ایک گہرا سانس لیا۔“ آخر ہماری کیا۔“ وہ شو کہ بے حد ہے ہاں محسوس کر رہی

”شاید میں ابھی بھی مچھور نہیں ہوئی، ہولہ۔ شاید میں ابھی بھی مچھور نہیں ہو سکی۔ یا پھر عمر جاگزیں رہا ہے میری مچھور بنی ختم ہو جاتی ہے۔ میرے حواس خستہ کام کرنا پھوٹتے ہیں۔ پھر میں صرف وہ دیکھ سکتی ہوں جو سنا سکتی ہوں، ہولہ۔ اس کی نمائش ہوئی ہے کہ اس کی کیفیت کو محبت کے تہہ پر ہے۔“

ان کا کہنا تھا کہ وہ اس کی ساری باتوں کو سمجھ رہے ہیں۔

4

10

350

501

[illegible][illegible]

یہاں آپ ان کی ساری باتیں سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے دل کی باتیں ان کے لہجے اور ان کے انداز میں ہیں۔ ان کے انداز میں یہ احساس تھا کہ یہ عرصہ کے بعد علیہ السلام کی باتیں سن رہے ہیں۔ وہ آپ کی بات پر بھی مجبور نہیں کرتے تھے۔

ایسی ہوتی ہے۔ یہ تھا کہ انھوں نے اسے لیوٹر کے دورِ ان اس کے لیے برادرِ دل کا تیار کیا۔ یہ تھا کہ ان کے دورِ میان رابطہ ابھی بھی قائم تھا مگر فوجوں کا

[illegible]

اپنے کام میں اس قدر مصروف رہے کہ ان کے لیے کسی اور کام کی ضرورت نہ محسوس ہوئی۔ ان کے لیے یہ کام ایک عرصہ تک جاری رہا۔ ان کے لیے یہ کام ایک عرصہ تک جاری رہا۔ ان کے لیے یہ کام ایک عرصہ تک جاری رہا۔

مری امریکہ پر شکایت جو مجھ کے بعد بھی تانوسے بہن سے یہ خیال غور نہیں ہوا اب نیک عمر کا ابھی بھی ان کے

وہ بھی حلیہ کے بارے میں غور نہ کر رہا تھا اور اس کے بارے میں انگریزوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ اہم امر یہ تھا کہ حلیہ کو کمال کرنا ہے۔

یہ بات بھی غلط ہے کہ اگرچہ وہ اپنے آپ کو ایک عظیم شخصیت سمجھتا تھا، مگر وہ اپنے آپ کو ایک عظیم شخصیت سمجھتا تھا۔

یہ معاملہ یا پھر ہر چیز سے بہت جلد آگیا جانے کی اس کی اپنی عادت۔ ڈاکٹر جرنلگیر معاذ کے رپاؤ پر کیے ہوئے مسلسل غیر قانونی کام۔

یہ سب کچھ سن کر وہ بے حد غصہ ہوئی اور اس نے کہا: "میں نے تم کو یہ سب کچھ بتایا ہے، مگر تم نے اسے نہ مانا۔ اب تم کو اس کی سزا ملے گی۔"

351

پول پر بیٹھ کر ترمیم دیتا۔ دانشمندان میں کام کرنے کی نسبت۔ وہ بولتا رہتا۔
 "تجربہ کار جہانگیر کی اسے کام میں مدد اعلیٰ تیار ہے تو تم اسے سب کچھ دے دینا۔ وہ تو تم اس سے لاؤ گے۔
 بات کر لیتے تھے۔ انانوٹ مشورہ دیتیں اور وہ آگے خاموش ہو جاتا۔

"ایک بار اعلیٰ کرنے سے منع کر دوں تو اور کچھ روکوں۔ جس سسٹم کا میں نے کیا ہے وہی
 سہرے ہو کر کوئی تقریریں ڈکڑ سکتا ہے۔ تبدیلی میں لا سکتا۔ غلط کام کرنے سے بچنے کے لیے میں اسے ان کی عقلی
 کے نیچے چھپا دیتا ہوں۔ اسے فائدہ پہنچاؤں گا۔ اسے انکار کر سکتا ہوں۔ جو چیز مجھے ملے گی اسے اور اسے ان کی عقلی
 غلط نہیں سمجھاؤں گا۔ میں غلط سمجھنے والا ہوں۔ بہترین بیورو کر سکتا ہوں۔ جو آگے نہیں جاتا اور سہرا
 دے۔ جو سسٹم کو اپنا کر رہے ہیں۔ Maker بننے کی کوشش نہ کرے۔" وہ اعلیٰ اسے انداز میں ہتھ پٹے ہوئے کرتا۔
 جانو کو کبھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ احساس ہو گیا تھا کہ علیحدہ میں بھی دیکھی گئی ہوگی۔ چنانچہ
 سہرے ہی سہرے ہی ہے۔ بھروسہ یہ بھی جان لیوں کہ جہانگیر ہماری شادی ایک بڑے اور نامور سیاحی خانے
 میں کرنا چاہ رہا تھا۔ اگرچہ تم اس پر تیار نہیں تھے مگر یہی بار انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ علیحدہ کے ساتھ ہماری
 شادی ممکن نہیں ہے۔ جلد یا بدیر جہانگیر ہم کو اس کے لئے میں تیار کر دے گا۔ چنانچہ ہماری شادی کے
 سامنے محمد یار کے لئے بہت مشکل تھا اور اگر وہ کسی طرح ہمارے ساتھ ہو جائے گا تو اسے ہونے اس شادی سے
 بھی رنج و ملال ہوگا۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ وہ علیحدہ میں کوشش نہ کرے۔ وہ اس شادی کی خواہش کرتا۔
 علیحدہ کی غیر منہجی۔ جس حد تک ہمہ گیر تھی۔ ان کے لئے اس کو سب سے پہلے ممکن تھا۔ دونوں کے درمیان
 اس معاملے پر کسی براہ راست بات نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود وہ انویسٹمنٹ کی بات اپنی طرح جانتی تھیں کہ وہ غم
 پسند کرتی ہے اور ان کے علاوہ کو بھی احساس تھا کہ انوٹ اس بل بھی طے واقف ہیں۔

تاہم کا خیال تھا۔ ان کے پاس پاکستان آنے کا امکان بہت کم ہیں۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ جوں جوں وہ
 بے چارہ ہو گئی۔ وہ یقیناً عمر کو اپنے ذہن سے نکال دے گی۔ خاص طور پر اس صورت میں جب ان دونوں کے
 درمیان ہونے والا رابطہ کم سے کم ہو گیا ہو۔
 ان دونوں کے درمیان رابطہ تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ وقت گزر رہی تھی۔ ساتھ ساتھ ان کی توقعات کے مطابق
 تہجورانی ہو گئی تھی۔ مگر تاہم انہیں اندازہ غلط تھا کہ وہ عمر کو اپنے ذہن سے نکال دے گی۔ عمر کے لیے اس
 کی آمدنی پر کتنے سے زیادہ بڑھ گئی تھی اور وہی سہی۔ کچھ سال بعد اس کی یکدم واپس آنے کی پوری کڑی تھی۔
 عمر کی کیفیت میں بھی "بہت زیادہ تبدیلیاں آئی تھیں۔ وہ اپنی اور جذباتی تبدیلیاں اس کی پوری شخصیت
 احاطہ کیے ہوئے تھیں۔ مگر علیحدہ ایک بار پھر کسی مقامات میں اس کی طرف متوجہ رہی تھی۔ اور انوٹ ان
 بات کا غور نہ تھا۔ مگر ان کتاب میں وہ جتنا کسی نہ کسی طرح وہ دونوں رابطہ میں رہتے۔ اور اس کے بعد کیا ہو گا۔
 ابھی طرح اندازہ کر سکتی تھیں۔

حال

وہ اس دن فیروز آباد میں تھی۔ کچھ کتابیں لینے گئی تھی۔ یہاں اس کے ساتھ تھی۔ کتابیں دیکھ کر وہ دونوں مختلف
 محلوں کی طرف بڑھ گئیں۔
 وہ ایک کتاب کا جلد پہ پڑھنے میں مصروف تھی۔ اب اس نے اپنی زندگی پر ایک آواز سی۔ کسی نے اس کا نام لیا
 تھا۔ یہ اختیار اس نے بات کر دیا اور چند لمحوں کے لیے سنا کہ وہ کسی نہ کسی حد پر ابراہیم تھا۔ پوری طور پر ان کا
 سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیا رہا ہے۔
 وہ اب غمگین تھا۔ وہ اس کی طرف آ رہا تھا۔ وہ کو کوشش کے باوجود مسکرا نہیں سکتی۔ مگر وہ اس نے ہاتھ میں
 پکڑی کتاب کو ہر گز اور واپس رکھ دیا۔
 جدید تہذیب تک اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ مگر وہی سلام دعا کے بعد اس نے علیحدہ سے کہا۔

"مجھے توقع نہیں تھی کہ کبھی آپ سے یہاں ملاقات ہوگی۔"
 وہ بات چیت کے ساتھ اس کے دوستی رہی۔ چند ہفتے پہلے بیورو میں اس کے ساتھ ہوئے۔ انوٹ ان کے
 ساتھ ہی رہا۔ وہ انی کر موشی ایک مہینے میں غائب ہو گئی تھی۔ علیحدہ نے اس شادی کو فوراً محسوس کر لیا تھا۔
 اس نے اپنے انوٹ اور اس خاص سرگرمی کو فائدہ دے کر خفیہ ہو گیا۔
 اس نے اپنے انوٹ کے شائع کرنے کا خاصا شوق ہو رہا ہے آج کل۔ میں جگہ جگہ اسی طرح ہی سرگرمیوں میں
 شائع کرتی رہ رہی ہوں۔"

چند سبب نہیں تھا۔ کس سرگرمی کا ذکر کر رہی ہے۔
 اس نے ایک کتاب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔
 "اچھی کتابوں کی تلاش کا کوئی غیر مناسب سرگرمی نہیں ہے۔ نہ ہی اس سرگرمی سے ہی پرکھتی وقت شائع
 کا کیلکول کیا گیا۔"

اس نے احوال میں اندازہ لگایا کہ وہ اپنے وہاں آنے کے بارے میں بات کر رہی تھی۔ علیحدہ نے سہرا اٹھا کر اسے
 دیکھا۔ سب کے چہرے پر اتنی سنجیدگی تھی کہ اسے اختیار عجیب سی شرمندگی ہوئی۔
 "شاید میں نے تم کو سب سے پہلے آپ کو اب بھی اتنی باتیں دہرائیں۔" اس نے دل میں سوچا۔
 "آپ جو دن سب سے پہلے آپ کے چہرے پر ایک نئی مسکراہٹ لائی۔
 "کافی دن ہوئے۔" اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر گئی۔ کچھ عجیب سی تسلی ہوئی۔
 "آپ کا نام کون سا ہے؟"

وہ نیلی رنگ کی بلورینہ تھیں۔ علیحدہ نے کہا۔
 "ابا رہا کب چار ہے میں؟"

"کسی فوری طور پر تو میں جاؤں گا۔ کچھ عرصہ کے بعد جگہ لگاؤں گا۔"
 وہ خاموش رہی۔ اور کیا سوال کیا جائے کسی ایک شخص سے جس کے لیے آپ کی اس کوئی حقیقی سوال نہ
 ہو۔ وہ سوچ میں گم ہو گئی۔
 اس کا اندازہ تھا کہ جہانگیر اس سے اپنے پرانے کے بارے میں بات ضرور کرے گا۔ اس کا اندازہ بہت
 درست نہیں ہوا۔ وہ بھی اب خاموش تھا۔ شاید وہ خود بھی کچھ نہیں دیکھتا تھا کہ وہ علیحدہ کے کہا بات کرے یا چھ
 علیحدہ کے بارے میں اسے کچھ نہ تھا۔
 "آپ کیلی آئی ہیں؟" چند لمحوں کے بعد علیحدہ نے پھر خاموشی کو توڑا۔

کہا۔
 "نہیں۔ میری طبیعت میرے ساتھ ہے۔" علیحدہ نے غلطی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
 علیحدہ نے کمرن موزر اس طرف دیکھا۔ یہاں وہ اشارہ کر رہی تھی پھر اس نے مسکراتے ہوئے روٹی میں کہا۔
 "شکرا۔"

وہ منہ کیلے جہانگیر کو دیکھنے لگی۔ پلکیں جھپکے بغیر کسی بات کی طرح۔
 جہانگیر نے موزر اس سے دیکھا اور پھر بے اختیار اسے اپنی کمری کا احسان دیا۔
 "میری بہن بھی میرے ساتھ آئی ہوئی ہے۔" اس نے بہت تیزی سے بات کا موضوع بدلنے کی کوشش کی۔
 "وہاں؟" اس نے کچھ فاصلے پر کھڑی ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا جس کے ساتھ کچھ چھوٹا سا لڑکا
 بھی کھڑا تھا۔

علیحدہ نے اس لڑکی کی طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اب بھی پلکیں جھپکاتے بغیر جہانگیر کو دیکھ رہی تھی۔
 جہانگیر کے تاثرات سے کچھ گڑبگڑا۔
 "آپ میری فریڈ کا نام کیسے جانتے ہیں؟" اس نے جہانگیر کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں نے کچھ دیر پہلے آپ کو اس کا نام پکارتے سنا تھا۔"
 وہ ابھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر اب کچھ دیر پہلے کی گھبراہٹ کے بجائے اطمینان تھا۔

علیہ نے ایک بار پھر گردن موڑ کر شملہ کو دیکھا پھر اس نے کندھے اچکا دیے۔

"آپ پریشان کیوں ہوئی ہیں؟" جینہ نے اب اس کے پوچھا۔

"میں میں پریشان تو نہیں ہوئی۔"

"تو پھر آپ کی فریڈ کا نام لینے پر آپ کو اتنی حیرت کیوں ہوئی؟" جینہ نے دلچسپی سے کہا۔

"کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ کوئی مجھے تھک سے جانتا بھی نہ ہو اور میری فریڈ کو پہچانتا ہو۔"

"میں نے آپ کو بتایا۔ میں آپ کی فریڈ کو نہیں پہچانتا۔ صرف آپ کے منہ سے میں نے ان کا نام سنا تھا۔"

وہی دہراؤ۔ "جینہ نے معذرت خواہانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"لیکن میں تک آپ کو جاننے کا تعلق ہے تو۔" وہ بات کرتے کرتے رکا۔ "تو آپ کا یہ انداز غلط ہے کہ میں آپ کو جانتا نہیں ہوں۔ ہم مجبورین میں اچھا خاصا وقت اکٹھے گزار چکے ہیں۔" اس نے جینہ علیہ کو یاد دہانی کروائی۔

"اوپر مجھے لگتا ہے میں آپ کے بارے میں بہت کچھ جاننے لگا ہوں۔"

علیہ کا دل چاہا وہ اس سے کہے۔ "آپ مجھے اتنا بھی نہیں جاننے لگے کہ مجھے پوچھ کر نہ لگیں۔" مگر کچھ کہنے کے بجائے اس نے صرف مسکرائے اور اکتفا کیا۔

"میں آپ کو اپنی بہن کے بارے میں بتا رہا تھا۔" جینہ نے ایک بار پھر بات شروع کرتے ہوئے کہا۔ "میں"

میں آپ کو ان سے ملواؤں۔" جینہ نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں پھر بھی ان سے مل لوں گی۔" علیہ نے اپنی جگہ سے ہلے بغیر کہا۔ "اس وقت مجھے کچھ جلدی ہے۔"

جینہ نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر انکار صاف نظر تھا۔

"چند منٹوں کی بات ہے۔ زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"میری فریڈ کو بھی بہت جلدی ہے۔ میں اس کے لیے خاصی دیر ہوئی ہے۔"

"آپ کی فریڈ اس وقت کتابیں دیکھنے میں مصروف ہے۔ جب تک وہ کچھ دیر نہیں اور ملے گی تو میں تب تک آپ راجہ سے مل سکتی ہیں۔"

جینہ نے ایک بار پھر کہا۔ علیہ شش و پنج کا شکار تھی۔

"لیکن میں اصرار نہیں کروں گا۔ اگر آپ کو پسند نہیں ہے تو ٹھیک ہے۔" جینہ نے نرمی سے کہا۔

"میں ملتی ہوں۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر قدم آگے بڑھا دیا۔

"راجہ! یہ علیہ سکندر ہیں۔" راجہ کے قریب جاتے ہی جینہ نے تعارف کروایا مگر راجہ کے چہرے پر پہلے سے موجود شناسا مسکراہٹ نے علیہ کو بتا دیا تھا کہ یہ تعارف رسمی ہے۔ وہ اس کے بغیر بھی علیہ کو جانتی۔ اور شاید پہچانتی بھی تھی۔ کیسے؟ اسے حیرانی تھی۔

راجہ نے چند قدم آگے بڑھ کر اس کے گالوں کو خیر مقدمی انداز میں چوما۔

"اور یہ میری بڑی بہن ہیں راجہ۔ یہ ان کا بیٹا ہے صالح۔"

"جینہ نے کافی ذکر کیا تھا تمہارا؟" راجہ اب بڑی بے تکلفی سے کہہ رہی تھی۔ "مجھے بہت خواہش تھی تم سے ملنے کی۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"جینہ نے آپ کا ذکر بھی کیا تھا۔ کچھ ہفتے پہلے۔ جب ہم مجبورین میں ملے تھے۔" علیہ نے کہا۔

"میں نے تو جینہ سے جب بھی کہا تھا کہ تمہیں میرے گھر کھانے پر لائے۔ تم اسلام آباد میں ٹھہری تھیں نا۔"

میری رہائش وہیں پر ہے۔

علیہ نے جینہ کی طرف سے بہت زیادہ مشاقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں بہت اچھی جانتی ہوں۔" جینہ نے کہا۔

"میں ان لوگوں کو Avoid کرنا چاہتی تھی اس لیے۔" علیہ نے اطمینان سے کہا۔

"کیوں؟" شملہ نے گاڑی اشارت کرتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"وہ آس کریم کھانے کے لیے ساتھ چلنے کی آفر کر رہے تھے اس لیے۔"

"تھے کون یہ؟" وہ گاڑی کو پارکنگ سے نکالتے ہوئے بولی۔

"اس لڑکے کا نام جینہ ابراہیم ہے۔" علیہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ پندرہ ہفتے پہلے مجبورین میں ملاقات ہوئی تھی میری اس کے ساتھ۔ اتنی سبیلہ کے کسی جاننے والوں کا بیٹا ہے۔"

"پھر؟"

علیہ نے جینہ کی طرف سے بہت زیادہ مشاقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے لاء اور واپس آنے سے پہلے اس کے گھر والے نانو کیس آئے تھے۔ پر پوزل لے کر۔"

354

علیہ اسے دیکھتے سوچ رہی تھی۔ وہ جینہ سے بہت زیادہ مشاقت دیکھتے ہوئے تھا۔ "میں تمہیں بہت اچھی جانتی تھی۔" مسامحہ کی رویت خاصی کم ہو جاتی۔ خود میرا بھی کچھ وقت اچھا لڑا تھا۔

"میں مجبورین سے آنے کے بعد زیادہ دن اسلام آباد میں نہیں ٹھہری۔ میرے دل کی واپس آئی تھی اس لیے۔"

"میں جیسی میں مجبورین جانے سے پہلے کی بات کر رہی ہوں۔ تم دو تین ماہ رہی ہو وہاں۔" علیہ مسکرائی۔

"پہلے آپ سے ملاقات کیسے ہو سکتی تھی۔ میں تو جینہ کو جانتی بھی نہیں تھی۔"

علیہ نے جینہ اور راجہ کو ایک لمحے کے لیے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے پایا پھر اگلے ہی لمحے جینہ نے کہا۔

"ہم لوگ سب کی فرمائش پر اب آس کریم کھانے کے لیے جا رہے ہیں۔ ہمیں بہت خوشی ہوگی اگر آپ اور آپ کی فریڈ بھی ہمیں جوائن کریں۔"

ات کا موضوع ایک بار پھر بدل گیا تھا۔ یہ دانستہ طور پر ہوا تھا یا نا دانستہ طور پر۔ علیہ وہ انداز میں کر سکتی۔

دیکھتے اور شملہ کو واپس جانا ہے۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ ہمیں جلدی ہے۔ کافی دیر سے

لگے ہوئے ہیں۔" علیہ نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"اگر تمہارا وقت تم میرے ساتھ گزارو تو مجھے بہت اچھا لگے گا۔" اس بار راجہ نے کہا۔

"میں ضرور کر رہی ہوں۔ اور مجھے انکار کرتے ہوئے شرمندگی بھی ہو رہی ہے مگر یہ ممکن نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ اس کے پاس واقعی جینہ دن ایک سیوےز ہے۔" جینہ نے اس کی معذرت قبول کرتے ہوئے کہا۔

وہ انہیں خیر حافظ کہہ کر جب اپنی شملہ کی طرف آئی تو وہ پہلے ہی اس کی طرف مڑی تھی۔

"کون تھے؟" اس نے علیہ کے قریب آتے ہی پوچھا۔

"میں اس سے چلو۔ پھر رہائی ہوں۔" علیہ نے اس کے سوال کا جواب دیے ہوئے کہا۔

"مگر مجھے تو ابھی کچھ اور کہنا تھا۔" جینہ نے کہا۔

"وہ تمہارا دوست تھا۔" جینہ نے کہا۔

جینہ اور راجہ ابھی وہیں تھے اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ ان سے جھوٹ بولنے کے بعد اب وہ شملہ کے ساتھ زیادہ دیر ان کے سامنے ٹھہرے۔

"تمہیں جلدی کس بات کی ہے؟" شملہ نے قدرے حیرانی سے کہا۔

راجہ اور جینہ ابھی وہیں تھے۔ اس نے شملہ کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے کہا۔

میں انکار کرنے کے بعد شملہ نے اپنی کتابیں لیں اور دونوں باہر نکل آئیں۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہی شملہ نے علیہ سے پوچھا۔

"اب بتاؤ۔ کیا ہے۔ اتنی افرا تفری میں مجھے کیوں لائی ہو؟"

"میں ان لوگوں کو Avoid کرنا چاہتی تھی اس لیے۔" علیہ نے اطمینان سے کہا۔

"کیوں؟" شملہ نے گاڑی اشارت کرتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"وہ آس کریم کھانے کے لیے ساتھ چلنے کی آفر کر رہے تھے اس لیے۔"

"تھے کون یہ؟" وہ گاڑی کو پارکنگ سے نکالتے ہوئے بولی۔

"اس لڑکے کا نام جینہ ابراہیم ہے۔" علیہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ پندرہ ہفتے پہلے مجبورین میں ملاقات ہوئی تھی میری اس کے ساتھ۔ اتنی سبیلہ کے کسی جاننے والوں کا بیٹا ہے۔"

"پھر؟"

علیہ نے جینہ کی طرف سے بہت زیادہ مشاقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے لاء اور واپس آنے سے پہلے اس کے گھر والے نانو کیس آئے تھے۔ پر پوزل لے کر۔"

355

”پھر تانوں نے کیا کہا۔ ”بیکٹ کر دیا؟“ شملہ نے قیاس آرائی کی۔
 ”نہیں۔ انہوں نے سوچنے کے لیے کچھ وقت مانگا ہے۔“
 وہ اب اندازاً سکرین سے باہر سڑک پر نظر میں جمائے ہوئے تھی۔ شملہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔
 ”تانوں نے تم سے بات کی ہوگی۔“

”ہاں۔“
 ”اور تم نے حسب معمول انکار کر دیا ہو گا۔“ علیزہ خاموش رہی۔
 شملہ نے ایک گہرا سانس لیا۔ ”کیا کرتا ہے یہ؟“ اس کا اشارہ جینید کی طرف تھا۔
 ”آرکٹکٹ ہے۔“

”اس کے ساتھ کون تھا؟“
 ”اس کی بڑی بہن اور بھانجا۔“
 ”مجھے دیکھنے میں اچھا لگا ہے۔ سوہر اور ڈیوید۔“ شملہ نے رائے دی۔ ”تمہیں کیا لگا؟“
 ”کس حوالے سے؟“ اس بار علیزہ نے گردن موڑ کر کچھ ترشی سے پوچھا۔

”کس حوالے سے؟“ تمہارا کیا انداز ہے۔ میں اس حوالے سے پوچھ رہی ہوں۔“
 ”جس حوالے سے تم پوچھ رہی ہو۔ میں نے وہ حوالہ ذہن میں رکھ کر اس پر غور نہیں کیا۔ ویسے وہ بھلا ہے۔
 بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح۔“ اس نے دو ٹوک انداز میں کہا اور ایک بار پھر وہ انداز سکرین سے باہر دیکھنے لگی۔
 گاڑی میں پچھو رہا خاموش رہی پھر شملہ نے اس سے کہا۔

”تو تمہیں آخر پریشانی کس بات کی ہے۔ تم کو یہ پرپوزل قبول نہیں ہے۔“
 ”انکار انکار ہی۔“
 ”تمہیں نے انکار نہیں کیا۔“ شملہ نے بے اختیار دھوکا دیا۔ وہ اب بھی باہر سڑک پر نظر پڑ رہی تھی۔

”کیا۔؟ انکار نہیں کیا۔ تمہیں یہ پرپوزل قبول ہے؟“
 ”میں نے یہ تو نہیں کہا۔“

”تمہیں کیا بات ہوئی۔ تم نے انکار نہیں کیا تو اس کا واضح مطلب تو یہی ہے کہ وہ تمہیں پسند ہے یا کم از کم تمہیں
 اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مگر اب تم کہہ رہی ہو کہ تم نے اقرار بھی نہیں کیا۔“ شملہ نے کچھ الجھ مانی۔
 ”تمہیں نے تانوں کو عمر سے بات کرنے کے لیے کہا ہے۔“
 ”کیا بات کرنے کے لیے؟“

علیزہ نے گردن موڑ کر شملہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ”very humiliating.“
 ”نہیں میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ عمر سے میرے پرپوزل کے بارے میں بات کریں۔“ وہ ایک لمحہ سکے
 رکے۔ ”یہ بہت اذیت دہ ہے مگر میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ اب تک عمر کے لیے ہر
 پرپوزل کو بیکٹ کرتی رہوں گی۔“

وہ ہونٹ جھینچے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔
 ”تانوں نے عمر کو اہم دیا ہے۔ وہ ابھی کچھ مصروف تھا۔ اس لیے نہیں آ سکا۔ چند دن تک آجائے گا۔
 تب تانوں اس سے بات کریں گی۔“ اس نے شملہ کو بتایا۔
 ”تمہیں بتا ہے جو تھو پاکستان آئی ہوئی ہے؟“

پانچ چھ سال پہلے جب جو تھو ایک دو بار پاکستان آئی تھی تب تانوں کے کچھ شملہ سے بھی اس کی چند ملاقاتیں
 ہوئی تھیں۔ بعد میں بھی علیزہ جو تھو کے بارے میں اسے خاصی تفصیلات بتاتی رہی مگر اب اچانک اس کے منہ
 سے جو تھو کا نام نہ نکلا اسے حیرت ہوئی تھی۔

”تمہیں کیسے پتا ہے؟“ علیزہ نے بے اختیار کہا۔

”اس کا مطلب ہے تم اس کی یہاں موجودگی سے بے خبر نہیں ہو۔“

”شملہ کی بات پر چپ بی ہوئی۔“ دونوں پچھلے کئی دنوں سے لاہور میں ہیں۔ میں تمہیں بتانا نہیں چاہتی تھی۔
 میرا خیال تھا۔ تم پریشان ہو گی۔“ وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئی۔ ”ایک فانیو اشارہ ہو جس میں ٹھہرے ہوئے
 ہیں دونوں ایک ہی روم میں۔ مسٹر اینڈ مسز عمر جو تھو کے طور پر۔“

علیزہ نے فحشہ کے چہرے کے ساتھ اسے دیکھا۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ انداز سکرین سے باہر دیکھ رہی
 تھی۔ ”فاروق کچھ دن پہلے اپنے ایک غیر ملکی کسٹمر کو ٹھہرائے کیا تھا وہاں۔“ اس نے اپنے بھائی کا نام لیتے ہوئے کہا۔
 ”اس وقت عمر بھی وہاں رہیں۔“ چیک ان کر رہا تھا۔ فاروق سے ملا اور جو تھو کا تعارف بھی کروایا۔ فریڈ کے
 کمرے وہاں بیک ان مسٹر اور مسز عمر جو تھو کے طور پر کیا۔“

”وہ خود اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔“ فاروق نے گھر آ کر جہ سے پوچھا تھا عمر کی شادی کے بارے میں۔ ظاہر
 ہے میں نے تو یہی کہنا تھا کہ نہیں ہوئی۔ پھر اس نے مجھے یہ سب بتایا۔ پھر رسول میں نے ان دونوں کو خود
 اور اس پر دیکھا۔ اس کا مطلب ہے ابھی تک وہ وہاں نہیں ہیں۔ اور تم تانوں سے کہہ رہی ہو کہ وہ عمر سے
 تیار ہے پرپوزل کے لیے جس بات کریں۔“ شملہ نے پھر اسے اسی انداز میں اپنی بات ختم کی۔

”تمہیں جو تھو سے شادی نہیں کی۔“ علیزہ نے بے اختیار کہا۔
 ”تم کیسے کہہ سکتی ہو؟“
 اگر شادی کرنا تو اس طرح سے کہہ کر کہہ کر۔ بھل کر کہہ کر۔ اور اگر چودہوی سے کرنا بھی تو تم ازم تانوں کو ضرور

کہہ دیتے۔ اس نے کسی وجہ سے اپنی شادی کو غیب رکھا ہو۔“ شملہ نے خیال ظاہر کیا۔
 ”میں نہیں سمجھتی کہ ایسی کوئی بات ہے۔ وہ اس طرح چھپ کر شادی کرتی نہیں سکتا۔“
 ”نہجک ہے اس کے شادی نہیں کی ہوگی۔ عمر شادی کے بغیر جو تھو کے ساتھ اس کا ایک ہی روم میں قیام

زیادہ قابل اعتراض بات ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں جب تم اس سے شادی کرنا چاہتی ہو۔“
 ”اس کا ذالی مسئلہ ہے۔“ علیزہ نے کمزور سے لہجے میں کہا۔
 ”تو ان دنوں ذاتی مسئلہ۔ تم اس کی زندگی کا ایک حصہ بننا چاہتی ہو اور تم کہہ رہی ہو کہ اتنا بڑا ایسا اس کا ذاتی
 مسئلہ ہے۔“ علیزہ اس بار خاموش رہی۔

”تمہیں ان دونوں کے اعلق کے بارے میں غیر جانب داری سے سوچنے کی کوشش کی ہے؟“
 علیزہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”نور تمہارے بقول وہ قابل مالی اسکول سے اکٹھے ہیں۔ انہی سال تو ہوئی گئے ہیں ان دونوں کی دوستی کہ
 اور ایک زمانے میں تمہیں یہ شک بھی تھا کہ عمر اس سے محبت کر رہا ہے اور شاید اسی سے شادی کرے گا۔“
 ”مروہ صرف شک تھا۔ عمر سے شادی نہیں کی۔“ علیزہ نے غصہ کی۔

”میں نے اب صرف یہ ہے کہ عمر نے ابھی تک کسی سے بھی شادی نہیں کی۔ اگر وہ شادی کرنے کا فیصلہ کرے
 جب وہ اس کا انتخاب کرے گا۔ کیا تمہیں پتا ہے؟“ شملہ اسے آڑے ہاتھوں لے رہی تھی۔

”تم عمر پر اتنی تنید کیوں کر رہی ہو؟ اس کے لیے میری پسندیدگی تم سے بھی کچھ نہیں رہی۔ پہلے تو
 مجھے نے جو تھو کو ایسا تنید کی کوشش نہیں کی۔“ علیزہ نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ میں عمر کے لیے تمہاری پسندیدگی سے پیشہ سے ہی واقف تھی مگر جو تھو اور عمر کی ایک دوسرے کے
 لیے بدتر یا ان کے اعلق کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی۔ مگر اب یہ جاننے کے بعد کہ عمر کے اس کے
 ساتھ تعلقات صرف دوستی اور محبت کی حد تک نہیں ہیں۔ میں تمہیں یہی منظور ہوں گی کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ عمر

[illegible]

اور عرض کرنا کہ میں نے یہاں سے نہیں کر سکتی۔ اس نے کھنٹی سے کہا۔
 میں نے اس کی کوئی بات حکمت عرض نہیں کر سکتی۔ اس نے کہا۔
 "میں نے اس کی کوئی بات حکمت عرض نہیں کر سکتی۔ اس نے کہا۔"
 "میں نے اس کی کوئی بات حکمت عرض نہیں کر سکتی۔ اس نے کہا۔"
 "میں نے اس کی کوئی بات حکمت عرض نہیں کر سکتی۔ اس نے کہا۔"
 "میں نے اس کی کوئی بات حکمت عرض نہیں کر سکتی۔ اس نے کہا۔"

اس کو تم سے محبت نہیں ہے۔ علیحدہ یہ بات تم تعلیم کیلئے نہیں کر لیتیں۔ اس بار شکلا عالمی سے تم

”میں نے یہ دھوا نہیں کیا کہ اسے مجھ سے محبت ہے۔ کیا میں نے آج تک تم سے کسی یہ کہا ہے؟“ وہ شہسوار کی بات کٹ کر روئی۔ ”میں نے تو یہ خواہش کی بھی نہیں کہ تم مجھ سے محبت ہو۔ میں تو صرف شادی کی بات کر رہا ہوں کہ تم مجھے اس سے محبت ہے۔“

”کون سا ایڈیٹور“ (ایک طرفہ محبت)
 ”کون تم اس کو کون سا ایڈیٹور کہہ لو گے۔“ تم کیا برائی ہے۔ اگر اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو
 لگتی ہے۔
 ”خیر، یہ تو انسانی فطرت ہے۔ انسانوں کو کوئی زبردستی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔“

”اور اگر اس نے تمہے شادی سے انکار کر دیا تو؟“

”ہاں۔۔۔ وہ بھی ہو سکتا ہے۔“

”کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تم جنید ابراہیم کو ہی اپنا چھٹا انتخاب رکھو۔ تم از کم اس کی زندگی میں کوئی نواختہ بناؤ۔“

358

[illegible]

ہمارے ہاں بھی یہ سزا زمزم کی بات ہے۔ ہم نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا ہے۔ اس سے معلومات
 نہیں مل سکتی۔ اس سے معلومات نہ ملنے کے لیے ہمیں کہنا ہے کہ اس کا تعلق ہوں۔ تم ایسا نہیں کرنا چاہتے۔ میں تو
 یہ کہہ رہی ہوں کہ اس کے بارے میں سچتہ ہوئے تو قیام کی بات کو ایک طرف رکھو۔ اس کو
 ماقہ شادی کر کے بھیجی گزالی ہو۔ اس کے بارے میں صحیح مذہب سے کام نہیں لیا گیا۔ اس کی
 کوئی فکر نہ کرنا چاہیے۔ وہ اب قدر سے مدھم کو از میں ہے۔ اس کا جواب بھی ہے کہ اس کا جواب اس صورت میں
 صرف وہی ماننا چاہیے۔

یہی ہے جو کہ ہم نے پہلے دیکھا تھا۔ یہی ہے جو کہ ہم نے پہلے دیکھا تھا۔ یہی ہے جو کہ ہم نے پہلے دیکھا تھا۔

”شکلا! اس ناپاک پر بات نہ کیجیے۔ اس میں جہالت گروئی تو مجھے بہت تکلیف ہوگی۔“

میں نے کہا: "میرے دل میں تو یہ ہے کہ میں اس سے شادی کر لوں۔" اس نے کہا: "میرے دل میں تو یہ ہے کہ میں اس سے شادی کر لوں۔"

”اگر اس کی زندگی میں کوئی ہود تھی نہ ہوئی تو۔“ وہ شہلا کی بات کے جواب میں چند لمحوں کے لیے کچھ

”عمر کے علاوہ وہ عمرے اور کون کے بارے میں بھی غور کرو۔ عمرے بہتر لوگ سوچ رہے ہیں۔ چرکھانہ سے مجھے مزید بھی اچھا لگا۔“ علی نے آنکھیں نہیں کھولیں۔

359

یہ ایک بہت بڑا سوال ہے۔ جو کہ ہم نے پہلے ہی میں دیکھا ہے۔ وہ اگرچہ عرصے کے بعد شادی کرے بھی تو برا ہے۔
نقہ وفاق نہیں ملتی ہے۔ میں جانتی ہوں تمہاری اس کے ساتھ بہت اذیتا رہی ہو گی۔ وہ کہہ رہی ہے کہ
ماتہ بھی ہو سکتی ہے۔ یہی حال ایک بڑے بڑے شخص کا ہے۔ وہ بھی یو۔ پی۔ کی جاسکتی ہے۔ یہ ضروری ہے
نہیں ہے کہ عرصے کے علاوہ تم کی اس سبب محسوس ہوتا ہے کہ تم کو اس کے عرصے میں نواز میں بول رہی
کی بہتر ہے ایک بات بڑے بڑے کے علاوہ ہے ایک دم آگاہیں کھول کر شہلا سے کہا۔

”جیسے کہ“

”تمہیں کیسے پتا چلا؟“ شملہ نے کچھ محنت سے کہا۔
 ”شملہ! میں بے وقوف نہیں ہوں۔ میں اپنی بھی شہین تو رہی۔ اور تم لوگوں کو بھی یہ بات پتا چلی ہے۔“ اس کی آواز میں غصہ تھا۔ ”میں بھی حیران تھی کہ چینی کو تمہارا نام کیسے یاد ہے۔ وہ کی جھوٹا بارگاز تھا جسے کہ اس نے مجھ کو تمہارا نام بتاتے سنا ہے۔ جبکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے فیروز سہیل پر ایک بار بھی تمہارا نام نہیں لیا۔“

”علیہ و آس“ علیہ نے شمال کی بات کاٹ دی۔
”سچی جھوٹ آئی مجھے فریب کر کے اس سے ملواری ہیں۔“ کبھی تانوسہ اور اب تم۔۔۔ اس قدر احمق اور
ور نہیں ہوں بقائے نام لوگ بچنے کچھ رہتے ہو۔“ اس کا قصہ اب پر حجتا جا رہا تھا۔
”لو اگر غریبے بات کرنا نہیں چاہتیں تو نہ کریں مگر تمہارے غور سے اس کے خلاف فیہی بریں واضح کرنا
بہش بھی نہ کریں۔“

ایسا کہو کہ ایک یہ کہاجے "شکلا اب یہ کیا ہو گئی تھی۔
 اگر ایسا بات نہیں تھی تو وہ یہ سب کچھ خود بخود کے کرتے تھے۔ تو مارے دیئے یہاں پہلو ایا ہے انہوں

[illegible]

جانی میں حرکت کبھی نہیں۔ یہ عموماً واقعی جوڑتے کے ساتھ اس پر عمل۔۔۔۔۔
 دے تے تھے بے شک کی بات ثابت دی۔ "Enough is enough۔۔۔۔۔ تم از ہم میرے ساتھ ان
 جو الے پہنچے بھی مت آنا۔"
 لیکن یقین نہیں آتا تو تم خود وہاں جاؤ اس بات کو کفرم کر لو۔"
 نئی حرکت اس حرکت۔ کبھی نہیں کر سکتی کہ اس کی جاہ و سی کرتی پہلوں ہاتھیں میں سے ایسی باتوں کی اتنی
 چاہیے۔ "اچھا نے سرخ چہرے کے ساتھ شہلا ہے کیا۔"

تم میری بات ماننے کو تیار نہیں ہو۔ میری ہر بات جس سے جھڑپ لگ رہی ہے پھر میں اس کے علاوہ اور کیا کر سکتی ہوں کہ تمہیں خود تمہاری آنکھوں سے مساب کچھ دکھا دوں۔"

علی نے ناراضی سے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔

اب ماما کو مجھ سے ناراضی تو ختم کر دو۔ ماما نے اس کا دھڑ ٹھیک کرنے کی کوشش کی۔

تمہیں ہاتھ کاٹنا تو چھوڑ دیں جسے اپنے لیے کس نے کہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر کہہ دیں ماما نے ہوسے انداز میں اس سے کہا۔

میں اس سے کہا۔

[illegible]

میں نے تو مجھے اس پر ہنسی آئی، پھر پھر مجھے لینا چاہیے کہ میں مراد میں شغل کر افس کا سامنا کرتی ہوں۔ کیونکہ میں نے اس سے پہلے کہنے والے فیصلے کو رد کر دیا تھا۔ میں نے اس سے پہلے کہنے والے فیصلے کو رد کر دیا تھا۔

[illegible]

اس بات پر حیرت ہوئی کہ وہ واقعی تمہارے لیے کچھ خاص نیلیگز رکھتا ہو۔ اور اگر ایسا ہو تو اسے کیا دیکھنا پڑا ہوگا۔ یہ سوچ کر وہ اب حلقی کرنے کو دھڑکتی ہوئی نکلی۔

”میں نے آج شام عمر کو بلوایا ہے۔“ نانو نے صبح ناشتہ کی میز پر علی کو بتایا۔ وہ سلاٹس پر جام نکالتے ہوئے کہنے لگی۔ اسے اپنے خوراک کی گروہش اور پھر کچن تیز ہوتی ہوئی گھوم رہی تھی۔

”وہ شام کے چھ بجے رات کو آیا تھا۔“ علی نے اس وقت اپنے کمرے میں تھی۔ نانو نے اس کے لیے راجہ نانا کا تیار کیا ہوا اتفاقاً اس کے آنے کے تھوڑی دیر بعد ہی نانو نے علی کو کھانے کے لیے پیغام بھیجا۔

وہ اس وقت عمر کا سنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ نہ ہی وہ کرمی تھی۔ اس کے اسلام آیا کے قیام کے بعد پہلی بار یہاں آیا تھا۔

اس کے آنے کے کچھ دیر بعد اپنے گھر کے کی لائٹ بند کر کے وہ اپنے بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔ اس کی آنکھوں پر
خواب مکمل طور پر قابض ہو چکی تھا۔ ناٹ بلب کی روشنی میں وہ نہایت کو گھورتی رہی۔
مرد وہ بچے کے قریب واپس گیا تھا۔ اس نے اس کی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی۔ جب اس نے
اس کا دل چاہا تو اس نے کمر باندھا اور نانو سے پوچھے کہ اس نے کیا کہا ہے کیا بیٹھنے کی طرح وہی رہا ہے یا نہیں؟
”میں شادی کرنا نہیں چاہتا۔ ہی کبھی کروں گا۔ میں آزاد ہوں اور مجھے اپنی یہ آزادی پسند ہے۔“
”میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا۔“ کچھ سال کے بعد اس کے بارے میں غور کروں گا اور جب شادی کے بارے
میں سوچوں گا تو دل کے بارے میں کبھی غور کروں گا۔“
اسے کئی سال پہلے ناٹ کے ساتھ ہونے والی اس کی گفتگو یاد آتی جو اس نے اتفاقاً ”میں ابھی نہیں اور جب وہی رہا
اس نے عمر کے بارے میں یہی بات سے سوچا تھا۔ ”عمر سے شادی؟ کیا وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے؟“
اس نے اس سے شادی کروں گی۔ ”ایک نیا تجربہ کے طور پر اسے اس بات پر بھی اتنی تھکی ہوئی بات اس کے
سے بھی غور نہیں ہوتی۔ وہ اس کے لاشعور کا ایک حصہ بن گئی تھی اور وقتاً فوقتاً ”اس کے ذہن میں ابھی رہا ہے۔“

وہ اٹھ کر باہر نانہ کے پاس نہیں گئی۔ ”تاہم یقیناً“ اب سونے کے لیے جا چکی ہوگی۔ اگر وہ سوئے ہو تو کچھ دیر بھی نہیں چپ آئی ہو۔ مگر اس موضوع پر مجھ سے اس وقت بات نہ کریں۔ ہفت روزہ میں ان سے ملنا بہت مشکل ہے۔



وہ صبح جس وقت پیدا ہوئی تو بیچ رہا تھا۔ آٹھ بجیں گھوڑے ہی ہو پہلا میاں اس کے قن میں آیا اور اس کو مری بانو کے ساتھ ہونے والی ملاقات کے بارے میں تھا۔ ہر روز صبح پیدا ہونے کے بعد کی معمول کی جیسے فطری یکدم کہیں غائب ہو گئی تھی۔ رات والی۔ بے چینی اور اضطراب نے یکدم اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

پیشہ کرنے کے لیے وہ جس وقت ڈاکٹر کیل پر آئی اس وقت ثانوی ہسپتال میں موجود تھیں۔ علیحدہ ان کے چہرے کو پانے کی کوشش کی اسے ناکامی ہوئی۔ مانوسیدہ نظر آ رہی تھیں۔ صبح عام طور پر بخیر ہو رہی تھیں۔ الموں کے پیشہ کی طرف علیحدہ کو ناشتہ پیش کیا شروع کر دیا تھا۔ وہ اس وقت ان کے منہ سے یہ نہیں سننا جانتی تھیں۔

”آج میں نے تمہارے لیے فریج بھر دیا ہے۔ تم کھاؤ، تمہیں پسند آئیں گے۔“

وہ کہتا کہ آج صبح ان سے ایسی کوئی بات نہ سنا نہیں چاہتی تھی اور وہ اس سے وہی باتیں کر رہی تھیں۔ وہ اپنے اعصاب پر قابو رکھے ان کی باتیں سننے سے منع کرنا شروع کر دی۔ وہ غصہ منظر میں نہ آئی۔ وہ ابھی خود بات شروع کریں گی۔ تانوں نے ایسا نہیں کیا جب اس کا صبر جواب دے لیا تو اس نے سنا کس کو سامنے بڑی پلیٹ میں رکھتے ہوئے ہاتھ سے کہا۔

آپ کے لئے ہے

ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے ان کے منہ سے نکلنے والے لفظوں کی منتظر رہی۔

اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ عمر اتنا دو ٹوک انکار کرے گا نہ یہ، تو قہر قہقہہ کے غانوا اس دو ٹوک انکار کو اتنی

362

طرح پر مبنی کے بغیر کسی کے سامنے پیش کر دیا گی۔
 وہ ایک دلہن کی طرح کسی ایک لفظ بولنے کے لیے اسے اتنی بدلتی ہوئی کرنی پڑی تھی جتنی اس وقت کرنی

اب اس کا میں کیا جواب دوں؟

"اس کے پاس، تکیہ، بات ہیں۔"

”روشناء ان میں شادی نہیں کرتا چاہتا۔“

”اے بی بی! یہ سب تو کدو کی کھال ہے۔“

”میں نے اس سے کہا تھا یہ تمہارا سب سے بڑا کام ہے۔ تمہاری بات کو منظر انداز کر دینا اور اس بات کو منظر انداز کر دینا۔“

وہاں اس وقت تک کہ وہ اپنی شادی نہیں کرنا چاہتا۔" بھلیو نے رنجیدگی سے ٹانگوں پر ہاتھ دے کر کہا۔

ہم کو بھی اس کا اظہار کر سکیں اور یہاں تک کہ ہمیں ملے، ہمیں ملے، ہمیں ملے۔
ہم کو بھی ملے، ہمیں ملے، ہمیں ملے۔

”اور میں یہ پہلے کو تیار نہیں ہوں کہ وہ کبھی شادی نہیں کرے گا کبھی نہ کبھی تو اسے شادی کرنا ہی پڑے گی۔ یہ ساری زندگی اکیلا رہے گا۔“

نہیں۔ اس طرح الی۔ حالانکہ ہرے کو کہتے ہوئے ان کے منہ سے نکلتے والے لفظ و جملہ۔

"میں اس بچے سے نہیں کہتا۔" ان لوگ نے کہتے ہوئے اپنے من میں کہا۔

”تو پھر اس صبح آگاہو گا کہ میں اس کو ناپسند کرتی ہوں اور اس کی ہر بات پر اعتراض کرتی ہوں اس لیے اسے لگاؤ ہو گا۔ ایسا کوئی دشمن یا غارت نہیں ہو سکتا اس۔ کبھی کبھار کہا ہے آپ سے؟“

”نہیں اس نے یہ بھی نہیں کہا۔“ ٹالوٹے ایک بار پھر اسی پر حکون انہاڑ میں اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

علیحدہ ہونے بجینے ان کا چہرہ دیکھتے گئی۔ ”پھر کیا کہا ہے اس نے؟“

یاد رہے کہ اس ناپرواہہ لیگہا علیہم کہ منہ جی ہوا وہ بات کرتے ہوئے کچھ متامل نہیں۔

"یا پھر کبھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتا۔" وہ رکیں "وہ جو ابھی شادی کے بارے میں سوچ رہا ہے اور وہ کہہ رہا تھا کہ ایک دو سال تک وہ شادی کر لے گا۔"

علی نے ٹیبل پر رکھے اپنے ہاتھ کو ہٹالیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی، 'ناراس کے ہاتھ کی لرزش دیکھیں، ناراس وقت اس کے چہرے پر کتنے رنگ بدل رہے ہوں گے، وہ جانتی تھی۔'

میں نے مجھ سے کہا کہ اسے تم میں بھی کوئی دلچسپی نہیں رہی تم اس کے لیے ایک کزن یا دوست سے زیادہ دلچسپی نہیں رہیں۔ "وہ دم ساڑھے ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔" اس نے یہ بھی کہا کہ تم اس سے آٹھ سال پہلے ہو اور تم اس کے غیر امنٹ کو سمجھ نہیں سکتیں۔ وہ پلٹیں جھکے بغیر ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"اس کا خیال ہے کہ اس کے اور تمہارے درمیان کوئی انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہے تم اپنی روبرو اور خوابوں میں رہنے والی تھی اس کو اپنی بیوی میں pragmatic (عملی) پر واضح چاہیے جو تم میں نہیں۔"

یاد دہندوں کے لیے رکیں اور چائے انہوں نے علیحدہ سے نظریں چرائیں ہوئے کہا۔

وہ بات بڑی بات یہ ہے کہ وہ جو تھوڑے سا انٹرسٹ سب اس کی طرف تھوڑے سا تھوڑے سا انڈر اسٹینڈنگ ہے اور اس کا خیال ہے کہ ایک دو سال میں جب وہ ملوٹی کرے گا تو جو تھوڑے سا ہی کرے گا وہ اس بات پر حیران ہو رہا تھا کہ میں تمہارے دل کے بارے میں اس سے بات کر رہی تھی۔ اسے تو ایسی کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ میں تمہارے لیے اس کے بارے میں سوچوں کی۔ میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ میں تمہارے لئے کسی خاص سے بات کر رہی ہوں۔

یاد خواہش ہوئی تھیں شاید ان کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا بالکل ویسے ہی جیسے علیحدہ کے لئے کچھ نہیں رہا تھا۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی ان سب باتوں کے بارے میں خبردار کر دیا تھا۔ تمہارا کامیاب بہت نرم تھا۔ شاید وہ علیحدہ کی چیز بنی ہوئی تھی۔

"غراب ان کے باتوں کو بھول چکا جو وہ کہا سے جانے دو میری اسے کون سے سرخاں کے پر لگے ہو۔ ہیں اور پھر تمہارے لیے میرے پاس میرے ہاتھ پازر ہیں۔ ان دنوں نے اسے کبھی ویسے ہی نہ دیکھا اس نے وہاں شروع نہیں کیا تھا حالانکہ انہیں توقع تھی کہ وہ ان کی باتیں سننے کے بعد۔ لیکن وہ خاموش تھی ناگواریوں لگا جیسے وہ

دیکھ کر نہیں تھی اسے صرف یقین نہیں تھا کہ عمر کے بارے میں اس سے اندازے کی اتنی بڑی غلطی ہو سکتی ہے۔ یہ وہ ضرورت سے زیادہ بے وقوف تھا کہ پھر خوش گمانی کی حدوں کو چھو رہی تھی جو بھی تھا اس وقت اسے اپنی محسوس ہو رہا تھا جیسے شدید سردی کے موسم میں کسی نے اسے گرم کر کے نکال کر تباہی میں جھینک دیا ہو۔

"pragmatism (عملی) اور realism (حقیقت پسند)" اس نے اپنے کانوں سے عمر کی آواز کو جھٹکنے کی کوشش کی بے یقینی ختم ہونے میں غلطی آ رہی تھی۔

"اس کی زبان اور دوست یا میں یہ بات مان سکتی ہوں کہ اس کے علاوہ عمر کے کچھ بھی سمجھائی نہ ہو۔"

"وہاں اس نے کہہ دیا تھا کہ میری بڑی بڑی بات کو بے دریغی کے عالم میں دھتکتی رہی۔"

"علیحدہ سے کچھ میری کوئی انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہے۔"

انڈر اسٹینڈنگ کے علاوہ اور تھا ہی کہا جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچ رہا تھا۔ "اس کی رنجیدگی کو جتنی چاہ رہی تھی۔" امنٹ اور ایچ ڈفرنس۔ "کیا نا اچ ہے۔ پچھلے دس سالوں میں تو ان دونوں چیزوں میں سے کسی نے ہمارے تعلق کو متاثر نہیں کیا پھر اب یہ دونوں چیزیں درمیان میں کہاں سے آئیں گی؟"

وہ وہاں پہنچے پہلے کو دیکھتی رہی۔

"یہ چہرہ یا چہرہ بس تو تھوڑے سا کسی طرح کی طرح تمہارے اور میرے درمیان حائل ہے اور میری حماقت یہ تھی کہ میں نے اتنے سالوں میں کبھی تم دونوں کے تعلق کے بارے میں سمجھنے کی سے سوچا بھی نہیں ورنہ شاید بہت سال پہلے۔ تم میری زندگی سے نظر چکے ہو تھے۔ pragmatism تم تھیک کہتے ہو میں نے بھی اپنے

تعدادات کی دنیا سے باہر نکل کر اپنے اور تمہارے تعلق کے بارے میں غور ہی نہیں کیا تھا۔

"علیحدہ" ناٹو نے اس کی غائب ہائی کو محسوس کر لیا تھا۔

"مجھے چاہئے بناؤں۔" اس نے انہیں دیکھے بغیر کہا۔ ناٹو کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئیں۔ وہ سلاٹس کو ایک بار پھر کھانسی کو شش کر رہی تھی۔ سلاٹس کے ٹکڑوں کو حلق سے نیچے اتارنے کے لیے بھی اس قدر بوجھ دہی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ اسے پہلی بار ہوا تھا۔

یاد دہندوں کے لیے رکیں اور چائے انہوں نے علیحدہ سے نظریں چرائیں ہوئے کہا۔

وہ بات بڑی بات یہ ہے کہ وہ جو تھوڑے سا انٹرسٹ سب اس کی طرف تھوڑے سا تھوڑے سا انڈر اسٹینڈنگ ہے اور اس کا خیال ہے کہ ایک دو سال میں جب وہ ملوٹی کرے گا تو جو تھوڑے سا ہی کرے گا وہ اس بات پر حیران ہو رہا تھا کہ میں تمہارے دل کے بارے میں اس سے بات کر رہی تھی۔ اسے تو ایسی کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ میں تمہارے لیے اس کے بارے میں سوچوں کی۔ میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ میں تمہارے لئے کسی خاص سے بات کر رہی ہوں۔

یاد خواہش ہوئی تھیں شاید ان کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا بالکل ویسے ہی جیسے علیحدہ کے لئے کچھ نہیں رہا تھا۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی ان سب باتوں کے بارے میں خبردار کر دیا تھا۔ تمہارا کامیاب بہت نرم تھا۔ شاید وہ علیحدہ کی چیز بنی ہوئی تھی۔

"غراب ان کے باتوں کو بھول چکا جو وہ کہا سے جانے دو میری اسے کون سے سرخاں کے پر لگے ہو۔ ہیں اور پھر تمہارے لیے میرے پاس میرے ہاتھ پازر ہیں۔ ان دنوں نے اسے کبھی ویسے ہی نہ دیکھا اس نے وہاں شروع نہیں کیا تھا حالانکہ انہیں توقع تھی کہ وہ ان کی باتیں سننے کے بعد۔ لیکن وہ خاموش تھی ناگواریوں لگا جیسے وہ

دیکھ کر نہیں تھی اسے صرف یقین نہیں تھا کہ عمر کے بارے میں اس سے اندازے کی اتنی بڑی غلطی ہو سکتی ہے۔ یہ وہ ضرورت سے زیادہ بے وقوف تھا کہ پھر خوش گمانی کی حدوں کو چھو رہی تھی جو بھی تھا اس وقت اسے اپنی محسوس ہو رہا تھا جیسے شدید سردی کے موسم میں کسی نے اسے گرم کر کے نکال کر تباہی میں جھینک دیا ہو۔

"pragmatism (عملی) اور realism (حقیقت پسند)" اس نے اپنے کانوں سے عمر کی آواز کو جھٹکنے کی کوشش کی بے یقینی ختم ہونے میں غلطی آ رہی تھی۔

"اس کی زبان اور دوست یا میں یہ بات مان سکتی ہوں کہ اس کے علاوہ عمر کے کچھ بھی سمجھائی نہ ہو۔"

"وہاں اس نے کہہ دیا تھا کہ میری بڑی بڑی بات کو بے دریغی کے عالم میں دھتکتی رہی۔"

"علیحدہ سے کچھ میری کوئی انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہے۔"

انڈر اسٹینڈنگ کے علاوہ اور تھا ہی کہا جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچ رہا تھا۔ "اس کی رنجیدگی کو جتنی چاہ رہی تھی۔" امنٹ اور ایچ ڈفرنس۔ "کیا نا اچ ہے۔ پچھلے دس سالوں میں تو ان دونوں چیزوں میں سے کسی نے ہمارے تعلق کو متاثر نہیں کیا پھر اب یہ دونوں چیزیں درمیان میں کہاں سے آئیں گی؟"

وہ وہاں پہنچے پہلے کو دیکھتی رہی۔

"یہ چہرہ یا چہرہ بس تو تھوڑے سا کسی طرح کی طرح تمہارے اور میرے درمیان حائل ہے اور میری حماقت یہ تھی کہ میں نے اتنے سالوں میں کبھی تم دونوں کے تعلق کے بارے میں سمجھنے کی سے سوچا بھی نہیں ورنہ شاید بہت سال پہلے۔ تم میری زندگی سے نظر چکے ہو تھے۔ pragmatism تم تھیک کہتے ہو میں نے بھی اپنے

تعدادات کی دنیا سے باہر نکل کر اپنے اور تمہارے تعلق کے بارے میں غور ہی نہیں کیا تھا۔

"علیحدہ" ناٹو نے اس کی غائب ہائی کو محسوس کر لیا تھا۔

"مجھے چاہئے بناؤں۔" اس نے انہیں دیکھے بغیر کہا۔ ناٹو کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئیں۔ وہ سلاٹس کو ایک بار پھر کھانسی کو شش کر رہی تھی۔ سلاٹس کے ٹکڑوں کو حلق سے نیچے اتارنے کے لیے بھی اس قدر بوجھ دہی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ اسے پہلی بار ہوا تھا۔

یاد دہندوں کے لیے رکیں اور چائے انہوں نے علیحدہ سے نظریں چرائیں ہوئے کہا۔

وہ بات بڑی بات یہ ہے کہ وہ جو تھوڑے سا انٹرسٹ سب اس کی طرف تھوڑے سا تھوڑے سا انڈر اسٹینڈنگ ہے اور اس کا خیال ہے کہ ایک دو سال میں جب وہ ملوٹی کرے گا تو جو تھوڑے سا ہی کرے گا وہ اس بات پر حیران ہو رہا تھا کہ میں تمہارے دل کے بارے میں اس سے بات کر رہی تھی۔ اسے تو ایسی کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ میں تمہارے لیے اس کے بارے میں سوچوں کی۔ میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ میں تمہارے لئے کسی خاص سے بات کر رہی ہوں۔

Since I gave up hope, I feel much better.

تو میں بھی مجھے ایسا ہی محسوس کر رہی ہوں۔
وہ بلیٹنگ کر رہی تھی اور بلیٹنگ کرنے کے لئے
”میں نے پہلے ہی تمہیں یہ سب بتا دیا تھا اس“ تکیہ سے بچانا چاہتی تھی تمہیں۔ ”بلیٹنگ نے نرم ہونٹوں
پر کھینچ کر کہا۔ ”وفیا میں لڑکیوں سے زیادہ احسن اور کہنی ہو چکی نہیں ہو تا۔“ ہوش فنی کا ہنسا اور انہیں
محسوس ہونے لگا۔ ساری عمر ہم محبت کی یہ لڑکیوں کا انتظار کرتی رہتی ہیں بلکہ زندگی کی رہس شروع کر سکیں۔
ہم ہی ہوتی ہیں۔ ہوش فنی بال بچہ ہی سے وہ آئے گا ہمیں دیکھے گا اور ہمارا ہو جائے گا۔ کوئی ہم سے
بہتر ہو سکتا ہے۔ ہوش فنی نے کہا ہے۔ کوئی ہمیں سزا ہے تو ہمیں دوا بھی ملے گی۔ فنی قہر نظر آنے لگا ہے
ہو رہی ہے۔ تو ہمیں محسوس ہونے لگی ہے۔ ہوش فنی نے کہا ہے۔ ”وہ مری ہے۔“ مری کا خیال ہے
کوئی ہمارے ساتھ وقت گزارے تو ہمارے ہوش فنی اس کے ہڈیوں کے پر نہیں رہتے۔ ”وہ مری ہے۔“ مری کا خیال ہے
کوئی ہمیں سزا ہے۔ یہ تو کسی لڑکی میں بھی نہیں ہوتی۔ یہی لڑکیاں ہیں۔ یہ ہمیں یہ ہو سکتی ہیں؟“

”ہم کوئی اور نہیں سمجھتا تھا کہ یہ سب کچھ میری طرف سے ہو گا۔“

”میرا خیال ہے کہ میری اور اس کی کوئی انڈر اسٹینڈنگ نہ تھی۔ میرے دل میں اور اس کی ہمشیرکی محبت کی کہ جس کی اگر کسی نے جانچو انڈر اسٹینڈنگ ہے تو وہ میری ہے۔“ اس نے ہاتھ میں چاکا پوچا اور اس کی ہمشیر پر لکھ دیا۔ ”وہ انڈر اسٹینڈنگ ہے؟“ ”نہیں جانتی۔“ ”سوال نہیں تھا۔“

”یہ سب میری بات ہے۔“ ”تم نے ٹھیک کہا تھا۔“ ”اگر مجھے میں شیپ ڈولی تو وہ شیپ ڈول دس سالوں میں بھی تو مجھ سے اس دلچسپی کا اظہار نہ کرے۔“ ”وہ سب آواز میں بول رہی تھی۔“

”زندگی میں ایسی بات ہی باتیں ڈولی ہیں۔“ اس نے سب کو بول دیا۔ ”اپنے آپ کو اتنا

حکومت یا criticize (تقریر) کو لڑکی ضرورت نہیں ہے۔
criticize یا condemn نہیں کرنا چاہیے تو کہا کرتا چاہیے۔
کہا۔ کہ آواز نہ مہم، ملال بہت واضح تھا۔

”کونسیں یا ہرچلتے ہیں۔“ شہلا نے یکدم ہاتھ کاٹھن صوبے کی کوشش کی۔
 ”ہاں“ کونسیں یا ہرچلتے ہیں۔“ شہلا کو حیرت ہوئی جب وہ باقی تیار ہوئی۔
 ”سارا دن چمکتے ہیں“ کونسیں آوارہ گردی کرتے ہیں اور تم مجھ سے عمر کے علاوہ ہر چیز کے بارے میں بات کر سکتی ہو۔
 ”اس کے بارے میں کچھ نہ کہنا۔“ وہ کارپٹ سے اٹھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
 ”کیونکہ۔۔۔“ شہلا خوشی رضا مند ہوئی اسے اس کی تجویز پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

”میں نے ذوالقرنین یا وہ؟“ شہلا گاڑی دوڑا کر رہی تھی جب علیہ کے ایک دم اس سے پوچھا۔
 ”اچھی طرح سمجھیں اس وقت اس کا خیال کیسے آگیا؟“ شہلا نے کچھ حیران ہو کر اسے کہتے ہوئے پوچھا۔
 ”دس سال پہلے میں نے عمر کے بارے میں یہ غلط اندازہ لگایا ہوتا تو آج میں اسی طرح خود کشی کی کوشش کر رہی ہوں۔“
 ”بس طرح ذوالقرنین کے ساتھ بریک اپ کے بعد کی تھی۔ دس سال پہلے میں نے ذوالقرنین کے ہاتھوں جھکی تھی۔“

تم آج بھی اتنی ہی ہے۔“

انحصار کرنے سے لیا اور باؤ کھنچنے اور کوئی ٹیکس ہوئی۔ بجھے عمری بھی ان حد تک انحصار نہیں کرنا

اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان خود کو self-condemnation اور خود تہمتی کا کارہا کرے۔

علیہ السلام نے فرمایا: "اے نبی! میں نے تم کو میری بیٹی کے لئے نکاح کیا ہے۔" اسی وقت آپ کی بیٹی کو آپ سے نکاح ہوا۔

تجربہ ہو گیا۔ ہر شخص نے تمہارے پاس اس کا چہرہ میں جو ہوا تھا۔ "میرے پاس ان میں سے ایک بھی
 سات سال سے میں نے ایک کی شکل نہیں دیکھی اور وہ اس ملک میں ہے۔ چار سال سے میں انچا مان
 میں ان دونوں کی فائبر میں اور دوسری شاہیوں کے بعد میں نے اتنے سالوں میں ان سے کئی بار ملی
 ان میں سے ان کے پاس تھی۔ پہلے وہی سال میں میرا ہر شہر اور تعلق ملک شہر ہو کر اسی پر ختم ہو
 ایک چہرہ لکھ رہی تھی۔ یہی ہے۔ ہر شہر۔ وہ چند لمحوں کے لیے رہی۔

[illegible]

(اگر میں تم کو ہار جاؤں گا تو میں ہار جاؤں گا) I lose him I lose everything

rather I lost everything" (بلکہ میں نے سب کچھ کھو دیا)

میکافنی ہو گئیں اور ٹاپک پر بات کر لی چاہیے کہ شہلا نے ایک دم ہستے ہوئے بات کا موضوع بدل کر

”ابن علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والدین سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص میری امت کو دیکھے اور ان کے ساتھ معاملہ کرے، اس کا اجر دو گنا ہوگا۔“

علیہ کو مطمئن کرنے کی اس کی مدداری کہ ششیں اس وقت بری طرح جاکام رہیں جب وہ دونوں ایک ریستورنٹ جا کر بیٹھیں۔ شہلانے ویٹر کو آواز دے کر کہنے کو کہا اور ویٹر کو گئے ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے جب شہلانے میز پر کھانا تیار رہے ریستورنٹ میں آتے دیکھا۔ وہ دونوں اس وقت جس ٹیبل پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ ایسی جگہ پر تھی جو لوگ آس پاس ہر شخص کی پہلی نظر ان رہی رہتی۔

نہ صرف شعلہ نے عمر کو دیکھا تھا بلکہ عمر کی ہی اندر داخل ہوئے ہی ان پر نظر پڑی تھی وہ محسوس کیا تھا
شعلہ نے علیحدہ ہو گیا۔ وہ بھی عمر اور ہوا چہ کون کچھ چلی تھی۔ شعلہ کا خیال تھا عمران و دونوں کی طرف نہیں
آئے گا لیکن ان کی توقع غلط ثابت ہوئی۔
عمر ہوا چہ۔ چہ عمر رہا تھا پھر شعلہ اور علیحدہ نے ہوا چہ کو بھی اپنی ٹیبل کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے ہوا چہ کو
نہ نظر پڑا۔ دونوں سے نظر نہ آ گیا۔

جیلین کے ان بدلوں سے یہ کہیں کہیں نہیں آتا۔ شہلا نے جبر محمد کو اس طور پر ان کو لوٹا دیا کہ اس نے ہو کے علیز کو لوٹا دیا۔ علیز

اس نے ہوا تھک کر لوں گاوں کو حیرت میں ڈال دیا۔

[illegible]

”جہاں وہ اپنے دونوں کندھوں سے اس سے ہاتھوں پر لٹک رہا تھا۔
 ”میرے اس کی جگہ کا کوئی جواب نہیں دیا۔
 ”تست سالوں کے جدوجہد کے مٹانے کے تھیں علیحدہ! نہ کتنے سالوں بعد، نہ کتنے سالوں بعد، نہ کتنے سالوں بعد۔“

”نہیں۔“ اس نے ایک لفظی جواب دیا۔ اپنا آواز اسے بے حد کھوٹا لگتا تھا۔ صرف یہ کہ اس نے اس کے

”تم لوگ یہاں کچھ کر کے آئے ہو؟“ عمر کے ہونے پر حنا نے جواب دیا۔

”میں نے اسے سنا ہے۔“

ہاں کافی دیر سے اچھا خداجاؤ! ہم نے جو آسانی کے سبب بات تم کر رہے ہوئے تھا۔ اس نے ایک بار

ہلیو، کوغاب کے کسی۔ کوشش نہیں کی ہلیو نے پوری گفتگو کے دوران ایک بار بھی عمر کے چہرے پر
نہیں ڈالی اس میں اتنی بات باقی نہیں رہی تھی۔ وہ صرف جو تجھ کو دیکھ رہی تھی تو ایک جگہ خوب صورت
عمر کا حصہ بن گیا۔ اس سے زیادہ تیرا گھر آگیا۔ صرف اس کا چہرہ غافل اور پاؤں کا ٹکڑا

میں نے کوئی کام اپنی جموگت بھی نہیں کرتی تھی۔ وہ ان دنوں کو اس وقت تک پہنچی رہی تھی کہ

وہاں پہنچ کر کھانا سروس کر رہا تھا مگر کھانے میں اس کی دلچسپی ختم ہو گئی تھی۔ وہ اب یہاں سے بھاگ رہا تھا۔

اپنی پالیٹ میں یکدم چاول ڈال کر وہ پہلی سے شعلہ کا ماتھہ دینے کے لیے کھانا کھاتی رہی۔ شعلہ نے کہا۔

368

[illegible]

میں نے کہا تھا کہ ہم آج سارا دن اوجھڑا رہے ہیں کے بھرک دم تم نے اپنا فیصلہ کیوں بدل دیا؟

اسلام اور دنیا۔ انھوں نے یہ کہہ کر شعلے پر گیس کی بوتلی سے آگ لگا دی۔

”شہزادہ! تم جاؤ۔ میں ابھی وقت ایسے رہتا جاؤا ہوں۔“

[illegible]

اگلے دن وہ اپنی آسیبہ کی گرفت میں رہی۔ مریضہ زانیہ امت کو کھڑکی تھی۔ وہ دن اور رات کے کسی بھی

میں عمر کے خیال سے بالکل تندرست تھی اور اب بھی چھوڑنے کے لئے کوئی اور خیال اس کے ذہن میں نہ تھا۔

میں نے کہا: "اس کے ساتھ ملے ہوئی تھی اس لیے اس کی توقع بھی نہیں تھی۔"

۲۱ کے تحت

مکملہ سہولت۔ یہ کراچی میں مقیم ہونے کے بعد کبھی بارہا اس سے ملنے کا موقع ملا ہے۔ ان کی یہ آمدنیوں پر قائم ہے۔ ادا قاعدے کے لیے بھی اور وہ مٹا ہے۔ مطمئن والیں کہتے تھے۔

”کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم جہیز سے ایسا ہمارا کر ل لو۔“ یا قاعدہ اور دیگر جہیز کے گھروالوں کو اس پر پوریل

اپنی راسخہ بندی دینے کے لئے ناٹو نے ایک دن اس سے کہا۔
 "شب بچے ہی اس سے مل چکی ہیں جو اب ایک بار اوپر کر گیا کروں گی" اس نے روٹو کو اس کا انکار کر دیا۔
 "مجھ سے بھی نہیں مل سکتا۔" اور پھر "۔"

میں نے اس کی کسی شواہد کا اظہار نہیں کیا۔ میں خود یہ جانتی ہوں کہ تم دونوں ایک پیار اور

مل لوبکا جتے رہے جب کہ تم اس کے سارے گھر والوں سے مل لو۔ یہ اس کی امی کی خواہش ہے۔“ ناٹو نے
 ”نہیں اس کے تقریباً“ سارے گھر والوں سے ہی مل چکی ہوں۔ وہ پچھلے ہی مہینے سے آیا ہے۔“

علیہ نے کہا۔ "جیند کی اہمیت اس قدر کم ہے کہ اس کی بجائے اس کی طرف سے توجہ دینا چاہیے۔ جیند کی اہمیت اس قدر کم ہے کہ اس کی بجائے اس کی طرف سے توجہ دینا چاہیے۔"

اس کا فائدہ کیا ہے؟ "اس سے انہیں ہوئی۔" مجھے جیند کو جتنا جانتا تھا میں جان چکی ہوں۔ "اگر اس کی اہمیت اس قدر کم ہے کہ یہ وہاں کچھ وقت گزارو تو تمہیں اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یاد رہے مجھے اکیلے انوائٹ کر رہی ہیں؟" اس نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد نانو سے پوچھا۔ "نہیں، وہ مجھے بھی ساتھ کھانے پر بلا رہی ہیں۔" علیہ نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر کہا۔ "مجھے یہ ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

بارے میں بتاؤں۔ "تیسرے دن شام کو وہ نانو کے ساتھ جیند کے گھر موجود رہے۔ جیند پر انہیں جیند نے ہی رہنمائی کیا تھا۔ وہی سلام دعا کے دوران ان دونوں کے درمیان مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔

پھر آپ کو یہاں دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہے۔" نانو کے اس کی اہمیت اس قدر کم ہے کہ اس کی بجائے اس کی طرف سے توجہ دینا چاہیے۔ "علیہ نے اسے انہیں زور دیتے ہوئے کہا۔ علیہ نے جیند کے باوجود اپنے ہونے میں متراستار لگنے میں ناکام رہی۔ ہرگز نہیں سے زیادہ کھو کھلی لگنے لگی تھی۔ ساتھ چلتے ہوئے اس شخص سے اس کی ایک مٹھائی اٹنے کا تھا۔

"میری خاصی دیرینہ خواہش پوری ہوئی ہے آپ کو یہاں دیکھ کر۔" وہ ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اور یہاں تک پہنچنے کے لیے میری ایک دیرینہ خواہش کا خون ہوا ہے۔" اس نے سوچا۔

جیند کے گھر والوں کے ساتھ اسے چند گھنٹے اس نے بہت مشکل سے گزارے تھے۔ وہ ایک اچھی فیملی سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ بھورہن میں ہونے والی اس سے اپنی پہلی ملاقات میں ہی جان چکی تھی حالانکہ تب تک وہ اس کی فیملی سے ہی تھی۔ اس نے انہیں دیکھا تھا۔ اسے ان کے بارے میں اور کچھ بھی جانتا تھا۔ خواہش نہیں تھی۔ جیند کا گھر بہت زیادہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بہت دھم دھماکا مچاتا تھا۔ وہ سب آپس میں بہت بے تکلف تھے اور علیہ کی وہاں موجودگی اسی بے تکلفی کا ایک ثبوت تھی۔

جیند کی پیموئی دونوں نہیں گھر پر موجود تھیں۔ اس کا بیٹا پانی گھر پر نہیں تھا۔ نہ ہی اس کی بڑی بہن چچی سے وہ پہلے مل چکی تھی مگر اس کے باوجود وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ ان کے بارے میں کیا ہو رہا تھا۔ ان کے گھر کی وجہ سے کہ ان کی غیر موجودگی سے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑا تھا۔

وہ جیند کی دادی اور دادا سے بھی ملی تھی۔ اسے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ دونوں علی گڑھ کے گریجویٹ تھے۔ اس کے دادا بہت عرصہ ایک انکشاف اخبار سے منسلک رہے تھے وہ فری لانس جرنلسٹ تھے اور تحریک پاکستان کے بارے میں بہت سی کتابیں بھی تحریر کر چکے تھے۔

جیند کے والد حوالہ انجینئر تھے اور ان کی بیٹی کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی تھی جس میں اب جیند ابراہیم کام کر رہا تھا۔ جیند اس کی امی اور دادی ورکنگ ویمن تھیں مگر وہ اس کے باوجود بہت اکیلو تھیں۔ کیونکہ وہ اپنے گھر کے بہت سے کاموں میں وہ دونوں حصہ لیتی رہی تھیں۔

چند گھنٹے وہاں گزارنے کے دوران اسے یہ احساس ہوا تھا کہ وہ سب اسے پہلے ہی اس گھر کے ایک فرد کی

بیت۔ جسے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ رات تھا۔ وہ صرف رسمی دعوت تھی۔ رات کے کھانے کے بعد وہ وہاں سے واپس آئی تو پہلے سے زیادہ خاموش اور مضطرب تھی۔ نانو نے اس کے کھانے کے آثار سے اس کی افنی غیبت جاننے کی کوشش کی وہ منظر ہو گئیں۔ وہ کسی طرح بھی خوش یا مطمئن نہیں آ رہی تھی۔

"علیہ۔" ایسے گئے تمہیں وہ لوگ؟ "انہوں نے اسے کمرے کی کوشش کی۔ "ہوئے ہیں۔" وہ جتنا مختصر جواب دے سکتی تھی۔ اس نے دیا۔ نانو نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔ جو چہرہ نما آتی پریشان نظریوں آ رہی ہو؟ وہاں بھی تم بہت جیب جیب تھیں۔

پھر نہیں آپ کو یوں ہی محسوس ہو رہا ہے۔ "اس نے انہیں ٹانگی کی کوشش کی۔ نانو کچھ دیر خاموش رہیں۔ "میں چپ کے گھر والوں کو سہ ماہی رسامندی دے رہی ہوں۔ انہوں نے کچھ دیر کے بعد پوچھا۔ "جیند کی مرضی۔" اس نے گئے گئے تھکے انداز میں کہا۔

"وہ ایک قوی شادی نہیں چاہتے۔" ایک ہزار سال تک شادی چاہتے ہیں۔ جیند کو چند کورسز کے لیے سب کا پورہ خیال ہے۔ چچا نے غصہ کے لیے کوئی بھی ریتا ہے وہاں کوئی پروجیکٹ ہے اس کا۔ "وہ اسے ہاتھ لگیں۔ "اسی دن چچا نے جیند کی انجینئرنگ ہو جائے۔" وہ خالی المذہبی کے عالم میں ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

میں نے جیند کی بات کی تھی۔ وہ بہت خوش تھی۔ شادی کی انجینئرنگ کے لیے آنا چاہتی ہے۔ اس کی ملاقات کا پتہ چل جائے تو ہم کو آپ کی انجینئرنگ کی ڈیٹ ملے کر لیں گے۔ "نانو اپنی بیوی سے بتاتی جا رہی تھیں۔ "جیند کی مرضی اور جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔

جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔

انہ دو تین ہفتے اس کے لیے بہت صبر آزما ثابت ہوئے۔ جیند اپنی فیملی کے ساتھ اس کی انجینئرنگ میں شریک کے لیے پاکستان آئی تھی۔ اس کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔

جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔

جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔

جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔

جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔ "جیند کی مرضی۔" جیند کی مرضی۔

[illegible][illegible][illegible]

”تو ان بالآخر آپ کے یوٹوپیا کا خاتمہ ہو گیا اور اب ایس وٹور لینڈ سے باہر آگئی ہے۔“

گیا اور پھر نہ ہو سکتا کہ ایک شخص جو میری زندگی میں بھی ہوا میں نے ان کو اور چار کو لوں کو بھیجے۔
 وہ اب تمام حقیقتیں آپ کو بتا دے گی۔ لیکن یہ گروہ جو آج ہے اور یہ گروہ جو آپ کی زندگی میں موجود ہے نہ
 ہے۔ یہ گروہ آپ کے آگے نہیں چلا سکتا۔ اب آپ کو انھیں کھلیں۔ اب آپ کو انھیں ہوا حقیقتوں میں نہیں

[illegible]

بہارِ اس منزل کے چھوڑ کر کوہِ ہرانی کو شمشیر کی زنجیریں و سلاخیں سے بھری باتھری سے منہنی آ

کائنات میں جو آسمانی نظام ہے یہاں کوئی بھی طاقت نہیں ہے۔

اس کے دور میں وہ اپنے بچے کو لایا اور ان کے ساتھ رہا۔ ان کے ساتھ رہنے کے دوران میں ان کے دل میں ایک عجیب سی بات ابھری۔ وہ اپنے بچے کو دیکھ کر سوچتا تھا کہ یہ بچہ کون سا ہے؟ اس کے بارے میں اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

[illegible]

کہ اپنے ارادہ کو پورے کرنے کے لئے مکمل طور پر اپنا ارادہ کر لیں۔

”تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟“ وہ اب اس کے عقب میں کھڑا ہو کر پوچھ رہا تھا۔

جائے گا۔ ایسا نہیں ہوا۔

وہاں کرباات کے بارے میں کچھ کے بغیر اس کے عقد میں خاموشی کے کڑا بار بار ہر علیزے اسے پسند نہ آئے۔

اس کا دل پیا پورا ہے کہ وہ باور رکھے ہوا ہے۔ ہوا اب جائے یا پھر پوری قوم ہے وہ کا ہے کرا ہے وہاں سے وہ چلے گا وہ

اس کی طرف دیکھتے بغیر گراں سید غمی ہر لمحہ ۱۹۹۲ء کی یادیں اسے موجود لائنیں کو بھٹی رہی عراس کی ساری حسیات

اپنی گردن سیدھی رکھنا شروع کر دیا۔ وہ ربات تھا۔

ان بار غلاموشی ایک تیسرے فرد کی طرح ان دونوں کے درمیان موجود تھی۔ پہلے وہ کبھی نہیں آئی تھی لہذا وہ

یہاں بیٹھ کر کہیں ہاتھ رکھتے رہے، ہنگاموں میں کسی بھی وقفے کے بغیر انہی سیر میزوں پر بیٹھ کر عمر نے اسے سرت سے لپیٹے لٹائے تھے۔ وہ ہر بار لطیفہ سننے سے پہلے اس سے کہتا۔ ”تمہیں ایک جوک سنا تا ہوں۔“ وہ اسے ہنستا علیحدہ ہنستا شروع ہو جاتی۔ ”کم آن یا را پہلے سن تو لو۔ تم تو پہلے ہی ہنستا شروع ہو جاتی ہو۔“ وہ اسے ہنستا ہنستہ ہو جاتی۔

”ایک باپ اپنے بچے کو ایک سائیکلو جسٹ کے پاس لے کر گیا۔“ وہ لطیفہ شروع کرنا پھر رک کر اضافہ کرتا۔ ”سیری طرح کے بچے کو اس نے سائیکلو جسٹ سے کہا کہ یہ بچہ بہت ضدی ہے۔ اس نے مجھے اور باپ کو والوں کو بہت پریشان کر دیا ہے۔ اپنی فضول ضدوں کی وجہ سے۔ میں چاہتا ہوں آپ اس کا علاج کریں تاکہ یہ بچہ اس عادت سے باز آجائے۔“

سائیکلو جسٹ نے باپ کی بات غور سے سنی اور پھر بچے کو سمجھانے کے بجائے باپ سے کہا کہ وہ بکھر چلے گا۔ ”کام لے لو وقت گزرنے کے ساتھ وہ خود ہی یہ عادت چھوڑ دے گا۔“

باپ نے کہا۔ ”اس وقت جو ضد کر رہا ہے اسے ہم نہیں مان سکتے اور یہ چھوڑنے پر تیار نہیں۔“

سائیکلو جسٹ نے پوچھا۔ ”یہ کون سی ضد کر رہا ہے؟“

”یہ کہتا ہے مجھ ایک نیچے والا کروں میں وہ کھاؤں گا۔ اب آپ خود بتائیں کہ میں اسے کینچو ایسے کھاؤں۔“

سائیکلو جسٹ نے باپ کو سمجھایا کہ بچے پر سختی کرنے سے اس پر نفیاتی طور پر برا اثر پڑے گا۔ بہتر ہے کہ آپ اسے کینچو کھائے۔“

باپ نے کچھ دیر چلنے کے بعد مان لیا۔

سائیکلو جسٹ نے اپنے اسٹاف کو بھوکا کر ایک کینچو مانگوایا اور بچے کے سامنے پیش کر دیا۔

بچے نے ایک نظر کینچو پر ڈالی اور پھر بڑے آرام سے کہا۔

”آپ اس کینچو سے کہو ٹکڑے کریں۔ ایک آپ کھائیں ایک میں کھاؤں گا۔“

سائیکلو جسٹ اس کے طالبے پر گڑبڑا گیا۔

”وہ کیا میں نے بتایا ہے نا کہ یہ بہت فضول ضدیں کرتا ہے۔“ باپ نے کہا۔

سائیکلو جسٹ نے باپ کو تسلی دی اور ایک چاقو کے ساتھ کینچو سے کہو ٹکڑے کر کے اور ایک ٹکڑا اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لیا اور اس نے بچے سے کہا۔ ”اب تم اپنی ٹکڑا کھاؤ۔“

بچہ نے سائیکلو جسٹ کا چہرہ دیکھا اور کہا۔

”آپ نے میرا ٹکڑا کھا لیا۔“

علیحدہ کو بے اختیار کہیں آئی ”یہ کیا ہوک تھا۔ وہ بچہ اور سائیکلو جسٹ دونوں پاگل تھے۔ کینچو ایسے کھا سکتے ہیں؟“ وہ ہنسنے کے بجائے جھرجھری لے کر پوچھی۔

”جوک تھا بھی۔ حقیقت تو نہیں تھی۔“ وہ اسے یاد دلاتا۔

”مگر پھر بھی کینچو سے۔“ اسے ایک بار پھر جھرجھری آئی۔

”اچھا۔ اچھا چلو میں تمہیں ایک اور جوک سنا تا ہوں۔“ وہ جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کہتا۔ ”ایک جرٹ ایک

مینٹل ہاؤس میں آیا وہاں وہ مختلف درجہ زمین پھر ہاتھ اٹھا کر اچانک اس کی نظر ایک آدمی پر پڑی۔ وہ بہت خاموشی سے ہاتھ میں اٹھارے لے ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے بہت شاندار قسم کا سوت پٹا ہوا ٹھکانا جرٹ اس کے پاس گیا اور چرائی سے پوچھا۔

”کیا آپ پاگل ہیں؟“

اس نے اخبار سے نظر اٹھا کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ”نہیں۔“

”جو پھر آپ کو یہاں کیوں رکھا ہے؟“ جرٹ نے پوچھا۔

”یہ کہ میں نے ایک کتاب لکھی تھی دو ہزار صفحات کی۔“

جرٹ کو شدید حیرت ہوئی اس نے پوچھا۔ ”آپ نے کس چیز کے بارے میں کتاب لکھی تھی؟“

”جرٹ ٹکڑوں کے بارے میں۔“ اس نے بڑی سنجیدگی سے بتایا۔

جرٹ ٹکڑوں کے عالم میں ڈاکٹر کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ ”آپ نے بے سوچے سمجھے ایک بین آدمی کو پکڑ کر یہاں بند کر دیا جس نے کھوٹوں پر دو ہزار صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے۔“

ڈاکٹر نے بڑے سکون سے اس کی بات سنی اور کہا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اس شخص نے کھوٹوں پر واقعی دو ہزار صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے مگر اس کی کتاب کے دو ہزار صفحات پر صرف ایک ہی بات ہے۔“

”کیا؟“ وہ جرٹ کے پاس چلا۔ ”اس شخص کے عالم میں پوچھا۔ ڈاکٹر نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔ ”ہرگز۔“

وہ لطیفہ سننے کے بعد علیحدہ کو دیکھتا ہوا اب بھی پورے اٹھارہ گھنٹوں کی سانس لیتے ہوئے دیکھ رہی ہوئی۔

”مجھ میں نہیں آیا نا؟“ وہ بڑی ہمدردی سے پوچھتا۔ وہ پلکیں جھپکاتے بغیر اسے دیکھتی رہتی۔ اٹھا اور اقرار دلوں مقل تھے۔

”آپ آسمان والے کو سمجھا پایا کریں۔“

”مقل۔۔۔ ہاں ایسے والے۔۔۔ کچھ ہاں۔۔۔ کہتا ہے۔“ مٹی آن مجھے نیچے لے لیا۔ ایسے کام کے لیے سزا دی جو

بچے کو بھی پائی نہیں۔“ اس حیرانی سے کہتی ہے۔

”کون سا کام؟“

”ہو موڑنا۔“ بچہ مزے سے کہتا ہے۔

وہ کندھے اچکا تو علیحدہ ختم کرنا۔ علیحدہ ہنسنے لگتی۔ وہ بے اختیار گہرا سانس لیتے ہوئے کہتا۔

”وہ جو آپ میرے ساتھ سننے سے پہلے ہستی میں نا وہی ٹھیک ہے۔ کم از کم مجھے یہ اطمینان تو ہو گا کہ تمہاری

میں سزا اچھی ہے۔“ وہ کچھ دیر انداز میں اسے ڈانٹتا۔

وہاں بیٹھے بیٹھے علیحدہ کو بہت کچھ یاد آ رہا تھا چاروں طرف چھائی تاریکی ایک ایسا گنبد بن گئی تھی جس کے اندر

اس کے اور عمر کی آوازوں کی بازگشت چھائی دے رہی تھی۔ ”اور شاید آج ہم آخری بار یہاں ان سیر میزوں پر

ایک دوسرے کے اتنے قریب بیٹھے ہیں۔“

اس نے دل گرفتگی کے عالم میں سوچا۔

”تو آج بہت اچھا ہو رہی تھیں۔“ عمر نے ایک خاموشی کو توڑا۔

”تمہارے عا۔۔۔ ایک۔۔۔“ اس نے سوچا۔

”جینہ بہت خوش قسمت ہے۔“ وہ کہہ رہا تھا۔

”اور میں بہت قسمت ہوں۔“ اس کے جواب اس کے اندر گونج رہے تھے۔

علیحدہ کی مستقل خاموشی شاید اس کے لیے غیر متوقع تھی۔ وہ چند لمحوں کے لیے خود بھی خاموش ہو گیا۔

”آپ ابس نہیں۔“ کہنے؟ علیحدہ نے اچانک اس سے پوچھا۔

”میں جانا چاہ رہا تھا۔“ کرسی نے روک لیا۔ سب فیملی ممبر زائے ہوئے تھے اس لیے۔ ”وہ ہم آواز میں بتانے

آگاہ۔“

”ابھی بھی سب اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔“ صرف میں باہر آیا ہوں۔ کچھ دیر واک کرنا چاہ رہا تھا۔ تمہیں دیکھا تو

بھر آیا۔“

وہ اب لاٹھ سے ہونٹوں میں دبایا۔ ایک سگڑے جلا رہا تھا۔ چند لمحے چلتے رہے۔ اور شعلے میں علیزہ نے اس کا چہرہ لکھا پھر شعلہ بجھ گیا۔

عمر نے لاٹھوں میں جیب میں نہیں رکھا۔ وہ اسے ایک بار پھر جلا رہا تھا۔ اس بار وہ لاٹھ جلا کر علیزہ کے ہاتھ کے پاس لے گیا۔ لاٹھ کے اٹنے والے شعلے کی روشنی میں علیزہ کے ہاتھ میں پسنی ہوئی انگوٹھی بھونکنے لگی۔ گرد وہ کچھ دیر اس کے ہاتھ میں موبو انگوٹھی کو دیکھتا رہا پھر اس نے لاٹھ منڈ کر دیا۔ وہ اب اپنے ہاتھ سے سگریٹ کو بوٹوں سے نکال رہا تھا۔ سگریٹ کا تھکا سا شعلہ اب اس کے ہونٹوں سے انگلیوں میں منتقل ہو چکا تھا۔ علیزہ نے جیسے ہی ہونٹوں کی حرکت کو دیکھا۔

عمر نے ہاتھ سے کوئی گفت نہیں مانگا؟ کچھ دیر بعد اس نے مدھم آواز میں کہا۔ علیزہ کو اب پہلوں میں آنسوؤں کا چھنڈا لگتا ہوا محسوس ہوا۔

گفت؟ جو کچھ تم مجھ سے لے چکے ہو۔ اس کے بعد پوری دنیا اٹھا کر میرے سامنے رکھ دینے پر بھی میں خوش نہیں ہو سکتی۔ اس کے اندر ایک اور سڑکوشی ہوئی تھی۔

تم مجھ سے بات نہیں کرو گی؟ وہ بہت نرم آواز میں پوچھ رہا تھا۔ تم ساری ناراضی ختم نہیں ہوئی؟

وہ سکتا رہے گی وہ کس ناراضی کی بات کر رہا تھا کیا وہ جانتا تھا۔ وہ اس سے ناراض ہے اور اگر وہ یہ جانتا تھا تو پھر کیا اس کی ناراضی کی وجہ سے بھی وقت بھر پھر بھی وہ اب تک اتنی بے نیازی دکھا رہا تھا۔

اندھیرے میں بیٹھ کر رونے کی عادت چھوڑ دو علیزہ۔ اس کی نرم آواز اسے ایک چابک کی طرح لگی تھی۔ ساری دنیا میں وہ ایک شخص تھا جو تاریکی میں بھی اپنے پہچان سکتا تھا۔ جو اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالے بغیر بھی اس کی ساری کیفیات سے باخبر تھا۔ اس نے خود کو بے بسی کی انتہا پر پایا۔

میرے ساتھ یہ کیوں کیا آپ نے؟ وہ ایک دم پست پڑی۔ آپ نے میری پوری زندگی تباہ کر دی۔ آپ نے مجھے میرے قدموں پر کھڑے رہنے کے قابل تک نہیں پہنچوڑا۔ وہ بچوں کی طرح ہلک رہی تھی۔

مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ مجھے اپنی زندگی سے اس طرح باہر نکال کر پینکٹ کر سکتے ہیں۔ وہ بالکل خاموش تھا۔

”جو اتھو۔ آپ کس طرح اسے اپنی زندگی میں لاسکتے ہیں کس طرح اسے میری جگہ لے سکتے ہیں۔“

”ایا ان سب باتوں کا اب کوئی فائدہ ہے؟“ اس کی آواز اب بھی اتنی ہی مدھم تھی۔

”کیوں فائدہ نہیں؟“ اس نے بلند آواز میں کہا۔

”آپ کہتے ہیں آپ نے میری کس طرح میری ذات کی نفی کی ہے۔“

crippled (بے بس) کر دیا ہے مجھے؟

”علیزہ۔“ عمر نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر وہ بولتی رہی۔

”دس سال میں آپ کو ایک بار بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ میں آپ کے لیے عام تھا۔ نہ نہیں رکھتی۔ میں آپ کی گزرتی زندگی سے ایک اور گزن نہیں ہوں۔ میں آپ کی فریڈ زیم سے ایک اور فریڈ زیم نہیں ہوں۔ to me you always meant so much

نہیں۔ وہ میں یقین نہیں کر سکتی، بھی یقین نہیں کر سکتی۔“

وہ اب اس کے کندھے کو ختی سے پکڑے ہوئے کمر رہی تھی۔

”میں نے تم سے کبھی کوئی وعدہ نہیں کیا۔ کیا کبھی میں نے تم سے کچھ کہا؟“ اس نے پرسکون انداز میں پوچھا۔

”چند لمحوں کے لیے کچھ بھی نہیں کہہ سکی۔“

”تم اسے مانویا۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ میں نے کبھی تمہارے بارے میں اس طرح سے سوچا ہی نہیں۔“

تیری۔ اپنے کندھے کو اس کے ہاتھ کی گرفت سے چھڑا رہا تھا۔ وہ کچھ چہرے کے ساتھ اندھیرے میں اس کے نقوش کو بھونکتی رہی۔

”تم مجھے تم میں کوئی دلچسپی ہوئی تو میں اسے سالوں میں ضرور بتا دیتا۔ اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے۔“ اور وہ وہی ہے جو تم سمجھنا نہیں چاہ رہی۔“

عمر کے بچے کی فحشک اور سرد مری نے اسے عمر سے مزید پر گشت نہیں کیا۔ اپنے کندھے سے اس کا ہاتھ ہٹانے سے بھی وہ بددعا داشت نہیں ہوئی۔

”تم بہت اچھی ہو۔“ لیکن مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔“ وہ بہت صاف اور واضح الفاظوں میں کہہ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی اسے کیا ہوا۔ وہ اندر نہیں بھاگی۔ وہ عمر پر نہیں چلائی۔ وہ کچھ بچوں کی طرح ہونٹوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ کھینچ کر اس کے کندھے سے سر نکالنے بچوں کی طرح ہلک ہلک کر رونے لگی۔

”مجھ سے۔“ مت کہو۔ تمہیں بتا ہے اس سے کتنی تکلیف ہوتی ہے مجھے۔“

عمر اب بالکل سادہ سا تھاپوں بیسے وہ پتھر کا کوئی مجسمہ ہو۔

”میرے ساتھ وہ سب کچھ مت کرو جو وہ القزین نے کیا۔ تم دنیا کے آخری آدمی ہو گے جس سے میں یہ توقع کروں گی کہ وہ مجھ سے یہ کہے گا کہ اسے مجھ سے محبت نہیں ہے۔“ وہ اسی طرح بولی رہی۔

”میں بھی جنید کے ساتھ وفادار نہیں ہو سکتی۔ میں بھی کسی کے ساتھ وفادار نہیں ہو سکتی۔ تم کیوں نہیں سمجھتے؟ ہم دونوں بہت اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔ ہم دونوں اب بھی کچھ روکتے ہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے اگر تم چاہو۔“



”میرے ساتھ وہ سب کچھ مت کرو جو وہ القزین نے کیا۔ تم دنیا کے آخری آدمی ہو گے جس سے میں یہ توقع کر سکتی ہوں کہ وہ مجھ سے یہ کہے گا کہ اسے مجھ سے محبت نہیں ہے۔“ وہ اسی طرح بولی رہی۔

”میں بھی جنید کے ساتھ وفادار نہیں ہو سکتی۔ میں بھی کسی کے ساتھ وفادار نہیں ہو سکتی۔ تم کیوں نہیں سمجھتے؟ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔ ہم دونوں اب بھی کچھ روکتے ہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے اگر تم چاہو۔“

”اور میں ایسا نہیں چاہتا۔“ اس کی پرسکون آواز میں کوئی اضطراب تھا۔ ارتعاش۔ وہ اب بھی اپنی بات پر اسی طرح اڑا رہا تھا۔ اس کے بازو پر علیزہ کی گرفت اور سخت ہو گئی۔

”تم کیوں نہیں چاہتے؟“ عمر کیوں نہیں چاہتے؟“ وہ اس کے بازو سے ہاتھ لگائے بچوں کی طرح بے تحاشا بولی گی۔ عمر نے بازو اس کے آنسوؤں کی کمی کو محسوس کیا۔

”مجھے آج یہاں کیا آنا چاہیے تھا۔“ عمر بڑبڑایا۔ ”میں نے یہاں آنا غلط کیا۔“

علیزہ نے اس کے کندھے پر آکا سر اٹھا کر اندھیرے میں جھنڈی آنکھوں کے ساتھ اسے تلاش کرنے کی کوشش کی اور بہت سالوں کے بعد پہلی بار اسے احساس ہوا کہ اس نے اپنی زندگی کے دس سال ایک غلط شخص کے لیے ضائع کر دیے۔ اس کے نزدیک علیزہ کی کیا اہمیت تھی؟ اس کے نزدیک اس کے آنسو کیا معنی رکھتے تھے؟ اس کے نزدیک اس کی خوشی کی کیا حیثیت تھی۔ اس کے نزدیک علیزہ کیا تھی؟

دس سالوں کے بعد پہلی بار اس نے آئینے میں اپنے چہرے کو آنکھیں بند کر کے دیکھنے کی کوشش کرنے کے بجائے آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی۔

اسے پتا چلتے ہوئے ہاتھوں کو اس نے عمر کے بازو سے ہٹا لیا۔

”تم آج بھی وہیں ہو جہاں میں نے تمہیں اتنے سال پہلے دیکھا تھا۔ تم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ پہلے بھی تمہاری مویج نکلا کرتھی۔ آج بھی ہے۔“ وہ اندازہ نہیں کر سکی۔ وہ اسے دھڑک رہا تھا یا اسے آئینہ دکھا رہا تھا۔

میں کاؤرٹی ہے۔ نہ ماننے پر صلیب پر چڑھا دی ہے۔ بس چیخوں کو ان کے مقام پر نہیں رہنے دیتا۔
 یار میں نے مجھے بغیر بھی انسان سونا بن گیا ہے اور آگ کے پاس آگے بغیر بھی موم کی طرح پگھلنے لگا ہے۔
 روشنی واقعی مجھے کرلی ہے۔ مکمل خاموشی۔ علیحدہ کبھی کسی اجنبی کے اتنا قریب نہیں بیٹھی تھی۔
 وہاں اب خاموشی تھی۔ کچھ اور ملا تھیں۔ اور عمر شاید ان تمام باتوں کے خواب میں
 بیٹھی تھی۔ وہ انتظار کر رہی تھی شاید چند منٹ میں۔ کچھ معذرتیں۔ بچپن کے اسے توغ
 اس کی طرف سے کچھ کے جانے کا منتظر تھا۔ شاید چند منٹ میں۔ کچھ معذرتیں۔ بچپن کے اسے توغ
 علیحدہ ہی طرح کا اظہار کرے گی۔ اس نے ایسا کچھ نہیں کہا۔

”آپ ٹھیک تھیں۔“ وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔
 کچھ اسی گھر میں شروع ہوا تھا۔ سب کچھ اسی گھر میں ختم ہو گیا تھا۔ علیحدہ نے مرکز اور والی بیڑی
 قدم نہ اٹھائے۔ ٹہرنے لگی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ نہ ہی اس نے کچھ کہا۔
 وہ غیر ہوا قد میں سے چلی آئی۔ اس نے کچھ سڑک دینے کی کوشش نہیں کی۔ وہ جانتی تھی۔
 جانے والے شخص نے بھی اسے مرکز نہیں دیکھا ہو گا۔ وہ اس کا ماضی تھا۔ ایسا ماضی میں اس کا بچپن اور
 شریعہ ہوا تھا۔

وہ اسی طرح چلتی ہوئی اندر اپنے کمرے میں آئی۔ شہلا سوری تھی۔ کمرے میں تاریکی تھی۔ وہ سے قدم
 وہ ٹنگ روم میں چلی آئی۔ لاسٹ جلائے ہی سامنے قد آدم آئے میں اس نے اپنا عکس دیکھا اور وہ چند لمحوں
 کے عکاسات رہ گئی۔ آئینے میں نمودار ہوئے والا عکس کسی کا تھا۔ اس نے نظریں چڑھائیں۔ ٹھنڈے
 احساس جو۔ بچپن کا۔ ہر چیز اس کے چہرے پر تحریر تھی۔ ”یوٹا ہوا چہرہ“ کوئی آواز اس کے کانوں میں
 لڑائی۔ اس نے منہ کی طرف پٹ کر لی۔ وہ اسی وقت وہاں مزید کسی ماتم کے لیے نہیں آئی تھی۔ ماتم کی
 گنجائش ہی کہاں رہتی تھی۔

وہ ہاتھ روم میں چلی گئی۔ پھرے پر پانی کے چند چھینٹے مار کر انہوں نے ان ابھری ہوئی تحریروں کو مٹانے کی کوشش
 کی۔ نیم گرم پانی نے اس کی سوچی ہوئی آنکھوں کو قدرے سکون پہنچایا۔ وہ ہنسنا سوچے مجھے کسی مشین کی طرح
 چمکے پرانی کے چھینے مار لی گئی۔ وہ اسی منٹ میں کرتے ہوئے پانی کی آواز سے وہ جیسے اپنے کانوں میں گونج رہی
 آوازوں کے شور کو بانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب وہ اس میں ناگام رہی تو اس نے ہار ماننے والے انداز میں
 چھینے مارا بند کر دیا۔ پانی کی ٹوٹی بند کر کے وہ واپس ٹنگ روم میں آئی اور دروازے کی بند کی گولیاں تلاش کرنے
 لگی۔

واپس نیم تارک یک چار روم میں جا کر وہ ایک گاڑی میں پانی کے لیے کر رہی ٹنگ روم میں آئی اور اس نے دو گولیاں پانی
 کے ساتھ نگل لیں۔ پھر وہ ٹنگ روم کی ایک دیوار کے ساتھ ٹیک کا گرفتار رہنے لگی۔
 اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس اتنی ہی موجود تھا، مگر اس میں پانی نہ تھا۔ وہ خالی الذہنی کے عالم میں گھلنے
 دونوں ہاتھوں کے درمیان گھماتی رہی۔ وہ غنڈ کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ غنڈ جس کے سوا اسے اس وقت اور
 کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف غنڈ ہی اسے ان آوازوں سے چھٹکارہ دلا سکتی تھی جنہوں نے اس وقت اس
 کے پورے وجود کو گنہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ آوازیں۔ یاد گشت۔ سرگوشیاں۔ کسی۔ قہقہے۔ وہاں یا
 نہیں تھا۔

”اگلی بار میں علیحدہ کو Joy دیوں گا۔ پھر۔۔۔ Eternity“
 گلاس پر علیحدہ کی گرفت سخت ہو گئی۔ اسے غنڈ کے علاوہ کسی چیز کا انتظار نہیں تھا۔
 ”میں تمہیں مس کروں گا۔“ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ شاید غنڈ لانے کے لیے دو گولیاں کافی نہیں تھیں۔
 نیپالی کے ساتھ ایک اور گولی نگل لی اور دوبارہ وہیں بیٹھ گئی۔
 ”گیوں گریں علیحدہ پہلے سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو گئی۔“

اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس دور پھینک دیا۔ شیشے کا گلاس کارٹ پر گر کر ٹکڑا ہو گیا۔ اسے وہاں موجود ہر
 کچھ میں گھس کر دھکی دیا۔
 ”میں کوشش کروں تو بھی میں اپنے اندر تمہارے لیے کوئی خاص قسم کے جذبات دریافت کرنے میں
 باہر ہوا۔ اور ایسا تھوڑا بار ہوا ہے تو کیا میں یہ نہ سمجھوں کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔“
 علیحدہ کو غنڈ کے لیے گئی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں کو جو جھل ہوتے ہوئے محسوس کیا۔
 وہاں میں بھی ایسا ہوا کہ میں نے تم سے اظہار محبت کیا ہوا۔؟ میں نے نہیں کیا۔ اگر دنیا میں محبت نام کا
 کوئی براغم ہو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس سے بھرا دل اور دل کسی مست نہیں ہوا۔“
 وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اٹھاتے قدموں کے ساتھ وہ ٹنگ روم کا دروازہ بند کر کے روم میں آ گئی۔
 ”مرا اور عورت کے درمیان غنڈ محبت کا رشتہ نہیں ہوتا ہے۔ چاہو تو کبھی نہیں بن سکتا۔ جیسے کہ ارا اور میرا
 رشتہ ہے۔ ارا اور میرے رشتے کو اگر غنڈ نے اتنے سالوں میں کبھی یہ جاندار ہی سے نہیں دیکھا تو یہ تمہاری غلطی
 ہے۔ کسی Comedy of errors (گفتگو کا حادثہ) نہیں بن سکتا۔“ وہ ٹنگ روم کی کھڑکیوں کی طرف ہنسنے
 لگی۔ وہ کچھ دیر رہی تھی جب اس نے دور لہان کی بیڑیوں میں اسی جگہ ایک ہونے کو براہیمان پایا جہاں وہ
 کچھ دیر پہلے موجود تھی۔ سکرٹ کا شعلہ ابھی بھی نظر آیا تھا۔ اس نے ہاتھ روکے بغیر یہ دروازہ کر دیا۔ ہولہ او جھل
 ہو گیا۔

”تم نے اپنے آپ کو خود ہار دیا ہے۔“ جنید کے ساتھ مٹی کا تمہارا مسئلہ ہے۔ میں کھاتی کو سونمٹا پول
 کر اس میں چھلانگ لگانے کا دعویٰ نہیں ہوں۔ Total disaster مکمل عذاب ہے۔ لیکن وہ میں۔
 نہیں ہوں۔ گانہ نہ آئے۔ نہ آئندہ کبھی۔“ وہ بند پر لپٹی چلی گئی۔ آواز میں۔ جھلے اور لفظ
 آپس میں گونجنے لگے۔ گونڈ ہو رہے تھے اسے بے تحاشانہ آری تھی اس نے کپے پر سر رکھ کر آنکھیں
 بند کر لیں۔



”علیحدہ! جنید! فون ہے۔“ وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔“ وہ ناشتہ کرنے کے لیے لاؤنج میں داخل ہو رہی تھی
 جب ہونے اس کو مخاطب کیا۔ وہ فون کا ریسیور ہاتھ میں لے کر نکلتی تھی۔
 علیحدہ ایک کونڈ کے لیے بیٹھی تھی۔ اور پھر ان کی طرف ہنسنے لگی۔ صوفہ پر بیٹھ کر اس نے ہانوکے ہاتھ سے
 پورے لیا۔ وہ حیران تھی جنید عام طور پر اس وقت فون نہیں کیا کرتا تھا۔
 ”اے!“ اس نے ریسیور اٹھاتے ہوئے ہاتھ میں لے لیا۔
 ”کیسی؟“ علیحدہ نے۔“ دو صری طرح سے وہی طرح پکاری ہوئی آواز۔ نالی دی، جس کی اب وہ کچھ عادی ہو گئی تھی۔
 ”میں ٹھیک ہوں۔ آپ نے اس وقت فون کیسے کیا؟“
 ”تمہیں حیرانی ہو رہی ہے۔“ جنید نے خوشگوار لہجے میں کہا۔
 ”کسی حد تک۔“

”میں تمہیں لپچ بزلے جانا چاہتا تھا۔“ اس نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔
 ”تپ رات کو مجھے بتا دیتے۔“ وہ اپنے لیے مجھے کال کی تھی۔“
 ”اس وقت مجھے یاد نہیں رہا فون بند کر دیا۔ تب یاد آیا پھر میں نے سوچا کہ وہ بارہ کال کرنا ٹھیک نہیں۔ میں صبح
 فون کروں گا اسی لیے تمہیں اب کال کر رہا ہوں۔“ جنید نے بتایا۔
 وہ کچھ سوچ میں پڑ گئی۔ ”تمہارا راج اور کب شروع ہو رہا ہے؟“ اسے خاموشی پر جنید نے پوچھا۔
 ”ایک بجے۔“ علیحدہ نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے پھر میں آفس سے ساڑھے بارہ بجے نکلتا ہوں۔“ آدھے گھنٹہ میں میں تمہارے آفس پہنچ جاؤں
 ”جنید نے پروگرام طے کرتے ہوئے کہا۔“ ”میرا راج اور شروع ہونے کی باہر آجانا۔ ہم کسی قریبی ریلوے میں

جائزہ لیں گے پھر میں تمہیں واپس ڈراپ کروں گا۔
 "مگر آج تو میں جگہ کرنا ہی نہیں چاہ رہی تھی۔" علیزہ نے کہا۔

"کیوں؟"
 "آج خاصا مصروف دن گزرے گا آفس میں۔ شاید ایک دو فنکشنز کو دیکھنے کے لیے بھی جانا پڑے تو کچھ

تور تو لگتی ہی جائے گا۔" اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔
 "سری طرف کچھ دیر خاموشی رہی پھر جینے نے کہا۔

"تمہیں کیا ہے کہ تم کسی طرح بھی کچھ وقت نہیں نکال سکتیں؟"
 "مجھے نہیں پتا۔" علیزہ نے کہا۔ "ہم کسی اور دن لچ کر لیتے ہیں۔"

اس نے فوری طور پر ایک متبادل حل پیش کیا۔
 "نہیجہ کسی اور دن لچ کر لیتے ہیں۔ آپ تیار ہیں کہ آپ کس دن دستیاب ہوں گی۔"

علیزہ اس کی بات پر مسکرائی۔ وہ اسے آپ اسی وقت کہتا تھا جب وہ خاصے خوشگوار موڈ میں ہوتا تھا۔
 "کل چلے ہیں۔" علیزہ نے اپنی گھڑی پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

"کل۔" ایک منٹ میں ذرا اپنا بیجر دیکھ لوں۔ مجھے لگتا ہے کل میں آفس سے نکل نہیں سکوں گا۔"
 علیزہ نے اسے بڑبڑاتے سنا پھر کچھ دیر خاموشی رہی۔ چند منٹوں کے بعد جینے کی آواز دوبارہ آئی۔

"کل ممکن نہیں ہو گا علیزہ۔! پر میں چلتے ہیں۔ پر سوں میرے پاس خاصا وقت ہو گا۔"
 "نہیجہ بے پھر سوں ہی چلتے ہیں۔ آپ سے میں نے ایک کام کہا تھا۔ آپ کو یاد ہے۔" علیزہ کو بات

کرتے کرتے اچانک یاد آیا۔
 "نہ صرف یاد ہے بلکہ میں پہلے ہی آپ کا کام کرچکا ہوں۔" وہ دن میں میں نے وہ لکھنے کو بھی کر لیا تھا۔ اب

میں نے اپنے ایک اسٹنٹ کو اسے دیا ہے تاکہ ایک دفعہ دوبارہ وہ اسے دیکھ لے۔ مجھے امید ہے آج یا کل تک یہ کام کر دے گا۔ پھر میں تمہیں سارے چیز زبجو اؤں گا۔"

"مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیے؟" علیزہ نے خوشگوار انداز میں کہا۔
 "یقیناً۔" اس میں تو پوچھنے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ "دوسری طرف سے جینے نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"بلکہ بہتر ہے تم مجھے شکریہ کا ایک کارڈ بھجوا دو۔ فارمیٹلی اچھی ہوئی ہے۔ اس سے میرے جیسے بندے کو اپنی اوقات کا پتا چلتا رہتا ہے۔" وہ اسی سنجیدگی سے کہتا لیا۔

علیزہ بے اختیار ہنسی۔ "ایک کارڈ تھیک رہے گا؟" اس نے ظاہر سنجیدگی کے ساتھ جینے سے پوچھا۔
 "ہاں تھیک رہے گا۔" اصرار ہو جائے گا۔ "جینے کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔"

"اچھا میں بھجوا دوں گی۔ اور بہت زیادہ شکریہ۔"
 "میرا My pleasure (میری خوشی) کہنا چاہیے؟" وہ اب اس سے پوچھ رہا تھا۔

"فیل۔" کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ "اس نے اپنی مسکراہٹ دہرائے ہوئے اسی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔
 "My pleasure" جینے نے اس کی بات سننے کے بعد بڑی سنجیدگی سے کہا۔ وہ بے اختیار

مسکرائی۔
 "آپ آج بہت اچھے موڈ میں ہیں۔"
 "میں بیش اچھے موڈ میں ہوتا ہوں۔" جینے نے برجستگی سے کہا۔

"لیکن آج کچھ غیر معمولی طور پر اچھے موڈ میں ہیں۔"
 "اس کی واحد وجہ صبح صبح آپ سے گفتگو بھی تو ہو سکتی ہے۔"

فوری طور پر علیزہ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا جواب دے۔ وہ مسکراتے ہوئے خاموش رہی۔
 "بہر حال اتنا وقت دینے کے لیے شکریہ۔ میں کارڈ کا انتظار کروں گا۔" جینے نے خدا حافظ کہتے ہوئے کہا۔

علیزہ نے فون رکھ دیا۔
 "ہانا علیزہ ناشتہ جلدی لگاؤ اس۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

علیزہ نے ریسیور رکھتے ہی بلند آواز میں ہانا سے کہا جو اس وقت کچن میں جا چکی تھیں۔
 "ہانا علیزہ کی آواز کے سن کر کچن سے باہر نکل آئیں۔"

"میرا ناشتہ تیار کرچکا ہے۔ بس چند منٹوں میں نیکل پر لگا دے گا۔" تم آج واپس کب آؤ گی؟
 "آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" علیزہ کو حیرت ہوئی وہ عام طور پر یہ سوال نہیں کرتی تھیں۔

بہتر جوابی نے آج ڈنر کو ہے۔ پچھلی دفعہ بھی میں تمہاری وجہ سے نہیں جا سکی اور وہ بہت ناراض ہو میں اور
 اس بار تو انہوں نے خاص طور پر تاکید کی ہے۔ "ہانا نے اپنی کلب کی ایک سلاخ کی کانٹا لیتے ہوئے کہا۔

"ہانا! میں تو آج بھی خاصی دیر سے ہی آؤں گی۔ مجھے آج ایک دو فنکشنز کی مورچ کے لیے جانا ہے۔ آپ پلیز
 کل بھی جائیں۔" علیزہ نے فوراً معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر جوابی نے صرف مجھے انوائٹ نہیں کیا، تمہیں بھی کیا ہے۔" ہانا نے اسے بتایا۔
 "میں جاتی ہوں لیکن میں کیا کر سکتی ہوں۔ آپ کو پتا ہے۔ میں آج کل بہت مصروف ہوں۔" علیزہ نے

بہداشت کی۔
 "یہ ساری مصروفیت تمہارے خود پائی ہیں۔ کس نے کہا تھا دوبارہ اخبار خوان بن کر نہ لے کو۔ بہتر نہیں تھا کہ میں

رہیں۔ کلب میں آتی جا سکتی۔" ہانا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔
 علیزہ خانہ سالن کو نیکل پر ناشتہ لگاتے دیکھ چکی تھی۔ وہ صوفے سے اٹھ کر ڈائننگ نیکل کی طرف بڑھ گئی۔

"آپ جانتی ہیں ہانا! مجھے جر ملزم ہیوٹس سے پسند رہا ہے اور پھر چند برسے نیوز پیپر میں سے ایک میں کام کرنے کا
 موقع بھی ملتا تھا۔" اس نے ڈائننگ چیمبر میں جیتے ہوئے کہا۔

"مگر نیوز پیپر میں کام کرنے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ بندہ ہر چیز کو بھول جائے۔ سارا دن تم کھرتے باہر رہتی ہو
 کیا اب تو شام کو بھی خاصی دیر سے آتی ہو۔ میں تمہاری شکل دیکھنے کے لیے ترس جاتی ہوں۔" ہانا بھی میز کی

طرف آئیں اور اس کے لیے چائے بنانے لگیں۔ "آخر خود کو اتنا مصروف کر لینے کا فائدہ کیا ہے؟"
 علیزہ ان کے سوال پر ہنسنے لگی۔ "یہ تو میں نہیں جانتی۔ میں یہ ہے کہ مجھے یہ سب اچھا لگتا ہے۔"

جینے کی خاموشی کے بعد اس نے کندھے اچکا تے ہوئے کہا۔
 "تم مجھے یہ بتاؤ میں مسز رمانی سے ملنا ہے بارے میں کیا کہوں؟"

"یہی کہیں کہ میں کچھ نہیں سمجھتی۔ کہیں اور جانی ہوئی تھی۔" علیزہ نے کہا۔
 "تم واپس کب آؤ گی؟" ہانا نے پوچھا۔ "مجھے اندازہ تو ہو گا؟" ہانا نے چائے کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سات آٹھ بجے کے قریب۔" علیزہ نے چائے کا سب لیا۔
 "تو پھر تو تم جا سکتی ہو۔" اچھا وقت آٹھ بجے ہے۔ ہم کچھ دیر سے چلے جائیں گے۔" ہانا نے بے ساختہ کہا۔

"کم آن ناو سات آٹھ بجے کھانے کے بعد پھر تیار ہو کر گھر سے نکل جاؤں۔ آپ خود سوچیں۔ میں کتنی
 جلد چلی ہوں گی۔" علیزہ نے احتجاج کیا۔

"تمہاری مسکن وہاں جا کر دور ہو جائے گی انہوں نے میوزیکل اینڈنگ بھی ارج کرنا رکھی ہے اس لیے تو میں
 نہیں ساتھ چلنے کے لیے کہہ رہی ہوں۔" ہانا نے اسے ترغیب دیتے ہوئے کہا۔

"میں ناؤ! میرے لیے ممکن نہیں ہے۔" علیزہ متاثر ہوئے بغیر بولی۔ "آپ میری طرف سے ان سے
 معذرت کر لیں۔"

"تمہاری مرضی۔ میں ابھی ہی چلی جاتی ہوں۔ تم جب واپس آؤ تو کھانا ضرور کھا لیتا۔ ایسے ہی سوئے مت
 جا جانا۔ میں مرید کو کھانے کے بارے میں بتا دوں گی۔" انہوں نے اسے چائے کا کپ ختم کرتے دیکھ کر کہا۔

"تم انہوں کو ناشتہ تو آرام سے کرو۔ ایک سلاخ سے کیا ہو گا؟"

"میں آفس کے لیے لٹ ہو رہی ہوں۔ جنیدی کال کی وجہ سے خاصا وقت ضائع ہو اور نہ آج میں ابھی ملے
 باقی کرنے کے موڈ میں تھی۔" اس نے کھڑکی چائیاں اور اپنا شولڈر بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔
 "تو بامبرو دروازے تک اسے چھوڑنے آئیں۔"
 "میں بھر بھی انتظار کروں گی اگر اور وہ بدل جائے تو آجانا اچھے چلیں گے۔" انہوں نے ایک بار پھر کاسا علیزہ
 نے مسکرا کر انہیں خدا حافظہ کہا۔

آفس بیڈ کی طرح تھا۔ وہ اپنے کیمین کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی میز پر چھوٹے موٹے بست سے نوٹس لکھے
 تھے۔ اپنا ایک ایک طرف رکھ کر وہ برقی رفتار سے ان نوٹس کو دیکھنے لگی۔ چند سرکلر نوٹس اسٹاف سے
 تھے۔ کچھ آج کے دن کے حوالے سے ایم ایٹ اور چند دوسرے نیوز پیپر ڈسکوں کی شکل میں جو اس کو بھیجے گئے تھے۔
 "میں رستہ پر کروی۔ میں سب سے پہلے انتظار کر رہی تھی۔" سالہ اس کے کیمین میں داخل ہوئی۔
 "تین دفعہ آئی ہوں تمہاری تلاش میں۔" سالہ نے کہا۔
 "ہاں۔ آج مجھے کچھ ضرورت سے زیادہ دیر ہو گئی۔" علیزہ نے معذرت خواہانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
 "کتنے بے لگنا ہے یہاں سے؟"

وہ سالہ کے ساتھ ہی ان سوئیل ایکسپوزیٹری کی کوریج کے لیے نکلا کرتی تھی۔
 "وہ تو بار بار بیٹے ہی نہیں گئے۔ یہ تو میں دیکھنا چاہ رہی تھی۔" سالہ نے چند ہیپ زاس کی غیل
 رکھ دی۔

"اس وقت ضروری ہے؟ میں اصل یہ جاننے پر زور دیکھنا چاہ رہی ہوں۔" علیزہ نے کل کے نیوز پیپر کے لیے جا
 رہا ہے؟" علیزہ نے اس کے آرنیکل پر نظر ڈالنے ہوئے کہا۔
 "نہیں۔ کل کے نیوز پیپر کے لیے تو نہیں جا رہا مگر شاید میں جانتی تھی کہ تم اس کو دیکھ
 سارو نے اس کو کچھ مختصر کرنے کے لیے کہا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے مگر زیادہ ایڈیٹنگ کرنے سے اس کا
 کل تاثر خراب ہو جائے گا۔" اس نے ایڈیٹر کا نام لیتے ہوئے کہا۔
 "پھر تم اسے کڑھی لے جا سکتی ہو، کل تمہیں دے دوں گی۔" علیزہ نے کام نہ لینے سے کہہ دیا۔
 "تھک ہے کل دے دینا۔" عمرات کو رنگ کے مجھے بتا ضرور دینا کہ تم نے اسے لے لیا ہے۔" علیزہ نے
 اس کے کیمین سے اٹھتے ہوئے کہا۔

علیزہ نے اس کے آرنیکل کو اپنے فولڈر میں رکھ لیا اور دوبارہ اپنی میز پر بٹے ہوئے کاغذات دیکھنے لگی۔
 گیارہ بجے تک وہ اسی طرح کام کرتی رہی۔ چند بار وہ آفس کے دوسرے حصوں اور ایڈیٹر کے پاس بھی گیا
 جبکہ وہ اور سالہ آفس سے نکلنے کی تیاری کر رہے تھے جب اس کے موبائل پر "Still Waiting for the Gard"
 (کارڈ کے لیے انتظار کر رہا ہوں) کی اطلاع آئی۔

وہ میسج پڑھ کر بے اختیار مسکرائی "اس کے وہاں سے جنیدی کے ساتھ آج ہونے والی گفتگو اور کارڈ کا تہ بہ تہ
 تھا۔"

"جنرل کا میسج ہے؟" علیزہ نے اسے موبائل کا بیچا م۔ رکھ کر مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہہ لیا۔
 "ہاں۔" علیزہ نے سر ہلایا۔ سالہ نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے گردن آگے بڑھا کر اس کے موبائل پر لکھ
 ڈالی۔
 "یہ وہاں سے کارڈ کا انتظار ہو رہا ہے؟" سالہ نے مسکراتے ہوئے کچھ جنس معجز انداز میں کہا۔ "اس کی ذمہ
 داری ہے؟"
 "نہیں۔ ہر تھوڑے نہیں ہے۔" علیزہ نے موبائل ٹیک میں رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ میسج نے جو وہ میسج ہے"

شروع کیا ہے اس کا تعلق میں نے جنیدی سے بنوایا تھا۔ اس نے کچھ سانس کی بھری کام کر دیا جبکہ شمع صرف یہ
 جانتی تھی کہ وہ اس کا چارہ کرے۔"

علیزہ نے اپنی ایک کولنگ کا نام لیتے ہوئے کہا۔
 "میں اس سے اسی کے بارے میں بات کر رہی تھی۔ میں نے شکر یہ ادا کیا تو اس نے کہا۔ سترے میں کارڈ بھیج
 دوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ مجھ کو اس کی سب سے زیادہ اگلی اتنی مصروف ہو گئی کہ مجھے یاد نہیں رہا اور وہ شاید
 ابھی کارڈ چاہ رہا ہے۔"
 "تو ہم باہر نہ جا رہے ہیں۔ تم رستے سے کارڈ لو اور کوریج سروس کے ذریعے بھجوا دو۔" مونس نے بیوی
 اور اڑے سے اٹھتے ہوئے سالہ نے کہا۔
 "ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ راستے سے کارڈ لے کر پہنچ کر دوں۔" علیزہ نے سر ہلاتے ہوئے
 کہا۔

ایک کارڈ سنچرے کارڈ لے کر اس نے کوریج سروس کے ذریعے جنیدی کے آفس بھجوا دیا اور خود وہ سالہ کے
 ساتھ اس کنکشن میں چلی گئی جو انہیں کوریج کرتا تھا۔
 فکشنر اور ایک نمائش کو کوریج کرنے کے بعد وہ سالہ کو اس کے گھر ڈراپ کر کے جس وقت گھر آئی اس وقت
 انہیں بھرے تھے۔ نو گھر میں موجود نہیں تھے۔ علیزہ انہیں گھر پر پارک مٹھیں ہو گئی۔ ان کی حکم موجودگی کا
 مطلب یہی تھا کہ وہ اس کا انتظار کیے بغیر مسز شمالی کے ڈرائیو میں چلی گئی تھیں۔
 "میں کھانا کادوں؟" علیزہ نے اسے اپنے بید روم کی طرف جاتے ہوئے کہہ کر کہا۔

"نہیں۔ میں کھانا باہر سے کھا کر آئی ہوں۔" علیزہ نے انکار کر دیا۔
 "میں صابہ کو یاد کر کے لے گئی ہیں کہ آپ کھانا ضرور کھائیں۔" خالہاں نے کہا۔
 "میں جانتی ہوں مریہ! لیکن میں کھانا کھا کر آئی ہوں اب دوبارہ تو نہیں کھا سکتی۔ آپ نالو کو کہہ دیجیے گا
 کہ میں نے کھالیا۔" اس نے خوشگوار انداز میں کہا۔
 "جیہ صابہ! تو بھول بھول گئے تھے آپ کے لیے۔ میں نے آپ کے کمرے میں رکھ دیا ہے۔" وہ مریہ بابا
 کی اطلاع پر خوشگوار غصے سے کہہ رہی تھی۔

"میں دیکھتی ہوں۔" وہ خالہاں سے کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔
 بید روم کی لائٹ تن کرتی تھی۔ ایک ٹیبل پر بڑے ہوئے سمن گالوں کے ایک بوکس نے اس کی توجہ اپنی
 جانب مبذول کر دی۔ وہ ایک اور فولڈر پر توجہ دے کر اٹھتے ہوئے ڈرائیو ٹیبل کی طرف چلی آئی۔
 ڈرائیو ٹیبل ٹیبل کے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے اس نے پھولوں کو اٹھالیا۔ اس کی طرف سے بھیجا جانے والا یہ پہلا
 بوکس نہیں تھا۔ وہ کھڑا اسی طرح حیران کیا کرتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے بوکس پر لگا ہوا چھوٹا سا کارڈ
 کھول لیا۔

"Always at your disposal." (ہمیشہ آپ کے لیے حاضر)
 "Junaid Ibrahim"

بگنی کی مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہوئی۔ ایک گہرا سانس لیتے ہوئے اس
 نے پھول بوکس سے نکال کر ڈرائیو ٹیبل پر رکھے ہوئے ٹیبل کے گلدان میں لگا دیے۔ ایک لمبی لمبی دالے
 گلاب کو چھوڑ کر اس نے سارے گلاب گل دان میں سجا دیے۔
 پھر اس واحد گلاب کو لے کر اپنے بید روم آئی اور اسے بڈ مانیڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے گلاس میں رکھ دیا۔ بک
 سے کچھ پانی اس نے اس گلاس میں ڈالا اور پھر اسے دیکھنے لگی۔
 "Always at your disposal."
 "Junaid Ibrahim"

[illegible][illegible]

”کیوں؟“
”کیوں۔ کیا مطلب۔ ظاہر ہے۔ تم سے بات کرنے کے لیے فون کیا تھا۔ شعلہ نے کہا۔ ”میں نے اسے بتا دیا کہ تم ابھی سو رہی ہو، وہ بعد میں فون کرے۔“
”میں بعد میں بھی اس سے بات نہیں کروں گی۔“ شعلہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ اس کے لیے میں کوئی غیر معمولی چیز تھی۔
”کیا مطلب؟“

علیحدہ اس کے سوال کا جواب دے بغیر ڈریسنگ روم میں داخل ہو گئی۔ شہلا اس کے پیچھے آئی۔ وہ وارڈروپ میں کپڑے کپڑے نکال رہی تھی۔

”مجھے لگتا ہے تم ابھی بھی نیند میں ہو۔“ شہلا نے کہا۔

”تمہیں ٹھیک لگتا ہے میں واقعی نیند میں ہوں۔۔۔ شاید کو مائیں۔“ وہ کپڑے نکالتے ہوئے پروردگاری۔

”تم جلد سے بات کرنا نہیں چاہتیں؟“ شہلا نے کچھ اچھے ہوئے انداز میں کہا۔

”نہیں۔“ کسی توقف کے بغیر جواب آیا۔

”کیوں؟“

”فی الحال تو میں اس کیوں کا جواب نہیں جانتی، جب جان جاؤں گی تو تمہیں بتا دوں گی۔“ علیزہ نے وارڈروب سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

[illegible][illegible]

”مجھے اس کی خوبیوں اور اچھائیوں میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ یقیناً ”انٹائی اچھا ہے وہ جتنا تم کہہ رہی ہو“ علیزوہ نے آئینے میں دیکھتے ہوئے اس سے کہا۔

”تو پھر اس سے نفرت کی وجہ کیا ہے؟“

”میں اس سے ناراض نہیں ہوں۔“

”پھر تم اس سے بات کرنے سے انکار کیوں کر رہی ہو؟“

”یہ کیا بات ہوئی؟“ شہلا نے کچھ برا ماننے ہوئے کہا۔
 ”بس میرا اس سے بات کرنا نہیں چاہتی۔“
 ”یہی تو پوچھ رہی ہو اس سے؟“
 ”یہ ضروری نہیں ہے ہر شخص کے پاس ہر سوال کا جواب ہو۔“
 ”تو اتنا مشکل سوال نہیں ہے جس کے جواب میں تمہیں وقت پیش آئے۔“ شہلا بحث کرنے کے موڈ میں تھی۔
 ”جیسا کہ اس سے کہا ہے،“ عاصم نے اچانک بڑبڑا کر نیپلہر پٹختے ہوئے شہلا کی طرف مڑ کر

”کیا بوسکس کروں اس سے؟“

شمالیہ نے اس کا ہنہانہ کھینچ لیا۔ ”اس کا شکریہ ادا کرتے کے لیے اس سے بات کروں یا پھر اظہارِ محبت

کرنے کے لیے کہ مجھے ممکن ہوئے ہی آپ سے محبت ہو گئی ہے اور آپ جیسا تو ہی میں نے پہلے زندگی میں نہیں دیکھا۔ نہ ہی آپ سے پہلے میں نے کسی سے۔" وہ بات کرتے کرتے اچانک روک گئی اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔
 شملہ نے اسے مڑ کر ایک بار پھر تیز دیکھ کر دیکھا۔
 "تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں حیرت کی طور پر بھی قصور وار نہیں ہے۔"
 علیزہ نے اس کی بات کا شہیہ۔ "میں نے اسے قصور وار نہیں سمجھا۔"
 "تمہارے دوسرے تو یہ بات ثابت نہیں ہوئی۔"

"شملہ! میں پیڑ کو کوئی سزا دے رہی ہوں نہ ہی میں اسے قصور وار سمجھ رہی ہوں۔ میں اس کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ کچھ عرصہ کے لیے آپ تک جب تک میں واقعی طور پر اس کے اور اپنے اعلیٰ کرکٹ کرکٹ۔ کچھ وقت چاہیے کسی کی یادوں سے نکلنے کے لیے نہیں۔ صرف اس پچھتاوے سے نکلنے کے لیے نہیں۔ کس کا میں شکار ہوں۔"

"وہ بات اترتے اترتے تمکھ ہونے انداز میں ڈرنگ ٹیل کے اسٹول پر بیٹھ گئی۔
 "کوئی شخص پچھتاوے اور احساس جرم کی اس افیت کا اندازہ نہیں کر سکتا جس کا میں شکار ہوں۔ اس سے بات کرنے کے لیے جس اخلاقی جرات کی ضرورت ہے وہ میرے پاس نہیں ہے۔ کس حد سے میں فون پر اس سے بات کروں۔ مجھے کتنی شرمندگی ہے۔ میں نہیں بتا سکتی اور تمہارا اصرار ہے میں اس سے بات کروں۔ میں کچھ عرصہ اس سے کیا مٹی ہے اسی بات تمہیں کرنا چاہی۔ ہاتھ کا اصرار تھا ممکن کر لوں۔ وہ میں نے کر لیا۔ اب مجھے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔
 شملہ کچھ لپٹے۔ کہ جاب کے سرفہ اس کا چہرہ بھیج رہی۔

بندر سے بات نہ کرنے یا اسے نظر انداز کرنے کا فیصلہ زیادہ تر تک قائم نہیں رہا۔
 منتقلی کے تیسرے دن اسے کوئی نہ جانا تھا اور وہ وہاں باغیچے پہلے اپنے گھر والوں کے ساتھ ان کے ہاں آیا۔ اس کے رویہ سے کسی طرح بھی اس بات کا اظہار نہیں ہوا کہ وہ علیزہ کے اس کافون ریمیونہ کرنے پر اعتراض ہے۔ اس نے اس سلسلے میں صرف محبت علیزہ سے کوئی بات ہی نہیں کی۔
 معمول کے ختم ہونے انداز میں وہ اس کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔ وہ: "ابھی جانے سے پہلے اس نے آؤں سے باہر نکلتے ہوئے علیزہ سے کہا۔

"میرے گھر میں خاصے لیے عرصے سے میری شادی کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ خاص طور پر میری بڑی بہن کی شادی کے بعد۔ بہن کی پہلی بڑی روائی تم کی پہلی ہے۔ جس طرح ہوئے بیٹے سے بہت ساری توقعات لگائی جاتی ہیں۔ اسی طرح اس کی بیوی سے بھی خاصی توقعات وابستہ کرنا چاہی ہیں۔ شعوری طور پر یا شعوری طور پر۔"

وہ چند لمحوں کے لیے رکاوٹ پائی لوگ آؤں سے نکل چکے تھے صرف وہی دونوں ابھی اندر سے علیزہ دم سادھے اس کی بات نہ کر رہی۔

"میری خواہش ہے کہ آپ ان توقعات پر یور اڑیں کہ نہ کہ توقع اس سے وابستہ کی جاتی ہے جس سے محبت ہوتی ہے یا جسے ہم اپنے بہتے قریب پاتے ہیں۔ اور آپ ہماری پہلی کا ایک حصہ بن چکی ہیں۔" وہ تیز دیکھ کر کہا۔

"مجھ سے بات کرنا نہ کرنا کوئی برا ایڈیشن نہیں ہے۔ لیکن میں یہ چاہوں گا کہ آپ میری پہلی کے ساتھ رابطے میں رہیں۔ کوئی برائی نہیں ہے اگر آپ ان کے فون ریمو کر لیں یا ان سے تھوڑی بہت کب شب کر لیں یا ان کی دھمکتے پر ہمارے گھر آجائیں۔ اس سے خوشی کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا۔ آپ کو مجبور نہیں کر رہا لیکن اب

پہلی وہ خواہش مان لیں گی تو مجھے اچھا لگے گا۔"

روایتی بات کے اعتبار پر ہلکی سی ہنسنے لگا۔ اس کے ساتھ باہر نکل کر باغیچہ قدم نہیں ہلا سکی۔

بہت غیر محسوس انداز میں اس نے جینو کے گھر آ جانا شروع کر دیا۔ اور اس میں جیل جولنے سے بہت پہلے اس نے اپنی بہن اور احساس جرم کو کم کرنا شروع کر دیا جس کا اظہار وہ کتنی ہی رازیت محسوس ہونے والی ہنسنے کے بعد ہوتی تھی۔ اس کا احساس تھا کہ مکمل طور پر غائب نہیں ہوا تھا۔ شملہ کی رازیت میں کئی آثار و اشیاء ہوتی تھیں اور اس میں رہا تھا اس اہمیت کا تھا جو اسے جینو کے گھر میں لایا تھا۔

جینو کی انی گھنٹہ "روزنی" اس سے فون پر بات کیا کرتی تھیں اور جس دن ان سے گفتگو ہوتی ان دنوں ہفت روزہ کی جینو سے گفتگو ہوتی۔ فون کے ساتھ اس کی خاصی بات ہوئی تھی۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ جینو کی شہرت میں جینو کے گھر جا کر وہ بالکل خاموش نہیں رہا کرتی تھی اور ایک سال پہلے اس کا حال یہ تھا۔
 "مجھ سے بات کیا کرتے تھے۔ وہ وہاں بات نہایت محترمہ و اہمیت کی اس کی سمجھ چکی تھیں۔ ان کا حال یہ تھا کہ وہ وہاں کسی سے بات نہ کرتے تھے۔ وہ کسی بات پر بھی اپنی رائے نہیں دیا کرتی تھی۔ اور اگر بھی اسے پتہ نہ چلے کیا جاتا تھا۔
 وہ اسے ہاں اور نہیں تھا۔ ہی محدود رہتی تھی۔
 بہت آہستہ آہستہ انداز ہو۔ نہ لگا کہ اس کی بات نہ کہ کوئی شخص ہوتی جاری تھی۔ لاشعوری طور پر وہ جینو کے گھر اور

وہاں کے افراد میں بہت زیادہ انوالو ہونے لگی تھی۔ لاشعوری طور پر وہ اس گھر میں جا کر خود کو بہت بہ سکون اور خوش پانے لگی تھی۔

اشعوری طور پر اسے ہندو اور اس کے گھر والوں کی طرف سے کی جانے والی کالز کا انتظار بننے لگا تھا۔
 لاشعوری طور پر وہ اپنے گھر میں بھی بیٹھتا اور اس کے گھر والوں کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ ہاتھ شملہ اور وہ سرے لوگوں کے ساتھ گفتگو میں انہیں جینو اور اس کے گھر والوں کے حوالے بھی آنے لگے تھے اور لاشعوری طور پر محسوس کے ذہن سے غائب ہونا شروع ہو گیا تھا۔

منتقلی کی رات وہ اپنے والی ملاقات کے بعد اگلے ہی باغیچے میں اس کی کوئی ملاقات یا گفتگو نہیں ہوئی۔ وہ لاہور آئیں آیا۔ اگرچہ وہی تو اس نے خانو سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ علیزہ کو فون کرنا پہلے ہی بند کر دیا تھا اور خانو کے ساتھ فون پر بات نہ کرتے ہوئے بھی اس نے نہ بھی علیزہ کے ساتھ بات نہ کرنے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔
 وہ اگر وہ کرنا بھی تو علیزہ اس سے بات نہ کرتی۔ اس کے اندر رازیت نہیں تھی کہ وہ اب وہاں اس سے گفتگو

کی ماہ تک وہ اس بات کے لیے خود کو ملاست کرتی رہی تھی۔ آخر کیوں اس نے عمر کے ساتھ اس طرح محو گزرا کر ہلکے باغیچے میں اس کے سامنے اس طرح کا راز و تقارروں کی گئی۔ اپنی عزت کس کو کوڑے کے آگے میں کیوں چھینک دیا تھا۔ اس کے سامنے اپنی رازیت کی عزت کیوں خاک میں ملا دی تھی۔ آخر کیوں وہ خود پر قابو رکھنے میں ناکام رہی تھی۔ وہ سوچتی اور اس کو نہ اہمیت اور احساس جرم پہنچاتا جاتا۔ اس کی خواہش ہوتی کہ وہ اپنی طرح

کی رات کو کاٹ کر اپنی زندگی سے الگ کر دے۔ اور یہ اس کا احساس نہ اہمیت ہی تھا کہ وہ عمر کا سامنا کرے یا اس سے بات نہ کرنے کی بہت خود میں غیر ہوتی تھی۔ عمر اس کی زندگی کی سب سے اہم بات تھی۔ وہ یادیں چکا تھا۔ اس نے عمر سے فطرت نہیں کی تھی عمر اس نے عمر کی وجہ سے اپنے آپ سے بہت زیادہ نفرت کی تھی۔

منتقلی کے بعد خانو اس نے عمر کا کر نہیں سنا تھا۔ کچھ خانو بھی اس کے بارے میں بالکل خاموش تھیں۔ پہلے کی طرح اس کا فون آگئے وہ علیزہ کو اس سے ہونے والی گفتگو سے مطلع نہیں کرتی تھیں اور علیزہ جانتی تھی وہ ایسا جان بوجھ کر کرتی تھیں۔ وہ شعوری طور پر کوشش کر رہی تھیں کہ علیزہ عمر کو مکمل طور پر اپنے ذہن سے نکال

[illegible]

جس نے مقلی کے ایک ہفتے کے بعد اس نے ایک انٹری اخبار جو اس نے کر رہا تھا، مقلی کے چھپو ہوئے اخبار اسے
میں سے ایک اخبار ہاں کام کرنا اس کے لیے ایک حقدو بن گیا تھا۔ اخبار کو جو اس نے کر رہا تھا، اس سے فراہم کر کے
کو خوش تھی جس میں نے انسانی مصروفیت میں جو دنیا پیدا تھا، انٹری اخبار جو اس نے کر کے، کے بعد اسے اندازہ ہوا کہ یہاں
اس کے کرنے کے لیے بہت سے کام تھے۔ بہت سی ایسی چیزیں اور ایسے تجربات میں کام شروع اسے پہلے نہیں ملتا تھا۔
پہلے وہ ایک سب سے غیر معروف تجربہ کرنے کے ساتھ غلط تھی۔
پہلے اسے، یہ شغل برطانیس کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ کام کرنے کا اور ان
لوگوں سے سمجھنے کا۔ جن کے آرٹیکل واقعی پڑھ رہے تھے۔ اور پھر ان پر بڑی تعداد میں تبصرے بھی کیے جاتے
تھے۔

وہ لوگ جنہیں اندری شہرہ تھی اور حکومت کی ہر پالیسی کی تفصیلات ان کی انگلیوں پر ہوتی تھیں۔ انہیں ہر آلے اور چیلے آلے کی شہرہ تھی کسی دو کمرے کے محراب کے آگے بڑھے جہاں ہر حکومت خوفورہ رہتی تھی۔ زمین کی پیمائش اور دیان کردہ خفاقی بر حکومتی اور انٹلکٹائی عہدے داران کو دیکھنا تھا۔ جاری کرنے کے لئے تھا۔

ہوا اشارے وغیرہ اس پر نکولیا۔ کے وہ میدان ہوئے والا ایچ بی مہاشہ سنی اور وہ ان کی معلومات اور طرز امتداد

بر شکستہ تھی۔

آدموند کا یہ تھا کہ ستوں کی اتالیقی طاقتور تھا جسے باقی تین ستوں سے اس نے طاقتور اور مضبوطی دی تھی۔

ہلندہ اخبار کے مطابق ہونے والے واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سوئٹل ایئر لائنز پر آرکٹک علاقے کی طرف سفر کرنے والے مسافروں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔

اخبار میں لکھنے والی ایک عربی لوگوں کے لیے مکتبی اہمیت رکھتی تھی۔ فرسٹ بنگالی زبان کا معلم بننے کے لیے اول کسی تین حرکات اور پھر کتبہ، جانات دینے پر اور آخر میں آٹھ اخبار میں آنے والا نام اس کے عام اور غیر معروف آدمی کو معروف کر دیا تھا، مسلسل خبریں پہنچنے پر بننے سے یہ شخص کو جہاں لوگوں کی یادداشت سے اوجھل نہ ہونے کی سہولت رہتی تھی وہیں انکس اخبار میں چھپنے والی خبریں کا اس تک رسائی کا ذریعہ بن جاتی تھی جسے روزانہ یا ہفتہ کا اس کہا جاتا ہے۔

میں نے یہی صحیح طاقت کا انداز دیا ہے اس لیے اخبار ہے مشکل ہونے لگا ہے، ہوا تھا جہاں اخبار کو اشاعت اور سرپرستی کے لیے مختلف لوگوں کے اشتراک و تعاون پر انحصار نہیں کرتا تھا۔ نتیجہ کے طور پر اخبار کسی کے ہاتھ کا ملک و تارن تھا۔ ہوا تھا، کسی کی انکیتوں پر چھائی جانے والی اور پتلی حکم از کم علیحدہ کا یہی خیال تھا۔ فیض اور Factual پر مبنی ہونے کا دعویٰ کرنے والا اخبار ملک و تارن یا یسویوں راستے ہے لاگ اور نئے

390

یہاں اور جازوں کی وجہ سے ان چند اخبارات میں شامل تھا جن کی وجہ سے حکومت پریشانی ہوئی تھی۔
اور اس میں شائع ہونے والی خبریں حکومت کے مفکروں کے خلاف تھیں۔

[illegible][illegible]

اور Have you got... کے درمیان حائل فلج ہے جس کی وجہ سے اب اختیار کر لی گئی اس آئی پی کے لئے اس میں کوئی

جس کا نام *Sordid* ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جو شخص کسی چیز کے بارے میں سچا نہیں ہے، اس کا نام *Sordid* ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جو شخص کسی چیز کے بارے میں سچا نہیں ہے، اس کا نام *Sordid* ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے اس کے کرایوں سے بڑھی قیمتیں مارواؤں تو اس سے سختی نہیں آئے گی۔

[illegible][illegible]

عزیزہ صرف اسی ہم میں اس کا درد نگار بنیں رہا تھا۔ پچھلے چھ آٹھ ماہ میں وہ اور بھی بہت سے مواقع پر اس کی رہا تھا۔ چنانچہ ریورس اور آر ٹیکٹور کے لیے ریفرنسز کا معاملہ ہو یا پھر کوئی دوسری بدعا اس کا سہل سر پہنچا۔ اس سب سے پہلے اس کی سہیل سر پہل میں ہر فیملی کے لوگ شامل تھے۔ وہ اس کا کام خاصا آسان کر دیا کرتا تھا۔ غیر محسوس طریقے سے اور اس تعاون نے بڑے عجیب سے انداز میں دونوں کے درمیان مودت و حسن پیدا کر دیا تھا۔ علیہ ذلک بھی اندازہ تک نہیں تھا کہ وہ عمر کے علاوہ کئی اور شخص پر اس طرح اعتماد کرے گی۔ مگر وہی نمونہ کے ساتھ لڑکی جگہ لے لی تھی۔

"زندگی میں ہر چیز ہر شخص پر فیلنگ کا Replacement (مقابلہ) موجود ہوتا ہے اور جو لوگ کہتے ہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ کو اس کرتے ہیں۔"

کئی بار اس عمر کی کئی ہوتی بات یاد آتی اور وہ چند لمحوں کے لیے خود کو جیسے کسی کسے میں مبتلا ہوتی تب اس نے عمر کی بات سے اختلاف کیا تھا۔ بہت ناراض ہو کر کہتا تھا کہ "آپ غلط کہتے ہیں۔ ان تینوں میں سے کسی کا بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ آپ جسے مقابلہ کہتے ہیں وہ دراصل کمزور ماثر ہوتا ہے ورنہ ایک چیز ایک شخص یا ایک جذبے کے ختم ہو جانے کے بعد کوئی دوسرا اس کی جگہ نہیں لے سکتا۔ ایک ہاتھ کٹ جائے تو کیا اس کی جگہ دوسرا ہاتھ لگا سکتا ہے؟" اس نے اپنی جانب سے برقی مضبوط دلیل دینے کی کوشش کی تھی۔

"یازار سے مل جاتا ہے علی ہاتھ۔" عمر متاثر ہوئے بغیر بولا۔

"نہیں اصل ہاتھ کی بات کر رہی ہوں۔ کیا فعلی ہاتھ اس طرح کام کر سکتا ہے جس طرح اصلی ہاتھ۔"

"مگر کام تو کرتا ہے۔ اگر انسان کا دل خراب ہو جائے تو کسی دوسرے کا دل ٹرانسپلانٹ کر دیتے ہیں۔ کیا یہ Replacement نہیں ہے۔ دل سے زیادہ قیمتی تو جسم کا کوئی دوسرا حصہ نہیں ہے اگر اس کی جگہ دوسرا لیا جاتا ہے تو پھر حیرانی کیا رہ جاتی ہے۔"

"بات اہمیت کی نہیں ہے۔ آپ ناواقف تھاکہ "ہریز" میں آپ کو بتا رہی ہوں کہ ہر چیز نہیں۔"

"ہائمنس ہاتھ کو Culture کرنے کی کوشش بھی کر رہی ہے۔ جس دن یہ کوشش کامیاب ہوگی اس دن اس کے دوسرے ہاتھ سے ہمت سے حصول کی طرح ہاتھ بھی اگالے جائیں گے۔ Replacement سائیکل پوری پوری ہو جائے گی۔"

"اس کے بعد میں ہنودا اطمینان تھا۔"

چندوں کی بات پر وہ تڑپ اٹھیں۔ انہوں نے بات کر رہی۔ اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو اس کی کئی پوری ہوسکتی ہے اس کی Replacement مقابلہ ہو سکتا ہے۔"

"بالکل ہو سکتا ہے۔"

"کیسے؟"

"دوسرے شوہر سے۔"

"اور اگر پہلے شوہر سے اسے محبت ہو تو؟"

"دوسرے سے بھی ہو جائے گی۔"

"ایسا نہیں ہوتا۔"

"کم از کم جس دنیا میں میں رہتا ہوں وہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ فرض کرو دو سراسر ہر ساری دنیا کی آسائش لا کر اس کے سامنے رکھ دو تو کیا پھر بھی اسے اس سے محبت نہیں ہوتی۔"

"میں آپ کو اتنی بات سمجھی نہیں تھا سکتی۔ آپ ہر بات کو اور طرح سے لیتے ہیں۔" علیزہ نے کچھ عجیب ہونے ہوئے کہا تھا۔

"آپ کا پوائنٹ منطقی ہے ہی نہیں علیزہ وہی بی بی خواتین کی سائیکس کا حصہ ہوتا ہے Replacement، Graveyard is full of indispensable people فنی رہتی ہے کہ ان کا کوئی Replacement نہیں ہے۔ تو کیا دنیا ان کے بغیر بھی اسی طرح چلیں گی؟ نہیں۔ رہی ہے کیونکہ نیچرل سائیکل کے تحت ان کے مقابلہ آگے کچھ اور لوگ ان کی جگہ آگے اسی کام کو کرنے کے لیے اسی رول کو سرانجام دینے کے لیے۔"

"اس نے بڑی بے نیازی سے کندھے جھٹکتے ہوئے بات ختم کی تھی۔ علیزہ اس سے متفق نہیں تھی مگر وہ خاموش ہو گئی تھی۔"

اور اب جنید کے بارے میں سوچتے ہوئے اسے عمر کی وہی Replacement theory (نظریہ مقابلہ) یاد

آئی۔ کیا واقعی ہر چیز کی Replacement ہو جاتی ہے ہر فیلنگ کی ہر شخص کی؟ وہ کئی بار خود سے پوچھتی اور ہر شخص میں گونجنے والے جواب اور آوازیں اسے پریشان کرنے لگتیں۔

پھر جن کے دروازے پر ایک دم دستک کی آواز سنائی دی۔ علیزہ چونک گئی۔ اس کی سوجیوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ یہ سب کچھ کھانا میں پڑے ہوئے گلاب پر ایک نظر ڈالتے ہوئے دھانچہ کھڑی ہوئی۔ دستک کی آواز دوبارہ سنائی دی تھی۔

"جنید صاحب کا فون ہے۔" دروازہ کھولنے پر ملازم نے اسے اطلاع دی۔

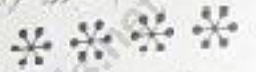
"مگر چلو میں آتی ہوں۔" اس نے اپنی آنکھوں کو مسلتے ہوئے کہا۔

چند منٹوں کے بعد وہ لاؤنج میں فون پر جنید سے بات کر رہی تھی۔ دس منٹ بعد منٹ اس سے باتیں کرتے رہے۔

خ بعد وہ واپس اپنے بیڈ روم میں آئی اور تب ہی اسے اس آرٹیکل کا خیال آیا جو سالہ سے اسے دیا تھا۔ اس نے آرٹیکل کو نکال لیا۔

"آپ نے یہ پریم دروازہ ہوتے ہوئے اس نے آرٹیکل کو پڑھنا شروع کیا۔ اس کے چہرے پر غمناکیاں ابھرنے لگی تھیں۔ لیکن اور اضطراب۔۔۔"

پھر منٹوں بعد وہ اٹھ کر میڈرے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس کا ہر ایک دم بہت زور نظر آئے گا تھا۔



ہاتھ میں پکڑا ہوا آرٹیکل اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا اور اپنی پوٹالی کو مسلتے لگی۔ ہاتھ ذرا اسی طرح چمکنے کے بعد اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا موبائل نکال لیا۔ اور سالہ کا موبائل نکال لیا۔

موبائل سالہ میں علیزہ بول رہی تھی۔ "علیزہ نے اس کی آواز سننے ہی کہا۔"

"ہاں علیزہ! وہ آرٹیکل پڑھ لیا؟" سالہ اس کی آواز سننے ہی یاد کیا۔

"ہاں ابھی کچھ دیر پہلے ہی پڑھا ہے اور میں اس کے بارے میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔" علیزہ نے کچھ بے چینی سے کہا۔

"ہاں بولو گئی کہنا چاہیے۔" کیا تمہیں آرٹیکل پسند نہیں آتا؟" سالہ نے پوچھا۔

"سالہ! تم نے یہ آرٹیکل لکھا ہے؟" علیزہ نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ابا مطلب کیوں لکھا ہے؟" علیزہ نے اس کے جواب میں لکھنا چاہیے تھا۔ "وہ اس جگہ حوالہ پر حیران۔" علیزہ کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے کہا۔

"میں نے یہ نہیں کہا کہ تمہیں نہیں لکھنا چاہیے تھا میں صرف یہ پوچھ رہی ہوں کہ تم نے کیوں لکھا ہے؟"

"جی! کیوں لکھتے ہیں ایسے آرٹیکل۔ عوام تک تحقیق لانے کے لیے انہیں تصور کا اجماع ملنے کے بعد ان لوگوں کی اسلیمنٹ سے آگاہ کرنے کے لیے جو ان کی جگہ کے ٹیکسوں سے ان کے عمران بنے ہوئے ہیں۔"

سالہ نے بیش کی طرح اپنی آنکھوں کا آغاز کر دیا۔

"مگر یہ سب کچھ سامنے لانے کے لیے الزام تراشی ضروری ہے؟" علیزہ نے اس کی بات کو بے صبری سے لکھتے ہوئے کہا۔

"الزام تراشی کیا مطلب؟۔۔۔ کون سی الزام تراشی؟" سالہ اس کے سوال پر کچھ چونکی۔

"میں تمہارے آرٹیکل کی بات کر رہی ہوں۔" علیزہ نے کہا۔

"میرا آرٹیکل! فائر کا تو ہے۔" علیزہ! میرے آرٹیکل میں کون سی الزام تراشی تمہیں نظر آئی ہے۔" سالہ نے بے اختیار اس کی بات پر ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ تمہارے آرٹیکل میں ہے مجھے وہ سچ نہیں لگتا۔" علیزہ نے کہا۔

”جو کچھ میرے آرنیکل میں ہے وہ حقائق کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ تم نے اسے ”صحاح“ لکھا۔“

”جھوٹ لگا ہے۔ اور شاید یہ پہلی بار ہوا ہے۔“ صحاح نے کہا۔

”تم نے اپنے آرنیکل میں صرف الزامات لگائے ہیں کوئی ثبوت نہیں دیا۔ اتنا غیر محتاط ہو کر کچھ بھی لکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ آگے دن یا تو اخبار کو معذرت کرنی پڑے یا پھر کورٹ میں کیس چلایا جائے۔“ علیزہ نے کہا۔

”میرے آرنیکل میں کوئی ایک بھی ایسی چیز نہیں ہے جو جھوٹ ہو یا جس کا میرے پاس ثبوت نہ ہو مگر ہر ثبوت آرنیکل میں نہیں دیا جاسکتا۔ اور جہاں تک معذرت یا کیس کا تعلق ہے تو اس شخص میں اتنی ہمت کبھی ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ یہ دونوں کام کرے۔ کیونکہ میرے تمام الزامات درست ہیں اور وہ انہیں کسی طور پر بھی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔“ صحاح نے بڑے براجماد انداز میں کہا۔

”جیسے ساری معلومات کہاں سے ملی ہیں؟“ علیزہ نے اس کی بات پر کچھ تذبذب کا شکار ہوتے ہوئے کہا۔

”اُم ان علیزہ! تم ازم از کم تم تو ایسی بچوں جیسی باتیں نہ کرو ہم دونوں جرنلسٹ ہیں اور تم جانتی ہو کہ جرنلسٹس کے اپنے source of information (معلومات کے ذرائع ہوتے ہیں)۔“

اور یہ کبھی کبھار غلط معلومات اور خبریں بھی دے دیتے ہیں۔“ علیزہ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں بالکل دے دیتے ہیں۔ مگر کم از کم اس شخص کے بارے میں میرے پاس جتنی بھی معلومات ہیں وہ بڑے بلاؤٹن ذرائع سے آئی ہیں اور وہ غلط نہیں ہیں۔ غلط ہو ہی نہیں سکتی۔“ صحاح نے اسی کے انداز میں اپنی بات کو زور دیتے ہوئے کہا۔

”پھر صحاح! تمہیں ایک بار پھر ان تمام الزامات کی صداقت کو پرکھ لینا چاہیے۔“ علیزہ نے اس بار قدرے کمزور انداز میں کہا۔

”اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔“ وہ بے بسی کہہ رہی تھی کہ یہ بلاؤٹن ذرائع سے آئی ہیں تو تمہارا لو کہ یہ واقعی بلاؤٹن ذرائع سے آئی ہیں اور غلط نہیں ہو سکتیں۔“ صحاح نے اس کی بات کاٹتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔

”مگر مجھے حیرت ہے کہ آخر تم اس آرنیکل میں موجود الزامات پر اتنی برہان کیوں ہو رہی ہو۔ اس سے پہلے تو یہی تم نے اس طرح کے کسی آرنیکل پر کبھی اعتراض کیا ہے نہ ہی مجھے خبردار کرنے کی کوشش کی ہے پھر اس پر کیا خاص بات ہے۔“

صحاح نے کچھ تجسس انداز میں کہا اور پھر بات کہتے کرتے چونک سی گئی۔ ”کیا تم اس شخص کو ذاتی طور پر جانتی ہو؟“

علیزہ اس اچانک پوچھنے کے سوال پر کمزور ہو گئی۔

”نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے میں اسے ذاتی طور پر کیسے جان سکتی ہوں میں تو صرف اس لیے نہیں خبردار کر رہی ہوں کہ تمہارے لگائے گئے الزامات بہت سنگین ہیں اور اخبار میں یہ آرنیکل شائع ہو جانے کے بعد اس کی برہان کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔“ علیزہ نے کہا۔

یہ زین العابدین کی دینی معلومات پر مشتمل آرنیکل ہے اور زین العابدین کا شمار فیئشل ہے اور اس کی دینی کی افادیت کس قدر authentic (معتبر) ہو سکتی ہے تم خود اندازہ لگا سکتی ہو۔“

صحاح نے اپنے اخبار کے صوبے اچھے انوسٹی گیشنر جرنلسٹ کا نام لیتے ہوئے کہا۔

علیزہ کا دل بے اختیار ڈوبا۔ ”زین العابدین۔ کیا وہ اس پر کام کر رہا ہے؟“

”دینی احوال نہیں، مگر یہ اس کی اگلی اسائنمنٹ ہے۔“ صحاح نے علیزہ کو آگاہ کیا۔

”مگر زین العابدین اس معاملے میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے؟ ایسے چھوٹے چھوٹے معاملات پر کام کرنا تو کبھی اس کا خاصا نہیں رہا۔“ علیزہ نے نشک ہوتے ہوئے حلق کے ساتھ کہا۔

یہ زین العابدین ہی بتا سکتا ہے۔ مجھے تو بس سنڈے ایڈیشن کے لیے ایک آرنیکل لکھنا تھا اور اس کے لیے مجھے افادیت کی ضرورت تھی تو کسی نے مجھے پتہ ہی نہ کیا کہ زین العابدین کی اگلی اسائنمنٹ یہی ہوگی اور وہ یقیناً اس بارے میں میری مدد کر سکتا ہے۔“ صحاح نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔ ”جب میں نے زین العابدین سے بات کی تو اس نے مجھے خاصی معلومات فراہم کیں۔“ صحاح خاموش ہو گئی۔

علیزہ ریسور پکارے کم صدم بیٹھی رہی۔

”علیزہ! اسے خاموش یا کر مٹا دیا۔“

”ہاں میں سن رہی ہوں۔“ وہ غائب دماغی کے عالم میں بولی۔

”کیا اس میں کوئی بات ختم بھی کر چکی ہوں۔“ صحاح نے بتایا۔ ”تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟“

اچانک تشویش ہوئی۔

”نہیں، صبر میں کچھ دیر محسوس ہو رہا تھا۔“ علیزہ کو اچانک اپنی انگلی بے رنگی چھپانے کا بہانہ ملا۔

”اچانک تشویش کا تھیں۔“ صحاح نے کہا۔

”ہاں! صبر مجھے تمہارا آرنیکل یاد آگیا۔ تم نے کہا تھا کہ میں آرنیکل میں اسے پڑھ کر تمہیں اس کے بارے میں رائے دوں۔“ علیزہ نے کہا۔

”آرنیکل پڑھیں تو تمہیں کبھی تمہاری طبیعت اگر ٹھیک نہیں تھی تو تم اسے نہ پڑھیں کل پڑھا جاتا تھا۔“

برہان اب تم نے پڑھ لیا۔“ علیزہ نے کہا۔ ”تم مجھے بتاؤ کیا اس میں کچھ مزید کیونکر لکھنا کی ضرورت ہے۔“ صحاح نے کہا۔

”اپنی رائے تو میں نے تمہیں کہہ دی ہے۔“ علیزہ نے الزامات پڑھ کر زیادہ سنگین لگے لیکن اگر تمہیں یقین ہے کہ وہ ٹھیک ہیں اور وہ میں ان کی وجہ سے لکھ رہی ہوں کسی برہان کا سامنا نہیں ہو گا تو ٹھیک ہے تم اسے بھجوا دو۔“ علیزہ نے کہا۔

”میں نے تمہیں بتایا ہے۔ اس اسائنمنٹ پر زین العابدین کام کرنے والا ہے اور اس کے سامنے تو میرا آرنیکل اور اس میں منسلک الزامات کچھ بھی نہیں ہیں وہ تو جس طرح کڑے موٹے اکھاڑتا ہے تم اچھی طرح جانتی ہو۔“ علیزہ کو دوسری طرف سے صحاح کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے پھر تم اسے بھجوا دو۔“ علیزہ نے اپنے لہجے کے اضطراب کو چھپاتے ہوئے کہا۔

”خبر تو یہی ہو؟“ صحاح نے اس سے پوچھا۔

”کہاں؟“ علیزہ نے ایک بار پھر غائب دماغی سے کہا۔

”بھئی آفس۔“ اُرد کہاں۔“

”ہاں! آفس تو یہی ہے۔“ اس کی بات پر علیزہ نے کہا۔

”نہیں! میں نے سوچا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو شاید تم مجھ سے کہو۔“ صحاح نے کہا۔

”میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میری طبیعت تو بالکل ٹھیک ہے۔“ علیزہ نے بے اختیار کہا۔

”جس نے تم نے خود مجھ سے کہا ہے۔“ صحاح نے حیرت سے کہا۔

”ہاں! میں میرے۔ اتنی زیادہ طبیعت خراب نہیں ہے۔ چلو خیر بات کریں گے۔“

وہ بات کرنے کے دوران مسلسل انگلی رتی اور پھر اس نے بات ختم کرنا مناسب سمجھا وہ نہیں چاہتی تھی صحاح اس کے اس رویے سے مزید اندازہ لگانے کی کوشش کرے۔

”موا کل بند کر کے اس اپنے بے دماغی سے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دو اور ایک بار پھر اس آرنیکل کو دیکھنے لگی۔ اس کی فہمیک دم جیسے غائب ہو گئی تھی۔“

”ایک عالم نے اسے آرمی میں نظر دوڑاتے ہوئے پکڑ لیا۔ سماجی حلقوں میں وہ شخص جینڈر راپسٹ کرکے
میں شہرت رکھتا تھا۔ آج تک وہ جن اسماعیلیوں پر کام کر چکا تھا ان میں کوئی بھی اس کے فراہم کیے جانے والے
سکین کو جاننے نہیں سکتا۔ وہ نہیں کوہکا تھا۔ وہ کسی اسماعیلی کے بعد اس کے اخبار کو بھی کسی مندرجہ
کی ضرورت نہیں تھا۔ وہ بڑے بڑے نامی گرامی سیاست دانوں، فوجی چربیاں، صنعت کاروں اور بڑے کروڑوں
کے لیے یہ فرائض کرتا تھا۔ اس کے ذوالیہ ملکات کون تھے۔ یہ کیا تھے یہ کوئی شخص جاننا تھا کہ وہ اپنی
اپنی رپورٹیں کیا کر رہا تھا۔ وہ مخالف کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ اور
تھا۔“

پچیس سال زمین العابدین نے اپنے بارہ سال کیریر میں اسے پی این ایس کے بہت سے سارے ایوارڈز جیتے اور اس کے ملکی طور پر ہی ٹیس بین الاقوامی طور پر بھی جانا جاتا تھا۔ نیکارک جارجنگز اسٹیشن پوسٹ آفس اسٹیشن ماسٹر اور وی ٹی وی کے اخبارات پاکستان کے بارے میں شائع کی جانے والی خبروں اور رپورٹس میں زمین العابدین کے آئیڈیاز اور ویڈیو کا کام الہ دینے میں کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔

چارہ قدموں والے قاسمات حملوں نے زمین العابدین کی رانگھ - میں اور اضافہ کر دیا تھا، کیریر کے شروع میں ہی رپورٹس پر انھیں والے ہنگامے کے بعد اسے دو اخبارات سے الگ کر دیا گیا تھا، سب انہی رپورٹس پر اسے پی این ایس اور آئیڈیاز جیتنے کے علاوہ بین الاقوامی اخبارات میں ان رپورٹس کی ترویج مثالی ویڈیو ٹولک کے طور پر ہوتے انکشاف اخبارات نے زمین العابدین کو مستقل طور پر اپنے عقائد متعلقہ ہونے کی پیش کش کی تھی۔

کامیاب یہ تھا کہ زمین العابدین نے ایک اخباری آفر قبول کر لی اور پھر گزشتے دہائیوں اس کی ساتھ اور ہم کو اپنے

[illegible]

وہ محافض آپ کا کیا کیا کیا "قبور" نہیں دیکھا تھا اور وہاں کی سر زمین میں وہ نہ تھا تاہم یہاں محافض نے اس کی تصویریں چھوڑی
 ہوئے دور گزرتے ہیں اس کی نظروں میں بھی نہیں آتے تھے۔ لیکن آپ کہہ دیں العابدین نے یہاں کیا تصویر چھوڑی کرتے
 تھے کہ لیا محافض نے ادا کیا کہ کتنی اچھی کہ آئے والے دن میں العابدین نے یہاں کیا تصویر چھوڑی کرتے تھے کہ لیا محافض
 نے آئے تھے وہ جانتی تھی کہ آئے والے دن میں العابدین نے یہاں کیا تصویر چھوڑی کرتے تھے کہ لیا محافض
 نے العابدین کے ساتھ ہونے والی یہ اس طرح کیا تصویر کے خاتمے کی تصویر چھوڑی کرتے تھے کہ لیا محافض

آئے ساتھ لے کر ٹیبل میں موجود عمر جہاں ٹیبل پر کھڑے والے تمام الزامات، سب سے پہلے یہ کہیں نہیں آیا تھا۔ مگر
سلطہ کے منہ سے یہ سن کر کہ یہ تمام مطلوبات اسے زمین کا عابد بننے کے لیے چاہیے تھیں اس لیے تو انہمازیہ ہو گیا تھا کہ وہ
سب کچھ بھروسہ نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے باوجود وہ عمر اور اپنی فیملی کے لیے پریشان تھی۔ لڑکی کا عابد بننے والی کا
کھالیا تار دیا کرتا تھا۔ وہ متعلقہ شخص کے ہر رتے وار کے بارے میں انوکھی کہانی کہتی کہ سن کر ماما کھانا اور پھر پورے
دھڑلے سے ہر شخص کا چپا تھا اعتبارات میں پیش کر دیا کرتا تھا۔ Nothing but the truth کے عقول
کے ساتھ اور وہ اپنی زندگی اور کیریئر کے اس پہنچ برائی فیملی یا فیملی کے کسی شخص کو اخبارات کے صفحات پر دیکھتا
نہیں چاہتی تھی۔ چاہے وہ شخص عمری کیوں نہ ہو تھا۔ وہ سب کچھ ہی کیوں نہ ہو رہا ہو یا جو عمر کر رہا تھا۔ والد

جے آر ایس کو چار بر خانی الدردی کی کیفیت میں ملے گی

میں نے بھی اور زمین العابدین کے جنگوں کی ابتدا کی اور کس طرح ہوئی تھی اس کا اندازہ کوئی بھی صحیح طرح نہیں کر سکتا تھا۔

پس سوس لے کر ہے۔ دو غیر آفریں میں شامل تھا اور ایک غیر آفریں کے پاس اس شہر کا نوہا جس کی بات
کے پاس میں شاید اتنی چہان کر پاس بھی نہیں جاتی تھا جس کی وہاں ہونے کے خلاف اس نے اور سرخ
تھا جس کی غیر انہیں پوسٹ پر ہوا ہے اور یہ صرف میری موقوف کیلئے تھا جس کی اس نے ایک ہی خاص ایسا
نہاں تھا جس کے لئے اس نے اس قدر غیر معمولی بات کی تھی جو زمین العلماء میں جسے جانتے کہ غیر
انہیں شام میں نہیں تھے۔ اس نے جب بھی کہا وہ کہنے کے لئے تھا وہ جس کا وہ آفریں میں ہی ہاتھ کی
انہیں نے اس کے لئے اس کی وجہ سے اس پر اس کا تھا جس نے غیر کس طرح اس کی وجہ کا مرنے کا تھا جس نے

برخیوں نے ان اخبار میں سالانہ انتخابات کیلئے حصہ لیا تھا۔

[illegible]

پولیس کے عرصے کے دوران "نوقا" کسی بھی فرقہ وارانہ گروہ کی کے حوالے سے کوئی بھی شہر میں ہے۔ ایک شخص کے طور پر پولیس کے سامنے جانے والے افراد نام نہان میں ضرورت سے زیادہ گرفتاریاں شامل نہیں ہوتی ہیں۔ انہیں پھر ان کے خلاف پولیس کی کارروائی کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔

۱۶۔ حضرت کے بعد اس نے دھڑا دھڑا اپنے عمارت کی عظیمیاں شہر کا کوہ اس کا شہر امن و امان
رہت مال میں بہتری کی صورت میں آیا عمارت مری طرف کیا میں اپنے عمارت میں اس کے لئے مابعد عمارت کی
۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳

اس کا اور اس سے شکر کے پانی کھینچ کر چاہئے

میں نے اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بڑی شہنشاہی ملک کی پابند ہوئی۔ گندمی ترین اور غلام معصوبہ ہندوستانیوں میں سے ایک تھی۔ اس کو سرفرازیت دیا جاتا تھا اور اسے دونوں براعظموں پر امن قدم پر قدم ہوتا تھا کہ شریف کو گزرتے ہیں کی کوئی کشتہ لگ جائے۔ شریف جام ہوئے کی وجہ سے وہاں ہر وقت ایک جنگ کے کی حالت پر پارہی تھی۔ راج اور رات کے اوقات میں جب وہاں ٹرکوں اور ٹریلوں پر دوسرے شہروں سے پھل اور سبزی آتے تھے اس کے خریدار مختلف کاندھار اور پڑھیلوں کے وہاں آتے۔

جیسی نہیں۔ بات شاید یہیں تک رہتی تو رضی محمود اور عمر جمنا تئیر کا ہیرو والا درجہ اسی طرح قائم رہتا اور دوسرے لوگوں کی طرح علیزہ جی کی سمجھتی رہتی کہ ان دونوں نے بڑے اچھے طریقے سے ایک مشکل صورت حال کو ہینڈل کیا تھا۔ محض سالہ کے آرٹیکل نے اس تمام معاملے پر سے ایک نیا پردہ اٹھاتے ہوئے عمر اور رضی کی ہیرو والی حیثیت کو قائم کرتے ہوئے انہیں دن کی ہیٹ سے دی تھی۔

سبزی منڈی کی نئی جگہ منڈی کے بعد رضی محمود اور عمر جمنا تئیر نے شہر کے وسط میں موجود اس بڑی منڈی کی کروڑوں مالیت کی زمین کو بیچ کر رقم آپس میں تقسیم کر لی تھی اور صلحہ نے اس فراڈ کی تمام تفصیلات کو اپنے آرٹیکل میں شائع کیا تھا۔ اس نے نہ صرف زمین کے لئے مالکان کے ناموں کی تفصیل دی تھی بلکہ یہ بھی بتا تھا کہ کچھ کالم نویسوں کو کس طرح روپیہ دے کر اخبارات میں رضی محمود اور عمر جمنا تئیر کے نام نیا پردہ واپس لے کر ان کو قریب کرتے ہوئے انہیں مثالی ہیرو، کرپٹ قزاقوں کا گھوٹا، ایسے ہیرو کرپٹ جن پر اس ملک اور آئے والی اسلیم کو خرابو گا۔ دیکھو یہ بات یہ تھی کہ پرانی سبزی منڈی کا علاقہ اب شہر کے مصروف ترین کمرشل ایریا میں شامل تھا اور ای کمرشل ایریا میں اس شہر سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے کالم نویس کو بھی کچھ دشمنی ہو سکتی تھی۔ اپنے کالمز میں وقتاً فوقتاً اپنے آپ کی شہر کے ذہنی کوشش اور ان کی بی بیوں میں زمین اور آسمان کے فاصلے پر دیتا تھا۔ صلحہ نے زمین کے اس ٹکڑے کی مالیت کے حوالے سے بھی تحریری ثبوت فراہم کیے تھے۔

صلحہ کے آرٹیکل نے بہت سادے بے چھے کھول کر رکھ دیے تھے اور اس رات اس آرٹیکل کو پڑھ کر علیزہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ آرٹیکل عمر جمنا تئیر کے لیے خاصے مسائل کو سٹا ہے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ اخبار کے دفتر میں اس آرٹیکل کے حوالے سے دھواں فون آرہے تھے لوگ اپنے رائے کا اظہار کر رہے تھے اور ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو زمین کی اس خرید و فروخت کے حوالے سے مزید معلومات فراہم کرنا چاہتے تھے۔

تمام کو وہ گھر آئی تو بہت زیادہ تھکی ہوئی تھی۔ اپنے اخبار میں شائع ہونے والا وہ آرٹیکل اسے اپنے کندھوں پر ایک بوجھ کی طرح لگ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ آرٹیکل عمر کو بھی خاصا پریشان کر رہا ہو گا اور عمر کی پریشانی کا تصور اس کے لیے بہت بڑا شکار ثابت ہو رہا تھا۔

وہ اپنی اپنے کمرے میں آئی ہی تھی کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ چاہتے ہوئے تھی اس نے کال ریسیو کی۔

”ہیلو علیزہ جی، دو؟“ دوسری طرف سے ہمیشگی طرح جنید نے کہا۔

”بالکل ٹھیک، دو؟“ علیزہ نے اپنے سر کا بوجھل پٹ پٹتے ہوئے کہا۔

”بالکل ٹھیک، تو یہ انہی بات ہے۔ اس کا مطلب ہے میں اگلے پندرہ منٹ کے بعد تمہیں ڈنر کے لیے پک کر سکتا ہوں۔“ جنید نے بڑے ٹوٹو انداز میں کہا۔

وہ اٹھ کر دینا چاہتی تھی مگر اس نے ایسا نہیں کیا وہ اپنے سر سے اس آرٹیکل کو ہٹا کر دینا چاہتی تھی اور اس وقت جنید کے ساتھ لڑا رہا ہوا کچھ وقت یقیناً اسے یہ موقع فراہم کر دیتا۔

”ٹھیک ہے میں تیار رہ جاتی ہوں، آپ مجھے پک کر لیں۔“ اس نے بانی بھرتے ہوئے کہا۔

فون بند کر کے وہ اپنے کمرے لے کر تھوڑے روم میں ٹھہری اس کو اندازہ تھا۔ جنید واقعی پندرہ منٹ بعد یہاں کا اور وہ اس کو انتظار نہیں کروانا چاہتی تھی۔

پندرہ منٹ بعد جب وہ لاؤنج میں آئی تو جنید واقعی وہاں موجود نانو سے گپ شپ کر رہا تھا۔ وہ دونوں باہر نکل آئے۔

گاڑی میں جنید اس کے ساتھ بلکی پچھلی نشستوں میں مصروف رہا۔ علیزہ کو علیحدہ کی طرح اپنی ٹینشن پر غور ہونا پڑا۔

جنید کو عمر جمنا تئیر کے ہونے والا آدمی تھا۔ اور وہ جتنا اچھا سا مع تھا جیسا کہ آتا تو اس سے بھی زیادہ اچھا ہوتا۔ کرنے والا ثابت ہوتا۔ اسی خوبی کے باعث علیزہ نے جنید کو ذہنی طور پر جلد ہی قبول کر لیا تھا۔

”کہاں چلیں؟“ اس نے بات کرتے کرتے اچانک علیزہ سے پوچھا۔

”اچھا، جی۔ میرے ذہن میں کوئی خاص جگہ نہیں ہے۔“ علیزہ نے ڈنر کی جگہ کے انتخاب کو اس پر چھوڑتے ہوئے کہا۔

”فائنٹ فوڈ؟“ جنید نے ایک بار پھر اس سے پوچھا۔

”یہ بھی آپ پر منحصر ہے۔ میں کسی خاص گھرانے کا سوچ رہا ہوں نہیں نکلی۔“ علیزہ نے ایک بار پھر اس کی طرح اس سے کہا۔

جنید اس کے جواب پر غصہ کر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر تک وہ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا رہا پھر اس نے علیزہ سے کہا۔

”جی، آج تمہارا بیوی بچہ دیکھ رہا تھا۔“ اس نے علیزہ کے اخبار کا نام لیتے ہوئے کہا۔ علیزہ نے کرن سوڈر کے بارے میں اس کا جواب دیا کہ جنید خلاف معمول کچھ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

”اس میں نہیں ہے وہ آرٹیکل پر دھا، تمہاری دوست صلحہ کا آرٹیکل۔“

علیزہ کو بے اختیار سبکی اور تنگ کا احساس ہوا۔ جنید کے منہ سے اس آرٹیکل کا تذکرہ سننا اس کے لیے سب سے زیادہ شرمندگی کا باعث تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ اس کے خاندان کے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا۔

”اس نے تمہارے کزن کے بارے میں لکھا ہے، عمر جمنا تئیر، تمہارا بیوی کزن ہے نا جس سے میں ملا تھا اور یہ کافی اسی کے بارے میں ہے نا؟“ جنید نے جیسے تصدیق چاہی۔

علیزہ نے کچھ نفرت کے عالم میں سر ہلا دیا۔

”کافی اچھا باتیں لکھی ہیں صلحہ نے۔“ جنید نے اس کے سر ہلانے پر تبصرہ کیا۔ علیزہ خاموشی سے سامنے دیکھتی رہی۔

”اس قسم کے بی بی الزامات لگانا جرم نہیں کا کام نہیں ہوتا۔“ جنید کہہ رہا تھا۔

”تمہیں اس آرٹیکل کے شائع ہونے سے پہلے صلحہ نے اس کے بارے میں بتایا ہو گا۔“ اچانک اس نے کہا۔

”جی، اس نے مجھے بتایا تھا۔“ علیزہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر میں اسے منع کرنا چاہیے تھا کہ وہ تمہاری فیملی کے بارے میں اس طرح کا آرٹیکل نہ لکھے۔“ جنید نے تنبیہ کی سے کہا۔

علیزہ نے یہ ان کی اس کا چہرہ دیکھا۔ ”میں کیسے منع کر سکتی تھی؟“

جنید نے اس کی بات پر ان کو ڈر دیکھا۔ ”وہ تمہاری دوست ہے۔ تم چاہتیں تو اسے منع کر سکتی تھیں۔“ اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں اسے منع نہیں کر سکتی تھی۔“ علیزہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یوں ہے۔ تم ایسا کیوں نہیں کر سکتی تھیں؟“ جنید نے پوچھا۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے اس کی چہرے کو دیکھتی رہی پھر گردن موڑ کر گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

”جرمنس۔“ جنید کے کہنے پر اپنی کہانیاں نہیں بدلا کرتے۔ ”اس نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔

جنید اس کی بات پر بے اختیار ہنسنا۔ علیزہ ایک بار پھر اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

”تم کیا بات کر رہی ہو علیزہ؟ یہ پاکستان ہے۔ یہاں سب کچھ ہوتا ہے۔ اور یہاں جرمنس کس طرح کے

ہوتے ہیں اور ہم سے زیادہ اچھی طرح جانتی ہو کیونکہ آخر تم اس پرویشن سے مذکور ہو۔
 وہ جند کے منہ سے نکلا اور اس قسم کا لاک تبھوں میں رہی تھی اور شاید اس تبھے سے اسے کچھ اور
 ہے ان بھی کر رہا تھا۔ اسی لئے وہ جند کی بات کے جواب میں فوراً طور پر چلنے لگے۔ گرجا کے قدامتوں کی طرف
 جند کو دیکھ کر اس نے اس کی طرف سے ایک خاص شخص کے حوالے سے ایسا نہیں کہہ رہا۔ اس نے
 وضاحت کی۔

"میں سالانہ سے آٹھ فی شائع کرنے کے لیے کیوں کرتی؟" اس نے بخیرگی سے جند سے پوچھا۔
 جند نے جواب دیا کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ہر سال کی شائع کی گئی فہرہ کے بارے میں تھا۔
 اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ جس کے بارے میں تھا۔ "جند اس بار خاصوٹی سے اس کا چہرہ دکھاتا رہا۔ وہ
 جند کی طرف سے ایک نظر آنے لگی تھی۔
 جند نے کہا کہ بنی الزامات لگانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

"سالانہ کا کیا ہے کہ وہ بنی الزامات نہیں ہیں۔"
 "جند اس وقت تک کہ وہ بنی الزامات نہیں ہیں۔" جند نے جواب دیا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔

"سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔

"سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔

"سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔

"سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔
 "سالانہ کے بارے میں اس نے جند سے پوچھا۔

"مجھے اس آرٹیکل کی کاپی بات پر تھیں نہیں ہے۔ مجھے صرف ایک defamatory campaign
 کے بارے میں لگتا ہے کہ اس نے لکھا ہے۔" جند نے جواب دیا۔

"مجھے اس آرٹیکل کی کاپی بات پر تھیں نہیں ہے۔ مجھے صرف ایک defamatory campaign
 کے بارے میں لگتا ہے کہ اس نے لکھا ہے۔" جند نے جواب دیا۔

"مجھے اس آرٹیکل کی کاپی بات پر تھیں نہیں ہے۔ مجھے صرف ایک defamatory campaign
 کے بارے میں لگتا ہے کہ اس نے لکھا ہے۔" جند نے جواب دیا۔

"مجھے اس آرٹیکل کی کاپی بات پر تھیں نہیں ہے۔ مجھے صرف ایک defamatory campaign
 کے بارے میں لگتا ہے کہ اس نے لکھا ہے۔" جند نے جواب دیا۔

"مجھے اس آرٹیکل کی کاپی بات پر تھیں نہیں ہے۔ مجھے صرف ایک defamatory campaign
 کے بارے میں لگتا ہے کہ اس نے لکھا ہے۔" جند نے جواب دیا۔

"مجھے اس آرٹیکل کی کاپی بات پر تھیں نہیں ہے۔ مجھے صرف ایک defamatory campaign
 کے بارے میں لگتا ہے کہ اس نے لکھا ہے۔" جند نے جواب دیا۔

"مجھے اس آرٹیکل کی کاپی بات پر تھیں نہیں ہے۔ مجھے صرف ایک defamatory campaign
 کے بارے میں لگتا ہے کہ اس نے لکھا ہے۔" جند نے جواب دیا۔

"مجھے اس آرٹیکل کی کاپی بات پر تھیں نہیں ہے۔ مجھے صرف ایک defamatory campaign
 کے بارے میں لگتا ہے کہ اس نے لکھا ہے۔" جند نے جواب دیا۔

ہم جانتے ہیں کہ اگر غلط افکار میشن ویس کے تو اپنا امیج جی خراب کریں گے اور اخبار کا بھی۔ "علیڑہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

صالحہ کو کس نے افکار میشن دی تھی؟ "جنید نے اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اس سے پوچھا۔

"زین العابدین نے۔" علیڑہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"زین العابدین نے؟" وہ چونک سا گیا۔

"اور آپ جانتے ہیں زین العابدین غلط افکار میشن فراہم نہیں کر سکتا۔ کم از کم اس معاملے میں اس کی کردہ پیشی پر شک نہیں کیا جاسکتا۔" علیڑہ نے کہا۔

"مگر زین العابدین کے پاس عمر کے بارے میں اتنی معلومات کیسے آتی ہیں۔ عمر اور اس کا تو دور دور تک بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔" جنید نے کہا۔

"زین العابدین امر کے بارے میں اگلے کچھ ہفتوں میں کسی اسائنمنٹ پر کام کرنے والا ہے اور وہ اسی سلسلے میں عمر کے بارے میں تمام معلومات اکٹھی کر رہا ہے۔" علیڑہ نے لاپرواہی سے گھڑکی سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"کس طرح کی اسائنمنٹ لیا تمہیں کچھ اندازہ ہے؟" جنید نے اس سے پوچھا۔

"نہیں میں کچھ نہیں جانتی۔ ہو سکتا ہے اسی طرح کے کچھ بولے ہوئے معاملات ہوں۔" علیڑہ نے ہلکے آواز میں کہا۔

"مگر زین العابدین بھولے ہوئے معاملات پر تو کام نہیں کرتا۔" جنید نے کہا۔

"ہو سکتا ہے زین العابدین کے نزدیک یہ جو نامہ معاملہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ بھی کوئی اور بات ہو جو اس کی دلچسپی کا باعث ہو۔" علیڑہ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"ہاں۔ جانتا ہوں کہ اس کے نزدیک وہ کیسی کی اور کیا ہو سکتی ہے۔" جنید نے افسانہ بول دیا اور علیڑہ نے جہالت سے اسے دیکھا۔

"آپ زین العابدین کو ذاتی طور پر جانتے ہیں؟" اس نے جنید سے کہا۔

"کسی حد تک۔ تم صالحہ سے کہو کہ وہ ان معاملات سے دور رہے۔ خط ناک، معاملات ہیں۔ اور پھر یہ وہ بھی دوسرے کے ہاتھ کا ہتھیار نہ بنے۔"

جنید نے اچانک گاڑی ایک ریسٹورنٹ کی پارکنگ میں داخل کرتے ہوئے کہا۔

"جنید! آپ چاہتے ہیں میں صالحہ کو دھمکاؤں؟" علیڑہ نے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں کیا۔

"نہیں میں چاہتا ہوں تم ایک اچھی دوست کی طرح اسے ایسے آرٹیکل تحریر اور شائع کرنے کی صورت میں پیش آنے والے اقدامات اور خطرات کے بارے میں آگاہ کرو۔" جنید نے گاڑی روک کر کہا۔

"مجھے اچھا لگتا ہے کہ وہ تمہاری نصیحت پر کان نہیں دے گا۔" علیڑہ نے گہرے گہرے سانس لے کر کہا۔

"صالحہ کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟" وہ الجھے ہوئے تاثرات کے ساتھ جنید کو دیکھنے لگی۔

"یہ میں جیسے بتا سکتا ہوں۔ میں متعلقہ پارٹی نہیں ہوں یہ تو متعلقہ پارٹی ہی بتا سکتی ہے کہ وہ ایسی صورت حال میں کیا قدم اٹھاتی ہے۔" جنید نے لاپرواہی سے اپنے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"فرض کریں اگر یہ آرٹیکل آپ کے بارے میں ہوتا تو آپ کا رد عمل کیا ہوتا؟" علیڑہ نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرا رد عمل؟" جنید چند لمحے سوچ رہا۔ "میں مس صالحہ پر وزیر کو کورٹ میں لے جاتا۔ ہنگ عزت کے ہونی میں۔" جنید نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔ "نہ صرف اسے بلکہ اس کے اخبار کو بھی۔"

"یہ آپ اس صورت میں کرتے اگر الزامات غلط ہوتے؟ فرض کریں اگر الزامات صحیح ہوتے تو پھر آپ کیا

کرتے؟" جنید علیڑہ کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"اب تو آپ کبھی بھی اسے کورٹ میں لے جانے کا نہیں سوچ سکتے تھے۔ اب آپ کیا کرتے؟"

"میں نے ایسے ہی کسی اقدام سے بچنے کے لیے تمہیں صالحہ کو محتاط کرنے کے لیے کہا ہے۔" جنید نے سکون سے کہا۔

"اب بھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ الزامات غلط نہیں؟" جنید کچھ لمحوں کے لیے کچھ نہیں بول سکا۔ وہ یوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"کیا آپ سچا کھلایا زینا عباس نے مجھ سے یہ سب کچھ کہنے کے لیے کہا ہے؟" علیڑہ نے پرسکون آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔" جنید نے گاڑی بند کر دی۔

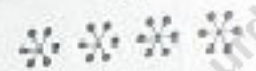
"پھر آپ اس سارے معاملے میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟" اس کے لمحے میں سرور تھا۔

"میں آج آپ کو یہ صاف صاف بتا دوں کہ میرا خاندان صرف میرا خاندان ہے۔ وہ آپ کا خاندان نہیں ہے۔ اور میں۔" جنید نے نہیں کروں گی کہ آپ میرے خاندان کے بارے میں مجھے کوئی مشورہ دیں یا میرے خاندان کے کسی راز سے بات نہ کریں۔" جنید نے زور بھرا تھا۔

جنید نے اپنا منہ ہاتھوں میں لپیٹ لیا۔

"آپ اگلے ایاز کے خاندان سے آپ کے تعلقات کتنے گہرے ہیں یا عباس بھائی؟" اس نے آپ کی دوستی کی گواہیت کیا۔

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ لیکن میں اپنی فیملی یا اپنے دوستوں کے لیے کسی قسم کے مشورے نہیں چاہتی۔"



"علیڑہ! جنید نے جیسے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"مجھے کچھ چاہیے۔" علیڑہ نے جنید کے لیے پوچھ دیے بغیر اسی طرح کہا۔

"اتنا۔ کس بات پر؟" جنید نے اس کی نظر اٹھا کر کہا۔

"مجھے کچھ چھوڑیں۔" جنید نے جنید کے سوال کا جواب دے کر پوچھا۔

"میں تم سے پتہ پوچھ رہا ہوں۔" جنید نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔

"آپ یہ سوال مجھ سے پوچھنے کے بجائے اپنے آپ سے پوچھیں۔" علیڑہ نے ناراضی سے کہا۔

"کیا تمہاری فیملی میری فیملی نہیں ہے؟" جنید نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" علیڑہ نے دو ٹوک جواب میں کہا۔ "میرے فیملی صرف میری فیملی ہے۔ جیسے آپ کی فیملی صرف آپ کی فیملی ہے۔"

"کیا میں جنے آپ کو کبھی آپ کی فیملی کے بارے میں کوئی مشورہ دینے کی کوشش کی ہے؟ میں نے کبھی کسی چیز کو آپ پر امپوز کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"میں نے بھی تم پر کوئی چیز امپوز کرنے کی کوشش نہیں کی۔" جنید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"غلط بیانی مت کریں۔" علیڑہ نے ترشی سے کہا۔

"کیا غلط بیانی کر رہا ہوں میں؟ کیا میں نے تم پر کوئی چیز امپوز کرنے کی کوشش کی ہے؟" وہ اب پر ہم نظر آ رہا تھا۔

"نہ پچھلے آدھ گھنٹے سے آپ اور کیا کر رہے ہیں؟" علیڑہ نے اٹھ اٹھائیں کہا۔ جنید دم بخود سے دیکھتا رہا۔

"کیا امپوز کرنے کی کوشش کر رہا ہوں میں آپ پر؟" وہ وضاحت کرتا پسند فرما میں کی؟ اس نے کہا۔

"میں آپ سے بحث کرنا نہیں چاہتی۔ آپ بس مجھے گھر چھوڑ آئیں۔" علیڑہ نے اسی انداز میں کہا۔

”مگر میں تم سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ غلط بیانی کرتا ہوں۔ اپنی بات تم پر امیوز کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ایسے الزامات لگانے کے بعد تم صرف یہ کہہ کر تو یہاں سے نہیں جاسکتیں کہ تم مجھ سے بحث نہیں کرنا چاہتیں۔“

علی نے پہلی بار اسے مشتعل دیکھا تھا۔ وہ بلند آواز میں بات نہیں کر رہا تھا مگر اس کے دل میں لہجے کی برقی اور تلخی کوئی بھی آسانی سے محسوس کر سکتا تھا۔

”رشتے غلوں سے بنتے ہیں۔“ وہ قدرے نرم ہو کر بولا۔

علی نے برہم ہو کر اسے دیکھا۔ ”آپ اپنی اور میری بات کر رہے ہیں؟“

وہ جواب دینے کے بجائے ناراضی سے اسے دیکھتا رہا۔

”آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہوں۔“ اس نے غمو غصہ کے عالم میں کہا۔

”تم جلدی نتیجے اخذ مت کیا کرو علی۔ میں اپنی اور تمہاری بات نہیں کر رہا ہوں۔“ جنید نے برہمی سے اس کی بات کاٹی۔

”پھر آپ اور کس رشتے کی بات کر رہے ہیں۔ جہاں میں مخلص نہیں ہوں۔“

”میں تمہاری اپنی فیملی کی بات کر رہا ہوں۔“

”آپ باہر بیٹہ کراپے خاندان کے ساتھ میری مخلصی کے بارے میں اندازے مت لگائیں۔“ وہ ایک بار پھر مشتعل ہوئی۔

”ان کے ساتھ میرے تعلق کو آپ سمجھ سکتے ہیں نہ آپ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔“

”کیوں ضرورت نہیں ہے مجھے؟“

”کیونکہ آپ میرے خاندان کا حصہ نہیں ہیں۔“

”ابھی نہیں ہوں۔ ہو جاؤں گا۔“

”نہیں۔ تب بھی نہیں ہوں گے۔ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں۔ میری فیملی میری فیملی ہے۔ ان کا تعلق صرف مجھ سے ہے اور آپ کا تعلق مجھ سے ہے۔ آپ کا اور میری فیملی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔“

جنید نے اس کی بات پر ایک گہرا سانس لیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ علی نے اندازہ کر سکتی تھی کہ وہ اپنے اشتعال پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”تمہاری فیملی کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ اس نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد دوبارہ کہا۔

”تمہارے نزدیک نہیں ہے۔ دنیا کے نزدیک ہے۔ تمہارے کزن کے بارے میں اس طرح کی خبریں شائع ہونے سے صرف تمہاری فیملی کی رپوٹیشن ہی خراب نہیں ہوتی۔ میری فیملی کی رپوٹیشن بھی خراب ہوگی۔ ان اسکینڈلز کا میں کیا جواب دوں گا۔“

علی نے اس کی بات کاٹ دی۔ ”آپ کوئی جواب مت دیں۔ آپ صرف یہ کہہ دیں کہ آپ اس خاندان کو نہیں جانتے۔ اس کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔“

”اتنا کہہ دینے سے لوگوں کے منہ بند ہو جائیں گے؟“

”ہو جائے چاہئیں۔“

”اور وہ یقین کر لیں گے کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہی سچ ہے۔“

”کر لیتا چاہیے۔“

”اور اگر میری بات پر کسی کو یقین نہ آئے تو میں کیا کروں۔ اپنا مذاق بنواؤں یا پھر بات کرنے والے کو تمہارے پاس بھیجوں؟“

وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”لوگ میرے جھوٹ پر یقین نہیں کریں گے۔“

”آپ اس بات کو جھوٹ نہ رہتے ہیں۔“

”یہ رشتہ ختم کروں۔ جھوٹ سچ میں بدل جائے گا۔“

وہ دم بخود اسے دیکھتا رہا۔

”ایسا کیوں کروں میں؟“ وہ کچھ دیر بعد جیسے بھڑک کر بولا۔

”آپ کو لوگوں کے سوالوں کا جواب نہیں دینا پڑے گا۔ ان سے جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا۔“ علی نے عجیبی سے کہا۔

”تمہارے رشتہ ختم کرنے پر تیار ہو کر تم یہ نہیں کر سکتیں کہ اپنی دوست کو ایسے اسکینڈلز شائع کرنے سے روکو۔“

”نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔“ اس نے دو ٹوک انداز میں انکار کیا۔ ”جس نے جو غلط کام کیا ہے اسے اس کی سزا ملنی چاہیے۔“

”غلط کام کی جو تعریف تمہارے اور تمہاری دوست کے پاس ہے اس پر صرف عمر پورا اترتا ہے۔“ جنید نے مشتعل ہونے ہوئے کہا۔

”صالحہ کو کہو وہ ہر روز ایک آرٹیکل لکھتے۔ ہر روز ایک افسر کی عزت اچھا کرتے۔ جو کام عمر کے لیے ہیں۔ وہ تو آج بھی بہت سے کر رہے ہیں۔ پھر عمر بھر لکھ رہی کیوں؟ باتوں کے بھی نام دے۔ اپنے خاندان کے لوگوں کے بھی نام دے۔“

”تم نے اتنی بھر دہرائی کہ میں آپ کو؟ وہ میرا کزن ہے مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ مگر آپ۔“

جنید نے اس کی بات کاٹ دی۔ ”وہ تمہارا کزن ہے۔ میں تمہیں یہی یاد دلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”یہ یاد دلانا آپ کا کام نہیں ہے۔ آپ کو عمر کے بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسی چھوٹی موٹی باتوں سے وہ پریشان نہیں ہوتا۔ یہ کارنامے تو سرخاب کے پر ہیں جو ہر روز رو کر اپنے سر پر بھجانا پڑتا ہے۔ آپ خواہ مخواہ اپنا سر جھکی رہے ہیں۔“ علی نے سرد مہری سے کہا۔

”میں صالحہ سے خوب بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”آپ ایسا نہیں کریں گے۔“

”کیوں نہیں کروں گا۔ تمہیں اگر اپنی فیملی سے دلچسپی نہیں ہے تو مجھے ان کی پروا کرنے دو۔“

”میری فیملی کو آپ کی پروا اور دلچسپی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ پہلا اسکینڈل نہیں ہے جو وہ فیس کر رہے ہیں۔ ایسی چھوٹی موٹی باتوں پر وہ پریشان نہیں ہوتے۔“

علی نے اسی طرح سرد مہری سے کہا۔

”اور اگر ہوں تو وہ خود بھی ہر مسئلے کا حل نکال لیتے ہیں۔ کسی دوسرے کو اس کی زحمت نہیں دیتے۔ اور صالحہ جیسے جرنلسٹ کے آرٹیکلز ان کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہیں۔ وہ جرنلسٹ کے ہاتھوں پریشان ہونے والوں میں سے نہیں ہیں۔ بہتر ہے آپ اس معاملے سے خود کو دور رکھیں۔“ اس بار علی نے قدرے نرمی سے کہا۔

”یہ آپ کا مسئلہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ انکل ایاز اور عباس خود اس مسئلے کو ہینڈل کر سکتے ہیں۔ بلکہ عمر بھی۔ آپ صرف انکل ایاز اور عباس کو یہ بتادیں کہ صالحہ نے میرے کہنے پر یہ آرٹیکل نہیں لکھا اور نہ ہی میں اس کے کسی آرٹیکل پر کوئی اعتراض کروں گی۔ وہ میری دوست ضرور ہے مگر وہ جو چاہے لکھ سکتی ہے۔ اسے میرے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔“

علیہ کے لیے کی سرد مری اسی طرح برقرار تھی۔
جینہ پچھو دیر ہوئے بھیجے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”اور اگر میں تم سے ریلوے کروں کہ تم میرے کہنے پر صاف سے بات کرو اور اس سے کہو کہ وہ“
علیہ نے جینہ کو بات عمل نہیں کرنے دی۔ ”تو میں آپ سے معذرت کر لوں گی۔ میں یہ کام نہیں کروں
گی۔ چاہے آپ کہیں چاہے کوئی اور۔“
جینہ پچھو دیر اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کچھ بھی کہے بغیر گاڑی دوبارہ اشارت کر دی اور اسے پارکنگ سے باہر لے
تیا۔

وایسی کا سارا سفر بڑی خاموشی سے طے ہوا تھا۔ گاڑی کی فضا میں کشیدگی محسوس کی جاسکتی تھی۔ علیہ کے
دیرینہ میں اور اضافہ ہو چکا تھا۔ اب وہ پچھتا رہی تھی کہ اس نے جینہ کے ساتھ آنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا۔ وہ
اس کے ساتھ نہ آتی تو ان کے درمیان یہ جھگڑا کبھی نہ ہوتا۔ نہ ہی جینہ کا موڈ اس طرح خراب ہوتا۔
جینہ ہر بار اسے گھر کے اندر چھوڑنے جاتا تھا مگر اس دن اس نے گیٹ پر ہی گاڑی روک دی۔ علیہ گاڑی کا
دروازہ کھول کر خاموشی سے اتر گئی۔ اس کے اترتے ہی جینہ نے کچھ بھی کہے بغیر گاڑی کو موڑ لیا۔
جتنی دیر میں پوکیدار نے گیٹ کھولا۔ وہ وہاں سے جا چکا تھا۔ وہ سر جھٹکتی ہوئی اندر چلی آئی۔
نانو لاؤن میں ہی تھیں۔

”جینہ اندر نہیں آیا؟“ انہوں نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔
”ہاں۔ اسے کچھ کام تھا۔“ علیہ نے مسکراتے کی کوشش کی مگر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کا چہرہ اس کا ساتھ
نہیں دے رہا ہو گا۔

”تمہیں کیا ہوا ہے؟“ نانو نے اس کی کیفیت منٹوں میں پچھانی لی۔
”کچھ نہیں۔ بس میں تھک گئی ہوں۔ سونا چاہتی ہوں۔“ وہ نانو سے نظریں پیرا کر لاؤنچ سے اٹھنے لگی۔
”علیہ! نانو کی آواز اس نے مڑ کر دیکھا۔
”جینہ سے تمہارا کوئی جھگڑا ہوا ہے؟“

”نہیں۔“ اسے توقع نہیں تھی۔ نانو اتنی جلدی بات کی تہہ تک پہنچ جائیں گی۔
”میں اسے فون کرتی ہوں۔“ نانو فون کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں وہ بے اختیار ہنسا لگاتے ہوئے لاؤنچ سے
باہر نکل گئی۔

جینہ نے بیش کی طرح رات کو اسے فون نہیں کیا۔ اپنے کمرے میں آنے کے بعد وہ بید پر لیٹی کافی دیر تک
لاٹھوڑی طور پر اس کے فون کا انتظار کرتی رہی۔
اگلے دن صبح اس کا موڈ بہت خراب تھا۔ آفس جانے کو بھی بی نہیں چاہ رہا تھا مگر اس دن اسے آفس میں کچھ
ضروری کام پھانسانے تھے۔

”جینہ کو فون کیا تمہارات کو میں نے۔“
ناشتے کی میز پر نانو نے اسے بتایا۔ ایک لمحہ کے لیے ناشتہ کرتے ہوئے اس کے ہاتھ ر۔ کے بھر وہ دوبارہ ناشتہ کرنے
میں مصروف ہو گئی۔

”وہ تو کہہ رہا تھا کہ تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔“ نانو چاہے کچھ میں ڈالتے ہوئے کہہ رہی تھیں
”وہ کہہ رہا تھا کہ صرف تمہارا سوڈ خراب تھا۔ شاید آفس کی کسی مصروفیت کی وجہ سے۔“
”میں نے آپ کو پہلے ہی کہا تھا کہ اس کے ساتھ میرا کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔“ علیہ نے سر جھٹکتے ہوئے کہا

”آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ آپ کو اسے فون ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔“
”تمہارا سوڈ کس وجہ سے خراب ہے؟“ نانو نے اس کی بات پر توجہ دے بغیر اس سے پوچھا۔
”کوئی موڈ خراب نہیں ہے میرا۔“ وہ اپنی پلیٹ پر جھٹکتے ہوئے بڑبڑاتی۔
”جو پچھ جینہ ایسا کیوں کہہ رہا تھا؟“

”آپ جینہ سے ہی پوچھ لیتیں تو بہتر تھا۔ میں کیا بتا سکتی ہوں۔“
اس کے لیے میں نہ جانتے ہوئے بھی کچھ ناراضی جھٹکتی۔
”وہ آفس کے کسی مسئلے کا ذکر کر رہا تھا۔ کیا تم واقعی آفس کے کسی مسئلے کی وجہ سے پریشان ہو؟“
”کوئی مسئلہ نہیں ہے آفس میں۔ بس کام کا لوڈ زیادہ ہے آج کل۔ اسی وجہ سے میں کچھ اپ سیٹ ہوں۔“
اس نے نانو کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

”تم سے پہلے بھی کتنی آری ہوں تمہاں چھوڑ دو۔ یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ قل نامہ جاب
تمہارے لیے ہے ہی نہیں۔ خود کو بھی تھکا کر دو۔ سرور کو بھی پریشان کرتی ہو بہتر ہے تم اپنے پرائمر میں سے
جاب کا پرائم نکال دو۔“
نانو نے بیش کی طرح اسے دیکھ کر بنا شروع کر دیا۔ ”میں نے تو رات جینہ سے بھی کہا کہ اس کو تمہیں روکنا چاہیے
تھاں جاب۔“ مسکرتے ہوئے وہ انہیں بے شکایہ اس کی بات مان لو۔“
”وہ ان کی بات کا جواب دے کے بھاگے جیل سے اٹھ گئی۔

”آپ تمہارا آفس جاری ہو۔“ نانو زیادہ کام کی وجہ سے پریشان ہو گیا۔ ”بعض میں ہے کہ ایک دو دن کی پھٹی لے
کر آج کام کرو۔ اگر تم کچھ ریلیکس تو ہو سکتی۔“ نانو نے اسے استغاثہ کیے کر ڈکا۔
”میں دو دن کے لیے کمر بند ہوں گی۔ آفس میں کام اور زیادہ ہو جائے گا بہتر ہے میں آفس جا کر سارا کام ختم
لوں اس سے زیادہ اچھا طریقہ کوئی نہیں ہے خود کو ریلیکس کرنے کا۔“
”کتنی ہوئی لاؤنچ سے باہر نکل گئی نانو نے ایک گہری سانس لے کر اسے جاتے ہوئے دیکھا اور پھر کچھ ناراضی
کے عالم میں بڑبڑاتے لکھیں۔

اس کی پریشانی اگر نانو سے پچھنی تھی تو آفس میں بھی وہ دوسروں سے اپنی ذاتی اور ذاتی کیفیات نہیں
چھپا سکتی تھی۔ سب سے پہلے صالحہ نے ہی اس سے اس کا حال احوال پوچھا تھا۔
”تمہیں کوئی پرائم تو نہیں ہے؟“ اس نے سلام دعا کرنے کے بعد سلام سوال ہی کیا۔

”نہیں کوئی پرائم نہیں ہے۔“ علیہ نے اپنی میز پر پڑے آرٹیکلز پر اپنی نظریں جماتے ہوئے کہا۔
”پھر آجی سمجھو کیوں ظہور ہی ہو؟“ صالحہ کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا۔
”کام کرنے کے دوران میں ہمیشہ سنجیدہ ہی نظر آتی ہوں۔“ علیہ نے اسی طرح آرٹیکلز پر نظر دوڑاتے ہوئے

”میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتی۔“ صبح تمہیں آفس میں داخل ہوتے دیکھ کر ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تمہارا
”وہ خراب ہے مگر تم کہہ رہی ہو کہ سب کچھ ٹھیک ہے۔“

”میری طبیعت کچھ خراب ہے باقی تو سب کچھ واقعی ہی ٹھیک ہے۔“ علیہ نے اس بار سراسر اٹھا کر مسکراتے کی
کوشش کی۔

”مجھے اب بھی یقین نہیں آیا۔“ صالحہ نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بے یقینی سے کہا۔ وہ ایک اٹھا
ہانس لے کر ایک بار پھر ان آرٹیکلز پر جھٹکتی گئی۔

"میں مدد کر سکتی ہوں کچھ؟" سالک نے کچھ دیر کے بعد کہا۔
 "علیہ سبھا اللہ لکھے ہوئے تیرا ہوا۔"
 "پھر صاف کوئی طرح دیکھ کر نرم گواہ نہیں ہوں۔"
 "ایسا تم کوئی دیر کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ سکتی ہو؟"
 "ہاں نہیں۔" "صالحہ قدرے حیرانی سے اسے سمجھتے ہوئے اٹھ مئی۔

"Hope you won't mind" "صالحہ بالکل ہی مستراہٹ کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔

علیہ نے اس کے باہر جانے کی اپنے سامنے پائے ہوئے آرٹیکل ایک طرف رکھ دیا۔ اس آرٹیکل کو دیکھ کر وہ
 کوئی ٹانہ نہیں تھا۔ وہ اس وقت ان کا چہرہ دیکھنے سے قاصر تھی۔ جب یہ اس وقت اسے اس میں فون کیا کہ وہ
 آج اس کے فون نہیں کیا تھا۔ وہ اس کو اس کے پاس سے بھاگتا تھا۔ اس نے اس کی طرف اشارہ کیا۔
 کے ساتھ ہوئے۔ وہ ان کو ایک بار پھر اسے یاد دلائی تھی۔ اور وہ ایک بار پھر غصے کی ایک اور سی اپنے اندر اٹھاتی
 غصوں کر رہی تھی۔ "خیر اسے عمر کی خاطر مجھ سے لڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک ایسے شخص کی حمایت کرنے
 کی ہے۔ وہ یاد دلا رہا تھا۔ "اس سے جھگڑا ہوتا ہو رہی تھی۔

"کیا اسے مجھ سے زیادہ میری تعلیم کی فکر ہو سکتی ہے؟" اس نے اس کے پاس سے بھاگتا تھا۔ وہ یاد دلا رہا تھا۔
 اسے یہ سب باتیں کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ "وہ جھگڑا رہی تھی۔

"خیر اتنی جتنی سی بات پر وہ اس طرح ناراض ہو گیا ہے اور اس کا دعوت کو مجھ سے محبت کرتا ہے۔" وہ بڑبڑا رہی تھی۔

"نہا یہ بے خبر نہیں ہے کہ میں اسے فون کروں؟" اس نے ایک دم ایک خیال آیا۔

"تمہیں اسے فون لینا کیوں ہے۔ ناراض وہ مجھ سے ہے میں تو نہیں۔"

"معاذ بات اس نے کی تھی میں نے تو نہیں۔" اس نے ایک بار پھر آرٹیکل کو اپنے سامنے کھینچ لیا۔

"تمہیں اس سے بات کر کے میں کم از کم اس میں شیش سے تو نکل سکتی ہوں۔" اسے ایک بار پھر خیال آیا۔

"لیکن اگر فون کرنے پر اس نے ایک بار پھر مجھ سے وہی مطالبہ کیا تو؟" اس کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا۔

"اے خود مجھے فون کرنا چاہیے۔ میں اسے فون کروں۔ اسے احساس ہو جائے گی اپنی غلطی کا۔"

علیہ نے ایک بار پھر ان ارادہ بدل دیا۔



صالحہ اس دن بہت خوش تھی۔ اس کے آرٹیکل پر ملنے والا رشتہ بہت اچھا تھا شاید وہ علیہ کے پاس
 رہ جائے گی۔ اس نے اس کو اس کے پاس بھی لے کر علیہ کے خراب موڈ سے حیران کر دیا تھا۔ ایسا پہلے
 نہیں ہوا تھا کہ علیہ کے موڈ اس طرح خراب ہوئے۔ وہ عام طور پر شوخ گوار موڈ میں رہا کرتی تھی۔

تین چار بجے کے قریب صالحہ ایک بار پھر علیہ کے کمرے میں آئی۔

"تمہارا موڈ کچھ ٹھیک ہوا؟" اس نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

علیہ نے اس بار اسے دیکھ کر مستحکم رانی "ہاں ٹھیک ہو گیا۔"

"خدا کا شکر ہے۔" وہ نہ میں سوچ رہی تھی کہ شاید تم آج سارا دن جی لڑی طرح منہ لٹکانے پھرو گی۔" صالحہ نے

ایک لمبی سانس لے کر کرسی چھین لی۔

"تمہارا کام ختم ہو گیا ہے؟"

"تقریباً" ختم ہو گیا ہے۔" علیہ نے اس کی بات کا جواب دیا۔

"جلد اصحابہ کچھ دیر تک شپ بٹ کر سکتی ہوں تمہارے ساتھ۔" صالحہ اطمینان سے بولی۔
 "مجھے لگتا ہے کہ تمہارے خیالوں کو کرنے کے لیے اور کچھ بھی نہیں ہے۔" علیہ نے مسکرائی۔
 "اب واقعی شپ بٹ کر سکتی ہوں۔" صالحہ نے کہا۔

وہ بڑبڑا رہی تھی۔ وہ دوسرے کام تھے۔ وہ بھی کر سکتی ہوں۔ اس کے آج میری کوئی اور مصروفیت نہیں
 ہے۔" وہ بولی۔

"علیہ صبر کرو۔"

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

وہ بولی۔ "میں جی نہیں دے رہی ہوں۔" وہ بولی۔

میں واپس آئی۔ وہ لایا۔ گاڑی میں اب حشکس نظر آ رہے تھے۔ دیکھ رہا تھا اور اس کے پیچھے برقی طرے تھوڑے
 دالے ہمارے ساتھ ساتھ اس کے گرد بڑھ رہے تھے۔ بڑھادی۔ اسٹیرنگ ہارڈ اس کے ہاتھ سے نظر رہا تھا۔ اس کے
 ایک دم چٹل محسوس ہوا کہ گاڑی کہیں نہ کہیں ٹکرا جائے گی۔ اس نے ہلکی کرتے چوڑے اس حشکس کو روک دیا۔
 فری سٹارک گاڑی سوڑی اور پھر اسے مرکز کے کنارے روک دیا۔
 "ایسا لوگ میرے پاس۔ میں اتنی ہی بات کہہ رہی ہوں۔" اس نے بیٹے۔ اسے آج سے پوچھا "میں اب لوگ
 مجھے اس طرح ایسا لگا رہے ہیں؟" وہ اب بھی بیٹے کے پاس کھڑا تھی۔ "ایسا خود کو چاہے کہہ سکتے ہیں۔ اس
 طرح جس پر قرانی دے سکتے ہیں۔" اس نے ارد گرد بے غماشا حشکس محسوس کی۔

وہاں میری اس طرح گرفتار ہے۔ اپنا سوال ایک لڑائی کا نہیں ہے بلکہ ایک نوجوان کا۔ تو اس بار

سارے روبرو ایک دم اٹھ کھڑے تھے۔
 "یہاں میں تو ان سے بات بھی نہیں کر سکتی ہوں۔ کیا اسی لیے وہ میرے منہ سے پورا واقعہ سن کر بھی اسی
 طرح بڑھکوں تھے مجھے اس وقت یہ وہ عمل مصنوعی لہجے میں لگا۔ "وہ اب اس واقعے اور اس کے بعد جس
 وار کے ساتھ ہوئے والی اپنی پوری گفتگو فریاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ "تو لوگ پہلے ہی پورا واقعہ سن کر اٹھ کھڑے
 تھے میرا رابطہ جسٹس نیاز سے نہ ہوا اسی لیے عمر نے اتنی بے خوفی سے جسٹس نیاز سے بات کرنے کے لیے کہہ کر
 دیا۔ "کیونکہ وہ..." علیحدہ نے ہونٹ چبا لیا۔
 "اور اگر یہ معاملہ میرے خدا کے سامنے بھی جلی تھا۔ صرف مجھے خوفزدہ کر کے لیے۔ مجھے دھوکا دینے
 کے لیے اسی لیے وہ لوگ اندر نہیں آئے اسی لیے یہ دونوں وہاں پہنچ گئے تھے اور کس کی کوئی خاطر مبرا نہ رہی۔"
 لکھنا کو کبھی؟

نہ ہونے لگی۔
 محمد حفصے سے اس کی حالت بدی ہو رہی تھی۔
 ”اور میں۔۔۔ میں عمر کو کیا سمجھ رہی تھی۔ اپنا خیال دہم تھا اور وہ حقیقت کیا تھی۔ بلکہ یہ سب ہی کیا تھا۔
 وہ تو انگریزوں سے نظر آنے والی سڑک کو گھوم رہی تھی۔
 ”اور مجھے مجھے کبھی ان پر شک تک نہیں ہوا کہ یہ میرے ساتھ کوئی سگ کر رہے ہیں۔ اس قدر اندھا
 اعتماد اس کی آنکھوں میں اب نہی اترنے لگی۔
 ”واقعی۔۔۔ واقعی وہاں کوئی کچھ جتنا احمق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ میرے علاوہ دنیا میں کوئی احمق ہے ہی نہیں۔“
 اس نے بڑبڑاتے ہوئے اپنی آنکھیں صاف کیں اور گاڑی کو اشارہ کر کے کہنے لگی۔ ”اور اب یہ ایک بار پھر جانے کے
 واسطے مجھے استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب نہیں۔۔۔ اور مجھے۔۔۔ تم بھاڑ میں جاؤ محمد۔۔۔ اسی باقی
 باقی ہوں کہ تمہیں چھانی کے بندے پر لگا دیا جائے۔ اور صرف تمہیں ہی باری باری سب کو۔“
 گاڑی ڈرائیج کرتے ہوئے اس کی آنکھیں ایک بار پھر دھندلا رہی تھیں۔

شام کو چھ بجے وہ اپنے گھر میں داخل ہوئی اور اندر داخل ہوتے ہی اس نے پورچ میں بیٹھ گئی گاڑی دیکھ کر سب سے
 اختیار اس کا دل چاہا وہ وہیں سے دایس پلٹ جائے اس وقت اس سٹوڈنٹ کے ساتھ وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی
 تھی۔
 وہ لاؤنچ میں تانوکے ساتھ موجود تھا اور چائے پینے میں مصروف تھا سب کو لاؤنچ میں داخل ہوئی۔ رینی نے
 علیک سٹیک کرنے کے بعد وہ چئیر کی مصلحتاً نہ مٹ کر اپنی کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی

[illegible][illegible]

وہی کچھ اٹھا نہیں پا رہی تھی۔۔۔ عام طور پر میں ایسا کرتا تو نہیں مگر۔۔۔ وہ سوچ سوچ کر بولنے لگی۔

ابن تاراض قسطنطنیہ آیا میرا خیال ہے آپ تاراض قسطنطنیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟
ابن تاراض قسطنطنیہ کے بارے میں میں واقعی کچھ تاراض قسطنطنیہ کے بارے میں نہیں جانتا۔
ابن تاراض قسطنطنیہ کے بارے میں میں واقعی کچھ نہیں جانتا۔

عزیز خان کی بات کے ختم ہونے پر بھی اس نے اپنی طرف خاموشی سے دیکھتے رہا۔
 ”تم مجھ کو کبھی نہیں کہہ سکتے ہو کہ وہ کبھی اس سے انہی طرح کی باتیں نہ کرے اور تم نے ہی جیڑ کر اس کو اس سے کہا کہ وہ اس وقت غائب ہو جائے اور شاید اسے دیکھتے ہو کہ کبھی نہیں اور کبھی۔“
 ”علیہ السلام“ اس نے دیکھ کر کہا۔ اس نے کہا کہ وہ ایک دم بڑھ کر غائب ہو جائے گا۔“

”تم میری بات سن رہی ہو؟“
 ”جی ہاں، بس میں نے آپ سے کہا ہے کہ معذرت کی ضرورت نہیں۔“
 ”نہیں۔ تم مجھے یہ بتا رہی تھیں کہ تم تمہیں میں تم سے ناراض تھا۔“ جنید نے اسے باور دلایا۔ علیزہ نے
 انہیں دنگ کر لیں۔
 ”تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟“
 ”بالکل ٹھیک ہے۔۔۔ آپ کیا کہنے نہیں؟“ وہ ٹیک دم ہیڈ سے اترنے لگی۔
 جنید نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”میں جاننے لگی چکا ہوں۔ اس وقت تم انہیں میں جانے لگی رہا تھا۔ تم پریشان ہو رہے ہو۔ اس لئے تم کو اس کا
 حلیہ نہ دیکھ سکتے تھے۔ اس کے ہاتھ میں سونے کا ہاتھ تھا۔ وہ بھی دیکھ سکتی رہی۔
 ”علی نے ایک بار پھر اس کا حلیہ دیکھا۔
 ”اس کو بھی زندگی دینی چاہی ہے؟“ میں نے کہا۔ ”میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک اور شخص سے مل رہی تھی۔
 ”میں کیا سوچتا ہوں؟“ اس نے کہا۔ ”وہ مجھے والے انداز میں بے جا رہی تھی۔
 ”ابھی زندگی دینی نہیں تھی۔“ علی نے کہا۔ ”میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک بار پھر اس سے مل رہی تھی۔
 ”میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک بار پھر اس سے مل رہی تھی۔“ علی نے کہا۔ ”میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک بار پھر اس سے مل رہی تھی۔
 ”میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک بار پھر اس سے مل رہی تھی۔“ علی نے کہا۔ ”میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک بار پھر اس سے مل رہی تھی۔“

وہی کہ جس کو بات پریشان کر رہی ہے؟“ جیگر نے اس سے دوبارہ پوچھا۔
 ”مجھے فون نہیں آیا“ بھلیوہ نے ٹیپ بم موضوع پر بدل دیا۔ جیگر نے ایک گھبراہٹ سے کہا۔
 ”جس بات پریشان کر رہی تھی اس پر۔“ اس کی ذہن پر یہ بات اتنی ناخوش ہوئی کہ اس نے جیگر سے حیران ہو کر کہا۔
 ”ہاں میں ابھی اس پر بات کر رہی تھی آپ کی فون کال کا۔“

”اتنی سی بات کو اتنا پروا کیسے رہی میں۔ میں تو پتہ نہ لگا سکتا تھا۔“ جھنجھکے ہوئے حلقوں کا مڑا ہوا لہجہ
میں تو سمجھا رہا ہوں کہ کہہ کر رہ گیا تھا۔ مجھے نہیں بتا تھا کہ فون نے کہلے ہوئے میں۔ نے تو اس لیے فون نہیں کیا تھا کہ
میرا مہذبہ تلف تھا۔ فون میں بھی ناراض تھا۔ میں نے سوچا۔ آخر کیا بات کروں گا میں فون پر آج۔ میں بھی میرا سہارا
تھا۔ ”وہ اب وضاحتیں دے رہا تھا“ میں نے دو تین بار چاہا کہ تمہیں کال کروں مگر میں مجھے۔ تم نے بھی مجھے
ل نہیں کیا۔ بلکہ۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں یہاں نہ آتا تو تم خود تو کسی بھی مجھے کال نہ کرتیں۔“ وہ اب غماز
رہا تھا۔

۱۱) کھجور کے پتے

”اچھے ہی میرا قبیلہ ہے۔“

”آپ کا خیال غلط ہے اگر آپ فیض کا نہیں مگرے تو میں خود آپ کو فال میں لے آؤں گا۔“

”آپ کو اس بات پر غصہ آیا تھا؟“

یہ غصہ والے والی بات تھی۔ ”جہنم کے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔

آپ نے بھی ایک غلطی کی ہے۔ ”غلو“ نے اپنے بار بار کہا۔

یہ صاف والی بات۔ فارکٹ اپاٹاٹ اس میں سے گل نم سے تھوڑے سے بعد یہ طے کیا تھا کہ انہوں نے تمہارے ایسے کسی کام میں دخل اندازی نہیں کریں گا۔" جنید نے اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ "حقانہ بات تھی۔ مجھے بعد میں احساس ہوا کہ میرا واقعی اس معاملے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ نہ برا اور نہ اچھا۔ یہ صاف کام تھا۔ ہے۔ بہتر ہے وہ خود ہی اسے نپٹائے۔"

416

[illegible]

”ہم تو بے چارے! اظہارِ کفر کریں۔ آپ اس طرح تو نا اہلی لگے۔“ نفی میں۔ ”جیسے نے اسے روک رکھا۔“

”اچھا! پتا لوں کہ تم سے تعلق ہوا۔“

”مذہب سے؟ ہمیں پتا نہیں ہے۔“

”اچھے! تو وہ بھی ایسے نہیں۔“

علیہ وسلم نے اپنی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ "خاصا انظر؟" وہ بے اختیار مسکرایا۔

رات دس بجے تک وہ دونوں لہجہ رہے۔ چھوڑ دیا اسے کچھ چھوڑ دے آیا۔ پوری طرح میں گاڑی روک کر اس کے اترنے کو کہنے لگا۔ "تم جانتی ہو کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔" وہ اس کے "ا" کو اس کے "ا" کے "ا" پر اس کا "ا" لکھی۔ وہ آپ کے "ا" پر "ا" لکھی۔ وہ آپ کے "ا" پر "ا" لکھی۔

”Charing“ جو کہ چارنگ تھا۔ ابن بن جابر اسے اس شخص کے ساتھ پیغمبر کریمؐ لایا جائے۔ جس نے اس بڑی بہت محبت ہوئی تو فوراً بہت اس ہو گیا یہ تو فوراً بہت اٹھا لیا ہوا۔ ”وہ حکم مگر حکم آواز میں کوہ میں چھپیں چھپ کر نہیں آ سکتا کہ تم ہر بات مجھ سے شہرہ شہرہ کوئی بھی ہر بات دوسرے سے چھپ کر یا تم جو بات تم مجھ سے یا کسی دوسرے سے شہرہ نہیں کر سکتیں اگے اپنے ذہن سے نکال دو۔ چھپیں غرض انکے ہوتے تو مجھ سے بھی ہوتے۔ لیکن کسی بھی چیز کو اپنے لیے۔ رحمت ہوا اس پر بہت یاد و احترام ہر بار ہے۔ تم ہر بات تم ہر بات اس اتنا فائدہ وقت ہے کہ تم اسے روئے دھوئے میں اس کا کوئی نہ ہو۔ وہ ہم نے اسے دیکھتی رہی۔

”جیسے۔۔۔ میرے گھر۔۔۔ میری فیملی کو علیحدہ سکندر کی بہت ضرورت ہے۔ کم ہمارا حصہ ہو اور کم ہمارا وقت یاد ہونی چاہیے۔ وہ بد اہل ساکت تھی۔“

”تو جو چیز بھی تمہیں آج پریشان کر رہی ہے اسے اپنے ذہن سے نکال دو۔ کھانا تم کھا چکے ہو۔ سو اپنے

جاؤ۔ صبح کے لیے کپڑے نکال لوئی وی دیکھ لو پتھر دیر یا پھر کوئی کتاب پڑھو۔ آفس کا کوئی کام ہو تو وہ کرو اور اس کے بعد اطمینان سے سو جاؤ۔ بغیر روئے جوئے خدا حافظ۔
 وہ اپنی بات کے اختتام پر مسکرایا وہ مسکرا نہیں سکی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ نیچے اتر آئی۔ لاؤنج کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے ہلٹ کر اسے دیکھا وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا بلکہ گاڑی پر پورے کر رہا تھا۔ اسے جین کی فہانت میں کبھی بھی کوئی شبہ نہیں رہا تھا لیکن آج۔
 "تو وہ جانتا تھا کہ اس سے ہونے والا جھگڑا نہیں کوئی اور بات مجھے پریشان کر رہی تھی اور۔۔۔" اس نے اندر جاتے ہوئے سوچا۔ کسی معمول کی طرح وہ اپنے کمرے میں گئی اور ناشغوری طور پر جین کی ہدایت پر عمل کرتی رہی۔ ایک گھنٹہ کے بعد غنڈی کے عالم میں اس نے سوچا۔ "میرا خیال تھا میں آج رات سو نہیں پاؤں گی۔"

اگلے روز وہ بڑے ہشاش بشاش موڈ میں ناشتے کی میز پر آئی، ٹالو کے ساتھ بائیں کرتے ہوئے وہ ناشتہ کر رہی تھی جب اس نے اخبار بھی دیکھنا شروع کر دیا۔ ایک لمحے پر نظر دوڑاتے ہی وہ یک دم متعجب ہو گئی۔ صالحہ پر روز کا ایک اور آرٹیکل اس کے سامنے تھا۔ موضوع اس بار بھی عمر جماعتی تھا مگر سکس کی جائے والی چیز چند ہفتے پہلے ہونے والا ایک پولیس مقابلہ تھا جس میں ایک بدنام زمانہ اشتہاری مجرم کو مارا گیا تھا۔
 صالحہ نے اپنے آرٹیکل میں ثبوت کے ساتھ ثابت کیا تھا کہ وہ پولیس مقابلہ جعلی تھا۔ وہ مجرم دس دین چالیس کی حراست میں رہا تھا اور پولیس نے قتل کے ذریعے اس سے خاصی قیمتی پوٹری معلومات بھی حاصل کی تھیں جن کی مدد سے انہوں نے چند اور ملزمان کو بھی اسی طرح پکڑا تھا اس کے آرٹیکل میں انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی چند تنظیموں کے عہدے داران کی طرف سے عمر جماعتی کے اقدامات کی مذمت اور اس کے خلاف کارروائی کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ "مجرم بھی بنیادی انسانی حقوق رکھتے ہیں" کے عنوان سے لکھا گیا کہ آرٹیکل بہت موثر انداز میں لکھا گیا تھا۔

علیحدہ نے اخبار رکھ دیا۔ اس کی بھوک یک دم غائب ہو گئی۔ صالحہ نے اس بار اس سے ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ عمر جماعتی پر ایک اور آرٹیکل لکھ رہی ہے یا وہ آرٹیکل آج ہی چھپنے والا تھا۔ علیحدہ کے لیے وہ آرٹیکل یقیناً ایک شگفتہ سربراہ کے طور پر آیا تھا۔
 "تم نے ناشتہ کیوں چھوڑ دیا؟" ٹالو نے اسے گھسے ہوتے ہوئے دیکھ کر کہا۔
 "بس مجھے اتنی ہی بھوک تھی۔" اس نے بے ہوشی سے کہا۔
 "کم از کم چائے تو پی لو۔" ٹالو نے ایک بار پھر اصرار کیا۔
 "بل نہیں چاہ رہا۔" وہ اپنا بیگ اٹھا کر لاؤنج سے نکل آئی۔
 آفس میں داخل ہوتے ہی صالحہ نے اس کا سامنا ہو گیا۔ وہ بھی اپنی محنت آفس آ رہی تھی، علیحدہ نے اس سے آرٹیکل کے بارے میں کوئی بات نہیں کی یہ وہ جانتی تھی صالحہ خود ہی اسے آرٹیکل کے بارے میں بتا دے گی اور ایسا ہی ہوا تو علیحدہ کے ساتھ ہی اس کے آفس میں آگئی اور اندر آتے ہی اس نے کہا۔
 "تم نے میرا آج کا آرٹیکل پڑھا؟"
 "ہاں صبح ناشتا کرتے ہوئے میں نے دیکھا تھا۔" علیحدہ نے سرسری سے انداز میں کہا۔
 "کیسا گامیس؟"

"چھٹا تھا۔ اس کے بارے میں بھی تمہیں معلومات زین العابدین نے ہی فراہم کی ہیں؟"
 "تو اور کون مجھے یہ ساری معلومات دے سکتا ہے۔ کسی دوسرے بندے کے پاس معلومات کا یہ ذخیرہ ہو سکتا ہے۔"
 صالحہ نے تحسین آمیز انداز میں کہا۔ اس سے پہلے کہ علیحدہ اسے کوئی جواب دیتی۔ فون کی گھنٹی بجے۔

گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔
 "ہس سالہ پرویز آپ کے کمرے میں ہیں؟" آپریٹر نے پوچھا۔
 "ہاں۔" علیحدہ نے صالحہ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
 "ان کی کال ہے۔"
 "ہیمن ڈائریکٹ کر دو۔۔۔ وہ میرے کمرے میں ہی بات کر لیں گی۔ فون کس کا ہے؟" اس نے آپریٹر کو ہدایت دیتے ہوئے سرسری سے انداز میں پوچھا۔
 "عمر جماعتی صاحب کا۔" آپریٹر نے اس کا عہدہ بتایا۔
 "وہ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟" علیحدہ نے کچھ دم غور پر آپریٹر سے پوچھا۔
 "ہس سالہ پرویز سے۔"
 علیحدہ نے مزید کچھ کہنے بغیر ریسیور صالحہ کی طرف بڑھا دیا۔
 "ہس کا فون ہے؟" صالحہ نے فوراً پروانگی سے اس سے ریسیور لیا۔
 "عمر جماعتی کا۔"
 صالحہ چونک گئی۔ "عمر جماعتی کا۔؟" مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے وہ؟
 علیحدہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
 صالحہ نے مختصر پکڑ کر فون کا آپریٹر آن کیا اور ریسیور کو دوبارہ کریٹل پر رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہونے والی گفتگو

اب دونوں سن سکتی تھیں۔
 کچھ دیر بعد وہ لاؤنج پر پہنچا۔ عمر جماعتی نے کسی تمسید یا ادب آداب کو بھلائے خالق رکھتے ہوئے اس سے کہا۔
 "میں کون بات کر رہا ہوں؟ تم آپریٹر نے آپ کو بتائی دیا ہو گا فون میں نے آپ کو اس لیے کیا ہے تاکہ یہ جان سکیں کہ جو کچھ اس آپ شائع کر رہی ہیں وہ کس لیے کر رہی ہیں؟" اس کا لہجہ سرد اور گرجھٹ تھا۔
 "آپ کس کو اس کی بات کر رہے ہیں۔ میں تو روز بہت سی بکواس لکھتی اور شائع کرتی ہوں۔" صالحہ نے لاہرو انداز میں کہا۔

"میں اس Gutter Staff کی بات کر رہا ہوں جو میں آپ میرے بارے میں لکھ رہی ہیں۔" اس نے پہلے سے زیادہ تند و تیز آواز میں صالحہ سے کہا۔
 "مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ آپ سچ کو gutter stuff قرار دے رہے ہیں۔" صالحہ نے کہا۔
 "آپ اپنے سچ کو اپنے پاس رکھیں اور دوسروں کے بارے میں زبان کھولنے یا قلم اٹھانے سے پہلے دس بار سوچ لیں۔"
 "میں جرنلسٹ ہوں، میرا کام ہی سچ لکھنا ہے، اب اگر سچ لکھنے سے کسی کو تکلیف ہوتی ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔"
 "آپ جیسے تھوڑے سا عرصے میں جو عزم کرنے والے جرنلسٹ اور ان کے سچ کو میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں اور آپ کے دعووں اور فریبوں سے بھی واقف ہوں۔ کم از کم میرے سامنے یہ پارسائی اور سچائی کا چولہ پھینکنے کی ضرورت نہیں ہے۔"
 صالحہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"آپ کو گھر میرے کسی آرٹیکل پر اعتراض ہے تو مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ میں وہی لکھوں گی جو میں چاہوں گی۔" اس بار صالحہ نے بھی تند و تیز لہجے میں کہا۔
 "میں آپ کو اور آپ کے اخبار کو کورٹ میں لے کر جاؤں گا۔"
 "کورٹ چلے ہیں، جب آپ کا دل چاہے لے جائیں گی ایسی اطلاع دینے کے لیے آپ نے مجھے فون کیا ہے؟"

[illegible]

وہ جس کا نام لیا وہ تھا؟ علیہ نے مجھ پر صبر کیا کہ تجھے کہہ دوں گا۔

”جس نے اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) سب سے پہلے پیدا کیا، وہ اس کے لیے سب سے پہلے کا ہے۔“

میں نے کہا: "میں نے یہ سب سنا ہے۔" اس نے کہا: "میں نے یہ سب سنا ہے۔" اس نے کہا: "میں نے یہ سب سنا ہے۔"

[illegible]

”صالح! تم آخر عمر میں توبہ کیلئے بار بار اُرتھوگراف کر لیا، اللہ رب العزت! تم نے کچھ دیر پہلے کہا تھا کہ تم نے توبہ کی ہے۔“

نہیں آیا۔ "تو تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ میں اس کے بارے میں کیا لکھ رہی ہوں۔" صالو کو مجھے اس کی بات پر یقین نہیں آیا۔ "تو تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ میں اس کے بارے میں کیا لکھ رہی ہوں؟" صالو نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

”میں چاہتی ہوں کہ مجھے جیسا کہ اس کے کرتوتوں کی سزا ملے۔“ یہ اسی طرح بغیر لحاظ کیے ہوئی رہی تھی۔ ”میں چاہتی ہوں۔۔۔ اس کی جیسی جوا ہو۔۔۔“ وہ بغیر کے پولیٹی جاری رہی تھی۔ ”میں چاہتی ہوں لوگوں کو ان کے اصلی چہروں کی شناخت ہو سکے۔“ صالحہ کے لہجے میں نفرت جھلک رہی تھی۔ عینہ پلکیں جھپکے بغیر اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

”ایک بار میں نے انہیں تم سے؟“ کچھ دیر کے بعد اس نے بڑے سکون انداز میں صاف سے کہا۔
”مگر عمر جی نے تمہارے انکس کے بیٹے کو نہ مارا ہو تو کیا پتھر بھی تم اس کے خلاف ایسی طرح کشتیں؟“
صاف نے سر ہلاتے ہوئے کہا: ”جی ہاں، اگر ہمارے ہر نظر پر نہ لگے کہ اب غلط ہے۔“

”میں۔۔۔ پوچھ رہی ہوں کہ اگر محمد مصطفیٰ سے تمہاری ذاتی برخاستہ نہ ہوتی تو کیا تم پھر بھی اس کے بارے میں اس قدر اطمینان رکھتے؟“

”جیسے تمہارے سوال پر حیرت ہو رہی ہے۔ علیحدہ! ایسا تمہیں مجھ رہی ہو کہ میں صرف ذاتی و غرضی کی وجہ سے دانا گیر کے خلاف لکھ رہی ہوں؟“ صالحہ کے چہرے پر غصہ برپا ہو گیا۔

”کیا ایسا نہیں ہے؟“ غلیڑہ نے بچہ بے نیازی پر متحیر ہوئے کہا۔

کمالیہ کے لئے ہیں کیا۔
 انہیں ہم نے آپ کو اطلاع دے دی ہے کہ اسے تمام دنیا کے لئے اطلاع کی ضرورت نہیں
 ہے۔ آپ کو اس کے بارے میں پتہ چلا ہوگا۔
 میں نے اس کے بارے میں سب کو بتا دیا ہے۔ یہ تمام لوگ اس کے بارے میں پتہ چلا ہوگا۔
 اس کے بارے میں تمام اخبارات میں اطلاع دی گئی ہے۔ یہ وہ تمام لوگ ہیں جن کے بارے میں ہم نے اطلاع دی ہے۔
 ان کے بارے میں تمام لوگ پتہ چلا ہوگا۔

[illegible][illegible]

اور اب کوئی چیزت دی ایا ہے۔ آج اپنے دل تک پہنچ کر ہر

کئی Gogalp mungarling نہیں کر رہی جو بات اپنے آریٹھن میں کہتی ہو اس کا لہجہ ہوتا ہے کہ یہ بھینس کی بھینس ہے۔

سری طرف اس کی بات پر مزید مشتعل ہوا تھا۔

اور ان کی گریہ دیکھ کر تم لوگ بیٹا لائن مانگتا ہے، ہوسہ ساری زندگی تم لوگ
 ہی خبر کو سچ سالہ لگانے میں گزار دیتے ہو۔ شاید ہر رات تم لوگ یہی خواب دیکھتے ہوئے سوئے ہو
 کہ تمہاری دبی ہوئی کوئی خیریا آرمیکل ملک میں طوفان اٹھاوے گا۔ راتوں رات شہر تل جل جائے گی

تم لوگ بھوت کے پلندے اٹھائے کرتے رہتے ہو، اور پھر انہیں ٹھوس ثبوت کا ٹکٹ چھینا دیتے ہو۔" نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اور تم لوگ کیا کرتے ہو۔۔۔ لوگوں کو گھروں سے اٹھا اٹھا کر جمعی پولیس مارتے ہو۔ رشوت کا بیڑا اٹھا کر تھوڑے عرصے میں بے گھر کرتے ہو۔"

”خیر، میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔“

”میرے بارے میں آپ اخبار میں کچھ اور شائع نہیں ہونا چاہتے؟“

اس کا اندازہ لکھو۔ کون کہے گا کہ یہ سول مزدست ہے۔ اور یہ لوگ نکلے ہیں عوام کو تنہم و جہل

”نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔“ صالحہ نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”میرت ہے۔“ علیزہ نے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔ ”میرا خیال تھا کہ تم صرف ذاتی چیلنج

کے لیے یہ خیال کیوں آیا تمہیں؟“

”تم نے خود مجھے اپنے انکل ان کے بیٹے اور دوستوں کا واقعہ سنایا تھا۔ اب وہ قصہ سننے کے بعد میں اور کس نتیجے

پر پہنچ سکتی تھی۔“

”میں نے تمہیں وہ واقعہ اس لیے نہیں سنایا تھا کہ تم یہ سمجھ لو کہ میں صرف اپنی دشمنی کی خاطر اس شخص کو بدنام کر رہی ہوں اس کے خلاف جو کچھ بھی میں لکھ رہی ہوں وہ ہے۔“ علیزہ نے صالحہ کی بات کاٹ دی۔

”ہاں میں جانتی ہوں کہ اس کے بارے میں تم جو کچھ بھی لکھ رہی ہو وہ سب سچ ہے۔ سو فی صد سچی۔ نوے فی صد سچی۔ مگر تم اس کے خلاف سچ ہی شائع کر رہی ہو۔ مگر کیوں؟ ایسے سچ تو ہر روز کر سکتے ہو۔ ساتھ منسلک ہیں پھر عمر جاغیرری کیوں؟“ تم کسی اور کے بارے میں بھی تو لکھو۔“

”میں نے رضی محمود کا ذکر بھی کیا ہے اپنے پہلے آرٹیکل میں کیا تم اسے بھول گئی ہو؟“ صالحہ نے اسے یاد دلایا۔

”صرف ایک آرٹیکل میں پاقیوں میں کیوں نہیں۔ کیا رضی نے اور کوئی غلط کام نہیں کیا؟“ وہ سنجیدگی سے بولتی گئی۔

”تم اس کی حمایت کیوں کر رہی ہو؟“

”حمایت نہیں کر رہی ہوں میں بھی تمہاری طرح سچ ہی بول رہی ہوں۔ وہی جو محسوس کر رہی ہوں۔“

”اگر بات یہ ہو رہی ہو کہ کسی کی ہی کوئی ہے تو پھر سب کی کوئی چاہیے۔ ہر رانی کو سامنے لانا چاہیے۔ ہر بڑے شخص پر تنقید کرنی چاہیے۔“ وہ پرسکون سمجھ میں نہ چاہتے ہوئے بھی عمر جاغیرری کی بات کر رہی تھی۔

”مجھے تمہاری نیت پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ تم یقیناً“ یہودی کرلی کی برائیوں کے خلاف ہی لکھنا چاہ رہی ہوگی۔ اس کرپٹ سسٹم اور اسے چلانے والوں کو ہی بے نقاب کرنا چاہتی ہوگی۔ تو پھر پاقیوں کے بارے میں بھی لکھو۔“

علیزہ نے اپنے سامنے براہوا اخبار اس کی طرف میز پر رکھ دیا۔

”خبر دعو۔ ایک غریب پھل فروش کو چند پولیس والوں نے پکڑتے تلے والے کی کڑھائی میں پھینک کر

جلادیا۔ پھل فروش نے ہسپتال میں اپنے زنا میاں میں بتایا ہے کہ پولیس والے اس سے پھل لینے کے بعد قیمت دیے بغیر جارہے تھے جب اس نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو انہوں نے اسے پتھر پھینک کر دیا اور پاس موجود

تیل سے بھری کڑھائی میں دھکیل دیا۔“ وہ بغیر رُکے کہہ رہی تھی۔ ”کل اس پھل فروش کی موت ہو گئی۔ اور پولیس کا کہنا ہے کہ انہیں اطلاع ملی تھی کہ وہ پھل فروش ہیروئن کا کاروبار کرتا تھا۔ اور اس دن وہ تفتیش کے لیے

اس کے پاس گئے اور انہوں نے اس کی تلاشی لینے پر اس کے پاس سے بڑی مقدار میں ہیروئن اور چرس برآمد کرلی۔ پھل فروش نے گرفتاری اور اس الزام سے بچنے کے لیے خودکشی کی کوشش کی اور کڑھائی میں گر گیا۔ پولیس نے اس کے خلاف منشیات فروشی اور خودکشی کا مقدمہ درج کر لیا ہے۔ کوئی عقل کا اندھا بھی اس خبر اور واقعے

میں موجود جھوٹ اور سچ کو جانچ سکتا ہے۔ کیا اس پھل فروش کے قتل کے الزام میں پورے اسٹیشن کے عملے پر مقدمہ نہیں چلنا چاہیے۔

ایس پی ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کے خلاف نہیں لکھا جانا چاہیے۔ جو سب آنکھیں بند کیے سو رہے ہیں۔

اس بارے میں بھی لکھو اس ایس پی اور ایس ایچ او کے بارے میں بھی صالحہ ریز کو آرٹیکل لکھنے چاہیے۔ تاکہ اس شخص کے لواحقین کو بھی ویسائی انصاف مل سکے جیسا انصاف تم اپنے انکل کے بیٹے کے لیے چاہتی ہو۔ مگر۔“

علیزہ ایک لمحہ کے لیے رکی۔

”تم اس پھل فروش کی کسی بھیجی کا نام صالحہ ریز تو نہیں ہو گا تو اس کے بارے میں آرٹیکل لکھو یا انصاف

پانچنے کی جرأت کر۔“ تیسری دنیا کے تیسرے درجے کا شہری۔“

”علیزہ! تم کیا کتنا چاہ رہی ہو؟“ صالحہ کا لہجہ اس بار بدلا ہوا تھا۔

”میں یہ کتنا چاہ رہی ہوں صالحہ کہ تم اور میں فلم کی جس حرمت کی بات کرتے ہیں وہ صرف اب ایک کتابی بات ہے۔ ہم سچ تب لکھتے ہیں جب اس میں ہمارا اپنا مفاد وابستہ ہو۔ ہم جھوٹ کو بے نقاب تب کرتے ہیں جب

ہمیں اس سے کچھ فائدہ ہونے کی توقع ہو۔“

”تم غلط کہہ رہی ہو علیزہ۔“

”نہیں۔ میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں ہم لوگ دوسروں میں جس پروفیشنلزم کے نہ ہونے کا رونا روئے رہتے

ہیں۔ وہ ہم میں بھی نہیں ہے۔“ علیزہ اسی طرح ٹھنڈے لہجے میں کہتی جاری تھی۔ ”کتنے بزنس واقعی پروفیشنل ہیں۔ تم انہیں انکلیوں کی یوروں پر کن سکتی ہو اور کم از کم میں نہیں پروفیشنل جرنلسٹس میں نہیں

فروان سکتی۔ چاہے تم اس بات کو کہتا ہی برا کیوں نہ سمجھو۔“ علیزہ نے صاف کہنی سے کہا صالحہ کچھ نہیں بول

سکتی۔ ہم سب ایک Rotten system (متعفن نظام) کی پیداوار ہیں اور اسی میں رہ رہے ہیں۔ دوسروں پر

انکلی اٹھانے سے پہلے اپنا گریبان اور واسن دیکھنا بہت ضروری ہے۔ اپنے پڑوں پر دھبے لگے کر دوسروں کے داغ

دیکھنا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اور تم یہی کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔“ علیزہ خاموش ہو گئی۔

”میں پروفیشنل نہیں ہوں۔ تم پروفیشنل ہو؟“ علیزہ نے سر اٹھا کر صالحہ کو دیکھا وہ بڑی عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ آئے دیکھ رہی تھی۔ ”بقول تمہارے میں عمر جاغیرری سے ذاتی پر خاش رکھتی ہوں اس لیے اس کے

خلاف لکھ رہی ہوں۔ اور تمہارے نزدیک پروفیشنلزم نہیں ہے۔“ صالحہ نے استہزاء سے انداز میں کہا۔

”تو کیا پروفیشنلزم ہے کہ تم عمر جاغیرری کو بچانے کی کوشش کر رہی ہو کیونکہ اس سے تمہاری رشتہ داری ہے۔“ صالحہ نے بڑے چستے ہوئے انداز میں جیسے انکشاف کیا۔ علیزہ چونکے بغیر مسکرائی۔

”مجھے جرات نہیں ہوئی کہ تم میرے اور عمر جاغیرری کے رشتے کے بارے میں جانتی ہو“ ہاں میں اب تک حیران تھی کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تم اس رشتے کے بارے میں نہ جانتی ہو جب کہ تمہارا انفارمرزین العابدین ہے

اور وہ لوگوں کے خاندانوں کو کھنگال ڈالنے کا ماہر ہے۔“ علیزہ جیسے محفوظ ہو رہی تھی۔

”ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ یہ بھی پروفیشنلزم نہیں ہے اور میں نے اپنے آپ کو پروفیشنل گردانا بھی نہیں۔ مگر تمہارا یہ الزام بالکل غلط ہے کہ میں عمر جاغیرری کو بچانے کی کوشش کر رہی ہوں میں ایسی کوئی کوشش نہیں

کر رہی۔“ اس کی آواز اب بھی اسی طرح پرسکون تھی۔ ”میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ اس کے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہی میں لا کر رکھا جائے۔ صرف ایک عمر جاغیرری کو ہی کیوں نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ صرف اس کے خلاف

یہ Defamation campaign (ہتک آمیز مہم) کیوں چلائی جا رہی ہے۔ گزے مرنے ہی اکھاڑنے

ہیں تو سب کے اکٹھے جاتے ہیں اور پھر اس وقت تم مجھے ان لوگوں کی فہرست میں شامل نہیں پاؤ گی جو کسی کو بچانے کے لیے بولیں یا لکھیں گے۔“

”تم چاہتی ہو کسی کو سزا میں ملی تو تمہارے کزن کو بھی نہ ملے۔“ صالحہ نے طنز سے انداز میں کہا۔ ”مگر میں کہتی

ہوں کہ انہیں نہ کہیں سے تو ابتدا ہوئی چاہیے۔ عمر جاغیرری ہی سہی اس کو سزا ملے تو شاید کسی دوسرے کو

عہرت ہو۔“ صالحہ نے سر دھری سے کہا۔

”ان ساری پریکٹسز کا آغاز عمر نے نہیں کیا تھا۔ ان کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے یہ سب شروع

کیا۔“ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی خود کو عمر کا دفاع کرنے پر مجبور پارہی تھی۔

”تم صرف یہ چاہتی ہو کہ عمر کو کچھ نہ ہو تاکہ تمہاری عملی کے بارے میں کچھ بھی اخباروں میں نہ آئے۔“

صالحہ نے عجب سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں میں چاہتی ہوں سب کی فیملیز کے بارے میں لکھا جائے۔ سب کچھ میری تمہاری سرپرستی کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ میں اپنی فیملی کے بارے میں رشک یا غریب کسی جذبے میں مبتلا نہیں ہوں۔“
 علیزہ نے اس کے طعنے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ صالحہ اس کی بات پر مشتعل ہو گئی۔
 ”میری فیملی نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ جس کے بارے میں اخباروں میں کچھ شائع ہو۔“
 ”کتنی عجیب بات ہے جب کہ تمہاری فیملی کے بھی بہت سے لوگ بیوروکری میں اور جوڈیشری میں ہیں۔ کیا یہ معجزہ نہیں ہے کہ وہ بالکل پاک باز ہیں۔ کوئی بری بات انہیں چھو کر نہیں گزری۔ کوئی کریپشن کوئی اسکینڈل ان کے دامن پر نہیں کسی قسم کا کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیا کوئی اس بات پر یقین کرے گا صالحہ؟“ علیزہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”میری طرح آخر تم بھی یہ تسلیم نہیں کر لیتیں کہ تمہاری فیملی کے افراد سے بھی بہت سی غلطیاں ہوئی رہی ہوں گی۔ بلکہ اب بھی ہو رہی ہوں گی۔“
 ”میں ایسی کوئی بات تسلیم نہیں کر سکتی۔ اگر تمہاری فیملی کے بارے میں الزامات سامنے آگئے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم سب کی فیملیز کو ہی اسی فہرست میں لاکھڑا کرو۔ کم از کم میں اپنی فیملی کو اس فہرست میں شامل نہیں کر سکتی جہاں تمہاری فیملی کا نام درج ہے۔“ صالحہ نے کندھے اچکاتے ہوئے سرد مہمی سے کہا۔
 ”تم مجھ پر متعصب ہونے کے الزامات لگاؤ۔ یا پھر مجھے ان پر مشتعل ہونے کے طعنے دے لو۔“ علیزہ نے حقیقت انہیں بدلے کی۔
 ”میں عمر جہاگیر کے بارے میں جو کچھ لکھ رہی ہوں وہ سچ ہے اور یہ ضروری ہے کہ اسے اس کے کے کی سزا دی جائے۔“ صالحہ نے اسی رفتار سے بولتے ہوئے کہا۔ ”اب تم اسے ہمدردی کا نام دینا شروع داری کا۔ یہ حال میں چاہتی ہوں کہ میرے لڑکے کے ساتھ ہونے والی بے انصافی کا ازالہ کیا جائے گا۔“
 ”تو پھر یہ قسم سے ہونے والا کوئی جہاد تو نہیں ہے جس کے بارے میں تم اور میں بلند بانگ عموں کرتے پھرتے ہیں۔ یہ صرف اپنے اپنے مفاد کی جنگ ہے۔ کیوں میں غلط کہہ رہی ہوں۔“ علیزہ اب بھی اسی طرح پرسکون تھی۔
 ”ہے لیے انصاف طلب کرنا مفاد پرستی کیسے ہو گیا؟“ صالحہ نے اس کی بات پر جھستے ہوئے انداز میں کہا۔
 ”صرف اپنے لیے انصاف طلب کرنا مفاد پرستی ہی ہے اسے کوئی اور نام نہیں دیا جاسکتا۔“
 ”ٹھیک ہے پھر تم اسے مفاد پرستی کا نام دے لو۔ ہاں میں چاہتی ہوں کہ عمر جہاگیر کو سزا ملے۔ کیونکہ اس کو سزا ملنی چاہیے۔ اور اگر میری اس خواہش کی وجہ اپنی فیملی کے ساتھ اس کی طرف سے کی جانے والی کوئی زیادتی ہے تو بھی میں حق پر ہوں۔“ صالحہ نے دو ٹوک انداز میں کہا۔ ”میں انسان ہوں غرضتہ نہیں ہوں۔“
 ”اور اگر یہی بات عمر جہاگیر کہے یا پھر رضی محمود تو۔؟“ صالحہ چند لمحوں تک کچھ نہیں کہہ سکی۔
 ”اگر وہ بھی یہی کہیں کہ انہوں نے بھی اسی خود غرضی کا مظاہرہ کیا تھا جس خود غرضی کا مظاہرہ ہم سب اپنی استطاعت میں کرتے رہے ہیں تو۔؟“
 ”تم ایک غلط۔“ علیزہ نے اس کی ناراضی سے کسی جانے والی بات کو کاٹ دیا۔
 ”نہیں صالحہ۔ تم میری بات سنو۔ میں عمر جہاگیر کو بچانا نہیں چاہتی ہوں۔ مگر اس کے باوجود میں جانتی ہوں اسے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ مگر میں ان برو فیٹل اخلاقیات کی بات کر رہی ہوں جو ہمیں سکھائی جاتی ہیں۔ جو غلام ایسا جو ہر قسم کے تعصب سے پاک ہو۔ ہر ذاتی پسند یا پسند سے ماورا ہو۔“
 ”غلبہ دیا بوسی کے عالم میں کہہ رہی تھی۔“ ہم بیوروکری کو پروفیشنلزم سکھانے کی باتیں کرتے ہیں۔ ہم ان پر تنقید کرتے ہیں۔ رائی کا پھاڑتے ہیں یا یہ کہہ لو کہ چائے کی پیالی میں طوفان اٹھا دیتے ہیں۔ اور خود ہم کیا ہیں۔“

ہم بھی اخلاقیات کے ہر معیار سے اسی طرح گزرے ہوئے ہیں جس طرح وہ لوگ۔“ وہ بول رہی تھی۔
 ”ہم پسند یا پسند کی بنیاد پر لوگوں کی عزتیں اچھالتے ہیں۔“
 ”علیزہ تم۔“ صالحہ نے ناراضی کے عالم میں کچھ کہنے کی کوشش کی۔ علیزہ نے اس کی بات کاٹ دی۔
 ”میں صرف تمہاری بات نہیں کر رہی ہوں۔ میں ایک عام سی بات کر رہی ہوں۔ کہ سب کچھ کرنے والی واحد نہیں ہو۔ ہم تعلقات کی بنیاد پر خبریں شائع کر دیتے ہیں۔ ہم روپیہ اور پرمٹ کے لوگوں کی تعریفیں شائع کر دیتے ہیں۔ ہمیں خریدنا یا کیشکل کام ہے۔“ وہ افسردہ سے مسکراتی۔
 ”میں سوچتی تھی کہ شاید یہ ایک پروفیشن ایسا ہے جس کا انداز ہی سے سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر اب میں جانتی ہوں کہ یہاں بھی ایسا انداز ہی کا تقاضا ہے۔ اتنا ہی سے جتنا سوسائٹی کے کسی دوسرے حصے میں ہے۔ اس نے ہر جگہ ہم اپنے آرٹیکلز اور ایڈیٹوریلز میں لوگوں کو اخلاقیات سکھاتے پھرتے ہیں۔ انہیں تہذیب شائستگی جیسی باتوں پر بکھر دیتے ہیں۔ بہشت اور الزام تراشی پر ملامت کرتے ہیں۔ کرتی ہوئی اخلاقی اقدار کا دوا کرتے ہیں۔ اور پھر ہم ان کے لیے فریٹ تین پر لگا دیتے ہیں۔ ہم ان کو سب آہوٹا چاہتے ہیں۔ ہم ہر خبر کو مین مساگہ لگا کر اخبار کی سرکوشش کرتے ہیں۔ لگاؤ اور پشت ہم اسے ہی کور کرتے رہتے ہیں۔ کسی جگہ سمات آوی قتل ہو گئے ہم ساتوں کی کٹی ہوئی فریٹ فریٹ تین پر شائع کیوں کے ہم نے آج تک معاشرے میں کون سا انقلاب برپا کر دیا ہے۔ ہم چرچا کے لباس اور کردار میں بصرے اور تنقید کرتے ہیں۔ ان ہی بیوروکری کی ان ہی بیوروکری میں تصویریں شائع کرتے ہیں۔ اور ہم سڑکوں میں قتل و قتل کا تصاویر دھونڈتے ہیں۔“ وہ ہنسی۔
 ”ہم جن سیاست دانوں پر بچھا چھالتے پھرتے ہیں۔ انہیں کی حمایت ان ہی کی تعریفیں شائع کرتے ہیں۔ فخر سے لکھتے ہیں کہ فلاں نے ہمیں چائے پر بلایا فلاں ساتھ دوسرے برائے کیا۔ فلاں نے اپنے بیٹے کی شادی پر بلا دیا۔ ہم ان کے ساتھ تصویریں بھی بھیجتے ہیں اور پھر ان تصویروں کو فریم کر کے ان کے ہر کام پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنے تمام غلط کاموں کے لیے ان کے پاس بھی جاتے ہیں۔ اگر عمر جہاگیر نے تمہارے لڑکے کے ساتھ یہ سب کچھ نہ کیا ہو تو ہمیں کبھی یاد آتا کہ وہ جس شہر میں کیا کارنامے کر رہا ہے۔ کبھی نہیں ہمارے لیے ریشالی کھڑی ہو تو ہمیں ان پر اعتراض ہوتا ہے۔ ہمارے سارے کام کسی رکاوٹ کے بغیر ہو جائیں تو ہم ان کی تعریف میں زمین آسمان کے قلاب ملا دیتے ہیں۔ ہم ریاست کا چوتھا تنوں۔“
 وہ ایک بار پھر ہنسی۔ اس بار صالحہ اچھ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات اب پہلے سے زیادہ گہرے ہوئے تھے۔
 ”تمہاری اس ساری گفتگو کے باوجود میں عمر جہاگیر کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو کو اخبار میں شائع کروں گی۔“ اس نے علیزہ کو دو ٹوک انداز میں بتایا۔
 ”ضرور کرو۔“ میں تمہیں نہیں روکوں گی۔“ علیزہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ چند لمحے تک صالحہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی پھر کہہ کر سے باہر نظر آئی۔
 علیزہ نے چہرے پر ہنسی بار پریشانی کے آثار نظر آئے۔

بات کا اندازہ عمر کو بھی ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے بھی عمر کی حفاظت پر حیرت ہو رہی تھی کہ اس کی سزا اس کی طرف سے
 عمر کے صالحہ کو دھمکانے کی کوشش کی۔ وہ جس قدر محتاط فطرت رکھتا تھا اس سے اس قسم کی کوشش کی توقع نہیں
 جاسکتی تھی۔ مگر وہ غلطی کر چکا تھا۔ اور علیزہ جانتی تھی یہ غلطی عمر کو خاصا مشکل بنی کے لیے کی۔ خاص طور پر اس
 صورت میں اگر سالانہ نے پریس کا انٹرویو میں وہ گفتگو صحافیوں کو سنانے کا فیصلہ کر لیا تو
 مگر اخبار لکھ کر اسے حیرت ہوئی تھی۔ صالحہ کی کوئی تحریر اس میں شامل نہیں تھی نہ صرف یہ کہ اس کی تحریر
 میں کسی بلکہ اخبار میں نہیں بھی صالحہ اور عمر کے درمیان ہونے والی گفتگو کے حوالے سے کوئی نیا ذرا نام لکھا
 نہیں تھا۔

علیزہ نے اخبار کی ایک ایک خبر دیکھ کر دیکھ کر عمر کے حوالے سے کچھ بھی موجود نہیں تھا کچھ دوسرے
 سے وہ اخبار کو دیکھتی رہی پھر اس نے اسے رکھ دیا۔ اب اسے افسانے کی بے چینی تھی۔ وہ جانتا تھا وہی کچھ
 صالحہ نے عمر کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو کو شائع کیوں نہیں کیا۔ کیا اس نے علیزہ کی باتوں کا اثر ہو گیا تھا یا پھر
 سبیا پھر کوئی اور وجہ تھی۔

اس دن آفس جا کر اسے بتا چلا کہ صالحہ آفس نہیں آئی۔
 ”صالحہ آفس پہنچیں نہیں آئی؟“ علیزہ نے اپنے ساتھ کام کرنے والی ایک سب ایڈیٹر سے پوچھا۔
 ”وہ چننے والی کی چھٹی بریگیڈ تھی ہے۔“ نعمانہ نے اسے بتایا۔
 علیزہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”چند دن کی چھٹی پر...؟“ اگلے دن اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا اس
 اچانک اسے پھٹی کی کیا ضرورت آئی تھی؟
 ”یہ تو مجھے نہیں بتا دیجئے تو خود آج صبح ہی بتا چلا ہے۔“ وہ چھٹی پر چلی گئی تھی۔ وہ بھی تب جب مجھے اس کا کام
 مونا گیا ہے۔“ نعمانہ نے لاپرواہی سے کہا۔ ”مگر فون کر کے پوچھ لو اس سے کہ اچانک اسے چھٹی کی کیا ضرورت
 آئی تھی۔“

علیزہ کو چھٹی ہٹ ہوئی اگر اس کے اور صالحہ کے درمیان کل والی گفتگو نہ ہوتی تو وہ یقیناً اسے کل کرنے
 میں تامل نہ کرتی مگر اب اس کے لیے صالحہ کو فون کرنا مشکل ہو رہا تھا۔
 ”مگر کیا سوچنے لگیں۔؟“ نعمانہ نے اسے سوچ میں ڈوبا دیا۔ ”یہ تو پوچھا۔“
 ”نہیں کچھ نہیں۔ بس ایسے ہی۔“ علیزہ نے کہا۔ ”کچھ دیر بعد ایک خیال آئے اس نے۔ نعمانہ سے پوچھا۔
 ”کیا صالحہ نے کوئی آرٹیکل لکھا ہے۔ کوئی نیا آرٹیکل؟“ نعمانہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔
 ”مگر کتاب کی بات کر رہی ہو۔؟“

”کل کی کیا آئی۔“

”نہیں اس نے کوئی نیا آرٹیکل نہیں دیا۔ ہو سکتا ہے ہر سے کچھ مجبوراً۔ یا پھر چھٹیوں کے بعد کچھ لکھ
 لائے مگر فی الحال اس کا کوئی آرٹیکل میرے پاس نہیں ہے۔“

”اچھا۔“ علیزہ کچھ اور ابھی۔

”کیا اس نے تم سے کسی آرٹیکل کی بات کی تھی؟“ نعمانہ نے اچانک اس سے پوچھا۔
 ”نہیں ایسے کسی خاص آرٹیکل کی بات تو نہیں کی۔ میں ویسے ہی پوچھ رہی تھی کہ شاید چھٹی پر جائے ہوئے۔“

کوئی نئی چیز ہے کر رہی ہو۔“

کچھ دیر نعمانہ کے پاس رہنے کے بعد وہ اپنی اپنے ٹیبلن میں آگئی۔ ٹیبلن میں آنے کے بعد اس نے فون
 اٹھا کر آفس کے آفیسر سے بات کی۔ ”ڈاکٹر۔ صالحہ نے کل آپ سے کسی کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی ریکارڈنگ
 لی ہے۔؟“ اسے لگا دو مری طرف ڈاکو جواب دیتے ہوئے کچھ تامل کر رہا ہے۔

”میں اس کی گفتگو کی بات کر رہی تھی؟“ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ڈاکٹر اس سے پوچھا۔
 ”کل میرے آفس میں آپ نے صالحہ کی عمر چنانچہ کے ساتھ بات کر والی تھی۔ میں اس کی ریکارڈنگ کی بات
 کر رہی ہوں۔“ علیزہ نے اسے یاد دلایا۔
 ”وہ میں نے صالحہ کو نہیں دیکھا۔ آپ جانتی ہیں چیف ایڈیٹر کو کتنے بغیر اور ان سے اجازت لیے بغیر
 ایسی کوئی ریکارڈنگ کسی کو نہیں دی جاتی۔“ اگلے دن صالحہ نے مجھ سے وہ ریکارڈنگ مانگی تھی۔ مگر جب میں نے بیورو
 صاحب سے بات کی تو انہوں نے وہ ریکارڈنگ دینے سے منع کر دیا۔ ”ڈاکٹر نے چیف ایڈیٹر کا نام لیتے ہوئے کہا۔
 علیزہ کو کچھ سکون ہوئی۔
 ”انہو ریکارڈنگ آپ کے پاس ہے؟“ اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔
 ”نہیں۔ وہ میرے پاس بھی نہیں ہے۔“
 ”آپ کے پاس نہیں ہے تو کچھ کس کے پاس ہے؟“ علیزہ نے حیرانی سے پوچھا۔
 ”یہ بیورو صاحب نے اس خیال کو مانگی تھی۔ شاید منہ کے لیے؟“ ڈاکٹر نے اپنا خیال ظاہر کیا۔
 ”پھر بعد میں انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ میں اس کو شائع کر دوں۔“
 ”آپ نے شائع کر دی؟“

”جی۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔ میں بس یہی جانتا چاہتی تھی۔“ اس نے ریموڈر کر رکھ دیا اور کچھ دیر بیوروچاند میں فون کی
 دیکھتی رہی۔

”میں بیورو صاحب کے دل میں عمر چنانچہ کے لیے اس قدر مدد دینی کہاں سے لگ رہی تھی کہ انہوں نے اس
 کی شائع کر دیا۔ جس میں وہ خود ڈاکٹر کے شائع ہونے سے عمر کی پوزیشن اور خراب ہوئی۔ وہ ابھر رہی تھی۔“
 ”جب کہ ابھی چند دن سے تو وہ صالحہ کو اس کے آرٹیکل پر داد دے رہے تھے اور پھر پریس ایڈیٹر نے کیا اس نے
 صالحہ سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ یا صالحہ نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا؟“ وہ اس متحے کو حل کرنے کی کوششوں میں
 مصروف تھی۔

اب کم از کم اسے سنا کچھ بڑے کے چھٹی پر جانے کی وجہ سمجھ میں آئی تھی۔ وہ یقیناً ”اچھا“ چھٹی پر چلی تھی۔
 اب اسے بیورو صاحب سے کسی گفتگو کو شائع کرنے کی اجازت نہیں لی ہوئی تھی۔ اس نے یقیناً ”جی“ پھر
 ڈاکٹر وہ اپنی ناراضی کا اظہار کر کے مگر بیا عمر نے چیف ایڈیٹر سے بھی بات کی تھی۔؟ اس کے ذہن میں اچانک
 ایک خیال آیا۔

”یقیناً“ کی ہوئی۔ ورنہ انہوں نے صالحہ کو وہ گفتگو شائع کرنے سے منع کرنے اور اس کی شائع کرنے کا فیصلہ
 کیوں کیا۔ اور اب یہ کل کیا کریں گے۔ کیا اخبار میں معذرت شائع کریں گے۔ صالحہ پر دوسری طرف سے اور اخبار
 کی طرف سے یا پھر۔

وہ اب عمر کی حکمت عملی کے بارے میں اندازے لگانے کی کوشش میں مصروف تھی۔

اگلے دن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا جس سے وہ توقع کر رہی تھی۔ اس کے اخبار میں عمر کے بارے میں اس دن بھی
 کوئی چیز نہیں تھی۔ ہر طرف ایک دم ایک خاموشی چھا گئی تھی۔ اس میں بھی کچھ نئی چیزیں تھیں جن کو اس کی
 کیا جا رہا تھا۔ اور علیزہ کے تجسس میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہ تجسس ہی تھا جو اسے زہرہ جبار کے پاس لے گیا تھا
 وہاں کے اندر کام کر رہی تھی۔

”میں آپ سے سچوں کے حوالے سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔“ اس نے کچھ دیر سی بی باتوں کے بعد ان
 سے اپنے مطلوبہ موضوع پر گفتگو شروع کر دی۔

”ہر سوں کے بارے میں؟“
 ”ہاں صالحہ کے حوالے سے۔“ علیزہ نے کہا۔
 ”ہر سوں صالحہ سے میری بات ہو رہی تھی۔ وہ ایک اور آرٹیکل لکھنا چاہ رہی تھی عمر جمائیکر کے بارے میں۔“
 اس نے بات شروع کی ”دراصل اس دن عمر جمائیکر نے فون کیا تھا یہاں صالحہ کو۔ میرے آفس میں میں بات ہوئی
 تھی وہ فون کی۔ بلکہ کچھ جھگڑا بھی ہوا تھا۔ اور فون پر بات ختم کرنے کے بعد صالحہ نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ عمر کے
 بارے میں ایک اور آرٹیکل لکھے گی۔ بلکہ اس کی تمام گفتگو شائع کر دے گی۔ مگر پھر وہ چھٹی پر چلی گئی اور میرا
 کوشش کے باوجود اس سے رابطہ نہیں ہو سکا۔“ علیزہ نے جھوٹ بولا۔
 ”پھر کل مجھے پتا چلا کہ تیمور صاحب نے صالحہ کو وہ آرٹیکل لکھنے سے منع کر دیا ہے۔ اور وہ گفتگو کی ریکارڈنگ
 بھی شائع کروادی۔“ اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ اوپر سے کچھ پریش تھا۔“ زہرہ جبار نے اس کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”کیا پریش؟“ علیزہ نے پوچھا۔
 ”تمہیں پتا ہونا چاہیے علیزہ! کیا پریش ہو سکتا ہے۔ تم آخر اس خاندان کی ایک فرد ہو۔“ وہ عجیب سے انداز
 میں مسکرا کر بولیں۔
 علیزہ چند لمحے کچھ نہیں بول سکی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ بھی یہ بات جانتی ہوں۔ یقیناً ”صالحہ نے یہ
 بات۔“ اس کی سوچ کا تسلسل ٹوٹ گیا۔
 ”میں تو صالحہ سے یہ جان کر حیران رہ گئی کہ تم عمر جمائیکر کی کڑی ہو۔“ میرے تو وہ ہمو گمان میں بھی یہ نہیں تھا
 اور مجھے حیرت اس بات پر بھی تھی کہ تم اور صالحہ اتنی اچھی فریڈز ہو۔ اور صالحہ پھر بھی تمہاری فیملی کے بارے میں
 لکھ رہی ہے اور تم نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔“ زہرہ جبار اب کہہ رہی تھیں۔
 ”یہ تو مجھے صالحہ نے بتایا کہ وہ خود بھی چند دن پہلے تک یہ بات نہیں جانتی تھی۔ تم نے اس سے بھی کبھی اس
 بات کا ذکر نہیں کیا۔“
 ”یہ ضروری تو نہیں تھا کہ میں ایسا کرتی۔“
 ”ہاں ٹھیک ہے ضروری تو نہیں تھا مگر پھر بھی۔ چلو کوئی بات نہیں اب تو ویسے بھی سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔“
 زہرہ جبار نے اس کی بات کے جواب میں قدرے لاروائی سے کہا۔
 ”میں یہی جانتا چاہ رہی ہوں کہ سب کچھ کیسے ختم ہو گیا ہے۔ کل تک تو۔“ زہرہ جبار نے اس کی بات بک
 دی۔
 ”یہ تو میں نہیں جانتی۔ تیمور صاحب نے اتنی تفصیل نہیں بتائی۔ مگر ہر سوں کافی کافی تھی ان کے پاس
 کافی اوپر سے اور وہ قدرے پریشان تھے پھر انہوں نے صالحہ کو بلوا کر اس سے بات کی۔“
 ”مگر وہ کیوں پریشان تھے۔ خود گورنمنٹ نے بھی تو انکو آڑی کا اعلان کیا تھا۔ عمر کے خلاف۔“
 ”ہاں گورنمنٹ نے اعلان کیا تھا۔ مگر اعلان کرنے میں اور انکو آڑی لکھنے میں فرق ہوتا ہے۔ صالحہ تو ہر سوں
 بہت غصہ میں تھی۔ غصہ میں ہی چھٹی لے کر گئی ہے۔“ انہوں نے اسے ایک اور اطلاع دی۔ ”تمہارے اور
 صالحہ کے درمیان تو آپس میں کوئی بات نہیں ہوئی؟“
 ”کیسی بات؟“
 ”کوئی جھگڑا۔؟“
 ”نہیں مجھ سے اس کا کوئی جھگڑا کیوں ہو گا۔ ہم ابھی بھی دوست ہیں۔“ اس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔
 ”مجھے صرف تجس ہو رہا تھا۔ اس لیے میں۔ نہ یہ سب کچھ آپ سے پوچھا۔“ علیزہ نے وضاحت کی۔
 مجھے حیرانی ہو رہی ہے۔“

”ہیں بات پر؟“
 ”تیمور صاحب اتنی آسانی سے تو پریشاں نہیں ہوتے بلکہ ہمارے اخبار کی کیلیمینٹ اسی بات پر میں کرتی
 ہے کہ ہم ہر قسم کے پریش کو قیاس کرنا جانتے ہیں۔ اور کبھی بھی پریش کے آگے سر نہ ڈالیں گے۔ پھر اب اتنے
 ”ہاں مجھے بھی حیرت سے کم۔ ظاہر ہے پیچھے کوئی نہ کوئی بات تو ہوگی۔ کوئی ایسی بات ہوگی کہ تیمور صاحب
 نے اس بارے میں معاملے کو ختم کرنا بہتر سمجھا۔“
 ”اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ زین العابدین بھی اسی اسائنمنٹ پر کام کر رہا ہے۔ تیمور صاحب اسے کیسے
 روکیں گے؟“ وہ تو کمیونڈاٹز نہیں کرتا۔“
 ”تم نے کہا کہ زین العابدین اس اسائنمنٹ پر کام کر رہا ہے؟“ زہرہ جبار نے کچھ چونک کر کہا۔
 ”صالحہ سے پتا چلا ہے مجھے۔“ علیزہ نے صالحہ کا حوالہ دیا۔
 ”میرے پاس ایسی کوئی اطلاع نہیں ہے اور زین العابدین۔“ زہرہ جبار کچھ سوچ میں پڑ گئیں۔ ”وہ کبھی بھی
 میرے اپنی اسائنمنٹس کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا۔ پھر صالحہ جو کبھی ہو یہ زین العابدین اور تیمور صاحب کا
 سلسلہ ہے وہ خود ہی اسے واک آؤٹ کر لیں گے۔“ انہوں نے سر جھٹکتے ہوئے کہا علیزہ وہاں سے باہر آگئی۔
 ♥ ♥ ♥
 اگلے دن بہت دھماکہ خیز ثابت ہوا۔ وہ وہاں کے وقت آفس میں کام کر رہی تھی جب نعمانہ یک دم اس کے کیمین
 میں داخل ہوئی۔
 ”ہائی گاڈ علیزہ! تمہیں پتا ہے صالحہ کے ساتھ کیا ہوا ہے؟“ اس نے کیمین میں داخل ہوتے ہی کہا۔
 ”نہیں۔ کیا ہوا ہے؟“ علیزہ اس کے سوال سے زیادہ اس کے تاثرات دیکھ کر خوف زدہ ہوئی۔
 ”اس کی گاڑی پر کسی نے فائرنگ کی ہے۔ آج صبح جب وہ آفس آ رہی تھی تو۔“
 ”ہائی گاڈ تمہیں کس نے بتایا؟ وہ ٹھیک تو ہے؟“ علیزہ یک دم پریشان ہو گئی۔
 ”صالحہ نے خود فون کیا تھا ابھی کچھ دیر پہلے آفس میں۔ اسی نے بتایا ہے۔“
 ”اس کا مطلب ہے صالحہ ٹھیک ہے۔“ علیزہ نے سکون کا سانس لیا۔
 ”ہاں۔ وہ بہت کئی تھی جو بچ گئی۔“ نعمانہ نے نرسی سمجھتے ہوئے کہا ”ان لوگوں نے اس وقت اس کی گاڑی پر
 فائرنگ کی جب وہ ابھی اپنے گھر سے نکلی تھی۔ فائرنگ کی آواز سننے ہی اس کے گھر کا گارڈ بھی باہر نکل آیا۔ اور اس
 نے بھی فائرنگ کی۔ جس کی وجہ سے وہ لوگ بھاگ گئے۔ مگر صالحہ تو بہت زیادہ اپ سیٹ ہے اس نے تیمور
 صاحب سے بھی بات کی ہے۔ اور کل وہ پریس کانفرنس کر رہی ہے۔“
 ”وہ جانتی ہے کہ فائرنگ کس نے کی ہے؟“
 ”سب جانتے ہیں وہ جن کے خلاف آج کل لکھ رہی ہے، ظاہر ہے ان لوگوں نے ہی۔“ نعمانہ بات کرتے
 کرتے رک گئی۔
 ”تم عمر جمائیکر کا نام لینا چاہتی ہو۔“ علیزہ نے اس کی بات عمل کرتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ میں جانتی ہوں، تمہیں یہ بات پوری لگے گی۔ مگر عمر جمائیکر کے علاوہ یہ کام اور کوئی نہیں کر سکتا۔ تم از کم
 آفس میں سب یہی کہہ رہے ہیں اور خود صالحہ کا بھی یہی کہنا ہے عمر جمائیکر نے اس کی چھٹی کے دوران اسے گھر
 ہی فون کر کے دھمکا دیا تھا۔
 علیزہ کچھ بے دم ہو گئی۔ اسے یک دم پریشان ہونے لگا تھا۔ آخر عمر جمائیکر کیل اس طرح کی حرکات میں انوار
 ہوتا ہے۔ نعمانہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی۔ مگر علیزہ کو اب کچھ نالی نہیں دے رہا تھا۔

عمر کے لیے ایسی کوئی حرکت کرنا ناممکن نہیں تھا۔ مگر وہ پھر بھی یہ توقع نہیں رکھتی تھی کہ وہ کسی عورت پر ایسا حملہ کر دیا جتنا کہ وہ اور وہ بھی تب جب وہ اخبار پر اتنا پریشور ڈال چکا تھا کہ آپا اس کے خلاف کچھ بھی شائع نہیں ہو رہا تھا۔ اسے عمر سے گھن آتی۔ اسے اپنے خاندان سے گھن آتی۔

شام کو وہ صالہ سے ملنے اس کے گھر گئی، ملازم نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا، کچھ دیر کے انتظار کے بعد وہ واپس آیا۔

”بی بی سورہی ہیں۔“ ملازم نے اسے اطلاع دی۔ علیزہ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہاتھ میں پتھر ہوا پتھروں کا بوبہ کے اس نے ملازم کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ میری طرف سے اسے دے دیں اور اسے بتادیں کہ علیزہ سکندر اس سے ملنے آئی تھی۔ میں اسے کل کروں گی۔“

”ٹھیک ہے میں ان کو آپ کا پیغام دے دوں گا۔“ ملازم نے سر ہلاتے ہوئے بوبہ کے اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ علیزہ نے دھنسنے کے بعد گھر سے اسے فون کیا مگر ملازم نے فون پر اس کا نام پوچھنے کے بعد اس سے کہا ”بی بی ابھی بھی سو رہی ہیں۔“

”تپ نے انہیں میرا پیغام دیا؟“

”جی ہاں وہ کھانا کھانے کے بعد دوبارہ اپنے کمرے میں چلی گئی ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ کوئی انہیں ڈسٹرب نہ کرے۔“ ملازم نے اسے صالہ کا پیغام دیا۔

علیزہ نے فون بند کر کے صالہ کے موبائل پر اسے کال کی۔ کال ریسپونڈ نہیں کی گئی۔ وہ مخالف طور پر اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

علیزہ اس کی کیفیات کو سمجھ سکتی تھی۔ وہ یقیناً ”اس وقت عمر جمائیکر کے خاندان کے ہر فرد کو اپنا دشمن سمجھ رہی ہوگی۔ اور چند دن پہلے علیزہ کے ساتھ ہونے والی گفتگو سے اس نے بھی اخذ کیا ہو گا کہ علیزہ بھی عمر جمائیکر اور اس کے ہر اقدام کی مکمل حمایت کرتی ہے۔“

اگلے دن کے اخبارات نے اس خبر کو فرنٹ پیج پر سنوار دیا تھا۔ عمر جمائیکر اور پھر اچھا لگ گیا تھا۔ اس کے حوالے سے اگلی پچھلی بہت سی خبریں کو اخبار میں لگایا گیا تھا۔ اور اس بار صرف ان کا اخبار ہی یہ سب شائع نہیں کر رہا تھا بلکہ ہر اخبار اس کے بارے میں اسی طرح کی خبریں لگا رہا تھا۔

تیسرے دن کے اخبارات عمر کے بارے میں کچھ اور خبریں لے کر آئے تھے۔ صالہ پرویز کی پریس کانفرنس کو نمایاں طور پر توجہ دی گئی تھی۔ سب کہ عمر جمائیکر کی تردید کو ایک سڑکل کالی جھانک کر پچھلے صفحے کے ایک کونے میں لگا رہا تھا۔ اسے بی این ایس کی طرف سے اس کے لیے نہ مت اور عمر جمائیکر کا برطرفی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

”آج شام کو لاہور کے سارے صحافی پریس کلب سے گورنر ہاؤس تک احتجاجی واک کر رہے ہیں۔ عمر جمائیکر کی معطلی اور اس کے خلاف اس قاتلانہ حملہ کی انوائری کے لیے ہمارے اخبار کے سارے لوگ بھی جا رہے ہیں۔ علیزہ تم چلو گی؟“

نعمانہ نے تیسرے دن اسے سچ آفس آتے ہی بتایا۔ علیزہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔

”کوئی زبردستی نہیں ہے اگر تم اس واک کو جوائن نہیں کرنا چاہتیں۔ تو کوئی بات نہیں۔“ نعمانہ نے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں تمہاری فیملی سمجھ سکتی ہوں۔“ اس نے جیسے علیزہ سے ہمدردی کی۔

430

”میں نے ابھی کچھ ملے نہیں کیا ہو سکتا ہے میں شام کو وہاں آ جاؤں۔“ علیزہ نے اس سے نظریں پڑاتے ہوئے کہا۔

وہ شام کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس احتجاجی واک میں شرکت کرنے کے لیے چلی گئی۔ اگلے دن آفس میں کو بیگز کی چھٹی اور سوالیہ نظروں سے بچنے کے لیے یہی کہہ رہی تھی۔

اسے دیکھ کر وہاں سب کو حیرت ہوئی تھی شاید کوئی بھی وہاں اس کی اس طرح آمد کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ باقی لوگوں کے ساتھ ساتھ خود صالہ پرویز بھی خاصی حیران نظر آتی۔ قاتلک والے واقعہ کے بعد اس دن پہلی بار ان دونوں کا آمنہ سامنا ہوا تھا علیزہ اس کی طرف بڑھ آئی۔

”ہیلو صالہ۔۔۔ تم کیسی ہو؟“ اس نے صالہ سے پوچھا۔

”میں ٹھیک ہوں۔“

”میں تم سے کونسلٹ کرنے کی کوشش کرتی رہی ہوں مگر شاید تم بہت مصروف تھیں۔“ اس نے صالہ سے کہا۔

”نہیں میں مصروف نہیں اپ سیٹ تھی۔“

”میں سمجھ سکتی ہوں۔ اور میں اسی حوالے سے تم سے بات کرنا چاہ رہی تھی مجھے بہت افسوس ہوا ہے اس واقعہ پر۔“

”شکریہ۔ میں جانتی ہوں اور اس بوبہ کے لیے بھی شکریہ جو تم نے مجھے بھجوا دیا۔“ صالہ نے پہلی بار سر اٹھاتے ہوئے کہا۔

”میں کی ضرورت نہیں تھی۔“ علیزہ نے اس کا کندھا تھپتھا دیا۔

”دیکھتے تھے تو قیام نہیں تھی کہ تم آج یہاں آؤ گی۔“ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اچانک صالہ نے اس سے کہا۔

”لیکن میں آج کم از کم اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ میں اپنی فیملی کے ہر غلط قدم کی حمایت نہیں کرتی ہوں۔“

”ہاں کم از کم اب میں یہ ظہور جان گئی ہوں۔“ صالہ نے ایک گرم جوش مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ پھر وہ دونوں سری باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

واک میں صحافیوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی تھی اور سب نے پوٹریز پکڑے ہوئے تھے جن پر عمر جمائیکر کے خلاف بہت سے نعرے درج تھے۔ نعمانہ نے ایک پوسٹر علیزہ کو بھی پکڑا دیا۔

علیزہ نے زندگی میں پہلی بار پوسٹر پکڑ کر سڑک پر اس طرح کسی واک میں حصہ لیا تھا۔ اور وہ خاصی سخت کاٹکار ہو رہی تھی مگر وہاں موجود کالی سب صحافیوں کے لیے یہ سب عام سی بات تھی۔ سب ہی واک میں تھے ایک بلکہ انتہائی واک سے زیادہ ان کے لیے یہ کپ شپ کرنے کا ایک موقع تھا۔ پریس کلب سے گورنر ہاؤس جا کر کچھ پکڑنے والیوں نے گورنر ہاؤس کے ایک اہل کار کو ایک یادداشت بھی پیش کی تھی اور پھر گورنر نے اسے ڈی سی سے بھی ان صحافیوں کی ملاقات کر لوائی گئی۔

ان صحافیوں کی واپسی پر ان کے چہروں پر خاصا طمیننان تھا۔

”گورنر صاحب نے یقین دلایا ہے کہ وہ وزیر اعلا سے بات کر کے کل عمر جمائیکر کو معطل کر دیں گے۔“

صحافیوں میں سے ایک نے بلند آواز میں وہاں کھڑے دوسرے صحافی کو بتایا تھا۔ کچھ دیر کی مزید پشیمانی کے بعد تمام صحافی وہاں سے جانے لگے۔ علیزہ بھی وہاں سے واپس گھر آ گئی۔

431

رات آٹھ بجے جب وہ گھر واپس آئی تو جیتے اس کا منہ کھڑا تھا اور ناؤ دونوں لائونج میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔
 "میں نے تمہیں بہت دلو دھک کیا۔ تم کہاں تھیں۔ تم نے موبائل کیوں اٹھا ہوا تھا؟" جینڈ نے اسے دیکھتی ہی کہا۔
 "اُس ایسے ہی آگ لگ گیا تھا۔ کچھ فریڈز کے ساتھ فورٹیس علی گئی تھی میں۔" علیزہ نے عذر دے کر ہنسنے لگا۔
 "مگر تم از کم موبائل کو تو آف نہ کیا کرو۔ اور خاص طور پر شام کے وقت۔ وہ بھی اُسے لمبے عرصے کے لیے بند نہیں کرنا چاہیے۔" جینڈ نے کہا۔
 "مگر آپ کے ساتھ تو آج میرا کوئی پروگرام طے نہیں ہوا تھا۔ ورنہ میں جاتی ہی نہ۔" علیزہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "ہاں پروگرام تو کوئی نہیں تھا۔ میں ویسے ہی آگیا۔ یہاں کافی میں کسی کام سے آیا تھا موبائل گھر سے اور جہز سے ملتا ہوں۔" جینڈ نے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔
 "اب تم کچھ پیچھے کر لو تو میں اٹھانا لگواؤں۔" ناؤ نے اسے اطمینان سے بیٹھے دیکھ کر کہا۔ وہ اپنا ایک اخبار اپنے کمرے میں آئی۔

اگلے دن صبح چھ بجے کی میز پر آتے ہی اسے ناؤ کا موبائل آف ہونے کا احساس ہوا۔ اور اٹھنا رہا تو اس نے اپنے اس کی وجہ پتیل کی گئی۔ پتلے ہی کمرے میں بندھ کر مری میٹروں کے ساتھ اس کی اپنی تصویر دیکھ رہی تھی۔ اور نیچے اس تصویر کے ساتھ صحافیوں کی اس احتجاجی ریلی کی تصاویر بھی دکھائی دیتی تھیں۔
 علیزہ کو ہوں گا جیسے کسی نے اسے پوری کرتے ہوئے پکڑ لیا ہو۔ اسے تو قہر نہیں آتی کہ اس کی کوئی تصویر بنائی جائے گی اور پھر اسے اخبار میں اتنی گلیاں جگہ لگا دیا جائے گا۔ اس کے کان اکیوں سے ناؤ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بالکل خاموشی سے ہاتھ کرنے میں مصروف تھیں۔ اس کی ہنسنے میں کیا کہ وہ ناؤ کا منہ منہ نہ کرنے کے لیے ان سے کیا بات کرے۔ پھر ہاتھ شروع کرتے ہوئے اس نے اس وقت ان سے کوئی بات کرنے کا فیصلہ کیا۔
 "بہتر تھا کہ وہ اس سے واپس آ کر ہی ان سے بات کر لیتی کہ کب تک ان کا غصہ کب ختم ہو گیا ہو گا۔ عمر کے بارے میں پچھلے کچھ عرصے سے شائع ہونے والی خبروں سے وہ پہلے ہی بہت پریشان تھیں اور اب اسے بھی اس مہم کا حصہ دیکھ کر قہر نہیں شاک پہنچا تھا۔
 "کاش خاموشی سے کرنے کے بعد وہ انہیں چلی آئی مگر آفس آنے کے بعد بھی وہ لا شعوری طور پر جینڈ کی کال کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی اس وقت تک وہ بھی اخبار دیکھ چکا ہو گا۔ اور وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس تصویر پر اس کا رد عمل کیا ہو گا۔ خاص طور پر یہ جان کر کہ اس نے جینڈ سے اپنی کل شام کی مصروفیت کے بارے میں جھوٹ بولا تھا۔

وہ اکثر اسے اسی وقت فون کرتا تھا مگر اس روز اس کا فون نہیں آیا۔ گیارہ بجے کے قریب علیزہ نے ہتھ بھرت کر کے ہونے اس کے موبائل پر اسے فون کیا۔ وہ سری طرف سے کال پہنچنے لگی تھی۔
 "ہی ہیلو جینڈ! میں علیزہ ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔" جینڈ نے اس کی بات کے جواب میں بڑے سہانے انداز میں کہا۔
 "میں آپ کے فون کا انتظار کر رہی تھی۔" علیزہ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اس کے علاوہ اس سے کیا کہے۔
 "یہ بڑی حیران کن بات ہے کہ آپ میرے فون کا انتظار کر رہی تھیں۔" علیزہ اس کے لہجے میں ناراضی

ظاہر کرنے لگی۔ "میرا تو خیال تھا کہ آپ خاص (Self dependent) خود مختار ہیں۔ وہ مریوں کے انتظار جیسی حالت نہیں کر سکتیں۔ بہر حال آپ کی بہت سہانگی کہ آپ میرے فون کا انتظار کر رہی تھیں۔" وہ پہلی بار اس بات سے آگاہ ہوئی تھی کہ جینڈ نے اسے فون کرنا تھا۔
 "آج کا اشتہار کیسا۔؟"
 "آج کا اشتہار کیسا۔؟" اس کا لہجہ اب بھی بے اثر تھا۔
 "آج کا اشتہار کیسا۔؟" اس نے اسے اس کے انداز میں کہا کہ وہ کچھ نہیں بول سکتی۔

"ہاں یہ کچھ ہے میں نے سب سے سستا اچھی آئی ہے۔" شرمندگی سے علیزہ کا سر سرخ ہو گیا۔
 "فریڈز میں بولی ہو گئی تھی۔ اپنی فریڈز کے ساتھ۔" وہ اب بھی کچھ نہیں بول سکتی۔
 "آج کچھ رہا ہوں ناں؟" وہ اب بڑے تامل سے کہنے میں اس سے پوچھ رہا تھا۔
 "جینڈ! اس آپ کو بتانا چاہتی تھی۔" جینڈ نے اس کی بات کاٹ دی۔
 "میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا کیا میں نے کیا ہے؟"
 "آپ نے نہیں کیا۔" جینڈ نے ایک بار پھر اس کی بات کاٹ دی۔
 "اور میں نے کوئی وضاحت بھی نہیں مانگی۔ کیا مانی ہے؟"
 "میں مگر میں پھر بھی معذرت کرنا چاہ رہی ہوں۔"
 "میں نے کچھ نہیں کیا۔"
 "غلطیابی کے لیے۔"

"معذرت چاہتا ہوں مگر اس کو جھوٹ کہتے ہیں جیسے آپ غلطیابی کہہ رہی ہیں۔" وہ کچھ دیر خاموش رہی۔
 "ٹھیک ہے۔" جینڈ نے جھوٹ کہہ لیں۔ میں اپنے جھوٹ کے لیے آپ سے اس کیسے پوچھ کر چاہتی ہوں۔"
 "ناؤ؟" علیزہ کی بات میں نہیں آیا وہ اس کی بات کا کیا جواب دے۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ سے جھوٹ بولا۔ مجھے نہیں بولنا چاہیے تھا۔ مجھے آپ کو بتانا چاہیے تھا۔" علیزہ نے جھوٹ دہرے جھوٹ کے بعد اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔
 "جینڈ! میں نے آپ کو افسوس ہے کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا۔ مگر میں اس چیز پر افسوس نہیں ہے کہ تم ایک اعتماد کام کے لیے ہاں کی کہیں۔" جینڈ نے علی سے کہا۔
 "جینڈ! میں آپ کو سب کچھ نہیں سمجھا سکتی۔" اس نے کچھ بے بسی سے کہا۔
 "تم مجھ سے سب کچھ کہتی ہو اس لیے نہیں سمجھا سکتیں کیونکہ۔" (Logical) (منطقی) ہے ایسا کچھ جس کا کوئی سراہہ نہیں ہے۔

"مجھے یہ پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ سالہ میری کو لگ اور دوست ہے۔"
 "مگر جانتے ہو تمہارا فرسٹ گزٹ ہے۔" جینڈ نے اسی طرح کہا۔
 "مگر سالہ کے ساتھ تو زیادتی ہوئی ہے۔"
 "مگر جانتے ہو کہ ساتھ بھی زیادتی ہو رہی ہے۔" جینڈ نے تڑپ تڑپ کر جواب دے دئے ہوئے کہا۔
 "مگر جانتے ہو اس سب کا جواب دے رہا ہے۔"
 "تھا کہ بھی اس سب کی خود ذمہ دار ہے۔"

انہوں نے اشتعال کے عالم میں بولتے ہوئے کہا۔
 "ایسا تو اس قدر تاراج ہو رہا تھا جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ خود تم سے بات کرنا چاہ رہا تھا مگر میں نے سمجھا بھار
 اس کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ تمہارے لیے ان سب نے کیا کیا نہیں کیا علیحدہ اور تم ہو کہ خود اپنے ہی خاندان کو رسوا
 کرنے رہ گئی ہو۔"
 "مناویہ سب میں نے نہیں، عمر نے۔" علیحدہ نے پہلی بار اپنے دفاع میں کچھ کہنے کی کوشش کی۔
 "ہم مت لو تم عمر کا۔ کچھ نہیں کیا اس نے جو بھی کیا ہے، تم نے کیا ہے۔ صالحہ، صالحہ کیا ہے یہ صالحہ
 کیوں ہمارے خاندان کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ اور تمہ۔ تم اس لڑکی کو اپنا دوست کہہ کہہ کر کھڑا کرتی رہیں۔ کانوس
 غصے میں اپنی بات مکمل کرتا مشعل ہو رہا تھا۔
 علیحدہ نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔ وہ جانتی تھی اس کی کسی بولی کوئی بات بھی اس وقت ناٹو کی سمجھ میں
 نہیں آئے گی۔

اپنی معطلی کے دو دن کے بعد عمر لاہور میں تھا اور اس نے ایک پریس کانفرنس میں اپنے خلاف تمام الزامات کو
 بے بنیاد اور جھوٹا قرار دیا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے خلاف یہ تمام الزامات لگانے والوں کے سیاسی
 مفاہات ہیں۔ اس نے خاص طور پر اپنے علاقے کے کچھ سیاسی گھرانوں کو اس تمام مسئلہ کی جز قراردیت ہوئے کہا
 کہ وہ لوگ اس کی ٹرانسفر کروا کر اپنی مرضی کے شخص کو وہاں لانا چاہتے ہیں اور اس میں ناکامی کے بعد انہوں نے
 صالحہ پر دیر کو اس کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔

پریس میں شام تک اس کی پریس کانفرنس ہی ڈسکس ہوتی رہی۔ سب کے لیے یہ بات حیران کن تھی کہ عمر
 جیسا تیرے اس طرح دھڑلے سے ان سیاسی گھرانوں کا نام لیا تھا جو صوبائی اور مرکزی حکومت کا حصہ تھے۔ سب کو
 یقین تھا کہ اس نے اپنے باپوت میں آخری سیل ٹھونکنے کی تھی۔
 "اب یہ شخص نہیں بچ سکے گا۔ پہلے تو شاید یہ بچ جاتا مگر اب ان سیاسی گھرانوں کو اس طرح دھڑلے سے الزام
 کرنے کے بعد پیچھے سے اسے بچانے والا کوئی نہیں رہے گا۔" حسین نے بچ اور کے دوران کہا وہ ان دنوں پورے
 میں سے ایک تھا جو اس پریس کانفرنس کو کر کے گئے تھے۔
 "مجھے تو احمق لگا ہے یہ شخص۔ ایک تو اس طرح پریس کانفرنس کرنا تھا۔ تھی۔ اس پر مزید سیدھی ایکشن
 ہو سکتا ہے اس کے خلاف اور دوسرے اس احتجاج اس طرح سیاست دانوں کو الزام دینا وہ بھی وہ جو حکومت میں
 ہیں اپنے پیروں پر کھڑی مارنے کے مترادف ہے۔" عمر نے رپورٹرز کو اواز دے کر کہا۔
 "مگر مجھے اس شخص کے اطمینان اور سکون نے حیران کیا۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ اپنی معطلی سے پریشان ہے۔
 اور پھر جس طرح وہ سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے دو ٹوک انداز میں ہر بات سے انکار کر رہا تھا۔ میں تو اس سے
 خاصا متاثر ہوا۔

میں علیحدہ! آپ کا یہ کزنز ہے ٹیلنٹڈ حسین نے اپنی کرسی کو تھوڑا سا اٹھاتے ہوئے علیحدہ سے کہا۔
 سب کی طرح حسین کی بات پر اس نے بھی کچھ اسکرانے کی کوشش کی۔
 "مگر بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ اسماٹ ہو نا ہی بندے کو مروا دیتا ہے اور اسماٹ ہونا۔" نواز نے لقمہ
 دیتے ہوئے کہا۔

"میں تو اس وقت خاصا حیران ہوا، بس اس نے ان سیاسی گھرانوں کا باقاعدہ نام لیتے ہوئے اس سارے معاملے
 میں الزام لگایا۔ کوئی دوسرا بیورو کرٹ تو ایسا کر ہی نہیں سکتا اور وہ بھی تب جب وہ معطل بیٹھا ہو۔ اب دیکھتے ہیں گل
 کے دوسرے اخبارات اس پر کیسی خبریں لگاتے ہیں۔" نواز نے چائے کا کاکپ اٹھاتے ہوئے اپنی بات کو ختم کیا۔



علیحدہ نے اس شام کو ایک بار پھر جنید سے رابطہ قائم کر کے فری کی کوشش کی۔ اسے ناکامی ہوئی۔ موبائل پر اس کی
 کال ریسیو نہیں کی گئی تھی۔ اس نے دوبارہ اس کے گھر فون کیا۔ فون فری نے اٹھایا تھا اس کی ٹھیک ٹھیک کے بعد
 اس نے جنید کے بارے میں پوچھا۔
 "جنید بھائی ابھی گھر نہیں آئے۔" فری نے اسے اطلاع دی۔
 "آفس میں ہیں۔؟" علیحدہ نے پوچھا۔
 "تو مجھے نہیں پتا۔ ہو سکتا ہے آفس میں ہی ہوں۔" فری نے لائے کا ٹکڑا کیا۔
 "مگر آفس تو بند ہے۔ ہو جاتا اس وقت؟"
 "ہاں ہو تو جاتا ہے۔ بعض دفعہ اگر کام زیادہ ہو تو نہیں بھی ہو سکتا ہے یا تو گھر آگئے ہیں اس کا مطلب ہے
 کام زیادہ نہیں۔" فری نے اسے اطلاع دی۔
 "آپ ان کے موبائل پر رنگ کیوں نہیں کرتیں؟" فری کو اچانک خیال آیا۔
 "میں نے موبائل پر نال کی ہے مگر اس نے کال ریسیو نہیں کی۔" علیحدہ نے اسے بتایا۔
 "اچھا آپ ایک منٹ ہواڑ کریں میں بابا سے پوچھ کر آتی ہوں کہ کیا وہ آفس میں ہیں۔" فری نے اسے ہولڈ
 کر دیا۔
 "ابا کہہ رہے ہیں کہ وہ آفس میں نہیں ہیں۔ بابا سے پوچھ کر پہلے چلے گئے تھے۔" فری نے اسے اطلاع دی۔
 "آپ یا تو ان کے موبائل پر دوبارہ کال کریں یا پھر کچھ انتظار کریں وہ گھر آتے ہیں تو میں انہیں آپ کی کال کے
 بارے میں بتا دوں گی۔"
 "میں کچھ دیر بعد دوبارہ کال کروں گی۔"

انہیں ایسا کریں۔ ویسے وہ آنے ہی والے ہوں گے۔" فری نے کہا۔ علیحدہ نے خدا حافظ کہہ کر فون رکھ
 دیا۔ پچھلے چند دنوں سے جنید سے اس کا کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ وہ جیسے گدھے کے سر سے سیگ کی طرح غائب
 ہو گیا تھا اور اس کی گت خاموشی نے علیحدہ کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ آج وہ جنید سے اس معاملے پر ایک بار پھر
 بات کرنا چاہتی تھی۔
 رات گیارہ بجے کے قریب اس نے جنید کو ایک بار پھر فون کیا۔ فون اس بار بھی فری نے ریسیو کیا تھا۔ علیحدہ کی
 آواز سننے ہی اس نے کہا۔
 "بھائی تو کافی دیر ہوئی، آگئے تھے اور میں نے انہیں آپ کی کال کا بھی بتایا تھا۔ بلکہ آپ کو فون کرنے کا کہا تھا
 کیا انہوں نے آپ کو فون نہیں کیا؟"
 "نہیں۔" انہوں نے ان سے بات کروا دی۔ "علیحدہ نے اس سے کہا۔
 "اچھا آپ ہولڈ کریں۔" فری نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ علیحدہ انتظار کرنے لگی۔ اس بار فری کی واپسی
 ایک لمبے انتظار کے بعد ہوئی تھی۔

"میں نے انہیں آپ کے فون کا پتا دیا ہے مگر حیرت کی بات ہے کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ سے کہہ دوں
 کہ وہ آگئے ہیں۔" فری نے ریسیور اٹھاتے ہی بڑی صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔
 "آپ لوگوں کے درمیان کوئی جھگڑا تو نہیں ہو گیا؟" اس بار فری نے قدرے تشویش سے پوچھا۔ "حالانکہ
 آپ دونوں جس مزاح کے ہیں۔ ایسے کسی واقعے کی توقع تو نہیں کی جاسکتی۔"
 "آپ ایسا کریں کہ ایک بار پھر ہولڈ کریں۔ میں ان سے جا کر کہتی ہوں کہ آپ نے مجھے انہیں دگانے کے لیے
 کہا ہے۔" علیحدہ نے اسے منع کرنا چاہا مگر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ اس بار ایک لمبے انتظار کے بعد
 سے ریسیور پر جنید کی آواز سنائی دی۔

سے ریسیور پر جنید کی آواز سنائی دی۔

”تمہیں کوئی کام تھا؟“ رسمی ٹیلیک سلیک کے بعد جنید نے بہت سہلے میں اس سے پوچھا۔
 ”جنید! کیا یہ ضروری ہے کہ مجھے کوئی کام ہو تو ہی میں آپ کو فون کروں۔“
 ”ہاں بہتر یہی ہے۔“ علیزہ کو اس کے لیے اور انداز پر تکلیف ہوئی۔
 ”میں نے آپ سے بات کرنا چاہتی تھی۔ کافی دن سے ہماری بات نہیں ہوئی اس لیے۔“
 ”میں نے آپ کو جگایا نہیں ہی فون کرنے کی ضرورت تو نہیں تھی۔ تم صبح مجھے فون کر سکتی تھیں۔“

”میں نے آپ کو جگایا نہیں ہی فون کرنے کی ضرورت تو نہیں تھی۔“ دوسری طرف وہ کچھ دیر خاموش رہا۔
 ”ٹھیک ہے، پہلے نہیں سو رہا تھا اب سونا چاہ رہا ہوں گا۔ تم بات کرنا چاہتی تھیں۔ بات ہو گئی۔ اب میں فون بند کر رہا ہوں۔“

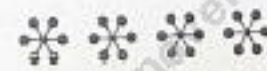
”کیا آپ کی ناراضی کبھی ختم ہوگی۔؟“
 ”میں بہت ناراض نہیں ہوں۔ اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ناراض اس شخص سے جو مجھے یہ بات کہتا ہے کہ میں ناراض ہوں۔“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔
 ”میں سو نے کے لیے جا رہا ہوں، تم دوبارہ فون مت کرنا۔“ اس نے اس بار اپنی بات ادھوری چھوڑ کر فون بند کر دیا۔

علیزہ کو بے اختیار جھنجھلاہٹ ہوئی اس کا دل چاہا وہ فون توڑ دے۔ یہ ”برا ایک“ نے عمر کے بھائی کو مجھے کٹرے میں کھڑا کر دیا ہے۔ عمر کے بھائی کو مجھے عذر نہیں لینی پڑ رہی ہیں۔ مجھے وہی جتنی دینی پڑ رہی ہیں۔ اور یہ جنید پر ایسا تو نہیں تھا پھر اسے کیا ہو گیا ہے ”ایک“ بھائی کی بات کو کیوں اس طرح رانی کا ٹھکانا بنا رہا ہے کیا صرف عمر جیالکیری کی وجہ سے یہ مجھ سے اس طرح ناراض ہو گیا ہے۔ صرف عمر کی وجہ سے جس نے اس کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ جس سے یہ بھی ایک بار سے زیادہ ملا ٹک نہیں۔ کیا صرف اس شخص کے لیے مجھے اس طرح آگور کر رہا ہے۔ ”وہوں جوں سوچ رہی تھی اس کی جھنجھلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔“
 ”کیا اسے میری پروا نہیں ہے؟ ذرا برا بھی کہ اس کے اس طرح کچھ دے سے میں کتنی ڈسٹرب ہو رہی ہوں۔ اور یہ عمر جیالکیری تک یہ شخص اس لیے میری زندگی پر منڈا لگا رہا ہے گا۔“ وہ ساری رات کھولتی رہی۔

اگلے دن وہ شام کو شملہ کے ساتھ کے ایف سی گئی۔ جب ایک لمبے عرصے کے بعد اس نے عمر کو بال پر کھلا علیزہ اور اس کی ٹیبل کے درمیان کافی فاصلہ تھا اور یہ صرف ایک اتفاق ہی تھا کہ علیزہ اور شملہ الگ الگ ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے اس پر نظر پڑ گئی، کے ایف سی میں اس وقت خاصا ریش تھا اور شاید یہ ریش ہی تھا جس کی وجہ سے عمر انہیں نہیں دیکھ سکا۔ وہ ایک ٹیبل پر بیٹھا کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ تو انکراں کی ٹیبل پر ایک اور شخص بھی بیٹھا تھا۔ یقیناً ”اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔“

شملہ نے عمر کو نہیں دیکھا تھا اور علیزہ نے عمر کی وہاں موجودگی کے بارے میں اسے بتایا بھی نہیں، وہ دونوں کھانا کھاتے ہوئے باتیں کرتی رہیں مگر وقتاً فوقتاً ”علیزہ کی نظر میں اس ٹیبل کی طرف جاتی رہیں جہاں پر عمر بیٹھا تھا۔ شملہ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے اس نے سو فٹ ڈرنک کا ایک گھونٹ پیا اور پھر اسے جسے اپنی بھانجا لگا۔

”ابا ہوا علیزہ؟“ شملہ نے سے دیکھا جو اپنے منہ کو صاف کرتے ہوئے کچھ بکا بکا سی عمر کے ٹیبل پر بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو دیکھ رہی تھی۔
 وہ جنید ابراہیم تھا۔



وہ پلکیں جھپکائے بغیر جنید کو عمر کے سامنے بیٹھے دیکھتی رہی اس کی جھوک اور گئی تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے ہوئے ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف تھے۔

”تمہیں کیا ہوا کھانا کھانے میں نہیں رہیں تم؟“ شملہ نے اسے متوجہ کیا۔ مگر اس نے شملہ کی بات پر دھیان نہیں دیا وہ ابھی بھی ان ہی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ شملہ نے اس کے تاثرات کو نوٹ کیا اور گردن موڑ کر اس سمت دیکھا جہاں وہ کھانے رہی تھی۔ چند لمحوں کی جستجو کے بعد اس کی نظر عمر اور جنید پر پڑ گئی۔

”میری زندگی بگاڑنے کی کوشش۔“ علیزہ نے ان دونوں سے نظریں ہٹائے بغیر کتنی سے شملہ سے کہا۔
 کچھ نہیں سمجھی۔ اس نے ایک بار پھر گردن موڑ کر عمر اور جنید کو دیکھا۔
 ”کیا یہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟“ شملہ نے کچھ پرسش آمیز انداز میں پوچھا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ یہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں یا نہیں۔ عمر ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باب جانیے گا۔ آؤں ہے اور اس وقت گدھا بھی ہے۔ عمر سے زیادہ اچھی طرح فون کی کسی کو استعمال کرنے کا فن نہیں جانتا یا دیکھتا ہے وہ اس کام میں اس نے کوک کا گھونٹ لے کر اپنا اشتعال کم کرنے کی کوشش کی۔
 ”آج کل اسے جنید کی ضرورت ہے تو جنید حاضر ہے۔“

”کیوں جنید کی کیا ضرورت ہے اسے؟“ اس سے کیا تعلق ہے اس کا؟“ شملہ نے نشوونو سے پوچھتے ہوئے کہا۔
 ”جنید کے ذریعے مجھے کچھ پتہ چلا کہ اس کا کیا حال ہے۔“ جنید کے ذریعے مجھ سے ساری معلومات اور خبریں لی جا سکتی ہیں سالہ کے بارے میں اس کے Source of information (ذرائع) کے بارے میں۔“ اس نے

”اس کے استعمال کرنا عمر کے لیے کیا مشکل ہے۔ میں بھی جبران تھی کہ جنید آخر اس مارے معاملے میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے اسے آخر میرے ایک عدد کرن کے ساتھ کیوں بند رہی ہو رہی ہے۔“
 ”جنید نے ایک بار چاروں دونوں پر نظر ڈالی۔

”میرا اندازہ کتنا غلط تھا جس سوچ رہی تھی شاید عباس نے جنید کو پریشان کر دیا ہو گا۔ کیونکہ جنید کی ایک بہن کے ساتھ اس کی دوستی تھی جس طرح میں تو کہتی تھی۔ مجھے پتا ہونا چاہیے تھا کہ عمر اتنا گرا ہوا شخص ہے کہ وہ خود بھی اس معاملے میں جنید سے بات کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے گا۔“ اس کا چہرہ ہی طرح سرخ ہو رہا تھا۔

”میں اب سوچتی ہوں شملہ! میں بہت خوش قسمت تھی جو اس شخص نے مجھے ریجیکٹ کر دیا ورنہ میں اس سے خود غرض اور گھٹیا آدمی کے ساتھ زندگی کیسے گزار سکتی تھی۔“
 ”ریجیکس اتنے سے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے ہم یہاں انجوائے کرنے آئے ہیں۔ مزید مشن لینے تو نہیں۔“ شملہ نے اسے گھٹا کر نے کی کوشش کی۔

”تم جانتی ہو اس شخص کی وجہ سے پہلی بار جنید کے ساتھ میرا جھگڑا ہوا ہے۔“ وہ اب بات کرتے ہوئے تقریباً رونا بھی ہو گئی۔ ”اس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے مگر اس کو تو ذرا برا بھی اس بات کی پروا نہیں ہوگی۔“
 ”مگر اس معاملے میں اب تم کیا کر سکتی ہو؟“ جنید تم سے پوچھ کر تو ہر کام نہیں کرے گا۔“ شملہ نے کہا۔

”ہاں مجھ سے پوچھ کر ہر کام نہیں کرے گا مگر میں چاہتی ہوں کہ جنید عمر سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھے اور کبھی اس سے نہ ملے۔“ اس نے ایک بار پھر ان کی طرف دیکھا۔ ”اور تم دیکھو جنید نے ایک بار بھی مجھے یہ نہیں بتایا کہ عمر مسلسل اس سے رابطے میں ہے۔“ اس نے کتنی سے کہا۔

”ایک بار بھی اس نے مجھ پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ یہ سب کچھ عمر کے کہنے پر کر رہا ہے۔ میں نے جب اس سے

شہلانے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے صرف اس کو ایک بار غور سے دیکھا۔

"میں طرح مت دیکھو مجھے۔ میں اب بھی تمہیں کوئی داستانِ امیر حمزہ نہیں سناری ہوں۔" علیزہ نے ہرگز کیڑے لگائے۔ "اے گے سے تنگی کے عالم میں بتا دیں۔"

"چچا نہیں دیکھتی تمہیں بیٹھ کر کھانا تو کھاؤ۔" شہلانے اٹھتے دیکھ کر کہا۔ "تم از کمال اب اس طرح مذا اٹھا کر یہاں سے مت جاؤ۔"

"نہیں اب مجھے یہاں نہیں رکنا۔ میں نے جتنا کھانا کھا لیا۔ تم کھانا چاہو تو کھاؤ۔ میں باہر گاڑی میں قہار انتظار کروں گی۔" اس نے اٹھ کر بے ہوش انداز میں اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تو گارڈ سیک علیزہ۔! مجھے تمہارے ساتھ یہاں اتنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" شہلانے اپنی رُسے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آئندہ مت آنا۔" علیزہ نے اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے اس پر ایک نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

"اب کسے کال کر دی ہو؟" شہلانے غصے سے کہا۔

علیزہ نے جواب نہیں دیا وہ کھڑے کھڑے دو عمر اور جینڈ کو دیکھتے ہوئے نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

جینڈ نے موبائل کی پیپر اپنا موبائل اٹھا کر کار کا نمبر دیکھا اور پھر موبائل آف کر دیا۔

"تس کی کال ہے؟" عمر نے بات کرتے کرتے رک کر اس سے پوچھا۔

"اے بی بی ایک دوست کی۔" اس نے عمر کو ٹال دیا۔

"تم کیا کر رہے تھے؟" اس نے عمر کو بات جاری رکھنے کے لیے کہا۔

علیزہ نے موبائل کان سے ہٹا لیا۔

اس کے چہرے کا رنگ بدلتا گیا تھا۔

"کیا ہوا؟" شہلانے پوچھا۔ علیزہ نے جواب دینے کے بجائے عمر کو اور جینڈ کو دیکھا۔

"جینڈ کو کال کی ہے؟" شہلانے کو اچانک خیال آیا۔

"ہاں اور اس نے کال ریسیو نہیں کی۔ جب تک یہ شخص اس کے ساتھ ہے۔" اس نے بات اور عمر کی موجودگی کو اپنے ہوش سے بچھڑا لیا۔

"اچھا چلو۔ ہم جا رہے تھے یہاں سے۔" شہلانے اسے دھکیلتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ میں اپنی رُسے پکڑی ہوئی تھی علیزہ اس کے ساتھ چلتے گئی۔ مگر ساتھ چلتے ہوئے اب وہ ایک بار پھر موبائل پر کوئی نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

"علیزہ! بار بار نمبر ڈائل مت کر۔ موبائل کو بیگ سے ڈالو۔ چلیا ابھی بات کرنا نہیں چاہ رہا ہو گا۔ کیونکہ کھانے میں مصروف ہے اور پھر عمر کے سامنے وہ تم سے بات نہیں کرنا چاہ رہا ہو گا۔"

عمر نے حیرانی سے اپنے موبائل پر نمودار ہونے والا نمبر دیکھا اور پھر جینڈ کو۔

"کیا ہوا؟" جینڈ نے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے کہا۔

"علیزہ کال کر رہی ہے۔" عمر نے کال ریسیو کرتے ہوئے کہا مگر اس کے ہیڈ فون سے دوسری طرف سے موبائل بند ہو گیا۔

"بات نہیں کی تم نے؟" جینڈ نے اس سے پوچھا۔

"نہیں بند کر دیا اس نے۔" عمر نے کچھ اچھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس کی کال پر اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو تم؟" جینڈ نے کہا۔

"کیونکہ ہم تہ عرصہ بعد اس نے آج اچانک موبائل پر مجھے کال کیا ہے۔" عمر اب بھی الجھا ہوا تھا۔ جینڈ یکدم

کھانا کھاتے کھاتے رک گیا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" عمر نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"میں بھی تھوڑی دیر پہلے اس نے مجھے بھی کال کی تھی۔"

"وہ کال جو تم کسی دوست کی کہہ رہے تھے؟"

"نہیں۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ اگر وہ تمہیں موبائل پر کال نہیں کرتی تو اس طرح آج اچانک اس نے ہم

"میں جانتا ہوں اس نے کیوں باری باری ہم دونوں کو کال کی ہے۔" عمر نے اچانک اپنی رُسے پیچھے کھینکتے ہوئے کہا۔

"وہ کیونکہ وہ اسی ہال میں نہیں موجود ہے اور اس نے ہم دونوں کو کچھ لیا ہے۔" عمر نے اوجڑا کر نظریں ڈالتی تھی۔

"اب رش اتنا ہے کہ اس طرح بیٹھے بیٹھے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ کھڑے ہو کر دیکھنا چاہیے۔" عمر اپنی

کرسی کھانچ کر اٹھ کھڑا ہوا اور چاروں طرف نظریں دوڑاتے لگا جبکہ جینڈ نے ایسی کوئی زحمت نہیں کی۔ وہ اطمینان سے اسی طرح بیٹھے ہوئے ایک برسٹ پیس کو سامنے کے ساتھ کھانا رہا۔ عمر چند منٹوں کے بعد گھر سے اپنا کتے

دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"مجھے ہال میں تو کچھ نظر نہیں آئی۔ حالانکہ میرے انداز سے اس کے مطابق اسے یہیں کہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"مگر کال کی وجہ ہم دونوں کا کٹھنہ دیکھ لیتا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ یوں آرام سے ہمیں کال کرتی پھرے

"جینڈ نے سو فٹ ڈرنک کا پیپ لیتے ہوئے اطمینان بھرے انداز میں کہا۔ "وہ ہمیں دیکھتے ہی یہاں موجود ہوئی اور مجھے بازو سے پکڑ کر اس ٹیبل سے لے جاتی۔"

عمر اس کی بات پر مسکرایا۔ "نہیں میرا خیال ہے وہ پہلے مجھے دو تین تھپڑ لگاتی اور اس کے بعد تمہارا بازو پکڑ کر

تمہیں یہاں سے لے جاتی۔" اس بار جینڈ اس کی بات پر مسکرایا اور نشو سے انانہ صاف کرتے لگا۔

"اس کے باوجود میرا خیال ہے وہ یہیں کہیں ہے۔" عمر اب سو فٹ ڈرنک کے پیپ لیتے ہوئے اپنے اطراف میں نظریں دوڑاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"مگر تمہارا اندازہ ٹھیک ہے تو مجھ سے اس کی شکایتوں میں ایک اور شکایت کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اور آج رات کو

وہ ایک بار پھر مجھے فون کرے گی اور مجھ سے تمہارے ساتھ ہونے والی میری ملاقات کے بارے میں پوچھے گی۔ اس کا مطلب ہے مجھے پہلے ہی خاصا خبردار ہو جانا چاہیے۔" جینڈ نے اطمینان سے کہا۔

"اور اچھا ہی ہوا۔ مجھے یہ پتا چل گیا ورنہ میں پھر اس بارے میں اس سے جھوٹ بولتا۔"

اس نے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے عمر سے کہا۔ عمر نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا وہ سو فٹ ڈرنک کے

پیپ پیتے ہوئے اب کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

♥ ♥ ♥ ♥

شہلانے علیزہ سے فون چھین کر آؤٹ کر دیا اور اس کے بیگ میں ڈال دیا وہ اب گے ایف سی کی بیڑھیوں سے

اتر رہی تھیں۔

"تم کو فون کرنے کی کیا تک ہنسی ہے۔ اسے فون کر کے تم کیا کوئی؟" اس نے علیزہ کو سمرنل کرنے والے

انداز میں کہا۔

"تو بھی دل میں آئے گا میں کہوں گی۔"

"اور اس نے سب کچھ جینڈ کو بتا دیا تو؟"

"کیا مجھے لگا وہ جینڈ کو؟"

"اس کے پاس بتانے کے لیے خاصا کچھ ہے۔" شملانے رک کر اسے دیکھا۔

"مشا کیا ہے اس کے پاس؟"

"وہ جیند کو اپنے لیے تمہاری تاپسندیگی کی وجہ بتا دے گا۔"

"جیند کیسے جانتا ہے کہ میں اسے کیوں تاپسند کرتی ہوں۔" علیزہ اس کی بات سے متاثر ہوئے بغیر بولے۔

"نہیں جیند نہیں جانتا۔ اگر جانتا ہوتا تو۔"

شملانے بات اور حوری چھوڑ دی وہ دونوں اسپارکنگ میں اپنی گاڑی کے پاس پہنچ چکی تھیں۔

"جیند اچھی طرح جانتا ہے کہ میں سب کچھ بتا چکی ہوں اسے۔"

"کیا بتا چکی ہو؟" شملانے درختوں سے گاڑی کے پاس رکھتے ہوئے کہا۔

"میں تم کو اس کی حرکتوں کی وجہ سے پسند نہیں کرتی۔" علیزہ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود تم اس سے شادی کرنا چاہتی تھیں یہ بتا ہے جیند کو؟"

علیزہ جواب میں کچھ نہیں بولی سکی۔

"تمہاری تاپسندیگی کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس نے تم سے شادی نہیں کی۔"

"ایسا نہیں ہے۔" علیزہ نے کمزور آوازیں کیا۔

"ایسا ہی ہے علیزہ! چاہے تم اسے مانویا نہ مانو اور اگر تمہاری حرکتوں کی وجہ سے عمر نے جیند کو یہ بات بتائی۔"

سناج کا اندازہ تم کر سکتی ہو۔" شملانے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا۔" علیزہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"یہ مطلب ہے کہ تم اپنے فارغ کو استعمال کیا کرو اور کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کے بارے میں دوبارہ سوچا کرو۔"

"شملانے اس بار تیز آوازیں کیا۔"

"کیا بتا دے گا وہ اسے میرے بارے میں؟ کون سی قابل اعتراض بات ہے جو۔" شملانے اس کی بات کاٹ دی۔

وہ قابل اعتراض ہونے کا فیصلہ تم نہیں جیند کرے گا اور اس کا انصاف میں بات پر ہے کہ عمر اسے کس طرح

ساری بات بتاتا ہے۔"

علیزہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر سر جھٹک کر گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے کی حکمت کے ہونٹ بچھنے ہوئے

تھی۔

"اب چلیں یہاں سے؟" شملانے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کو ایک بات بتاؤں۔" علیزہ نے ایک دم گردن موڑ کر شملانے کو دیکھا۔

"تم ایک انتہائی کمینہ اور گھٹیا آدمی ہے۔ بے حد خود غرض شخص جسے میں کی نظر میں کسی چیز کی کوئی اہمیت

نہیں ہے۔" وہ بات کرتے کرتے لہجہ کے لیے رکی۔ "مگر اس نے آج تک میری کوئی بات کسی سے نہیں کی۔ مجھے

اس سے یہ خوف بھی محسوس نہیں ہوا کہ وہ میرا کوئی راز کسی تیسرے آدمی کو بتا دے گا۔ میں نے میرے ساتھ ایسا

کبھی کیا ہی نہیں اور میں ایک اور بات بتاؤں۔"

وہ ایک نقطہ کے لیے پھر رکی۔ "وہ اگر جیند کو یہ بات بتا دے گا تو جیند پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تم جس بات سے مجھے

ڈرانا ہے، وہ مجھے اس سے اس لیے خوف محسوس نہیں ہوتا کیونکہ میں جانتی ہوں۔ ہنہ مجھے اتنی معمولی سی بات

بھی نہیں چھوڑے گا۔"

شملانے اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا سکی۔ علیزہ اب وند اسکرین کے باہر نظر آنے والی کے الٹ

کی عمارت کو دیکھ رہی تھی۔

رات کو جیند نے اسے فون کیا تھا مگر علیزہ نے فون پر اس سے بات نہیں کی وہ شاید اس کا لپٹا ہوا خوش ہوتی

اگر وہ جیند کے سامنے اسے فون کو وہاں بیٹھے اور پھر جیند کے اس کی کل کو اس طرح نظر انداز کرے نہ کچھ بگڑے ہوئی۔

"اس سے کہہ دیجئے کہ میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتی۔" میں مصروف ہوں جب فرصت ملے گی تو اس

سے بات کر لوں گی۔" اس نے بڑی بے رخی کے ساتھ اپنے کمرے میں پیغام کے کرائے والے ملازم سے کہا۔

جیند کی کل اس کے موبائل پر آئی تھی۔ اس نے موبائل پر اس کا نمبر دیکھ کر موبائل آف کر دیا۔ جیند نے

اس کے بعد بھی نہیں کی۔

اگلے روز صبح جیند نے اس وقت کل کی جب وہ ناشتہ کر رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر موبائل آف کر دیا۔ جیند نے

دوبارہ گھر کے فون پر کل کی۔ اس بار فون ناٹو نے اٹھایا۔ سلام دعا کے بعد انہوں نے کہا۔

"علیزہ ناشتہ کر رہی ہے نہیں اسے بلواتی ہوں۔"

جیند نے موبائل پر ہاتھ نہیں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے آواز دی۔ وہ کچھ دیر کاٹنا ہاتھ میں پکڑے کچھ سوچتی رہی پھر

پائے ویلٹ میں بیچ کر فون کی طرف آئی ناٹو سے فون لیتے ہی اس نے کسی سلام دعا کے بغیر جھپٹنے ہی کیا۔

"میں آفس کے لیے نکل رہی ہوں۔ آج آفس میں بہت کام ہے مجھے۔" اور شملانے جلدی کرنا شروع کیا۔ اس

لے بھر ہے آج کچھ مجھے فون نہ کریں۔" میں رات کو بھی دیر سے گھر واپس آؤں گی اور آتے ہی سوجاؤں گی۔

پوشش کروں گی کہ کل صبح سے کچھ بات کروں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کل میں بہت مصروف ہوں گا اور میں تمہیں بالکل بھی دسترب نہیں کرنا

چاہتا ہوں۔" جیند نے تب بات ہو جائے گی۔"

پھر جی طرف سے فون رکھ دیا گیا۔ جیند کی آوازیں کوئی گرم جوشی نہیں تھی وہ جان گئی تھی کہ جیند کو اس کی

بات بہت ہی گلی ہے۔ مگر اس وقت اسے اس پر اتنا غصہ آ رہا تھا کہ اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی۔

"ہر بار اسے میں ہی فون کروں۔ ہر بار اسے میں ہی منانا۔ اور یہ یہ ہر بات مجھ سے چھپا کر رہا ہے کہ عمر

سے میل جول بھی۔" جیند نے اس نے مجھ سے بات نہ کرنا پسند نہیں کیا۔ فون بند کر دیا۔ یہ اہمیت ہے اس

کی عمر میں میری۔"

دوبری طرح حوصلہ نہ رہی۔ جیند نے پہلے بھی اتنا غصہ نہیں آیا تھا۔ اس کا خیال تھا جیند جیسے مزاج اور عادات

وہ شخص پر اسے غصہ آتی نہیں سنا۔ کم از کم اس طرح کا غصہ نہیں جیند کا غصہ اس وقت اپنے اندر محسوس

کر رہی تھی۔

جیند نے اسے فون نہیں کیا۔ رات کو جب وہ یہ طے کر رہی تھی کہ وہ بھی آئندہ اسے اس وقت تک

فون نہیں کرے گی جب تک وہ خود اسے فون نہیں کر لیتا تو چاہے جیند نے اسے موبائل پر کال کر لیا۔ اس کا لہجہ

انڈر سکون اور خوشگوار تھا۔ علیزہ کو جیسے حیرانی کا ایک جھٹکا لگا۔

"تو جناب۔ کیا ہو رہا ہے؟" جیند نے سلام دعا کے بعد اس نے علیزہ سے پوچھا۔ کچھ دیر کے لیے وہ سمجھ ہی

نہیں سکی کہ وہ کیا جواب دے۔ وہاں دو سوچی طرف لگ ہی نہیں رہا تھا کہ ان کے درمیان کوئی ناراضگی ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں میں سونا چاہ رہی تھی۔" اس نے کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد کہا۔

"تم نے اتنے دن سے مجھ سے بات نہیں کی۔ تمہیں محسوس نہیں ہوا۔ اب تم سوئے جا رہی ہو۔" جیند نے

بیرہم فوس کا اظہار کیا۔ "مجھ سے ناراض ہو کر فینڈ آجائی ہے تمہیں؟"

"بال بال بال آجاتی ہے۔"

"میری طرف وہ نہ۔" شملانے ہنسنے سے نہیں کہا۔ بلکہ پہلے سے لڑاؤ اچھی آتی ہے۔"

"نہیں پہلے۔" مگر اس نے کہا۔

"میری طرف وہ نہ۔" شملانے ہنسنے سے نہیں کہا۔ بلکہ پہلے سے لڑاؤ اچھی آتی ہے۔"

"نہیں پہلے۔" مگر اس نے کہا۔

"میری طرف وہ نہ۔" شملانے ہنسنے سے نہیں کہا۔ بلکہ پہلے سے لڑاؤ اچھی آتی ہے۔"

"نہیں پہلے۔" مگر اس نے کہا۔

"میری طرف وہ نہ۔" شملانے ہنسنے سے نہیں کہا۔ بلکہ پہلے سے لڑاؤ اچھی آتی ہے۔"

"نہیں پہلے۔" مگر اس نے کہا۔

اسے اندازہ نہیں ہو سکا۔ اس کا روبرو کرتے ہوئے نازدق تھا یہ لڑکی طرح جفا ق کر رہا تھا مگر اس کا غصہ
نے اس کا جہیز بڑا مہرار نہیں کیا۔
”مگر رازمہ! شیک ہو کر بات بنا“ بھائی نے اس کی خاموشی پر کہا۔
”بھائی! وہ نے مجھ کو ”بہو اب دیا۔“
”اے! سننے کے لئے مری طرف سے چپ ہے اسے سرباب“ ”وہ سے پہلے تمہیں کبھی ہوا نہیں آتا تھا۔“

[illegible][illegible]

”ہیو علیزہ!“ عمر نے اس کے قریب آکر کہا۔
علیزہ نے اسے سرد مہمی سے دیکھا۔ ”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ کسی گلی لپٹی کے بغیر اس نے عمر سے پوچھا۔
عمر کو شاید اس نے اسی طرح کے سوال کی توقع نہیں تھی۔
”میں... میں دیے ہی آیا ہوں یہاں۔“ عمر نے جیسے سنبھلتے ہوئے کہا۔
”وہی پوچھ رہی ہوں۔ تم یہاں ولے بھی کیوں آئے ہو؟“ علیزہ کا خون کھول رہا تھا۔ چند ہفتے پہلے سالہ کا انکشاف ایک بار پھر اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔
”کیا ہوا علیزہ...! اتنی روڈ کیوں ہو رہی ہو؟“ عمر نے جیسے اس کے اشتعال کو کم کرنے کی کوشش کی۔
”میں تم سے یہ پوچھ رہی ہوں کہ تم ”میرے“ گھر میں کیا کر رہے ہو؟“ علیزہ نے ”میرے“ پر زور دے کر کہا۔
”اگر اور مزید لحدوں کے لیے کچھ نہیں بولا یا شاید بول نہیں سکا پتلیں جھپکائے بغیر وہ علیزہ کے چہرے کو دیکھتا رہا۔
”میری طرح سن ہو رہا تھا۔“

”تم یہاں کیوں ہو؟ اس کا جواب دے سکتے ہو؟ نہیں، کوئی جواب نہیں ہے تاہم مارے پاس“ وہ اب استہزائیہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ ”ہدیموں کی زندگی برباد کرنے کے لیے ہر جگہ منہ اٹھا کر پہنچ جاتے ہو؟“ اس کے ہونٹ اور آواز بری طرح لرز رہی تھی۔

”علیحدہ! تمہاری بات بروم، خود رو گیا۔“

”تم سے عمو تم سے ہوا شرت ہی نہیں ہوتا کہ میں ایک اچھی اور پر سکون زندگی گزار سکوں۔“

448

میں نے کہا کہ یہاں تو یہ کہہ چکا ہے کہ وہ تمہارے پاس نہیں ہے کیا یہ سچ ہے؟
 "جی ہاں، میں نے اس کی بات سنی ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"
 "تو یہاں تو یہ کہہ چکا ہے کہ وہ تمہارے پاس نہیں ہے کیا یہ سچ ہے؟"
 "جی ہاں، میں نے اس کی بات سنی ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

[illegible]

اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو اس کے پاس سے کہیں اس کے بغیر ہی رہیں۔ یہ ہے علامہ باباؤں کی اسی افغانی فکر و خیال۔ یہ
 اہمیت کی چیز ہے۔ علامہ جی کہ یہ سچا حق ہے کہ اگر آپ سے "نور" ہم کو دلاؤں گے۔
 "میں میں" کی شہادت ہے کہ میں جانتی ہوں۔ "علیہ و سلم" نے علامہ جی سے کہا۔ "نور" ہم کو دلاؤں گے۔
 "میں میں"۔ "میں میں" ہے اس کا چہرہ۔ کیا اور پھر نہ لے گا۔
 "میں میں" ہے اس کا چہرہ۔ کیا اور پھر نہ لے گا۔
 "میں میں" ہے اس کا چہرہ۔ کیا اور پھر نہ لے گا۔

”اب تم یہاں سے چلے جاؤ“ علیزہ نے اکثر انداز میں کہا۔ وہ واپس مڑ گیا علیزہ وہاں نہیں رہی۔ وہ نے زمیں کے ساتھ لاؤنج گاڑی واڑہ کنول کر اندر چلی آئی۔

جینڈکی امی نے بڑی خوش دلی کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔

”ابھی تمہارا گزرتن آیا ہوا تھا۔“ انہوں نے بڑے سرسری انداز میں کہا۔
 ”ہاں میں ملی ہوں یا ہرپورچ میں۔“ علیزہ نے سکرانے کی کوشش کی۔
 ”تمہارا چہرہ کیوں سرخ ہو رہا ہے؟“ انہوں نے اچانک چونک کر علیزہ کو دیکھا۔
 ”کچھ نہیں بس جیسے ہی۔۔۔“ علیزہ نے ہمانہ بنایا۔ ”آپ عمر کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔“ علیزہ
 بات کا موضوع بدلا۔

”وہ کس لیے یہاں آیا تھا؟“ جلیوزہ نے ان سے پوچھا۔
 ”وہ بس ویسے۔“ حسید کی امی روانی سے کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔ ”یہ تو اس نے مجھے نہیں بتایا شاید حسید
 لئے کیا ہوگا۔“ حسید کی امی نے کہا۔

”ویسے اچھا ہے۔۔۔ کیوں علیزہ؟“ جنید کی امی نے اس کی رائے لے لی۔
 ”عباس بھائی جیسی آتے رہے ہوں گے پچھلے دنوں؟“ علیزہ نے ان کے سوال کو کوئل کرتے ہوئے پوچھا۔
 ”عباس۔۔۔ کون؟“ جنید کی امی کچھ الجھیں علیزہ نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔
 ”جنید کے دوست ہیں۔۔۔ وہ ابھی میرے کمرن ہیں انکل اما زکے بیٹے۔“
 ”ہاں۔۔۔ ہاں یاو آیا۔۔۔ بس میرے ذہن سے ہی نکل گیا۔“ جنید کی امی نے کچھ کرکڑیا کر کہا۔ ”عباس تو عباس

”چرا؟“ پھر میرا خیال ہے انہوں نے بنیوے فون پر رابطہ کیا ہو گا؟“ علیزہ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔
 ”ہاں ہو سکتا ہے بنیوے اس کا فون پر رابطہ ہو۔ مہر حال وہ یہاں تو نہیں آیا۔“ جلیبی کی امی نے کہا۔
 ”دوسرے عمر۔ کیا آج پہلی بار آیا ہے؟“ علیزہ نے ایک خیال آنے پر اسے پوچھا۔
 ”عم۔“ وہ ایک بار پھر کچھ کہتے کہتے رہ گئیں۔ ”ہاں پہلی بار آیا ہے۔“
 ”کیا تمہیں اس کا نام اجناس نہیں آگا؟“ اس بار علیزہ فون کے سوال پر گڑبڑ مانی۔
 ”نہیں۔ اسے تو کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے اس کا یہاں آتا برا کیوں لگے گا؟“

”جیسے لگا کہ جیسے برا لگتا ہے۔“
”نہیں برا نہیں مجھے کچھ عجیب لگا ہے۔“
”عمور اصل تمہیں جاتا نہیں اس لیے۔“ علیزہ نے وضاحت کر کے

پھر وہ کچھ کہتے کہتے یہ کہیں اور راہوں نے حلیمہ کو غور سے دیکھا۔ حلیمہ کو بولوں کا جیسے ایک سیارہ

انہوں نے چند لمبائی کی خاموشی کے بعد کہا۔ علیحدہ دھڑے دھڑایا "کچھ نہیں کہا اور صرف بات کرتے ہوئے اٹھیں گی۔"

”جیسا کہ رہا تھا یہ نمائندہ زیادہ پختہ نہیں کرتیں۔“ انہوں نے ایک دم اس سے کہا وہ پسند لائے کچھ نہیں کر سکتی اسے توقع نہیں تھی کہ جیسا اپنی امی جیسی کوئی بات کہہ دے گا اور خود جیسا نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ میں عمر کو ہاں پسند کرتی ہوں۔ صرف پچھلے چند واقعات کی وجہ سے۔“ وہ سوچنے لگی۔

”تم کی سوچ رچی ہو، لڑہ؟“ جانیہ کی امی نے ایک مہینے سے پوچھا۔
 ”نہیں کچھ بھی نہیں۔“ اس نے ایک دم چونک کر کہا۔
 ”میں نے تم سے پوچھ لیا تھا۔“ جانیہ کی امی نے جیسے اسے یاد دلایا۔

”میں اسے ناپسند نہیں کرتی۔ پانچ بیس جہیز کو ایسا کیوں دے گا۔ اس جہیز کو اس کے ساتھ انڈر پلیئر کے بیس کے لئے کوئی خاص فرق نہیں رہتا۔ کہ غلط ہماری ملاقات ہی بہت کم ہوتی ہے۔“ وہ بے اختیار ہنست ہوئی۔

ہاں میں بھی سوچ رہی تھی کہ آخر تم عمر کو تپہ بند کیوں کر دینی تھو؟ وہ تو اتفاقاً۔۔۔

سے پہلے کہ وہ اپنی بات پہلے کرپائس فون کی کھنٹی بجنے لگی۔ پھر کی ای چوٹک گزفون کی طرف تھوڑے
علیہ نے گفتگو کا سلسلہ اس طرح نہیں بر خدا کا شکر ادا کیا۔
کریں کہوں کس کا فون ہے۔" وہ کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف گئے۔

وہ بھی اچھے دوست تھے۔ وہ نہیں چاہتی تھی فون پر بات کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر اس کی پیاس آئیں۔

اپنے کمرے میں ہی ہے۔" انہوں نے کہا۔ "نھیک ہے میں اسی کے پاس جا رہی ہوں۔" علیہ السلام نے

نیزاً "ایک گمنام وہاں رہی اور اس کے بعد واپس گھر آئی مگر گھر آکر اسے پھر کوفت ہوئی تھی۔ عمر کی کاڑی

اس جہاں کھڑی تھی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ عمر بھر یہاں موجود ہو گا اور وہ اب بھی یہ کہتا اور قید میں ہے۔

[illegible]

”نہیں میں نے تمہارے بارے میں حیران ہونا چھوڑ دیا ہے۔ میں تم سے کبھی بھی کسی چیز کی توقع کر سکتی ہوں۔“

وہ دروازے سے چہرہ قدم آگے بڑھ آیا۔ "میں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"ہاں بالکل جہاں چاہو۔" بیٹھو۔ اس کمرے کے چاروں طرف سے یہاں اس طرح Treat نہیں کر سکتی

”میں نے مذہب نہیں چھوڑا، یہ کام تم سے پوچھ کر کرتے ہوں“ وہ تفتی سے ہنس کر بولی۔
 ”تم کو یہ پتہ ہے کہ کیا تم نے اس کا عمل بنا کر کے بغیر کیا۔“
 ”نہیں میں اب تمہارے ساتھ قیامت کرنا نہیں چاہتا۔“ علی دھڑکتے ہوئے بولی اور ادا ہو کر

”میں وہ جہاں سکتا ہوں“
 ”کیسے؟ جانتا ضروری نہیں ہے۔“ علیزہ نے اصرار کیا۔
 ”مجھے ضرور پتہ ہے۔“ عمر نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”تم کسی دن آئیے۔“ کوہلنے لگے۔
 ”اب آج۔“ وہاں آئیے میں اپنا چروا دیں گے۔
 ”اب آج۔“ وہاں آئیے میں اپنا چروا دیں گے۔
 ”اب آج۔“ وہاں آئیے میں اپنا چروا دیں گے۔

”نہیں! یہاں سے جاؤں گا نہیں۔“ عمر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

میں تم سے صرف تمہارے غم سے اور ناراضی کی وجہ سے ہاتھ پھڑکتا ہوں۔ تمہیں مجھ سے آفر کیا گیا ہے؟

میں نے کہا: "کیا وہ بڑا مال ہے؟" کیوں؟ انہیں تو معلوم ہے کہ وہ اس کی طرف سے ہے۔ "وہ بڑا مال ہے۔" میں نے کہا: "کیا وہ بڑا مال ہے؟" کیوں؟ انہیں تو معلوم ہے کہ وہ اس کی طرف سے ہے۔

تو بڑا کر کے لایا۔ لیکن نہیں آیا۔ میں تمہارا کمر پر پا کرنا چاہوں گا۔ میں ۱۰۰ قمر لے آئے ہیں۔ رہا تو ہوئے کہا۔ "میں تمہیں یہ سکون اور خوشگوار زندگی گزارنے نہیں دے سکتا۔ مجھے سکون ملتا ہے۔ تمہیں نہیں ملتا۔" لیکن میں آنا چاہتا تھا۔ یہ سب تم نے میرے بارے میں کہا ہے۔

میں نے اس سے کہا کہ اس کے لئے کہنا۔

”میں ہم میں کوئی جھگڑا نہیں ہو رہا، ہم کچھ باتیں اس کے ساتھ کر رہے ہیں۔ گری پی پلیر اس پر ہر جملے کا جواب دیتی ہے۔“
 ابھی بات سن کر اسے باہر جانا تھا۔
 پلیر نے اسے کی کوئی شکی ”نہر عرب“
 ”پلیر گری پی میں ریکورڈ کر رہی ہیں۔“
 عرب نے اپنی بات مکمل نہیں کرنے دی وہ بالآخر ہتھیار ڈالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں۔
 عمر ایک بار پھر صوفہ پر جا رہا تھا۔

”میرے پاس ہر بات کا جواب ہے مگر یہ ہے کہ پہلے تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہہ لو۔ میں بعد میں بات کر سکتا ہوں۔“
 ”مجھے اور تمہیں نہیں کہنا میں تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔“ وہ فرائی۔ وہ صوفہ پر کچھ آگے کو بٹک گیا۔
 ”نہر عرب۔“ اس نے پہلے جھوٹ کی بات کر لی تھی۔ میں نے تم سے کیا جھوٹ بولا ہے۔“
 ”میں تمہارے کون کون سے اور تمہیں جھوٹ کو ادا کرتا ہے۔“
 ”جی ہاں۔“

”اس گری پی جسٹس نیاز نے حملہ کروا دیا تھا۔؟ مجھ پر اور تانور پر۔“
 ”جی ہاں۔“ اس نے بولا۔ اب کیا ہوا؟
 ”مگر کچھ نہیں۔“ اس نے بولا۔ اب کیا ہوا؟
 ”جسٹس نیاز نے حملہ کروا دیا تھا۔؟ مجھ پر اور تانور پر۔“
 ”جی ہاں۔“ اس نے بولا۔ اب کیا ہوا؟

”اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔“ کسی بھی طرح اسے جھوٹ نہیں کہا جاسکتا۔
 ”جھوٹ تھا مگر مجھے اس جھوٹ پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔“
 ”تمہیں شرمندگی ہو بھی نہیں سکتی شرمندہ ہونے کے لیے باخیر ہونا ضروری ہے اور یہ چیز تو تمہارے پاس کبھی بھی نہیں۔“ عمر نے اس کے طریقہ عمل کو نظر انداز کر دیا۔
 ”جسٹس نیاز والے معاملے میں تم سے جھوٹ بولا گیا مگر میں اکیلا نہیں تھا اس جھوٹ میں ہر ایک نے تم سے جھوٹ بولا کیونکہ تم کسی کی بات ماننے پر تیار ہی نہیں تھیں۔“

”ہر ایک سے تمہاری مراد عباس اور تم ہو؟“
 ”گری پی۔“ علیزہ کے چہرے کا رنگ بدلا گیا۔
 ”اس جملے کے بارے میں وہ پہلے سے جانتی تھیں؟“ اسے اپنی آواز کی کھلبلی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔
 ”ہاں۔“

”پوکیڈار کا زخمی ہونا بھی ایک ڈرامہ ہو گا۔ وہ بھی کس چٹیاں گزار کر آگیا ہو گا۔“
 عمر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ”میرے rapے کا جھوٹ کس نے گواہی دینا؟“
 ”میں یہ میں نے نہیں کہا۔ مجھے اس کے بارے میں بعد میں عباس سے پتا چلا تھا اور میں نے اس پر عباس۔“
 ”علیزہ نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی۔“

”تمہیں کو بعد میں پتا چلا۔“ تم کہہ رہی تھیں۔ یہ بھی ایک جھوٹ ہو گا۔ ہر معاملے میں تم لوگ اکٹھے ہوتے ہو۔ ہر بات کی تردید کرتے ہو اور تمہیں اس کے بارے میں بعد میں پتا چلا میں یقین نہیں کر سکتی۔“
 ”تمت کر۔“ عمر کی جگہ اسے کہہ جسے اس بات کے بارے میں بعد میں پتا چلا۔ اگر مجھے پتا چلتا تو میں بھی نہیں ایسی بات کہنے نہ دیتا۔ میں اتنا گرا ہوا نہیں ہوں۔“ عمر اب صوفہ سے اٹھ رہا تھا۔

”میری جگہ اگر تھوڑی سی اپنی بہن ہوتی۔“
 ”جی ہاں۔“ عمر نے جواب دیا۔
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“

”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“

”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“

”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“

”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“

”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“

”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“
 ”میں اس بات پر راضی ہوں۔“

”ہمارے Lower courts کے سیکشنوں میں سے ہر ایک والا ایک سز کو آوی انگلی پر سکن سکتا ہے۔ جہاں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا جج بننے کے لیے قابلیت کے بجائے سیاسی جنگ گراؤنڈ اور ایرواقعی معیار ہوتا ہے۔ ایک وزیر اعظم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی طرف سے جی کہ اس کی پارٹی کے ایک وفادار جج۔ لے کو سپریم کورٹ کا جج بننے کا راجا جاکے اور دوسرے وزیر اعظم کی پارٹی کے لوگ سپریم کورٹ پر حملہ کر دیں اور سپریم کورٹ کو جج عدالت کا فیصلہ کرنے میں تین سال لگا دے وہاں کو اس جرموں کو سزا دلایں گے۔“

وہ ایک بار پھر بولا۔
”جہاں لوگوں کو پکڑنے میں پولیس کے نئی نئی ہال لگ جاتے ہیں اور انھوں کو دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے۔ انہیں پکڑنے کے بعد ان کے خلاف ایک گواہ نہیں ملتا۔“ اس نے سرخ سرے کے ساتھ ہاتھ کے اشارے سے کہا۔
”مگر اس نے غور فرمادو۔ وہ جہاں کہہ رہا ہے اسے قریبی عرصوں کے کل پر گواہ نہیں ملتا۔ جج کو پکڑنا ہے کوئی گواہ نہیں دیکھتا۔ کتابت میں۔ دیکھ لیں صفائی کہتا ہے ضمانت پر رہا کر دیں۔ جواب دہ میرے منوفل کو پکڑ لیں۔ یہ بیان بول کر گرفتار کیا گیا۔ یہ پانچ ہزار کے ضمانت کے بجائے پر اسے رہا کر دیتا ہے۔ ہمارا پورا اپنا رٹوں عدالت کو دیتا رہا جاتا ہے۔ اس ملک کا نظام عدالت۔“

وہ پلٹیں جبکہ کاٹھن پٹا کواری سے اسے دیکھ رہی تھی۔
”اور عدالت کو کچھ وہ ان سے پہلے ہی بڑے بڑے سیاست دانوں کی سفارشیں آنا شروع ہو چکی ہیں ان کے لیے کیا کرے۔ لوگ ان کے پاس آتے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک کل یہ افسوس کہہ کر جتے ہیں تو اس ان کے سیکورٹی اہلکاروں کو فون کرتے کہتے کہ فلاں آوی جھٹپٹے پکڑا ہے اسے چھوڑ دوں گا تو ہم اسے اس کے پاس میں مقدمات کی تشکیل کیے جاتا ہے۔ تو کیا یہ سچ ہے کہ ایسے آدمیوں کو پکڑنے کے بعد رہا دیا جائے؟ اس سے پہلے کہ ان کے لیے کوئی سفارش آئے یا عدالت انہیں رہا کرے اور وہ بارہ پولیس کا ناکہ بندی دم کر رہے۔ اور عمر جانیگر ایسا کر لے والا واحد آدمی نہیں ہے کسی ایک ایسے ایس کی کامیاب تادیب جس کے ضلع میں ایسے جھوٹے پولیس مقابلے نہیں ہوتے۔ ہم تبصرہ ہیں یہ سب کرنے کے لیے ایک پولیس مقابلے کی بعد لائیڈ آرڈر بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے۔ کم از کم کچھ عرصے کے لیے۔ کبھی آج تک کسی ایک ایس کی کو ایس اے اس کے سیکشن میں دوسرے والے کوئی ایک بھی پولیس مقابلے کے لیے۔ اس نے پہنچ کر نہ والے اندر لڑائی کیا۔“

”نیل۔ اور نہ ہی آئندہ کبھی ملے گی۔ جھوٹک وہ جو اوپر سے ہوتے ہیں ثابت آتی ہے۔ اور چیف سکریٹری انہیں بھی سب بتا دیتا ہے کہ یہ پولیس مقابلے کیوں ہوتے ہیں اور ہم یہ کہنے پر کیوں مجبور ہیں پھر صرف عمر بھائی کو اس طرح تشدد کا نشانہ کیوں بنایا جا رہا ہے۔ صرف مجھ پر الزامات کیوں لگائے جا رہے ہیں۔“

اس کی آواز میں اب غصہ تھا۔
”گریشن۔ کون کریشن نہیں کرتا ہاں میں نے اور رضی محمود نے دو زمین بچ دی تھی۔ تو پھر کیا ہوا۔ سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ جرنلسٹس کو موقع ملے تو وہ بھی ایسا ہی کریں۔ اسے بارہ لٹاٹے نہیں لیتے سیاست دانوں سے کسی جرنلسٹ کا پیام تباد میں تبس اس کا چاچا بیٹا رہتا ہوں۔“

”کس کا کتنا بٹ ہے۔ کون کس دُور کے ساتھ دوڑے پر جانے کے لیے کیا کیا۔ پانچ میل رہا ہے۔ کون کس سے پلاٹ الاٹ کروا رہا ہے اور میں نہ بھی کہوں تم جرنلسٹس کے کانز مڑھ لو۔ تمہیں پتا چل جائے گا کس کے منہ میں کس کی زبان ہے۔ اور کس کی قیمت گنتی ہے۔ پھر اگر ان پیسے لوگ ہمیں گریبان سے پکڑنے کی کوشش کریں تو۔“

وہ اپنی بات اور صوری چھوڑ کر رہا۔
”پھر بھی میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں نے صاف پر فائزنگ نہیں کروائی۔ وہ میرے لیے اتنا خطرہ نہیں تھی۔ تمہاری دوست ہوئی یا نہ ہوئی مجھے اس پر فائزنگ کروانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں ایسا کام کیوں کرواؤں گا۔“

”جہاں جج جج رہا ہے۔“ اس بار اس کی آواز نرم تھی۔
”پھر تمہارے علاوہ اور کون۔ اگر یہ سنا ہے یہ سب کچھ۔“
”نہ کروا سکتی۔“ یہ جج کچھ یہی بیان ہو سکتا ہے۔ میرا کوئی دشمن کہا سکتا ہے۔“

”میرے لاپرواہی سے۔“ کروا گئے ہیں؟“
”ہاں نہیں اس میں کون سے پٹا سر کرنے پرستے کر کے لگائی ہوئی ہے۔“
”اور وہ وقت بھی سبش نکال کے لائبرائن۔“
”خطروں نے اسے پورے دیکھا۔“

”اور جہاں ایک خور کو تپانے کے لیے بھوکا رہی ہو اس کی طرف سے ایک کے آگے پیچھے ہونے کا تعلق ہے تو میں ایسا کچھ بھی نہیں کر رہا۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“
”جہاں ایک خور کو تپانے کا تعلق ہے تو میں ایسا کچھ بھی نہیں کر رہا۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“

”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔

”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔

”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔

”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔

”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔
”میرے تپانے کے لیے بہت اچھی حالت ہوئی ہے۔“ وہ بولا۔

Why don't you just get of our life" (تم ہماری زندگی سے نکل کیوں نہیں جاتے۔ یہ)

یکدم چلائی۔

عمریات کرتے کرتے رک گیا۔ "میں تمہاری زندگی سے پہلے ہی نکل چکا ہوں۔"

"نہیں تم نہیں نکلے ہو اگر نکل گئے ہو تو پھر جنید کا چچا کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔"

"اگر جنید سے ملنا چھوڑ دوں تو کیا مجھ سے تمہاری ناراضی ختم ہو جائے گی؟" عمر نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس سے پوچھا۔

"میری ناراضی کی پروا مت کرو عمر! جو کچھ تم میرے ساتھ کر چکے ہو اس کے بعد کیا تمہیں یہ سوال زیب دیتا ہے؟"

"ہم دونوں بہت اچھے دوست رہ سکتے ہیں علیزہ۔! ہم کبھی بہت اچھے دوست تھے۔" اس نے اس بار

نذر سکدھم آواز میں کہا۔

"نہیں ہم دونوں کبھی بھی دوست نہیں تھے۔ ہم دونوں آئندہ بھی کبھی دوست نہیں رہ سکتے۔" علیزہ نے

فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"تم مجھے اپنے اور جنید کے دو بھائی کہی نہیں پاؤ گی۔ میں اس سے دوبارہ نہیں ملوں گا۔ کیا اس کے بعد تم

میرے لیے اپنا دل صاف کر سکتی ہو؟"

"نہیں۔"

عمر کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا وہ کچھ دیر لپٹھکی سے غور کر رہا تھا۔

"میرے لیے تم ایک بہت خاص دوست ہو۔ تم مجھے کیا سمجھتی ہو کیا نہیں نہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں

کر سکتا۔ مگر کم از کم میرے لیے تم میری ہی خاص رہو گی۔ اور اگر کبھی پوری دنیا بھی تمہارے خلاف ہو جائے تو تم

یہ یاد رکھنا، عمر جاگیر ہمیشہ تمہاری طرف کھڑا رہے گا۔ چاہے تم غلط ہو یا صحیح ہو، ہمیشہ تمہیں سپورٹ کروں گا

علیزہ! میں وہ آخری شخص بھی نہیں ہوں گا جو کبھی تمہیں تباہ کرنا چاہے گا۔ تم زندگی تباہ کرنے کی بات کرتی ہو

میں تو تم پر ایک خراش برداشت نہیں کر سکتا۔" علیزہ اس کے علاوہ کمرے کی ہر چیز کو دیکھتی رہی۔

"میں تمہاری یہ پیشینگ لے جاؤں۔" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ علیزہ نے بے اختیار اسے دیکھا۔ وہ اب دوبار

پر لگی ہوئی ایک پیشینگ کو دیکھ رہا تھا، علیزہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر کچھ کے بغیر دیواری طرف لپٹی اور اس

پیشینگ کو اتار دیا۔ عمر نے نظریں ملائے بغیر اس نے وہ پیشینگ اس کی طرف بڑھا دی۔

"میں تمہارا شکر ادا نہیں کروں گا۔" اس نے عمر سے سنا۔

"مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" اس کی بات کے جواب میں اس کی بید سائیڈ ٹیبل کی طرف گیا۔

علیزہ نے اپنی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کیس برآمد کرتے اور پھر اسے بید سائیڈ ٹیبل پر رکھتے

دیکھا۔

"یہ تمہارے لیے ہے میں تمہاری ہر تھوڑے روٹا چاہتا تھا مگر نہیں دے سکا۔"

وہ اب دونوں ہاتھوں میں اس پیشینگ کو پکڑ کر دیکھ رہا تھا۔

"وہ کسے میں چلتا ہوں اب۔"

وہ دیکھ۔ دم واپس مڑ گیا۔ علیزہ نے ات کر۔ یہ ہے باہر جاتے دیکھا کچھ دیر تک وہ خالی الذہنی۔ کہ عالم میں بیٹھی

رہی پھر وہ اٹھ کر بید سائیڈ ٹیبل کی طرف آئی۔ کیس آہستگی سے اٹھا کر اس کے کھول دیا۔ اندر سونے اور

ہیروں سے مزین ایک خوبصورت بریڈلٹ تھا۔ وہ ہونٹ پیچھے اس تحفے کو دیکھتی رہی۔ اس سے پہلے عمر نے کبھی

بھی اسے سونے کی کوئی چیز نہیں دی تھی پھر اب۔۔۔ جب اس نے بہت آہستگی سے ایک بار اس پر لیڈٹ کو چھوا

اور کیس کو بند کر دیا۔ باہر عمر کی گاڑی کے اشارت ہونے کی آواز آ رہی تھی وہ گاڑی کی طرف بڑھ نکلی۔ بند

کھڑکیوں سے اس نے عمر کی گاڑی کو گھٹ سے باہر دیکھتے دیکھا۔

وہ اس شخص کو کبھی بھی نہیں سمجھ سکتی تھی سو اس شخص کو کبھی سمجھنا چاہتی بھی نہیں تھی۔

♥ ♥ ♥

حفاظی حلقوں میں حکومت کی تبدیلی کے بارے میں افواہیں زور دہا رہی تھیں۔ نہ صرف ملکی پریس بلکہ بین

انٹرویو پر ایس بھی اس بارے میں اندازے پیش کر رہا تھا۔ علیزہ کے اس میں بھی روز آبی بارے میں گفتگو ہوئی

رہی۔۔۔ خبریں اس وقت اور زور پکڑ گئیں جب فوج کے ایک کورملنڈر نے جو ایک حکومتی عدسہ دار کے رشتے

دار تھے وہ بڑے اہم مقامات کی۔ اگلے چند دنوں میں آرمی چیف نے ان سے استعفیٰ لے لیا۔ پریس کی تباہ

خبرائیاں تھیں کہ انہوں نے حکومتی حلقوں کو آرمی کے پلان آف ایکشن کے بارے میں مطلع کرنے کی کوشش کی

تھی۔

"حکومت اب بس کسی وقت بھی جاسکتی ہے کیونکہ تمام تیاریاں پوری ہو چکی ہیں۔ یہود کر سکی کے بڑے

ہرے نام جن کی اس حکومت میں رشتہ داریاں ہیں ان میں سے اکثر طویل رخصت پر ملک سے باہر چائے ہیں یا

ہاں ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو الٹی جنریاں کے پرکھ لیتے ہیں۔ وزیر چاہے جتنے بھی بیان کیوں نہ دے پھر اس کہ

حکومت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ان کی بات پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔"

اس دن ابھی بج رہا تھا کہ ایک کی ڈسکشن ہو رہی تھی اور امید والوں پر، زور و شور سے اپنا تبصرہ کر رہا تھا۔ علیزہ

بچ کرتے ہوئے وہاں ہونے والی گفتگو سننے میں مصروف تھی وہ خود اس کی ایکشن میں حصہ نہیں لیتی تھی۔ اس کی

دعا ہر گرمی ہر ایک کی رائے کو غور سے سنتا ہوا تھا۔

"خاص طور پر وہ یہود کر سکی جن کے رشتہ دار آرمی میں ہیں، انہیں تو پہلے ہی پُرس دی جا رہی ہیں۔" مقصود

بعض نے گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔ "ایک ہوئی ہے مٹری یہود کر سکی اور دوسری ہوئی ہے سول یہود

کر سکی پاکستان میں دونوں باری باری حکومت کرتے ہیں۔ مل کر کھاتے ہیں مل کر آتے ہیں۔"

اسد ہالوں کی بات میں مقصود بعض نے غصے سے نکلوا لگایا۔

"مگر مل کر جاتے نہیں ہیں۔"

"جائیں گے کیوں ابھی اس ملک کی رگوں میں خاصا خون ہے۔ اگلے کئی سال چوراہا جاسکتا ہے۔ اس بار سال

نے بھجوا لیا تھا۔

"ہر چھ ماہ بعد فوج کے آنے کی افواہ گردش کرنے لگتی ہے۔ میری تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ہم کب تک

افواہوں پر اس طرح ڈسکشن کرتے رہیں گے۔" اس بار عصمت نے کہا تھا۔

"جرمنش کا کام ہی افواہوں کو ڈسکس کرنا ہوتا ہے۔ آپ کو ہماری باتوں پر یقین آئے یا نہ آئے مگر اس بار

آپ میری خبروں کی صداقت پر یقین لے آئیں گی۔"

اسد ہالوں نے عصمت کی بات کے جواب میں کہا تھا، عصمت نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے چائے پینے

پر اکتفا کیا تھا مگر علیزہ سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کیا چند دن پہلے عمر جاگیر اسی تبدیلی کی بات کر رہا تھا۔ جس کے بعد

وہ ایک سترہویں میں آجائے گا۔ وہ سوچ رہی تھی

"کیا اس کے علاوہ ہونے والی اکوٹری۔ کیا اس کی طرف سے کی جانے والی پریس کانفرنس ایک سوچی سمجھی

ایکیم کا حصہ ہے۔ اور وہ آخر اس کانفرنس سے کیا ایڈوائس حاصل کر سکتا ہے۔ اور فوج اگر حکومت میں آجائے گی

تو عمر جاگیر کو اس سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔"

اسے بہت سارے سوال پریشان کر رہے تھے۔

اس کے سارے سوالوں کے جواب اسے اگلے پتے مل گئے تھے ملک میں فوج نے حکومت سنبھال لی تھی۔

ہے تو؟" علیزو نے وہ ٹوک انداز میں کہا۔
 صالح نے اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنا ایک ٹھکانا اور اس کے آفس سے نکل گئی۔
 علیزو ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"ارمی مانیٹرنگ کمیٹی۔۔۔ اب یہ کیا ہو اس سے؟" عمر جہاگیر نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ٹاکس کو میز پر تقریباً بیٹھتے ہوئے کہا۔
 فنی حکومت کو اقتدار سنبھالنے چند منٹ پہلے ہو گئے تھے اور آرمی مانیٹرنگ کمیٹیوں کا شور و غوغا ہر جگہ سنائی دے رہا تھا پولیس کے اعلیٰ حکام کے اندر ان تجویز کمیٹیوں کے خلاف بہت زیادہ غصہ اور احتجاج پایا جاتا تھا مگر کچھ عرصے میں اس پر کوئی بھی تنقید کرنے سے خوفزدہ تھا۔ ہر ایک جانتا تھا ایسی کسی تجویز کی مخالفت کم سے کم آفسروں اور زیادہ سے زیادہ مستقل کی موجب بن جائے گی اس لیے ہر ایک آرمی مانیٹرنگ کمیٹیوں کو چاند کر کے باندھ دیا ان کے خلاف کوئی احتجاج نہیں کر رہا تھا۔

فنی حکومت کا خیال تھا کہ آرمی کو براہ راست سولین معاملات میں ملوث کرنے سے وہ اس کریپشن پر قابو لے لی ہو پورے نظام کی جڑیں کھوکھلی کر دی گئی اور ایک بار اس نظام کی خرابی رک باقی تو شاید لوگوں کا تصور ہی بحال ہو جائے۔ دوسرے بہت سے محکموں کی طرف پولیس کو بھی ان کمیٹیوں کے قیام پر اعتراض تھا اگرچہ وہ ان کمیٹیوں کے خلاف بات نہ کرتے ہوئے اپنے اختیارات میں کمی اور اپنے معاملات میں مداخلت کا حوالہ دے رہے تھے مگر وہ حقیقی خدشات ان کے ذہنوں میں تھے وہ کریپشن کی ان لمبی کڑیوں والی زنجیر کو بھانپتا تھا جس کے منظر عام پر آنے سے بہت سے نای گرامی لوگوں کے لیے بھی اپنی عزت، عیال و بہت مشکل ہو جائے۔ وہ آفسروں ہاتھ کی صفائی دیکھتے ہیں مگر ہاتھ انہیں یہ شوف تھا کہ ان کا پچھلا کریپشن کا کوئی معاملہ کچھ دنوں میں کیا تب بھی آئندہ کے لیے کریپشن کے دروازے بند ہو جائیں گے اور یہ ان کے اور ان کے خاندانوں کے لیے 440 ڈولر کے شاک کی طعن تھا۔

دوسری طرف آرمی مانیٹرنگ کمیٹی کے ذریعے پہلی بار فوج کو انتظامیہ کے ان اختیارات اور معاملات میں دخل اندازی کا موقع مل رہا تھا۔ جہاں وہ پہلے خاصی بے بس رہی تھی۔ فنیل کٹنے اور دبے چکائے کا موسم آچکا تھا اور انتظامیہ جو پہلے فوج کو کھاس میں ڈالتی تھی اب ان کی زیر نگرانی کام کرنے پر مجبور تھی اور ان کی پچھلے شہرہ ہو چکی تھی۔

پچھلے جہاگیر بھی پولیس سروس کے دوسرے تمام آفسروں کی طرح ان کمیٹیوں کو ناپسند کرنے اور ان پر تنقید کرنے والوں میں پیش تھا۔

اس دن بھی صوبائی دار الحکومت میں پولیس آفیسر کا ایک اجلاس ہوا تھا جس میں آرمی اور حکومت کے اہلکار نے اپنے اپنے حصے ایک دن پہلے صوبائی گورنر ان ای پولیس آفیسرز سے اپنے خطاب کے دوران پولیس کی ناقص کارکردگی اور کریپشن پر انہیں کھری کھری سنا چکے تھے انہوں نے اپنی پچھلے مٹ کی فی البدیہہ تقریر میں ایک بار بھی پولیس کو کسی کام کے لیے نہیں سنا تھا اور اس چیز نے ان آفیسرز کے غصے کو کچھ اور ہوا دی تھی۔

"گورنر صاحب نے لائیڈ آرڈر کی بات کرتے رہے ہیں۔ انہیں پتا ہے لائیڈ آرڈر کیا ہے؟"
 اس بات پر آفیسرز میں سے ایک نے گورنر کی تقریر پر بات کرتے ہوئے کہا۔

"میں کا تعلق آرمی سے ہے رات کو سوئے صبح انہیں پتا چلا کہ وہ گورنر کے گورنر بن گئے ہیں اور پھر انہیں ہانک دیا گیا کہ صوبہ میں ایک پولیس فورس بھی ہے جسے ہر اہلکار میں کے ڈانگے دن اخبار کے پہلے صفحے پر پبلش کر دیا جائے گی۔ لوگوں میں گورنر کی ٹھیک نامی بڑھ گئی۔ اپنے نمبر بنانے کے علاوہ اور کر لیا رہے ہیں وہ۔" ایک اور پولیس آفیسر نے تبصرہ کیا۔

اور حکومت سنبھالنے کے بعد جو مختلف نوٹیفکیشنز جاری کیے گئے تھے ان میں سے ایک کچھ سرکاری افسروں کی بحالی کا بھی تھا اور ان سرکاری افسروں میں عمر جہاگیر بھی شامل تھا۔ اسے نہ صرف بحال کر دیا گیا تھا بلکہ اسی میں دوبارہ تعینات کر دیا گیا تھا جہاں وہ پہلے پوسٹ تھا۔ اس کی انکوائری کا کیا ہوا؟ اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں تھی۔ حکومت ویسے بھی اتنے ضروری کاموں میں الجھی ہوئی تھی کہ عمر جہاگیر جیسے ایک معمولی آفسر کے کیس کے لیے اس کے پاس وقت نہیں ہو سکتا تھا۔ اور پریس خود بھی حکومت کی ہر نئی حکمت عملی کو فالو کرنے میں اتنے مصروف تھا کہ عمر جہاگیر ایک دم جیسے بیک گراؤند میں چلا گیا تھا اگر کسی کو وہ یاد تھا تو وہ علیزو سکندر تھی۔ یا صالح پوریز۔

اس کی بحالی کی خبر آفس میں ڈسکیس ہونے پر صالح نے اس سے کہا تھا۔
 "تم ہمارے کزن۔۔۔ واقعی بہت خوش قسمت ہے۔ ہر بار کھن سے بال کی طرح نکل جاتا ہے یا نکل لیا جاتا ہے۔" واقعہ اس کی قسمت کی خاص قلم سے لکھی گئی ہے۔

علیزو جانتی تھی یہ تعریف نہیں تھی۔

صالحہ خاصی بااثر نظر آ رہی تھی۔

"اس کی پریس کا ٹرافکس اور وہ الزامات یقیناً" ایک پے (کمیل) تھے۔" صالحہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"تم ہمارے کزن کو یقیناً" پتا ہو گا کہ گورنر محنت جانے والی ہے اور اس کے بعد حکومت میں کون آ رہا ہے اس کو حکومت کی grand books میں رہنے کے سارے طریقے آتے ہیں۔ میری طرف سے مبارکباد دیتا ہے۔" صالحہ کے لیے میں نے ٹیٹا لیا تھا۔

"اسی لیے تم بھی میری سپورٹ میں نکلی ہوئی اس بریلی میں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ ظاہر ہے جنہیں سب کچھ پہلے ہی پتا ہو گا۔ میرے ساتھ ہمدردی کر کے تم نے میرے ساتھ ساتھ آفس کے دوسرے لوگوں کی نظروں میں بھی خاصا احترام پیدا کر لیا۔ دوسری طرف تمہیں عمر کے حوالے سے بھی کوئی خدشہ نہیں تھا۔ خاصی "پانچر" ہوئی تم اس کے ہر ممکن اقدام کے بارے میں۔"

اسے صالحہ کے چہرے پر پھیلی ہوئی طنز مسکراہٹ میں چھپی ہوئی ناراضگی نظر آتی لیکن اسے صالحہ کے شبہات پر افسوس ہوا۔

"تم سے یہ گہرا تعلق کا رہی ہو گا کہ مجھے کچھ علم نہیں تھا میں بھی تمہاری طرح ہی لا علم تھا کہ تم میری بات پر کبھی یقین نہیں کروں۔" علیزو نے اس کی طنز پر گفتگو کے جواب میں کہا۔ "وہ ہر کام میرے منہ سے یا مجھ سے اجازت لے کر نہیں کرتا۔ یہ ہی مجھے باخبر رکھنا کوئی ضروری کام ہے۔"

"پھر مجھے کسی نہ کسی حد تک" نہیں پتا ہو گا۔"

"وہ تو ہمیں یہاں نیوز پیپر کے آفس میں بھی پتا تھا کہ گورنر محنت جانے والی ہے۔" عمر یہ کوئی authenticatd (یعنی) خبر تو نہیں تھی۔

"مگر خبر تو تھی ہمیں۔"

"ہو بھی ہو تمہارا کزن ہے۔"

علیزو نے صالحہ کی بات کاٹ دی۔ "میرا کزن بہت خوش قسمت ہے۔ ہر بار بچ جاتا ہے۔ اس بار بھی بچا گیا ہے کیا اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کر سکتیں تم۔ ہمارے پاس اور بھی بہت سے ٹاپک ہیں۔" علیزو نے کچھ کہنا شروع کیا۔

"پانچر شاید ہمیں کچھ ڈسکس کرنا ہی نہیں چاہیے۔ اگر ہر بار بات عمر جہاگیر سے شروع اور اسی پر ختم ہوتی

۳۸ کا کام صرف ایک ہے باری باری اخبار نویسوں اور کالم نویسوں کو اپنے ساتھ مختلف عداوتوں کے ذیلی دوروں پر لے جانا اور پھر واپسی پر ان کالم نویسوں کے تعریفوں سے بھرپور کالم پڑھنا۔ لوگ سمجھتے ہیں گے کہ گورنر بنایا ہے خطفہ اور اشدرن کا زندہ لوٹ آیا ہے کہ گورنر ہر وقت گشت پر رہنے لگا ہے انہیں یہ پتا نہیں ہے کہ گورنر بھی ایک سیاست دان کی طرح کنوینٹنگ کر رہا ہے اپنے لیے نہیں اپنے اور کے باز کے لیے۔ ایک نمائندگی قلم لگایا گیا شاید تمہارا واحد تھا جو سنجیدہ رہا تھا۔

۳۹ کا خیال ہے اس طرح یوٹیس کھنے ہمارے سر پر سوار رہا۔ ہمیں ٹیکل ڈال دیں گے۔ ہمیں اپنے اشاروں پر چلائیں گے۔ ایک اور تند مزاج آفیسر نے کہا۔ ”اور یہ جو نوٹیفکیشن جاری ہوا ہے کہ ان کیلکٹر کے ساتھ حمل تعاون کیا جائے۔ آخر کیوں مکمل تعاون کیا جائے۔ سول سروس میں ہم اس لیے آئے تھے کہ ہم اپنا حق ان کیلکٹر اور مجر کے ریک کے آفیسر کو اپنے تعاون کی یقین دہانیاں کرواتے پھر رہے۔“ عمر ایک بار پھر بولا۔ ”میلے ہی ہر فیملی میں ان سروس آری آفیسر کو ڈیوٹی میں رکھنا ہوتا ہے۔ انہیں دھڑکاؤ کا ٹریکس کے ذریعے ہر جگہ لا بٹھایا ہے۔ آری والوں کو سول سروس میں کیا جا رہا ہے پھر بھی انہیں چین نہیں ہے۔ وہ چاہتے ہیں جو تھوڑی بہت پاورز دوسرے حکموں کے لوگوں کے پاس رہ گئی ہیں انہیں بھی چھین لیا جائے۔

ایک اور آفیسر نے کہا۔ ”ہمیں یہ کام وہ نہیں کریں گے براہ راست ہماری سیٹیوں پر آکر نہیں دیکھیں گے۔ یہ تو گالیاں کھانے والی جگہ ہے یہاں آکر کہ وہ عوام سے گالیاں بولیں کھائیں وہ بس ہمیں اپنی ہاتھی میں رکھنا چاہتے ہیں عوام بھی خوش کہ بھی بڑی محنت کر رہی ہے آری پولیس کی کارکردگی بہتر کرنے کے لیے۔“ اس بار عمر نے کہا ”اور اوپر سے ہمارا انگلہ منہ اٹھاتے سوپے کچے بغیر دھڑا دھڑا نوٹیفکیشن اور سرکلز جاری کر رہا ہے۔ قومانڈاری اور تابعداری کے لیے سبق پڑھا رہا ہے ہمیں۔“ عمر کو اپنے جھگے کے آفسران بالا پر اعتراض ہوا۔ ”ان کی مجبوری ہے وہ کیا کریں انگریز یہ نہ کریں تو۔ کون حکومت کے خفاصت مول لینا چاہے گا اور وہ بھی اپنی جاب اور اپنے کیمرہ کو اوپر لگا کر سب کے ہر طریقہ اپنی جان بچانے کا کام کر رہے ہیں۔“ اس بار عمر نے کہا ”ہاں ملو اور اپنی جان بچاؤ۔ مائٹ از رائٹ اور اس وقت یہ مائٹ ٹس کے پاس ہے سب ہی سائے ہیں۔“ ایک قلم نویس نے آفیسر نے کہا۔

”اور یہ مقابلہ کرتے ہیں ہمارے ساتھ اور نصیحتوں کے ٹوکے لے کر آجاتے ہیں۔ جتنا کام پولیس کا ایک سپاہی کرتا ہے اتنا فوج کے ایک جوان کو کرنا پڑے تو انہیں پتا چلے بارہ بارہ گھنٹے کی ڈیوٹی دینے کے بعد بھی اس میں ہے نہ بیوی بچوں کو کوئی سہولتیں دیتی ہیں نہ خود اسے اور جو عوام کو گولی کی بے عزتی برداشت کرنی پڑتی ہے وہ الگ اور یہ جنہیں بچوں کی تعلیم سے ملے کہ ان کے علاج تک کی سہولتیں نہ دی جاتی ہیں اور گھر کے راشن تک ہر برکت ملتی ہے یہ ہر قدم پر اپنا اور ان کا مقابلہ کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہی ذرا سی چیز ہے ہزاروں ان تمام سہولتوں کے بغیر دھکے کھاتے ہوئے عوام کی خدمت کریں تو پھر میں مانوں نہ ہاں بھگتہ جذبہ اور سپاہن ہے ان میں۔ واقعی جب الوٹھی پائی جاتی ہے۔“ ایک اور آفیسر نے تنفر بھرے انداز میں کہا۔

”بہر حال یہ بات تو طے ہے کہ کم از کم میں اپنے کاموں میں انداز میں بدرفتاری کے لیے کھلی چھٹی نہیں دیں گے۔ انہیں مزید نہیں چڑھانا۔“ عمر نے جیسے جیسے ان کی انداز میں کہا۔ ”اب اس کی وجہ سے سروس ریکارڈ خراب ہوتا ہے تو ہو جائے۔ گھٹے میں رہتی پابندہ کر کم از کم میں کسی کے سامنے میں نہیں کر سکتا۔ اگر یہی کام کرنا ہو تو پھر اس سروس میں آنے کے بجائے کہیں اور بیٹھا ہوتا۔“ عمر نے جیسے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔ وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے کسی آفیسر نے اس کی بات کے جواب میں

”مجھ میں کتنا طمان کے چروں کے تاثرات واضح طور پر چارے تھے کہ وہ سب ہی آئندہ آنے والے لوگوں میں تقسیم کی حکمت عملی اپنانے والے تھے جو عمر نے اپنے آپ کا اعلان کیا تھا۔“

”میرا نام مجر لطیف ہے میرے اور میری ٹیم کے بارے میں آپ کے پاس نوٹیفکیشن اور تفصیلات تو پہلے ہی ہوئی ہوں گی۔“

”جہاں خاموشی سے بے تاثر چہرے کے ساتھ میز کے دوسری طرف بیٹھے ہوئے خاکی یونیفارم میں ملیوں اپنی ہی عمر کے اس میجر پر نظریں جمائے بیٹھا رہا جو بڑے میکانیکی انداز میں چند فائلز سامنے ٹیکل پر رکھے بیٹھا بیٹھ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے دو دوسرے نوٹیفکیشن کے ساتھ اس کے ہنس پٹا تھا اور خاکی یونیفارم میں ملیوں ان تین افراد کے وہاں پہنچنے پر اس کے عملے میں جو ہر نوٹیفکیشن کی جی جی اس نے عمر جی کی ناگواری میں اضافہ کر دیا تھا۔

وہ بیٹوں آج پہلی بار وہاں آئے تھے اور اگرچہ وہاں آنے سے پہلے عمر جی کیمرہ کو ان کی کمرے میں معلق کیا گیا تھا اور اس نے اپنے ماتحت عملے کو بھی آری مائیک ٹیم کی آمد کے بارے میں بتا دیا تھا اور بتایا تھا کہ اس کا عملہ بہت تیز پر عمر جی کیمرہ کے ان کی حواس باختگی دیکھ لی تھی۔ وہاں شہوری طور پر خوف ہوا تھا۔ اب وہ مجر اس کے ماتحت عملے میں اس کے سامنے بیٹھا اسے آئندہ آنے والے دنوں میں اپنے لائبرل عمل کے بارے میں مطلع کر رہا تھا۔ وہ یقیناً ”خاصا ہر مورد کر کے آیا تھا اور عمر جی کے لیے کوئی ڈیڈ والو کی بات نہیں تھی۔“ وہ بیٹوں کا مشعلی جنس کا نظام اتنا فعال اور موثر تھا کہ چند گھنٹوں کے اندر وہ اپنی مطلوبہ معلومات حاصل کر کے لے آئی۔ یہ وہ تقریباً ”اس کے زیر انتظام آنے والے ہر پولیس اسٹیشن کے بارے میں بنیادی معلومات رکھنے کے علاوہ ان کی کارکردگی کے بارے میں بھی خاصا علم رکھتا تھا۔

اپنے لب و لہجے سے وہ کوئی بہت زیادہ دوستانہ مزاج کا حامل نہیں لگتا تھا اور یہ شاید آری میں ہونے کی وجہ سے تھا پھر اس زبردستی کی وجہ سے جو اسے سوچنی پڑی تھی۔ وہ کسی گلی لڑائی کے بغیر بات کر رہا تھا اور عمر جی کیمرہ کے چہرے پر وقتاً فوقتاً ”اس کے ماتحت عملے پر ابھرنے والے ناگواری کے تاثرات کو مکمل طور پر نظر انداز کیے ہوئے تھا۔“

خاموشی کے ساتھ سروس کی جانے والی اس چال نے بھی اس کے اس انداز میں کوئی خاص تبدیلی نہیں لائی۔ عمر جی کیمرہ کے ماتحت عملے نے خاصی عاجزی اور مستعدی کے ساتھ انہیں سرو کیا تھی۔ اپنے سامنے بڑی فائلز کو باری باری کھولے۔ وہ نیپہیں انداز میں عمر جی کیمرہ کو اپنے اختیارات اور ذمہ داریوں کے ساتھ ان چیزوں سے آگاہ کر رہا تھا۔ آئندہ آنے والے دنوں میں انجام دینی تھیں۔ عمر جی کیمرہ کے لیے ہوئے کسی قسم کے بہرے کے بغیر بڑی شہجوشی سے اس کی گفتگو سنتا گیا۔ جب اس کی پوزی گھٹو کا اختتام ہوا تو عمر جی کیمرہ نے اسے دوستانہ انداز میں اپنی خدمت کا آغاز (وہ پہلی ہی ملاقات میں اختلافات کا آغاز نہیں کرنا چاہتا تھا) ”تپ لوگوں کو میری طرف سے پورا تعاون حاصل رہے گا نہ صرف میری طرف سے بلکہ میرے عملے کی طرف سے بھی اور آپ کے اس نگرانی کے کام سے مجھے خاصی مدد ملے گی بلکہ خاصی آسانی ہو جائے گی کہ مجھے اپنے عملے کی کارکردگی کا پتا چلتا رہے گا اور میں ان کی خامیوں سے آگاہ ہوتا رہوں گا۔“

عمر نے ہنس مٹھانے سے کہتے ہوئے سامنے بیٹھے مجر کے چہرے پر نظروں ڈالی وہ اس کے آخری چند جملوں پر اپنی آنکھیں پر پھلپھل کر رہ گیا تھا۔

”اور۔“ اس سے پہلے کہ عمر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کچھ اور کہتا اس۔ ”مجھے اس کی بات بات کی۔“

”کچھ تھوڑی سی غلط فہمی ہے جو کوئی تو نہیں چاہے تھی۔“ کیونکہ میں نے آپ کو خاصی ہی بے یقینانہ دی ہے۔“

پھر بھی آپ کو ہو گئی ہے۔ ہم آپ سمیت آپ کے سمنے کو مانٹر کرنے آئے ہیں آپ کو (assistent) معاونت کرنے میں۔
 کھڑے رہے لیجے میں گئے اس نے چاند لہوؤں کے لیے عمر کو خاموش کر دیا وہ جانتا تھا اس وقت اس کے چہرے پر کتنی رنگ آکر گزرے ہوں گے۔
 ”اس لیے یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے کہ میری ٹیم یہاں آپ کی مدد کے لیے بھیجی گئی ہے آپ کی مدد کے لیے“

آپ کا اپنا عملہ کافی ہے آپ ان ہی پر اس معاملے میں انحصار کریں تو بہتر ہے۔
 اس منجر کے ترش میں ابھی خاموش تھیاتی تھے۔
 ”ہم لوگ صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ لوگوں کی ورنگ فیز اور بھڑک ہو اور یہ اس شر کے پولیس کے سربراہ کے طور پر آپ کی ذمہ داری ہے ہم صرف یہ دیکھیں گے کہ آپ اور آپ کا عملہ اس ذمہ داری کو کس طریقے سے پورا کر رہا ہے۔“

وہ منجر شاید محدود ایذا کو ایک ہی صف میں کھرا کر دینے کے مقولے پر عمل کرتے ہیں یقین رکھتا تھا یا پھر کہ کشتی روز اول پر عمل پیرا تھا۔ کمرے میں موجود اپنے ماتحت پولیس آفیسرز کے سامنے کھنکھارنے لگی جگ محسوس کی کہ وہ پہلے کا وہ ستانہ رو بہ اختیار کرنے کا فیصلہ اس نے چند سیکنڈ میں بدل دیا تھا۔
 ”میں جس طرح کام کر رہا ہوں اسی طرح کرتا رہوں گا“ آری مائیکروفن ٹیم کی مائیکروفن سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ کیونکہ میں بہت اچھے طریقے سے کام کر رہا ہوں اسے ہی اچھے طریقے سے جتنے اچھے طریقے سے ممکن ہے کوئی نہ میں اپنا کام سیکھ کر رہا ہوں اور اس سارے نظام کو آپ سے بہتر جانتا ہوں اور جہاں تک عملے کی کارکردگی کا تعلق ہے تو وہ بھی بہتر ہے۔ کھڑا ہے یہاں سے زیادہ بہتر ہی ہو سکتی ہے کیونکہ بہتر کی گنجائش تو ہر جگہ ہوتی ہے بالکل اسی طرح جس طرح آری ہیں۔
 اس منجر کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔

”اور اس بہتری کے لیے میں خاصی کوشش کر رہا ہوں کیوں کہ ہم لوگوں کو سرو کرنے کے لیے اس شعبے میں آئے ہیں بلکہ اسی طرح جس طرح آپ لوگ سرو کر رہے ہیں۔“
 اس بار اس منجر نے اپنی کرسی پر ایک بار پھر سنبھلا دیا۔
 ”اب دیکھتے ہیں اس معاملے میں ہم اور آپ“ منجر نے کہا ”کر کیا کر سکتے ہیں۔“
 عمر نے ”ہل“ کی طرف اشارہ کیا۔ سامنے بیٹھے ہوئے منجر نے ایک بار پھر سنبھلا دیا۔ ”اس نے عمر کے بارے میں اپنی رائے بدلتی شروع کر دی تھی۔“

”آپ سے اب آئندہ ملاقات تو رہا ہی کرے گی تو تفصیل سے باقی معاملات پر گفتگو ہوگی۔ آج کے لیے تو میرا خیال ہے اتنا ہی کافی ہے“ آپ میرے پولیس اسٹیشن کا راولہ لیتا چاہیں تو میں ایس ایچ او کو بدایا تے۔ منجر نے بول دیا آپ کو ریکارڈ سمیت باقی چیزوں سے آگاہ کر دے گا اور آپ کھوم پھر کر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اعلیٰ ملاقات میں تفصیل سے بات کریں گے۔“

عمر جہاں تک اپنے انداز سے انہیں یہ بتا دیا تھا کہ اب انہیں وہاں سے چلے جانا چاہیے کیونکہ میٹنگ بہت لمبی ہو گئی تھی جسے کوئی نہیں ختم کرنے پر اس نے اکتفا نہیں کیا بلکہ انٹرکام کا ریسپورڈ اٹھا کر پولیس اسٹیشن کے ڈوٹ کے بارے میں ہدایات بھی دینے لگا۔

منجر لطیف اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اسے کھڑا ہونے دیکھ کر اس کے ساتھ موجود دوسرے فوجی بھی کھڑے ہو گئے عمر نے انٹرکام کا ریسپورڈ رکھ دیا اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے ٹیلر کے دوسری طرف موجود منجر کی طرف ہاتھ بڑھا دیا منجر لطیف نے تعلقاً یا شاید رسماً اس کے

ہاتھ ہاتھ کو تھامتے ہوئے مصافحہ کیا۔ ”اس سے آئندہ آپ کے دلوں میں خاصی ملاقاتیں ہونی چاہئیں گی۔“
 عمر جہاں تک اس کے لیے سے اندازہ لگایا تھا کہ یہ صرف رسمی جملہ نہیں تھا وہ یقیناً ”اسے وارننگ سے رہا“

فائدہ ضرور کیوں نہیں اگر ان ملاقاتوں سے اس سسٹم میں کوئی بہتری ہو سکتی ہے تو ہم ضرور ماکرین گے۔
 عمر نے اسی مصنوعی مسکراہٹ کو کچھ مزید گہرا کرتے ہوئے کہا۔ ”منجر لطیف نے اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا اس نے صرف میز پر بیٹھی ہوئی فائلز اٹھا لیں اور اپنے ساتھ لے گئے اس کی بات کے جواب میں کچھ عمر نے کہا۔ ”منجر اور اس کی ٹیم کے تمام لوگوں کے بارے میں مکمل انفارمیشن چاہیے۔ ہر قسم کی انفارمیشن ہمیں ہر گز روٹ سے لے کر ہر پوسٹل تک مکمل تصدیقات کے ساتھ۔“
 منجر نے اس کی بات پر سنبھلائے ہوئے کہا۔

”ہمارے پولیس اسٹیشن سے کوئی ریکارڈ آپ ڈیٹ کریں۔ کسی قسم کی کوئی کوئی نہیں ہونی چاہیے نہ ہی میں رہاشت کیوں گا۔“

”This man is going to give us a very tough“
 (یہ شخص ہمارے لیے مشکل بن سکتا ہے)
 اس نے منجر لطیف کے سامنے میں بٹھو گیا۔
 ”یہ لوگ مومے انٹرنیٹ کے ای میل کی کھال اتارنے والا آوی۔ ہے اور اعلیٰ بعض باتوں والی ٹیمپ میں سے ہے جس میں جانتا کہ تم لوگوں کی وجہ سے میں اس کے سامنے شرمندگی کا شکار ہوں۔“
 عمر جہاں تک اسے توجہ کرتے ہوئے کہا۔

”کوئی کوئی نہیں ہوگی سر۔“ بدر جاوید نے ایک بار پھر یقین دلایا۔
 ”ٹھیک ہے تم جاوے“ اس نے انٹرکام اٹھاتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کا اشارہ کیا۔
 ”ظفر تم اندر آؤ۔“

اس نے اپنے لی اے کو انٹرکام پر اندر آنے کی ہدایت دی اور پھر انٹرکام کا ریسپورڈ کر اس رپورٹ کے بارے میں اپنے لگا جو وہ۔ منجر لطیف سے بولنے والی اس پہلی ملاقات کے بارے میں تیار کروانے والا تھا وہ جانتا تھا اپنے اس میں کوئی گنہگار بھی ایسی بوش و خروش سے اس میٹنگ کے بارے میں رپورٹ تیار کرنے کا سوچ رہا ہوگا۔

”جنید کے گھر والے کئی کئی کھانے پر آرہے ہیں۔“ شام کی چائے پر ناٹو نے علیزہ کو بتایا۔
 علیزہ نے معمول کے انداز میں انہیں دیکھا جنید کے گھر والوں کا ان کے یہاں کھانے پر آنا کوئی نئی بات نہیں تھی۔ بانو انہیں اپنے یہاں مدعو کرتی رہتی تھیں اور خود جنید کی امی بھی ان دونوں کو اپنے یہاں کھانے پر بلا دیتی تھی۔ اس لیے علیزہ نے کسی خاص رد عمل کا اظہار کیے بغیر چائے پیئے ہوئے سنبھل دیا۔

”شادی کی تاریخ طے کرنا چاہ رہی ہیں وہ۔ اسی سلسلے میں آرہے ہیں۔“ ناٹو نے اپنی بات مکمل کی۔
 ”چائے پیئے پیتے رک گئی۔“ شادی کی تاریخ ۲۰۱۳ میں نے عجب سے کہا۔
 ناٹو اس کی حیرت پر حیرت ہوئی۔ ”۲۰۱۳ سال گزر چکا ہے علیزہ! وہ لوگ منگنی کے ایک سال بعد ہی شادی کرنا چاہتے تھے۔“

ناٹو جیسے اسے کچھ یاد دلایا۔ علیزہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کپ پیڑ رکھ دیا۔

”مگر جیندے تو مجھ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی۔“
 ”اس نے ضروری نہیں سمجھا ہو کہ یہ کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے۔“ نانو نے قدرے بے نیازی سے چائے کا ایک اور کپ بناتے ہوئے کہا۔
 ”پھر بھی اسے مجھ سے بات تو کرنا چاہیے تھی یا پھر فری ہی کچھ بتا دیتی۔ میں پچھلے ہفتے ہی تو ان کے گھر پر تھی اور پھر ابھی رسول میری اس سے بات ہوئی ہے۔“ علیزہ نے جیسے خود کھائی کی۔
 ”اب کل کھانے پر آ رہے ہیں تو تم خود ہی اس سے پوچھ لے تاکہ کہیں اس نے تمہیں نہیں بتایا لیکن مارجی میں شادی کرنا چاہ رہے ہیں اس کے بارے میں تو میں نے تمہیں چند ماہ پہلے بتایا تھا۔“ نانو کو اچانک یاد آیا۔
 علیزہ نے کچھ کے بغیر چائے کا کپ اٹھالیا۔ ”چھائی ہے، جتنی جلدی میں اس ذمہ داری سے بھی فارغ ہو جاؤں اتنی اچھا ہے۔“ نانو نے رد کرتے ہوئے کہا۔

”کیا شادی چند ماہ آگے نہیں ہو سکتی؟“ علیزہ نے اچانک کہا۔
 ”چند ماہ آگے مگر کہاں؟“ نانو نے کچھ چونک کر پوچھا۔ وہ کچھ جواب نہیں دے سکی۔
 ”چند ماہ آگے کس لیے؟“ نانو نے ایک بار پھر اپنی بات پرانی۔
 ”بس ایسے ہی۔“ اس سے کوئی جواب نہیں بن پایا۔
 ”کوئی مناسب بات تو نہیں ہوگی یہ سو لوگ شادی آگے کرنے کی وجہ جاننا چاہیں گے۔“
 ”آپ کہہ دیں کہ ابھی ہم تیاری کر رہے ہیں۔“ علیزہ کی بات پر نانو مسکرا اٹھا۔
 ”جیندے کی امی جانتی ہیں کہ ہماری تیاری مکمل ہو چکی ہے۔“
 ”وہ کیسے جانتی ہیں؟“

”مجھ سے ہر ذرے سے پتہ چلے گا کہ دن رابطہ ہو تا رہتا ہے ان کا میں خود انہیں بتاتی رہتی ہوں۔“ نانو نے کہا۔
 ”آپ بھی نانو، بس۔“ علیزہ نے کوئی جواب نہیں بنایا۔
 ”کوئی دوسرا ماہ نام بھی تو کر سکتی ہیں۔“ علیزہ نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔
 ”ابھی مجھے شینہ اور سکندر سے بات کرنا ہے۔ دیکھنا ہے کہ شینہ کیسے جواب دے گی۔“ آہستہ سے پھر سکندر کی مصروفیات کا ذکر کیا۔
 ”بٹ اس کے بعد ہی طے کی جائے گی نانو نے کہا۔
 ”اور اگر می نہیں آئیں یا انہوں نے ڈیٹ آگے کر دینے کو کہا تو؟“ علیزہ کو اچانک چھل آیا۔
 ”نہیں شینہ ایسا کچھ نہیں کہے گی۔ میں اس سے پوچھ کر ہی اس کی سہولت کے مطابق مارنے لے کر دوں گی اور اس کے نہ آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیا وہ اپنی بیٹی کی شادی پر نہیں آئے گی۔“ نانو نے اس کے قیاس کو مکمل طور پر رد کرتے ہوئے کہا۔
 ”پھر بھی نانو، بہتر ہو تا اگر آپ چند ماہ اور انتظار کر لیتیں۔“
 ”آخر کس لیے؟“

”بس ویسے ہی جیندے کو تھوڑا اور جان لیتی ہیں۔“ اس نے چائے کا سب لیتے ہوئے کہا۔
 ”میں تو چھٹی ہوں کہ تم جیندے کو اچھی طرح جان چکی ہو۔ ایک سال کافی ہوتا ہے کسی کو جاننے اور پرکھنے کے لیے اور جیندے اس طرح کا لڑکا تو نہیں کہ اس کے بارے میں اتنا زیادہ محتاط ہونا پڑے۔“ نانو نے قدرے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال تھا تمہاری اس کے ساتھ خاصی اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہو چکی ہے۔“
 ”ہاں وہ اچھا ہے مگر انڈر اسٹینڈنگ۔“ وہ بات کرتے کرتے رک گئی۔
 ”انڈر اسٹینڈنگ کیا؟“ نانو نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں کہا۔

”بعض دفعہ مجھے لگتا ہے اس کے ساتھ میری کوئی انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہے۔“ علیزہ نے قدرے الجھے ہوئے انداز میں چائے کا کپ رکھتے ہوئے کہا۔
 ”کیا بات ہوئی؟“ نانو بھی الجھ کر کہیں۔
 ”مجھ نے پہلے کبھی جیندے کے بارے میں اس طرح کی بات نہیں کی۔ تم تو پیش اس کی تعریف ہی کرتی رہی ہو۔“
 ”ہاں میں نے آپ سے بھی اس کے بارے میں اس طرح کی بات نہیں کی اور میں اس کی تعریف ہی کرتی رہی ہوں۔“ اس نے ان ہی کے انداز میں کہا۔
 ”اور تمہیں اس کی فیملی بھی بہت پسند ہے۔“
 ”ہاں مجھے اس کی فیملی بھی پسند ہے۔“

”بلکہ میرا تو خیال تھا کہ تم ہیٹھلی پہلے ہی ان کے ہاں ایڈجسٹ کر چکی ہو۔“
 ”ہاں میں ہیٹھلی پہلے ہی ان کے ہاں ایڈجسٹ کر چکی ہوں۔“ اس نے کسی رپورٹ کی طرح میکانیکی انداز میں بے بعد ویکرے ان کے تمام جتن ان کے پیچھے دہراتے ہوئے کہا۔
 ”تو پھر آخر براہم کیا ہے؟“ نانو نے قدرے آگے بڑھتے ہوئے انداز میں کہا۔
 ”جانتی نہیں براہم کیا ہے۔ مگر میں بعض دفعہ جیندے کو سمجھ نہیں پاتی۔“ اس نے ہنسنے لگی۔
 ”مثلاً کیا سمجھ نہیں پاتیں تم اس کے بارے میں؟“ نانو نے سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”میں نہیں جانتی کہ اپنی فیملی کا اظہار کیسے کروں۔ مجھے یہ جانا مشکل لگ رہا ہے کہ اس کے روتے کی کیا بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ بس بعض دفعہ اس کا پوائنٹ آؤٹ دیکھ کر میرے پوائنٹ آؤٹ کے پوسٹ بالکل مختلف ہوتا ہے۔“ نانو نے ایک گہرا سانس لیا۔

”یہ اتنی اہم بات تو نہیں ہے۔ نقطہ نظر میں فرق ہونا تمہارے نانا اور مجھ میں بھی تقریباً ہر بات پر اختلاف رائے موجود تھا۔ مگر اس کے برعکس ہم نے پچاس سال کا عرصہ اکٹھا گزارا اور خاصی لمبی خوشی گزارا۔“ انہوں نے بڑے بلکے ہنسنے انداز میں کہا۔
 ”آپ دونوں کی شادی کسی کورٹ شپ کے بغیر ہوئی تھی۔ ایک سیدھی سادی انٹیمینت۔ ورنہ شاید آپ کے دوسرے کی نیچر کو اتنا مختلف دیکھ کر آپ دونوں بھی شادی نہ کرتے۔ مگر میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں پہلے ہی اس کے بارے میں جان چکی ہوں جب کہ آپ دونوں کو بعد میں ایک دوسرے کے بارے میں بتا چاہے۔“ علیزہ نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

”ہاں بعد میں یہ سب بتا چلا مگر پہلے بھی بتا چکا تو بھی کچھ زیادہ فرق نہ پڑا۔ میں اور وہ پھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ ہی شادی کرنا پسند کرتے۔“ نانو نے خاصی قطعیت سے کہا۔

”He was a nice man to live with“
 علیزہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

”گور جیندے کے بارے میں بھی میری رائے اتنی ہی اچھی ہے جتنی تمہارے نانا کے بارے میں۔ بلکہ کتنا اعتبار ہے وہ تمہارے نانا سے بہتر ہے۔“ نانو نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔
 ”مثلاً؟“

”مثلاً۔ غصے کے معاملے میں۔۔۔ Shori tempered (غصیل) نہیں ہے۔“
 ”ہاں۔ Short tempered نہیں ہے مگر غصہ سر حال اسے آتا ہے۔“ علیزہ نے ہنسنے لگی۔
 ”نارمل بات ہے؟“ اس نے نہیں آتا مسئلہ صرف تب ہوتا ہے جب بات بات آتا ہو۔“ نانو نے پھر دہرائی۔
 ”اس کی بات کے جواب میں کہا۔“
 ”گھٹ خیال رکھنے والا آدمی ہے۔“

علیہ خاموش رہی۔
 "فوش مزاج ہے۔ فضول بحث نہیں کرتا اور چھوٹے موٹے اختلافات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ ہمارے ہاں
 میں یہ چاروں خصوصیات نہیں ہیں۔"
 نانو نے یکدم مسکراتے ہوئے کہا۔

"Short tempered تھے اور مجھے اس کا اندازہ بہت شروع میں ہی ہو گیا تھا۔ خوش مزاجی بھی ان کے
 مزاج کا حصہ نہیں تھی۔ وہ خالص تم کو تھے۔ صرف ضرورت کے وقت ہی بولنا پسند کرتے تھے اور اگر ان کے مزاج
 میں کچھ شکلی آتی تھی تو جواب سے رہنا ہوتا۔ اپنے برہمچاری میں۔"

اور چھوٹی مٹی باتوں کو تو نظر انداز انہوں نے بھی کیا ہی نہیں۔ بہت مختصر رہتا تھا ان سے بات کرتے ہوئے
 ورنہ وہ چھوٹی سی بات پر بھڑک اٹھتے تھے اور پھر خامے عرصے تک وہ چھوٹی سی بات ان کے ذہن میں اٹتی رہتی۔ اور
 بحث کے وہ کس حد تک شوقین تھے یہ تو تم بھی اچھی طرح جانتی ہو۔ "نانو نے اپنا کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"نہ صرف بحث کرنے کے شوقین تھے بلکہ معمولی باتوں پر بحث کرنے کے شوقین تھے اور اپنی بات پر اڑ جانے
 والوں میں سے تھے۔ دو سڑا چاہے انسائیکلو پیڈیا سا سانس نہ کرنا پڑتا۔ وہ میں نے ان کے ساتھ بڑی اچھی زندگی
 ہے کہ کسی دوسرے کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیتے۔ اور اس کے باوجود میں نے ان کے ساتھ بڑی اچھی زندگی
 گزار دی ہے۔ انہیں یا مجھے دونوں کو کبھی کوئی پیچیدگی یا غم نہ ہوا کہ ہم دونوں کی شادی کیوں ہو گئی یا۔ ہم نے بھی
 بھی نہیں سوچا کہ ہماری کس اور شادی ہوئی ہو تو بہتر ہوتا۔ پھر تمہیں اتنے خدشات کیوں ہیں جن کے بارے
 میں۔ "نانو اچانک سنجیدہ ہو گئے۔

"آپ جتنے کو اتنا زیادہ کیسے جانتے تھی ہیں؟" علیہ نے اچانک ان سے پوچھا۔
 "شروع سے ہی جانتی ہوں۔" نانو نے بے ساختہ کہا۔

"شروع سے ہی جانتی ہیں؟" علیہ نے کچھ چونک کر انہیں دیکھا۔ مگر آپ کی بات نہایت عجیب اور اس کے
 خاندان سے اس پر پزل کے آنے کے بعد ہوتی ہے۔"

"ہاں میرا مطلب ہے کہ ایک سال سے جب سے وہ یہاں آئے لگاتار۔ شروع سے ہی وہ بڑی سلیج ہوئی
 غارتوں کا مالک ہے۔" نانو نے جلدی سے تصدیق کی۔

"ایک سال میں اس نے یہاں چند کھنڈوں سے زیادہ وقت نہیں گزارا اور چند گھنٹے کیا کسی آدمی کے بارے میں
 حتمی رائے قائم کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں؟" اس نے سنجیدگی سے نانو سے پوچھا۔

"ہر آدمی کے بارے میں میں تم کو کچھ لوگوں کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنے کے لیے تو چند منٹ بھی کافی
 ہوتے ہیں۔" نانو نے اسی کے انداز میں کہا۔

"میں نے یہ نہیں کہا کہ جلدی رہا ہے میں صرف یہ کہہ رہی ہوں میں اب سمجھ نہیں پاتی۔" علیہ نے ہنسنے
 انداز میں کہا۔

"بعض لوگوں تو مجھے نہیں سمجھتے میں بھی دھوا رہی ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ تم بھی مجھے سمجھ نہیں پاتی ہوگی۔"
 نانو نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس کے باوجود میں دونوں کی آپس میں خاصی الجھن میں نہ نکلتا ہوں۔"

کبھی ہوتا ہے۔ ہماری میرے ساتھ ہی اندر رائے بدلنا نہیں ہے۔"
 علیہ ان کی بات پر صرف مسکرائی۔ اس نے کچھ کہا نہیں ورنہ وہ کہنا چاہتا، "تم کہہ ماں وہ ان کے ساتھ بھی
 بات کرتے ہوئے انکڑا نہیں اپنی بات اپنا نقطہ نظر سمجھائے ہیں تاکہ مرنے والی ہے۔"

"چند ماہ اس کے ساتھ اور گزارنے کے بعد اگر تمہیں یہ احساس ہو گا شروع ہو گیا کہ وہ تمہارے لیے موزوں
 نہیں ہے تو پھر تم کیا کرو گی؟" نانو نے اپنی بات جاری کرتے ہوئے کہا۔
 "خاص طور پر اس صورت میں جب تم اس کے لیے اپنے دل میں ایک نرم گوشہ بھی پیدا کر چکی ہو۔ کیا معنی

توڑ دو گی، اور کیا فیصلہ اس وقت زیادہ مکمل نہیں ہو گا؟"

نانو نے جیسے ایک ایکویشن اس کے سامنے حل کرنے کے لیے رکھتے ہوئے کہا۔
 "دلی کورٹ شب میں ایسے مسائل کو ہوتے ہی ہیں۔ جینے کے تیار رہنا چاہیے۔"

کچھ اختلافات ہوتے آرہے ہیں۔"
 علیہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ جینے اس طرح کی بات مانو سے کر سکتا تھا۔

"کچھ زیادہ نہیں۔ اس وہ یہ کہہ رہا تھا کہ تم اس سے تدریس ناراض رہنے لگی ہو؟"
 اس نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میں ناراض کیوں رہنے لگی ہوں؟" علیہ نے کچھ ناگوار سے پوچھا۔

"ہاں وہ کہہ رہا تھا کہ تم کو اس نے عمر کے حوالے سے خبریں شائع کرنے سے منع کیا تھا اس پر تم نے علیہ نے
 ان کی بات ٹالتی دی۔"

"حالانکہ عمر کے خلاف کوئی بھی خبر میں نے شائع نہیں کی تھی۔"
 "جساری دوست صالحہ نے شائع کی تھی۔ تم نے اس کو منع بھی تو نہیں کیا۔" نانو نے کچھ شکی تھوکی سے
 اسے دیکھا۔

"میں اسے منع کیوں کرتی۔ آپ اس بارے میں میرے پوائنٹ آف ویو کو ابھی طرح جانتی ہیں۔" علیہ نے
 کہا۔

"جو بھی تھا عمر مجھے جینے کی بات بالکل بھی Unreasonable (نامعقول) نہیں لگتی۔ اس کی جگہ کوئی اور بھی
 ہوتا تو نہیں اسی طرح سمجھتا ہوں کہ اس پر پوچھنا اور پھر اسے کرکھڑے ہونے کے لیے اور بہت سے لوگ ہوتے
 ہیں ہماری۔ سیمین کی عورتوں کو ایسے کاموں میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ اور پھر اپنے ہی خاندان کے ایک فرد
 کے خلاف۔ پھر اگر اس پر اس نے کسی روز عمل کا اظہار کیا تو وہ یہ کرنے میں بالکل Justified (حق بجانب) تھا۔

تم از کم یہ ایسی بات نہیں کہ جس پر تم ناراض ہوتی پھر تم نے۔" نانو نے دو ٹوک انداز میں کہا۔
 "اس کی عمر تو پڑھنا کا اندازہ کرنا چاہیے تھا تمہیں اس کی فیملی کا سوتلی تمہارے بارے میں اور صرف
 کچھ فیملی ممبر ہی نہیں دوست احباب بھی خاصی وضاحتیں دینی ہوں گی اسے لوگوں کے سامنے اور اس پر
 تمہاری ناراضی۔" نانو نے اسے بولنے کا موقع دے دیا۔

"پھر اگر ان باتوں پر کوئی اختلاف رائے ہوتا ہے تو
 ٹھیک ہی ہوتا ہے۔ اگر یہ وہ بات ہے جس پر تم اس کے بصرے کو سمجھ نہیں سکتیں تو بہتر ہے تم خود اپنے بصرے پر
 ایک بار نظر ڈالو۔ جو مسئلہ ہے تم اس کے اس بصرے کو سمجھ سکتی۔"

تمہیں اگر یہ لگتا ہے کہ اسے تم سے زیادہ تمہاری فیملی ممبر کی پروا ہے۔ اور ان کی عزت کی فکر رہتی ہے تو
 نہیں تو خوش ہو جانا چاہیے۔ تم از کم اس معاملے میں اس کا رویہ مناسب نہیں ہے۔" نانو نے بڑی صاف گوئی
 سے کہا۔

"اور آپ یہ کہہ رہی ہیں کہ اس نے آپ کو زیادہ باتیں نہیں کہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو کچھ
 نہ سمجھتی تھیں۔" علیہ نے ان کی بات کے جواب میں کہا۔

"تمہیں یہ بات بھی پوری لگتی ہے؟" نانو نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 "کیا نہیں لگتی چاہیے؟" اس نے جواباً سوال کیا۔

"تمہیں لگتی چاہیے کیونکہ اس نے سب کچھ میرے استفسار پر بتایا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ یہی کہی کہ آخر تم اس
 سے کتنی لگتی ہو۔" نانو نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
 "نانو نے اس کی بات کے جواب میں جیسے کچھ وضاحت کرتے ہوئے کہا۔
 "اور پھر یقیناً آپ نے اس ساری صورت حال کا حل شادی کی صورت میں نکالا ہو گا۔"

”نہیں یہ حل میں نے پیش نہیں کیا۔ میں نے صرف تجویز دی تھی اسے کہ بہتر ہے تم دونوں اب شادی کرو۔“ اس نے اپنے گھر والوں سے بات کی۔ ان کی بھی یہی خواہش تھی اس لیے۔

علیہ نے ان کی بات کاٹ دی۔ ”آپ بھی ناٹو بعض دفعہ حد کر دیتی ہیں۔“ اس کے لیے میں خط لکھتی تھی۔

”پتہ کیا مجھے یہ انتظار کرنا چاہیے کہ کب تم لوگوں کے اختلافات اور برائیوں اور تلخیوں اور کشیدگی کے بعد رشتہ ختم ہونے کی نوبت آنے لگے۔“

”ایسا بھی نہیں ہونا تھا۔“

”میں تم سے کس طرح کہہ سکتی ہوں۔“

”بس کہہ سکتی ہوں۔“ اس نے نیل پر ہوا اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے کہا۔

”پھر وہ لوگ کل آرہے ہیں تو میں انہیں بارش گھرے دوں گی۔“ نانو نے جیسے اسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔

”وہ دیر۔۔۔ آپ کی اتنی لمبی پوڑی پانچک اور اسکیٹنگ کو میں برباد نہیں کروں گی۔“ علیہ نے کچھ ہلکے ہلکے انداز میں کہا۔

”نانو اس کی بات پر مسکرا دیں۔“

”تم سلا کو بھی گل بولا لیتا۔“

”بلا والوں کی وہ ویسے بھی یہاں کا چکر لگانے کا سوچ رہی ہے۔“ اس نے فلاؤنج سے نکلنے سے پہلے کہا۔

”بہتر ہے کہ کل تم آفس نہ جاؤ۔ گھر پر ہی رہو۔“ نانو نے اسے کہا۔

”میں کل آفس تو مجھے جانا ہے مگر میں وہاں سے جلدی آجاؤں گی۔“

”جلدی۔۔۔ کس وقت۔۔۔“

”دوپہر کو چلے کے بعد آجاؤں گی۔ بلکہ شاید پنج اور کے دوران ہی۔“ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے۔ یہ بہتر ہے گا۔“ نانو نے کچھ مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

”اگلے روز شام کو جنید کے گھر والے ان کے ہاں آئے تھے۔ نانو، شینہ اور سلا پر سے پہلے ہی فون پر بات کر چکی تھیں دونوں نے انہیں اگلے ماہ کی کوئی بھی تاریخ طے کر دینے کا کہا تھا۔ دونوں فیملیوں نے کھانے کے بعد باہمی مشورے سے تاریخ طے کر لی۔

جنید اپنے گھر والوں کے ساتھ نہیں آیا تھا۔ رات بارہ بجے کے بعد جب اس کے گھر والے واپس گئے تو اس کے کچھ دیر بعد اس نے علیہ کو فون کیا۔ اسی وقت سونے کے لیے اپنے کمرے میں گئی تھی۔

”میں صرف مبارکباد دینے کے لیے کال کر رہا ہوں۔“ رسمی سلام دوہارے بعد اس نے علیہ سے کہا اس کا لہجہ خاصا خوشگوار تھا۔

”تینیس مگر ٹین دن پہلے جب ہم لوگ ملے تھے تو آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا۔“ علیہ نے کہا۔

”کس چیز کے بارے میں؟“ جنید نے قدرے بے نیازی سے کہا۔

”یہی کہ آپ کے گھر والے تاریخ طے کرنے کے لیے ہمارے گھر آئے والے ہیں۔“

”میں نے سوچا تمہیں سررازدوں۔“

”میں سوچ رہی تھی آپ کہیں گے کہ آپ کو اس کے بارے میں کچھ خبر ہی نہیں تھی۔“

وہ دوسری طرف ہنسنے لگا۔ ”میں۔۔۔ میں کوئی لڑکی نہیں ہوں کہ اسے آخری لمحوں تک کچھ پتا ہی نہ ہو اور نہ ہی یہ کوئی فلم ہے۔ ظاہر ہے میری شادی کی تاریخ مجھ سے پوچھنے بغیر کیسے طے کی جاسکتی ہے۔“

”ہاں آپ سے پوچھنے بغیر کیسے طے کی جاسکتی ہے۔ وہ تو صرف مجھ سے پوچھنے بغیر طے کی جاسکتی ہے۔“ علیہ نے شکوہ کیا۔

”یہ تو میرا تو رہا ہوں تمہارے لیے سررازد تھا۔ اچھا سررازد نہیں تھا کیا؟“ وہ اسی طرح گفتگو سے بول رہا۔

”مبارک کے موسم میں شاید میں واحد آدمی ہوں گا جو اتنی خوش خوشی اپنی رضامندی کے ساتھ آزادی کے بجائے غلامی قبول کروں گا۔ تمہیں تو میرے اس جذبے کو سراہنا چاہیے۔“ اس بار اس کے لیے میں مصنوعی سنجیدگی

”کیسی غلامی؟“

”نہیں شاید قید کہتے ہیں اسے۔ ہے نا؟“ جنید نے فوراً ”اپنے تیلے میں ہجج کرتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں قید بھی نہیں کہتے۔“

”اچھا تو پھر کیا کہتے ہیں؟“

”میرا خیال ہے اسے بس شادی ہی کہتے ہیں۔“

”واقعی؟“ اس بار دوسری طرف سے کچھ مزید حیرانی کا اظہار کیا گیا۔

”جی واقعی۔“ وہ اس کے انداز پر مسکرائی۔

”اس میں قید یا غلامی والی کوئی بات نہیں ہوتی؟“ سنجیدگی سے تصدیق کی گئی۔

”نہیں کم از کم مردوں کے لیے ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔ اگر ایسا کچھ ہو بھی تو خواتین کے لیے ہوتا ہے۔“

”علیہ نے حانے والے انداز میں کہا۔

”اچھا۔“ مگر میرے دوستوں کا تجربہ تو اس کے برعکس ہے۔“ وہ ابھی بھی اسی منہ میں بظاہر بڑی سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔

”عجرات بھی ہوتے ہیں مگر زیادہ تر ہمیں آپ کے دوستوں کے ساتھ کوئی معجزہ ہوا ہو گا۔“ علیہ اس کی گفتگو سے محفوظ رہی تھی۔

”ہو سکتا ہے میرے معاملے میں بھی ایسا کوئی معجزہ ہو جائے؟“ دوسری طرف سے اسے خدشے کا اظہار کیا گیا۔

”ایسے معجزوں کے لیے خواتین میں کچھ کشف اور کرامات کا ہونا ضروری ہے اور میں آپ کو یقین دلائی ہوں کہ میں ان دونوں چیزوں سے عادی ہوں۔“

”آپ سے یہ جان کر خاصی اہمیت بندھتی ہے میری، خاصا حوصلہ ہوا ہے مجھے یعنی میری آزادی پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔“

”نہیں آپ تسلی رکھیں، آپ کی آزادی پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ آپ ایسے حضرت ہیں بھی نہیں جو اپنی آزادی پر کوئی حرف برداشت کر لیں۔“

”علیہ نے اسے تسلی دی دوسری طرف سے وہ بے اعتیاد ہنسنا۔

”Im very timid sort of a person“ (میں تو بہت بزدل لوگوں میں سے ہوں)

”اگر آپ ”اپنے“ لیے Timid (بزدل) استعمال کر رہے ہیں تو یقیناً ”کوشش“ میں Timid کا مطلب بدل چکا ہو گا۔“ وہ اس کی بات پر ایک بار پھر ہنسنا۔

”میرے بارے میں تم کچھ ضرورت سے زیادہ نہیں جان گئیں۔“

”نہیں ضرورت کے مطابق جانا ہے آپ کو۔“

”تھوڑی سی رومانٹک گفتگو اب لازم نہیں ہو گئی ہم پر؟“ وہ اس کے جواب سے محفوظ ہوتے ہوئے بولا۔

”میرا خیال ہے ابھی تک ساری گفتگو رومانٹک ہی ہوئی ہے۔“

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں کچھ اظہار محبت اور وعدوں وغیرہ کی بات کر رہا ہوں۔ چاند مارے توڑنے کا پتہ والی باتیں۔“

”میں نے سوچا تمہیں سررازدوں۔“

”میں سوچ رہی تھی آپ کہیں گے کہ آپ کو اس کے بارے میں کچھ خبر ہی نہیں تھی۔“

وہ دوسری طرف ہنسنے لگا۔ ”میں۔۔۔ میں کوئی لڑکی نہیں ہوں کہ اسے آخری لمحوں تک کچھ پتا ہی نہ ہو اور نہ ہی یہ کوئی فلم ہے۔ ظاہر ہے میری شادی کی تاریخ مجھ سے پوچھنے بغیر کیسے طے کی جاسکتی ہے۔“

”ہاں آپ سے پوچھنے بغیر کیسے طے کی جاسکتی ہے۔ وہ تو صرف مجھ سے پوچھنے بغیر طے کی جاسکتی ہے۔“ علیہ نے شکوہ کیا۔

”یہ تو میرا تو رہا ہوں تمہارے لیے سررازد تھا۔ اچھا سررازد نہیں تھا کیا؟“ وہ اسی طرح گفتگو سے بول رہا۔

”مبارک کے موسم میں شاید میں واحد آدمی ہوں گا جو اتنی خوش خوشی اپنی رضامندی کے ساتھ آزادی کے بجائے غلامی قبول کروں گا۔ تمہیں تو میرے اس جذبے کو سراہنا چاہیے۔“ اس بار اس کے لیے میں مصنوعی سنجیدگی

”کیسی غلامی؟“

”نہیں شاید قید کہتے ہیں اسے۔ ہے نا؟“ جنید نے فوراً ”اپنے تیلے میں ہجج کرتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں قید بھی نہیں کہتے۔“

”اچھا تو پھر کیا کہتے ہیں؟“

”میرا خیال ہے اسے بس شادی ہی کہتے ہیں۔“

”واقعی؟“ اس بار دوسری طرف سے کچھ مزید حیرانی کا اظہار کیا گیا۔

”جی واقعی۔“ وہ اس کے انداز پر مسکرائی۔

”اس میں قید یا غلامی والی کوئی بات نہیں ہوتی؟“ سنجیدگی سے تصدیق کی گئی۔

”نہیں کم از کم مردوں کے لیے ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔ اگر ایسا کچھ ہو بھی تو خواتین کے لیے ہوتا ہے۔“

”علیہ نے حانے والے انداز میں کہا۔

”اچھا۔“ مگر میرے دوستوں کا تجربہ تو اس کے برعکس ہے۔“ وہ ابھی بھی اسی منہ میں بظاہر بڑی سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔

”عجرات بھی ہوتے ہیں مگر زیادہ تر ہمیں آپ کے دوستوں کے ساتھ کوئی معجزہ ہوا ہو گا۔“ علیہ اس کی گفتگو سے محفوظ رہی تھی۔

”ہو سکتا ہے میرے معاملے میں بھی ایسا کوئی معجزہ ہو جائے؟“ دوسری طرف سے اسے خدشے کا اظہار کیا گیا۔

”ایسے معجزوں کے لیے خواتین میں کچھ کشف اور کرامات کا ہونا ضروری ہے اور میں آپ کو یقین دلائی ہوں کہ میں ان دونوں چیزوں سے عادی ہوں۔“

”آپ سے یہ جان کر خاصی اہمیت بندھتی ہے میری، خاصا حوصلہ ہوا ہے مجھے یعنی میری آزادی پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔“

”نہیں آپ تسلی رکھیں، آپ کی آزادی پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ آپ ایسے حضرت ہیں بھی نہیں جو اپنی آزادی پر کوئی حرف برداشت کر لیں۔“

”علیہ نے اسے تسلی دی دوسری طرف سے وہ بے اعتیاد ہنسنا۔

”Im very timid sort of a person“ (میں تو بہت بزدل لوگوں میں سے ہوں)

”اگر آپ ”اپنے“ لیے Timid (بزدل) استعمال کر رہے ہیں تو یقیناً ”کوشش“ میں Timid کا مطلب بدل چکا ہو گا۔“ وہ اس کی بات پر ایک بار پھر ہنسنا۔

”میرے بارے میں تم کچھ ضرورت سے زیادہ نہیں جان گئیں۔“

”نہیں ضرورت کے مطابق جانا ہے آپ کو۔“

”تھوڑی سی رومانٹک گفتگو اب لازم نہیں ہو گئی ہم پر؟“ وہ اس کے جواب سے محفوظ ہوتے ہوئے بولا۔

”میرا خیال ہے ابھی تک ساری گفتگو رومانٹک ہی ہوئی ہے۔“

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں کچھ اظہار محبت اور وعدوں وغیرہ کی بات کر رہا ہوں۔ چاند مارے توڑنے کا پتہ والی باتیں۔“

”میں نے سوچا تمہیں سررازدوں۔“

”میں سوچ رہی تھی آپ کہیں گے کہ آپ کو اس کے بارے میں کچھ خبر ہی نہیں تھی۔“

وہ دوسری طرف ہنسنے لگا۔ ”میں۔۔۔ میں کوئی لڑکی نہیں ہوں کہ اسے آخری لمحوں تک کچھ پتا ہی نہ ہو اور نہ ہی یہ کوئی فلم ہے۔ ظاہر ہے میری شادی کی تاریخ مجھ سے پوچھنے بغیر کیسے طے کی جاسکتی ہے۔“

”ہاں آپ سے پوچھنے بغیر کیسے طے کی جاسکتی ہے۔ وہ تو صرف مجھ سے پوچھنے بغیر طے کی جاسکتی ہے۔“ علیہ نے شکوہ کیا۔

"On the contrary" ingoing to marry a girl with two hearts
 اس کے برعکس میں جس لڑکی سے شادی کر رہا ہوں اس کے دو دل ہیں۔

علیہ وہ ہنس پڑی "نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ان چیزوں کو توڑنے کے بغیر بھی آپ کے برے میں میری رائے خراب نہیں ہے۔"

"یہ سن کر خاصی طوٹی ہوئی ہے مجھ کو نہ میرا خیال تھا کہ بچکے چند ماہ میں ہونے والے واقعات کے بعد میرے بارے میں تمہاری رائے کا کراف خاصا پیچہ چلا گیا ہو گا۔" وہ اب اسے چھیڑ رہا تھا۔

"ہونا تو چاہیے تھا مگر سرحال ہوا نہیں۔"

"تب مجھے خود کو خوش نصیب سمجھنا چاہیے۔"

"آپ پر منحصر ہے۔" اس نے کہا وہ اب اپنی سینڈل کے اسٹریپس کھولتے ہوئے اپنے بیڈ پر بیٹھ رہی تھی۔

"یاد رکھیں، میں بھی تو خوش قسمت تھا۔ سمجھنا چاہیے۔"

"چھا ٹھیک ہے، آپ بڑے خوش قسمت ہیں۔ اب آپ یقیناً یہ کہیں گے کہ میں بھی خود کو خوش قسمت سمجھوں۔"

بنید نے بے اختیار تہققہ لگایا۔

"آج تمہاری ہر (sane) (حسن) بڑی شمار ہے۔ میرے کئے بغیر ہی اگلا جملہ بوجھ رہی ہو، کمال کی اعزاز مل رہی ہے۔"

وہ اس کے آخری جملے پر متکرائی بنید واقعی آج بڑے سوؤ میں تھا۔

"اگر آپ کے ساتھ رہتا تو sensas کو شمار کرتا ہی پڑے گا۔ ورنہ خاصی مشکل ہو جائے گی۔"

"کس کو؟ مجھے یا تمہیں؟"

"مجھے۔۔۔ آپ کو تو خاصی آسانی ہو جائے گی۔" علیہ نے تباہی تو کو دیکھ لیتے ہوئے کہا۔

"You are pretty intelligent" (تم خوب ذہین ہو)۔

بنید نے منکراتے ہوئے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

"آپ Pretty کے بعد کو مانگا کر یہ بات کہہ رہے ہیں۔" بنید اس کی بات پر بے اختیار ملاحظہ ہوا۔

"تمہیں اس بات کا کہہ رہا ہوں you are pretty" اس بار علیہ نے اس کی بات پر ہنسی۔

"Intelligent" اس نے ہنسی روکتے ہوئے پوچھا۔

"فی الحال اس کو delete کر دیتے ہیں۔ بات Pretty تک ہی رکھتے ہیں اس سے پہلے خاصا خوشگوار ہو گیا ہے۔"

بنید کا اشارہ اس کی ہنسی کی طرف تھا۔

"تعریف کے لیے شکریہ ادا تو نہ کروں نا؟"

"ہاں اہل نہیں آپ کی تعریف کرتے ہیں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔" علیہ کی ادا بینی پر کیا شکریہ "بنید اس بات سے تنگ کر رہا تھا۔"

"پچھتاؤ صرف فرض کی ادا بینی کے لیے تعریف کر رہے ہیں دل کے ہاتھوں، بڑھ کر نہیں کر رہے۔" علیہ وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولی۔

"دل تو already (پہلے ہی) آپ کے پاس ہے۔ میں تو اس وقت دماغ کو استعمال کرتے ہوئے تعریف کر رہا ہوں۔"

sane sensible thing (دانا اور سمجھ دار)

علیہ نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا۔

"اس کی برکتی آنجوائی (اجواب، کروینے والی تھی۔"

It means that i'm going to marry a heartless person (اس کا مطلب ہے کہ

ایسے شخص سے شادی کر رہی ہوں جس کا۔۔۔ دل ہی نہیں ہے)

بنید نے اتنی ہی بے ساختگی سے کہا۔

وہ ایک سال سائنس میں دو دلوں والے انسان کو کیا کہا جاتا ہے۔ "علیہ نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

بنید نے ایک سال سائنس کا تو مجھے پتا نہیں مگر غالب اسے "محبوب" کہتے ہیں۔"

علیہ نے اختیار کھسکا لائی "بنید کے منہ سے غالب کا حوالہ اسے بے حد دلچسپ لگا تھا۔

"میں بھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ بھی زندگی میں کبھی غالب کی بات کریں گے۔ اقبال کا ذکر کیا کرتا تھا؟"

وہ اقبال کا ذکر مشکل ہی ہے۔ وہ خود ہی کی بات کرتے ہیں اور مجھے تو جانے کے بعد خودی کمال باقی رہتی ہے۔

اس نے اقبال کا ذکر اب باقی ساری زندگی مشکل ہی ہے۔ بس غالب ہی ٹھیک ہیں۔"

بنید نے غالب جو کہتے ہیں کہ عشق نے کیا کر دیا؟"

"غالب تو یہ بھی فرماتے ہیں۔"

بلاتے جانے ہے۔ غالب اس کی بات

عبارت "کیا" اشارت کیا۔

"میرے سر کے اوپر سے گزر گیا ہے آپ کا یہ شعر "علیہ نے مجھے اختیار دلاتے ہوئے کہا۔

"پتہ میرا نہیں غالب کا شعر ہے اس لیے اگر آپ کے سر کے اوپر سے گزر گیا ہے تو کئی بات نہیں میں اعتراض کرتا اگر میرا شعر آپ کے سر کے اوپر سے گزر جائے۔"

"آپ کا اپنا شعر ہوتا تو وہ بھی میرے سر کے اوپر سے ہی گزرتا۔ لہذا اور خاص طور پر شعر و شاعری کے معاملہ میں کچھ زیادہ اچھا ذوق نہیں رہتی۔"

"آپ فکر نہ کریں جناب، میرے ساتھ رہیں گے تو ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"ٹھیک ہو جاؤں گی یا آپ ٹھیک کر دیں گے؟"

"دونوں میں کوئی فرق ہے۔"

"ہمت۔"

"میں ٹھیک نہیں کروں گا آپ خود ہی ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"مجھے ٹھیک نہیں ہوں؟"

"نہیں ٹھیک ہیں مگر بعد میں کچھ زیادہ ٹھیک ہو جائیں گی یا پھر میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔" اس نے ایک عمری ہنس لیتے ہوئے کہا۔

"صرف ٹھیک؟ زیادہ ٹھیک نہیں ہو لیا گے آپ؟"

اس بار وہ اس کی بات پر بے اختیار ہنسا۔ "چلیں۔ زیادہ ٹھیک ہو جاؤں گا۔ آپ کی طرح غالب کے شعر

بجائے بھی سر کے اوپر سے گزرنے لگیں گے۔"

"آپ بڑے عجیب آدمی ہیں بنید؟"

"یہ تعریف ہے یا تنقید؟" اس نے منکراتے ہوئے پوچھا۔

"دونوں ہی نہیں ہیں نہیں تبصرہ ہے۔" علیہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ مگر آپ سب میرے گھر آکر میرے ساتھ رہیں گی تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کی یہ

رائے بہت غلط اور بے موقع تھی۔ میں بڑا سیدھا سادا آدمی ہوں۔" اس بار وہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"آپ سے ایک بات پوچھنا چاہ رہی تھی میں۔"

473

472

”جی فرمائیں؟“

”کیا نیوز پیپر سے ریزائن کروں میں؟“
”اس کا فیصلہ تم خود کر سکتی ہو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ جنید نے بڑی سہولت سے کہا۔

”مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔“

”یہ اتنا مشکل فیصلہ تو نہیں ہے۔“

”میرے لیے ہے۔“

”تم ہو جاتی ہو وہ کرو۔“

”مجھے یہ بھی نہیں پتا کہ میں کیا چاہتی ہوں میں ذیل ماسنڈ ڈھونڈ رہی ہوں اس لیے آپ سے پوچھ رہی ہوں کیا یہ ضروری ہے کہ میں ریزائن کروں؟“

”نہیں ضروری نہیں ہے۔“

”آپ کے گھر والوں کو اس پر کوئی اعتراض ہو گا؟“

”نہیں گھر والوں کو تو نہیں ہو گا مگر مجھے ہو سکتا ہے۔“

”آپ کو کیوں ہو گا؟“

”جی نہیں یقین ہے کہ تم گھر اور آفس کو اکٹھا Manage کر سکتی ہو؟ اس بار جنید واقعی سنجیدہ تھا۔“

”پتا نہیں اسی لیے تو میں کنفیوژ ہو رہی ہوں۔“

”تم کو اندازہ تو ہو گا؟“

”کوئی اندازہ نہیں ہے پہلے مجھ پر گھر کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے صرف جاب ہی ہے۔“

”میرے گھر اگر بھی تو تمہیں کوئی کام تو نہیں کرنا پڑے گا مگر پھر بھی بہت سی دوسری چیزیں ہوتی ہیں۔“ جنید بات کرتے کرتے رکا۔

”تم جاب نہیں چھوڑنا چاہتی؟“

”جواب۔۔۔ میں چھوڑنا چاہتی ہوں مگر ابھی نہیں۔“

”علیحدہ! میں کوئی کمزور منہ آدمی نہیں ہوں اگر تم میں کوئی پلانٹ ہے تو میں اسے شائع کرنا نہیں چاہوں گا۔ مگر جس فیصلہ میں تم ہو رہے ہو یہ عجیب ہے تم کچھ فنکشنز کو کر رہے ہو۔“

”کب پوچھو۔۔۔ یہ سب کچھ خاصا complicated ہو گا۔“

”ہاں میں جانتی ہوں اور اسی لیے ذیل ماسنڈ ہوں مگر صرف میں صرف کھانے پینے شاپنگ کرنے اور سونے والی زندگی گزارنا نہیں چاہتی۔ سوہنائی میں کچھ تو کنٹری بیوشن ہونا چاہیے میرا۔“

”تم فری لانسنگ کر سکتی ہو۔“ جنید نے تجویز پیش کی۔

”فری لانسنگ؟“ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

”تمہارے لیے یہ خاصا آسان رہے گا۔“ جنید نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

”میں نے اس کے بارے میں سوچا نہیں۔“

”تو سوچ لو۔۔۔ بلکہ تم ایسا کر۔۔۔ ریزائن کرنے کے بجائے چھٹی لے لو کچھ عرصہ کے بعد تم اپنی روٹین اور زندگی کو دیکھ لینا اور پھر فیصلہ کرنا زیادہ آسان ہو جائے گا تمہارے لیے۔ بعد میں ہم دونوں زیادہ بہتر طریقے سے اس کے بارے میں کچھ طے کر لیں گے یہ بھی دیکھ لیں گے کہ تمہارے لیے اور alternatives کیا ہیں۔ بلکہ تم کو پتا ہو گا کہ اسی تھوڑا بہت سوشل ورک کر رہی ہیں اس میں تم کس طرح مدد کر سکتی ہو۔ تمہارا تو سبیک فکٹ بھی سوشیالوگی کا ہے۔“

ضروری تو نہیں ہے کہ صرف جو نظم کڈ دے یہی سوسائٹی میں کوئی کنٹری بیوشن کی جائے۔“

وہ اس کی بات غور سے سنتی رہی۔

”ہاں یہ ضروری نہیں ہے۔“

”پھر اور بہت سارے کام ہیں جو تم کر سکتی ہو مگر ضروری نہیں ہے کہ تانہ لٹاؤ اور الاکھم کیا جائے اور پھر روز کی کیا جائے پھر روز صبح تم گھر سے نکل جایا کرو گی تو میں تمہاری شکل کے دیکھا کروں گا۔“

وہ بات کرتے کرتے کچھ سنجیدہ ہوا۔ علیحدہ اس کی بات پر ابھی جی غور کر رہی تھی اس نے جینے کے آخری جتنے غور نہیں کیا۔

”جو نظم کے علاوہ بھی اور بہت کچھ ہے دنیا میں یہ کوئی اہلکار اور ایسا تو نہیں ہے تمہیں شینگنگ ہو گی وہی ہے۔“

جینید نے اس کے لیے بہت کچھ سے علیحدہ ہو لی۔ اس بندے میں ابھی پہلی جاب ہے جو تم میں ہے۔ وہ اب پروائی کرتا رہا تھا۔ ”کال کچھ نہیں ہوئی جارہی ہے حالانکہ میں زیادہ سے زیادہ اس سے کم صرف مبارکبادی دیتا رہا تھا۔“

جینید کو اچانک وقت گزرنے کا احساس ہوا۔ ”اس وقت تمہاری نیند خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔“

”نہیں میری نیند خراب نہیں ہوئی۔“ علیحدہ اس کی بات پر مسکرائی۔

”اے خالص لیے عرصے کے بعد ہم دونوں کی اتنے غورگوار محول میں گفتگو ہوئی ہے۔“ جینید کو اچانک یاد آیا اور ان مجھے واقعی ابھی نیند آئے گی۔“

وہ اس کی بات پر مسکرائی۔

خدا حافظ کہنے کے بعد جینید نے فون بند کر دیا وہ اگلے کئی منٹ ہاتھ میں ماکے سہاگل کو دیکھتے ہوئے مسکراتی رہی واقعی ان دونوں نے کئی گفتگو کے بعد اتنی اچھی طرح ایک دوسرے سے بات کی تھی کہ اور وہ کئی دلوں کے بدلتا ہوا تھی۔ اے اپنی ساری تھکن خائب ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

”جینید کو آج واقعی بہت اچھی نیند آئے گی مگر مجھے میرے آج جلدی سونا خاصا مشکل ہو گا۔“ اس نے سونے کے لیے بیڈ پر لیٹتے ہوئے اس وقت سوچا جب وہ بار بار اس کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو کو ذہن سے جھٹکتے میں بہم رہی۔

علیحدہ جینید کے ساتھ اس وقت ہوٹل میں چٹنی تھی وہ دونوں وہاں کھانا کھانے کے لیے آئے تھے جینید نے اسے کچھ شاپنگ بھی کر والی تھی شاپنگ سے واپسی پر وہ اس ہوٹل میں چلے آئے۔

”یہ شادی سے پہلے ہمارا آخری کھانا ہے۔“ وہ گرو آرڈر دینے کے بعد جینید نے علیحدہ سے کہا۔

”کئی بار تو ہم ایسی کسی جگہ پر شادی کے بعد بھی بیٹھے ہوں گے۔“

”کوئی آخری خواہش ہے تمہاری۔۔۔ کوئی ایسا کام جو تم آج کرنا چاہو۔“ جینید نے گھر اسٹائل کیا۔

علیحدہ کو اس کی سنجیدگی پر ہنسی آئی۔ ”آپ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں جینید۔ آخری خواہش سے کیا مطلب ہے آپ کا؟“

”کوئی ایسی چیز جو ہم آج کر سکتے ہو مگر تین ہفتے بعد نہ کر سکو۔“ جینید نے مطلب سے شادی کے بعد۔“

”میرے ذہن میں تو ایسی کوئی چیز نہیں آ رہی جو میں اب کر سکتی ہوں اور شادی کے بعد نہیں کر سکتی۔“ علیحدہ حنا پروائی سے کہا۔

”یار سوچو۔۔۔ ذہن پر زور ڈالو۔۔۔ کچھ نہ کچھ تو ایسا ہو گا جو ہم آج کر سکتے ہیں مگر شادی کے بعد نہیں کر سکتے۔“

اب میں جتنے تھک تو میں تم سے مل نہیں سکوں گا اس لیے اگر تمہاری کوئی خواہش اور میری کوئی تو پھر مجھے مت کہنا۔“

نہیں ہوگی۔ اور تو کچھ بھی ایسا نہیں ہے جو چھٹ جائے اور خماں تک آپ سے ملاقات کی بات ہے تو شادی کے بعد آپ سے ملاقات تو روزی ہوئی رہے گی۔ پھر اور کیا ہے۔" علیزہ نے کہا۔
 "ہاں واقعی اور ایسا ہے ہی کیا جو چھٹ جائے گا۔ یعنی تمہاری کوئی ایسی خواہش نہیں ہے جو ادھوری رہ جائے گی؟"

"نہیں میری ایسی کوئی خواہش نہیں ہے جو ادھوری رہ جائے گی۔"
 "پھر بھی یا اگر کچھ منوانا ہو تو آج منوالو میں بہت اچھے موڈ میں ہوں شاید بعد میں تمہاری فرمائش اس طرح نہ پوری کروں جس طرح آپ کرنے پر تیار ہوں۔" جنید نے فراخ دلی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
 "میں نے آپ سے بھی کبھی کوئی فرمائش نہیں کی یہ آپ کو یاد رکھنا چاہیے۔" علیزہ نے اسے بتایا۔
 "یعنی میں خود ہی تمہارا اتنا خیال رکھتا ہوں کہ تمہیں فرمائش کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ تم یہی کہنا چاہ رہی ہو نا؟" جنید نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔
 "نہیں میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ میں فرمائشوں پر کچھ زیادہ یقین نہیں رکھتی خاصی قانع و شکر ہوں۔"

"اسی لیے تو تمہیں میں نے آفر کی ہے۔"
 علیزہ نے اس کے مسکراتے چہرے کو غور سے دیکھا۔
 "اگر آپ اتنا اصرار کر رہے ہیں کسی فرمائش کے لیے تو آپ میری ایک خواہش پوری کر دیں۔" اس نے چند لمحے کچھ سوچتے رہے بعد یک دم سنجیدگی سے کہا۔
 "بالکل ضرور کیوں نہیں۔" جنید نے کچھ دلچسپی کے ساتھ نکل پر اپنی گھنٹیاں نکالتے ہوئے کہا۔
 "عمر سے دوبارہ کبھی مت ملیں۔"

جنید کے چہرے سے مسکراہٹ مٹا کر ہو گئی۔ وہ ایک بار بغیر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "یہ کیا بات ہوئی؟"
 "آپ نے خود ہی کوئی فرمائش کرنے کے لیے کہا تھا۔" علیزہ نے اسے یاد دلایا۔
 "مگر یہ تو خاصی نامناسب سی فرمائش ہے۔" جنید یک دم سنجیدہ ہو گیا۔
 "نہیں کوئی اتنی نامناسب نہیں ہے۔" علیزہ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا کہ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ پہلے کی طرح اب بھی عمر سے کوئی رابطہ نہ رکھیں اس سے ملنے سے احتراز کریں اس میں نامناسب بات کیا ہے؟"
 "میں اس سے بہت زیادہ تو نہیں ملتا ہوں۔"

"میں چاہتی ہوں آپ اس سے نہ ملیں نہ کم نہ زیادہ۔ سرے سے ہی نہ ملیں۔"
 "کیوں؟"
 "کیونکہ میں اسے پسند نہیں کرتی۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔
 "تم اسے پسند کیوں نہیں کرتیں؟"
 "آپ جانتے ہیں۔"

جنید نے اس کی بات پر تندرستہ ناگواری سے سر جھکا۔ "صرف ایک واقعہ کی بنا پر کسی کے بارے میں اس طرح کی ختمی رائے بنالینا اور کسی کو ناپسند کرنے لگنا کچھ مجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ بہت بہت illogical (غیر منطقی) اور Unreasonable (نامناسب) قسم کی بات ہے۔"
 "ایک یا دو واقعات کی بات نہیں ہے۔ بہت ساری وجوہات ہیں اس کے لیے میری ناپسندیدگی کی۔" علیزہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم زبردستی ڈالنا پسند کرو گی ان بہت ساری وجوہات میں سے چند ایک۔"

"اگر میں نے یہ کام شروع کیا تو ہم لوگ خاصا وقت ضائع کریں گے۔" علیزہ نے بات کو لوٹ لے رہے ہوئے

کے لیے مناسب نہیں ہے کہ تم عمر کو اس کے پروفیشن سے ہٹ کر صرف ایک فیملی ممبر کے طور پر دیکھو۔ اس کے پروفیشن کے حوالے سے اسے جتنی گروتھ جنید نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔
 "جس کے باوجود اس کے لیے میری ناپسندیدگی اسی طرح قائم رہے گی۔" علیزہ نے دو لوگ انہمازیں کہا۔
 "اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ میں اسے اس کے پروفیشن کے حوالے سے جتنی گروتھ یا نہ گروتھ دیکھوں۔"
 "مجھے حیرت ہوئی ہے اس نے ہمیشہ تمہاری تعریف کی ہے اور تم اس کے بارے میں اتنی نیکیوں سوچ رکھتی

تو بھی مجھے ناپسند کرتا ہے۔" علیزہ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔
 "میں کم از کم میں تمہاری اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔" جنید نے قطعیت سے سہلاتے ہوئے کہا۔
 "تو سالوں میں میں نے ایک بار بھی عمر کے منہ سے تمہارے خلاف کبھی کچھ نہیں سنا۔ وہ ہمیشہ تمہاری بارے میں بہت فکر مند رہا ہے۔ اس نے ہمیشہ تمہاری تعریف کی ہے۔"
 جنید روانی سے کھنکھار رہا تھا علیزہ بے حس و حرکت چلیں جھپکاتے بغیر اسے دیکھ رہی تھی۔
 "ہو سکتا ہے تم وہاں کے درمیان کچھ غلط فہمی ہوئے ہو وہ جانا چاہیے اور مجھے غلط فہمی کے حاملہ کچھ اور لگتا

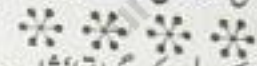
ہے نہیں جب تم اپنے کسی کو رکن پر اس کے کیریئر یا پروفیشن کے حوالے سے تنقید نہیں کرتیں یا اسے ہارنے میں کرتیں تو پھر آخر عمر کی یوں کیا ہے اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہے۔"
 جنید بات کرتے کرتے رک گیا۔ علیزہ کے چہرے کے تاثرات سے اسے عجیب سی محسوس ہوئی۔
 "کیا ہوا؟" کیا میں نے کچھ غلط کہا؟" جنید نے اس سے پوچھا۔
 "کتنے سالوں سے جانتے ہیں آپ عمر کو؟" اس نے سرواوازش جنید سے کہا وہ اسے دیکھنے لگا۔
 "کتنے سالوں سے؟"

"ہاں کتنے سالوں سے؟" آپ نے کہا۔ آپ نے "کتنے سالوں" سے کبھی عمر کے منہ سے میرے بارے میں کچھ برا نہیں سنا تو آپ اور عمر ایک دوسرے کو کب سے جانتے ہیں؟"
 جنید نے مسکراتے کی کوشش کی "میں میں نے تو یہ نہیں کہا۔"
 "آپ نے یہی کہا ہے۔" اس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔
 اس سے پہلے کہ جنید کچھ کہتا وہ بٹریبل پر کھانا سرو کرنے لگا۔ علیزہ کی بھوک فہم ہو چلی تھی۔ کیا آج بھر کوئی لاش کا ٹکس ہوئے والا تھا؟ چند منٹ کے بعد وہ بٹری کھانا لگا کر چلا گیا۔
 "چند دن پہلے بھی آپ نے فون پر مجھ سے یہی کہا تھا کہ سات آٹھ سال پہلے تو مجھے غصہ نہیں آتا تھا میں نے سوچا کہ آپ نے بے دھیالی میں ایسا کہا ہے مگر ایسا تو نہیں ہے۔ آپ مجھے کب سے اور کتنا جانتے ہیں۔"

"علیزہ چھوڑو یا رہا ہم دونوں کیا اصول باتیں لے کر بیٹھے ہیں۔ کھانا کھا لیتے ہیں۔" جنید نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔
 "میں یہاں سے اٹھ کر چلی جاؤں گی اگر آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ عمر کو آپ کب سے جانتے ہیں؟" اس بار اس کی آواز میں واضح طور پر ناراضی تھی۔
 جنید یک دم سنجیدہ ہو گیا کچھ دیر وہ ایک دوسرے کے چہرے دیکھتے رہے پھر جنید نے ایک گہرا سانس لے کر جیسے ہتھیار ڈال دیے۔
 "پندرہ سال سے۔" وہ دم بخود رہ گئی۔

اس وسیع و عریض ڈائننگ ہال میں اسے اپنا سانس گھٹا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اپنے ہاتھ کی کچکپاہٹ کو

پچھانے اور خود کو جیسے سارا دینے کے لیے اس نے اپنے ہاتھوں کو نمیل پر رکھ دیا۔ وہ اس کے بالمقابل اپنی کرسی پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا وہ کوئی جس کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ عمر کے برعکس اس سے بیٹھ مخلص رہا ہے۔
 آوی جس کے بارے میں اسے خوش فہمی تھی کہ وہ کبھی اسے کسی چیز کے بارے میں دھوکے میں نہیں رہے گا۔



جیند اب بات کرتے کرتے کچھ دیر کے لیے رک گیا تھا شاید وہ بات جاری رکھنے کے لیے کچھ مناسب لفظوں کی تلاش میں تھا۔

علیہ نفی رنگت کے ساتھ اس کے چہرے پر نظرس جمائے بیٹھی تھی۔ وہ بخود اور سناکت۔
 ”ہم لوگ باہر ایک سی یونیورسٹی میں تھے۔“ جیند نے چند لفظوں کے بعد شاید بات کا سراغ تلاش کر لیا تھا۔ ”میں

اور مرب“ وہ رکا پھر علیہ کا ہر دیکھتے ہوئے بولا۔
 ”میں یہ بات تمہیں پہلے کچھ عرصے سے بتا دینا چاہتا تھا۔ مگر میں کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔
 ہم لوگ روم میسٹس تھے۔ ہمارے چار سٹنٹس الگ تھے۔ مگر ہم لوگوں کی دوستی پر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ یونیورسٹی کے بعد بھی کچھ عرصہ ہم آہٹھے ہی رہے پھر لندن چلا گیا۔ میں واپس پاکستان آ گیا۔ میں نے اپنے بیاہی کی فرم کو جو اسن کر لیا مگر ہم دونوں بیٹھ رابطے میں تھے۔“ جیند نے رک کر اپنے گلاس میں پانی ڈالا۔
 کہہ رہا تھا۔

”بہت گہری قسم کی دوستی ہے ہماری۔“ عرصہ جب بھی پاکستان آتا تھا میرے یہاں بھی آتا تھا۔ بعد میں محل سروس میں آنے کے بعد یہ لفظ کچھ اور گہرا ہو گیا۔ جتنا عرصہ وہ پاکستان میں رہا بڑی بات تھی کہ ہمارے یہاں آتا رہا۔ بعض دفعہ وہ ہمارے گھر ٹھہرتا بھی رہا ہے۔ چند دنوں بعد بہت لپا عرصہ ہوتا ہے کہ کوئی چند دن نہیں ہوتے کہ انسان ایک دوسرے کو جان نہ سکے۔ میں عمر کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں بہت ہی اچھی طرح اسی لیے جب تم اس پر تنقید کرتی تھیں تو میں نے ”جیند نے پانی کا کھونٹ بھرا۔“

”جیند نے کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ عمر اس طرح کا ہے جس طرح کا تم اسے جانتی ہو۔ اگر ساری دنیا بھی میرے سامنے جمع ہو مگر ایک وقت میں وہی باتیں کہے جو تم کہتی ہو تب بھی میں یقین نہیں کروں گا۔“ اس کے کچھ اور انداز میں قطعیت تھی۔

”وہ میرا بہترین دوست ہے اور میں اسے کسی بھی ”سکرے“ شخص سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔“ وہ خال خالی نظروں سے اڑا کر چہرہ دیکھنے لگی۔

جیند ابراہیم کا چہرہ اپنے منگیترا کا چہرہ عمر جاتیر کے بہترین دوست کا چہرہ۔
 جیند نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”صرف میں ہی نہیں میرے گھر والوں کے لیے بھی وہ کوئی اچھی شخص نہیں ہے۔ وہ ہماری پہلی کا ایک فرد ہے یہ سمجھ لو کہ میری امی کا تیسرا بیٹا ہے وہ۔ اسے آئے نہ تب بھی فون پر میرے گھر والوں سے اس کا رابطہ رہتا ہے۔ میرے پیرنس سے خاص طور پر میری چھوٹی بہن سے۔ فری سے۔“

”تو آپ عباس کے دوست نہیں ہیں؟“ اس نے ایک بھی خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔
 ”نہیں۔“ جیند نے نفی میں سر ہلایا۔ ”عمر کے توسط سے میں تمہیں اور تمہاری فیملی کے اور بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں اور ان میں عباس بھی شامل ہے مگر عباس سے میری کوئی دوستی نہیں ہے۔ صرف جان پہچان ہے۔“ جیند نے کہا۔

”اور مجھے۔“ مجھے آپ کب سے جانتے ہیں؟“ اس نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا۔
 جیند کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھری۔ ”بہت سال ہو گئے ہیں۔ یہ کہنا بہتر ہے کہ بہت سالوں سے۔ پہلی بار میں تب تم سے ملا تھا جب عمر سروس کے امتحان کے لیے پاکستان میں تھا۔ عمر کے ساتھ میں تمہارے گھر

تھا تھا۔ تم اس وقت کہیں جاری نہیں اور ہم لوگ لاؤنچ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمر نے ہم دونوں کا تعارف کروایا۔
 فائدہ دینا میں نے فون کیا تھا عمر کے لیے اور تم نے فون کر لیا تھا۔
 علیہ کو یاد آیا کہ جیند سے پہلی بار مصورین میں ملاقات کے دوران اسے بار بار یوں لگتا تھا جیسے اسے پہلے بھی میں دیکھ چکی ہے مگر کوشش کے باوجود وہ یہ یاد کرنے میں ناکام رہی تھی کہ اس نے اسے کہا تھا کہ بعد میں اس نے اپنے اس خیال کو جھٹک دیا تھا۔

”اس کا مطلب ہے نا تو بھی آپ کو بہت عرصہ سے جانتی ہوں گی؟“
 ”ہاں تب ہی ہے جب میں عمر کے ساتھ دو چار بار ان کے ہاں آیا۔ بعد میں بھی ان سے بات ہوئی تو ہوتی تھی مگر ملاقات کا سلسلہ قدرے محدود ہی رہا کیونکہ میں کچھ اور تعلیم کے لیے ایک بار پھر باہر چلا گیا تھا۔“ جیند نے آرام سے بتا دیا۔

”عمر سے میں نے تمہارا بہت ذکر سنا تھا۔ تم ان چند لوگوں میں سے ہو۔ جن کا نام بیٹھ اس کی زبان پر رہا ہے۔ تمہارے لیے کسی زمانے میں بہت پریشان بھی رہتا تھا۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم دونوں کی کسی زمانے میں آپس میں بہت اچھی دوستی تھی۔“

”مگر عمر کے گھر کی وجہ سے تمہارے اور اس کے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں اور تم اسے برا سمجھتے تھے۔ مگر عمر کی رائے تمہارے بارے میں بیٹھ اچھی رہی تھی اس لیے اسے بھی تمہارے بارے میں کچھ بھی برا نہیں ہوئے تھے۔ کبھی بھی نہیں۔ تمہاری بیٹھ اچھلی کر آجی۔“ جیند نے اسے دیکھتے دیکھتے لہجے میں کہنا جاری کیا تھا۔
 ”مجھے شادی کرنے کے لیے کسی نے کہا تھا آپ کو؟“ عمر نے۔“

اپنے ہونٹ پیچھتے ہوئے اس نے جیند کی بات کو سنی ان سنی کر کے پوچھا۔ جیند اس کی بات کے جواب میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا وہ کچھ نہ کہتا تب بھی وہ اس سوال کا جواب جان چلی تھی۔ شکست خوردہ انداز میں اس نے اپنے سامنے براہویا پانی کا گلاس اٹھالیا۔

”کئی سال پہلے اس نے مجھ سے ایک بار ایسی بات کہی تھی۔“ جیند کا لہجہ اب پہلے سے بھی زیادہ صبرانہ تھا شاید وہ علیہ کے تاثرات سے اس کی دلی کیفیت جان رہا تھا۔

”اس وقت میں شادی کے بارے میں سیریس نہیں تھا بلکہ اس وقت میں نے اس بارے میں کچھ سوچا ہی نہیں تھا کیونکہ میں اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہ رہا تھا۔ اور یہ بات میں نے اس کو بتادی تھی مگر وہ بغیر تھا کہ جب بھی شادی کروا اس کے خاندان میں کروں، تم سے کروں۔ وہ چاہتا تھا کہ میں اس کے خاندان کا ایک حصہ بن جاؤں مجھے اس وقت اس کی بات پر ہنسی آتی تھی کیونکہ میرا خیال تھا کہ وہ جتنا تمہارا ذکر کرتا تھا شاید وہ خود تم میں اثر نہ تھا۔ مگر بعد میں میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔“

ہاتھ میں پکڑے ہوئے گلاس پر علیہ کی گرفت کچھ اور سخت ہو گئی۔
 ”میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے دوبارہ باہر چلا گیا مگر عمر بار بار مجھے یہ یاد دلاتا رہا کہ واپس آکر مجھے تم سے شادی کرنی ہے۔“ جیند نے ایک بار پھر کہنا شروع کیا۔ ”واپس آکر بھی وہ کہے ہی کہتا رہا کہ میں اپنی شادی کے بارے میں بالکل پریشان نہ ہوں کیونکہ وہ بہت عرصہ پہلے ہی یہ طے کر چکا ہے کہ مجھے کس کے ساتھ شادی کرنی ہے۔ پھر آخر کار جب کچھ حیث ہو جانے کے بعد میں نے شادی کا فیصلہ کیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں تم سے ایک بار مل لیا اس نے یہ بھی کہا کہ میں یہ ظاہر نہ کروں کہ میں عمر کا دوست ہوں کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس صورت میں تم مجھ سے شادی پر تیار نہیں ہوگی۔ اس لیے عباس کے گھر والوں کی مدد لینی پڑی۔“ وہ ایک بار پھر بات کرتے کرتے رک گیا۔

”میں ان میں عباس کی ممتی تمہیں مجھ سے ملوانے کے لیے ہی لے کر آئی تھی۔ وہ خود ذاتی طور پر مجھ سے

صرف ایک پارٹی ملی تھی اور یہی جملی کو بھی نہیں جانتی تھی مگر عمر نے ان کے کہنا کہ وہ تمہیں لے کر بھروسہ نہیں دے گا اور تمہیں سے ملنا دوسرے۔

وہ خالی الذہنی کے عالم میں اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔
”بھئی اور عمر کی دوستی اس نوعیت کی ہے کہ میں اس کی بات نہیں مانتا۔ وہ تمہارے بجائے مجھے کسی اور لڑکی سے بھی شادی کا کہتا تو میں تب بھی تیار ہو جاتا۔ تمہاری تو خیالات ہی وہ سری تھی۔ تمہارے بارے میں تو وہ کئی سالوں سے یہی برن داؤد تھا۔ کبھی تو یہ بھی کہ بھروسہ میں تم سے اتنے سالوں بعد دوبارہ ملنے پر مجھے تمہارے لیے کوئی اہمیت محسوس نہیں ہوتی۔ مجھے یہ نئی لگا جیسے میں بہت سالوں سے تم سے ملتا رہا ہوں۔“

جینوہ کا کہنا
”تم نے مجھے پہچانا نہیں، حالانکہ مجھے اس کا خدشہ تھا۔ مگر عمر کو یقین تھا کہ تم مجھے نہیں پہچان سکو گے۔ تمہارے بارے میں اس کے اندازے ہمیشہ صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ میرے گھر والوں نے بھی میرے کہنے پر تم پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ عمر کو جانتے ہیں یا عمر ہمارے ہاں آتا جاتا ہے۔ میں نے تمہاری اور عمر کی آپس میں غلط فہمی کے بارے میں انہیں بھی بتا دیا ہے مگر یہ سب بیٹھ ایسا نہیں رہ سکتا تھا۔ کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی طرح تمہیں یہ بات ضرور چل جاتی کہ میں اور عمر آپس میں دوست رہے تھے۔ اور پھر تمہیں ”جینوہ بات کرتے کرتے رک گیا۔“
”تمہاری پینڈی کی محبت۔ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ میرے لیے عمر کا ایک اور احسان۔ بس اور کیا تھا جینوہ ابراہیم۔“ علیہ نے اپنے سامنے بیٹھ ہوئے شخص کو دیکھتے ہوئے بے یقینی سے سوچا۔ ”اور میں چھپلے ایک سال سے اس گمان اور خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ یہ شخص مجھ کو دیکھ کر۔ مجھ سے مل کر میری محبت میں گرفتار ہو گیا ہے اور میں نے اپنے وجود کو خوش فہمیوں اور سراہیوں کی لکٹی بلی زنجیر میں بند کر لیا تھا۔ کیا انہیں واقعی محبت نام کی کوئی چیز ہوتی ہے اور یہ شخص عمر کا یا رفاہ جینوہ ابراہیم۔ جو مجھے یہ بتا رہا ہے کہ یہ عمر کے کہنے پر کسی سے بھی شادی کر سکتا تھا۔ میری محبت میں اپنے دل کے کہنے پر کہاں جھکا ہو سکتا تھا۔“ وہ باؤف وہن کے ساتھ اسے دیکھنے جا رہی تھی۔ محفل کا ایک عجیب سا احساس اس کے اندر سرایت کرتا جا رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے کی خوشی اور اطمینان جیسے محسوسات اڑ گئی تھی۔ جینوہ اس سے بھرپور کہہ رہا تھا۔

”میں جانتا ہوں یہ سب کچھ سن کر تمہیں بہت غصہ آ رہا ہو گا۔ مگر۔“ جینوہ کہہ رہا تھا۔
”غصہ۔“ علیہ نے اسی کیفیت کو جانچا۔ ”نہیں اب غصہ نہیں آ رہا تھا۔ شاید آج پہلی بار اس طرح کے انکشافات سن کر اسے غصہ نہیں آیا تھا۔ نہ عمر کا گھبرانا نہ جینوہ ابراہیم پر۔ نہ اپنے آپ پر۔ اور وہ یہ بات جینوہ ابراہیم کو جانتا چاہ رہی تھی کہ اسے جینوہ پر غصہ نہیں آ رہا تھا۔ مگر ایک دم ہی اسے احساس ہو رہا تھا کہ افسوس کو چٹا اور جوڑ کر ادا کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا۔ لفظ اپنی وقعت اور اپنی آواز بھی کھو گئے تھے۔
”میں تمہیں اس سب کے بارے میں کبھی بھی اچھوٹے میں نہ رکھتا۔ جلد یاد کرو میں تمہیں یہ سب کچھ بتاؤں گا۔“

وہ کہہ رہا تھا۔
”جلد یاد کرو؟“ وہ بھرپور پوچھنے لگی۔ ”لکٹی جلدی اور لکٹی ویر سے۔ اگر آج میں اصرار نہ کرتی تو کیا یہ مجھے سب کچھ بتا دیتا۔“ اس نے جینوہ کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ ”اور اگر مجھے یہ سب کچھ شادی کے بعد بتا چلتا تو۔ تو میں کیا کر سکتی تھی؟“

”حالانکہ عمر یہ چاہتا تھا کہ تمہیں یہ سب کچھ بھی نہ بتایا جائے۔ لیکن میں یہ نہیں کر سکتا۔ تمہیں نہ بتانے کا مطلب ہے کہ عمر میرے گھر نہ آ سکے گا۔ ابی میں اس سے اس طرح کھلے عام مل سکوں گا جس طرح اب ملتا ہوں اور میں اس سے اپنی دوستی کسی طرح ختم نہیں کر سکتا۔ کسی قیمت پر نہیں۔“ وہ قطعیت سے کہہ رہا تھا۔ ”اسی لیے یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کے بارے میں ہر غلط فہمی دور کر لو۔ مگر ایک بہت اچھا انسان ہے اور وہ ہمیشہ میرا بہترین

دوست رہے گا۔ میں تمہارے کہنے پر ہر کسی کے بھی گھٹنے پاتے نہیں بھروسہ نہیں لگتا۔“
علیہ نے دو سری کرسی پر پرانا ایک اٹھایا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ جینوہ نے ان کو گایا۔ ”تم مکان جا رہی ہو؟“

علیہ نے جواب دینے کے بجائے قدم بڑھا دیے۔

”علیہ۔ علیہ۔ جینوہ کچھ پریشان ہوتے ہوئے خود بھی اٹھ کھڑا ہوا مگر علیہ نے دوا کر اسے نہیں دیکھا۔ جینوہ نے اپنے والٹ میں سے کچھ نوٹ نکال کر بیڑ پر رکھ دیے اور خود بھی علیہ کے پیچھے آگیا۔ اب دروازہ کھل کر یہ دیکھیاں اتر رہی تھی۔

”علیہ۔ علیہ۔“ جینوہ ایک بار پھر سے آوازیں دے لگا لگا اس نے مڑ کر بغیر بیڑھیاں اترتا جا رہی رکھا وہ تیزی سے بیڑھیاں اترتے ہوئے اس کے سامنے آگیا۔
”ایا ہوا؟“ اس طرح باہر کیوں نکل آئی ہو؟“

علیہ روک کر فریاد اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔ آگے نہیں جا سکتی تھی۔

”اسی ہوا۔“ اس نے پریشانی سے پوچھا۔

”اس طرح کھانا چھوڑ کر کیوں آتی ہو؟“

”میں گھر جا چکا ہوں۔ ابھی۔ اسی وقت۔“ اس نے سستے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہیں کھ رہی جانتا تھا۔ مگر اس طرح کھانا چھوڑ کر۔“

”آپ کھانا کھائیں۔ آپ کیوں کھانا چھوڑ کر آگے ہیں؟“ علیہ نے جینوہ کے دائیں طرف سے لکٹی کی کوشش کی۔

”میں خود یہاں کھانا کھانے نہیں گیا تھا علیہ۔ اتر مارے ساتھ کھانا کھانے آیا تھا۔“

جینوہ نے افسوس سے کہا۔ وہ اب اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ علیہ خاموشی سے جلی رہی تھی۔

”فحشک ہے میں تمہیں گھر ڈرا رہا ہوں۔“ جینوہ نے بالآخر ہتھیار ڈال دیا۔

علیہ نے اپنے قدم روک دیے۔ جینوہ اب پارکنگ کی طرف جا رہا تھا۔ وہیں کھڑی رہی۔ کچھ دیر کے بعد وہ گاڑی اس کے قریب آگیا۔ اس نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا اور خاموشی سے اندر بیٹھ گئی۔

”میں جانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہو کر میں نے ہر بات کی وضاحت کی ہے۔“

جینوہ یقیناً ”اب پریشان تھا اسی لیے اس نے گاڑی کو زمین روڑ پر لائے ہی ایک بار پھر اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس کی طرف دیکھنے لگا اور اس کے من میں سے باہر دھمکتی رہی۔

”علیہ۔ علیہ۔ میری طرف سے کسی غلط فہمی کو ال میں جگہ مت دے۔“

علیہ کی خاموشی جینوہ کی پریشانی میں اضافہ کر رہی تھی۔

”میں نے کچھ جتنے جتنے بھی ایک دن تم سے یہ کہا تھا کہ میں تمہیں بھڑکانا چاہتا ہوں۔ میں یہی بات تمہیں بتاتا چاہتا تھا۔“ وہ کہہ رہا تھا۔ ”بلکہ میں عمر سے اپنی دوستی کو سرے سے چھپا چاہتا تھا۔ میں تمہیں اس کا اصرار تھا جس پر مجھے ایسا کرنا پڑا مگر اس میں تمہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ نہ میری طرف سے۔ نہ عمر کی طرف سے۔ اور میں انہی کیوں کرنا پڑا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔“

جینوہ کا بوجھ دور سے بے رعب ہو رہا تھا۔ علیہ اب بھی وہ ان کے من سے باہر دھمکتی رہی۔

جینوہ قدرے بے چارہ کی طرح عالم میں خاموش ہو گیا۔ ”میں پھر بھی ایک سکور کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے جینوہ سب کچھ بہت برا لگا ہو یا اس سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو۔“ وہ چپ ہو گیا۔ شاید اس کے پاس کرنے کے لیے کوئی اور بات باقی نہیں رہی تھی۔

علیہ کے گرد سے گھٹ برائیں نے ہاروا بھرا کر کیدار کو متوجہ کیا مگر گاڑی گھٹ پر رکھنے ہی علیہ دروازہ کھلے گی۔

”علیہ! میں گاڑی اندر لے کر جا رہا ہوں“۔ ”یہ سب کچھ“۔
 ”نہیں اب میں سے چلے جائیں اندر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ علیہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم اپنے شاہ زاد اٹھا۔“
 علیہ نے جھلی سیٹ پر رکھے ہوئے شاہ زادی طرف اشارہ کیا مگر اس کے پیٹے کہ وہ انہیں اٹھا کر اس کی طرف بڑھنا تو گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر لے جاتا تھا۔ اس نے گاڑی میں اس کے پیچھے بیٹھ کر اسے بیٹھ کر رکھا۔

کچھ جھنجھلاتے ہوئے علیہ گاڑی کو آگے بڑھنے لگا۔ علیہ و نارویہ اس کے پیچھے بہت فاصلہ نہیں تھا۔ اگر اس کے وہم و گمان میں بھی یہ ہو گا کہ وہ اس طرح کے رد عمل کا اظہار کر سکتی ہے تو وہ بھی اس کے سامنے اس طرح کے اظہار نہیں کر سکتا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ خود بہت ناراض ہوئی مگر وہ اسے اٹھا کر اس کی یہ ناراضی دور کر کے گاڑی سے توجہ نہیں دیتی کہ وہ اس طرح کا اظہار کیا ہی نہیں کر سکتا۔

علیہ اپنے پیچھے اس کی گاڑی کے اندر آنے کی کو آواز سن رہی تھی مگر اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ لاٹوچ کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی۔ لاٹوچ میں بیٹھی تھیں انہوں نے علیہ کو متوجہ کرتے ہوئے دیکھا۔

”تم بہت جلدی آگئیں میں سوچ رہی تھی کہ اندر سے دیر سے آؤ گی۔“
 انہوں نے اسے دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔ علیہ نے ان کی بات کے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ ایک نظر انہیں دیکھنے کے بعد وہ ان کے اظہار کو دیکھ کر گزری۔ ٹانگوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ اس کے چہرے کے تاثرات سے کچھ بھی اندازہ نہیں کر سکتی تھیں۔

علیہ وہاں رکے بغیر حیدر آباد کے گھر کے میں پہلی آئی۔ اپنے گھر کے میں داخل ہوئے ہی اس نے اپنے چوک کو اپنے بستر پر اچھال دیا۔ اور خود وہ اندر کے ساتھ پرے صوف کی طرف بڑھ گئی۔ اپنے جوتے اتار کر وہ ٹوپی پہن کر صوف کے اوپر گئے ہوئے کھن گود میں لے کر بیٹھ گئی۔ وہ اپنی کیفیات خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ حیرت انگیز بات تھی کہ آج خلاف معمول اسے رونا نہیں آ رہا تھا۔

”بھئیہ! برا نہیں۔“ اس نے زیر لب اس کا نام دیا۔ اس نے کچھ دیر پہلے اس کے جوتوں سے نکلنے والے تمام جھلوں کو یاد کرنے کی کوشش کی۔ اس کا شک ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ وہ اندازہ نہیں کیا رہی تھی کہ اسے تم زیادہ ہوا تھا یا پھر غصہ اور ان دونوں چیزوں کا تعلق کس سے تھا۔ علیہ سے؟ عمر سے؟ یا تو؟۔۔۔ یا پھر ان تینوں سے؟

دروازے پر دستک دے کر لاٹوچ اندر آ گئی تھیں۔ ان کے ہاتھ میں شاہ زادی تھیں۔ ”جندہ شاہ زادی! میں نے کیا کیا۔“

”تم یہ ہماری چیزیں اس کی گاڑی میں کیوں چھوڑ آئیں۔“۔ ”ٹانگو نے۔۔۔ نہیں۔“ علیہ نے کہا۔

”اور موڈ کیوں خراب ہے تمہارا؟“۔ ”انہوں نے شاہ زادی پر رکھنے ہوئے کہا۔“

”پھر کوئی بھڑکا ہو گیا ہے تم دونوں میں؟“۔ ”اب اس سے پوچھ رہی تھیں۔“

ان کے لیے میں تشویش کا عنصر نمایاں تھا۔ ”بھئیہ بھی کچھ پریشان نظر آ رہا تھا۔ میرے روتے کے ہاں نور کا نہیں۔ اور سے تمہارے منہ پر بھی بارہ بہتے ہوئے ہیں“۔ ”خیر ہوا کیا ہے؟“

علیہ وہ ان کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے۔ اپنے دانتوں سے انگلیوں کے ناخن کترتی رہی۔

”تم کچھ بتاؤ گی یا اسی طرح بیٹھی رہو گی منہ بند کر کے؟“ اس بار ٹانگو نے اسے پھرتے ہوئے کہا۔ علیہ نے اس بار بھی ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ”شادی سے پہلے اس طرح جھگڑ رہے ہو تم۔ تو بعد میں کیا ہو گا؟ میں اسی لیے کسی گھٹ شپ کے حق میں نہیں تھی۔ اور علیہ! کم از کم تم سے تو میں اس طرح کی حفاظت کی توقع بھی

نہیں کر سکتی تھی۔“

”اس بار بھی کوئی وہ اب نہیں دباؤ وہ اب بھی خاموشی سے علیہ کی طرف اپنے ہاتھوں کو کھینچ رہا تھا۔“

”یہاں آؤ۔“ اس وقت مجھے آگیا اچھوڑ دیں۔ میں اس سے منہ پھرتا کر رہی۔ ”ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے کانوں سے کہا۔“

”مگر آخر تمہیں یہ کیا ہے؟“۔ ”ٹانگو نے پھر تشویش سے اٹھا کر اشارہ کیا۔“

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

”یہاں آؤ۔“ اس وقت اس کے بارے میں صبح کی بات کہیں کی۔ اس وقت اس کے بارے میں علیہ نے کہا۔

جیند کو جین کھا کر آتا تھا اور کئی بار فون کرنے پر وہ عمر تک جین کے پیغام بھی پہنچایا کرتی تھی۔ عمر کے منہ سے اس نے بہت دفعہ جین کا ذکر بھی سنا تھا۔ جوڑی کے بعد یہ دوسرا نام تھا جس کا عمر خاصا ذکر کرتا تھا مگر اس کے باوجود اس نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ جین کا اصلی نام کیا ہے۔ اس کے نزدیک یہ بات کبھی اتنی اہمیت کی حامل رہی ہی نہیں تھی۔

اور اب وہ ماؤف ہوتے ہوئے ذہن کے ساتھ ان دونوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ جیند پر ایسے عمر جہاں تک اپنے بہترین دوست کے ساتھ باندھنا کیوں چاہتا ہے عمر مجھ سے دونوں کو دھوکا دیتے ہوئے مجھے بھی جیند بھی کہی۔

”عمر! بھرا لطف کو رکھا دُر کا پتا ہے۔“ بابر جاوید اگلے دن عمر جہا نکیر کا مہجر لطیف کے کوا آف سے آگاہ کر رہا تھا۔ عمر نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا۔

”دوبارہ پہلے پروموشن ہوئی ہے اس کی۔“ بابر جاوید نے مزید بتایا۔ وہ پچھلے پندرہ مہینے سے عمر جہا نکیر کو اس کی ہدایات کے مطابق مہجر لطیف کے بارے میں بتا رہا تھا اور عمر کی تشویش میں اضافہ ہو رہا تھا۔ مضبوط فیملی بیک گراؤ پر کام مطلب اس کے لیے پریشانی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ مہجر لطیف کے طور طریقوں سے یہ اندازہ تو اسے پہلے ہی ہو چکا تھا کہ وہ کسی میدھے خاں، عام سے گھرانے کا سپوٹ نہیں تھا۔ اس کی گردن کے عمرے میں اسی تلخ کے علم تھے۔ جس طرح کے عمر جہا نکیر میں تھے اسی لیے عمر جہا نکیر نے اس کے طور طریقوں سے یہ اندازہ لگایا تھا اور یقیناً ”عمر جہا نکیر کے بارے میں یہ اندازہ مہجر لطیف بھی لگا چکا تھا۔ ایسے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک دوسرے کو بڑی آسانی سے پہچان جاتے ہیں مگر اس کے باوجود کسی موہو میں امید پر عمر نے مہجر لطیف کے سب گراؤ نڈے کے بارے میں جاننے کی کوشش کی تھی۔

مگر جو اٹھیاات بابر جاوید لایا تھا وہ خاصی دم صلفہ سنیں۔ اس کا پورا پورا پیٹا آرمی۔ شروع ہو کر آرمی پر ہی ختم ہو جاتا تھا۔

عمر نے اس کی تمام باتیں سننے کے بعد کہا: ”فی الحال ہمارے پاس اس آدمی کے خلاف کچھ نہیں ہے جس کو ہم استعمال کر سکیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم قدرے محتاط ہو جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اتنے ہی میرے اوپر کوئی edge حاصل ہو جائے۔ عمر نے بابر کو تسلیہ کرتے ہوئے کہا۔

”سرمیں نے پہلے ہی تمام پولیس افسران کے اچھا بر کو واپس کر دیا ہے۔ خود ریکارڈنگ سے شروع کر دیا ہے میں نے۔ پولیس پرنٹنگ کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“ بابر جاوید نے عمر کو تسلیہ داتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو کوئی شکایت ہو یا نہ ہو، میں یہ چاہتا ہوں کہ آرمی مانیٹرنگ ٹیم تنک میری کوئی شکایت نہ پہنچے۔“ عمر نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔ ”اور ان سب لوگوں کو بتاؤ کہ مجھ تنک ان کی کمیشن کا کوئی معاملہ نہیں آتا چاہیے۔ اگر مجھ تنک اس طرح کا کوئی معاملہ آیا تو میں کچھ دیکھے یا نہ دیکھے بغیر (Suspend) کر دوں گا۔ اور اس معاملے میں کوئی وضاحت قبول نہیں کروں گا۔“ عمر نے بار جاوید کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

”مذوق تم بھی اپنے ”کھانے پینے“ کا سلسلہ کچھ دیر کے لیے موقوف کر دو۔ تمہارا بینک بیلنس خاصی اچھی حالت میں ہے۔ ابھی کافی لمبا عرصہ تم اس میں مزید اضافے کر بغیر وقت گزار سکتے ہو۔“

”میرا“ اس نے اسی انداز میں اپنی خفت کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
 ”غالی ایس سرزمین میں واقعی نہیں بننا ہوں۔ اس بار میں تمہیں بھی بخشوں گا۔ پہلے تو تمہارے

484

بارے میں جتنی شکایتیں آتی رہی ہیں میں انہیں نظر انداز کرتا رہا ہوں مگر اس بار میرے لیے یہ ممکن نہیں ہو گا یہ عمر جاگیر کا لہجہ بابر جاوید کو خلاف معمول سنجیدہ لگا تھا مگر وہ صاف تھا کہ

ہوئے تھے اس پر اس کا سیاسی انداز کیا تھا۔ عمر جماعت کی باہر رہی تھی اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ شاید آری بائیس تک کمیٹی کی موجودگی کے بغیر عمر جماعت اس قسم کی کوئی بدایات نہ اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کچھ اس طرح کے نتائج تجربات ہو چکے تھے جب اس نے اپنے ماتحت عملے کو کچھ نئی کر کے لے کر آیا تو اس میں ایک اس کے لیے اچھا نہیں لگا تھا۔ خود اس کا اپنی اس کے اس کے لکھنے کی کوئی اور اس کے عملے کے عملے کو لے جاتا رہا تھا۔ اس کے علاوہ کے Political big wig اس کے بارے میں تمام اطلاعات اور اس کی ممکنہ نقل و حرکت کے بارے میں تمام اطلاعات ہوتی تھیں۔ نتیجہ اس کے ہر ایک ہٹاؤ کی صورت میں لکھا تھا۔ صورت حال کچھ اس طرح کی بن چکی تھی کہ اس کے شرکی پوری ٹیم کے ہٹاؤ کی صورت میں ایک طرف تھی اور وہ ایک طرف تھا۔ اٹلا ہڑامی ایس بی اور باقی تمام ٹیم اس کے احکامات پر متعلقہ عمل کرتے تھے مگر اندرون خانہ اس کے احکامات کی افادیت کو برا لکھنے کے لیے وہ اس کے احکامات کے پہلے ہی سرکس ہو چکے ہوتے تھے۔ مقامی اخبارات پولیس کے سربراہ اور اس کے ساتھ دیگر خیر کامیوں سے ملتا ہوتا جس میں سچائی کم اور مرجع مسالہ زیادہ ہوتا تھا۔ ابتدائی دو ماہ میں انہوں نے عمر جماعت کو زہنی کر دیا تھا۔ اس وقت میں اس حیدر اس کے کام آیا تھا وہ سبوں میں اس سے باغی عمل سپرو اور تمام لواحقین کے اچھی طرح واقف تھا۔

اور میں بھی پالیس اشیشن ٹائیس ایچ او تمہارا پی ایس پی اور اے ایس پی نہیں۔“

”تم ہے ایک دو روزہ پہلے بیچے کے انحر جوں جوں بھی مولیٰ عروس کے ذریعے سے آئے ہیں اور کبھی نہ ہونے
وفا دار ساتھی نہیں ہو سکتے۔ یہی انہیں ایسا سمجھنے کی کوشش کرنا۔ ان کے ساتھ گپ شپ کو کافی کھیلے۔
جانتے۔ کھانا پیچھے۔ کبھی کسی حد تک کہ وہ تمہارے کام میں تمہاری ہمدرد کریں گے۔“
وہ پچھلی سے عباس کی ہدایات سن رہا۔

”پولیس میں ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی قطعے ایس بی کی کارکردگی شاندار ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے ڈی ایس بی اور اے ایس بی وفاق و تامل ہیں۔ اور جس قطعے کا ایس بی ایسے کام میں اچھا نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ وہاں اصل پولیس بی یا اے ایس بی ہو گا۔ اور وہ ایس بی کے لئے لڑاؤ لڑی ہو گا۔“

Definition: ذہن میں رکھتے ہوئے یہ بات ذہن نشین کر لو کہ وہ دونوں نہیں بھی ایس بی جیت سکتے ہوئے ہیں۔ تم انہیں ایک حکم دو گے آگے بڑھانے کے لیے وہ اس میں معمولی تبدیلی کریں گے بظاہر تبدیلی بڑی یا نہ ہو گے گی مگر اس سے وہ حکم تمہارے حکم میں چھوٹو کی طرح لگے گا اور وہی اللہ مدد کرے گا۔“

”اے بی بی صاحب کا حکم تھا جی یہ۔۔۔“ یہ ان کا جواب تھا۔ اس نے ہمارے دل میں گونج رہا تھا۔ سیدھا ایس اے ایچ او کے ذریعے کراؤ ان کو بائی پاس کرتے ہوئے البتہ دو الے احکامات تم ان ہی کے ذریعے عملے تک پہنچاؤ جو ماتحت عملے کے لیے کسی نہ کسی حوالے سے تکلیف دہ ہوں اور جس پر شور مچاؤ جو عملے کے فرائض ڈیوٹی بھی کروانی ہے تو وہی ایس پی کے ذریعے کراؤ۔ تم ایسے لوگ جسے ثابت ہوئے ہو۔ ”مہاراجہ“ تکلفی سے اسے جھڑکا ”کہ تم نے آئے ہی شاہ معید جیسے نئے آدمی کو اس قابل کر دیا ہے کہ وہ پورا ڈپارٹمنٹ

کرا ایک طرف کھڑا ہوا کہتا ہے۔ "عباس نے اس کے ڈی ایس بی کا نام لیتے ہوئے کہا۔ "ہم لوگ اس دن ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے تیار اور کمرے تھے اور دھڑک رہے تھے۔ سب لوگ۔ جو بندہ شاہد حسین جیسے تھے آدمی کو ٹیکل نہیں ڈال سکتا۔ آگے چل کر کیا کرے گا۔ دو چار اور ہونے والوں میں تمہاری پوسٹنگ ہو گی۔ تو تمہارے ماتحتوں کو کہہ دینا کہ وہ کسی ایک کمرے میں آجائیں گے۔ ایسے ایسے چلتے پھرتے ہوئے تمہارے جوئیئر آفسر کے طور پر آئیں گے کہ تمہارے ہوش نہ کھائیں گے۔ اپنے علاقے میں ایک آدمی نہیں ہے جس کے ساتھ تم نے بنا کر رکھی ہو۔ اپنے محلے کے ساتھ۔ وہاں کے سپاہی یا محنتی کمرائوں کے علاوہ۔ تم چاہتے ہو کہ وہ لوگ کمرے میں آجائیں۔"

"میرا مسئلہ میرے شرکاء ہیں۔ ان طرح کی بے ہودہ خبریں لگاتے ہیں وہ میرے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ اور آگے سے وہ خبریں پیش کر رہے ہیں کہ لیتا ہے۔"

"تمہارا مسئلہ تم خود ہو۔" عباس نے اس کی بات ٹھکائی۔ "ایک لوکل اخبار کی کیا سبب ہوتی ہے۔ ایس بی کے بارے میں کچھ غلط چھاپتے ہوئے جان لگتی ہے ان کی۔ تمہارے بارے میں اگر اتنے دھڑک رہے ہیں اور اتنی بے خوفی سے خبریں پھیل رہی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ انہیں کسی کی پٹائی حاصل ہے اور وہ بھی خود تمہارے محلے میں سے کسی کی۔ اور تمہارے ڈی ایس بی کے علاوہ یہ کام اور کون کر سکتا ہو گا۔" اور خود تم نے حد کر دی ہے۔ ڈی آئی بی اس دن ہری طرح نہیں رہے تھے کہ رہے تھے کہ انہوں نے اپنی پوری سروس میں اسٹینڈرڈ کوریج نہیں کیا ہے۔ تمہارے کزن نے آتے ہی وہاں میں کہے ہیں۔ انڈیا ایئر فورس ہیریڈ لک۔ وہاں میں انڈیا ریڈ خود سوچو۔ تم کو کوئی اپنی عقل استعمال کرو کہ ان کے بارے میں اس طرح اتنا کام کرنے کو اور وہ بھی اپنا مذاق بوانے کے لیے۔ جب تمہارا ہیریڈ بے سود ثابت ہوتا ہے۔ اس پر پھر مذاق نہ اڑانے کو اور کیا کہے۔"

"مگر عباس! میرے شرکاء لائیڈ آؤٹرز بھی تو بہت خراب ہے۔" عمر نے زور دے کر کہا۔ "میرے شرکاء میں اپنا دفاع کیا۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ لائیڈ آؤٹرز پاکستان کے کس شرکاء کا کچھ ہے۔" عباس نے اس کی دلیل سے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ "اور ان لیا کہ ریڈ کرنا پڑی جاتا ہے۔ تو ہیریڈ کی قیادت خود کرنے کی کیا شک ہے۔ تم ہر کوئی نہیں۔ کوئی نہیں کہہ رہے ہو ہیریڈ میں خود موجود ہیں۔ حلقے کے باشندین کا زمانہ نہیں ہے کہ اس طرح منہ اٹھا کر خود کو اگل پڑو۔ ویسے ان ریڈ کے لیے تمہیں Tips کہاں سے ملیں گی؟"

عباس نے بات کرتے کرتے پوچھا۔

"پچھ تو پولیس افکار مرز کے ذریعے اور پچھ میرے پر سٹل نمبر ذمہ دار آئی تھیں۔" عمر نے اسے بتایا۔

عباس نے لاپرواہی سے مہربان ہوئے کہا۔

"پاس میں پہلے ہی توقع کر رہا تھا ان ذمہ دار کو نوٹ کیوں نہیں کیا۔"

"کوئی شک کی نہیں مگر آپ نے کہا کہ لی سی کو بے کار کر لی گئی ہیں۔" عمر نے بتایا۔ "تو لی سی اس کے بارے میں باہر تو نہیں واقع نہیں ہیں۔ انہیں نوٹ کر دیتے ہیں۔ اس علاقے کے پولیس سٹیشن کے انچارج سے کہتے کہ اپنے افکار مرز کے ذریعے اس انفارمیشن کی تصدیق کر لیں۔ تمہارا لیا کر پولیس بارہ لے کر ریڈ کرنے پہنچ گئے۔"

عمر اس بار کچھ بھی نہ بولا۔ کچھ گفت آمیز انداز میں منکرا رہا۔

"ایا اور کون۔ تمہارا آپ بھڑ۔ تمہارا لی سی۔ تمہارا ڈرائیور۔ تمہارے گارڈز اور کسی ایک پولیس اسٹیشن کا کوئی ایک غیر محکم کا ایس ایچ او پتا پڑا ہے۔ تمہارے محقرین ہتھیار ہیں۔ اور اس وقت تمہارے پاس ان میں سے ایک بھی ہتھیار نہیں ہے۔ جتنی ذمہ دار تمہارے پاس آئی ہیں۔ تمہارے آپ بھڑ کو ان سب کا پچھا چھاننا ہو گا۔ تمہارے لی سی کو پتا ہو گا اس سب کا۔" عباس ایک بار پھر تنبیہ ہو گیا۔ "نہ صرف یہ بلکہ ہال کمانڈ اور بنانے کے جتنے مواقع تمہارے پاس آئے ہیں وہ ان ہی کو پچھاننے کے ذریعے آئے ہیں۔ تمہارا ڈی ایس بی اور اسے ایس بی کوئی ڈیل یا کوئی آفر نہیں لے کر آئے گا تمہارے پاس۔ یہی چار پانچ لوگ لے کر آئیں گے۔ اس لیے ان

جسے ساتھ تمہارے خاص سلوگ کرو۔ Let them horrify you۔ اس سے تم کو (عباس نے کہا) اس سے تمہارے عمر نے اس کی بات پر بے اختیار غصہ آمیز انداز میں لپکے۔ "مگر کونسا سبب ہے کہ لوگوں کو میں اپنے دوستوں کی کمزوری میں شامل کر لوں۔ انہیں اسے لپکے۔ انہیں اپنے سر پر بھالوں۔" اس نے قطعیت سے کہی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "عباس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ان جیسے بھونے اور کرکٹ لوگوں کو میں سلام کرتا ہوں۔" عمر نے جھنجھکی سے کہا۔ "مگر جانتے ہو کہ میں کبھی تمہاری کسی بات کو نہیں سنے گا۔" عمر نے جھنجھکی سے کہا۔ "مگر جانتے ہو کہ میں کبھی تمہاری کسی بات کو نہیں سنے گا۔"

"نہیں آخر کیوں؟ میں ایسے لوگوں کو کیوں نہ لگاؤں؟ صرف ان سے خوف نہ ہو کہ۔" عمر اب بھی اس کی باتوں سے متاثر نہیں ہوا تھا۔

"مگر آپ انہیں نہ نہیں لگائیں گے تو پھر آپ کے پیروں کی ایسی دھڑکیں سنیں گے کہ آپ کو اپنی جگہ سے ہٹنے میں دیر لگے گی۔" عباس نے اس بار اسے بھانپتے ہوئے کہا۔

"مجھے آخر ثبوت مل گئے کہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر مجھ تک غلط افکار میں پھنسانے کی کوشش کی ہے۔" عمر نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑے گا۔ ان کی جگہ جو وہ سر کے لوگ آئیں گے۔ یہ بھی آپ کے ساتھ ہی سلوگ کریں گے۔" عباس نے لاپرواہی سے کہا۔ "جب تک آپ اپنا طریقہ کار نہیں بدلیں گے تب تک کے ساتھ ہی ہونا ہے۔"

"لوگ اتنے طاقتور نہیں ہیں جتنا تم انہیں میرے سامنے بنا کر پیش کر رہے ہو۔" عمر نے عباس کی بات کے جواب میں کہا۔

"آپ ایک مقابلے کا امتحان پاس کر گئے ہیں۔ عمر جہاں غیر صاحب یہ لوگ لیا کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہیں آپ کو ان کا اندازہ ہی نہیں ہے۔" عباس نے طنز سے کہی میں اس سے کہا۔ "صرف علم نہیں ہے ان کے پاس۔ اس طرح کی تعلیم جسے آپ اور میں تعلیم سمجھتے ہیں۔ مگر انہیں ہر وہ جھنڈا آتا ہے جس سے اس کو سوانحی میں ان کی Survival (بقا) ممکن ہوتی ہے۔" عباس نے ایک سنگین حاکمیت ہوئے کہا۔ "تمہارے پاس یہ ذرا نیور ٹھانڈی اے۔ تمہارے تمام لوگ سیاسی مضامینوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ ان کو اس شکل میں بھرتی کر دیتے ہیں وہ صرف ان کی دنیا میں لینے کے لیے تو یہ کام نہیں کرتے۔"

اس کے حکمران کا بیٹ عمر کے سامنے کھڑے ہوئے کہا۔ عمر نے خاموشی سے اس پر نظر پڑھا۔ وہ اس بکٹ کو اٹھا کر ان میں سے ایک سنگین اکل لیا۔ عباس اب لاٹھر کے ساتھ اپنے محلے سے بچو گے۔ عمر کے حکمران کو مل گیا تھا۔

"یہ ان سیاسی لیڈرز کے لئے ہوتے ہیں۔ تمہارے چلائی کرتے ہیں ان کے ساتھ۔ یہ ہم لوگوں اور سیاست دانوں کے درمیان مل کا کام کرتے ہیں۔ اور کسی بھی مل کو کسی بھی پچھ کرنا نہیں چاہیے۔ عباس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تم ان میں سے کسی ایک کو معطل کر کے دیکھو کہاں کہاں سے مضامین تمہارے پاس آئیں گی تم خود حیران ہو جاؤ گے۔" عباس نے سنگین کالیکٹ کر لیتے ہوئے کہا۔

"سنا۔ میرے ڈرائیور کا ایک بیٹا ڈی سی کے دفتر میں جوئیئر ٹھکر ہے۔ اس کا ایک چھائی بکریٹ میں پکیدا رہا ہے۔ آپ اور بھائی کو رنر ہاؤس میں مانی ہے۔ اور ایک اور بھائی لی سی صاحب کی گاڑی کا ڈرائیور ہے۔ اس سے لڑاؤ بار سون خانہ ان کو ملی ہو سکتا ہے۔"

عباس نے آخری جملہ ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یہ محض مذاق ہے اس کے سامنے یہ کچھ

بات وہ ہر جگہ پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح مجھے اس کے ذریعے وہاں کی تمام باتوں کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ آئی جی صاحب نے جب اپنی دو سری بیوی کو طلاق دینی تھی تو ان کی بیوی سے پہلے مجھے پتا چل چکا تھا۔

اس بار عمر اس کی بات پر مسکرایا۔
"دراصل عمر ایہ لوگ وہ طوطے ہیں جن کے قبضے میں ہماری جان ہوتی ہے۔ انہیں ہمارے بارے میں سب کچھ پتا ہوتا ہے یا یہ سب کچھ پتا چلا لیتے ہیں۔ باخبر آدمی بہت نقصان دہ ہوتا ہے اس صورت میں اگر وہ آپ کا دشمن بھی ہو۔"

میں سے پہلے کہ عباس مزید کچھ کہتا عباس کا پی اے اندر گیا تھا۔
"مڈر صاحب سے ملوایا ہے تمہیں میں نے؟" اس سے پہلے کہ اس کا پی اے کچھ کہتا عباس نے عمر سے پوچھا عمر نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اس دن پہلی بار عباس کے آفس گیا تھا۔

"مڈر صاحب! یہ میرے کزن ہیں عمر جمائیر اور عمر ایبڈن صاحب ہیں بہت سی کمال کے آدمی ہیں ہمیں نے تو آفس کا سارا کام ان سے سیکھا ہے۔"

عباس نے بڑی خوش دلی کے ساتھ اس اوجیز عمر آدمی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔
"ان چند لوگوں میں سے ایک ہیں یہ جنہیں روز اور ریکولیشن زبانیاں ہیں۔" عمر نے کچھ حیرانی سے عباس کو دیکھا جو اپنے پی اے کی ایک فائل پر کچھ سائن کر رہا تھا اور پی اے کے چہرے پر کچھ خیرہ مسکراہٹ تھی عمر نے

وجہ سے میں انگلش میں اس سے کہہ دیا۔
اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا عباس نے برق رفتاری سے اس کی بات کاٹی اور بڑی بے تکلفی سے کہا۔ "بھئی! یہ

ہیں ہی بڑے قابل آدمی! یہ بندے کی تعریف تو کرنی ہی پڑتی ہے۔ میں نے بتایا ہے نا تمہیں کہ میں نے تو سارا آفس ورک ان ہی سے سیکھا ہے۔"

اس بار عمر نے کچھ مسکرا کر اس شخص کو دیکھا۔
"میرا ایسے ہی تعریف کر رہے ہیں۔ میں کس قابل ہوں۔ عباس صاحب تو خود بڑے ذہین آدمی ہیں۔"

اس بار اس نے پی اے کے ہاتھ عاجزانہ سے انداز میں کہا۔
"میں آپ کے آنے سے پہلے عمر سے آپ کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ میں اس وقت رہا تھا کہ پی اے اچھا مل جائے تو آج کام آسان ہو جاتا ہے۔"

عمر حیرانی سے عباس کو دیکھتا رہا عباس اس کے تاثرات پر غور کے بغیر اپنے پی اے سے بات کرتا رہا۔ وہ اب اسے کوئی اور بدایہ نہ دے گا، اب کچھ دیر بعد جیسے ہی اس کے پی اے نے کمرے سے باہر قدم رکھا۔ عباس نے بڑے اطمینان سے عمر سے کہا۔

"اب تم دیکھو اس حرام زادے نے میرے ساتھ کیا کیا تھا؟" عباس نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عمر اس کے جملے پر ہکا بکا رہ گیا اس کی مینے نے عمر سے کہا کہ اس کا نام اس سے کمرے کی باتیں سنی جائیں۔

"جب میں نے یہاں چارج لیا۔" عمر نے کچھ سنبھلے ہوئے کہا۔
"مگر تم تو اس کی تعریف کر رہے تھے۔" عمر نے کچھ سنبھلے ہوئے کہا۔
"تو تمہارا کیا مطلب ہے؟ یہ گالیاں میں اس کے سامنے دوں اسے۔" عباس نے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسی لیے تم اس کے سامنے انگلش میں مجھ سے ساری تفصیل پوچھنے لگے تھے۔ عقل کا استعمال کیا کرو عمر! ان لوگوں کو بڑی اچھی طرح پتا ہوتا ہے کہ صاحب لوگ انگلش اس وقت بولتے ہیں جب وہ کوئی بات ان سے چھپانا چاہتے ہیں یا اس بات کے الٹ کوئی بات کہہ رہے ہوں جو ان کے سامنے کی جارہی ہو۔ اس لیے انگلش ان

کے سامنے بھی مت بولو۔ بہتر ہے پنجابی میں بات کرو۔ دیکھو کس طرح کام آسان ہوتے ہیں۔" عباس غوری متفرد ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ اس نے کمرہ Bug کروایا ہوا ہے؟" عمر نے پوچھا۔
"میرا جیٹ نہیں تھا اس کا کوئی۔ اس نے مجھے اس آدمی کے بارے میں خاصا بریف کیا تھا۔ پہلے وہی

فیملی پوسٹ پر۔ میں نے پہلے دن آتے ہی کمرہ چیک کروایا اور پتا ہے کس سے کروایا۔ پراسیوٹ طور پر ایک آدمی کو بلوا کر۔"

عباس بات کرتے کرتے ہنسنا۔
"نور نہ اپنے جملے کے کسی آدمی کو بلوا کر یہ کام کروانا تو اس کتنا تھا کہ کمرہ Bugged نہیں ہے۔ پھر میں نے

مڈر صاحب کو بلوایا اور انہیں صاف صاف بتایا کہ مجھ پر یہ ہتھکنڈے استعمال نہ کریں۔ میرے کمرے میں بارہ کوئی چیز آئی تو میں آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں پکڑوں گا۔ ان حضرات نے بڑی قسمیں کھائیں کہ انہیں کچھ نہیں ہے وغیرہ وغیرہ مگر اس کے بعد دوبارہ میرا کمرہ Bug نہیں کیا گیا۔ کیونکہ میں اچانک چیکنگ کروانا چاہتا ہوں۔"

عباس کہتے کہتے الیش ٹرے میں سگریٹ پھینکتے ہوئے بولا۔
"اور تمہیں پتا ہے خود میں نے ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔ میں نے ان سب کے کمرے Bug کروائے ہوئے ہیں۔" عمر نے اس کی بات پر بے اختیار قہقہہ لگایا۔

"تو بھی بڑا چلتا رہے ہے عباس۔"

"ضروری تھا یا۔" ام ٹی آئی میں تمہیں ان لوگوں کی گفتگو سناؤں گا۔ جو گالیاں یہ مجھے دیتے ہیں انہیں سن کر نہ رہی طبیعت صاف ہو جائے گی۔" عباس نے ہنس کر کہا۔

"تم تو کہہ رہے تھے بڑا قابل آدمی ہے۔"

"اس کی قابلیت میں کوئی شبہ نہیں ہے مجھے، میں سب کی سروس ہے اس کی۔ کسی دہل کے بارے میں بات کرو۔ اسے سب پتا ہے۔ کسی دفعہ کی بات کرو۔ خود عم حیران ہو جاؤ گے یوں لگے گاجیسے کسی کی وکیل سے بات کر رہے ہو۔ حسن ترقی کا نام سنایا ہے؟" اس نے بات کرتے کرتے اس سے پوچھا۔

"ہاں بالکل سنا ہے۔ بڑا ایماندار ہے۔" عمر کو یاد آیا۔
"اب بے حد آؤٹ اسٹینڈنگ قسم کا آدمی تھا۔ ایک سال میری اس پوسٹ پر بھی کام کیا ہے۔ روتے ہوئے نکلا

فہم آفس سے۔ اس بندے نے یہاں ماحول لوگوں کے ساتھ مل کر سختی کا بیج بچھا دیا تھا اسے حالانکہ دیکھنے میں تمہیں کتنا محسن اور موزوں لگا ہو گا۔ مگر ترقی یہاں سے اپنا سروس ریکارڈ خراب کروا کر نکلا تھا ان اسٹینڈرٹ میں پھنسا وہ جن کا اعتراف نے خواب میں بھی نہیں سوچا ہو گا اور میں بہر حال حسن ترقی تو نہیں ہوں کہ اس جیسے

کوڑی کے پی اے کے ہاتھوں خوار ہوتا۔" عباس اب اسے تفصیل بتا رہا تھا۔
"اس لیے تمہیں کہہ رہا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ بنا کر رکھو۔ یہ نہیں کہہ رہا کہ اعتبار کروا اسٹینڈرٹ کا سناں

عہاس نے واقعی عمر کو اپنے ماتحت عملے کے ساتھ نینے کے سارے گر سکھادیے تھے۔ اپنی پہلی پوسٹنگ پر باقی کے دو سال عمر نے بڑے اطمینان کے ساتھ گزارنے میں مدد دے دی تھی اور دوسری پوسٹنگ تک وہ اپنے فن میں کچھ اور مہارت ہو گیا تھا۔ اسی فن کو وہ یہاں بھی استعمال کر رہا تھا خود کرپشن پر براہ راست عملے کو ڈانٹ ڈپٹ کے بجائے وہ موقع ملنے پر بار بار جلدی کو استعمال کر رہا تھا اپنے ضلع میں اس کا نام اسی اس کے ماتحت عملے کے لیے ایک ہوا بن گیا تھا مگر عہاس کی بدولت کے مطابق اس کے اپنے ذرا سیورٹی اسے ہمارے اور شہر کے دوسب سے بدنام زمانہ ایس ایچ او کے ساتھ تعلقات بہت اچھے تھے۔ اس نے جس نیاز کے بیٹے اور اس کے دوستوں کے قتل کے سلسلے میں عہاس کے عملے کی مہارت اور وفاداری دیکھی تھی۔ اوپر سے لے کر نیچے تک ہر ایک نے عہاس کو ہر طرح سے پوجایا تھا اور اسے پہلی بار ماتحت عملے کی وفاداری کی اجیت کا احساس ہوا تھا۔

♥ ♥ ♥ ♥ ♥

اگلے دن صبح کچھ دیر سے ناشتے کے لیے آئی تھی۔
 "جنید نے رات کو تین بار فون کیا تھا۔" نانوں نے اسے دیکھتے ہی اطلاع دی۔
 وہ کوئی رد عمل ظاہر کیے بغیر ناشتے کے لیے ڈانٹنگ نیبل پر جا بیٹھی۔ سر ہٹا کر اسی دیکھ کرنا تھا لگاتار لگے۔
 "تمہیں یاد ہے آج رات ٹینڈ آرہی ہے؟" نانوں نے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔
 "ہی۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"تم میرے ساتھ ایئر پورٹ سے ریسیو کرنے چلو گی؟" نانوں نے اس سے کہا وہ لاؤنچ کے ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں جب کہ علیزہ ان سے قدرے فاصلے پر ڈانٹنگ نیبل پر بیٹھی ہوئی تھی اس لیے نانوں کو ڈرے باندھ کر ان میں بات کرنی پڑی تھی۔
 "جلی جاؤ گی۔" علیزہ نے پھر اسی انداز میں جواب دیا۔ علیزہ نے ناشتہ شروع کر دیا تو کچھ دیر دوڑتی ہوئے آئے دیکھتی رہیں پھر اٹھ کر اس کے قریب چلی آئیں ایک کرسی چھین کر اس کے قریب بیٹھتی ہوئے انہوں نے پوچھا۔

"کہا ہوا تھا رات کو تمہارے اور جنید کے درمیان؟"
 سلاکس کھاتے ہوئے ایک لمحے کے لیے علیزہ کا ہاتھ رکھ کر پھر اس نے "ہی ان سنی کرے ہوئے سلاکس کھانا جاری رکھا۔

"تم لوگوں کا جھگڑا ہوا تھا؟" نانوں نے پھر اس کے جواب کا انتظار کرتی رہیں پھر پوچھا۔
 علیزہ نے اس بار بھی کچھ نہیں کہا وہ اسی طرح سر جھکائے سلاکس کھاتی رہی۔
 "جھگڑا تم کرتی ہو اور تمہاری وجہ سے پریشانی مجھے اٹھانی پڑتی ہے۔" اس بار نانوں نے بے صبری سے کہا۔ "اب کس بات پر جھگڑا ہوا تھا؟" علیزہ نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا۔
 "علیزہ! اب یہ پکچہنا چھوڑو۔ میں دن رات کہے ہیں تمہاری شادی میں اور تم اب بھی بچوں کی طرح اس سے لڑنے میں مصروف ہو۔ وہ کیا سوچتا ہو گا تمہارے بارے میں اور ہماری فیملی کے بارے میں؟" نانوں نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔

سلاکس پر اس کے ہاتھوں کی گرفت کچھ سخت ہوئی مگر اس نے سر ہٹ کر بھی نہیں اٹھایا۔ وہ بدستور سلاکس کھاتی رہی۔
 "تم میری بات سن رہی ہو؟" اس بار نانوں کی ذہنی میں کچھ اضافہ ہوا۔ "میں تم سے مخاطب ہوں۔"
 "میں سن رہی ہوں نانوں! اس نے بالا غراٹھا کر کہا۔
 نانوں کو اس کے چہرے کے تاثرات بہت عجیب سے لگے۔
 "تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" انہوں نے تشویش سے پوچھا۔

"جی۔" وہ ایک بار پھر سلاکس کھانے لگی۔
 "جنید کا فون ریسیو کر لیتا۔ بلکہ برسرِ ہے کہ تم خود اس کو کال کر لو۔ اس نے کہا تو نہیں مگر تم کال کرو گی تو اسے اچھا لگے گا۔" انہیں اچانک پھر جنید کا خیال آیا۔

"جی! اس نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔
 "شمال کب آرہی ہے۔ آج کچھ کپڑے لینے کے لیے مارکیٹ جانا تھا تم لوگوں کو۔" نانوں نے کچھ مطمئن ہو کر

لیتے ہوئے پوچھا۔
 "وہ آج نہیں آرہی۔"
 "کیوں؟"

"کچھ مصروف ہے اس لیے۔"
 "تو آجلی چلی جاتیں۔"
 "نہیں میں ایلے جانا نہیں چاہتی۔"

"جلو ٹھیک ہے۔ آج ٹینڈ۔ آجائے گی تو کل وہ بھی تمہارے ساتھ چلی جائے گی۔" نانوں کو اس کا خیال آیا۔
 علیزہ نے اس بار کچھ نہیں کہا۔ اس نے چائے کا کپ اٹھایا ہی تھا جب فون کی گھنٹی بجنے لگی۔
 "جنید کا فون ہو گا۔ تم اٹھاؤ۔" نانوں نے لاؤنچ سے نکلتے ہوئے کہا۔

چائے کا کپ وہیں رکھ کر وہ فون کی طرف بڑھ آئی۔ دوسری طرف جنید ہی تھا۔ دیکھی سلام دعا کے بعد جنید نے اس سے کہا۔
 "میں صبح سے تین بار فون کر چکا ہوں۔"

"ہاں نانوں نے مجھے بتایا تھا۔" علیزہ نے سرسری سے انڈیشن کیا وہ کچھ دیر تک خاموش رہا۔
 "تمہارا موڈ اب کیسا ہے؟"
 "ٹھیک ہے۔"

"ہمارا ختم ہو گیا ہے؟"
 "ہاں۔"
 "مجھے توقع تھی کہ تمہارا ختم جلد ختم ہو جائے گا اور تم میرا لوٹ آؤ۔ پوچھ جاؤ گی۔" جنید نے بے اختیار اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

وہ خاموش رہتی۔
 "میں تو ساری رات سوچت رہی ہوں تمہاری اس ناراضگی کی وجہ سے۔"
 وہ پھر خاموش رہی۔

"تم کچھ بات نہیں کر رہی؟" جنید کو اچانک محسوس ہوا۔
 "کیا بات کروں؟"

"کچھ بھی۔ کیا میرا بیٹا ضروری ہے؟"
 "میرے ذہن میں کوئی بھی بات نہیں ہے فی الحال۔" اس نے کہا۔
 "اچھا میں تمہیں رات کو فون کروں گا۔" جنید نے کہا "اس وقت میں گاڑی میں ہوں۔"

"نہیں رات کو فون نہ کریں۔ می آرہی ہیں۔ ہم لوگ مصروف ہوں گے۔" علیزہ نے کہا۔
 "ارے ہاں مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ رات کو تم خاصی مصروف رہو گی۔ کتنے بچے کی فلائٹ سے آرہی ہیں؟"
 "کوبچے کی فلائٹ سے۔"

"ٹھیک ہے پھر کل بات ہو گی تم سے۔" جنید نے خدا حافظ کہتے ہوئے فون بند کر دیا وہ ایک دم بہت پر سکون ہو گیا

تھوڑی بچلی رات سے وہ مسلسل علیحدہ کے رہنے کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔
 آفس میں کام کرتے رہنے کے بعد شام کو وہ گھر چلا گیا اور رات کو جلد ہی سو گیا۔

”میرجی لطف بات کرنا چاہتے ہیں آپ سے۔“ آریٹر کے جملے پر عمر کے ماتھے پر کچھ بل آگئے۔ اس ہفتے کے دوران میرجی لطف کی طرف سے ملنے والی یہ چھٹی کال تھی۔
 ”ہاں کر آئیں۔“ اس نے ہونٹ جھنجھکتے ہوئے کہا۔ یہ آدمی واقعی اس نامک میں دم کر رہا تھا۔ رسمی سلام دعا کے بعد وہ سیدھا کام کی بات پر آیا ایک پولیس اسٹیشن کا حدود وار بعد بتاتے ہوئے اس نے عمر سے کہا۔
 ”اس پولیس اسٹیشن کے بارے میں ایک شہری کی طرف سے شکایت آئی ہے ہمارے پاس۔“
 ”جی فرمائیے۔ کیا شکایت آئی ہے آپ کے پاس؟“
 ”اس پولیس اسٹیشن کے انچارج نے اس شخص کے بیٹے کو پوری کے جھوٹے الزام میں پکڑ لیا ہے۔“
 ”ہو اے۔“ میرجی لطف نے تیز لہجے میں کہا۔
 ”عمر بڑے محل سے اس کی بات سننے لگا۔“

”اس شخص نے یہ بھی شکایت کی ہے کہ پولیس نے ایف آئی آر درج کیے بغیر اس آدمی کو گرفتار کیا ہے۔“
 ”آپ اس شخص کا نام بتادیں جس کی بات کر رہے ہیں۔“ عمر نے سامنے ٹیبل پر پوچھنا چاہتے ہوئے نوٹ پڑا۔
 ”میرجی لطف نے دوسری طرف سے اس شخص کے کو آف نوٹ کر دیا۔“ عمر نے اپنے سامنے پڑے نوٹ پڑا۔
 ”میں چیک کر رہا ہوں کہ اس شخص کی شکایت ٹھیک ہے یا نہیں۔“ عمر نے اس آدمی کے کو آف نوٹ کرنے کے بعد کہا۔
 ”اس کی ضرورت نہیں ہے میں پہلے ہی چیک کر چکا ہوں اس شخص کی شکایت بالکل درست ہے۔“ دوسری طرف سے میرجی لطف نے کہا۔ عمر کے ہونٹ جھنجھکے۔

”اس شخص کے بیٹے کو واقعی ایف آئی آر درج کیے بغیر غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا گیا ہے۔“ میرجی لطف دوسری طرف سے کہہ رہا تھا۔ اور پچھلے چھ ماہ سے وہ اس پولیس اسٹیشن کے انچارج کی سمجھ میں تھا۔
 ”آپ نے جہاں یہ چیک کرنے کی زحمت کی۔ وہاں اسے پھر واپس کی زحمت بھی کرینے۔“ عمر نے کچھ غصے سے انداز میں اس سے کہا۔

”جی یہ زحمت بھی کر چکا ہوں میں۔ پھر اچکا ہوں اب سے کچھ گھنٹے پہلے۔“ میرجی لطف نے بھی دوسری طرف سے اسی طنز انداز میں کہا۔

”تو پھر اب آپ نے انہیں کام خوب ہی کر لیا۔ تو پھر اسے راجے کی زحمت کس لیے کی ہے آپ نے؟“ عمر نے اسی انداز میں بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

”یقیناً“ آپ کا بہت قیمتی وقت ضائع ہوا ہو گا میری اس کال سے۔ مگر میں نے ضروری سمجھا کہ آپ کو اطلاع دے دوں کہ آپ کے اندر پولیس اسٹیشن میں کیا ہو رہا ہے۔ پھر ان بے ضابطگیوں کی اطلاع اگر اسی طرح آپ کو آتی تو آپ کو اور آپ کے ماتحتوں کو خاصی تکلیف ہوگی۔“ میرجی لطف نے بھی اپنا طنز انداز برقرار رکھا۔
 ”بڑی مہربانی آپ کی۔ اس اطلاع کے لیے۔“ عمر نے مختصر کہا۔

”اے ماتحتوں کا تو مجھے پتا نہیں مگر مجھے آپ کی ان رپورٹس سے کوئی تکلیف یا زحمت نہیں ہوگی۔ آپ ان رپورٹس کا سلسلہ جاری رکھیں۔“ عمر نے سنجیدگی سے کہا۔

”اس ہفتے میرے پاس آنے والی یہ اٹھارویں شکایت ہے اور ہر بار مجھے اس پر خود ہی ایکشن لینا پڑا ہے۔“ میرجی

لطف نے کچھ جتنے والے انداز میں کہا۔

”میرجی صاحب! آپ نے اپنا کام کافی بوجھا نہیں لیا۔ اصولی طور پر آپ کو یہ تمام شکایات مجھے تک نہ نظر کرنی چاہیے تھیں۔ میں خود اس سے نمٹ لیتا۔“ آپ کو خواہنا وہ اس طرح کی زحمت نہ کرنی پڑتی۔“ عمر نے میرجی لطف سے کہا۔

”زحمت والی تو کوئی بات نہیں۔ آپ اور آپ کے ماتحت اسٹے Efficient ہوتے تو ہمیں یہاں اتنی کیوں رہنا۔ آپ کو تو میں اس سب سے صرف اس لیے انکار کر رہا ہوں کہ آپ اپنے ماتحتوں پر چیک رکھیں اور کبھی ہمارا ٹکلا۔“ اپنے دفتر کے علاوہ کہیں اور حراست بھی چکر لگایا کریں۔“ اس بار میرجی لطف کا لہجہ پہلے سے زیادہ تلخ تھا۔

”ہماری زحمت کا آپ کو اتنا خیال ہو تو آپ اپنے ماتحتوں کو خود ٹیکل فیل کر رکھیں۔“
 ”میرجی صاحب آپ اگر منہ اٹھا کر میری حدود کے آخری پولیس اسٹیشن کا خلاف کرتے پھر کوئی الدین کا جن ہی ہو گا جو آپ کی زحمت میں کمی کر سکے گا۔“ عمر کے لہجے میں بھی اس بار پہلے سے زیادہ تندی تھی۔
 ”ہر شکایت آپ دہائیوں کی لے کر آ رہے ہیں۔“ عمر کے اندر کے پولیس اسٹیشن کی بات کریں۔ یہاں کی ورگ بھی دیکھیں۔“

”کیوں شہر سے باہر پولیس اسٹیشن آپ کے اندر میں نہیں آتے یا پھر دہائیوں کو آپ نے ہا کرمان کے شہروں کی فہرست سے نکال دیا ہے۔“ میرجی لطف نے بڑے کینے انداز میں کہا۔
 ”میں نے دہائیوں کو ہا کرمان کے شہروں کی فہرست سے نہیں نکالا البتہ آپ نے شہروں کو اس اہر سے نکال دیا ہے۔“ عمر نے علم نہیں تھا کہ آپ اس قدر غریب پرور ہیں۔“
 ”میں نے آپ کو فون آپ کے طرے سے لے لیا۔“ آپ کو یہ بتانے کے لیے کہا ہے کہ آپ کے عمل کے بارے میں۔“ عمر نے اس شخص سے۔“ یہ تھا شکایات آرہی ہیں۔ آپ ان کا سدباب کرنے کے لیے کچھ کریں ورنہ۔“

”نہ اسے اپنی بات سمجھنے نہیں دی۔“
 ”ٹھیک ہے میں چیک کروں گا آپ کی انفارمیشن کے لیے آپ کا شکریہ۔“ عمر نے فون بند کر دیا۔

میرجی لطف اس کو واقعی ناگوں بننے چاہ رہا تھا اس نے آتے ہی شہر کے نواحی علاقوں میں قائم پولیس اسٹیشن کو دیکھا شروع کر دیا تھا جب کہ عمر کا خیال تھا کہ وہ شہر کے اندر کے پولیس اسٹیشن کو دیکھے گا۔ اور نواحی علاقوں کو برے سے نظر انداز کر دے گا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی خاص ہدایات پر شہر کے اندر کے تمام اسٹیشن پر خاص چیک رکھا گیا تھا اس کے ماتحتوں نے نہ صرف اپنا ریکارڈ اب ڈیپ کیا تھا بلکہ باقی تمام معاملات میں بھی ان کا رویہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ ایف آئی آر درج کرنے کے سلسلے میں بھی ان کی کارکردگی بہت بہتر ہو گئی تھی۔

میرجی لطف کو اندازہ تھا کہ عمر کہاں سے کام شروع کرے گا۔ اس نے اس کی توقعات کے برعکس سب سے پہلے ان پولیس اسٹیشن کو دیکھنا شروع کیا تھا جو نواحی علاقے میں تھے اور اس کے حسب توقع یہاں بے شمار بے قاعدگیوں اور بے ضابطگیوں تھیں۔ چند ہفتوں میں ہی اس کے پاس شکایات کی بھرمار ہو گئی تھی اور میرجی لطف ان شکایات پر دھڑا دھڑا اپنی رپورٹس بنا کر بھیج رہا تھا۔

عمر جہاں تین بار ہیڈ کوارٹر جا چکا تھا جہاں ان رپورٹس پر اس کی اور اس کے ماتحت عمل کی کارکردگی زیر بحث آتی تھی۔ تیسری بار وہ ہیڈ کوارٹر جاتے ہوئے خاصا مشتعل تھا اور اس کا یہ اشتعال اس وقت بھی کم نہیں ہوا تھا جب وہ آئی جی کے سامنے پیش ہوا تھا۔

”جب تک یہ آدمی میرے سر پر بیٹھا رہے گا۔ مجھے اسی طرح بار بار یہاں آنا پڑے گا۔ یہ آدمی میرے خلاف ذاتی مصلحت رکھتا ہے۔“ اس نے آئی جی سے کہا تھا۔

عمر نے فون اٹھایا دوسری طرف سے آریٹرا سے کسی کرٹل حمید کے آن لائن ہونے کی اطلاع دے رہا تھا۔
عمر کے ماتھے پر جھٹکا نمودار ہوئے یہ نام اس کے لیے آشنا نہیں تھا۔
”ہات کرواؤ۔“ اس نے آریٹرا کو لائن ملانے کے لیے کہا۔

کچھ دیر بعد۔۔۔ دوسری طرف سے۔۔۔ کسی سلام دعا کے بغیر اکھڑے میں کہہ رہا تھا۔
”ایس بی عمر جی تیکر بات کر رہا ہے؟“ عمر کے ماتھے کے بلوں میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ ”بول رہا ہوں۔“
”میرا نام کرٹل حمید ہے میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم کس طرح اس شہر کو چلا رہے ہو۔“ اپنا تعارف کروانے کے بعد اب کرٹل حمید کے لیے میں بہت تندی و تیزی آئی۔ ”پولیس کے بیس میں تم غنڈوں کا ٹینک چلا رہے ہو۔ جو کسی کو بھی اٹھا کر پولیس اسٹیشن میں بند کر دیتے ہیں۔“
عمر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

”تنی لمبی بات کرنے کے بجائے تم صرف یہ بتاؤ کہ تمہارا رابلہ کیا ہے؟“ عمر نے اس کی بات کاٹ کر۔۔۔ تمام اب آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسے تم کہہ کر مخاطب کیا۔ ”میرے پاس اس طرح کی باتیں سننے کے لیے وقت نہیں ہے۔“

”حالانکہ تمہارے پاس وقت ہی وقت ہونا چاہیے۔ کام تو تمہارے لیے تمہارے گھر کے کر رہے ہیں۔“
کرٹل حمید کو اس کے اکھڑے میں کچھ اور مشتعل کیا شاید اسے توقع تھی کہ عمر اس کے سامنے کچھ مدافعت یا معذرت خواہانہ انداز اختیار کرے گا۔

”میں نے تم سے کہا ہے کہ تم لمبی تقریروں کے بجائے صرف کام کی بات کرو ورنہ میں فون بند کر رہا ہوں۔“
”تمہارے آدمیوں نے میرے بیٹے کو پکڑ لیا ہے، میں دس منٹ میں اپنے بیٹے کو واپس گھر میں دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”کیوں پکڑا ہے؟“ عمر نے مردہ لہجے میں کہا۔

”تم لوگوں نے اس پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ گاڑی چلا رہا تھا اور اس نے ایک آدمی کو زخمی کیا ہے۔ حالانکہ نہ تو وہ گاڑی چلا رہا تھا نہ ہی اس نے کسی آدمی کو زخمی کیا ہے میں ڈائریکٹ آریٹرا ٹنگ کمیٹی کے پاس جاسکتا تھا مگر میں تمہیں ایک موقع دیتے ہوئے فون کر رہا ہوں کہ تم اسے چھوڑ دو۔“

”کہاں ہے وہ؟“ کرٹل حمید نے اسے اس پولیس اسٹیشن کا نام بتایا۔

”نام کیا ہے اس کا؟“

”ارمغان۔“

”عمر؟“

”پندرہ سال۔“

عمر وہاں بیٹھے بیٹھے بھی بتا سکتا تھا کہ کیا ہوا ہو گا۔ اس کم عمر بچے نے گاڑی چلا رہے ہوئے کسی کو زخمی کیا ہو گا اور

اب کرٹل حمید اس بات سے ہی انکاری تھا کہ اس نے ایسا کیا تھا۔

”گاڑی کون چلا رہا تھا؟“

”میرا ڈرائیور۔“

”وہ بھی پولیس اسٹیشن میں ہے؟“

”نہیں اسے کسی نے نہیں پکڑا صرف میرے بیٹے کو پکڑ لیا حالانکہ وہ ڈرائیور سیٹ پر نہیں تھا۔“

”میں پیک کر رہا ہوں۔“

”میں نے تمہیں پید لانے کے لیے فون نہیں کیا۔ میں اسے دس منٹ کے اندر اپنے گھر پر دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”ہوں۔“

496

”میرے پاس کوئی آلہ دین کا حراج نہیں ہے کہ میں دس منٹ کے اندر اسے تمہارے گھر پہنچاؤں۔“ عمر نے جلد چیز کہنے میں کہا۔ ”اسے پکڑا لیا ہے تو یقیناً“ اس نے کچھ نہ کچھ تو غلط کیا ہو گا۔ میں صرف یہ دیکھوں گا کہ اس نے کیا کیا ہے، اگر اس نے کچھ نہیں کیا تو وہ تمہارے گھر آجائے گا لیکن اگر اس نے کچھ کیا ہے تو پھر تمہارا باپ جی اگر اسے نہیں چھڑا سکے گا۔“ عمر نے اسے چیلنج کر کے اسے اسے انداز میں کہا۔

”میرے باپ کو اسے چھڑوانے کی زحمت نہیں کرنی پڑے گی میں تمہارے باپ کے ذریعے اسے چھڑواؤں گا۔“

”نیک ہے تم میرے باپ کے ذریعے اسے چھڑوا کر دکھاؤ۔“ عمر نے اس کا جواب سننے پر فون بند کر دیا اور پھر

”سراپات کریں۔“ آریٹرا نے کچھ دیر بعد فون پر اس سے کہا۔

”جی تم نے بارہ بجے کے قریب کسی کرٹل حمید کے بیٹے ارمغان کو پکڑا ہے۔“

عمر نے اسپیکر عاطف سے پوچھا وہ اسے ذاتی طور پر جانتا تھا اور اس بات سے واقف تھا کہ وہ عام پولیس والوں

کے برعکس بہت ایماندار تھا۔ وہ ایک سال سے اس پولیس اسٹیشن میں کام کر رہا تھا اور صرف اسی کا پولیس

اسٹیشن وہ واحد پولیس اسٹیشن تھا جس کے بارے میں عمر کو سب سے کم شکایت ملتی تھی۔ اسی لیے اسے کرٹل

حمید سے بات کرتے ہوئے بھی یقین تھا کہ اگر وہ اسپیکر عاطف کے پولیس اسٹیشن پر ہے تو اس کا واقعی یہ مطلب

فنا کہ اس نے کچھ غلط کیا تھا۔

”جی سراپا ہے۔“ عاطف نے منسوب انداز میں کہا۔

”کس لیے؟“

”میرا وہ گاڑی چلا رہا تھا جبکہ اس کی عمر صرف پندرہ سال ہے پھر اس نے تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے

ایک دوسری گاڑی سے ٹکرنے والے آدمی کو ٹکرا دی۔ اسی آدمی کے رشتہ داروں نے گاڑیوں پر تعاقب کر کے

اسے پکڑا اتفاقاً وہاں پولیس موبائل آئی اور انہوں نے اسے بچا لیا ورنہ شاید وہ لوگ ہمارے وہیں رہتے۔ ہم

نے ٹمک پڑنے پر جب اس کا چیک اپ کروایا تو پتہ چلا کہ وہ شراب پیے ہوئے تھا۔ اس زخمی۔ کی حالت خاصی

نازک ہے اور اس کے رشتہ دار ابھی بھی یہاں پولیس اسٹیشن پر بیٹھے ہیں۔ بہت مشتعل ہیں کیونکہ یہ لڑکا ان سے

کھتا رہا ہے کہ وہ کرٹل کا بیٹا ہے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور ان لوگوں کو شک ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے

گا۔“ عاطف نے اسے تفصیل بتائی۔

”مگر کرٹل حمید تو مجھ سے کہہ رہا تھا کہ گاڑی اس کا ڈرائیور چلا رہا تھا جسے تم لوگوں نے پکڑا ہی نہیں۔“ عمر نے

کہا۔

”سرا گاڑی میں اس لڑکے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، میں نے آپ کو بتایا ہے کہ اسے پکڑا بھی ان ہی لوگوں

نے ہے۔“ اگر اس کا ڈرائیور ساتھ ہوتا تو وہ اسے کس طرح جانے دیتے۔ وہ اسے بھی اسی طرح بیٹھے دس

طرح انہوں نے اسے پتا ہے۔“

”لڑکا چو نہیں تو نہیں آئیں اس لڑکے کو؟“

”گوسرہ اتنا زیادہ نہیں پیٹا۔“

”تم نے ایف آئی آر درج کر لی ہے؟“

”سرا وہ تو اسی وقت کر لی تھی کیونکہ وہ سب لوگ وہیں سے پولیس اسٹیشن آئے تھے۔“

”کرٹل حمید نے تمہیں فون کیا تھا؟“

”میرا انہوں نے فون کیا تھا وہ بڑے مشتعل تھے اور اپنے بیٹے کو چھوڑنے کے لیے کہہ رہے تھے مگر میں نے

496

عمر نے سر دھری سے لیتے ہوئے فون اٹھ کر دیا۔ فون بند کر کے وہ کچھ دیر غصے سے کھول رہا پھر سر جھٹک کر اٹھا اپنے آپ سے گل گیا۔

”کیا ہوا اجی؟“ جینہ کی امی نے کچھ جوتک کر اسے دیکھا۔ اس کا رنگ فق تھان اخبار کے پہلے حصے میں موجود ایک نوٹس پر نظر پڑ جائے ہوئے تھا۔
 ”کیا ہوا؟“ انہوں نے دوبارہ قدرے تشویش سے اس سے پوچھا جینہ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور منکرانے کی کوشش کی۔
 ”پتہ نہیں۔“

”کوئی خاص خبر؟“ اخبار میں۔ جہو گین کریشان ہو چکے ہو؟“ امی کی امی نے کہا۔
 ”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔“ امی نے اخبار کو دیکھ کر نے کی کوشش کی مگر اس کی امی نے ہاتھ بوجھا کر اس سے اخبار لے لیا۔ جینہ نے مزاحمت نہیں کی۔ وہ اب مانتے بھلتے بڑے چائے کے کپ کو کھینچ رہا تھا۔
 جینہ کی امی نے اخبار کو اپنے مانتے بھلتے کپ کے ایک نظروں ڈالی جسے جینہ دیکھ رہا تھا۔ انہیں اس کی پریشانی کی وجہ جانے میں وقت نہیں ہوئی اخبار کے پہلے حصے میں ایک نوٹس تھا جس میں جلی حروف کا ایک نوٹس موجود تھا۔

”میری نوامی علیہ۔ مندر کی شادی جو مورخہ ۲۵ مارچ کو طے تھی کچھ تاخیر و عوجبات کی وجہ سے ملتوی کر دی گئی ہے۔ میں اس التوا کے لیے ان تمام لوگوں سے بہت زیادہ معذرت خواہ ہوں۔ شکریہ و تحوی کا رد ارسال کیے جانے چاہئے ہیں۔“

جینہ علیہ کے گھر کا پتہ درج تھا جینہ کی امی کو جیسے کرٹ کا۔ بے یقینی کے عالم میں انہوں نے بہن کو دیکھا۔
 ”منورہ عذرا نے شادی کیسے مکمل کر دی ہے؟ کیوں؟“
 وہ اخبار ہاتھ میں لیے کھانے کے کمرے میں تھیں۔

”امی! میں نہیں جانتا۔“ جینہ نے کہا۔
 ”منورہ! یہ کہنے کی کوشش نہیں۔ بلکہ کیوں کریں گی اور وہ بھی نام سے پوچھے بغیر۔“ جینہ کی امی کو یقین نہیں آ رہا تھا اگر وہ علیہ کے گھر کا پتہ نہیں نہ جانتی ہو تو شاید علیہ اور تانو کا نام دیکھنے کے بعد ہوا انہیں اس نوٹس کی صداقت پر یقین نہیں آتا۔

”امی! کل تو میری بات ہوئی ہے۔ ان سے۔ اور انہوں نے ایسا کوئی ذکر نہیں کیا جہاں امی کون سی اس پر غصہ ہو گئی کہ انہیں یہ قدم اٹھانا ہوتا ہے پریشان ہو گئی تھیں۔“
 ”تو شادی علیہ سے کیا بات ہوئی ہے؟“
 ”کل۔“ جینہ نے کہا۔

”کوئی اس طرح کی بات کی اس نے؟“
 ”نہیں امی! میں نے آپ کو بتایا ہے اس کی ممی رات کو باہر سے آئی ہیں اور وہ اس شادی کے لیے ہی آئی ہیں علیہ نے مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کی۔“

جینہ نے قدرے وضاحتی انداز میں کہا۔ مگر بات کہتے ہوئے بھی اس کے ذہن میں دو دن پہلے علیہ کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو اور پھر علیہ کی خاموشی تھی۔ اس کی پھٹی جس۔ انکار کا ذکر گھر رہی تھی کہ اس نوٹس کی وجہ علیہ کے سامنے اس کا وہ انکشاف ہی تھا جسے اس نے بہت معمولی سمجھا تھا۔ مگر وہ اس کی اب تک کی سب سے فاش گھلطی ثابت ہوا تھا اور جب اس کے اپنے گھر والے اس وجہ تک پہنچیں گے تو پھر وہ بھی ابر

”ابھی تو میں سوئے ہوئے تھا کہ۔“ آخر ہوا کیا ہے۔
 ”امی! میں بڑی ہے۔“ کچھ دیر بعد انہوں نے دیکھ کر کان سے ہٹائے ہوئے کہا۔
 ”مگر ہوا کیا ہے۔“ جہو گین کریشان ہو چکے ہو؟“ امی کی امی نے کہا۔

”اب تو کارڈز تک۔“ جینہ نے کہا۔ ”میں نے اس طرح سے ہاتھ دیا ہے کہ وہ نہ دیکھ سکے۔“
 ”ہم لوگ کیا جواب دیں گے۔“ انہوں نے پتہ کو دیکھا۔ ”یہ کہ ہمیں پتہ نہیں کہ کیوں شادی ملتوی ہو گئی ہے۔“
 انہوں نے جینہ سے ایک بار پھر پوچھا۔ ”پتہ نہیں؟“

”جینہ! یہ باتیں سننے کی۔“ انہوں نے فون کا ریسیور اٹھ کر دیکھا۔
 ”امی! میں ابھی تک بڑی ہے۔“ جینہ نے کہا۔ ”میں نے ان کے گھر سے کہا۔“
 ”افسوس بات کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ میں ان سے آگے سامنے بات کریں۔“

امی نے اس کی بات کاٹ دی۔ ”جینہ! دیر بعد۔“
 ”ابھی سو ڈی ویر میں جب خانہ ان اور جینہ والوں کی کال کا شروع ہوا کی تو میں نے انہیں کیا بتا دیا۔“ جینہ نے کہا۔ ”میں نے ان سے مل کر۔“
 ”کی کو کچھ جاننے کے لیے میرے پاس۔“ وہ کہہ رہی تھی۔
 ”میں نے ان کو واقعی کوئی مسئلہ نہیں۔ کوئی میرے مسئلہ۔ اس وجہ سے وہ نہیں انعام نہیں کر سکے۔ اس شادی کے اٹھا کے ہارے ہیں۔“ وہ اب کئی مہینوں سے امید کے تحت کہہ رہی تھیں۔
 ”میں نے تم علیہ کے موبائل پر کچھ کر کے۔“ انہیں اچانک خیال آیا۔ ”جینہ! کچھ لکھ کے ہاتھ میں لے کر آؤ۔“
 ”امی! موبائل آف ہے۔“ اس نے موبائل کل کان سے ہٹاتے ہوئے کہا۔
 ”وہ کچھ دیر اس کا پتہ نہ ملے گا۔“ تمہارے اور علیہ کے درمیان کوئی ٹھکانہ نہیں ہوا۔“ انہوں نے اچانک بہت سے پوچھا۔

”امی! جھگڑا کیوں ہو گا؟“ جینہ نے اس سوال کے لیے تیار نہیں تھا۔
 ”وہ کچھ جینہ! اگر تمہارے اور اس کے درمیان ایسی کوئی بات ہوئی ہے تو مجھے جانے۔“ اس کی امی نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”امی! پلیز! آپ مجھ پر یقین کریں میرا اور اس کا کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔“ جینہ نے ہار کر کہہ دیا۔ اس وقت وہ اپنے لیے اس کے ساتھ ہونے والی گفتگو کے بارے میں اپنی امی کو بتانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔
 ”پھر تم مجھے ان کے گھر لے چلو۔“ یہاں بیٹھ کر وہ قاتل کر کے لے گئے۔ ہر گز نہ کہ یہاں نہیں۔“ وہ ایک بار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو گئی۔

”امی! پلیز! آپ پہلے بایا کو جگہ کریں۔ بات کریں۔ پھر ان کے گھر جانے کے بارے میں سوچیں۔“

”بالہ! مجھے پہلے تمہارے بابا سے بات کرنی چاہیے۔ میری غیر موجودگی میں وہ اٹھ گئے تو میں اخبار میں اس نوٹس کو دیکھ کر پریشان ہوں گے۔ میں ان کو جانگاہوں۔“
 وہ محبت میں وہاں سے چلی گئیں۔ جینہ نے ایک بار پھر موبائل اٹھا کر تانو کا نمبر دیکھ لیا۔ امی ابھی بھی بڑی تھی۔ اس نے علیہ کا نمبر دیکھ لیا۔ موبائل آف تھا۔ موبائل پر کہ وہ ایک بار پھر اخبار اٹھا کر اس نوٹس کو دیکھنے لگا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اس نوٹس کے پیچھے علیہ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ تانو کا اگر اس طرح کا کوئی ارادہ

ہوتا تو وہ کل اس سے ذکر کرتیں یا کم از کم اس سے اکھڑے ہوئے لمحے میں بات کرتیں۔ مگر انہوں نے ہمیشہ کی طرح بڑی خوش ہلی کے ساتھ اس سے بات کی تھی۔ البتہ علیزہ۔ اس کا عجیب گم صبح سالجہ اس وقت اسے نہیں کھاکا تھا مگر اب کھٹک رہا تھا وہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے علیزہ سے کل دوبارہ ملنے کی کوشش کیوں نہیں کی صرف فون کرنا کیوں کافی سمجھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے پاس چلا جاتا تو دونوں کے درمیان اس موضوع پر دوبارہ گفتگو ہوتی اور علیزہ اس طرح کا قدم نہ اٹھاتی جس طرح اس نے اب اٹھایا تھا۔ مگر اب یہ سب پچھتاوے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

تقریباً دس منٹ کے بعد اس کے بابا اور ای دوبارہ وہاں آئے وہ اس دوران تین چار بار نانو کا نمبر ملا چکا تھا مگر رابطہ کرنے میں ناکام رہا تھا۔ بابا کے چہرے سے پریشانی واضح تھی۔

”دکھاؤ مجھے فون کا نمبر ہے؟“ انہوں نے اندر آتے ہی جنید سے کہا۔

”تم نے دوبارہ فون ملایا؟“ اس کی امی نے ایک بار پھر پوچھا۔

”ہاں بڑی ہے۔“ اس نے اخبار اپنے بابا کو دیتے ہوئے کہا۔ اس نے ہاتھ لگا کر فون پر دانی اور ان کے چہرے کی توجہ کی اور پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔

”بابا فون پر بات کرنے سے بچتے رہیں۔ ہم ان کے گھر چلیں۔“ آخر اخبار کا قدم انہوں نے اس طرح لگایا تھا۔

”انہوں نے اپنی بیوی کی طرف مڑے ہوئے تھے۔

”تمہاری سسرالی سے کس بات ہوئی تھی؟“ انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

”نکل رات ہوئی تھی انہوں نے تنہا کوئی ایسا اشارہ نہیں دیا کہ وہ اس طرح کا کوئی قدم اٹھانے کا سوچ رہی ہیں۔“ جنید کی امی نے کہا۔

”نکل رات کو علیزہ کی امی بھی کہتا تھا کہ آپ ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس شادی کے اس اچانک التوا کی وجہ وہ نہ ہوں۔“

”مگر وہ ایسا کیوں کریں گی۔ اس رشتہ میں ان کی پسند شامل تھی۔ وہ تو وقتاً فوقتاً تم سے فون پر بات بھی کرتی رہی ہیں۔ پھر وہ اس طرح کیوں کریں گی؟“

جنید کے بابا نے بھی میں سر ہاتے ہوئے کہا۔

”اور باغرض وہ ایسا کرنا چاہتیں بھی تو بھی وہ اتنی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کرتیں کہ خود ہی ایسا کوئی نوٹس دے دیتیں۔ وہ یقیناً پہلے ہم لوگوں کو مطلع کرتیں اور وہ نہ کرتیں تو مسز معاذ تو ضرور کرتیں۔“

”جنید! تم گاڑی نکالو۔ میں کپڑے بدل کر آتا ہوں۔ تم بھی ہمارے ساتھ ہی ان کے گھر چلو۔“ انہوں نے جنید کو ہدایت دی۔

”بابا! میرا جانا مناسب ہو گا۔“ جنید کے بابا نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

”کیوں مناسب نہیں ہو گا۔ بہتر یہی ہے کہ تمام بات تمہارے سامنے ہو۔“

”جی بابا! جنید نے جی کڑا کر کہا۔

”تم گاڑی نکالو۔ ہم لوگ آتے ہیں۔“ انہوں نے جنید کی امی کے ساتھ کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔

وہ کچھ کے بغیر خود بھی ان کے پیچھے ہی باہر گیراج کی طرف نکل گیا مگر اس وقت وہ بے حد پریشان تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اگلے چند گھنٹوں میں علیزہ کے گھر پر اس کے والدین کی موجودگی میں کیا گفتگو ہونے والی تھی اور اسے اب اور بہت سی دوسری باتوں کی طرح اپنے اس جھوٹ پر بھی پچھتاوا ہو رہا تھا۔ جو کچھ دیر پہلے اس نے امی سے بولا تھا۔

”بہتر ہے کہ وہاں جانے سے پہلے میں اپنے پیر مش کو سچ بتا دوں۔“ اس نے گاڑی نکالتے ہوئے فیصلہ کیا۔

اخبار دیکھتے ہوئے عمر کے ماتھے پر پل پڑ گئے اخبار کے صفحے پر نظر کر جاتے ہوئے اس نے اس کا نام کار پڑھا۔

”ابا ہور اس نمبر پر کال ملاؤ۔“

اس نے اپنے آپ پر کو نانو کا نمبر دیتے ہوئے کہا۔ ریسپونڈر ہیں رکھتے ہوئے اس کے چہرے پر ابھرنے لگی۔

”آخر گرینی نے اس شادی کو ملتوی کیوں کیا ہے؟ کیا پر ایلم ہے؟“ وہ ایک بار پھر اخبار دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی آفس پہنچا تھا اور اخبارات پر سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے اس نوٹس پر اس کی نظر پڑ گئی۔

کچھ بعد دیگرے اس نے چاروں اخبارات کو دیکھ لیا۔ چاروں میں ہی وہ نوٹس موجود تھا۔ اس کا پچھلے ٹیڈل نوٹس ہانوکے ساتھ کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ خود جنید کے ساتھ بھی اس کا رابطہ ہوئے کچھ دن گزر گئے تھے۔

فون کی بیل بجی عمر نے فون اٹھا لیا۔

”سر! بات کریں“ آپریٹر نے کال ملاتے ہوئے کہا۔

”ہاں لہجوں کے بعد دوسری طرف سے نانو کی آواز سنائی دی تھی۔ ”ہیلو۔“

”ہیلو گرینی۔ میں عمر ہوں رہا ہوں۔“ عمر نے کہا۔

”ہاں عمر! میں ہوں۔“ نانو کی آواز میں کچھ حیرت تھی۔

”میں لٹیک ہوں گرینی! آپ لٹی ہیں؟“ عمر نے ان سے کہا۔

”میں بھی ٹھیک ہوں۔ بات ختم لاہور میں ہو؟“

”نہیں لاہور میں نہیں ہوں۔“

”تو پھر آتی صبح صبح کینے کال کر لیا۔“ نانو نے بالآخر اپنی حیرت کا اظہار کر دیا۔

”میں ابھی ابھی آفس آیا تھا اور اخبار دیکھ رہا تھا۔ اخبار میں آپ کا نوٹس دیکھ کر آپ کو فون کیا ہے۔“

”اخبار میں آپ کا نوٹس پڑھا ہے۔“ اب حیران ہونے کی بجائے عمر کی تھی۔

”میرا نوٹس۔“ عمر ششدر رہ گئیں۔ کیسا نوٹس؟

”آپ نے اخبار میں کوئی نوٹس نہیں دیا؟“

”نہیں میں نے تو کوئی نوٹس نہیں دیا۔ تم کس نوٹس کی بات کر رہے ہو؟“

عمران کے جواب پر الجھ گیا۔ ”گرینی سارے بڑے نیوز پیپر میں آپ کے نام سے ایک نوٹس ہے۔“ علیزہ کی

شادی کے التوا کے بارے میں۔“

”تم کیسی فضول باتیں کر رہے ہو۔“

”گرینی! میں کوئی فضول بات نہیں کر رہا۔ نوٹس دیکھ کر آپ سے بات کر رہا ہوں۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ

علیزہ کی ۳۵ مارچ کو ہونے والی شادی آپ نے کچھ تاخیر و وجوہات کی بنا پر ملتوی کر دی ہے۔“ عمر نے نوٹس پر

ایک نظر ڈال کر اخبار فیمل پر پھینک دیا۔

”میرے خدا! تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں کیوں اس کی شادی کینسل کر دیں گی۔“ نانو کی آواز سے ان کی پریشانی کا

اندازہ ہو رہا تھا۔ ”کون سے اخبار میں ہے یہ نوٹس؟“

”چاروں بڑے نیوز پیپر میں۔ میں نے چاروں نیوز پیپر ز منگو کر دیے ہیں۔ آپ نے اب تک اخبار نہیں

دیکھا۔؟“

”نہیں میں نے اخبار نہیں دیکھا۔ میں تو ابھی تمہارے فون پر ہی اٹھی ہوں۔“ نانو نے کہا۔

”ٹھیک امریکہ سے آئی تھی رات کو۔ ہم لوگ دیر سے سوئے اسی لیے صبح جلدی میں اٹھی۔“

”پھر آپ اخبار منگوا لیں۔“ عمر نے انہیں ہدایت کی۔

وہ کہتا تھا کہ "میں نے یہ سب سیکھا ہے۔"

اور بولے۔ وہ اس کے ساتھ شام تک کے لئے بیٹھ کر ہوئی تھی۔ پھر رات کو ان کی دوست دیکھ چکی تھی۔ چنانچہ

ابو جہل نے علیؑ سے باطلہ وعدہ ہے، پھر پھگڑنے کی دہائی تھی۔ ۴۷

[illegible]

اگر لی! آپ اسے اٹھا کر منہ پر رکھیں تو کتنی خوش ہو جائیں گے۔

کہ وہ اسے سمجھا نہیں۔ زیادہ براہِ اجلاست نہیں۔ ”میر نے ان سے کہا۔
”جتنا مجھ اور لڑکی کے مابین کچھ ہے، اسے براہِ اجلاست سے سمجھنا نہیں آتا۔“

کتنے برس پہلے میں نے ایک شخص کو ملا کر کہا تھا کہ اس کی اس بات پر حیرت ہے کہ

اب تک یقیناً وہ بھی اس خوشی کو نہ بھولے ہوں گے۔

”آپ جسندی کی سبلی کے بارے میں پوچھنا ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ انہیں بھی فائدہ ہوگا کہ انہیں بھی فائدہ ہوگا۔“

”تو سچا ہیو؟“ اس نے پوچھا۔

”آپ صرف یہ کہہ دیجئے کہ شادی ایک ماہ آگے کر دی گئی ہے۔ اگلی ڈیٹ کے بارے میں انہیں بعد میں بتا دے گا۔“

”اور زینب جو پوچھیں گے تو؟“

یہی وجہ بتادیں۔ لولوں کے پاس اسنی فرصت نہیں ہوتی کہ وہ تصدیق کرتے پھرں۔ "عمر"

”اور جو ایذا اور مصیبتیں دوسرے بیٹے فون کر کے پوچھیں گے ان سے میں کیا کہوں۔ ان سے تو میں جھوٹ نہیں کہتی۔“

”پہلے آپ علیزہ کو بٹکا کر ان سے بات کریں۔ پھر یہ سوچیں کہ آپ کو کس سے کیا کہنا ہے؟“ سمر نے کہا۔

لکھ لیا ہے تو وہ بھی بہت پریشان ہوں گے اس وقت۔“

میرے بات سم کرے ہوئے خدا حافظ کیا اور پھر یوں رکھ دیا۔

عید کی رات سے گاڑی نکالنے کے بعد اندر آیا تھا جب اس نے اپنے سوال کی پہلی سی۔۔۔ عری طرف کر

مناہو نے شادی کو ملتوی کیوں کیا ہے؟ وہ عمر اور علیہ کی طرح انہیں مانوی کہتا تھا۔

506

”تم بولا کرو ذرا۔“ انہوں نے کہتے ہوئے فون اٹھ دیا۔ اسے کمرے سے نکل کر وہاں پر لاؤنج میں گئیں۔ ملازم صافائی کرنے میں مصروف تھا۔ انہوں نے حتمی طور پر فون اٹھ دیا اور پھر شیئرنگ میں بیٹھ گئے۔ اخبار کو اٹھالیا۔ انٹرویو کے عالم میں پہلا صفحہ پلٹتے ہی وہ فون ان کی نظروں کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ جیسے دھوکے سے رہ گئی تھیں۔ تیز رفتاری سے فون اٹھالیں۔ وہاں اسے کمرے میں آئیں اور انہوں نے رپورٹ اٹھالیا۔

”ہاں، عرض ہے کہ فون اس نے لے لیا ہے کمرے میں صفحہ دس نہیں دیا۔“ انہوں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”تو پھر کس نے لیا ہے؟“

”میں نہیں جانتی ہوں۔“ علیزہ کی شادی کے لیے توفیق بھی نکل گیا۔ پاکستان آگئی ہے۔ کیا اب ہم اس طرح کے فون دے دیں گے۔“ انہوں نے تلخی سے کہا۔ ”کئی نے ہمارے ساتھ شرارت کی ہے۔“ انہوں نے ایک نظر اس فون پر ڈالتے ہوئے فون اور پریشانی سے کہا۔

”عمر مجھ کو کی سے ان کی بات سننا رہا۔“ نہیں مگر بی۔ ایہ شرارت نہیں ہو سکتی۔ کئی اعتبار بھی اتنا غیر معمولی وار نہیں ہو سکتا کہ کسی تصدیق کے بغیر فون شائع کر دے۔ ہمیں یہ فون علیزہ نے فون شائع نہیں کر دیا۔“ اس سے انہوں نے خیال کیا۔

”علیزہ نے؟“ نہیں علیزہ کیوں کروائی گی۔“ کانو نے کہا۔

”وہ اس وقت کہاں ہے؟“ عمر نے پوچھا۔ ”وہ سو رہی ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ رات کو ہم سب لوگ سو رہے تھے۔ میں اس وقت اسے نہ جانتی تھی کہ اس نے فون لے کر کمرے میں آ کر پڑھ لیا۔“ انہوں نے کہا۔

”ہمیں آپ کی اطلاع اسے مت دینا۔ میں چند منٹوں میں آپ کو دوبارہ فون کر کے بتا دیتی ہوں کہ یہ فون کس نے شائع کر دیا ہے۔“

”عمر نے ان سے کہا اور پھر فون بند کر دیا۔ فون بند کر تے ہی اس نے اپنے پی اسے کہہ کر دیا۔

”خالد! یہ ایک فون شائع ہوا ہے ان تینوں چاروں اخباروں میں۔ ہم ان میں سے کسی اخبار کے آفس میں فون کر کے پتا کر کے یہ فون کس نے شائع کرنے کے لیے دیا تھا۔ ان لوگوں نے یقیناً اس کی شناختی کارڈ کا نمبر یا اس کی فون کال کی بھی لی ہوگی۔ تم ذرا مجھے یہ پتا کرو اللہ اور دس منٹ کے اندر اندر۔“ اس نے اپنے پی اسے کو یہ بات دی۔ وہ اخبار لے کر باہر نکل گیا۔

”عمر کچھ انھیں کے عالم میں اپنی کرسی کو گھماتا رہا۔ ٹھیک دس منٹ کے بعد پی اسے دوبارہ اندر داخل ہوا۔

”سر! یہ ایک خاتون نے دیا تھا۔ ان کا نام علیزہ سکندر ہے۔“

”عمر نے اس کی بات کاٹ دی۔“ میں ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔“ وہ اب دوبارہ فون اٹھا رہا تھا اور اس بار اس کے سر پر پہلے سے زیادہ تشویش تھی، آپریشن نے چند منٹوں میں ایک بار پھر کال ملا دی۔ ”نانو اس کی کال کی منتظر رہیں۔“

”ہاں عمر! انہوں نے اس کی آواز سننے ہی کہا۔

”کچھ پتا چلا؟“

”گر بی۔ ایہ علیزہ سکندر کی طرف سے دیا گیا ہے۔“

”نانو کچھ نہیں بول سکیں۔“ علیزہ کی طرف سے؟“ چند لمحوں کے بعد انہوں نے بے یقینی سے کہا۔

”اس نے آپ سے ایسی کوئی بات کی تھی؟“

”نہیں۔ اس نے مجھ سے ایسا کچھ بھی نہیں کہا۔ وہ تو شادی کی تیاریوں میں مصروف تھی۔“

”جنید کے ساتھ اس کا کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا؟“

”ہاں۔ دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا تو ہوا ہے۔“

504

پھر علیہ سے بات کریں اگر ابھی تم لوگ وہاں چلے گئے تو معاملہ زیادہ بکڑے گا۔ تم ان سے کہو وہ ابھی وہاں نہ جا سکتے۔

”لیکن میں انہیں کیا کہہ کر دوں۔ تمہارا ریفرنس دے کر دوں؟“
 ”ہاں تم کہہ دو تاکہ تمہاری مجھ سے بات ہوئی ہے۔ میں گریٹی سے کہتا ہوں کہ وہ خود آگئی کہ فون کریں۔ لیکن ابھی کچھ دیر کے بعد فوری طور پر نہیں۔“ ”تمہارے پاس تو یہ ہے۔“
 ”ٹھیک ہے میں اسی سے بات کرتا ہوں۔“ ”جینے نے اس سے کہا۔ پہلے کی نسبت وہ اب کچھ مطمئن نظر آ رہا تھا۔

”میں میں پھر ابھی کچھ دیر بعد میں ریف کر دیا۔ اگر اس فون کی وجہ سے کوئی کالز تمہارے گھر آئیں تو تم آگئی سے کہو کہ وہ کسی شخص کی شادی اگلے مہینے تک ملتوی کر دی گئی ہے۔ کوئی بھی وجہ بات ہو سکتی ہے۔“ اس نے فون بند کرتے کرتے کہا۔

”اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس نے غصے میں آکر یہ قدم اٹھایا۔“
 ”تھوڑا سمجھا میں نے اس کا غصہ سمجھ لیا۔“ وہ اب علیہ کا دل چاہتا تھا۔

”اور پھر اس میں زیادہ قصور خود تمہارا ہے۔ جب تمہیں ایک بار میں نے منع کیا تھا تو پھر تمہیں اس طرح کی بات کرنی ہی نہیں چاہیے تھی۔ تم ایسی بات کرتے ہو غصے میں اس طرح کی حرکت کرتی ہو۔ حال میں تم سے کانٹیکٹ میں ہوں۔“ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“

اس نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ علیہ کو قلمی دستے سے دو خوردہ خوردہ مٹھنیں تھیں۔ انکی صورت حال کچھ عجیب تھی۔ اس نے ان کی تصویر نہیں کیا تھا۔ اسے سب سے زیادہ شرمندگی جینے اور اس کی ٹیبل سے ٹکرائی ہوئی تھی۔ کم از کم ان کا کیا کوئی قصور نہیں تھا کہ وہ اس طرح کی پریشانی کا سامنا کرتے۔ جینے کی ٹیبل کو یہ اندازہ تھا کہ جینے کے لئے علیہ کے شادی کر رہا تھا۔ ان کا یہی خیال تھا کہ جینے کو وہ پسند آگئی تھی اس لیے وہ اس کی شادی کرنا چاہ رہا تھا۔ ورنہ شاید اس وقت عمر کی پوزیشن زیادہ خراب نہ ہوتی مگر وہ جینے کے سامنے سخت محسوس کر رہا تھا۔

گریٹی کی پشت سے ٹھیک لگاتے ہوئے بیٹھے وہ بہت دیر تک اس ساری صبر تھا۔ کچھ بار سے میں سوچ رہا تھا۔ آخر وہ جینے کو کس طرح اس پر چڑھائی سے نکال سکتا تھا۔ جس کا شمار وہ درحقیقت عمر کی وجہ سے ہوا تھا۔

”اب کوئی کم صاحب باری ہیں۔“ ”اگر علیہ کی آواز پر علیہ نے دروازہ کھولا۔ مگر انفر تھا۔“

”میں جاؤں اور آؤں۔“ اس نے سر کو الٹا کر ایک نظر ڈالی۔ ”آج اسے اٹھنے میں واقعی ہونے لگی۔“
 پھر وہ منٹ بھر کے بعد لاؤنچ میں آگئی تو اس نے ناؤ اور می کو وہاں بیٹھے دیکھا۔ وہ بے حد متحیر نظر آ رہی تھیں۔ ایک لمحہ کے لئے علیہ کی آن سے۔ نظرس ملے پھر وہ انک شیل کی طرف بڑھ گئی یہاں تک کہ وہاں تھا۔ می اخبار اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں۔

”یہ کیا حرکت ہے علیہ؟“
 ”میں ہی حرکت؟“ اس نے ڈبل دھڑکی پر جم لگاتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت تک ان دونوں کی وہاں موجودگی اور ان کے چہروں پر نظر آنے والی تشویش کی وجہ جان چکی تھی۔

”یہ تو کس سے جو تم نے شائع کروایا ہے۔“ ”تمہارے اخبار اس کے سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ کر بیٹھ گئیں۔ علیہ نے نوٹس پڑھنے کے بجائے اخبار کو ہاتھ سے ایک طرف کر دیا اور سلاکس پر جم لگا کر جاری کر دیا۔

”جو پھر کس نے کیا ہے؟“ ”جینے نے حیران ہو کر پوچھا۔“

”علیہ نے۔“

”جینے کچھ بول نہیں سکا مگر اس پر یکدم اس طرح بھا جانے والی خاموشی کچھ عجیب تھی۔“

”اس نے کیا کیا ہے؟“ ”جینے نے کچھ دیر بعد ہم کو آؤں کہا۔“

”یہی تو میں تم سے جانتا چاہتا ہوں۔“

”میں تمہیں کیا سنا سکتا ہوں۔ تمہارا اس سے پوچھو۔“

”میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔“ ”تمہارے کالونی جگہ ابھی اتنا ہی معرے پر ابھی آتے ہوئے کہا۔“

”تمہارا اس سے کوئی جگہ نہیں ہوا۔ صرف پر سوں میں نے اسے یہ بات بتادی تھی کہ تم میرے بہت پالنے والے ہو۔“

”یہی؟“ ”میرے اختیار چلایا۔“

”ہاں میں نے اسے یہ بات بتادی۔“

”اور کیا بتایا ہے تم نے؟“

”میں نے اس کے دل سے تمہارے خلاف۔“ ”علیہ نے ٹکال کی کوشش کی وہ تمہیں اپنا دشمن سمجھ رہی تھی۔“

”جینے نے اس سے یہ کہا کہ میری اور اس کی شادی طے کروانے میں کچھ تمہارا ہاتھ ہے اور اگر تم اس کے دشمن ہو تو تم تو ایسا کیوں کرتے۔“

”تمہارے سب سے اہل ایمان ہو۔“ ”میرے غصے کے عالم میں اس کی بات ٹھکی۔“

”تمہیں اس طرح کی فضول باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”فضول باتیں؟“ ”یہ کوئی فضول بات تو نہیں ہے۔ میں تمہارے غصے سے متعلق جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔“

”تم اپنے حقائق اپنے پاس رکھنا۔ جب تم سے میں نے کہا تھا کہ تم اس سے میرے بارے میں کچھ کوئی بات مت کرنا تو پھر تمہارا دل کیوں خراب ہو گیا تھا۔“

”عمر ایسا ہی عمر جیٹ نہیں چل سکتا تھا اسے شادی کے بعد بھی تو پتا چلتا ہی تھا۔“

”بعد کی بات اور تھی۔ اور ضروری نہیں ہے کہ بعد میں بھی اسے بتایا جاتا اور ہو سکتا ہے کچھ عرصے بعد اس کی ناراضی ختم ہو جاتی۔“ ”میرے ناراضی کے عالم میں اس سے کہا۔“

”مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر ناراض ہو سکتی ہے۔“ ”جینے نے کہا۔“

”مجھے تھا ہی لیے میں نے تمہیں منع کیا تھا مگر تمہیں تو کوئی پروا نہیں ہوئی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔“

”میرا حال اب تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ کچھ ہو چکا ہے وہ ہو چکا ہے۔“ ”جینے نے کہا۔“

”تمہارے گھر میں پتا چل گیا ہے اس نوٹس کے بارے میں؟“

”نہا ہرے۔“ ”ای نے صبح اخبار میں پڑھا تھا۔“

”کیا ریلیکشن ہے ان کا؟“

”بہت پریشان ہیں۔ انہوں نے بابا کو بھی بتا دیا ہے۔ ہم لوگ ابھی ناٹو کی طرف ہی جا رہے ہیں۔“ ”جینے نے اس سے کہا۔“ اور میں نے انہیں ابھی تک اس نوٹس کی وجہ نہیں بتائی۔ سو یہی سمجھ رہے ہیں کہ مجھے اس نوٹس کی وجہ کا کچھ پتا نہیں اور نہ ہی میرا اور علیہ کا کوئی اختلاف ہوا ہے۔“

”جینے تم ان سے کہو کہ ابھی وہ گریٹی کی طرف نہ جائیں۔“ ”میں نے کہا۔“ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے گریٹی سے بات کی ہے۔ علیہ اس وقت سو رہی تھی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ پہلے علیہ کی اسی سے بات کریں اور

”اپنی شادی کینسل کر دی ہے تم نے؟“ شبنم نے اس بار قدرے تیز تو آوازیں نکالیں۔
 ”اور تمہاری اتنی جرات کیسے ہوئی کہ تم میرا نام استعمال کر کے اس طرح کے نوٹس دو۔ اپنے نام سے دیتیں یہ نوٹس۔“ اس بار نانو بھی غصے کے عالم میں اٹھ کر ڈانٹنگ نکیل کپاس آگئیں۔
 علیزہ ران کے غصے کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ ”میں اپنے نام سے یہ نوٹس دے سکتی تھی۔ مگر اس پر آپ کو یہ اعتراض ہوتا کہ میں اتنی دیدہ دلیر ہو گئی ہوں کہ اپنے نام سے ایسے نوٹس دیتی پھر رہی ہوں۔“ اس نے اطمینان سے سلاٹس کھاتے ہوئے کہا۔

”آخر تم نے اس طرح کی حرکت کیوں کی ہے؟“ شبنم نے اس بار کچھ بے چارگی سے کہا۔
 ”صرف اس لیے کیونکہ میں اس شخص سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔“
 ”یہ سب تمہیں اب یاد آیا ہے جب شادی میں دو ہفتے رو گئے ہیں۔ پہلے بتانا چاہیے تھا کہ میں اس شخص سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔“ نانو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”اور یہ شادی تم سے پوچھ کر طے کی گئی تھی۔ تمہارے سر ٹھکانا نہیں گیا تھا جنید کو۔ رشتے ہوئے سے پہلے ملتی رہی ہو تم۔ جب تمہیں ہو گئیں تب یہ رشتے کیا گیا بلکہ میں نے تم سے اس وقت بھی یہ کہا تھا کہ اگر تمہیں کوئی اور پسند ہے تو مجھے بتاؤ۔ تم تمہاری شادی وہاں طے کروں گے۔ اس وقت تمہیں جنید پر کوئی اعتراض نہیں تھا اور اب تم کہہ رہی ہو کہ تمہارے شادی نہیں کرنا چاہیے۔“ نانو کے بغیر بولتی رہیں۔

”آخر تم نے یہ کیوں طے کر لیا ہے کہ تم بیٹھ گئے اور دو سروں کو پریشان کرتی رہو گی؟“
 ”میں کسی کو پریشان نہیں کر رہی۔ شادی میرا ذاتی معاملہ ہے۔ اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا مکمل حق ہے مجھے۔“ اس بار علیزہ نے ہلکی سی تڑخی کے ساتھ کہا۔

”اس حق کو اس طرح استعمال کرنا تمہیں۔“
 ”میں مجھے بات کرنے دیتا ہوں اس سے۔“ اس بار شبنم نے نانو کو دیکھا۔ ”تمہیں اندازہ ہے کہ تمہاری اس حرکت سے ہمارے اور جنید کے درمیان پر کس طرح کا اثر ہو گا۔“ شبنم نے تلخی سے کہا۔
 ”توگ کس طرح کی باتیں کریں گے۔“ علیزہ نے ہاتھ اٹھا کر انہیں بات کرنے سے روکا۔ ”اوہ کم آن۔ ہم کسی ٹل کلاس میبل سے تعلق نہیں رکھتے کہ میری اس حرکت سے ہم کسی کو برا بھلا کہانے کے قائل نہیں رہیں گے۔“ اس نے ناگوار سی کہا۔

”ہماری فیملی میں اتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو کوئی ملاحظہ نہیں کرتا۔ کیا نہیں ہو جاتا نا۔“ علیزہ نے اسے ایک معمولی بات پر اس طرح مجھے ملامت کرنے میں مدد کی۔ ”اس نے اب اپنا سلاٹس پلٹ لیا۔“
 ”ویسے بھی تو اتنی طلاقیں ہوتی رہتی ہیں اگر میں نے صرف اتنی توڑ دی ہے تو اس میں کون سی برائی ہو گئی۔“ علیزہ! متنی تو نے کا بھی ایک وقت ایک طریقہ ہوتا ہے۔ جس طرح تم۔“

علیزہ نے آئیٹ بار پھر شبنم کی بات کاٹ دی۔ ”میں آپ سے کہتی کہ میری سہیلی تو دیں تو آپ توڑ دیے؟ پائٹل نہیں ہے اس وقت بھی کسی سب کچھ کہہ رہے ہوتے۔“

”آخر تمہیں ایک دم کس چیز نے مجبور کیا ہے کہ تم اتنا برا قدم اٹھا رہی ہو۔“ اس بار نانو نے کہا۔
 ”کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی۔ میں اس حق تو ہوں نہیں کہ صرف ایڈوکیٹر کے لیے ایسی حرکت کروں۔“
 ”وہی وجہ پوچھ رہی ہوں۔“

”نالو! آپ وجہ ہیں۔“ نانو اس کی بات پر ہکا بکا ہو گئیں۔
 ”میں وجہ ہوں؟“ انہوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔
 ”ہاں آپ وجہ ہیں۔ جنہوں نے ہمیشہ مجھے پانچ سال کی بچی کے علاوہ اور کچھ سمجھا ہی نہیں۔“ علیزہ نے سختی سے کہا۔

”تم۔“ علیزہ نے ان کی بات کاٹ دی۔

”آپ نے عادت بنائی ہے کہ مجھ سے ہر بات میں جھوٹ بولیں گی۔ ہر معاملے میں مجھے اندھیرے میں رہنے کی۔ شاید آپ کا خیال ہے کہ میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ حقیقت سے مجھے آگاہ کر دیا جائے۔“

”میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ اگر صبر کا کوئی پیمانہ ہے تو میرا پیمانہ اب برابر ہو چکا ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ کم از کم اب آپ لوگ مجھے اپنے طریقے سے زندگی گزارنے دیں۔ اپنی انگلیوں پر کٹھ پتلی کی طرح پابند کر مجھے نہ جانے کی کوشش مت کریں۔“

”علیزہ! اتم آخر کیا کیا چاہتی ہو؟“
 ”میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ نے مجھ سے یہ بات کیوں پچھانی کہ جنید عمر کا دوست ہے۔“ نانو دم بخور رہ گئیں۔

”اور عمر نے آپ سے میری اور اس کی شادی کروانے کے لیے کہا ہے۔ جب آپ جانتی تھیں کہ میں عمر کو کس حد تک پسند کرتی ہوں تو پھر آپ نے مجھے جنید کے معاملے میں دھوکے میں کیوں رکھا۔“ اس کی ناراضگی میں اب اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

”میں اس آدمی کی شکل تک دیکھنا نہیں چاہتی اور جب مجھے اس کے ہیٹ فرینڈ کے پتلے پابند رہی ہیں۔ اور دو بھی۔ مجھ سے کچھ بھی نہیں۔“ اور کے بغیر کہتی گئی۔ ”آپ بیٹھ یہ ظاہر کرتی رہیں کہ جنید اور اس کی فیملی کو آپ پہلے بھی جانتی ہی تھیں۔ جبکہ آپ ان سے اچھی طرح واقف تھیں۔ میں سوچتی تھی کہ جنید کو جلدی آپ سے اتنا بے تکلف ہوں گا۔ حالانکہ یہ بے تکلفی تو ان کی فیملی کی تھی۔“

”علیزہ! تمہیں یہ سب کچھ کس نے بتایا ہے؟“ شبنم نے کسی نے نہیں فراموش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ”نانو نے کچھ دیر اس شاک سے بیٹھتے ہوئے کوشش کی۔“

”مجھے یہ سب کچھ خود جنید نے بتایا ہے۔ اس نے مجھے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب بھی اس کے بارے میں کچھ سمجھنا نہیں ہو سکتا ہے۔ مجھے کئی بیٹھ کی طرح کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔“

”عمر نے مجھے جنید کے ہماری شادی کے لیے مجبور نہیں کیا تھا۔“ نانو نے مدافعتی انداز میں کہا شروع کیا انہیں اندازہ تھا کہ علیزہ ان کی ہر بات کو شبہ کی نظر سے دیکھتی تھی۔ اس نے صرف مجھ سے یہ کہا تھا کہ میں جنید جنید سے ملواؤں۔ اگر تمہیں کے درمیان کچھ اندازہ سینڈنگ ہوئی تو پھر اس رشتہ کو طے کیا جاسکے۔ عمر بچوں میں کیا۔“ نانو بولتی رہیں۔ ”جنید جو کھانا سے ایک اچھا لڑکا تھا۔ نہ صرف خود بلکہ اس کی فیملی بھی۔ میں واقعی اسے بہت سالوں سے جانتی تھی اس لیے میں عمر کو انکار نہیں کر سکتی۔ تم یہ بات ظاہر نہیں کی گئی تھی۔ مگر شادی کے سلسلے میں عمر کو کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ تم سے یہ نہیں کہا گیا کہ تم صرف جنید سے ہی شادی کرو گے۔ کسی کے ساتھ نہیں کر سکتیں۔ میں نے انتخاب کا حق تمہیں دیا تھا۔ اور تم نے خود جنید کے حق میں فیصلہ کیا تھا۔“

”مگر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ عمر کا انتخاب ہے۔“ علیزہ نے کہا۔
 ”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”فرق پڑتا ہے۔ آپ کو نہیں پڑتا۔ مجھ سے فرق پڑتا ہے اور آپ نے اس ایک سال کے عرصے میں ایک بار بھی مجھے یہ بتانے کی کوشش نہیں کی۔“

نانو نے اس کی بات کاٹ دی۔ ”تمہیں بتانے سے کیا ہوتا۔ تم اس وقت بھی یہی کرتیں ہو تم اب کر رہی

"تم میری پریشانی میں اپنے الزامات سے اضافہ مت کرو۔ اس کی تربیت صرف میرا فرض نہیں تھا۔ اسنے سالوں میں کمپس بھی کھی لی، کئی کئی تھوڑی مدت خبر لے لی چاہیے تھی۔ اس کے باپ کی طرح تم بھی ہر ذمہ داری بھر پر چھوڑ کر بیٹھ گئیں۔" نانو نے سختی سے کہا۔

"کوئی آپ کا خیال ہے کہ میں نے اس کا خیال نہیں رکھا۔ اتنی باقاعدگی سے میں فون پر اس سے رابطے میں رہی۔ کئی بار میں نے چٹھیوں میں اسے اپنے پاس رکھا۔ ہر ماہ میں باقاعدگی سے اس کے لیے پیسے بھجواتی رہی اور آپ کہہ رہی ہیں کہ میں نے ہر ذمہ داری آپ پر چھوڑ دی۔"

"وہ سارے کام تو سکندر بھی کرتا رہا ہے۔ پھر وہ بھی اتنی اچھا ماہر ہوا جتنی ابھی تمہارا ہوا۔"

"میری بلیز، انہوں نے حکومت کر لی۔" نانو نے سکندر کے نام پر اٹھ کر کہا۔

"تو تم نے کچھ نہیں کیا؟" سکندر نے اس کا نام لے کر کہا۔

"میں کسی کو الزام نہیں دیتی۔ میں صرف اس کا رویہ دیکھ کر پریشان ہو گئی ہوں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس طرح ضدی ہو گئی ہے۔"

اس وقت خود بھی نہیں جانتا کہ وہ کبھی اس سالوں میں کیوں اس طرح کی ہو گئی۔ جس وقت اس میں پہلے نہیں تھی۔ وہ اپنی اپنی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اب اسے معلوم تھا کہ اس کا انتقال ہوا تو یہ اکل بیل تھی۔ معلوم تھا تو پھر بھی اور بات تھی۔ اس نے اس کو چنڈل کرنا آتا تھا۔ ان کے بعد تو مجھے بہت مدت ہو گئی تھی۔ یہ اس کے لانا ان پر اس قدر توجہ کرتی تھی کہ اس نے ان کی یاد میں کام کرنے کی وجہ سے بھی ہوا ہے۔ پتا نہیں کون کون سی نیکیاں اس نے کی تھیں۔ اب اس کا انتقال ہو گیا ہے۔

"اور اب میں کیا کر رہی ہوں؟"

"مجھے پتا نہیں کہ کیا بات ہے۔" نانو نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "تم اپنی زندگی دوبارہ بنائی ہو گئی۔ میری میں میری۔" نانو نے کہا۔

"میں اس بات پر غور کرتی ہوں۔ وہ یہاں آئے۔" نانو اپنی کرسی سے اٹھنے لگیں۔

"وہ کس لیے آئے؟" شینہ حیران ہوئی۔

"وہ اگر اس سے ملنے کے لیے آئے۔"

"تمہاری بات سننے کی۔" شینہ نے بے یقینی سے کہا۔ "تمہاری وجہ سے ہی تو اس نے یہ سب کیا ہے۔ آپ کے سامنے کہا ہے اس نے کہ وہ عمری چھٹی تک دیکھنے پر تیار نہیں ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کہ عمر کو بلا میں گی وہ بات کہ اس سے۔"

"جس کی بات کر سکتا ہے۔ وہی سمجھا سکتا ہے۔" نانو نے فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"میری عمر کو اتنا پسند نہیں کرتی ہے۔ کئی سال پہلے تو اس کی زبان پر عمر کے علاوہ اور کسی کا نام ہی نہیں ہوتا تھا۔ اب خود کہتی تھیں کہ عمر سے اس کی بڑی دوستی تھی۔ پھر آخر ہوا کیا۔؟"

"نانو نے مرکز شینہ کو بلایا۔" شینہ نے عمر سے شادی کرنا چاہتی تھی۔

"کیا؟" شینہ ہکا بکا رہ گئیں۔ "اب تو ابھی کہہ رہی تھیں کہ اسے کوئی پسند نہیں تھا۔"

"عمر کے علاوہ اور کوئی پسند نہیں تھا۔" نانو نے فون کا ریسیور اٹھائے ہوئے شینہ کے جملے کی تصحیح کی۔ شینہ بے باکی سے اٹھ کر ان کے پاس آ گئیں۔

"تمہی ابھر آپ نے عمر سے اس کی شادی کیوں کروانے کی کوشش نہیں کی؟"

"میں نے بہت کوشش کی تھی۔ میں نے عمر سے بات کی تھی۔ اس نے انکار کر دیا۔"

"کیوں؟" شینہ بے اختیار چلا میں۔

"ہاں میں اس وقت بھی یہی کرتی جو میں اب کر رہی ہوں۔" علیزہ نے غصے سے کہا۔ "آخر میں ایک ایسے آدمی سے شادی کیوں کروں جو مجھ سے کسی دوسرے کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔ آپ کا یہ بتا ہے کہ وہ مجھ سے صرف عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔"

"علیزہ! ایسی بات نہیں ہے۔ کوئی کسی کے لئے پرشادی نہیں کرتا۔" اس بار شینہ نے ایک لمبی خاموشی کے بعد اعلیٰ کی۔

"میں نے مجھے خبر دیا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"اس نے یہ سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ مجھ سے عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے اور عمر کے لئے پرشادی کر رہا ہے۔" شینہ نے کہا۔ "میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

”وہ اپنے بہترین دوست سے اس کی شادی کروا سکتا ہے۔ خود کیوں نہیں کر سکتا۔ آپ ہی کو بتی ہیں۔ وہ علیحدہ کا بہت خیال رکھتا ہے۔“

”میں تو ان کی آکھوں میں نمی جھلکتے تھی۔“ ”میں صرف خیال نہیں رکھتا۔ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔“ انہوں نے مدح آمیز آواز میں کہا۔

[illegible]

”علیہ کو اس کی باتوں سے شک لگا تھا۔ شاید اسے لامشعوری طور پر یہ یقین تھا کہ عمر بھی اس سے محبت کرتا تھا۔
عمر۔ بس پھر ان دونوں کے درمیان پہلے جیسی کوئی بات نہیں رہی۔ پھر وہ واقعات بھی ایسے ہی ہوئے کہ عمر سے
اس کی ناراضی بڑھتی گئی۔“

”پھر آپ کو بھی بھی جنید کے ساتھ اس کی شادی کی کوشش نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کبھی بھی نہیں۔ علیحدہ کو جب بھی یہ پتا چلا کہ جنید عمر کا دوست ہے وہ تو اسی طرح مشتعل ہوتی۔ مگر آخر آپ نے اس کی فیملی کو بچنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔“ شینہ نے احتجاجی انداز میں کہا۔

”مجھے اس کے لیے جینے سے موزوں کوئی اور لگتا ہی نہیں۔ خود علیزہ کو بھی وہ بہت اچھا لگتا تھا اور مجھے ایک سال میں ان دونوں کے درمیان چند ایک اختلافات کے باوجود بہت زیادہ انڈر اسٹینڈنگ ڈویلپ ہو گئی تھی۔ علیزہ اس کے گھر آتی جاتی رہی ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ذہنی طور پر ایڈجسٹ ہو چکی تھی نہ صرف یہ بلکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ بہت خوش رہتی ہے۔ میں نے اس کی خوشی اور سکون کے لیے ہی سب

کچھ کیا ہے۔ وہ لوگ ہم سے بہت اچھے اور بہتر ہیں۔ ان کا ماحول بہت اچھا ہے۔ علیحدہ کو ضرورت تھی ایسے لوگوں کی۔ کہیں اور شادی کرنے کی کوشش کرتی تو میرے پاس گیا نہیں ہوتا۔ ہر لڑکا جیند جیسی بچہ اور عادتوں کا مالک نہیں ہوتا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ جتنا کیرنگ ہے علیحدہ اس کے ساتھ بہت خوش رہے گی۔ صرف اس لیے میں نے جیند کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دی۔“

”جی! اس بار مجھ میں کہا وہ اب بھی ہوتی تصوف کی طرف بڑھ گئیں۔ نانو عمر کو کال کرنے لگیں۔
 ”کیا آپ آج کل بیمار ہیں؟“ اس نے کہا۔ ”نہیں، میں اب بہتر ہوں۔“
 ”تو کبھی تو بیمار ہوئے؟“
 ”جی، اس بار مجھ میں کہا وہ اب بھی ہوتی تصوف کی طرف بڑھ گئیں۔ نانو عمر کو کال کرنے لگیں۔“

”میں بھی نہیں اس عاقل کی باتوں میں گمراہی کرتی۔“
 ”تو پھر کیا؟“ کانوا ایک بار پھر گولیاں کر کے اٹھنے لگے۔
 ”اب آتے ہو۔“ اس بار پھر علویہ کی طرف اشارہ کیا۔ ”تو میں کر رہی ہوں۔“
 ”ختم ہو رہی ہو؟“

”میں نے آپ کی بات کو دل سے یاد کر لیا۔ اسے اپنی یاد میں رکھوں گا۔ اس بار میں بھی اس سے رابطہ کر کے اس کی رہنمائی کروں گا۔“

”خیر، اعلیٰ دھار سے پہنچا کرتی تھی۔ اب نہیں کرتی۔ اب دھار سے محبت کرتی ہے۔“

دوسری بات یہ تھی کہ اس کی تعلیم کوئی پرو اور کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ صرف اپنی بیٹی کی پرہیزگار ہے۔

ایک ساتھ بہت خوش رہیں گے۔"

”ہمیں وہ تو ایک ساتھ خوش نہیں رہیں گے اگر آپ عمر سے بات نہیں کریں گی تو میں خود عمر سے بات کروں گی۔ اور عمر میری بات پر رضامند نہیں ہوا تو پھر میں جمائلیہ سے بات کروں گی باپچرمیں ایاز بھائی سے بات کروں گی۔“

علیہ وسلم جس وقت اپنے کمرے میں واپس آئی اس نے موبائل کو بجھنے بنا۔ بیڈ کے پاس آکر اس نے موبائل پر آنے والا نمبر دیکھا۔ وہ نمبر تھا تلخ کا نمبر تھا۔ اس نے بے اختیار اسے ہونٹ پہنچا لیا۔ کچھ دیر تک اس نے موبائل کو دیکھتی رہی پھر اس نے اسے آن کر دیا۔

یہ سوچ کر ایک عجیب سا اطمینان محسوس ہوا تھا کہ اب وہ پریشان ہو گا۔

”تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟“ وہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولا۔
”بس ایسے ہی۔ دل چاہ رہا تھا کسی ایڈیٹر کے لیے۔“

”ہوں۔“

”علیہ! میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔“

”مگر میں تو کوری ہوں۔“

”تمہیں اس لیے اس فیلڈ کی تحقیق کا احساس ہے؟“ عمر نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں، جی طرح۔“ اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”تمہیں کب تک اس قدرے کوئی؟“ وہ نے اس کے ساتھ کھڑی اسی نہیں کہوں گی۔“

”مگر میں تو نہیں۔“

”علیہ! میں نے تم کو کوئی احساس نہیں کیا۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارا یہ۔“ فریڈ مجھ سے شادی نہیں کرے گا تو دنیا میں کوئی بھی نہیں۔“

”جی۔“

”مگر صرف میرا ہی نہیں۔“ فریڈ نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”تمہیں اس انسان کا نام؟“ عمر نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“

”تمہیں یہ بتانا چاہیے کہ تمہارا اعلیٰ۔“ عمر نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”بات کے جواب میں بڑے جلد سے کہا۔“

”مجھے اب کوئی غصہ نہیں ہے۔ میرا غصہ ختم ہو چکا ہے۔ میں اس وقت بہت پر سکون ہوں۔“

”تمہیں ہو رہا؟“

”جینید کے ساتھ اس طرح کر کے تمہیں بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔“

”تمہارا دوست کے ساتھ ایسا کر کے مجھے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔“

”علیہ! وہ اب صرف میرا دوست نہیں ہے۔ تمہارا بھی کچھ تعلق ہے اس سے۔“

”تعلق تھا۔ اب نہیں۔“ اس نے قطعیت سے کہا۔

”اور یہ چیزیں نے تم سے یکساں ہے۔ چکی بجاتے ہوئے ہر شے پر تعلق کو ختم کر دیتا۔“ وہ فون پر ہنس رہی تھی۔

”انی! ابھی آپ لوگ علیہ کے گھر نہ جائیں۔“

”عمر سے فون پر بات کرنے کے بعد جینید نے اندر آکر اپنی امی سے کہا۔“

”کیوں؟“ انہوں نے چونک کر پوچھا۔

”عمر نے ابھی مجھے فون کیا ہے۔“

”پھر؟“

”وہ یہ چاہتا ہے کہ آپ لوگ ابھی وہاں نہ جائیں۔ اس نے گرینی سے بات کی ہے۔ وہ ابھی کچھ دیر تک آپ کو کال کریں گی۔“

”مگر انہوں نے اس طرح اچانک شادی ملتوی کیوں کی ہے؟“ عمر کے بابا نے پوچھا۔

”یہ تو میں نہیں جانتا۔“

”تم نے عمر سے نہیں پوچھا کہ شادی کیوں ملتوی کی گئی ہے؟“

”عمر کو بتا نہیں ہے۔“

”کیوں۔“ عمر نے اس سے اس کے لیے کچھ دیر پہلے بات کی ہے۔“

”جینید چند لمحوں کے لیے کچھ

”جی ہاں۔“ اس نے پوچھا تو ہو گا مگر شاید گرینی نے اسے نہیں بتایا۔“

”ابراہیم صاحب کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔“ کب فون کر رہی مریزا؟“

”نہ کہ رہا تھا۔“ عمر نے جواب دیا۔

”مگر میں تو نہیں۔“

”علیہ! میں نے تم کو کوئی احساس نہیں کیا۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارا یہ۔“ فریڈ مجھ سے شادی نہیں کرے گا تو دنیا میں کوئی بھی نہیں۔“

”جی۔“

”مگر صرف میرا ہی نہیں۔“ فریڈ نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”تمہیں اس انسان کا نام؟“ عمر نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“

”تمہیں یہ بتانا چاہیے کہ تمہارا اعلیٰ۔“ عمر نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”بات کے جواب میں بڑے جلد سے کہا۔“

”مجھے اب کوئی غصہ نہیں ہے۔ میرا غصہ ختم ہو چکا ہے۔ میں اس وقت بہت پر سکون ہوں۔“

”تمہیں ہو رہا؟“

”جینید کے ساتھ اس طرح کر کے تمہیں بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔“

”تمہارا دوست کے ساتھ ایسا کر کے مجھے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔“

”علیہ! وہ اب صرف میرا دوست نہیں ہے۔ تمہارا بھی کچھ تعلق ہے اس سے۔“

”تعلق تھا۔ اب نہیں۔“ اس نے قطعیت سے کہا۔

”اور یہ چیزیں نے تم سے یکساں ہے۔ چکی بجاتے ہوئے ہر شے پر تعلق کو ختم کر دیتا۔“ وہ فون پر ہنس رہی تھی۔

”انی! ابھی آپ لوگ علیہ کے گھر نہ جائیں۔“

”عمر سے فون پر بات کرنے کے بعد جینید نے اندر آکر اپنی امی سے کہا۔“

”کیوں؟“ انہوں نے چونک کر پوچھا۔

”عمر نے ابھی مجھے فون کیا ہے۔“

”پھر؟“

”وہ یہ چاہتا ہے کہ آپ لوگ ابھی وہاں نہ جائیں۔ اس نے گرینی سے بات کی ہے۔ وہ ابھی کچھ دیر تک آپ کو کال کریں گی۔“

”مگر انہوں نے اس طرح اچانک شادی ملتوی کیوں کی ہے؟“ عمر کے بابا نے پوچھا۔

”یہ تو میں نہیں جانتا۔“

"مجھے یقین نہیں آتا علیزہ کہ ایک بار محبت کرنے کے بعد تم یہ اتنے دھڑلے سے کہہ سکتی ہو کہ تمہیں اس سے محبت نہیں ہے۔"

"میں اس سے بھی زیادہ دھڑلے سے آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ مجھے اب واقعی اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دنیا صرف عمر سے شروع ہو کر عمر ختم نہیں ہو جاتی۔ میں اسے اپنی زندگی سے اٹھا کر باہر پھینک چکی ہوں۔ اس کا ہونا نہ ہونا میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔"

"کاش واقعی ایسا ہوتا۔"

"ایسا ہی ہے مگر۔ ایسا ہی ہے۔ میں واقعی ذہنی اور جذباتی طور پر عمر سے مت دور جا چکی ہوں۔" اس نے ٹینڈ کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ ٹینڈ کو اس کی بات کا یقین آیا یا نہیں۔ سہرحال انہوں نے اس سے کہا۔

"اگر عمر سے نہیں تو پھر تم جینے۔" علیزہ نے ان کی بات کا ٹھنڈی۔

"نہیں۔ میں جینے سے بھی کسی طور شادی نہیں کروں گی۔ کسی بھی ایسے شخص سے نہیں جو تم کو جانتا ہو۔ اس سے واقف ہو یا جو عمر کا چہرہ دے۔"

"جیندہ مت اچھا لڑکا ہے۔ تم اسے گوا کر پھینکنا ہو گی۔" ٹینڈ نے اسے ڈرایا۔

"نہیں۔ میں نہیں پھینکتاؤں گی۔ کم از کم اپنے اس فیصلے پر نہیں پچھتاؤں گی۔ پچھتانے کے لیے پہلے ہی ایک اہلکار ہو چکا ہے میرے پاس۔ آپ تو اس میں اضافہ نہ کریں۔"

ٹینڈ نے کچھ دیر کے بعد خاموشی سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔

"بھائی! بابا بڑا رہے ہیں۔ تمہیں فری نے اس اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دی ہے۔ وہ کون سا وارہ کھول کر اسے پیغام دیا۔"

"میں آ رہا ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"بھائی! یہ سب ہوا کیا ہے۔ ان لوگوں نے اس طرح اپنا ٹک شادی ملتوی کر دی ہے؟" فری نے پریشانی سے پوچھا۔

"فری! آپ تم لمبے چوڑے سوال مت شروع کرنا۔ مجھے کچھ پتا ہوتا تو میں پہلے بتا دیتا۔" جیندہ نے کھانے ہوئے کچھ میں کہا۔ اور ساتھ چل دیا۔

"بابا نے ابھی کچھ دیر پہلے علیزہ کی نالو سے بات کی ہے۔" فری نے اسے اطلاع دی۔ دونوں اب اس سے باہر نکل چکے تھے۔

"انہوں نے کیا کہا؟"

"یہ تو مجھے نہیں پتا۔ بابا اور امی نے اپنے کمرے کے فون پر ان سے بات کی۔ مجھے بس یہ پتا ہے کہ انہوں نے خاصی لمبی چوڑی بات کی ہے۔" فری نے بتایا۔

"پھر امی نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو بلا کر لاؤں۔" جیندہ نے اس بار کچھ نہیں کہا۔ وہ چپ چاپ ان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے کا دروازہ کھولتے ان کے چہروں کو دیکھ کر اسے اندازہ ہو گیا کہ سب کچھ ٹھیک نہیں تھا۔

"آؤ بیٹھو۔" ابراہیم نے اسے دیکھ کر عجیب سے لہجے میں کہا۔ وہ انہیں دیکھتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مسز معاذ سے بات ہوئی ہے ابھی میری۔" انہوں نے بغیر کسی تہدید کے کنا شروع کر دیا۔

"یہ نوٹس علیزہ نے شائع کروایا ہے۔" وہ رکے۔ جیندہ انہیں دیکھتا رہا۔

"انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے اور علیزہ کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا تھا اور علیزہ نے اس جھگڑے کی بنا

یہ نوٹس شائع کروایا ہے۔ علیزہ نے انہیں جھگڑے کی وجہ نہیں بتائی۔ اس وقت میں تم سے جانتا چاہتا ہوں۔" وہ ساکت ہو گیا۔ اسے اندازہ نہیں تھا جو بات وہ خود ان سے چھپا رہا تھا۔ وہ انہیں نالو سے پتا چل جائے کہ اس کا خیال تھا۔ نالو کوئی ہمارا نہیں گی۔

"تم سے میں نے پوچھا تھا تو تم نے صاف کہہ دیا کہ تمہارا کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ میں یہ توقع نہیں کر سکتی تھی کہ جیندہ! تم میرے اور اپنے بابا سے جھوٹ بولو گے۔" جیندہ کی امی نے تاسف سے کہا۔

"امی! میرا اس سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ تھوڑی سی غلط فہمی ضرور ہو گئی تھی مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس جھوٹی سی غلط فہمی پر اتنا برا قدم اٹھا سکتی ہے۔"

"کوئی بھی لڑکی اتنی بے وقوف نہیں ہوتی کہ کسی جھوٹی سی غلط فہمی پر اتنا برا قدم اٹھا لے۔ اور پھر میں علیزہ سے یہ توقع نہیں کر سکتا کہ وہ پھوٹی پھوٹی باتوں پر اس طرح کے فیصلے کر سکتی ہے۔ بات یقیناً معمولی نہیں ہو گی۔" ابراہیم صاحب نے اس کی بات کو مکمل طور پر رد کرتے ہوئے کہا۔ "سہرحال تم بات بتاؤ۔ اس کے بعد ہی میں پتہ چلے گا کہ سب کچھ کونسا ہے۔"

"میں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔" جیندہ نے سوچ سوچ کر بونا شروع کیا۔ "وہ یقیناً دن پہلے میں اسے شاپنگ کے لیے ساتھ لے کر گیا تھا۔ وہاں اس نے مجھ سے عمر کے ساتھ دوستی ختم کروانے کو خیال رکھا ہے۔ اس کے ساتھ میری شادی کروانے میں بھی عمر کی خواہش کا دخل تھا۔"

"کیا مطلب؟" جیندہ کی امی ایک دم حیران ہو گئیں۔ "عمر کا کیا دخل ہے تم دونوں کی شادی میں؟"

"امی! عمر نے ہی مجھے علیزہ سے ملوایا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ میں اس کے خاندان میں شادی کروں۔ وہ چاہتا تھا کہ ہماری فیملیز اور قریب غائب ہوں۔ علیزہ مجھے بھی اچھی لگی۔ اس لیے میں نے اس سے شادی کا فیصلہ کیا۔ اس دن میں نے علیزہ سے یہی کہا کہ میں عمر سے دوستی کسی صورت نہیں چھوڑ سکتا۔ اسے یہ بات بری لگی۔" اس بار جیندہ کا رویہ معذرت خواہانہ تھا۔

"تمہیں اس سے اس طرح کی فضول باتیں کرنے کی ضرورت کیا تھی۔" بیگم ابراہیم نے اسے جھڑپتے ہوئے کہا۔ "بلکہ عمر کے ساتھ اپنی جتنی یا اعلق کو زیر بحث لانے کی ہی کیا ضرورت تھی جب تم یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ یہ سب پسند کرے گا۔"

"میں نے کم از کم تمہیں یہ سب باتیں سنائی تھیں۔ بتاؤ یہی چاہیے تھیں۔ جھوٹ کیوں بولا تم نے؟" ابراہیم صاحب کی پریشانی یکدم کچھ کم ہو گئی۔

معاملے کی توجہ دہانی تشریش ناک نہیں تھی جتنی وہ سمجھ رہے تھے۔

"فرحانہ! تم علیزہ کے ساتھ اس سارے معاملے پر خود بات کرو۔ بلکہ جیندہ کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی ناراضی دور ہو جائے گی۔" انہوں نے اس بار جیندہ کی امی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ ساتھ نہیں چلیں گے؟"

"میں ساتھ تو جاؤں گا۔ مگر یہ اتنا بچکانہ معاملہ ہے تم خود اس کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا سکتی ہو۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح غصے میں آکر اس طرح کی حماقت کرے گی۔ اسے غصہ یا ناراضی تھی تو اسے ہم لوگوں سے اس معاملے پر بات کرنی چاہیے تھی۔ یا مسز معاذ سے شکایت کرنی۔ اور اس میں سارا قصور تمہارا ہے۔ تمہیں آخر اس طرح کی بات اس سے کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تم عمر کے کہنے پر اس سے شادی کر رہے ہو۔" وہ ایک بار پھر جیندہ سے بات کرنے لگے۔

"اگر اسے عمر ناپسند ہے تو تمہیں اس پر یہ جتانے کی کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہارے لیے علیزہ سے زیادہ بہتر

معاصلے کی توجہ دہانی تشریش ناک نہیں تھی جتنی وہ سمجھ رہے تھے۔

"فرحانہ! تم علیزہ کے ساتھ اس سارے معاملے پر خود بات کرو۔ بلکہ جیندہ کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی ناراضی دور ہو جائے گی۔" انہوں نے اس بار جیندہ کی امی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ ساتھ نہیں چلیں گے؟"

"میں ساتھ تو جاؤں گا۔ مگر یہ اتنا بچکانہ معاملہ ہے تم خود اس کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا سکتی ہو۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح غصے میں آکر اس طرح کی حماقت کرے گی۔ اسے غصہ یا ناراضی تھی تو اسے ہم لوگوں سے اس معاملے پر بات کرنی چاہیے تھی۔ یا مسز معاذ سے شکایت کرنی۔ اور اس میں سارا قصور تمہارا ہے۔ تمہیں آخر اس طرح کی بات اس سے کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تم عمر کے کہنے پر اس سے شادی کر رہے ہو۔" وہ ایک بار پھر جیندہ سے بات کرنے لگے۔

"اگر اسے عمر ناپسند ہے تو تمہیں اس پر یہ جتانے کی کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہارے لیے علیزہ سے زیادہ بہتر

معاصلے کی توجہ دہانی تشریش ناک نہیں تھی جتنی وہ سمجھ رہے تھے۔

"فرحانہ! تم علیزہ کے ساتھ اس سارے معاملے پر خود بات کرو۔ بلکہ جیندہ کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی ناراضی دور ہو جائے گی۔" انہوں نے اس بار جیندہ کی امی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ ساتھ نہیں چلیں گے؟"

"میں ساتھ تو جاؤں گا۔ مگر یہ اتنا بچکانہ معاملہ ہے تم خود اس کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا سکتی ہو۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح غصے میں آکر اس طرح کی حماقت کرے گی۔ اسے غصہ یا ناراضی تھی تو اسے ہم لوگوں سے اس معاملے پر بات کرنی چاہیے تھی۔ یا مسز معاذ سے شکایت کرنی۔ اور اس میں سارا قصور تمہارا ہے۔ تمہیں آخر اس طرح کی بات اس سے کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تم عمر کے کہنے پر اس سے شادی کر رہے ہو۔" وہ ایک بار پھر جیندہ سے بات کرنے لگے۔

"اگر اسے عمر ناپسند ہے تو تمہیں اس پر یہ جتانے کی کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہارے لیے علیزہ سے زیادہ بہتر

[illegible][illegible]

”مگر آپ اس بات کو جتنی بھی ملحق آپ کو بھی نصرا آ۔“

ان کا ضرور آنا ہے۔ میں اپنی طرف سے اس کو بھی نصرت آتا۔“

”آج میں یہیں ہمارے تین بھائی ہیں۔“ عمر کو پیش کیا۔

Suspension order (معلقہ حکم) کے تحت

”خو مرخصی ہو جائے۔ میں اسے چارج نہیں چھوڑوں گا۔“

میں نے اس کی طرف سے کوئی اشارہ نہیں دیا۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ ہی رہا۔

اسے پناہ دینا چاہیے کہ مجھ سے کسی طرح بات کرنی چاہیے۔ وہ کسی پالنے والی کاشتیل سے بات کر رہا تھا کہ اس کا گھر پر چلا آئے۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ غلطی اس کی اپنی تھی اس کا بیٹا غلام تھا۔ بلکہ مجرم تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

”ہاں میں نے نہیں کہا تھا میں نے تو کہا ”ابراہیم نے جینے کی بات نہ کی تھی۔“
”تم نے کہا ہوا میں تمہاری بات کو کسی طرح نہ سمجھا۔“
”میں نے تم سے کہتے رہے کہ علیحدہ کو یہ نہ بتائیں کہ ہم لوگ کمرے سے واقف ہیں یا مگر اس کمرے میں آنا جانا ہے۔“
اور خود نے اس سے یہ کہہ دیا کہ تم اس سے تمہاری طرف اشارہ کر رہے ہو۔“
”کوئی بات اب نہ کہہ لیا مجھے اس کو یہ بتانے کا نتیجہ بھی بھٹکانا پڑ رہا ہے۔ مجھے اس سے کسی بات کا اندیشہ تھا کہ وہ بہت بار اس بات کی اگر اسے میری بات کا پتہ چل جائے۔“

وہ بہت بار افسوس کی آواز سے میری بازو میں تکیا کر رہا تھا۔
 ”اب اس بات پر بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔“
 ”میں نے معذرت کا ہے کہ ہم شادی کو اپنی طرف آئیں گے۔“
 ”یہ محض آفس جابز ہوں، سب اب بچنے لگے۔“
 ”ہاں میں بھی جانتا ہوں، آج واقعی بہت برے دن ہے۔“

”ہاں میں بھی پتا ہوں“ فرحانہ نے جواب دیا۔
 اور اسے سنا بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔
 ”فرحانہ! تم کسی اور قانون آنے پر بھی ان سے یہی کہتے ہو تاکہ جلدی کی افی کی طبیعت خراب ہوئے کی وجہ
 سے شادی پہلو آگے نہ بڑھ سکتی ہے۔“ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک بار پھر دہرایا۔

”علیہ دانتامیر کا قانون آیا ہے۔ اگر وہیں سے بات کرے، نائنو نے علیہ کے کچھ سے نادر و ازہ کھول کر اسے اطلاع دی۔“

دی۔
 "میں ان سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ کیا میں جاؤں۔"
 "میں کیوں باتوں میں تمہاری مداخلت نہیں کر رہی ہوں؟ تم اس کے ساتھ نہ جانا۔"
 "اے! اس نے میری قوم کو بے رحم کر دیا ہے۔"

چاہیں۔ ”اواس کو اس کی وجہ پوچھ رہا ہے۔“
 ”آپ جاس کہ میں جید سے اس کے شادی نہیں کر رہی کیونکہ وہ مجھ پر نہیں ہے۔“
 ”میں تو کسی کو کوئی وضاحت نہیں کروں گی ابھی لہذا جہنم خود گرا اس کے لیے کہ جب کوئی دیکھنے کی بات کہے
 ہے تو پھر کوئی اسے بات کرنے کی بھی جرات پیدا کر دے۔“ انکو نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ”میں تو ہر جہاں آئے
 تو اس کی باتوں کی۔“ کہہ کر وہ اپنے نوٹس تمسار اور ہاتھ سے پھر میں تمساری طرف سے دیکھنے لگی۔ وہیں ایک کام بھی

تم شادی کرونگے۔ میں اس احساس تو ہواں۔ یہ قرعہ تو اچھا نکلا۔ اس کا سامنا میں کر رہی ہوں۔

جس طرح آپ پہلے بھی پریشان نہیں ہو سکتے تھے۔ اور آپ ان تمام معاملات کے بارے میں پریشان نہ ہوں۔ انکس وی طرح اس نے اپنی بات مکمل کی اور فون کارڈ پر مورخہ ۱۱/۱۱/۱۱ کی آنکھیں کھلی ہو رہی تھیں۔ مگر وہ ان کے دیرانے میں کھڑی اسے دیکھتی ہوئیں۔ وہ بات ختم کرنے کے بعد کچھ بھی کہے بغیر پانچ منٹ مزی اور تیز تیز دھڑکنے کے ساتھ ان کے پاس سے گزرتی ہوئی گئی۔

کیا پس سے گزرتی ہوئی لائن پر سے باہر نکلتی تھی۔
 "تو اگر کسی کا بھی خون ہو تو آپ مجھ سے بات کرو اور میں۔ میں۔۔۔ بات کر لوں گی۔ آخر آپ کو یا میں کو میری
 وجہ سے یہ زحمت کیوں کرنی پڑے آپ ٹھیک کہتی ہیں۔"
 "ماتھے کے اچھے پاس سے گزرتے ہوئے غلطی ہو کر۔۔۔ مجھے مثلاً انہوں نے مرکز کے اسٹوڈنٹس سے گزرتے ہوئے
 دیکھا۔"

520

دینا چاہیے۔ تھیں اور بالکل صحیح کرنا چاہیے تھے ان کی جگہ میں بھی ہوتا تو یہی کرتا۔ ایک بچہ شراب پی کر گاڑی کا ایک سٹنٹ کر کے ایک گوی کو مار دیتا ہے اور اس شخص کے لواحقین کی آنکھوں کے سامنے ایک فون آنے پر اس بچے کو کسی پوچھ گچھ کے بغیر چھوڑ دیتا جاتا ہے۔ یہ واقعی صرف یہاں ہی ہو سکتا ہے اس کے باوجود میں نے اس بچہ کو گمان میں لیا کہ ان سے مذاکرات کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس کا فائدہ اٹھایا اور اس کوئی کی لاش کو دفن کرنے پر مجبور کیا اور وہ لوگ اسے گورنر ہاؤس کے باہر لا کر رکھ دیتا چاہتے تھے اس کے باوجود آپ مجھے بتا رہے ہیں کہ میرے راز افشاء کے آڈیو آگئے ہیں۔

”جیسا میں نے تمہاری تقریر میں سننے کے لیے تمہیں فون نہیں کیا میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں تمہیں کہ تم کرمل نے اس سے مصالحت کر کے اپنے اس مسئلے کو خوش اسلوبی کے ساتھ حل کر دیا۔“

”اباؤ میرے ایک پارٹنر کے

”تم کو ان کی بات پر پتہ لگ گئے۔“

”مصلحت اسے مجھ سے کرنی چاہیے یا مجھے ان کے ساتھ۔ اگر اس سارے معاملے میں کسی نے بد تمیزی کی ہے تو وہ میں نہیں کر رہا۔ میرا سبب اور آپ کے رہے ہیں۔ میں اس کے ساتھ مصالحت کروں گا۔“

”جیسا تم کو کہ کرمل جی نے یہی تمہارے ساتھ بد تمیزی کی ہے۔ پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”یوں فرق نہیں پڑتا۔ یہ اس کی گالی ہے۔ وہ اسے ٹھیک کرے۔ ضرورت کرے۔“

”اور وہ ایسا۔۔۔“

”تو یہ بھی ایسا ہی نہیں کروں گا۔ مجھے مجھے بھی ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

”تم مجھے مجبور کر رہے ہو مگر میں اسے جی سے کہوں کہ تمہیں یہ سب ضرورت نہیں ہے۔“

Termination

”لیٹر بھجوا نہیں۔ بلکہ تمہارے خلاف کوئی انکوائری کرواؤں۔ تم اس کا کیا نہیں ہو کہ تمہاری دعا کی جاسکے۔ میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم اپنی بات اس میں مصروف ہو۔“

ایاز حیدر اس کے جواب پر یک دم بھڑک اٹھے۔ عمر نے اس پر کچھ لسنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ خاموش رہا۔

”تم پورے خاندان میں واحد ہو۔ جس کے لیے مجھے اتنی بار اس طرح کی وسائشیں اور معذرتیں کرنی پڑی ہیں۔ وہ نہ ہر کوئی بڑی آسانی سے ہر طرح کے سیٹ اپ میں ایڈجسٹ ہو جاتا ہے۔ صرف تم ہو جسے کبھی سے

شکایت شروع ہو جاتی ہے اور کبھی سی۔“ وہ اب بلند آواز میں دھماکا مارتے تھے۔

”آخر کب تک میں تمہاری پشت پناہی کرتا رہوں گا۔ کب تک تمہیں بھاتا رہوں گا۔ تمہیں نہ صورت حال کی معنی کا احساس ہوتا ہے نہ اپنی اور فیملی کی عزت۔ تمہیں پروا تک نہیں ہے کہ میں تمہارے لیے اپنا کتنا وقت ضائع کر کے تمہیں فون کر رہا ہوں تو پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں عقل نہ لے دوں۔“

انہوں نے دوسری طرف سے بڑے غصے کے ساتھ فون چھوڑ دیا۔ لیٹر ہاؤس میں سے پھر بار بار ایاز حیدر کے اس طرح متعلق ہونے سے اسے اس بات کا اندازہ ہوا کہ وہ اس بار حلقہ خاصا غرا رہا ہے۔

وہ نہ ایاز حیدر اس سے اس طرح بات کرتے۔ وہ واقعی پوری فیملی کے لیے کاؤ فاور کی طرح تھے۔ ہر معاملے میں وہ اپنے خاندان کے مفادات کے تحفظ کے لیے کسی حد تک بھی جانتے تھے۔ اور کم از کم یہ ایسی چیز نہیں تھی جس نے انہیں کبھی پریشان کیا ہو جس کی وجہ سے وہ کبھی احساسِ ندامت کا شکار ہوئے ہوں۔ اور اب اگر وہ عمر کے معاملے پر اس طرح جھنجھلا رہے تھے تو یقیناً اس بار انہیں عمر کا دفاع کرنے میں واقعی کچھ وقت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

عمر جیسا کہ کم از کم اتنا زیرک ضرور تھا کہ اسے اس بات کا اندازہ ہو جاتا اور وہ اتنا احمق یا جذباتی بھی نہیں تھا کہ اپنی جانب کو اس طرح جذبات میں آکر گراؤ دیتا۔ فون کا لیٹر ہورکھ کر وہ کچھ دیر تک اس سارے معاملے کے بارے میں سوچتا رہا۔ ایاز حیدر کا اس کی پشت سے ہاتھ اٹھایا اس کے لیے واقعی خاصا مرگاہا تھا۔ مگر انہیں

اس وقت فوری طور پر دوبارہ فون کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ وہ مجھے میں دوبارہ اس سے بات کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اس کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ ایک بار ان سے اس سارے معاملے پر گفتگو کرے۔

اس نے ایک گھنٹے کے بعد انہیں فون کیا۔ ان کے ہاں اسے چند گھنٹوں کے بعد ایاز حیدر سے اس کا رابطہ کرنا تھا۔

”جی عمر جی صاحب! آپ نے کہاں زمرت فرمائی ہے یہ کال کرنے کی۔“

”ایاز حیدر نے اس کی گواہی سننے ہی پر کہا تھا کہ اس کے باوجود عمر جی جانتا تھا کہ وہ اس وقت غصے میں نہیں تھے ان کے کال پر سب کو لینے کا مطالبہ یہی تھا۔“

”انکلی! آپ کیا چاہتے ہیں میں کیا کروں۔“

”عمر نے یہی جیڑی سے کسی قید کے بغیر ان سے پوچھا تھا۔“

”میں جانتا ہوں کہ تم کرمل حیدر سے ملے۔ اس سے معذرت کرو۔ پھر سارا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔“

”اور اگر اس سے کچھ نہ ملے۔“

”اٹھ کر رہو۔“

”تمہیں کرنے کا سبب کیا ہے۔“

”میرے والدین کو۔“

”تمہارے والدین کو کونسا مسئلہ ہے۔“

”میں اس سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”تمہیں اس کے بارے میں جلدی کی ضرورت ہے۔“

”اور ہاں۔“

”تمہارے والدین کی شادی کی تاریخ کو آگے

ایاز حیدر نے۔“

”میں نے تو اس میں کوشش کر رہا تھا۔ میں نے تو اس کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”ایاز حیدر نے۔“

”میں نے تو اس میں کوشش کر رہا تھا۔ میں نے تو اس کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”ایاز حیدر نے۔“

”میں نے تو اس میں کوشش کر رہا تھا۔ میں نے تو اس کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”ایاز حیدر نے۔“

”میں نے تو اس میں کوشش کر رہا تھا۔ میں نے تو اس کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”ایاز حیدر نے۔“

”میں نے تو اس میں کوشش کر رہا تھا۔ میں نے تو اس کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”ایاز حیدر نے۔“

”میں نے تو اس میں کوشش کر رہا تھا۔ میں نے تو اس کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

”جیسے بات کرنا۔“

”وہ عمر کو بتا رہے تھے۔“

دو روپے پہلے تو وہ بھی تیاروں میں ہی مصروف تھے۔ "عمر نے قبل مول بات کی۔
"میں آج فون کروں گا ابراہیم کو اس سلسلے پر اگر تھوڑی مدت بات ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"نکل ابراہیم تو کون گئے ہوئے ہیں۔" عمر نے بڑی رسوائیت سے کہا۔
"نکل رات میں چند سے بات کر رہا تھا تو اس نے مجھے بتایا تھا۔ وہاں کسی جینک کی بلڈنگ کا پورا جینک ہے جیند
بھی دو چار دن تک وہیں چار رہا ہے۔ آپ اتنی فرحان سے بات کر لیں۔" عمر نے آخری جملہ ادا کرتے ہوئے بڑبڑک
لیا تھا۔

"نہیں، ان سے کیا بات کروں گا۔ ابراہیم کو آنے دو پھر ان ہی سے بات کروں گا۔" حسب توقع ایاز حیدر نے
کہا۔
"اچھا پھر تم مجھے کرل حیدر سے اپنی ملاقات کے بارے میں جلد انذار م کرو۔" برسی الوداعی کلمات کے ساتھ
انہوں نے فون رکھ دیا۔

عمر کچھ دیر گہری سوچ میں رہا۔ پھر اس نے اپنے بی اے کو کرل حیدر سے کانٹیکٹ کروانے کا کہا۔
وہ ایک فائل جینک کر رہا تھا جب بی اے نے اسے فون پر اٹھا لیا۔
"سر! کرل حیدر کا بی اے کہہ رہا ہے کہ آپ کو ان سے کیا بات کرنی ہے؟"

"اس سے کہو کہ میں اس کو بات نہیں کرنا چاہتا ہوں۔" عمر نے وہ بات بتائیں۔
"سر! میں نے یہی کہا تھا مگر پوچھ رہا تھا کہ آپ کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔" عمر نے کچھ سختی سے
اس سے کہو کہ میں اس کو بات نہیں کرنا چاہتا ہوں۔

اسے یاد آئی۔
کچھ دیر بعد فون کی کھنٹی ایک بار پھر بجی۔ "سر! وہ کہہ رہا ہے کہ جب تک آپ بات نہیں کریں گے۔ وہ کرل
حیدر سے آپ کا رابطہ نہیں کر سکتا۔" عمر کو اندازہ ہو گیا کہ کرل حیدر اسے بی اے کے منہ بچ کرنے کی
کوشش کر رہا ہے۔
"اس سے کہو کہ صاحب کرل حیدر سے کوئی ذاتی بات کرنا چاہتے ہیں۔" عمر نے اپنے فیسے کو ضبط کرتے ہوئے
کہا۔

کچھ دیر کے بعد بی اے نے ایک بار پھر اس سے رابطہ کیا۔
"سر! وہ کہہ رہا ہے کہ کرل حیدر قریب میں ذاتی بات نہیں کرتے۔"
"تو پھر اس سے کہو کہ وہ ان کے گھر کا نمبر دے دے۔" عمر نے بی اے کے منہ بچنے پر
"سر! وہ کہہ رہا ہے کہ صاحب کے گھر کا نمبر ہمارے فیسے کے لیے نہیں ہوتا۔" اس نے بی اے کے منہ بچنے
جھٹکتے ہوئے عمر تک کرل حیدر کے بی اے کے الفاظ پوچھنا شروع کیے۔
"بات کرو! میری اس بی اے سے۔" اس بار عمر کا بیان لہر رہا تھا۔

"نہیں سر! بی اے نے مستعدی سے کہا۔
چند منٹوں کے بعد عمر نے دوسری طرف کسی کی آواز سنی۔
"ایس بی سی عمر جتنا غیر بات کر رہا ہوں۔ کرل حیدر سے بات کراؤ۔" عمر نے گھر کے بیٹے میں کرل حیدر کے
بی اے سے کہا۔

"سر! وہ ابھی کچھ دیر پہلے آپ سے نکل گئے ہیں۔" اس بار عمر حیدر کے بی اے کا ہونٹ خوب کھانچا۔ یہ عمر کے
عہدے سے زیادہ اس کے لیے اثر تھا۔
"نہیں! ایس آفیس کے؟" عمر نے اسی انداز میں پوچھا۔
"سر! وہ نہیں بتاؤ، ہم کے ساتھ گئے ہیں۔"

"میں کل صبح ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"سر! آپ یہ بتاؤں کہ آپ کس سلسلے میں ان سے ملنا چاہتے ہیں۔"

عمر نے اس کو بات مکمل نہیں کر سکی۔
"یہ جانتا ہمارا پراپرٹس نہیں ہے۔ میں ایس بی ہوں، کسی بھی سلسلے میں ان سے بات کر سکتا ہوں۔" اس بار عمر کا
لہو اتار دیا اور جھکنا تھا کہ بی اے کے لیے کچھ بھلا تے ہوئے کہا۔
"تو سر! پھر آپ اپنا نمٹ لے لیں۔"

"اپنا نمٹ میرا بی اے سلسلے کرے گا تمہارے رہائش میں نہیں۔"

عمر نے کہتے ہوئے فون بند کر دیا اور پھر اپنے بی اے کو کرل حیدر کے بی اے کے ساتھ بات کرنے کے لیے
کہا۔ کچھ دیر بعد بی اے نے اسے اگلے دن کی اپائنٹمنٹ کی تفصیل بتادی تھی۔

☆ ☆ ☆

"بہد وقت کی باتیں مت کیا کرو علیزہ! کیا تم نے سٹے کر رکھا ہے کہ۔"

علیزہ نے غصے کے عالم میں شہناز کی بات کاٹ دی۔ "تم میرے سامنے نانوٹے جیسے مست ہراؤ۔۔۔ میں تنگ
شہناز ابھی کچھ دیر پہلے ہی علیزہ کے پاس آئی تھی۔ اس نے بھی اخبار میں وہ نوٹس پڑھ لیا تھا وہ کوشش کے
علیزہ کو سمجھانے کی کوشش میں مصروف تھی۔

"یہ سب کچھ اتنا عجیب نہیں ہو تا جتنا تم نے سمجھ لیا ہے۔" شہناز اس کے غصے سے متاثر ہوئے بغیر بولی۔
"آخر اس سارے معاملے میں میں نے کچھ اور اس کی فہمی کا کیا قصور ہے۔ بلکہ تم کا بھی کیا قصور ہے اس نے ایسا کون
یاد دلایا کہ تم کو یہ ہے جس پر تم اس طرح غلامی ہو رہی ہو۔"

"تمہارے خیال میں یہ غلامی کون سی نہیں ہے؟ تمہارے نزدیک تو پھر کوئی کام بھی غلامی نہیں ہو گا۔"

"عمر نے کیا کیا؟ اس نے تمہیں چیلنج سے ملوایا تھا۔ خود اس کو پسند کیا۔ اور پھر تمہاری ہی مرضی کے مطابق
اس سے شادی ہو رہی تھی۔"

"عمر نے کس سے کہا تھا کہ دو گئے چند سے ملوایا۔ میرے ساتھ اتنی مدد دینی کہ نہ کی کیا ضرورت تھی اسے؟
غلط بیانی کر کے اس سے ملنے کے ساتھ دھوکا کیا۔ کیا میرے اور اس کے درمیان اتنے اچھے تعلقات تھے کہ وہ اپنے
بیسٹ فرینڈ کو میرے لیے اس طرح پیش کرنا اور وہ بھی ایسا دوست جو صرف اس کے کہنے پر مجھے اپنے گلے میں
جلاتا تھا۔"

علیزہ نے اتم کمال کرتی ہوئے۔ چہرہ نہیں کیوں گلے میں لٹکائے گا۔ تمہاری طرح اسے بھی ایک لڑکی سے ملوایا
گیا۔ اسے تمہارے آفیس میں اس لیے وہ تم سے شادی کرنا تھا۔ کورٹ شپ اور کسے کہتے ہیں۔ ہٹلری فیملی میں اس
طرح کے لڑکی کو آپس میں ملوایا جاتا ہے۔ ملوانے والا کون ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اہم چیز تو یہ ہے کہ جس
سے ملوایا جا رہا ہے۔ اور تم ازم میں یہ بات پورے یقین سے کہہ سکتی ہو کہ عمر نے تمہیں کسی غلط
آؤٹی سے نہیں ملوایا۔ تمہارے نزدیک عمر کا دوست ہونے کے علاوہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اور یہ اتنی خرابی
ہے جو تمہارے علاوہ کسی دوسرے کو نظر نہیں آئے گی۔"

عمر نے اس طرح نہیں ہے جس طرح تم میرے سامنے پیش کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ عمر نے ہنسی بھرے انداز
کیا ہے مجھ سے شادی کرنے کے لیے۔

"یہ ناممکن ہے چیلنج۔"

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

"اس نے مجھ سے خود کہا ہے کہ اس کی عمر سے اتنی کم عمری دوستی ہے کہ میرے بجائے کسی اور سے بھی شادی کا تہنہ اسی سے شادی کر لیتا۔" علیہ نے شہلا کی بات کانٹے ہوئے کہا۔
 "بغیر اس طرح کا توئی لگتا ہے تمہیں کہ وہ آنکھیں بند کر کے عمر کے کہنے پر کسی کے بھی گلے میں شادی کا بار ڈال دیتا۔ یا اس کی فیملی اس طرح کی نظر آتی ہے تمہیں کہ وہ کسی بھی لڑکی کو آسانی سے قبول کر لیتے۔" شہلا نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

"جس قدر چھوڑا اور سویرا آدمی ہے وہ کسی بھی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا تھا۔ چاہے یہ بات وہ اپنے منہ سے کہے تب بھی۔ اسے اگر یہ احساس ہو جاتا کہ تم اس کی فیملی کے ساتھ ایچ جیسٹ نہیں ہو سکتیں یا تمہارے ساتھ اس کی انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہو سکے گی تو وہ کبھی بھی تم سے شادی نہ کرنا۔" علیہ نے کہنے پر بھی وہ اپنی فیملی کو نظر انداز نہیں کر سکتا ہے۔ آخر تم اس بات کو محسوس کیوں نہیں کرتیں۔"

"میں کچھ بھی محسوس کرنا نہیں چاہتی۔ میں اس سب سے باہر نکلی چکی ہوں اور میں بہت خوش ہوں۔"

"ہرے وقت آدمی تمہاری طرح ہی سوچتا ہے۔ محبت میں قدم رکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ وہ محبت سے نکل چکا ہے۔ آخر تم غلط دیکھ کر کیوڑی طرح کب تک آنکھیں بند کرتی رہو گی۔" شہلا نے پوچھا۔

"ہر کام سوچے سمجھے بغیر کرتی ہوں۔ ہاں تو کوئی لوگوں کے سامنے نبھوت بولنا اور وضاحتیں کرنی پڑیں گی۔ یہ تو چاہے تم نے؟"

"میں کیوں سوچوں؟ ہاں سوچیں اس کے بارے میں آخر انہوں نے بھی تو مجھے ہر چیز کے بارے میں انداز میرے سامنے رکھا تھا۔"

"شہلا کچھ بے بسی کے عالم میں اسے دیکھنے لگی۔ "تمہیں واقعی کوئی افسوس کوئی غم نہیں ہو رہا۔ اس رشتے کو ختم کر کے۔"

"نہیں۔ مجھے کچھ محسوس نہیں ہو رہا۔"

"ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے اس کے ساتھ تمہارا بچہ جنم لے کر آیا۔ کیا اتنے آسان ہے کہ اسے لے کر اٹھنا۔" علیہ نے کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"مگر میں عمر کو بھلا سکتی ہوں تو جنین کا اس کو بھلنا کیا مشکل ہے۔ علیہ نے زیادہ لمبی ایسوی اسٹن تو کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتی تھی میری۔" اس نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

"کہنے میں اور کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے علیہ۔" شہلا نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"میں اعتراف کیا۔ واقعی کہنے اور کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔"

"اتنے عرصے سے تم جینے کے گھر آ جا رہی ہو۔ کیا تمہیں لڑی وجہ سے ہونے والی ان کی پہچان کا بھی کوئی احساس نہیں ہو رہا۔"

"وہ ساری گفتگو میں پہلی بار الجھ کر خاموش رہی اسے اگر اس سارے معاملے میں کسی سے شرمندگی تھی تو جینے کے گھر والے ہی تھے اور کم از کم وہ ان کے حوالے سے وہ اپنے آپ کو مطمئن نہیں کیا رہی تھی۔"

"میرے پاس ان کے لیے معذرت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔" اس نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"وہ واقعی یہ سب کچھ deserve نہیں کرتے جو میں کر رہی ہوں مگر میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

"دوسرا راستہ؟" علیہ نے! تمہارے پاس فی الحال ہر راستہ موجود ہے۔ تم اگر اپنے فیصلے پر ایک بار نظر ثانی کرو تو سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ ساتھ تم اپنے معاملے کو بھی سلجھا لو گی۔"

"میں کسی معاملے کو سلجھانا نہیں چاہتی۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔ "ہر چیز پوائنٹ آف نوریشن پر پہنچ چکی ہے۔"

"یا پچھائی جا چکی ہے؟" شہلا نے کچھ دیر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بھی سمجھ لو۔"

"زندگی میں کوئی پوائنٹ آف نوریشن نہیں ہوتا۔ ہر بار اور ہر جگہ سے واپس آیا جاسکتا ہے اگر تھوڑی سی منتظر رہو اور زندگی کا تھکا ہوا یا جاسکتا ہے۔"

"اور یہ دونوں خصوصیات میرے اندر نہیں ہیں۔ یہ تو تم اچھی طرح جانتی ہو۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"اب پھر میرے سامنے اقرار مت کرنا کہ میں پہلے تو ایسی نہیں تھی۔ اب کیوں ہو گی ہونے پر۔"

"ہاں۔ میں جانتی ہوں اور مجھے اپنی ہمت دھڑکی سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ یہ عادت دیر سے لگی ہے مگر میرے لیے یہ بہت فائدہ مند ہے۔ دیر آید درست آید کے مصداق۔" علیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"شہلا تقریباً تین گھنٹے اس کے ساتھ سر کھپا کر اگلے دن پھر آئے گا کہہ کر چلی گئی تھی۔"

عمر کے منٹ کی اپائنٹمنٹ کا اس کے انہوں کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

پولیس آفیسر کے پاس ہوئی تھی۔ اسے اب یوں لگنے لگا تھا۔ جیسے اس کے پرکات کر آزادی دی گئی ہے۔ ہر گز رانا اس احساس کو بھٹاتا جا رہا تھا اور وہ احساس کہنے والا واحد آفیسر نہیں تھا۔ اسے نہ کرے جا

داخلت بری لگ رہی تھی تو وہ سرے آفیسر کو کریکشن ختم کرنے کے لیے آئی کا چیکنگ کر رہا تھا۔ یہ ملک قوم کی خدمت میں تھی۔ اس کے لیے لوگ سول سروس میں آتے تھے۔ یہ سب چار اور چار سے آٹھ ہائے کا فارمولا تھا۔ جس کو سیکھنے کے لیے نوٹس میں میدان میں کودتے تھے یا پھر کچھ Authority power اس طرف

پہنچ لاتی تھی جو کسی بھی آفیسر کے یوں موجود ہوتی تھی اور آئی بیورو کسی سے بھی دونوں چیزیں سمجھنے کی پوری کر رہی تھی۔

عمر کے ساتھ بھی کسی ہو رہا تھا۔ اب بعض دفعات فاران سروس سے پولیس سروس میں آنے کے فیصلے پر افسوس ہوتا اور خیر فہر سول سروس میں سرے سے نہیں آکر دو سروس کے ہاتھوں کھ پتلے دن کر رہی ہوتا تھا

تو پھر تو یہ دنیا پڑی تھی۔ کس بھی جاسکتا تھا۔ کس بھی نہیں جاسکتا تھا۔ آخر پاکستان ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اگر سوچتا اور اپنے فریڈز اور کو پینڈے سے کس کر رہا تھا۔ اس ڈسکشن میں علیہ نے والا وہ واحد نہیں تھا ہاں ہر دوسرے

خدمت کے پاس یہی مسائل تھے۔ ہر شے تک آئی اور بیورو کسی دو دنوں کے لیے جیسے گلی کی حیثیت اختیار کر رہا تھا۔

آئی کے بعد اگر ملک میں کوئی دوسرا آرگن زبنا اسٹرکچر تھا تو وہ بیورو کسی کا ہی تھا اور دونوں ایک دوسرے کے

فریڈز تھے۔ شہلا کی اور چالوں سے بخوبی واقف تھے۔ کوئی بھی دوسرے کو مات دینے میں ناکام رہتا تھا۔ وہ شہلا کے پاس پہلے ہی ہر چیز کا توڑ موجود ہوتا تھا۔ دونوں طرف بہترین دماغ اور بدترین سازشی

موجود تھے۔ دونوں طرف بدترین خوشامدی اور بہترین درباری موجود تھے اور دونوں طرف بدترین اتھوٹی کی بھی بڑی تعداد تھی۔ اس بار پہلی بار آئی نے سول سیٹ اپ پر کاری ضرب لگائی تھی اور پہلی بار بیورو کسی کو واقعی

اپنی یاد خطرے میں محسوس ہونے لگی تھی۔ کچھ نے محاذ آرائی کا راستہ اختیار کیا تھا کچھ نے بغیر کسی حجت کے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ عمر پہلی ٹائپ میں شامل تھا اور دوسری ٹائپ میں شامل ہونے کی تمام کوششوں کے باوجود

اس میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔

چہرے پر کتنے رنگ آتے ہوں گے وہ صوف پر بیٹھ گئیں۔
 "تم بھی بیٹھو۔" جنید کی امی نے صوف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ بھجھکتی موی ان کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"جنید نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔" انہوں نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔ علیہ انہیں دیکھنے لگی۔
 "عمر کو ہمارے گھر آتے ہوئے بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ جنید اور اس کی دوستی بہت پرانی ہے۔ دوستیوں میں بہت زیادہ جذبات اور احساسات انوا ہو جاتے ہیں۔ سوچ منٹ بہت سی ہو جاتی ہے اور عمر تو ہمارے لیے ہمارے گھر کے ایک فرد جیسا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تم اسے کیوں اتنا ناپسند کرتی ہو یقیناً تمہارے پاس بھی اسے ناپسند کرنے کی کوئی وجہ ضرور ہوگی بالکل اسی طرح جس طرح ہمارے پاس اسے پسند کرنے کی وجوہات ہیں عمر عمر تو تمہارے اور جنید کے درمیان مسئلہ نہیں بننا چاہیے۔"

وہ بیٹھ خوں کے لیے رہیں۔
 "جنید تم سے محبت کرتا ہے اور یہ محبت عمر کی بد سے نہیں ہے۔ علیہ تمہاری عمر بھی ہمارے گھر نہیں آتی ہو۔ اگر وہ تمہارے ایک سال سے ہمارے گھر میں ہمارے ساتھ ہو۔ ہم سب کو بہت عزت ہو گئی ہے تمہاری یہ شادی نہ ہو گئی ہے صرف جنید متاثر نہیں ہو گا۔ صاحب متاثر ہوں گے اور تم بھی متاثر ہو گے۔ تمہیں جنید سے ناراضی کا حق ہے لیکن اس ناراضی میں کم از کم تمہیں تو جنید جیسی کوئی احتقانہ حرکت یا قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔" وہ اسے سمجھا رہی تھیں لیکن سب نے ہی تم سے عمر کے بارے میں پوچھا۔ مگر یہ اس لیے نہیں تھا کہ ہم تمہیں دھوکہ دینا چاہتے تھے۔ یہ صرف اس لیے تھا کہ ہم لوہے کی طرح نہیں دینا چاہتے تھے۔ عمر تو جنید کا صرف دوست ہے عمر تمہارا دوست ہے۔ بن جاؤ گی۔ ہمارے لیے عمر کی اہمیت زیادہ ہے تم اندازہ کر سکتی ہو جنید کے لیے عمر کی اہمیت زیادہ ہے۔ عمر جان سکتی ہو تمہیں اگر یہ ناپسند ہے کہ عمر ہمارے گھر آئے تو میں عمر کو نکال دوں گی۔ وہ گھر نہیں آئے گا۔ عمر جہاں ملک جنید اور عمر کی دوستی کا تعلق ہے اسے اسے دور رہے۔ وہ علیہ ان کے اس تعلق سے تمہاری اور جنید کی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں تمہیں اس بات کی گارنٹی دیتی ہوں عمر اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسی طرح رشتوں کو ختم کرنا کم از کم میں تم سے اس کی توقع نہیں کرتی۔ علیہ ہم سب بہت پریشان ہیں نہ صرف ہم جنید بھی۔ میں جانتی ہوں کچھ بھی تمہارے لیے ہو سکتا ہے۔ جنید میرے ساتھ آیا ہوا ہے اور تم سے مقدمہ کرنے کے لیے تیار ہے۔"

علیہ وہ نسل لانا وہ اب میں جنید کے گھر والوں کا سامنا کرنی چاہتی تھی کہ ان سے بات کرتی تو جنید کی امی اس طرح چلائی کہ اس کے پاس آتی تھیں کہ وہ اپنی مدافعت کے لیے ان سے کچھ بھی نہیں کہہ پاتی تھی۔
 "تمہاری زندگی ہمیشہ سے بڑی smooth رہی ہے ہم نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ اس طرح اچانک ہماری زندگی میں بولی کرانسیس آئے گا۔"

وہ ایک بار پھر بولنے لگیں۔ علیہ کے اعصاب کچھ بڑھتا جا رہا تھا وہاں بیٹھے ایک دم اسے اپنی ہر ویل بے کار اور اپنا اقدام بے کار لگنے لگا تھا۔

"اس لیے ہم تو کچھ ہی نہیں پار رہے کہ ہم کیا کریں، ابھی بہت زیادہ لوگوں کو یہ نہیں چلا سکتے۔ یہ دنوں میں۔ میں علیہ! ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ تمہاری میری فیملی کے ساتھ اتنی وابستگی تو ہے کہ تم ہماری فیملی کو کچھ سکو اس شرمندگی اور بے عزتی کا اندازہ کر سکو جس کا سامنا میری فیملی کو کرنا پڑے گا اور صرف میری فیملی تمہاری فیملی کو نہیں میں جی ان ہوں کہ اتنی چھوٹی سی بات پر تم نے اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر لیا۔ کیا تم نے اس کے نتائج سے بارے میں سوچا تھا۔"

علیہ وہ ان کے احساسات اور ذہنی کیفیت کو سمجھ رہی تھی وہ یقیناً بہت زیادہ پریشان تھیں۔ علیہ کے پاس

"بلکہ وہ تم سے اتنا بڑا ہے کہ اس کا بس چلے تو وہ تمہاری اس چھٹی کو بھی ختم نہیں ہونے دے۔"
 "وہ خود کو سارا بڑا سمجھا آتی ہے۔" انہیں میں اس سے زیادہ ٹھنڈا اور بڑا لگتی تھی کج لکھا نہیں ہوا۔ "عمر نے بڑی بے باکی سے بھڑکیا۔
 کچھ احتیاط کر۔ اگر تمہاری لائن انڈر آؤ تو میں ہونی تو ایسے تبصروں کے بعد تمہارا کیا حشر ہو گا۔ تمہیں یاد رکھنا چاہیے۔"

ایاز حیدر نے اسے متنبہ کیا۔
 "اگر وہ آپ کا دوست نہ ہوتا تو میں یہ جملہ اس کے منہ پر اس کے آفس میں کہہ کر آتا۔ تمہیں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔" عمر نے بے خوفی سے کہا۔
 "تم کتنے بہادر ہو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ فی الحال فون بند کر رہا ہوں۔ کل خاصی لمبی ہو گئی ہے۔ تم اب اپنا سامان بیک کرنا شروع کرو اور وہاں سے چند دنوں تک تمہاری چھٹی کے بارے میں آرڈر تم تک بھیجواؤں گا۔"
 ایاز حیدر نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔ فون کارڈیو پر رکھا۔ عمر نے بے اختیار سر کو جھٹکا۔ اپنی کسی کی پشت سے ٹیک لگا کر وہ بہت دیر تک اپنی کپٹیوں کو مسلاتا رہا۔

"جنید کے کچھ شس آئے ہیں۔ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔" شین نے اس کے کمرے میں آکر اسے اطلاع دی۔
 "میں ان سے ملنا نہیں چاہتی۔ آپ مقدمہ دت کر لیں کوئی ایکسپوزے دینے سے۔" علیہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب بند کرتے ہوئے کہا۔
 "ان سے یہی کہہ دیتی ہوں کہ تم ان سے ملنا نہیں چاہتے۔"

شین نے واپس مڑتے ہوئے کہا علیہ خاموش رہی۔ لیکن سارے معاملے میں وہ اگر کسی سے ملنے والی شرمندہ تھی تو وہ جنید کی فیملی اور خاص طور پر اس سے والدین ہی تھے۔ اس نے شین سے کچھ نہیں کہا وہ کمرے سے نکل گئی۔
 علیہ نے کتاب کو ایک طرف رکھ دیا۔ وہ پہلے بھی کچھ بڑھ نہیں پارتی تھی اور اب اس کا جی کچھ اور اچھا ہو گیا تھا۔ بیڈ سے اٹھ کر وہ اسٹیر کی طرف گئی اور اس نے ٹیسٹ لگا لیا۔ کچھ دیر وہ کمرے میں بیٹھتی ہوئی میوزک سن رہی تھی کہ ماس نے اسٹیر کو بھی آف کر دیا۔

صرف دو دن پہلے سب کچھ نارمل تھا سب کچھ اور اب سب کچھ ایک خواب لگ رہا تھا۔ وہ اب ایک عجیب سے اضطراب کا شکار ہو رہی تھی۔ بار بار وہ اپنے ذہن سے جنید اس کے گھر والوں اور اس کے گھر کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی اور یہی طرح تاکا م ہو رہی تھی۔
 کمرے کے دروازے پر ایک پارچہ دستک ہوئی۔

"تیس کم ان!" اس نے ٹرک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے والی نانا اور جنید کی امی تھیں۔ علیہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ جنید کی امی نانا کے ساتھ یوں اچانک کمرے میں آجائیں گی۔ اس سے بہتر تھا وہ ان سے ملنے کے لیے خود باہر چلی جاتی۔
 "علیہ! مسز براہیم تم سے ملنا چاہ رہی تھیں۔ میں انہیں یہاں لے آئی۔" نانا نے اعلان کر کے والے انداز میں کہا۔

"آپ بنیں مسز براہیم! میں چائے پیس بھجوا رہی ہوں۔ آپ علیہ کے ساتھ چائے پیس۔"
 نانا نے اس کے کچھ کہنے سے پہلے جنید کی امی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل گئیں۔

"آپ بھیجیں پلیرا! علیہ نے قدرے ہلکے ہوئے جنید کی امی سے کہا۔ اسے اندازہ تھا اس وقت اس کے

"ماں اپنی جگہ چھوڑ دے گا۔ زمین اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی تو یہ تو قیامت نہیں رہی چاہیے کہ قہر علیہ
 کے شاد۔" کچھ کہو کہ اور اس کے خلاف یہی قیامت کرنا تو ویسے ہی ایک خواب ہے۔
 جتنے ان کی پلیٹ میں براہو انچ اٹھاتے ہوئے انہیں عمر اس کی بات پر مگر کیا۔
 "دوست تم یہ کوشش نہ کریں رے ہو۔ تمہیں یہ پتا چاہیے کہ ہماری فیملی کا سلوگن ہے right
 "We are always" اور اپنی فیملی کے ایک ممبر کے خلاف اس طرح وہ پسنوٹ پٹہ کر رہی تھیں کہ وہاں
 سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

جینے کے کچھ نہیں کیا۔ اس نے صرف ایک گھرا مانس لے کر اپنی پلیٹ میں کچھ ماس اور ڈالی "مہر مہرا نے
 ان کا۔
 "تم ماری یہ کرن۔" جینے نے کچھ کہا تھا مگر نہ سمجھا چکا۔ نہ ہوئے اس کی بات نکلی۔
 "تم بات سے تمہارا کیا مطلب ہے۔" میری کرن "وہ تمہاری ہونے والی بیوی ہے۔" میری تصحیح کی۔
 "اوئے" کوئے "my bride to be" جینے نے کتے سے کہتے ہوئے کہا۔ "یہ اسی لفظ میں کرے
 گی۔ تو میں کیا کروں گا؟"
 "مہر میں کیا کرے گی کہ تم میں جینا تم لوگوں کے درمیان واحد مسئلہ میں اور یہ میں نے مانا ہوں گا میں تو تم
 لوگوں کا جھگڑا اس پر ہی ہو نا ہے۔"
 "تم کہیں اس لیے تو ہمارے نہیں ہار رہے؟" جینے نے پچھا۔ "ورنہ اس طرح چھٹی ہو جانے کا تصور ارادہ
 پہلے تو نہیں تھا۔"
 "کرن رہا ہے تو آوی ہو تم۔" عمر نے اسے سزا دی۔ "میں تو اندازہ ہی نہیں کر سکتا تھا کہ تم اتنی جلدی یہ سب
 جان جاؤ گے۔"

اس کی نظروں میں اب جینے کے لیے "مغلذ آزادی ہوئی شادی ہی جینے کے اختیار پر چھوڑ دے۔
 "میرا دل غراب ہے کہ میں تم دونوں کی خاطر پار چلا جاؤں گا۔" اس بار عمر نے بدلے ہوئے لہجے میں بھاری
 بلند آواز کے ساتھ کہا۔ "میری اسے ہی آوری کہو گے تو تمہیں اندازہ ہو گا کہ میں کس طرح کروں تکہ پھنسا ہوا
 ہوں اور تمہیں مجھے احمقوں کی طرح اندازہ لگا رہے ہو۔"
 "مجھے ایسے ہی ایک خیال آیا۔" جینے نے فورے معذرت خواہ انداز میں کہا۔
 "تم ایسے خیالات سے اپنے دل کو خالی رکھا کرو۔" عمر سلاو کی طرف متوجہ ہو گیا۔
 "علیحدہ ایک چھی بیوی اور محبت کرنے والی ماں ثابت ہوگی۔"
 جینے اس کے ہمرے پر مسکرایا۔

don't doubt that (مجھے اس میں شبہ نہیں ہے)
 "تو پھر آخر پر ایلم ہی کیا ہے تو ایسے بھی اگر تمہیں شادی کرنی ہے تو پھر اس طرح کی بے عزتی برداشت کرنے کا
 مادی ہوتا تھا ہے۔" عمر بات کرتے کرتے پھر اس کا مذاق اڑانے لگا۔
 "جس سے بھی شادی کرو گے فرمانبرداری اور غلامی ہی زندگی ہی گزارو گے۔ یہ شادی کی ایک requisite
 are (لازمی جز) ہے ہو ہر مرد کو پوری کرنی ہوتی ہے۔ کم از کم میں نے کوئی ایسا شوہر نہیں دیکھا جس میں
 فرمانبرداری کی غلامی نہ پائی جاتی ہو۔"

"تمہیں بہت ہے جینے نے ان تمام معاملات کا۔" جینے نے کچھ چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔
 "ہاں بہت زیادہ تجربہ ہے مجھے۔ اپنے ارد گرد کے لوگوں سے حاصل کیا ہے۔" ان میں دو پہر کو عباس کے ساتھ
 تھا۔ وہ اپنا گھر بھرا بل بے چارے نے ایسے بیدروم کی گھرا تعلیم اپنی مرضی کی رکھی تھی۔ نامیہ آج اچانک دیکھنے چلی

تھی۔ ہم دونوں کو گھر پر تھے جب وہ واپس گھر آئی اور اس نے وہ بے عزتی کی عباس کی کہ اس کی طبیعت صاف
 ہو گئی ہے چار۔ "تمہاری طبیعت فوں کر کے گھرا سکیم بدلتا ہے گا۔" وہ بے حد مفلوظ ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
 "تمہیں شرم آئی چاہیے عمر تمہارا اقا ڈار ہے ہوا ہے کہوں کا۔" جینے نے کچھ افسوس سے کہا۔
 "جیسے کیوں شرم آئی چاہیے جیسے کہ ہے اطمینان سے کہہ کر ہار اور تباہی کی وضاحتیں اور حذر میں سنا رہا۔
 یہ وہ عباس تھا جو اپنے دل پر اپنی نہیں دیکھتا تھا۔ کوئی اس کے سامنے انہی کو انہیں بات کر لیتا تو کچھ گھبرا کر
 دیتا اور اب جب نامیہ کو غصہ آتا ہے تو وہ آسمان سر پر اٹھا لیتی ہے اور وہ کہہ رہا ہوتا ہے سویت ہارٹ "ڈارنگ
 جی۔" وہ اب تھک کھلا رہا تھا۔

"پلیز آؤسٹ ملے ملازم من رہے ہیں۔ یہ دیکھو عمر کیا ہوا۔" وہ کہا کے گا۔ میں نے نامیہ کے کہا کہ باکل
 فکر نہ کرو ملے ملازم ملے رہے ہیں نہ ہی میں کچھ کہوں گا تم اطمینان سے۔ سلسلہ جاری رہے۔
 اس بار جینے اس کی بات سن کر کہا۔ "تم بھی بڑے ہی نیچے انسان ہو تمہارا بیٹے ہو دو سوہاں کا۔"
 "مجھے ان دونوں کا دل کی حالت پر تیرت دی گئی ہے سبیل سروس میں اور پولیس سہاں میں کچھ کی اور تمہارا
 دل کی انسانی صلاحیت کی وجہ سے ان کی صلاحیت افسانہ کی تھی میں نے یہ صلاحیت نہ ہوئی تب بھی اتنا عرصہ پولیس
 میں رہا کہ وہ ہی آجاتی۔"

عمر جینو کا دل نظر آتے ہوئے کہہ رہا تھا وہ شاید کچھ اور مقلوبانے کا۔ وہ چ رہا تھا۔
 "تم شادی نہ کرو گے تو میں دیکھوں گا۔ تم کہتے تھے کہ تمہارا دل ثابت ہوتے ہو تو تم بھی اسی طرح کی فرمانبرداری دے گا
 رہے ہو گے جس کا اقا ڈار ہے۔"
 "میں اسی لیے شادی نہیں کر رہا ہوں آزادی کی گڑاں کی جیسا بدعنوان کے بغیر۔" اس نے سوچ کر بھرا کر
 ایک اور ڈال کا آؤ رہا ہے۔
 "اور یہ وہی اس کا بھی یہ خیال ہے۔" جینے نے اس بار کچھ سنجیدہ ہو گیا۔
 "میری کار کرسیاں کہاں سے آئیں گی؟" عمر نے حیرانی سے کہا۔
 "ایکس ایم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتے؟"

"نہیں۔" جینے نے ہو کر گھٹس سروس میں رہ کر بھی کسی غیر ملکی سے تو شادی نہیں کر سکتا۔
 "مگر تم اس میں کچھ سے اعتراض تھے۔"
 "وہ تو اب بھی ہوں۔" شادی؟ نہیں شاید اگر کسی سروس چھوڑ دی اور شادی کے بارے میں سوچنے لگا تو
 شاید وہ وہی سے ہی کروں۔"

"اب سروس چھوڑنے کا سوچ رہے ہو؟" جینے کی جینگی میں کچھ اضافہ ہو گیا۔
 "میری طور پر تو نہیں in the long run (شاید ابھی میں ایم بی اے کروں گا پھر اگر کسی انٹر میڈیٹ
 ایجنسی میں جا ب ل گئی تو دیوار پاکستان نہیں آؤں گا نہ ہی تب میں ہی اتنا ڈی کر ہوں گا پھر دیکھوں گا کیا آپشنز
 ہوتے ہیں میرے لیے ہو سکتا ہے تب تک پاکستان میں حالات کچھ بہتر ہو جائیں اور میں وہاں جا ب کے لیے
 یہاں آ جاؤں گا۔" عمر نے اسے تشاہد نہیں۔ "وہ سمجھو ہو گیا۔
 "تمہیں کہیں بھی ٹیکہ تو دیکھنے کی عادت نہیں ہے اب آؤسٹ کہتے یہ عادت اپنالو۔" عمر اس کی طبیعت پر
 مسکرایا۔

"میں جیوں ہوں۔ میں کہیں بھی بہت دور تک نہیں رہ سکتا یہ سب کچھ دیکھنے سے نہیں آتا یہ سب کچھ
 instinctive (طبیعی) ہو تا ہے۔" اس بار اس کی آواز قدرے دھیمی تھی۔ شاید کچھ اور سال گزر جانے کے بعد
 مجھ میں کچھ تبدیلیاں آجائیں۔ God knows۔"

”مشکل تو خاصی اچھی لگ رہی ہے غفور!“ عمر نے پلیٹ میں موجود مشروم والے آلیٹ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ذائقہ بھی اچھا لگے گا سر۔“ ملازم نے اس کے تبصرے کے جواب میں کہا اور سلاسن کی پلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔

”تمہیں سلاسن نہیں لوں گا۔ صرف آلیٹ ہی کھاؤں گا۔“

عمر نے اسے روک دیا۔ وہ اب چھڑی کاٹنے کی مدد سے آلیٹ کے ٹکڑے کرنے میں مصروف تھا۔

”رات کو ایک کسٹرو اچھا بنا تھا۔ اگر بے تولے آؤ۔“ اس نے مزید بدایت دی۔

”جی سر۔“ ملازم ایک بار پھر وہاں سے چلا گیا۔

جب وہ پیالے کے گلوہاں آیا تو عمر آلیٹ کھانے میں مصروف تھا۔

”یہ واقعی ذائقے میں بھی اچھا ہے غفور! تمہارے کھانے دن دن اچھے ہوتے جا رہے ہیں۔“

عمر نے اسے دیکھ کر کچھ بے تکلفی سے کہا۔ غفور کا چہرہ اپنی تعریف پر ہنسنے لگا تھا۔ عمر تعریف میں کبھی کبھو سی کر رہتا تھا۔ اس نے اب تک جسے ان کی تعریف کے لیے کام کر رہا تھا اس میں اسے جب سے زیادہ عمر کا تعریف پسند آیا

تھا۔ وہ اگرچہ دوسرے آفسر کی طرح ہی رہ رہ رہتا تھا مگر وہ تعریف کرتے ہوئے کوئی تکلف نہیں کرتا تھا۔ وہ بے

بھی خاصے شکیل اور جیب کا مالک تھا۔ اکثر اوقات اسے اور دوسرے ملازمین کو کچھ نہ کچھ بتاتا تھا ملازمین کی

چھوٹی موٹی سفارشات بھی مان لیتا تھا۔ سب چیزیں بہت سے دوسرے آفسرز میں بھی تھیں مگر غفور کو وہ اس لیے

پسند تھا کہ وہ غصے سے بھی ان کی تذلیل کرنے کا عادی نہیں تھا۔ وہ غلطی کرنے پر جھڑکنے میں مان نہیں کرتا تھا

مگر یہ ڈانٹ بیٹ ایسی نہیں تھی کہ ان لوگوں کو تذلیل کا احساس ہوتا۔

”سر! رات کے لیے کیا بناؤں؟“ عمر نے اس سے پوچھا۔

جواب بنا تو اب تو چند دن ملازمین تمہارے تم جو چاہو کھاؤ۔ ضرورت کو تو شاید میں کھانے پر نہ آ

سکوں۔ بہت دیر سے آؤں گا اور کھانا کھا۔ مگر میں ممکن ہے کہ آئی نہ سکوں مجھے کہیں اہر ادر جانا پڑے۔“ عمر

نے واٹش میں بے طرف جاتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ میں پھر بھی کھانا بنا دوں گا۔ ہو سکتا ہے آپ آئی جائیں۔“

غفور نے اس کے جواب میں ہنسنے لگا۔ وہ اب واٹش میں اپنی فلی کر رہا تھا۔ غفور کی بات کے جواب میں کچھ

جی کہنے کے بجائے وہ خاموش رہا۔ غفور اب ٹاول اسٹینڈ سے ٹاول لگا کر اسے دے رہا تھا۔ عمر ہاتھ خشک کرنے

بعد دوبارہ شیل کی طرف چلا گیا۔ وہ اب کھانا کھانے لگا۔ غفور نے مستعدی سے موبائل مسکریٹ کیس اور

لاٹر سے اٹھا کر عمر کی طرف بڑھایا۔ عمر ان چیزوں کو ہاتھ میں لیتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

غفور اس سے پہلے دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ دروازے کے پاس موجود قد آدم آئینے کے پاس پہنچ کر عمر ایک بار رکاوٹ

اس نے اپنی کیپ نظر ڈالی پھر مطمئن ہو کر اس نے دروازے سے باہر قدم رکھ دیا جسے غفور اب کھول چکا تھا۔

”معاذ ظہر۔“ عمر نے اپنی پشت پر روز کی طرح غفور کی گواہی۔

Eight

9:52 am

گاڑی کے پاس کھڑے گاؤڑ نے عمر کو دیکھ کر سیلوٹ کیا ڈرائیور اب تک فرٹ سیٹ کا دروازہ کھول چکا تھا۔ عمر

نے اپنے ہاتھ میں پکڑی چیزیں ڈیش بورڈ پر رکھیں اور خود اندر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے اس کے اندر بیٹھنے کے بعد

دروازہ بند کر دیا۔ دونوں گاؤڑ بھی جیب کی چھیلی نشست پر بیٹھ گئے۔ درگٹ پر موجود گاؤڑ اب گھٹ رہا تھا۔

وہ عمر کو باہر نکلتے اور گاڑی میں بیٹھتے دیکھ چکا تھا۔ ڈرائیور اب اپنی سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اشارت کرنے لگا۔

رکھ دیا۔ اگلے کچھ دن اسے اتنے کام کرنے تھے کہ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ اس کتاب کو پڑھنے کے لیے اب وقت نکال سکے گا۔ کچھ دنوں تک اپنے کام نٹانے کے بعد اسے اپنا سامان بیک کروانا تھا اور پھر اسے لاہور بھیجنا اور پھر

اور اس کے بعد اسے لاہور سے امریکہ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو جانا تھا۔

اس کتاب کو وہ اب شاید امریکہ جا کر ہی پڑھنے کی فرصت نکال پاتا۔ وہ بھی اس صورت میں اگر وہ اس کے ذہن

میں رہتی اور وہ اسے امریکہ ساتھ لے جاتا تو وہ اگلے کچھ سالوں تک وہ کتابیں گریبی کی انکیسی میں ہی پڑی رہتی

تھیں۔ وہ امریکہ جانے سے پہلے اپنے سامان کو ایک بار پھر وہیں رکھوایا چاہتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا اس نے ہواؤتھ کو

رات کو اپنی امریکہ واپسی کے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ بے اختیار چلائی تھی۔

”تھیں! آخر تمہیں آ رہے ہو؟“

”ہاں بالآخر۔“ عمر اس کے جوش و خروش پر مسکرایا۔

”تک تک رہو گے یہاں؟“

”اس مہینے کے آخر تک۔“ عمر نے اسے اس طرف بڑھتے ہوئے اسے رات کو جو کچھ سے ہونے والی

Nine

9:20 am

اسے اپنے کمرے سے نمودار ہوتے دیکھ کر ملازم تیزی سے اس کے کمرے کی طرف چلا آیا۔ عمر کے پاس آکر

اس نے مؤدب انداز میں اسے سلام کیا عمر نے گردن کو ہلکا سا ختم دیتے ہوئے اس کے سلام کا جواب دیا اور پھر

سیدھا ڈانٹنگ شیل کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ ملازم میکانیکی انداز میں اس کے بید روم کی طرف چلا گیا۔

یہ روزانہ کام معمول تھا عمر کو اپنے کمرے سے باہر آنا کبھی ملازم اس کے بید روم میں چلا جاتا تھا۔ عمر وہاں پڑا

ہوا عمر کا تعریف تیس اور انٹک اٹھا کر اس کی گاڑی میں جا کر رکھ آتا۔

عمر عام طور پر نو بجے تک گھر سے نکل جاتا تھا مگر آج وہ قدرے لٹ تھا۔ ڈانٹنگ شیل کے پاس کھڑے

وہ کمرے ملازم نے بھی اسے دیکھ کر سلام کیا اور پھر اس کے لیے کرسی کھینچنے لگا۔ شیل بے ڈانٹنگ شیل پر موجود

تھا۔ عمر نے اپنے ہاتھ میں پکڑی چیزیں شیل پر رکھیں اور پھر کرسی پر بیٹھنے کے بعد اپنی جیب میں اتار کر شیل پر رکھ

دی۔

ملازم جان چکا تھا کہ ترج ناشتہ کرنے میں کچھ وقت لگانے کا عام طور پر وہ جب بھی کیپ لگا کر آتا تھا وہ زیادہ

سے زیادہ ایک سلاسن چائے کے ایک کپ کے ساتھ کھانا اور پانچ منٹ کے اندر ناشتہ کی شیل سے نکل جاتا اور

جب وہ اپنی کیپ اتارتا اس دن وہ ناشتہ میں کسی نہ کسی چیز کی فرمائش ضرور کرتا اور اکثر شہرہ میں منٹ لگاتا۔

”سر! آؤں سے فون آیا ہے۔“ ملازم نے اس کے لیے چائے اینڈ میٹھے ہونے لے اسے اطلاع دینا ضروری سمجھا۔

”مگر لیے؟“ عمر نے ٹھنوس اچکاتے ہوئے پوچھا۔

”آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے میں نے انہیں بتا دیا کہ آپ آج کچھ دیر کے آئیں گے۔“ ملازم نے

کہا۔ کوئی ایمر جنسی تو نہیں تھی؟“

”نہیں سر! وہ ایسے ہی زمین میں آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔“ عمر نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے

سہلایا۔

”آج آلیٹ بناؤ! فریڈ ایک نہیں لوں گا۔“ عمر نے شیل پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

”جی سر۔“ ملازم مستعدی سے ڈانٹنگ روم سے نکل گیا۔

عمر اس وقت چائے کا دوسرا کپ پی رہا تھا جب ملازم آلیٹ کی پلیٹ لیے ڈانٹنگ روم میں داخل ہوا۔

"میں دو تین دن تک فارغ ہو کر لاہور آ جاؤں گا۔ پھر اطمینان سے تم سے بات چیت ہوگی۔" عمر نے اس سے کہا۔
 "میں صرف تمہاری دلچسپی کے بارے میں ہی جانتا چاہتا تھا۔"
 "چھا بھریں کروں گا تمہیں رات کو کال۔ کچھ کپ شپ رسے کی ابھی آفس میں ہوں۔" عمر نے خدا حافظ کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔

Two

1:20 pm

"میں چائے پیئے تھا ہوں آپ کے ساتھ۔" سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے سیشن جج رضوان قمری نے عمر سے کہا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس کے کمرے میں آیا تھا۔ اس کا مقصد عمر کے آفس سے کچھ فاصلے پر تھا اور وقتاً فوقتاً "عمر کے دفتر میں آتا جاتا تھا۔ وہ فون چائے اکثر ساتھ ہی لے جاتے۔
 عمر نے اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے کھٹی بجاکر اربلی کو پلایا اور چائے لانے کے لیے کہا۔
 "میں آج آخری بار آپ کو چائے پلا دیتے ہیں۔ اس کے بعد تو پھر موقع نہیں آئے گا۔" عمر نے اربلی کے جانے کے بعد رضوان قمری سے کہا۔

"کیوں ابھی کپ شپ پندرہ دن اور ہیں۔" سامنے۔
 "ہاں مگر میں ابھی آج میرا آخری دن ہے۔ رضوان! سعید ہدانی چارج لے رہے ہیں۔ کل میں یہاں نہیں آؤں گا۔ کچھ courtsey calls میں مصروف رہوں گا۔" عمر نے تفصیل بتائی۔
 "بہت اچھا وقت گزارا۔ عمر جج صاحب آپ کے ساتھ۔ ابھی کپ شپ ہو جاتی تھی۔"
 "ہاں مگر اس پندرہ منٹ کی۔" عمر نے مسکرا کر کہا۔

"ابھی اس پندرہ منٹ سی۔ مگر اچھا نام گزار تھا۔" رضوان قمری بھی مسکرایا۔
 "اس میں کوئی شک نہیں۔" عمر نے سر ہلاتے ہوئے فیمل پر بڑی ہونٹی چیزوں کو سمیٹنا شروع کر دیا۔
 "لاہور جانے کے پہلے میری طرف ایک پیکر کا مین کھانا کھاتے ہیں انھیں۔" رضوان قمری نے آفری۔
 "ضرور کیوں نہیں کھانا کھانا ذرا مشکل ہے ان دو تین دن کے لیے خاصی کھشش ہو چکی ہیں میری۔ مگر جو کچھ آئیٹل فیوئل اور ڈیڑھ گھنٹہ رہے ہیں اس میں تو آپ بھی انوائیڈ ہو گئے انکھا کھانا کھانے کا موقع تو وہاں بھی مل جائے گا۔" عمر جج نے کہا۔

"ایٹل فیوئل ڈیڑھ گھنٹہ اور گھر پر ہونے والی دعوت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔"
 "پھر کبھی سی رضوان صاحب! بعد میں ملاقات تو رہے گی آپ سے۔" عمر نے کہا۔
 "کہاں میں ملاقات رہے گی۔ آپ تو فوری چھٹی پر بیوی ملک جا رہے ہیں۔" رضوان قمری نے یاد دہانی کروائی۔

"ہاں مگر پاکستان آتا جا رہا ہوں گا اور پھر دوبارہ جوائن تو کرنا ہی ہے۔"
 "تب کیا پتہ ہم کہاں ہوں۔ آپ کہاں ہوں۔"
 "جہاں بھی ہوں گا میں آپ سے رابطہ رکھوں گا۔" عمر نے کہا۔
 اگلے پندرہ منٹ اس نے رضوان قمری کے ساتھ چائے اور سکرٹ پیتے ہوئے گزارے۔ پھر رضوان قمری بڑی گرم جوشی کے ساتھ اس سے مل کر آفس سے نکل گیا۔

ضرورت تھی باقی کی فصاحت و بلاغت اس کے ماتحت عملے نے اسے سکھادی تھی۔
 وہاں اس سے ملنے والوں میں زیادہ تعداد بیاتوں یا عام شہریوں کی تھی۔ وہ وہاں بیٹھنے کے اوقات میں بیٹھ بڑی تیزی اور مستعدی سے ملاقاتوں کو بھگتا یا کرتا تھا۔ اس کے باوجود وہ جب وہاں سے اٹھتا۔ آفس کے باہر کو ریڈور میں موجود ملاقاتیوں کی تعداد اتنی ہی ہوتی۔
 آج بھی وہ اسی پچھلی اور مستعدی سے درخواستوں پر احکامات جاری کر رہا تھا۔

Three

12:40 pm

اس کے موبائل کی بیج ریج تھی سامنے بیٹھے ہوئے ملاقاتی سے بات کرتے کہتے اس نے میز پر ہاتھ رکھا۔
 موبائل ہاتھ میں لے کر کار کا کمبرو کھینچا۔ جینہ تھا۔ اس نے کال ریسیو کی۔
 "ہیلو جینہ کیسے ہو؟" اس نے جینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
 "فائن۔" دو سری طرف سے جینہ نے مختصر جواب دیا۔ عمر کو حیرت ہو رہی تھی۔ جینہ عام طور پر دن کے اوقات میں اسے آفس میں فون نہیں کرتا تھا اور وہ بھی کام کے دوران۔ دو رات کو اسے فون کیا کرتا تھا یا پھر شام کو۔
 "اس وقت کیسے کال کر لیا تم نے؟" عمر کو تھوٹے بغیر نہیں رہ سکا۔

"تم لاہور کب آ رہے ہو؟" جینہ نے اس کے سوال کا جواب بے بغیر کہا۔
 "میں دو تین دن میں ٹیوں کوئی ری ایم تو نہیں ہے۔" عمر کو اچانک تشویش ہوئی۔
 "میں کوئی ری ایم نہیں ہے میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔" دو سری طرف سے اس نے کہا۔
 "پھر تم رات کو مجھے کال کر لیا پھر میں تمہیں کال کر لیتا ہوں۔"
 "نہیں میں فون پر بات نہیں کرنا چاہتا۔" اس بار جینہ کے انداز سے کچھ چونکا یا۔
 "پھر؟"

"آئے سامنے بات کرنا چاہتا ہوں۔"
 "خیر تو ہے۔"
 "ہاں خیر ہی ہے۔"
 "نکس چیز کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہو؟"

"بہت ساری چیزیں۔ یہ جب تم لاہور پہنچو گے تب ہی بتاؤں گا۔"
 "تیار اسرار بننے کی کیا ضرورت ہے۔ صاف صاف بات کر دیا۔"
 "تم لاہور پہنچ جاؤ پھر کافی صاف صاف باتیں ہوں گی۔" عمر ایک لحظہ کے لیے خاموش رہا۔
 "علیحدہ ٹھیک ہے؟" اس نے پتہ نہیں کیا جانے کی کوشش کی۔
 "ہاں بالکل ٹھیک ہے۔"
 "شادی کی تیاریاں کیسی چل رہی ہیں؟"

"وہ بھی ٹھیک چل رہی ہیں۔"
 عمر کو کچھ اطمینان ہوا۔ تم از کم اس بار علیحدہ اور اس کے درمیان کوئی گریڈ نہیں تھی، ہو سکتا تھا کوئی اور معاملہ ہو۔

کی پھر اس نے اس کے ساتھ چند کو سجھا دیا سانس میں لے رکھا۔ اسے اپنا دایاں بازو کسی کے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں محسوس ہوا۔ کوئی اس کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھنے پر اتفاق دیکھنے والا نہ تھا۔ وہ ان آنکھوں سے ہنسنے والے آنسوؤں کی مٹی کو شرت کے اندر اپنے بازو پر محسوس کر رہا تھا۔

مجھے یہ فٹ ٹو کہ تم مجھے محبت نہیں کرتے۔ یہ سب اس سے کتنی تکلیف ہوتی ہے مجھے۔"

مجھ سے اپنے بازو میں کندھے پر کسی کے ہاتھ کی گرفت محسوس کی گئی اسے سیدھا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے اپنے دائیں کندھے کو کسی کی گرفت سے آزاد ہونے چاہا۔ ایک گہری تاریکی نے اس کو اپنے حصار میں لے لیا۔

ڈوبتے ہوئے ذہن کے ساتھ جو آخری احساس تھا وہ کسی کے اسے کاٹنی سے ٹکانے کی کوشش کا تھا۔ اس کے ذہن میں ابھرنے والا آخری خیال اس کی مٹی کا تھا۔

”علیہ ولیٰ! آپ! سیشن چلی جائیں۔“ وہ لگاڑی پورج چلی روک کر ابھی نیچے اترتی رہی تھی کہ اب سر ہلایا
نے اس سے کہا۔

"ہاں پیش کس لیے؟" اس نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔
 "عمراس صاحب کا فون آیا تھا؟ انہوں نے کہا ہے۔" مرید بابا نے بتایا۔
 "عباس کا۔۔۔ مگر کیوں؟" اس بار اسے شکوک ہوئی۔
 "بس آپ کو مل چکی ہیں۔" مرید بابا نے کہا۔
 "میانو اور فہمی کہاں ہیں؟" علیحدہ دیریشان ہو گئی۔

پیغام دے دیں اور آپ کو بھی۔ وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ آپ اپنا جوابا مکمل ان رکھیں اور ان سے رابطہ کریں۔"

”کون سے ماہر پائل؟“ علیزہ نے گاڑی میں دوبارہ میٹھے ہوئے کہا۔

”سروکار سچا پسٹل۔“ مرید بابا نے کہا۔

”آپ نے ان سے پوچھا کہ سب کچھ ٹھیک ہے؟“

”جی میں نے یوں چھاپ دیا کہہ رہے تھے کوئی ایکسپڈنٹ ہوا ہے۔“

”نہیں کا؟“

”عمر صاحب کا۔“ اس کے دل کی ایک جڑ کن میں ہوئی۔

۱۱) عمر کا وہ ٹھیکہ ہے؟

”آپ ان سے بات کریں۔ انہوں نے جلد ہی فون بند کر دیا تھا۔“ سریدھیا نے کہا۔
علی نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر یہ کہہ کر اپنے موبائل نکالا اور اسے آں کرتے ہوئے عباس کے موبائل پر
کال کی۔ لائن مصروف تھی۔ پریشانی کے عالم میں اس نے اپنی گاڑی باہر نکالی۔ راستے میں اسی نے ایک بار پھر
عباس کو فون کیا۔ لائن اب بھی مصروف تھی۔ دوسری بار کال کرنے کے بعد فون رکھ رہی تھی جب دوسری طرف
سے کوئی کال آنے لگی۔ اس نے نوٹ کیا وہ عباس کا نمبر تھا۔
”ہیلو عباس بھائی! عمر کو کیا ہے؟“ اس نے کال ریسیو کرتے ہی کہا۔ دوسری طرف چند لمحوں کی خاموشی کے
بعد عباس نے کہا۔

”میں سو سونے کی طرف آ رہی ہوں۔ ابھی کچھ دُری میں ہو کر کیا ہوا ہے؟“
 ”کچھ نہیں“ معمولی سا ایکسپریڈنٹ ہے ”اب ٹھیک ہے“ گھبرائے کی ضرورت نہیں ہم آرام سے ڈرائیو کر رہے
 اپنی گاڑی میں آ رہی ہو؟“
 ”ہاں“
 ”دور گر گئی؟“

"میرے ساتھ نہیں ہیں۔ شاپنگ کے لیے مجھے ملے ساتھ گئے۔"

”نہیک ہے تم آ جاؤ۔“ وہ اب اسے اس گیت کے بارے میں بتاتا تھا جہاں سے اسے آواز آتی۔

انہیں سیکورٹی واپس لے کر ڈی کا نمبر دے دیا۔ یہاں تک کہ انہیں روکیں گے نہیں۔“ عمار نے کہا۔

لڑا۔ جس نے بے اختیار ہون کا سانس لیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ عمر کا عظیم ہے"

مگر پھر اسے خیال آیا کہ جتنا نہیں کہے لکھی چوٹیں آئی ہوں گی۔ اور جی بے یہ بھی تو نہیں اوجھالہ روزِ شنبی

کئے ہوئے ہے۔ اے خیال کیا۔ عباس کو دوبارہ فوج کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ سرو سز کے پاس پہنچ چکی

تھی اور وہ اس بائبل کی سچا دلواری کے باہر جانے لگے۔ پولیس کی گاڑیاں اور ای کامیونٹی بھی اسے پہنچنے سے روکی۔

یہاں پر پولیس کے اہلکاروں کی فہرستیں موجود ہیں جن میں سے کچھ کے نام درج ہیں:

چاہی کی خود مہیاں سنگھ میں تھا وہاں سیکوری کی بہر حال ضرورت تھی۔

وہ سچے دل سے اللہ کی تعریف اور پارسائی کی بات کر رہا تھا۔

جس کے جواب میں آپ نے فرمایا: "جی۔ گاڑی کے باہر تھے ہوتے ہی کے تیل میں بیٹھ کر 15 سہری طرف جانے لگے۔"

اس کے علاوہ اس کی سرسازن بجائی ایجوکیشن اور پوئیس کی کاروباروں پر پڑتی ہے۔

”بلکہ علیؑ کی طرف سے سالانہ تحفہ

www.ck12.org

علیؑ نے کارا، بھلاک کو چمک کرتے ہوئے کہا: اے ہمارا نظار! بھلا، اے ابلیس! ابلیس! ابلیس! ابلیس!

مردان کے ارد گرد ایسے لگا کر ان کا ایک لسانہ زاجہم تھا۔ لہذا ان کو کھتہ کر کے ہم کہہ رہے تھے کہ ہم عمر بھر کے

میں نے اس کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز بھی یاد کی۔

”آئی ایم سوری“ کی طرف سے اس نے سال کو کتے بنا۔

”سہ لیے؟“ وہ صالحہ کی بات پر کچھ حیران ہو کر اس کی نظراب بھی اسے نفس برتتی جس کا بھلا اور اذیت

net

”نمر جانتی رہی ہوتی ہے۔ لیکن کرو۔ دیکھو واقعی افسوس ہے۔“ موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ



”کونسی؟“ اس نے پوچھی۔

”خیر نہ!۔“ وہ اسوہ نفس سے نکال پائے نواز اسٹریچر کو دیکھ رہی تھی۔

اسٹریجرز کو موجودہ سفید چادر چمکے۔ چمکے سے خون آلود تھیں۔

فوتو گراف کی فلیش پر لکھا ہے۔

اسٹریچ کے ساتھ چلتا ہوا عباس۔

اس کے مت سارے دوسرے گزرتے۔

اس نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ دوسرا۔ تیسرا۔ اور پھر اس نے خود کو بھاگتے پایا تھا۔

باگلوں کی طرح جھجھم کو کاٹتے۔

ایک پولیس والے نے اسے روکنے کی کوشش کی اس نے پوری قوت کے ساتھ اس کو دھکا دیا۔ پھر اس کے کسی گزرنے سے اسے دیکھ لیا تھا اور دوبارہ کسی نے اسے نہیں روکا۔

وہ بھاگتی ہوئی اسٹریچ کے سامنے آئی تھی۔ عباس نے اسے دیکھا تو اسٹریچ پر رکھا ہوا ہاتھ ہٹالیا اور چند قدم تیزی سے چلتا ہوا اس کیپاس میں آئی تھی۔

اسٹریچ کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی وہ اسی تیزی کے ساتھ اس کے سامنے سے گزر گیا۔ وہ اس کے اتنے قریب سے گزرا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ دیکھ سکتی تھی۔ سفید چادر جملہ سب کے لیے لادہ خون آلود تھی وہ

اس کا سر اور چہرہ ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ ہاتھ نہیں بڑھاتی تھی۔

وہ یہ یقین ہی نہیں کر سکتی تھی کہ اس اسٹریچ پر اس حالت میں اس سفید چادر سے ڈھانپا ہوا خود عمر کا

ہو سکتا ہے۔

عمر ہاتھ پر رکھا۔

اس کی نظروں نے آدھیں تھیں تب تک اسٹریچ کا تھاق کیا پھر اس نے گردن موڑ کر پہلی بار عباس کا چہرہ دیکھا۔

”عمر“ اس نے کچھ گھنٹے کی کوشش کی مگر حلق سے آواز نہیں نکلی۔ صرف ہونٹوں میں جھیش ہوئی تھی عباس

نے لٹکائے ہوئے دروازہ آدھیں مڑھایا۔ وہ بے چینی سے اس کا سہا ہوا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

ایک فوٹو گرافر نے ان دونوں کی تصویر کھینچی۔ فلیش ٹائٹ جھلکے پر اس نے عباس کو غصہ سے دیکھا۔

”اس ہاسٹل سے میرے کمرے دھکے لے کر اسے یہاں سے نکالو۔“ وہ اب بھی سے کہہ رہا تھا۔

علیحدہ چنے پولیس والوں کو اس فوٹو گرافر کی طرف بڑھتے دیکھا۔

”عباس کو غلط فہمی ہوئی ہوگی یہ عمر نہیں ہوگا کوئی اور ہوگا۔“ عمر اس طرح کہے۔ ”ماؤف! ان کے ساتھ

نے آپریشن تھیم کے بند دروازے کو دیکھا۔

اس نے عباس کے بازو کو اپنے کندھے سے ہٹانے کی کوشش کی وہ عمر کو اس کے مہاسل پر رنگ کرنا چاہتی

تھی۔

اسے یاد آیا اس کیپاس نہ اس کا ایک تھانہ فون۔ گاڑی کی چابی تک نہیں تھی۔

”علیحدہ! اس کمرے میں چلی جاؤ تانیہ وہاں ہے۔ میں باہر میں آتا ہوں۔“ عباس اسے ایک اشارے لے

جانے کی کوشش کرنے لگا۔

”مجھے مہاسل دیں“ مجھے فون کرنا ہے۔“ وہ اب کسی دوسرے کو ریڈور میں تھی اس کا ایک اور گزرنے پر غصہ علی ان کے ساتھ تھا وہ اور عباس کچھ کہہ رہے تھے۔ علیحدہ کے لیے ان کی باتوں کو سمجھنا مشکل ہو رہا تھا۔

ان کے ساتھ چلتے ہوئے وہ اب کسی کمرے میں داخل ہو گئی وہاں تانیہ تھی اور اس کی فیملی کی چند دوسری خواتین بھی۔

”پلیز فون دیں۔“ اس نے کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”کس کو فون کرنا ہے میں کر دیتا ہوں۔“ عباس نے نرمی سے کہا۔

”عمر کہ۔“

عباس نے تانیہ کو اشارہ کیا۔ ”Just take care of her.“ (اسے سنبھالو)

تانیہ نے نرمی سے اسے بازو سے پکڑ کر ایک طرف لے جانے کی کوشش کی۔ وہ یکدم مشتعل ہوئی اس نے

درختی سے تانیہ کا بازو ہٹا دیا۔

”میں آپ سے فون مانگ رہی ہوں۔ اور آپ میری بات نہیں سن رہے۔“ عباس باہر جاتے جاتے رک

گیا۔ علیحدہ کی آواز بے حد بلند تھی۔ عباس نے ایک نظر دروازے کے باہر موجو ہوجومر رہا۔

”مختصر! آخر چلو میں آتا ہوں۔“ اس نے ساتھ کھڑے خطرے کہا اور اس کے باہر کھڑے ہی دروازے کو آہستگی

سے بند کر دیا۔

”مجھے فون دیجیے۔“ علیحدہ ایک بار پھر غرائی۔ ”میں اسے فون کرنا چاہتی ہوں۔“

”جسے تم فون کرنا چاہتی ہو وہ اب نہیں ہے۔“ پھر عمر۔

اس نے عباس کی بات ٹھٹھکی۔

”میری بات کرو اور اس سے۔“ پھر عباس بھائی! بات کرو اور اس سے۔ کچھ لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہے عمر کو کچھ

نہیں ہوا۔ اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کی آواز میں بے چارگی تھی۔

”اس کے پاس اتنی سیکورٹی ہوتی ہے کہ اسے کچھ کیسے ہو سکتا ہے۔“ آپ خود سوچیں!۔ کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے

عباس بھائی۔“ وہ بے رابطہ جیسے بول رہی تھی۔

کیا کہہ رہی تھی۔ نہیں جانتی تھی۔ کیا کہہ چاہتی تھی اس سے بھی بے خبر تھی۔

عباس کے چہرے کی نظروں اور حلقے اس کے خوف کی خلاف گہری تھی عمر خوف؟

”اس خوف تھا کہ اسے کچھ ہو جائے؟“ اس نے پوچھنی تھی؟

عباس نے اس بار کچھ نہیں کہا وہ ایک جھیل کی طرف بڑھ گیا۔

علیحدہ کی نظروں کی بار اس کے ساتھ میں سے سیلنٹ ٹیکٹ پر پڑی تھی اس کی سیل وہ اب کھول رہا تھا۔ ٹیکٹ کی

کھولنے کے بعد اس میں موجو ہونے والی آہستگی سے جھیل پر رات دیا۔

وہ عمر کا وہاں اس کا ہاتھ سیکورٹ نہیں آتا آخر کھڑی ڈالت اور چند دوسری چیزیں تھیں۔ وہ کچھ چیزوں کو پوچھنا

تھی کچھ تو سمجھنا چاہتی تھی۔ کچھ بھی کے بغیر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے وہ میز کے قریب آکر کھڑی

ہوئی۔ پھر پڑی تھی تینوں میں سے کچھ خون آلود تھیں وہ ان چیزوں کو ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ بس

دونوں ہاتھ میز پر رکھے ایک اس میں دیکھتی رہی۔

وہ سب چیزیں تھیں اس میں اس کی زندگی کا ایک حصہ تھیں جسے وہ اپنے وجود کا ایک حصہ سمجھتی تھی۔

ان سب چیزوں میں اس شخص کا جس کا جس تھا جسے اس نے دنیا میں سب سے زیادہ چاہا تھا۔ عمر ہاتھ پر غصہ

کھینچتا تھا اس نے اپنا ہاتھ اس کیپاس میں رکھا اس کا رابطہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اس طرح چلا جائے۔ ”وہ بے تحاشہ رو رہی تھی بچوں کی طرح ہونے

الفاظ میں۔“

اس نے اس پر ہاتھ بھرا کاشاف ہوا تھا کہ اسے عمر سے بھی نفرت نہیں ہوئی تھی۔ وہ عمر سے نفرت ہی نہیں

کرتی تھی صرف ایک عمر کا وہ خوب تھا جو وہ اپنے آپ کو دے رہی تھی صرف اس نوازش اور اس امید پر کہ شاید

کبھی اسے عمر سے نفرت ہو جائے۔

کبھی۔ کبھی۔ شاید کبھی۔

”مگر کئی کے مرے راتارہائی ہو تو میرے مرنے پر کتنا روؤ گی؟“ مرنے اس سے بھی سنجیدگی سے پوچھا۔
 ”آپ کس طرح کی باتیں کرتے ہیں؟“ وہ بے اختیار ہار مان کر بولی۔
 ”مجھ پر ہا ہوں اپنی معلومات میں اضافے کے لیے۔“ ”مگر مسٹر ایب۔“
 علیزہ پوچھنے جا رہی تھی اس کے مرنے کے بعد وہ کتنے سے رو رہی تھی اور وہ فون پر کئی کے بارے
 میں جانتے کے بعد اسلام آباد سے تعزیت کرنے آیا تھا۔ وہ اس قدر غمگین اور دل گرفتہ تھی کہ عمر جو صرف ایک
 دن کے لیے آیا تھا چار دن اس کے پاس رہا۔
 ”جوتھے دن جب وہ ایروے ٹکٹ پر پورے ساتھ اسے چھوڑنے جا رہی تھی تو اس نے علیزہ سے پوچھا تھا۔
 ”اس طرح کی باتیں نہ کریں میرے ساتھ۔“ علیزہ کو ایک بار پھر کڑی یاد آئے تھے۔ ”مجھے پتا ہے آپ کو کچھ
 نہیں ہو گا۔“
 ”کیوں؟“ عمر کچھ حیران ہوا۔
 ”ہیں مجھے پتا ہے۔“ وہ کئی سے باہر دیکھنے لگی۔
 ”تم میرے لیے رونا نہیں چاہتی ہو؟“ اس لیے یہ کہہ رہی ہو؟“ علیزہ کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو آئے

”اوکے۔ اوکے۔ سوری۔“ ”مرنے بے اختیار دونوں ہاتھ اٹھائے۔ ”مگر کئی بہت سچی ہے جس کے لیے تم
 اتنا روتی ہو۔“ وہ معذرت کرنے ہوئے بھی کھنکھانے لگا۔
 ”تو یہ کتنے کدھوں سے پکڑ کر سیدھا کر رہی ہو؟“ عمر کی ”میں اس کو کبھی نہ سمجھتی تھی کہ وہ ایک بار پھر
 اسی لحاظ سے اندر ڈال رہا تھا۔
 ”جسٹ ریلیکس علیزہ! روتے سے وہ آتو نہیں جائے گا۔“ ”تو یہ نے اس کے کدھوں پر ہاتھ ڈالتے ہوئے
 کہا۔

”میرے رونے سے تو آج بڑا اچھا۔“ ”تو یہ کچھ کہہ نہیں سکی۔
 ”مجھے اس کے پاس جانا ہے۔ میں اس کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔“
 ”اس کا پوسٹ مارم ہو رہا ہے علیزہ! میں کوئی دیر بعد نہیں اس کے پاس لے جاؤں گی۔“ ”میں نے اس کے
 کندھے کو جھپٹتے ہوئے کہا۔

وہ بے بسی سے ہنستے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔ بڑے جانوروں کے بعد وہ بچوں کی کسی کے ساتھ رہتی تھی۔
 ”میں سوچوں کہ وہ کئی کی کوئی ایسی یا غیر ایسی کو شش کے بغیر۔
 ”تم کبھی سچو پر نہیں ہو سکتی علیزہ! تم کبھی پیسہ نہ دے سکتی ہو۔“ ”اس حالت میں پہلی بار اسے کبھی
 اس بات کا یقین آ رہا تھا کہ اس وقت یہاں یہ تھے اس کی ہر بات کا یقین آ رہا تھا۔
 وہ ٹھیک لگتا تھا۔ ”وہ ہڈی کی تھی وہ انجینئر تھی اور وہ عمر کے کسی بھی حصے میں اپنی دونوں ٹانگوں سے بھارت
 پر اصل نہیں کر سکتی تھی۔ کوئی ٹھرتے مگر اسے نہیں جان سکتا تھا۔

”میں اب کمرہ سے باہر جا رہا تھا۔ عباس کے ہمراہ وہ یونیفارم نے اسے ایک بار پھر کڑی یاد آئی تھی۔
 ”کیا مجھے تمہارا جواب اسے اس کی یاد دلانا تھا؟ وہ کتنوں میں مرنے کے لیے تھی۔
 ”تو یہ ہوتی ہے زندگی
 اور یہ محبت

ایک وقت میں ایک ہی چیز ختم ہوتی ہے۔ دونوں نہیں۔ اور اس وقت اس کے دل میں عمر کے لیے کوئی شکایت نہ
 کوئی شکایت نہ تھی۔ اور اب زندگی میں کسی بھی نہیں ملتا تھا۔
 ”فائرنگ کی گولی کسی نے پکڑی میں اس کا ایک گارڈ اور ڈرائیور بھی مارا گیا۔ میں کو اس انجینئر کی
 دس منٹ بعد ہی اطلاع مل گئی تھی۔ وہ بہت اچھے سیٹ تھا۔ یہاں سے خود کئی کا بڑا بھائی کی ہڈی اٹانے
 کے لیے میں کو شش کرتی رہی کہ تم کو کبھی کو کسی طرح نہیں آؤں گے۔ خود عباس نے بھی بہت
 کوشش کی تھی۔

”میں وہی آواز میں ساتھ والی کمری پر بیٹھی کہہ رہی تھی۔ علیزہ کے لیے یہ سب اطلاعات بے معنی تھیں۔
 ”وہ چند نواں میں امریکہ جانے والا تھا ایک نیا پاکستانی جو ”اور یہ سب کچھ ہو گیا۔“ علیزہ نے کچھ سر ہٹا کر
 دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اس کو دیکھا۔

”تم نہیں لگتا ہے میں چاہوں گا تو تمہارے اور چنید کے درمیان کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“ اگر ایسا ہے تو
 خدا تعالیٰ کی دعا ہو کہ تم دونوں کے درمیان میں آؤں گا۔ میں بنید سے دو بار کچھ نہیں بولی گا۔“
 ”تم کچھ بڑھاپا چاہتی ہو؟“ ”تو یہ نے اسے مخاطب کیا علیزہ نے ٹی میں سر ہٹا دیا۔ اس کے ٹکڑے میں آڑووں
 کا کچھ سا لگ گیا تھا۔

”تم بار بار کڑی لیں۔ میں فرق یہ ہے کہ تم نے یونیفارم پہنا ہوا ہے۔ جس دن یہ یونیفارم اتر جائے گا اس
 دن تم بھی اسی طرح رہے جاؤ گے اس طرح تم وہ عمر کے کچھ بھائی بنو گے۔“
 علیزہ نے کھنکھانے لگا۔ ”تم کبھی اسے کدھوں میں سر ہٹا دیا۔

اس نے زندگی میں خود سے زیادہ شکست اور قابل رحم کسی بھی شخص میں کبھی نہ
 ”وہ کبھی شکست سے گرا رہا تھا۔ پتا چلتا تھا کہ وہ پتا ہو گا اسے۔“ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر روئے

”میں نے اسے کبھی نہیں سے ایک بات بتانے کے بعد اس سے نفرت ہو سکتی ہے۔ جو کتا ہے وہ دنیا کا
 سب سے بڑا بھائی ہے۔“

Cycle of replacement میں صرف موت replacement نہیں ہوتی۔ خود کو دوبارہ دینے کے
 بارے میں جاننے ہیں۔ وہ خود میں خون کی گردش کی طرح کھینچا اور نام کس کا ہوتا ہے۔ ہم کبھی کبھی اپنے
 وجود سے نکال کر باہر نہیں نکلتے۔ وہ خود اس کے اور وہ بھی سمجھتا تھا پھر لگے جاتے ہیں کتنے جاتے
 ہیں۔ اب ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اب ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہاں وہ زیادہ ہو جاتا ہے وہ زیادہ
 ہو جاتا ہے اور وہ ہمارے دل کو ہلکے اس سے میں جا بھرتا ہے۔ کبھی اس کو وہاں سے نکالنا پڑے تو
 پھر اس کے بعد ہمارے دل کی کڑا ہلنے کے قابل ہی نہیں رہتے۔

وہ اس کی محبت میں سو سال کی عمر میں گرا رہا تھا۔ وہ واحد شخص تھا جس سے وہ ہر بات کر لیتی تھی بہت
 ساری باتیں کہی تھیں۔ وہ کبھی کبھی شہلا اور تانوسے بھی نہیں کھینچتی تھی۔

وہ واحد شخص تھا جس کی عمر بڑھ رہی تھی۔ پتا چلتا تھا کہ اس نے عمر بھر تھک کے علاوہ کسی سے اپنی
 عمر نہیں کی تھی۔ کسی کو اتنا اٹھانے نہیں کیا تھا۔ اس نے عمر بھر تھک کے علاوہ کسی کو ہر اہل بھی نہیں کیا تھا۔ کسی
 کو ہر اہل بھی نہیں کی تھی۔ کسی کو ہر اہل بھی نہیں کی تھی۔

وہ واحد شخص تھا جو اس کی ہر غلطی اسے یاد دلا رہی تھی۔ اسے یاد دلاتا تھا۔ جو اسے محفوظ رکھنے کے لیے کسی
 بھی حد تک ہاتھ لگتا تھا۔ اور وہ یہ کہہ جاتی تھی۔

۱۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)
 ۲۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)
 ۳۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)
 ۴۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)
 ۵۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)
 ۶۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)
 ۷۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)
 ۸۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)
 ۹۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)
 ۱۰۔ "میں نے اپنے دل سے تم کو محبت سے بھر دیا ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۱۶)

[illegible]

ہر چیز بہت تیز رفتاری سے ہوئی، دوسرے دن شام کے قریب عمر جاگیر کی تدفین کر دی گئی۔ چنانچہ عمر جاگیر کے قریب پاکستان کالج کے تھے۔ انہیں مسعودی اکتان نہیں آئیں۔ دو ایک چرچیشن کے لیے پاپش میں ایڈمٹ تھیں اور ان کے شوہر نے بہاری اور آپریشن کے لیے نظر انہیں اطلاع دینے سے معذرت کر لی تھی۔ معاذ جید ریجے خاندان کے لیے عمر جاگیر کا قتل ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ یہ تصور تھا کہ ان کے لیے مشکل تھا کہ ان کے اپنے خاندان کے کسی فرد کو بھی اس طرح دن ڈال دے قتل کیا جاسکے۔ عمر کے قاتلوں کے بارے میں فوری طور پر کچھ بتائیں چلا۔ وہ کون تھے؟ انہوں نے عمر کو کیوں قتل کیا؟ اور بے بہت سے سوالات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ شاید اسے والد وقت بھی ان سوالات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

[illegible]

اور پرنسٹن کا تھی۔ ایک ایسا کہ عمر کے حوالہ سے۔ دوا کے اثر و کار سے میں عمر ایک فی صد یا زیادہ بھی معاون نہیں ہوتے۔ بے ضرر نہیں کر سکتے۔ بڑا نہیں لیا تھا۔ وہ ایک چار لڑکھیر بھی نہیں تھا۔

علیہ و جانچی تھی کہ میں نے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جسے عمر سے بڑی نہیں تھی۔ دو عمر کے حوالہ سے جو نے والے اسے نہیں تھا۔ اس سب کے باوجود *Factum* اور *Figura* (حقائق) کی بات کر کے بھی یہی کہہ دو۔ یہ کیوں کہ اسے کبھی نہ ہو سکتا تھا۔ اور حقائق کے حوالے سے نہیں ہے۔

[illegible][illegible][illegible]

کے لیے یہ تھا کہ جو باقیہ معاف کر دیں۔ حضرت سے کہیں حد تک متاثر ہوئے تھے۔ اس کے خاندان کے دوسرے
 لوگ اس طرح وہ بھی اپنے احساسات پر پکے ہوئے تھے۔ تاہم رکھنے میں باہر تھے کیونکہ خصوصیت تھی وہ معاف
 کر دیئے۔ یہ خاتمہ انوں کے لوگوں کے ساتھ ہمارے ہر پلنی تھی۔

[illegible]

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ سنا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ محسوس کیا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ سمجھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ تسلیم کیا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ مان لیا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ قبول کیا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ تسلیم کیا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ مان لیا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ قبول کیا ہے۔

عمر کے دسویں بچے بعد آہستہ آہستہ سب نے واپس جانا شروع کر دیا۔ ہر ایک اپنی اپنی زندگی کی طرف دوبارہ لوٹ رہا تھا۔ جاکیر معاذ بھی بارہویں دن اپنی فیملی کے ساتھ واپس امریکہ چلے گئے تھے۔

”آپ چائے پیئیں گے؟“ علیزہ نے جنید سے پوچھا۔ ان دونوں کے درمیان تقریباً دو ہفتے کے بعد ملاقات ہو رہی تھی۔ وہ ہاسٹل سے گھر تک ہر جگہ موجود رہا تھا اور دسویں تک ہر روز اپنے گھر والوں کے ساتھ ان کے گھر آتا رہا تھا مگر اس کے اور علیزہ کے درمیان براہ راست کوئی بات نہیں ہوئی۔ حوائج کے بعد آج پہلی بار وہ علیزہ سے مل رہا تھا اور اس کی فیملی اس کے ساتھ نہیں تھی۔ وہ جس وقت آیا تھا اس وقت تانیہ واپس گھر جا رہی تھی اور علیزہ اس کے ساتھ پوریج میں کھڑی تھی۔ جب گیٹ سے جنید کی گاڑی اندر داخل ہوئی تھی۔ اس نے گاڑی تانیہ کی گاڑی کے پاس لاکر کھڑی کر دی۔ کچھ دیر اس کے اور تانیہ کے درمیان رسمی بات چیت ہوئی پھر تانیہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی۔

”آئیے اندر آجائیں۔“ یہ پہلا جملہ تھا جو بہت دنوں کے بعد ان دونوں کے درمیان بولا گیا تھا۔
”نہیں! ہالان میں بیٹھے ہیں۔“ جنید نے کہا اور وہ خاموشی سے لان کی طرف بیڑہ لگی۔
اور اب وہ پچھلے دس منٹ سے لان کی گریڈوں پر چپ چاپ بیٹھے تھے علیزہ نے اس گہری خاموشی کو توڑنے کے لیے اس سے پوچھا۔
”آپ چائے پیئیں گے؟“
”نہیں! میں یہاں آنے سے پہلے چائے پی کر آیا ہوں۔“ جنید نے جواب دیا۔ ”گھر پر کچھ تو فیس کے بعد پوچھا۔“
”جو تھوڑے دنوں کا تھا تمہیں؟“
”جو تھوڑے؟“ نہیں۔“ تانیہ نے اس کی دوبارہ بات ہوئی ہے۔“ علیزہ نے بتایا۔
”وہ تم سے بات کرنا چاہتی تھی۔“

”ہاں تانیہ نے مجھے بتایا مگر یہ ایک اتفاق ہی ہے کہ اس سے دونوں بار میری بات نہیں ہو سکی۔“
”تو ہفتے کی رات کو پاکستان آ رہی ہے۔“ جنید نے بتایا۔ علیزہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی وہ کہہ رہا تھا۔
”وہ یہاں گھرنا چاہتی ہے۔“ وہ جانتی تھی جنید کا اشارہ کس طرف ہے۔
”میں نے اسے اپنے گھر رہنے کے لیے کہا ہے مگر اس کی خواہش ہے یہاں گھر نہ کی۔“
”آپ ان سے یہاں آنے کے لیے کہہ دیں،“ مجھے اور تانیہ کو انہیں ریسیو کر کے خوشی ہوگی۔“
”آواز میں کہا۔ وہ جانتی تھی جو تھوڑے پاکستان کیوں آ رہی تھی۔“
”انہوں نے آپ کو فلائٹ کی ٹائمنگز کے بارے میں بتایا ہے؟“

”اسے امی پورٹ سے میں ریسیو کر لوں گا۔“ جنید نے کہا علیزہ خاموش رہی۔
”وہ یہاں ہماری شادی تک رُکے گی۔“ علیزہ نے سرائی کر اسے دیکھا وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔ ایک عجیب سی خاموشی ان دونوں کے درمیان در آئی تھی۔

”چند دنوں تک امی اور باپا تم لوگوں سے اس سلسلے میں بات کرنے آئیں گے۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔
”انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس سلسلے میں تم سے بات کروں گا کہ تم تانیہ کو اور اپنی می کو بتا سکو۔“ علیزہ نے اس کے چہرے سے نظر ہٹائی۔

”میں چاہتا ہوں شادی سادگی سے ہو۔ میں زیادہ دھوم دھڑکا نہیں چاہتا۔“ وہ جیسی آواز میں بول رہا تھا۔

اس نے جس دن جنید کو اپنے اور عمر کے بارے میں بتایا تھا اس سے اگلے دن عمر کے ساتھ وہ حادثہ پیش آیا تھا۔ اس نے جنید سے کہا تھا کہ وہ اسے یہ سب کچھ اس لیے بتا رہی ہے کہ اسے حقائق سے آگاہ ہو کر وہ آسانی سے یہ فیصلہ کر سکے کہ اسے ابھی بھی علیزہ سے شادی کرنی ہے یا نہیں۔

پچھلے چند دنوں میں جنید سے اس کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ جنید کی کیفیات اور اثرات کے بارے میں نہیں جانتی تھی مگر وہ یہ ضرور جانتی تھی کہ جنید کے سامنے ایک بار پھر عمر کے لیے اس کے جذبات اور احساسات عیاں ہو گئے تھے۔

اس نے بڑے وقت سے عمر کے قتل سے ایک دن پہلے ہوٹل میں بیٹھ کر جنید سے کہا تھا کہ وہ عمر سے محبت کرتی تھی مگر اب نہیں کرتی۔ اس کے اور عمر کے درمیان اب سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔ وہ اب عمر کی اصلیت جان چکی ہے اور اس کی اصلیت جان لینے کے بعد وہ عمر جیسے دھوکہ باز اور خود غرض انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ وہ جانتی تھی پچھلے چند دنوں میں عمر کی موت پر اس کے رد عمل سے جنید پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ وہ اب بھی عمر سے محبت کرتی ہے۔ وہ بے وقوف نہیں تھا کہ یہ انداز نہ کر لیا جائے۔ وہ اپنے چہرے کو بھی بے تاثر رکھنے میں کامیاب نہیں ہو پائی تھی۔ خوشی اور غم ہر تاثر اس کے چہرے سے جھلکتا تھا اور زندگی میں پہلی بار اسے اپنے چہرے کی اس خوبی پر کوئی شرمندگی نہیں ہوئی کوئی غصہ نہیں آیا تھا۔

اس نے ان چند دنوں میں ہر بار جنید کا سامنا ہونے کو بھی یہ ظاہر ہونے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ عمر کی موت سے متاثر نہیں ہوئی کیونکہ وہ اس کے ساتھ اپنا جذباتی تعلق ختم کر چکی تھی۔ وہ اپنی زندگی اور عزت کے گرد چڑھائے گئے ان دنوں سے تنگ آئی تھی جنہیں سنبھالتے سنبھالتے وہ پچھلے کئی سالوں سے بلکان تھی اور شاید وہ لاشعوری طور پر جنید کے سامنے یہ اعتراف بھی کر لینا چاہتی تھی کہ وہ کبھی عمر سے نفرت نہیں کر سکتی۔ اس کی موت اس کی تمام ناراضیوں اور غصے کو ختم کر گئی تھی۔

پھر ان چند دنوں کے بعد وہ ایک چیز جس کا وہ سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں تھی اور جس کی وہ توقع نہیں کر رہی تھی وہ جنید کی طرف سے شادی کے بارے میں دوبارہ بات تھی۔ وہ اس وقت شادی کے بارے میں بالواسطہ طریقے سے بات کرتے ہوئے یقیناً یہ جانتا رہا تھا کہ وہ سب کچھ جاننے کے باوجود اس رشتہ کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔
”کیوں؟“ وہ اس وقت اس ایک سوال کے علاوہ اور کچھ پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔
”سب کچھ جاننے کے بعد بھی۔“ تب کیوں اس رشتہ کو قائم رکھنا چاہتے ہیں؟“ اس نے جنید کے خاموش ہو جانے کے بعد سوال کیا۔ وہ اس کے عقب میں ایستادہ درختوں پر بیٹھے پرندوں پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔
”علیزہ! کوئی جیسے اس نے اس کی بات نہیں سنی ہو“ اس نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔ اس بار جنید نے درختوں کے درمیان گرا سے دیکھا۔
”جیسا نہیں۔“ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

”شاید اس لیے کہ میں تمہارے ساتھ بہت زیادہ انوکھا ہو چکا ہوں یا پھر شاید اس لیے کہ میں عمر کی فیملی سے اپنا تعلق ختم نہیں کرنا چاہتا۔ بہت کچھ تو پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔“ جوابی رہ سکتا ہے۔ میں اسے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔“ وہ بڑے ہموار سے جی کہہ رہا تھا۔

”یا پھر شاید اس لیے کہ یہ عمر کی خواہش تھی؟“ اس نے جنید کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ جنید نے اس کی بات کی تردید کی نہ اعتراف۔ وہ ایک بار پھر ان درختوں پر بیٹھے پرندوں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔
”میں نے پہلی بار عمر سے تمہارا ذکر کیا تھا جب وہ ہول ہوس کا امتحان دینے آیا تھا۔ وہ کچھ دنوں کے لیے ہمارے گھر ٹھہرا تھا۔“ علیزہ نے جنید کو جیسے بیڑا دے دیکھا۔ وہ ابھی بھی ان ہی پرندوں کو دیکھ رہا تھا۔

”شاید اس لیے کہ میں تمہارے ساتھ بہت زیادہ انوکھا ہو چکا ہوں یا پھر شاید اس لیے کہ میں عمر کی فیملی سے اپنا تعلق ختم نہیں کرنا چاہتا۔ بہت کچھ تو پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔“ جوابی رہ سکتا ہے۔ میں اسے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔“ وہ بڑے ہموار سے جی کہہ رہا تھا۔

”یا پھر شاید اس لیے کہ یہ عمر کی خواہش تھی؟“ اس نے جنید کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ جنید نے اس کی بات کی تردید کی نہ اعتراف۔ وہ ایک بار پھر ان درختوں پر بیٹھے پرندوں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔
”میں نے پہلی بار عمر سے تمہارا ذکر کیا تھا جب وہ ہول ہوس کا امتحان دینے آیا تھا۔ وہ کچھ دنوں کے لیے ہمارے گھر ٹھہرا تھا۔“ علیزہ نے جنید کو جیسے بیڑا دے دیکھا۔ وہ ابھی بھی ان ہی پرندوں کو دیکھ رہا تھا۔

علیہ کو یاد تھا وہ اس کی ناراضی کی وجہ سے گھر چھوڑ کر کسی دوست کے ہاں شفٹ ہو گیا تھا مگر وہ اس دوست کے بارے میں نہیں جانتی تھی۔
 "پھر کچھ دنوں بعد اس نے کہا کہ وہ واپس کریمچی کے پاس جا رہا ہے میں ناراض ہو گیا۔ تب اس نے مجھ سے معذرت کی اور مجھے تمہارے بارے میں بتایا کہ کس طرح تم اس کے ہاں آجانے پر خود کو غیر محفوظ محسوس کر رہی ہو اور پھر تم لوگوں کے درمیان دوستی ہو گئی تھی۔ میں نے عمر کی باتوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ میں سمجھتا تھا۔ وہ اس لیے زیادہ مدد دیتی محسوس کر رہا ہے کیونکہ وہ خود بھی ایک بڑا کن فیملی سے تعلق رکھتا تھا۔" علیہ اسے دیکھتی رہی۔

"پھر اس کی باتوں میں اکثر تہوار اڑ کر ہونے لگا۔ میں نے تب بھی غور نہیں کیا۔ تمہاری اور اس کی عمر میں بہت فرق تھا۔ تم ایک نیا ایئر تھیں جبکہ عمر بہت پیچھے رہ چکی تھی۔ میرا خیال تھا وہ تمہارے ساتھ ایک ہی گھر میں رہ رہا ہے اور پھر تم سے ہمدردی بھی کرتا ہے اس لیے غیر محسوس طور پر تم اس کے قریب آگئے تھی۔ میں نے تب بھی یہ اندازہ لگائے کی کو شش نہیں کی کہ تمہارے لیے اس کے دل میں کس طرح فیئنگر ڈوب رہی ہیں۔" جنید

نے اب علیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تب بھی یہی سمجھتا رہا کہ اس کی سب سے زیادہ دوستی نوڈی کے ساتھ ہی ہے اور اگر کبھی اس نے شادی کی تو وہ اس سے ہی کرے گا۔ وہ دونوں ہم عمر تھے اور بہت لمبے عرصے سے ایک دوسرے کے ساتھ تھے ان دونوں کی بہت اچھی انڈر اسٹینڈنگ بھی تھی۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہ یہی سمجھتا۔"

"آپ نے ٹھیک سمجھا۔" علیہ نے دھیمی آواز میں پہلی بار اس کی گفتگو میں مداخلت کی۔ "وہ نوڈی سے ہی محبت کرتا تھا۔ وہ اسی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔"

"میں سمجھتا تھا۔" جنید نے اس کی بات سن کر بھی اپنی بات جاری رکھی۔ "میں عمر کے محبت قریب ہوں اس کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں اسے بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ ایسا نہیں تھا۔" جنید عجیب انداز میں مسکرایا۔

"یہ صرف میری خوش فہمی تھی میں یا اس کا کوئی بھی دوست اس سے اندر تک نہیں جھانک سکا۔ اس نے ہمیں اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ ہم اسے صرف اتنی ہی جان سکے جتنا وہ چاہتا تھا۔" نوڈی نے علیہ کو اس بارے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔

"بعد میں اس نے مجھ سے کہا کہ میں تم سے شادی کر لوں۔ وہ تہ فارن سروس میں اپنی پہلی پوزیشن پر جا رہا تھا اور میں لندن میں آرکائیو سکر کی مزید تعلیم کے لیے۔ تم اس وقت گریجویٹیشن کر رہی تھیں۔" علیہ نے دھیمی آواز سے یہ وقت تھا جب اسے مکمل طور پر یہ یقین ہو چکا تھا کہ صرف وہی نہیں، عمر بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ جب وہ سمجھنے لگی تھی کہ بہت جلدی وہ اسے پر پوز کر دے گا اور وہ اس وقت کیا سوچ رہا تھا۔ "جنید کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نمی اٹنے لگی۔

"میرا اس وقت شادی کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور عمر کو بھی اس بارے میں کوئی جلدی نہیں تھی۔ تم اپنی تعلیم ختم کرو پاکستان آؤ پھر تم سے اس بارے میں مزید بات کروں گا لیکن یہ بات طے ہے کہ تمہاری شادی علیہ کے ساتھ ہی ہوگی وہ مجھ سے کہتا تھا۔

"اگر وہ مجھے اچھی لگی تو اس کے ساتھ میری انڈر اسٹینڈنگ ہو سکتی تو۔" میں ہر بار اس سے کہتا اور وہ مجھے یقین دلاتا۔

"علیہ اور جنیس اچھی نہ لگے۔ gem of a person، چند gem of a person۔ جب میں تیس سال تم اس کے ساتھ گزار لوں گے تو پھر تم میرے احسان مند ہو گے کہ میں نے دنیا کی سب سے بہترین لڑکی کے ساتھ تمہاری شادی کر دوائی۔ مجھے آہستہ آہستہ یہ محسوس ہونے لگا کہ میں عمر کو انکار نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی بات منوالیا کرتا تھا۔ کچھ سالوں کے بعد جب گھر میں میری شادی کا ذکر ہوا تو مجھے لگا کہ عمر نے مجھے تم سے ملوایا مگر یہ کہہ کر میں تم کو عمر سے اپنی دوستی کے بارے میں نہ بتاؤں۔ مجھے تب بھی کوئی جھجھکی نہیں ہوا۔ اگر اس پر سے دودھ نکلے گا تو سچا سچا تمہاری تاربتیں تو تب بھی میں اس سارے معاملے کے بارے میں عمر سے بات کرتا۔ شادی کرنے کا سوچتا تھا یا تم مجھے تاربتیں تو تب بھی میں اس سارے معاملے کے بارے میں عمر سے بات کرتا۔ تمہارا انکشاف میرے لیے میری زندگی کا سب سے بڑا صدمہ تھا اور اس شاک کے باوجود میں مجھے کئی سال تک نہیں گئے۔"

"مگر مجھ میں کبھی کبھی انٹرنل نہیں تھا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ سب میری خوش فہمی تھی۔" علیہ نے جیسے خود کا می کی۔

"اب بھی تھا۔" عمر میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ بہت تکلیف دہ تھا۔" چند خاموش ہو گیا۔ علیہ نے اس کی آنکھوں میں دلی تڑپتے ہوئے دیکھا۔

مجھے ابھی بھی یہ یقین نہیں آتا کہ وہ زندہ نہیں ہے۔ زندگی میں پہلی بار وہ جتنے گزر گئے ہیں اور میں اس سے رابطہ نہیں کر سکتا۔ جنیس کا کہنا اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور تم ہم لوگ کسی طرح کے ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ بھی رکھتے تھے۔ چاہے ملک میں ہوتے یا بیرون ملک۔" وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"میں نے عمر سے کہا کہ genuine (حرا) آدمی زندگی میں نہیں دیکھا۔ ہم دونوں کے درمیان بہت سے اختلافات ہوتے تھے۔ وہ جتنے تسلیم پسند تھا میں ایسا نہیں تھا۔ عمر اس کے باوجود ہمارے درمیان تمام اختلافات ختم کرنے میں پہل دیتی کیا کرتا تھا۔ وہ بڑی اوریبل اور بات کرتے ہیں۔ وہ خود کو شروع کرتا پھر کبھی ہم موضوع بدل دیتا اور میں واقعی موضوع بدل دیتا۔ تب بھی یہی لگ رہا ہے کہ اس نے ایسا ہی کیا ہے۔

اس کی موت سے کچھ دن پہلے اس سے میری بات ہوئی تھی۔ میں تمہارے سلسلے میں اس سے تفصیلی بات کرنا چاہتا تھا۔" وہ ہم سارے جنید کو دیکھتی رہی۔

"وہ شاید مجھ کا تھا کہ میں تمہارے سلسلے میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے رات کو فون کرے گا۔ وہ رات اب بھی نہیں آئے کی۔ وہ مجھ سے یہی کیا کرتا تھا جو بات نہیں بتاتا چاہتا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔" علیہ نے اس کی شکست خوردگی دیکھی۔

"میرا اب کسی معاملے کی گفتگو نہیں کرتا چاہتا۔ میں بس اس ایک دھڑکنے کو قائم رکھنا چاہتا ہوں جو اس کی باتیں تھیں۔ عمر میں صرف اس کی باتوں کے احترام میں ایسا نہیں کر رہا ہوں میں یہ اپنے لیے کر رہا ہوں اپنی زندگی کے لیے کر رہا ہوں تمہارے لیے کر رہا ہوں تمہاری فیملی کے لیے کر رہا ہوں کسی بچھتاوے کے بغیر کسی بوجھ کے بغیر۔ میں چاہتا ہوں ہم تمام پرانی باتوں کو بھلا دیں اور قیوں کو کھینچنے کی کوشش نہ کریں۔

زندگی کو آج سے شروع کریں کچھ وقت کے کام پر محسوس کچھ ٹھیک ہو جائے گا اس نے چھوٹے ہاتھوں سے ہاتھوں سے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہارا بہت خیال رکھوں اور ایسا بھی نہیں ہوا کہ میں نے عمر کی بات نہ مانی ہو۔ میں کسی طرح سے بھی تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔"

علیہ نے اسے اس پہلے کے بعد کرسی سے اٹھتے اور لان سے نکلے دیکھا وہ اپنی آنکھوں کو مسلتے لگی۔ وہ اور جنید ایک ہی شخص کی محبت میں گرفتار تھے صرف نوعیت مختلف تھی تعلق کی گہرائی میں کوئی فرق نہیں تھا۔

